اشرفی

بہشتی زیور

اکمل و مدلل

مصنفہ

حکیم الامت حضرت مولانا

شرف علی صاحب قدس سرہ العزیز

مشہور زمانہ کتاب جو دینی مسائل کا

گرانمایہ ذخیرہ ہے اور کسی تعارف کی

ناج نہیں۔ حواشی میں مسئلہ کا حوالہ

بل فقہی کتب سے دیا گیا ہے جس نے اسکی

ادی حیثیت میں ایک اہم اضافہ کر دیا ہے

قیمت:- مکمل گیارہ حصص

(سولہ روپے)

جلد - 1

ناشر:- ایچ - ایم سعید کمپنی ادب منزل - پاکستان چوک - کراچی

۸۶ء

اشرفی

بہشتی زیور اکمل و مکمّل و مدلّل

(مع)

ضمائم جدیدہ و قدیمہ مفیدہ و تصحیح الاغلاط وغیرہ

(مصنفہ)

حضرت حکیم الامت مولانا و سیدنا الحاج والحافظ شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

(جس کے ہر حصہ کو)

جناب مولانا مولوی ابو سعید محمد حیات صاحب سنبھلی صدر مدرس مدرسہ امدادیہ عربیہ مرادآباد نے

متن کے مطابق مفید ضروری اور اہم حواشی پیچیدہ مسائل کے متعلق سلیس عبارت میں تشریح و صحت

و شبہات کے بارے میں بحث متبحر علمائے کرام کے اسناد فقہائے عظام کے دلائل علمائے متقدمین و

متاخرین کا نظریہ اور بہت سے اہم اور کارآمد امور کو حوالہ قلم کر کے دریا کو کوزہ میں بھر دیا ہے

ناشر: ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی، پاکستان چوک۔ کراچی

مطبوعہ ایجوکیشنل پریس کراچی

فہرست مضامین بہشتی زیور حصہ اوّل ۱

فہرست مضامین ضمیمہ حصہ اوّل ۱

بہشتی زیور
کا
پہلا حصہ
دیباچہ[1] قدیمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی قال فی کتابہ یا ایہا الذین[2] اٰمنوا قوا انفسکم واہلیکم نارا وقودہا الناس والحجارۃ + وقال تعالیٰ واذکرن[3] ما یتلی فی بیوتکن من اٰیات اللہ والحکمۃ + والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد صفوۃ الانبیاء الذی قال فی خطابہ کلکم[4] راع وکلکم مسئول عن رعیتہ وقال علیہ السلام طلب[5] العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم ومسلمۃ + وعلیٰ آلہ واصحابہ المتادبین والمؤدبین بآدابہ **اما بعد** حقیر ناچیز **اشرف علی** تھانوی حنفی مظہر مدعا ہے کہ ایک مدت سے ہندوستان کی عورتوں کی دین کی تباہی دیکھ دیکھ کر قلب دکھتا اور اسکے علاج کی فکر میں رہتا تھا اور زیادہ وجہ فکر کی یہ تھی کہ یہ تباہی صرف انکے دین تک محدود نہ تھی بلکہ دین سے گذر کر انکی دنیا تک پہونچ گئی تھی اور انکی ذات سے گذر کر انکے بچوں بلکہ بہت سے آثار سے انکے شوہروں تک اثر کر گئی تھی اور جس رفتار سے یہ تباہی بڑھتی جاتی تھی اسکے اندازہ سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ اگر چندے اور اصلاح نہ کی جائے تو شاید یہ مرض قریب قریب لاعلاج کے ہو جائے اس لئے علاج کی فکر زیادہ ہوئی اور سبب[6] اس تباہی کا بالقاء الٰہی اور تجربہ اور دلائل اور خود علم ضروری سے محض یہ ثابت ہوا کہ عورتوں کا علوم دینیہ سے ناواقف ہونا ہے جس سے

[1] دیباچہ یعنی کتاب کا چہرہ جس پر سب سے اول نظر پڑتی ہے ۱۲

[2] یعنی اے ایمان والو اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں ۱۲

[3] یعنی اے عورتو تمہارے گھروں میں جو خدا تعالیٰ کی آیتیں اور حکمت کی باتیں پڑھی جاتی ہیں ان کو یاد کرو۔ ۱۲

[4] یعنی تم میں کا ہر ایک چرواہا ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے متعلق سوال ہوگا ۱۲

[5] یعنی علم کا طلب کرنا ہر مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر فرض ہے ۱۲

[6] یعنی مسلمانوں کی اس بدتر حالت کا کیا سبب ہوا اس کے سبب کا علم مختلف ذریعوں سے ہوا جس میں سب سے بڑا ذریعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دل میں ڈالا دوسرا ذریعہ تجربہ یعنی آزمانا۔ تیسرا ذریعہ دلیلیں جن سے اس مقصد کا علم ہوا اور چوتھا ذریعہ علم بدیہی یعنی دیکھنے اور سننے اور مشاہدہ کرنے سے ۱۲۔

اُن کے عقائد اُن کے اعمال اُنکے معاملات اُنکے اخلاق[1] اُنکا طرزِ معاشرت سب برباد ہے بلکہ ایمان تک بچنا مشکل ہے کیونکہ بعضے اقوال وافعال کفریہ تک اُن سے سرزد ہوجاتے ہیں اور چونکہ بچے اُن کی گودوں میں پلتے ہیں زبان کے ساتھ اُنکا طرزِ عمل اُنکے خیالات بھی ساتھ ساتھ دل میں جمتے جاتے ہیں جس سے دین تو اُنکا تباہ ہوتا ہی ہے مگر دُنیا بھی بے لطف وبدمزہ ہوجاتی ہے اسوجہ سے کہ بداعتقادی سے بداخلاقی پیدا ہوتی ہے اور بداخلاقی سے بداعمالی اور بداعمالی سے بدمعاملگی جو جڑ ہے تکدرِ معیشت[2] کی۔ رہا شوہر اگر ان ہی جیسا ہوا تو دو[3] مفسدوں کے جمع ہونے سے فساد میں ترقی ہوئی جس سے آخرت کی تو خانہ ویرانی ضروری ہے مگر اکثر اوقات اس فساد کا انجام باہمی نزاع ہو کر دنیا کی خانہ ویرانی بھی ہوجاتی ہے۔ اور اگر شوہر میں کچھ صلاحیت ہوئی تو اس بیچارہ کو جنم بھر[3] کی قید نصیب ہوئی بی بی کی ہر حرکت اُس بیچارہ کے لئے ایذارساں[4] اور اُسکی ہر نصیحت بی بی کو ناگوار اور گراں اگر صبر نہ ہوسکا تو نوبت نااتفاقی اور علیحدگی کی پہنچ گئی اور اگر صبر کیا گیا تو قید تلخ ہونے میں شبہ ہی نہیں اور اس ناواقفیت علوم دین[5] کی وجہ سے اُنکی دُنیا بھی خراب ہوتی ہے مثلاً کسی کی غیبت کی اُس سے عداوت ہوگئی اور اُس سے کوئی ضرر پہونچ گیا۔ اور مثلاً طلب جاہ اور ناموری کیلئے فضول رسوم میں اسراف[6] کیا اور ثروت مبدل بافلاس ہوگئی۔ اور مثلاً شوہر کو ناراض کردیا اُس نے نکال باہر کیا یا بے التفاتی[7] کر کے نظرانداز کردیا اور مثلاً اولاد کی بیجا نازبرداری[8] کی اور وہ بے ہنر اور ناکمل رہ گئے اُنکو دیکھ دیکھ کر ساری عمر کوفت[9] میں گذری اور مثلاً مال وزیور کی حرص بڑھی اور بقدر حرص نصیب نہ ہوا تو تمام عمر اسی اُدھیڑبن میں کاٹی اور اسی طرح بہت سے مفاسد لازمی ومتعدی اس ناواقفیت کی بدولت پیدا ہوتے ہیں چونکہ علاج ہر شے کا اُسکی ضد سے ہوتا ہے اسلئے اسکا علاج واقفیت علم دین یقینی قرار پایا بناءً علیہ مدت دراز سے اس خیال میں تھا کہ عورتوں کو اہتمام[10] کر کے علم دین گو اردو ہی میں کیوں نہ ہو ضرور سکھایا جائے اس ضرورت سے موجودہ اُردو کے رسالے اور کتابیں دیکھی گئیں تو اس ضرورت کے رفع کرنے کیلئے کافی نہیں پائی گئیں بعضی کتابیں تو محض نامعتبر[11] اور غلط پائی ہیں بعضی کتابیں جو معتبر تھیں اُنکی عبارت ایسی سلیس[12] نہ تھی جو عورتوں

[1] یعنی عادتیں اور خصلتیں اور طرزِ معاشرت سے مراد برتاؤ کا طریقہ ۱۲

[2] یعنی زندگی کے خراب ہوجانیکی ۱۲

[3] یعنی زندگی بھر کی ہوی اگر منشا کے خلاف ہو تو مرد کے لئے اس سے تکلیف اور رنج کا کوئی دوسرا سامان نہیں ہوسکتا اور پھر ایسی حالت میں عورت کی زندگی بھی بالکل بے مزہ ہوتی ہے لہٰذا جہاں تک ہوسکے عورت کو مرد کا اتباع کرنا اور اُس کی مرضی کے موافق بننا چاہئیے کہ راحت طرفین کی اسی میں ہے ۱۲

[4] یعنی تکلیف پہونچانیوالی ۱۲

[5] مگر بعض عورتیں دین سے واقف ہو کر بھی ایسا کرتی ہیں لہٰذا اُن سے زیادہ بدنصیب وہ عورتیں بھی نہیں ہیں جو بیچاری دین سے واقف ہی نہیں ۱۲

[6] یعنی بیجا خرچ جو شرعاً ناجائز یا غیر ضروری تھا ثروت سے مالداری اور افلاس سے تنگدستی مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ پہلے فراخدستی تھی اب اُس کی جگہ تنگدستی ہوگئی ۱۲

[7] بے التفاتی یعنی توجہ نہ کرنا اور نظرانداز کا یہ مطلب کہ اس کے دل سے اُتر گئی ۱۲

[8] یعنی جو کام شرعاً ناجائز ہیں اُنکو کرنے دیا اور سختی سے اُنکی ممانعت نہ کی ۱۲

[9] کوفت سے گھٹن مراد ہے ۱۲

[10] یعنی قصداً اُسکا انتظام کر کے ۱۲

[11] غیر معتبر کتابوں میں سے بعض کے نام حضرت مولانا مدظلہ نے اپنی دوسری کتابوں میں لکھدیئے ہیں ۱۲

[12] یعنی آسان اور رواں ۱۲

کے فہم کے لائق ہو پھر اُسمیں وہ مضامین بھی مخلوط[1] تھے جن کا تعلق عورتوں سے کچھ بھی نہیں۔ بعضی کتابیں عورتوں کیلئے پائی گئیں مگر وہ اس قدر تنگ اور کم تھیں کہ ضروری مسائل اور احکام کی تعلیم میں کافی نہیں۔ اسلئے یہ تجویز کی کہ ایک کتاب خاص اُنکے لئے ایسی بنائی جاوے جس کی عبارت بہت ہی سلیس ہو جمیع ضروریاتِ دین کو وہ حاوی[2] ہو اور جو احکام صرف مردوں کے ساتھ مخصوص ہیں اُنکو اُسمیں نہ لیا جاوے اور وہ ایسی کافی[3] و وافی ہو کہ صرف اسکا پڑھ لینا ضروریاتِ دین روزمرہ میں اور کتابوں سے مستغنی کر دے اور یوں تو علمِ دین کا احاطہ[4] ایک کتاب میں ظاہر ہے کہ ناممکن ہے اسی طرح مسلمانوں کو علماء سے استغنا[5] محال ہے کئی سال تک تو لمیں یہ خیال بکتا رہا لیکن بوجہ عروضِ عوارض[6] مختلفہ کے جسمیں بڑا امر کم فرصتی ہے اسکے شروع کی نوبت نہ آئی۔ آخر ۱۳۲۰ھ میں جس طرح بن پڑا خدا کا نام لیکر اسکو شروع ہی کر دیا اور خدا کا فضل شاملِ حال یہ ہوا کہ ساتھ ہی اسکا سامانِ طبع[7] بھی کچھ شروع ہو گیا۔ اسمیں اللہ تعالیٰ نے رنگون کے مدرسۂ نسوانِ[8] سورتی کے مہتمم صاحب کا اور جناب مولنٰنا عبدالغفار صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی مرحومہ کا جو حکیم عبدالسلام دانا پوری سے منسوب تھیں حصہ رکھا تھا کہ اُنکی رقموں سے یہ کام نیک فرجام[9] شروع ہوا اللہ تعالیٰ قبول فرماویں۔ دیکھئے آئندہ اسمیں کس کس کا حصہ ہے۔ تالیف اس کی برائے نام اس ناکارہ[10] ناچیز کی طرف منسوب ہے۔ اور واقع میں اسکے گلِ سر سبد حبیبی عزیزی مولوی سید احمد علی صاحب فتحپوری ہیں سلمہ اللہ تعالیٰ بالافادات والافاضات جزاہم[11] اللہ تعالیٰ خیر الجزاء عنی وعن جمیع المسلمین والمسلمات۔ اب یہ کتاب ماشاء اللہ چشم بددور[12] اکثر ضروریات بلکہ آدابِ دین کو بلکہ بعض ضروریاتِ معاش تک کو ایسی حاوی ہے کہ اگر کوئی اسکو اول سے آخر تک سمجھ کر پڑھ لے تو واقفیتِ دین میں ایک متوسط عالم کے برابر ہو جاوے اسکے ساتھ ہی عبارت اسقدر سلیس ہے کہ اس سے زیادہ سلاست ہم لوگوں کی قدرت سے بظاہر خارج تھی۔ جن امور کی عورتوں کو اکثر ضرورت واقع نہیں ہوتی جیسے احکام جمعہ وعیدین وامامت وغیرہا اُنکو قلم انداز کر دیا گیا صرف دو قسم کے احکام لئے گئے ایک وہ جو مردوں عورتوں کی ضروریات میں مشترک ہیں دوسرے وہ جو عورتوں کے ساتھ مخصوص ہیں اور اُن مخصوص مسائل میں یہ بھی التزام کیا گیا ہے کہ حاشیہ پر اُس باب میں جو

---

[1] ملے ہوئے ۱۲

[2] یعنی شامل اور اپنے اندر لیے ہوئے ۱۲

[3] یعنی پوری ہو ۱۲

[4] یعنی گھیرنا ۱۲

[5] یعنی بے پرواہ ہو جانا امکان سے باہر ہے ۱۲

[6] یعنی اس کام سے روکنے والی باتیں جو پیش آتی رہیں ۱۲

[7] طبع کے معنی چھاپنا اِسی سے چھاپنے کی جگہ کو مطبع کہتے ہیں آجکل لوگ اسکے لئے انگریزی کا لفظ پریس بولتے ہیں ۱۲

[8] یعنی جسمیں عورتیں پڑھتی ہیں نسواں اور نساء کے معنی عورتوں کے ہیں ۱۲

[9] فرجام کے معنی فارسی زبان میں انجام اور اخیر کے ہیں تو نیک فرجام کے معنی وہ کام جس کا اخیر اچھا ہو ۱۲

[10] مصنف مدظلہ العالی نے اپنے آپکو انکساری کے سبب اس لفظ سے ذکر فرمایا ورنہ آپکا علم وعمل روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے ۱۲

[11] یعنی خدا تعالیٰ اُن سب کو اچھا بدلہ میری اور تمام مسلمان مرد وعورت کی طرف سے۔

[12] یعنی جو کچھ خدا تعالیٰ چاہے چشم بد دور یعنی بُری آنکھ کو خدا تعالیٰ اس سے دور رکھے یعنی دشمن اور حاسدوں کی نگاہوں سے بچی رہے کہ وہ کوئی برا اثر اُس پر نہ ڈال سکیں ۱۲

مردوں کیلئے حکم ہے اُسکو بھی لکھدیا تاکہ مردوں کو بھی اس سے انتفاع[1] ممکن ہو اور ایسے مسائل میں غلطی نہ پڑے اور اس نظر سے کہ ضرورت کیلئے اور کوئی کتاب ڈھونڈھنی پڑے شروع میں الف با تا بھی لگادیا گیا جس کا ماخذ رسالہ ترکیب الحروف مصنفہ مخدومی جناب ماموں منشی شوکت علی صاحب مدظلہم ہے۔ بس قرآن مجید ختم کرتے ہی اس کتاب کا شروع کردینا ممکن ہے اور نام اسکا بمناسبت مذاقِ نسواں کے بہشتی زیور رکھا گیا کیونکہ اصلی زیور یہی کمالاتِ دین ہیں چنانچہ جنت میں ان ہی کی بدولت زیور پہننے کو ملیگا کما قال اللہ تعالیٰ یحلون[2] فیہا من اساور وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبلغ الحلیۃ من المؤمن حیث یبلغ الوضوء چونکہ اسوقت صحیح اندازہ نہیں ہوسکتا کہ یہ کتاب کس مقدار تک پہونچ جاویگی اسلئے ختم کے انتظار کو موجب تاخیر[3] فی الخیر سمجھ کر مناسب معلوم ہوا کہ اسکے متعدد چھوٹے چھوٹے حصے کر دیئے جائیں اسمیں اشاعت[4] کی بھی تعجیل ہے نیز پڑھنے والوں کا دل بھی بڑھیگا کہ ہمنے ایک حصہ پڑھ لیا دو حصے پڑھ لئے اور تالیف[5] میں بھی گنجایش رہیگی کہ جہاں تک ضرورت سمجھو لکھتے چلے جاؤ اور یہ بھی فائدہ ہے کہ اگر کوئی لڑکی بعض حصوں کے مضامین کو دوسری کتابوں سے حاصل کرچکی ہو تو پڑھانے میں اس حصہ کی قدر تخفیف[6] نکل آئیگی یا کسی خاص وجہ سے کوئی خاص حصہ پڑھانا ضروری اور مقدم ہو تو اسکی تقدیم وتحصیل[7] میں آسانی ہو جاویگی۔ چنانچہ یہ پہلا حصہ ہے جو آپکے ہاتھوں میں ہے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ بخیر وخوبی جلد اختتام کو پہونچے اور بدلالت آیات[8] واحادیث مندرجہ دیباچہ مردوں پر واجب ہے کہ اسمیں اپنی بیبیوں لڑکیوں کو لگا دیں اور عورتوں پر واجب ہے کہ اسکو حاصل کریں۔ اولاد کو بالخصوص لڑکیوں کو اس پر متوجہ کریں۔ دل اُسوقت مسرور ہوگا کہ جو مضامین ذہن میں ہیں وہ سب جمع اور طبع ہو جائیں اور میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں کہ لڑکیوں کے درس میں عام طور سے یہ کتاب داخل ہو گئی ہے اور گھر گھر اسکا چرچا ہو رہا ہے آیندہ توفیق[9] حق جل وعلا شانہٗ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ میں جس وقت یہ دیباچہ لکھنے کو تھا پرچہ نورٌ علیٰ نور میں ایک نظم اس کتاب کے نام اور مضمون کے مناسب نظر سے گذری جو دلکو بھلی معلوم ہوئی جی چاہا کہ اپنے دیباچہ کو اسی پر ختم کروں تاکہ ناظرین خصوصاً لڑکیاں دیکھکر خوش ہوں اور مضامین کتاب ہذا میں انکو زیادہ رغبت ہو بلکہ اگر یہ نظم اس کتاب کے ہر حصے کے شروع پر ہو تو قندِ مکرر کی حلاوت بخشے۔ وہ یہ ہے

[1] یعنی نفع اُٹھانا ۱۲

[2] یعنی اہل جنت کو کنگن سونے کے پہنائے جائیں گے اور حدیث شریف کا ترجمہ یہ ہے کہ جہاں تک مومن آدمی وضو کا پانی پہونچاتا ہے وہاں تک زیور پہونچے گا ۱۲

[3] یعنی اچھے اور بھلے کام میں دیر لگنے کا سبب ۱۲

[4] یعنی جلد چھپ کر لوگوں کے پاس پہونچ جائیگی اور اس کی شہرت ہوگی ۱۲

[5] یعنی فقہ کے مسائل جمع کرکے لکھنے میں ۱۲

[6] یعنی اُتنے حصوں کو پڑھنے کی ضرورت باقی نہ رہیگی اور نہ اُنکو خریدنے کا صرف کرنا پڑیگا ۱۲

[7] یعنی اُس کو پہلے حاصل کرنے اور پڑھنے میں ۱۲

[8] یعنی اُن آیتوں اور حدیثوں کے بتلانے سے جو دیباچہ میں بیان کی گئی ہیں یعنی بالکل شروع کتاب میں جس کو خطبہ کہنا چاہیے ۱۲

[9] یعنی اسباب کا مہیا کرنا جن سے یہ بہتر مقصد حاصل ہو۔ جل کے معنی بزرگ ہوا علا کے معنی بلند ہوا ۱۲

اصلی انسانی زیور

ایک لڑکی نے یہ پوچھا اپنی اماں جان سے
آپ زیور کی کریں تعریف مجھ انجان سے

کون سے زیور ہیں اچھے یہ جتا دیجئے مجھے
اور جو بد زیب ہیں وہ بھی بتا دیجئے مجھے

تاکہ اچھے اور بُرے میں مجھکو بھی ہو امتیاز
اور مجھ پر آپ کی برکت سے کھل جائے یہ راز

یوں کہا ماں نے محبت سے کہ اے بیٹی مری
گوشِ دل سے بات سُن لو زیوروں کی تم ذری

سیم و زر کے زیوروں کو لوگ کہتے ہیں بھلا
پر نہ مری جان ہونا تم کبھی اُن پر فدا

سونے چاندی کی چمک بس دیکھنے کی بات ہے
چار دن کی چاندنی ہے پھر اندھیری رات ہے

تم کو لازم ہے کرو مرغوب ایسے زیورات
دین و دنیا کی بھلائی جس سے ایجان آ رہے ہات

سر پہ جھومر عقل کا رکھنا تم اے بیٹی مدام
چلتے ہیں جسکے ذریعہ سے ہی سب انسان کے کام

بالیاں ہوں کان میں ایجان گوشِ ہوش کی
اور نصیحت لاکھ تیرے جھومکوں میں ہو بھری

اور آویزے نصائح ہوں کہ دل آویز ہوں
گر کرے اُن پر عمل تیرے نصیبے تیز ہوں

کان کے پتے دیا کرتے ہیں کانوں کو عذاب
کان میں رکھو نصیحت دیں جو اوراقِ کتاب

اور زیور گر گلے کے کچھ تجھے درکار ہوں
نیکیاں پیاری مری تیرے گلے کا ہار ہوں

قوتِ بازو کا حاصل تجھ کو بازو بند ہو
کامیابی سے سدا تو خرم و خرسند ہو

ہیں جو سب بازو کے زیور سب کے سب بیکار ہیں
ہمتیں بازو کی اے بیٹی تری درکار ہیں

ہاتھ کے زیور سے پیاری دستکاری خوب ہے
دستکاری وہ ہنر ہے سب کو جو مرغوب ہے

کیا کرو گی اے مری جاں زیورِ خلخال کو
پھینک دینا چاہیئے بیٹی اب اس جنجال کو

سب سے اچھا پاؤں کا زیور یہ ہے نورِ بصر
تم رہو ثابت قدم ہر وقت راہِ نیک پر

سیم و زر کا پاؤں میں زیور نہ ہو تو ڈر نہیں
راستی سے پاؤں پھسلے گر نہ میری جاں کہیں

حروف کی صورت

ا ب پ ت ٹ ث ج چ ح خ د ڈ ذ ر ڑ ز ژ

س ش ص ض ط ظ ع غ ف ق ک گ

ل م ن و ہ ھ لا ء ی ے

زبر کی تختی

اَ بَ پَ تَ ٹَ ثَ جَ چَ حَ خَ دَ ڈَ ذَ رَ ڑَ زَ ژَ سَ شَ صَ ضَ طَ ظَ

عَ غَ فَ قَ کَ گَ لَ مَ نَ وَ ہَ ھَ ھھَ لاَ ءَ یَ ےَ

زیر کی تختی

اِ بِ پِ تِ ٹِ ثِ جِ چِ حِ خِ دِ ڈِ ذِ رِ ڑِ زِ ژِ سِ شِ صِ ضِ طِ ظِ

عِ غِ فِ قِ کِ گِ لِ مِ نِ وِ ہِ ھِ ھھِ لاِ ءِ یِ ےِ

پیش کی تختی

اُ بُ پُ تُ ٹُ ثُ جُ چُ حُ خُ دُ ڈُ ذُ رُ ڑُ زُ ژُ سُ شُ صُ ضُ طُ ظُ

عُ غُ فُ قُ کُ گُ لُ مُ نُ وُ ہُ ھُ ھھُ لاُ ءُ یُ ےُ

امتحان کے واسطے زیر زبر پیش کے حروف

قَ اِ کُ نَ سُ بِ طَ جِ ڈُ ٹَ لُ خَ ظِ رُ چِ ڈَ ثُ یِ رَ ژُ دَ حُ پِ

عِ شُ غُ ذِ مَ ڑُ فُ زَ تِ صُ گَ ہِ لاَ ھھُ ےَ ضُ

ایک ایک حرف کی کئی کئی شکلیں

ب بـ لبـ لب پ پـ لپـ لپ ت تـ لتـ لت ٹ ٹـ لٹـ لٹ ث ثـ

لثـ لث ج جـ لجـ لج چ چـ چ ح حـ ح خ خـ خ س سـ سـ ش شـ ش

ص صـ ص ض ضـ ض ع عـ ع غ غـ غ ف فـ ف ق قـ ق ک کـ کـ کا گ گـ گا

ل ل لم مہ مدم ن نہ لنہ ہ ہر ھ ہر ی یا یلے یرلے

ب پ ت ٹ ن ث ہ ی کی مثالیں

بابب پپ پت ٹٹ یٹ ٹڈ بڈ تد ثر ٹڑ تر تڑ نک نگ بل ین ہر ہٹ بس بش تص ٹض ثط ٹظ بع ثغ نف نق پو بج نچ تج ٹج تح ٹخ یخ بی بے ثی ٹے نی پے تے تی ثے ٹی نے پی پے ہی ہے۔

ج چ ح خ کی مثالیں

جاجب چُپ چت جج چح خچ حج جد چڑ جس حش خص حُض خط حظ جع حغ خف حق چک چل جل حم چن جو حہ حی جے خے۔

س کی مثال

ساسب سج سد سر سس سص سط سع سف سق سک سگ سل سم سن سو سہ سی سے

ش کی مثال

شاشب شج شد شر شس شش شض شط شع شف شق شک شل شم شن شو شہ شی شے۔

ص ض کی مثالیں

صاصب صج صد صر صس صش صص صط صع صف ضق ضک ضل ضم ضن ضو ضہ ضی ضے۔

ط ظ کی مثالیں

طا طب طج طد طر طس طش طص طط طع طف طق طک طل ظم ظم ظن ظو ظہ ظھ ظلا ظی ظے ؛

ع غ کی مثالیں

عا عب عج عد عر عس عش عص عط عع عف عق غک غل غم غم غن غو غہ غھ غلا غی غے ؛

ف ق کی مثالیں

فا فب فج فد فر فس فش فص فط فع فف فق فک قل قم قم قن قو قہ قھ قلا قی قے ؛

ک گ کی مثالیں

کا کب کج کد کر کس کش کص کط کع کف کق گک کل گم گن گو گہ گھ گلا گی گے ؛

ل کی مثال

لا لب لج لد لر لس لش لص لط لع لف لق لک لل لم لن لو لہ لھ لی لے

م کی مثال

ما مب مج مد مر مس مش مص مط مع مف مق مک مگ مل مم من مو مہ مھ مڑ می مے

ہ کی مثال

ہا ہب ہج ہد ہڈ ہر ہس ہش ہص ہط ہع ہف ہق ہک ہل ہم ہم
ہن ہو ہہ ہھ ہلا ہی ہے ؂

دو حرفوں کے الفاظ

اب۔ جب۔ دن۔ خط۔ ضِد۔ ڈر۔ اِس۔ اُس۔ تُم۔ دل۔ دَس۔ غُل۔ بَل
بَس۔ ہٹ۔ پٹ۔ چت۔ پت۔ چل۔ ہٹ۔ بچ۔ سچ۔

تین حرفوں کے الفاظ

ایک۔ بات۔ جال۔ دام۔ سال۔ ساگ۔ راگ۔ شام۔ صاف۔ ٹاٹ
ڈاک۔ خوب۔ لات۔ مرد۔ زور۔ روز۔ کام۔ نام۔ غور۔

چار حرفوں کے الفاظ

انڈا۔ مرغی۔ چراغ۔ حالت۔ خراب۔ فرصت۔ میرا۔ تیرا۔ غوطہ۔ طوطا۔ بکری۔ پلنگ
گیدڑ۔ بندر۔ لڑکا۔ لڑکی۔ شامل۔ کامل۔ مرشد۔ روٹی۔ بوٹی۔ سالن۔ کتاب۔ کاغذ۔ تختی

پانچ حرفوں کے الفاظ

بندوق۔ صندوق۔ مسہری۔ نہایت۔ مضبوط۔ سروتا۔ قینچی۔ کٹورا۔ رومال۔ تعویذ
چونٹی۔ اُنگلی۔ رزائی۔ دوپٹہ۔ چپاتی۔ پتیلی۔ پینچک

چھ حرفوں کے الفاظ

جولاہا - تنبولی - چیونٹی - نالایق - بھیڑا - بھیڑیا - جھینگر - دھتورا - بکھیڑا - جھینگا - چمگادڑ

سات حرفوں کے الفاظ

جُھنجھنا - نیلکنٹھ - گھڑپنچی - گھنگھورے - گھونگھٹ - بھٹیارہ - چھپرکھٹ - پھلجھڑی - پُھلواری

آٹھ اور نو حرفوں کے الفاظ

پھپھوندی[1] - چھچھوندر[2] - بیر بہوٹی - گھونگھرو - بُندیلکھنڈ -

دن کے نام

شنبہ	یک شنبہ	دو شنبہ	سہ شنبہ	چہار شنبہ	پنجشنبہ	جمعہ
سنیچر	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ

مہینوں کے نام

محرم[1][3] - صفر[2] - ربیع الاول[3] - ربیع الثانی[4] - جمادی الاول[5] - جمادی الثانی[6] - رجب[7]
شعبان[8] - رمضان[9] - شوال[10] - ذی قعدہ[11] - ذی الحجہ[12]

جملے

خدا سے ڈر - گناہ مت کر - وضو کر کے نماز پڑھ - نمازی آدمی خدا کا پیارا ہے - بےنمازی رحمت سے دور ہے - کسی پر ظلم مت کر - مظلوم کی بددعا بڑی قبول ہوتی ہے - ناحق[4] کسی

[1] جو برسات میں سفیدی کپڑے یا لکڑی وغیرہ پر چڑھ جاتی ہے ۱۲

[2] چھچھوندر وہ جانور ہے جو رات کو نکلتا ہے اور اسکے بدن سے بدبو آتی ہے چوہے کی برابر ہوتا ہے مگر اس کا منھ چونچ دار ہوتا ہے ۱۲

[3] مسلمانوں کا سال اسی مہینہ سے شروع ہوتا ہے کیونکہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی مہینہ میں ہجرت کی تھی پس ہجری سال اسی ماہ سے بدلتا ہے ۱۲

[4] اور جو جانور حلال ہیں انکا شکار کرنا یا انکو ذبح کرنا اور کھانا ستانے میں داخل نہیں ہے البتہ جیسے مچھلی کے شکار میں زندہ مینڈک میں کانٹا اٹکا کر پانی میں چھوڑتے ہیں اور وہ پھڑکتی رہتی ہے یہ ستانے میں داخل ہے اور بلی کو بلاوجہ نہ مارنا چاہیئے اور اگر وہ نقصان پہونچاتی ہو تو مار ڈالو کچھ حرج نہیں ۱۲

جانور یا چڑیا کو ستانا کُتّے بلّی کو مارنا بہت بُرا ہے۔ ماں باپ کا کہا مانو۔ اُنکی مار کو فخر[۱] جانو دل سے اُنکی خدمت کرو۔ جنّت ماں باپ کے قدموں کے تلے ہے۔ اُلٹ کر اُنکو جواب مت دو جو کچھ غصّے میں کہیں چُپ چاپ سُن لو۔ کسی بات میں اُنکو مت ستاؤ۔ بڑوں کے سامنے ادب تعظیم سے رہو۔ چھوٹوں کو محبّت پیار سے رکھّو۔ کسی کو حقیر نہ جانو۔ اپنے کو سب سے کم جانو۔ اپنے کو بڑا سمجھنا بُری بات ہے۔ کسی کو مٹکانا چمکانا عیب نکالنا بڑا گناہ ہے۔ کھانا داہنے ہاتھ سے کھاؤ پانی داہنے ہاتھ سے پیو۔ بائیں ہاتھ سے شیطان کھاتا پیتا ہے پانی تین سانس میں پیو۔ کھانا ٹھنڈا کر کے کھاؤ۔ گرم گرم کھانے میں برکت نہیں ہوتی۔ جو بات کہو سچ کہو۔ جھوٹ بولنا بڑا گناہ ہے۔ صبح اُٹھ کر بڑوں کو سلام کیا کرو۔ نماز کے بعد قرآن شریف کی تلاوت کیا کرو۔ سبق خوب یاد کیا کرو۔ کھیل کود میں دل نہ لگاؤ۔ ہر بات پر قسم نہ کھایا کرو۔ بار بار قسم کھانا بُری بات ہے۔ اپنی کتاب کو احتیاط سے رکھو۔ کسی کی صورت بُری ہو تو اُسکو اُنگلیوں پر نہ نچاؤ[۲] خدا کے نزدیک بھلی بُری صورت سب ایک ہے۔ شرارت نہ کیا کرو تو تم پر کبھی مار نہ پڑے۔ ناک بائیں ہاتھ سے صاف کیا کرو۔ استنجا بائیں ہاتھ سے کیا کرو۔ پاخانہ جاتے[۳] وقت پہلے بایاں پیر اندر رکھو اور نکلتے وقت پہلے داہنا پیر نکالو۔ جوتی پہلے داہنے پیر میں پہنا کرو۔ پھر بائیں میں۔

قواعد مخصوصہ استعمال حروف ذیل
ں و ھ ی ے آل

ں

یہ حرف کبھی غنہ یعنی ناک میں بولا[۴] جاتا ہے جیسے ٹانگ۔ مانگ۔ ہینگ سینگ۔ چونچ۔ بھوں۔ کنواں۔ پھونک۔ پھاٹک۔ بانٹ۔ اُونٹ۔ بانکا۔ بانس۔ سانس پھانس۔ نیند۔ سانپ۔ لونگ۔ سونف۔ گوند۔ مینڈک۔ کنول۔ منھ۔ ہانڈی۔ چرونجی۔ بھانڈ۔

اس حرف[۵] کے بعد اگر بَ یا پَ ہو تو مَ کی آواز نکلتی ہے نَ کی آواز نہیں نکلتی، جیسے انبیا۔ دُنبہ۔ شنبہ۔ عنبر۔ کھنبہ۔ منبع۔ منبر۔ چنبا۔ چنپت۔

---

[۱] یعنی یہ سمجھو کہ اُن کی مار سے تمھاری عزت بڑھی اُن کے مارنے کو ذلت نہ سمجھو مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ایسے کام کرو جس سے وہ تم کو ماریں نہیں بلکہ اگر وہ بلا قصور بھی کبھی ماریں تو تم چوں نہ کرو اور ہمیشہ اُن کی رضا کا کام کرو۔ ۱۲

[۲] یعنی اُس کا عیب نہ بیان کرو کیونکہ سب خدا تعالےٰ ہی کے بنائے ہوئے ہیں ۱۲

[۳] اور مسجد میں جایا کرو تو اس کا اُلٹا کیا کرو یعنی پہلے دایاں پاؤں رکھا کرو اور پھر بایاں اور جب مسجد سے نکلا کرو تو ایسا ہی کیا کرو یعنی پہلے بایاں پاؤں نکالا کرو پھر دایاں ۱۲

[۴] یعنی صاف آواز سے نہیں بولا جاتا یہ نون ہمیشہ ساکن ہوتا ہے اور جس نون پر حرکت ہوتی ہے وہ کبھی غنہ نہیں ہوتا ۱۲

[۵] جب نون ساکن کے بعد ب یا پ آتی ہے تو نون کی آواز نہیں نکلتی بلکہ میم کی نکلتی ہے کہیں اس کا خلاف بھی جیسے کنپٹی اور بن باپ بنبنا وغیرہ ۱۲ محشی عفرلہ

و

اس[1] حرف کے اول اگر پیش ہو اور خوب ظاہر کر کے نہ پڑھا جاوے تو اُس کو مجہول کہتے ہیں جیسے شور۔ گور۔ چور۔ زور۔ مور۔ نوک۔ بول۔ ہوش۔ جوش۔ پُورا۔ ٹورا۔ کٹورا۔ کورا۔
اور[2] اگر اس حرف کے اول پیش ہو اور خوب ظاہر کر کے پڑھا جاوے تو معروف کہلاتا ہے جیسے دُور۔ حُور۔ نُور۔ چُور۔ چُول۔ جھُول۔ دُھول۔ بھُول۔ بھُوٹ۔ چھُوٹ۔
اور اگر یہ حرف لکھا جاوے اور پڑھا نہ جاوے تو معدولہ کہلاتا ہے جیسے خواجہ۔ خواب۔ خویش۔ خواہش۔ خوان۔ خوش۔ خود۔ خواہ۔ وغیرہ۔

ھ[1]

یہ حرف ہمیشہ دوسرے حروف کے ساتھ ملا کر پڑھا جاتا ہے اور مخلوط التلفظ کہلاتا ہے۔ جیسے بھانڈ۔ کھانڈ۔ جھوٹ۔ چھینٹ۔ چھینک۔ جھانجھ۔ کھیل۔ بھُوت۔ بھُوٹ۔ تھُوک۔ ٹھوکر۔ ڈھول۔ بڑھیا۔ باگھ۔ گُھو۔

ی

اس[1] حرف[2] کے اول ہمیشہ زیر ہوتا ہے اور خوب ظاہر کر کے پڑھا جاتا ہے اور معروف کہلاتا ہے جیسے دہی۔ بری۔ بھلی۔ پھلی۔ ہٹری۔ گلی۔ ہنسی۔ خوشی۔ بنی۔ ولی۔ ڈلی۔ چھپکلی۔ چوڑی۔ بالی۔ بجلی۔
کبھی[2] یہ حرف کسی لفظ کے آخر میں آ کی آواز دیتا ہے اور مقصورہ[3] کہلاتا ہے۔ جیسے عیسیٰ۔ موسیٰ۔ مجتبیٰ۔ مصطفیٰ۔ مرتضیٰ۔ حتیٰ۔ الیٰ۔ علیٰ۔ مولیٰ۔ یحییٰ۔ کبریٰ۔ صغریٰ۔

ے[4]

اس حرف کے اول میں اگر زیر ہو اور خوب ظاہر ہو کر نہ پڑھا جاوے تو کبھی اُسکو (ے) لکھتے ہیں اور کبھی اس طرح (ی) لکھتے ہیں اور اس کو مجہول کہتے ہیں جیسے کے۔ سے۔ نے۔ تھے۔ دیئے۔ لئے۔ آئے۔ گئے۔ کی۔ سی۔ تھی۔ دی۔ لی۔ آئی۔ گئی۔

ال

---

[1] ہائے مخلوط اور غیر مخلوط میں فرق بچوں کو سمجھانا چاہیے وہ یہ ہے کہ بے ھ زبر بَہ کی جو آواز نکلے گی جیسے بَہن میں یعنی بے ھ زبر بہ نون موقوف میں وہ ہائے غیر مخلوط ہے اور ایک آواز بے کی ہائے مخلوط کے ساتھ پڑھنے کی ہے جیسے بھَن میں یعنی بے ھ ن زبر بھَن میں .... اور گہن میں ہائے غیر مخلوط ہے خوب سمجھ لو ۱۲

[2] اس حرف کی مختلف شکلیں آتی ہیں مثلاً ی یا یہ یہ یے ۱۲

[3] یعنی حقیقت میں تو وہ الف ہوتا ہے جس کو الف مقصورہ کہتے ہیں مگر صورت میں ی کی لکھا جاتا ہے ۱۲

[4] اس یا کے اول میں زیر ہونا ضروری نہیں بلکہ زبر بھی آتا ہے جیسے کَے جَے۔ ہَے اور جب زیر ہوگا تو وہ خوب ظاہر کر کے نہیں پڑھا جائیگا جس طرح پہلی قسم کے اول میں پڑھا جاتا ہے ۱۲ محشی عفی عنہ

یہ[51] دونوں حرف اگر ا ب ج ح خ ع غ ف ق ک م و ہ ی کے اول میں ملائے جائیں تو صرف ل پڑھا جائیگا اور الف کو نہ پڑھیں گے جیسے حتی الامکان۔ عبدالباری۔ جواب الجواب عبدالحق۔ عبدالخالق۔ نورالعین۔ عبدالغنی۔ بالفعل۔ عبدالقادر۔ عبدالکریم۔ بالکل۔ حتی المقدور عبدالوہاب۔ بوالہوس۔ طویل الید۔ اور اگر ت ث د ذ ر ز س ش ص ض ط ظ ل ن کے اول میں ملائے جاویں، تو دونوں نہ پڑھے جاویں گے بلکہ ال کے بعد والے حرف پر تشدید پڑھی جاویگی جیسے عندالتاکید۔ نجم الثاقب۔ علیم الدین۔ غنی الذہن۔ عبدالرزاق۔ عدیم الزوال۔ عندالسوال عبدالشکور۔ بالصواب۔ بالضرور۔ میزان الطب۔ وسیلۃ الظفر قائم اللیل۔ نصف النہار وغیرہ۔

حرکات و سکنات ذیل کا استعمال

نام	صورت	آواز	نام	صورت	آواز
مد	~	ا	تنوین دوزبر	ً	ن
تنوین دوزیر[52]	ٍ	ن	تنوین دوپیش	ٌ	ن
تشدید	ّ	دوہرا حرف	سکون	ْ	اس پر پچھلا حرف ٹھیرتا ہے
وقف	.	سکون کے بعد سکون	.	.	

مد[53] (~)

یہ حرکت الف کے اوپر آتی ہے جیسے آج۔ آگ۔ آڑ۔ آرہ۔ آس۔ آل۔ آم۔ آن آنت۔ آری۔ آدھی۔ آنچ۔ آندھی۔ آیا۔ آٹا۔ آدم۔ آفت۔ آہٹ۔ آلو۔ آسمان۔

تنوین دوزبر (ً) یہ حرکت ہمیشہ الف کے ساتھ ہوتی ہے اور کبھی ۃ کے ساتھ بھی آتی ہے جیسے معاً۔ فوراً۔ مثلاً۔ اتفاقاً۔ عمداً۔ سہواً۔ خصوصاً۔ عموماً۔ طوعاً۔ کرہاً۔ جبراً۔ قہراً۔ بغتۃً۔ عداوۃً۔

تنوین دوزیر (ٍ) جیسے یومئذٍ۔ حینئذٍ۔

تنوین دوپیش (ٌ) جیسے نورٌ۔ حبۃٌ۔

---

[51] یعنی جب ایک ساتھ آویں نقط ل اور فقط الف کا یہ قاعدہ نہیں ہے جہاں یہ دونوں حرف اکٹھے آتے ہیں اور اسکو الف لام کہتے ہیں یہ عربی ہی کے ساتھ خاص ہے مگر اُن الفاظ کا استعمال اُردو اور فارسی میں بھی ہوتا ہے ۱۲

[52] تنوین اصل میں یعنی ن ساکن کو کہتے ہیں جو پڑھنے میں آتا ہے اور لکھنے میں نہیں آتا بلکہ دوزبر یا دوزیر یا دوپیش لگا دیتے ہیں یہ ہی اس نون ساکن کی علامت ہوتے ہیں ۱۲

[53] جس حرف پر یہ علامت ہوتی ہے وہ کھینچکر پڑھا جاتا ہے اور کبھی ایسا حرف اپنے بعد کے حرف میں ملاکر نہیں پڑھا جاتا البتہ اسکے بعد والے حرف پر وقفہ ہو جاتا ہے جیسے آنچ اور آندھی وغیرہ کبھی اُس پر جزم نہیں ہوتا۔ ۱۲

تشدید (ّ)

یہ حرکت جس حرف پر ہوتی ہے وہ دو مرتبہ پڑھا جاتا ہے جیسے اُلّو۔ چُلّو۔ کلّو۔ منّو۔ بلّی
کُتّا۔ دِلّی۔ بُدّھو۔ چکّی۔ ٹکّر۔ ٹمّٹر۔ لڈّو۔ سچّا۔ کچّا۔ پکّا۔ ہتّا۔ پتّا۔ پتّہ۔ پلّا۔ پلّا۔ چھلّا۔

سکون[1] (ْ)

اس کے معنی ٹھہرنے کے ہیں۔ اس سے پہلے حرف کو اس کے ساتھ ملا کر ٹھہر جاتے ہیں جس حرف پر یہ ہوتا ہے وہ ساکن کہا جاتا ہے، جیسے اَبْ۔ جَبْ۔ دِلْ۔ دُمْ۔ دَسْ۔ رَسْ۔
اِسْ۔ اُسْ۔ گُلْ۔ کُلْ۔ دِنْ۔

وقف[2]

یہ سکون کے بعد ہوتا ہے جس پر یہ ہوتا ہے موقوف کہلاتا ہے۔ جیسے اَبرْ۔ جَبرْ۔ صَبرْ۔ قَبرْ۔ علمْ
حلمْ۔ گوشتْ۔ پوسْتْ۔ دُوستْ۔ قَہرْ۔ زہرْ۔ شہرْ۔ بَندْ۔ نَرمْ۔ سَختْ۔ تَختْ وغیرہ۔

خط لکھنے کا بیان

جب کسی کو خط لکھنا منظور ہو تو پہلے یہ خیال کر لو کہ وہ تم سے بڑا ہے یا چھوٹا یا برابر، جس درجے کا آدمی ہو اُس کے موافق خط میں الفاظ لکھو۔ بڑوں[3] کے خط کو والا نامہ سرفراز نامہ۔ افتخار نامہ۔ کرامت نامہ۔ اعزاز نامہ۔ صحیفۂ عالی۔ صحیفۂ گرامی لکھتے ہیں اور جو شخص بہت[4] بڑا ہو تو اُس کو آپ کی جگہ آنجناب۔ جناب عالی۔ جناب والا حضرت والا۔ حضرت عالی لکھتے ہیں جیسے یہ لکھنا منظور ہو کہ آپ کا خط آیا تو یوں لکھیں گے جناب والا کا سرفراز نامہ آیا۔ اور آیا کی جگہ یوں لکھتے ہیں سرفراز نامہ صادر[5] ہوا سرفراز نامہ نے مشرف فرمایا۔ اور چھوٹے کے خط کو مسرت نامہ۔ راحت نامہ لکھتے ہیں۔ اور برابر والے کے خط کو عنایت نامہ، کرم نامہ لکھتے ہیں۔ اور خط لکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ مثلاً اگر باپ کو خط لکھو تو اس طرح لکھو۔ جناب والد صاحب قبلہ و کعبہ فرزندان

[1] اسکی ضد حرکت ہے ۱۲
[2] اس کی ضد وصل ہے جس کے معنی ملانے کے ہیں مثلاً علم میں میم موقوف ہے مگر جب ہم اُسکو اس سے اگلے حرف سے ملا دینگے تو وصل ہو جائیگا۔ مثلاً علم الفقہ وغیرہ ۱۲
[3] مثلاً باپ ہو یا دادا وغیرہ ۱۲
[4] مثلاً استاد یا پیر یا کوئی بزرگ ہو تو اس کو ان الفاظ سے لکھنا چاہئیے ۱۲
[5] صادر ہونے کے معنی بھی آنے ہی کے ہیں مگر بہ نسبت آنے کے صادر ہونے میں ادب زیادہ ہے، اسی طرح مشرف کے معنی شرف اور بزرگی دیا ہوا یعنی آپ کے خط سے مجکو عزت اور بزرگی حاصل ہوئی اور سرفراز فارسی کا لفظ ہے اس کے معنی سر کو بلند کرنے والا یعنی عزت دینے والا ۱۲ محشی غفرلہٗ

دام ظلکم العالی، السّلام علیکم بعد تسلیم بصد آداب و تعظیم کے عرض ہے کہ آپ کا والانامہ آیا خیریت مزاج مبارک کے دریافت ہونے سے اطمینان ہوا اس کے بعد اور جو کچھ مضمون لکھنا منظور ہو لکھدو۔ اس میں دام[1] ظلکم العالی تک جو کچھ لکھا جاتا ہے اُس کو القاب کہتے ہیں اور اس کے بعد سلام و دعا جو کچھ لکھا جاتا ہے اُس کو آداب کہتے ہیں اس کے بعد جو حال چاہو لکھو اس کو خط کا مضمون کہتے ہیں۔

بڑوں کے القاب اور آداب

والد کے نام	جناب[2] والد صاحب معظم و محترم فرزندان مخدوم و مطاع کمتریناں دام ظلکم العالی۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ بعد تسلیم بصد آداب و تکریم عرض ہے کہ:۔
ایضاً	جناب[2] والد صاحب معظم و محترم دام ظلہم العالی۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ بعد آداب و تسلیم بصد تعظیم و تکریم عرض ہے کہ:۔
ایضاً	جناب[2] والد صاحب معظم و محترم فرزندان دام ظلکم العالی۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ، بعد تسلیم بصد تعظیم کے التماس ہے۔
ایضاً	جناب[2] والد صاحب معظمی و محترمی مدظلہم العالی۔ السّلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ، بعد آداب و تسلیم کے عرض ہے۔
ایضاً	معظمی و محترمی دام ظلہم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ بعد تسلیم کے عرض ہے۔
چچا کے نام	معظم و محترم فرزندان مخدوم و مطاع خُرداں دام ظلکم العالی۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ بعد تسلیم بصد تعظیم کے عرض ہے۔
خالو کے نام	جناب خالو صاحب معظم و محترم خُرداں دام ظلکم العالی۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ،۔

[1] دام کی میم پر زبر ہے اور ظلکم کے لام پر پیش ہے یہ عربی لفظ ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ ہمیشہ رہے سایہ تمہارا یعنی تم ہمیشہ جیتے رہو اور اس کے بعد العالی سایہ کی صفت ہے یعنی وہ سایہ کہ بلند اور اونچا ہے اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ ہم ہمیشہ تم سے نیچے اور تمہارے فرماں بردار رہیں ۱۲ محشی غفر لہٗ

[2] مومن کو قبلہ و کعبہ لکھنا اگرچہ تاویل مجاز سے جائز تھا مگر بعض لوگوں کو شبہ حقیقت کا ہوتا تھا اس لیے اس مرتبہ بدل دیا گیا ۱۲ منہ

خالو کے نام	جناب خالو صاحب مخدوم ومکرم کمترنیاں دام ظلکم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
والدہ کے نام	جناب والدہ صاحبہ مخدومہ معظمہ دام ظلہا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ
ایضاً	جناب والدہ صاحبہ معظمہ ومکرمہ دام ظلہا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ
ایضاً	جناب والدہ صاحبہ معظمہ ومحترمہ دام ظلہا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ
بڑی بہن کو	ہمشیرہ صاحبہ معظمہ محترمہ۔ معظمہ ومکرمہ دام ظلہا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ
بڑے بھائی کو	جناب بھائی صاحب معظم ومحترم۔ مخدوم ومکرم دام ظلکم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

جو القاب والد کے ہیں دادا اور نانا اور چچا[۱] اور ماموں اور خسر کے بھی وہی القاب ہیں، اور جو القاب والدہ کے ہیں خالہ اور ممانی اور نانی اور چچی وغیرہ بڑے رشتوں کے بھی وہی القاب ہیں والدہ صاحبہ کی جگہ خالہ صاحبہ ممانی صاحبہ لکھ دیا کرو۔ دیور اور جیٹھ سے جہاں تک ہو سکے خط وکتابت نہ رکھو[۲]۔ زیادہ میل جول مت بڑھاؤ۔ اگر کبھی ایسی ہی ضرورت آپڑے تو خیر لکھ دو اور اُن کو جناب بھائی صاحب کر کے لکھ دو آداب سب رشتوں کے ایک ہی طرح کے ہیں۔

چھوٹوں[۳] کے القاب وآداب

بیٹا۔ پوتا۔ بھتیجا نواسا وغیرہ	برخوردار نورِ چشم راحت جان سعادت واقبال نشان سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ بعد دعاء زیادتی عمر وترقی درجات کے واضح ہو۔
ایضاً	نورِ بصرت لختِ جگر طول عمرہٗ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ بعد دعاء درازیِ عمر وحصول سعادت دارین کے واضح رائے سعید ہو۔
ایضاً	فرزند دلبند جگر پیوند طال عمرہٗ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ بعد دعاہائے فراواں کے واضح ہو۔

[۱] کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ عم الرجل صنو ابیہ او کما قال یعنی آدمی کا چچا اس کے باپ کے برابر ہے ۱۲ محشی

[۲] کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے دیور کے بارہ میں دریافت کیا کہ کیا اس سے بھی پردہ ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا الحمو الموت او کما قال یعنی دیور تو موت ہی ہے یعنی اُس سے ضرور بچنا اور ڈرنا چاہیئے جس طرح آدمی موت سے ڈرتا ہے ۱۲

[۳] چھوٹوں کو ہمیشہ شفقت کے الفاظ لکھنا حدیث کے مطابق ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا فلیس منا یعنی جو ہمارے چھوٹے پہ رحم نہ کھائے اور ہمارے بڑے کی عزت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ۱۲۔ از ترمذی شریف وغیرہ۔

چھوٹا بھائی	برادر عزیز از جان سلمہ اللہ تعالیٰ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ بعد دُعا کے واضح ہو۔
برابر کا بھائی	برادر بجاں برابر سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ بعد دعائے سعادتمندی و نیک اطواری کے واضح ہو۔
چھوٹی بہن کو	ہمشیرہ عزیزہ نورچشمی صالحہ سلمہا اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔
ایضاً	خواہر نیک اختر طول عمرہا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

آداب سب گئے ایک ہی طرح کے ہیں جس طرح جی چاہے لکھدو۔

شوہر[1] کے القاب و آداب

سردار[1] من سلامت۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ بعد سلام اور شوق ملاقات کے عرض ہے کہ۔

محرم[2] اسرار انیس و غمگسار من سلامت۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ بعد سلام نیاز کے التماس ہے۔

واقفِ راز ہمدم و ہمباز من سلامت۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ اور اشتیاقِ ملاقات کے بعد عرض ہے۔

بیوی[2] کے القاب و آداب

محرم راز ہمدم و ہمباز من سلامت۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ بعد اشتیاق و تمنائے ملاقات کے واضح ہو کہ۔

رونق[2] خانہ و زیب کاشانہ[3] من سلامت۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ بعد شوقِ ملاقات کے واضح ہو۔

انیس[3] خاطر غمگین تسکین بخش دل اندوہگیں سلامت۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ بعد اشتیاقِ ملاقات کے واضح ہو۔

---

[1] اس کو بہت آداب کے الفاظ لکھنا چاہیے کیونکہ عورت کے لئے اللہ و رسول کے بعد اس سے بڑا اور کوئی نہیں ۱۲

[2] مرد کو بیوی سے نہایت اُلفت آمیز اور نرم الفاظ خط و کتابت میں استعمال کرنا بھی اُسکی اچھائی کی دلیل ہے حدیث شریف میں آیا ہے کہ مردوں میں بہتر آدمی وہ ہے جس کا برتاؤ اپنی بیوی سے اچھا ہے او کما قال ۱۲ محشی عفی عنہ

[3] فارسی میں اس کے معنی چھوٹے اور حقیر گھر کے ہیں ۱۲ غیاث

باپ کے نام خط

معظم[1] و محترم فرزندان دام ظلہم العالی - السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ - بعد تسلیم بصد تعظیم کے عرض ہے کہ عرصہ سے جناب والا کا سرفراز نامہ صادر نہیں ہوا اس لئے یہاں سب کو بہت تردد و پریشانی ہے اُمید کہ اپنے مزاج مبارک کی خیریت سے جلدی مطلع فرما کر سرفراز فرماویں ہمشیرہ عزیزہ مسماۃ زبیدہ خاتون خدا کے فضل و کرم سے اچھی ہے کل اُس کا کلام مجید ختم ہوگیا اب آپ اُس کے واسطے اُردو کی کوئی کتاب روانہ فرمایئے کہ شروع کرادی جاوے جو کہ تعلیم الدین آپ نے میرے واسطے بھیجی تھی وہ بڑی اچھی کتاب ہے سب بیبیوں نے اُس کو پسند کیا اور اُس کی طلبگار ہیں اِس لئے اُس کی چار پانچ جلدیں اور بھیج دیجئے - باقی یہاں سب خیریت ہے آپ اپنی خیریت سے جلدی مطلع فرمایئے تاکہ رفع تردد اور اطمینان ہو - والتسلیم فقط

عریضۂ ادب حمیدہ خاتون از الٰہ آباد - ۱۳ - محرم روز شنبہ

بیٹی کے نام

لختِ جگر[2] نیک اختر نور چشم راحت جان بی بی خدیجہ[3] سلمہا اللہ تعالیٰ - السلام علیکم و رحمۃ اللہ - بعد دعاء درازی عمر و ترقی علم و ہنر کے واضح ہو کہ بہت عرصہ سے تمہارا کوئی خط نہیں آیا جس سے دل کو تردد تھا لیکن پرسوں تمہارے بھائی کا مسرت نامہ آیا خیریت دریافت ہونے سے اطمینان ہوا اُس خط سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تم کو لکھنے پڑھنے کا کچھ شوق نہیں ہے اور اُس میں بہت کم دل لگاتی ہو یہ بھی سُنا کہ بعضی عورتیں تمہارے لکھنے پڑھنے پر یوں کہتی ہیں کہ لڑکیوں کو لکھانے پڑھانے سے کیا فائدہ اُن کو تو سینا پرونا کھانا پکانا چکن وغیرہ کاڑھنا سکھانا چاہیئے - اُنکو پڑھا لکھا کر کیا مردوں کی طرح مولوی بنانا ہے - معلوم ہوتا ہے - انھیں لوگوں کے بہکانے سے تمہارا دل اُچاٹ ہوگیا اور تم نے محنت کم کردی - اے میری بیٹی تم ان بیوقوف عورتوں کے کہنے پر ہرگز نہ جاؤ اور یہ سمجھو کہ مجھ سے بڑھکر کوئی دوسرا تمہارا خیر خواہ

---

[1] باپ کی فضیلت اور فوقیت اس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی عبادت کے بعد والدین کے احسان کا امر فرمایا ہے ۱۲ قضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا ۱۲

[2] لخت جگر یعنی جگر کا ٹکڑا ۱۲ یہ لفظ اصل میں فارسی زبان کا ہے اس کے معنی لوہے کے گرزکے بھی ہیں اور ہر چیز کے ٹکڑے کے بھی اور تھوڑی سی چیز کے بھی مگر یہاں ٹکڑے کے معنی مناسب ہیں اور نیک اختر میں اختر کے معنی ستارہ کے ہیں چونکہ اکثر عرف میں نصیب کی نسبت ستاروں کی طرف کی جاتی ہے کہ یہ فلاں ستارہ کے دور میں پیدا ہوا تھا جو مبارک ہے لہذا نیک نصیب ہے اور یہ نحوس ستارہ کے دور میں لہذا بدنصیب ہے اسلئے اس کے معنی نیک نصیب کے ہوئے ۱۲

[3] اس میں مؤلف مدظلہ نے اس طرف بھی اشارہ فرمادیا کہ لڑکیوں کا خدیجہ نام رکھنا اچھا ہے - یہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلی بیوی کا نام ہے جن سے آپ کو درجہ دوم میں محبت تھی ۱۲ محشی

نہیں ہو سکتا اس لئے میری یہ نصیحت یاد رکھو کہ ان عورتوں کا یہ کہنا بالکل بیوقوفی ہے کم سے کم اتنا ہر عورت کے لئے ضروری ہے کہ اُردو لکھ پڑھ لیا کرے اس میں بڑے بڑے فائدے ہیں، اور لکھنا پڑھنا نہ جاننے میں بڑے بڑے نقصان ہیں۔ اوّل[1] تو بڑا فائدہ یہ ہے کہ زبان صاف ہو جاتی ہے میں نے دیکھا ہے کہ بے پڑھی عورتیں ثواب کو سباب اور شوربہ کو شربا۔ کبوتر کو قبوتر۔ جہیز کو دہیز۔ زکام کو جھکام اور بعض زخام بولتی ہیں۔ اور جو عورتیں پڑھی لکھی ہوتی ہیں وہ اُن پر ہنستی ہیں اور اُن کی نقلیں کرتی ہیں سو پڑھنے لکھنے سے یہ عیب بالکل جاتا رہتا ہے۔ دوسرے[2] نماز روزہ درست ہوتا ہے دین ایمان سنبھل جاتا ہے بے پڑھی عورتیں اپنی جہالت سے بہت سے کام ایسے کرتی ہیں جن سے ایمان جاتا رہتا ہے اور اُن کو خبر بھی نہیں ہوتی اگر خدانخواستہ اُس وقت موت آجاوے تو کافروں کی طرح ہمیشہ دوزخ میں جلنا پڑے گا کبھی نجات نہیں ہو سکتی پڑھنے لکھنے سے یہ کھٹکا جاتا رہتا ہے اور ایمان[1] مضبوط ہو جاتا ہے۔ تیسرے[3] گھر کا بندوبست جو خاص عورتوں ہی کے ذمہ ہوتا ہے وہ بخوبی انجام پاتا ہے سارے گھر کا حساب کتاب ہر وقت اپنی نگاہ میں رہتا ہے۔ چوتھے[4] اولاد کی پرورش عورت[2] سے خوب ہوتی ہے کیونکہ چھوٹے بچے ماں کے پاس زیادہ رہتے ہیں خاصکر لڑکیاں تو ماں ہی کے پاس رہتی ہیں تو اگر ماں پڑھی لکھی ہوگی تو ماں کی عادتیں اور بات چیت بھی اچھی ہوگی تو اولاد بھی وہی سیکھے گی اور کم سنی ہی سے خوش اخلاق اور نیک بخت ہوگی کیونکہ ماں اُن کو ہر وقت تعلیم کرتی اور ٹوکتی رہے گی دیکھو تو یہ کتنا بڑا فائدہ ہے۔ پانچویں[5] یہ کہ جب عورت کو علم ہوگا تو وہ ہر وقت اپنے ماں باپ خاوند عزیز[3] اقربا کا رتبہ پہچان کر اُن کے حقوق ادا کرتی رہے گی اُس کی دنیا اور عقبیٰ دونوں بنجادیں گی۔ ان سب کے علاوہ پڑھنا لکھنا نہ جاننے میں ایک اور بڑی قباحت یہ ہے کہ گھر کی بات غیروں پر ظاہر کرنی پڑتی ہے یا اُس کے چھپانے سے نقصان ہوتا ہے عورتوں کی باتیں اکثر حیا شرم کی ہوتی ہیں لیکن اپنی ماں بہن سے کبھی ظاہر کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور اتفاق سے ماں بہن وقت پر پاس نہیں ہوتیں ایسی صورت میں یا تو بے شرمی کرنی پڑتی ہے اور دوسروں سے خط لکھانا پڑتا ہے یا نہ کہنے سے

---

[1] مگر اس کے لئے اپنے پڑھے ہوئے پر عمل کرنا شرط ہے۔ صرف پڑھا لکھا ہونا اس کے لئے کافی نہیں ہے ۱۲

[2] کیونکہ حضانت یعنے پرورش کا حق عورتوں کو شریعت نے دیا ہے چنانچہ سب سے پہلے یہ حق والدہ کا ہے اُس کے بعد نانی کا اس کے بعد دادی کا اُسکے بعد خالہ کا اُس کے بعد پھوپی کا لڑکا ہو تو یہ حق سات برس تک کی عمر ہونے تک ہے اور لڑکی ہو تو یہ حق حیض آنے تک ہے والدہ اور دادی کے لئے اور ان کے سوا اوروں کے لئے جب تک نو برس کی ہو اور پوری تفصیل اس کی کسی باب میں انشاء اللہ تعالیٰ آئے گی ۱۲ محشی

[3] اس میں یہ بات بھی قابل بیان ہے کہ اگر جان بوجھکر کوئی عورت حقوق العباد میں کمی کریگی تو اس کو اُس عورت سے عذاب زیادہ ہوگا جو نہ جاننے کی وجہ سے کمی کرتی ہے اور خاوند کے عزیز و اقربا کے ساتھ برتاؤ اچھا رکھنا چاہئے کیونکہ خاوند کی وجہ سے وہ عورت کے بھی قرابتدار ہو گئے اور مرد کو عورت کے عزیز و اقربا سے اچھا معاملہ رکھنا چاہیے کیونکہ عورت کی وجہ سے اُن سے بھی قرابت ہو گئی ہے ۱۲

بہت نقصان اُٹھانا ہوتا ہے اس کے علاوہ اور ہزاروں فائدے ہیں اور پڑھنا نہ جاننے میں جو قباحتیں ہیں کہاں تک بیان کروں دیکھو اب تم میری نصیحت یاد رکھنا اور پڑھنے لکھنے سے ہرگز جی نہ چرانا۔زیادہ دُعا۔ فقط

راقم عبداللہ از بنارس۔ ۲۵۔ رمضان روز جمعہ

بیٹی کی طرف سے خط کا جواب

معظم و محترم فرزندان دام ظلکم العالی۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، بعد آداب و تسلیم کے عرض ہے کہ صحیفہ[1] عالی نے صادر ہو کر مشرف فرمایا آپ کے مزاج کی خیریت دریافت ہونے سے سب کو اطمینان ہوا اللہ تعالیٰ آپ کی ذات بابرکات کو ہمارے سروں پر دائم و قائم رکھے۔جناب والا نے بندی کے لکھنے پڑھنے کی نسبت جو کچھ لکھا اُس سے مجکو بہت فائدہ ہوا بیشک لوگوں کے کہنے سُننے کی وجہ سے میرا دل اُچاٹ ہو گیا تھا اب جس دن سے والا نامہ آیا ہے میں بہت دل لگا کرکے پڑھنے اور کچھ بُرا بھلا لکھنے بھی لگی ہوں۔بیشک آپ کا فرمانا بہت بجا ہے کہ اس میں بے انتہا فائدے ہیں اور جو عورتیں پڑھنا لکھنا نہیں جانتیں وہ بہت پچتاتی[2] ہیں کہ ہم نے کیوں نہ سیکھ لیا۔پرسوں کی بات ہے کہ پیشکار صاحب کی بی بی جو ہمارے پڑوس میں رہتی ہیں اُن کے ماموں کا خط آیا اور گھر میں کوئی مرد آج کل ہے نہیں بیچاری ایک ایک کی خوشامد کرتی پھریں کہ کوئی خط پڑھ دیوے یا کہیں سے پڑھوا لادے کہ اب مومانی کی طبیعت کیسی ہے سُنا گیا تھا کہ اُن کا بُرا حال ہے اس وجہ سے بڑی گھبرا رہی تھیں دوپہر کا آیا ہوا خط دن بھر پڑا رہا، اور کوئی پڑھنے والا نہ ملا مغرب کے بعد بیچاری میرے پاس آئیں تو میں نے حال سُنایا تب اُن کا جی ٹھکانے ہوا تب سے میرے جی کو یہ بات لگ گئی کہ بیشک پڑھنے لکھنے کا ہنر بھی بڑی دولت ہے اور اس کے نہ جاننے سے بعضے وقت

[1] اصل میں صحیفہ کے معنی صفحہ کے ہیں مگر یہاں مراد خط ہے کیونکہ وہ بھی صفحہ پر لکھا ہوا ہوتا ہے اور صادر ہونے کے معنی وصول ہونے اور آنے کے ہیں اور مشرف ہونے کے یہ معنی کہ اُس کے آنے سے مجھے شرافت اور بزرگی ملی کیونکہ بڑوں کا خط چھوٹوں کے پاس جانا باعث برکت ہوتا ہے ۱۲

[2] مگر یہ واضح رہے کہ لکھنا عورتوں کو اُسی وقت تک مفید ہے کہ جب تک اسکو کسی ناجائز طریقہ میں صرف نہ کیا جائے مثلاً کسی نامحرم سے خط و کتابت نہ کریں اور دوستانہ طریقہ پر غیروں کو نہ لکھیں بلکہ اخباروں اور رسالوں میں بھی اس قسم کے مضامین ناولانہ نہ لکھیں جن سے مردوں کو ہیجان اور ایک قسم کا میلان پیدا ہوتا ہو جیسا کہ اس زمانہ میں تعلیم یافتہ عورتیں مضمون بازی کرتی ہیں۔ ۱۲

بڑی مصیبت پڑتی ہے، اور یہ بھی میں دیکھتی ہوں کہ ہماری برادری میں پانچ بیبیاں خوب پڑھی لکھی ہیں وہ جہاں جاتی ہیں اُن کی بڑی عزت[ا] ہوتی ہے جو بات شرع کے خلاف کسی سے ہو جاتی ہے یا بیاہ شادی میں کوئی بُری رسم ہوتی ہے تو اُس کو ٹوکتی ہیں منع کرتی ہیں خوب سمجھا کر کے نصیحت کرتی ہیں اور سب بیبیاں جُھکی ہو کر کان لگا کر سُنتی ہیں جو کوئی بات پوچھنی ہوتی ہے اُن ہی سے پوچھتی ہیں بیبیوں میں سب سے پہلے وہی پوچھی جاتی ہیں ساری بیبیاں اُن کی تعریفیں کرتی رہتی ہیں اس لئے میں ضرور جی لگا کر لکھنا پڑھنا سیکھونگی مجکو خود بڑا شوق ہو گیا ہے آپ بھی اللہ تعالیٰ سے دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجکو یہ دولت نصیب فرما دے باقی یہاں سب خیریت ہے۔ زیادہ حدّ ادب فقط۔

آپ کی لونڈی خدیجہ عفی عنہا از سہارنپور۔ ۲۸۔ رمضان روز دوشنبہ

بھانجی کے نام خط

نورِ چشم راحت جان بی بی صدیقہ سلمہا اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ بعد دعا کے واضح ہو کہ تمہارا مسرت نامہ آیا حال معلوم ہونے سے تسلی ہوئی تمہارے پڑھنے کا حال سُن کر مجھے بڑی خوشی ہوئی اللہ تعالیٰ تمہاری عمر میں برکت دیوے اور تمہاری محنت کا پھل تم کو جلدی نصیب کرے جس دن تم اپنے ہاتھ سے مجھے خط لکھو گی اُس دن میں پانچ روپے مٹھائی کھانے کے لئے تم کو روانہ کروں گا اور ایک نصیحت میں تم کو اور کرتا ہوں میں نے سُنا ہے کہ تم شوخی بہت کیا کرتی ہو اور کسی کا ادب لحاظ نہیں کرتی ہو اس بات سے مجکو بڑا افسوس ہوا کیونکہ آدمی کی عزت فقط پڑھنے لکھنے سے نہیں ہوتی[۲] جب تک ادب لحاظ نہ سیکھو گی لوگ تم سے محبت اور پیار نہ کریں گے پڑھنے لکھنے کے ساتھ سب سے اول لڑکوں اور لڑکیوں کو لازم ہے کہ ادب سیکھیں کیونکہ ادب سے آدمی ہر دل عزیز ہو جاتا ہے اور سب آدمی اُسکی خاطر کرتے ہیں ادب

[ا] ہمیشہ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول ہی کو عزت رہی ہے اور رہیگی لہٰذا اُن کی باتیں جاننے والی عورتوں کو بھی درجہ بدرجہ عزت ہے اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ ہر علم کی عزت ہے چاہے وہ خلاف شرع ہی ہو مثلاً اس زمانہ میں عورتوں کا انگریزی سیکھنا کہ اس سے شرعی مفاسد پیدا ہوتے ہیں جو ظاہر ہیں لہٰذا شریعت ایسے علم کی اجازت نہ دیگی گو فی نفسہ زبان انگریزی خلاف شرع نہیں پس انگریزی خواں عورتوں کی عزت کو دیکھ کر اُنکی سی حالت بنانے کی خواہش نہ کرنا چاہیے کیونکہ درحقیقت وہ ذلت ہے اُنکی سی حالت کی آرزو کرنا بھی گناہ ہے ۱۲ محشی

[۲] اس کا مطلب یہ ہے کہ محض پڑھ لکھ جانا باعث عزت نہیں ہے جب تک اس پر عمل نہ ہو آجکل کی پڑھی لکھی عورتیں اکثر عمل سے محروم ہیں ان کو شرم چاہیئے۔

کرنے والا ہمیشہ خوش نصیب ہوتا ہے۔ چنانچہ کسی کا قول ہے باادب بانصیب بے ادب بے نصیب۔ اب میں تم کو بتاتا ہوں کہ ادب کیا چیز ہے اور اُس کا برتاؤ کیونکر چاہیئے۔ جو کوئی تم سے عمر اور رشتہ میں بڑا ہو اُس کو بہت تعظیم سے سلام کرو اور اُس کے سامنے کوئی فحش بات زبان سے مت نکالو، نہ اپنے برابر والوں سے اُس کے سامنے خوش طبعی اور دل لگی مذاق کرو۔ جب وہ تمھیں پکارے تو بہت نرم آواز سے جواب دو اور جب تم کو کچھ دیوے تو سلام کرو اور جو نصیحت کی بات کہے خوب غور سے سنو۔ جب وہ بول رہا ہو تو بیچ سے اُس کی بات کو مت کاٹو، جہاں وہ بیٹھا ہو اُس سے اونچی جگہ مت بیٹھو اور اُس کا نام لیکر مت پکارو بلکہ اُس سے رشتہ لگا کر بولو نام بڑھا کر لیا کرو جیسے خالو جان۔ پھوپھی امّاں۔ نانا جی۔ آپا جان۔ اگر غصّے میں آکر وہ تم کو کچھ بُرا بھلا کہے تو تم ہرگز اُس کا جواب مت دو اُلٹ کر اُس کو کچھ نہ کہو۔ اسی کا نام ادب[۱] ہے اور یہ آدمی کے واسطے بہت ضروری ہے۔ فقط محمد واجد حسین از فیض آباد۔

اگر کسی برابر والے کو خط لکھنا ہو تو اُس کے لکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اُس کے مرتبہ کے موافق اِس طرح القاب لکھو۔

القاب

عنایت فرمائے من سلامت۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ مشفقہ شفیقہ من سلامت السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ مہربانِ من سلامت۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ پھر اس طرح آداب لکھو۔ بعد سلام مسنون کے عرض ہے یا یوں لکھو بعد سلام مسنون و شوقِ ملاقات کے عرض ہے۔ پھر خط کا مضمون لکھدو اور یہ خیال رکھو کہ نہ تو اتنا بڑھا کر لکھو جس طرح بڑوں کو لکھتے ہیں اور نہ اتنا گھٹا کر لکھو جیسے کہ چھوٹوں کو لکھتے ہیں بلکہ ہر بات میں برابری کا خیال رکھو۔

خط کا پتہ لکھنے کا طریقہ[۲] یہ ہے نمونہ کیلئے دو پتے لکھے جاتے ہیں

مقام شہر لکھنؤ۔ محلہ امین آباد قریب مکان حکیم عبد الغنی صاحب نائب تحصیل دار

[۱] ادب کے معنی میں علماء کے مختلف قول ہیں بعض کہتے ہیں کہ ہر اچھی اور بھلی بات یا عمل کو ادب کہتے ہیں اور بقول بعض اچھی خصلتیں اختیار کرنے کو اور بقول بعض بھلی باتوں پر برقرار ہونا اور بُری باتوں سے منہ پھیرنا اور بقول بعض اپنے بڑے کی تعظیم کرنا اور اپنے چھوٹے سے نرمی برتنا ۱۲ کذا فی المرقات شرح المشکوٰۃ از محشی غفرلہٗ

[۲] اور کاتب یعنی مرسل اگر خط میں مکتوب الیہ کے القاب آداب لکھنے سے پہلے اپنا نام لکھے تو بہتر ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو خط تحریر فرماتے تھے تو سب سے پہلا کلمہ یہی ہوتا تھا کہ من محمد بن عبد اللہ یہ عبد اللہ کے بیٹے محمد کی طرف سے ہے اور صحابہ بھی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھتے تھے تو یہی طریقہ اختیار کرتے تھے کہ من فلاں الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم یعنی یہ خط فلاں کی جانب سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے جیسا کہ معجم کبیر میں یہ حدیث موجود ہے اور صاحب مجمع الفوائد نے اس کو اُس سے نقل کیا ہے ۱۲ محشی غفرلہٗ

بخدمت والا درجت قبلہ و کعبہ من جناب داروغہ وحید الزماں صاحب دام ظلکم العالی
مقام فیض آباد چوک بر دکان لیاقت حسین صاحب سادہ کار
بمطالعہ برخوردار سعادت اطوار منشی محمد سعید الدین سلمہ اللہ تعالیٰ در آید۔

گِنتی

نام	صورت	نام	صورت	نام	صورت
ایک	۱	اٹھارہ	۱۸	پینتیس	۳۵
دو	۲	انیس	۱۹	چھتیس	۳۶
تین	۳	بیس	۲۰	سینتیس	۳۷
چار	۴	اکیس	۲۱	اڑتیس	۳۸
پانچ	۵	بائیس	۲۲	انتالیس	۳۹
چھ	۶	تئیس	۲۳	چالیس	۴۰
سات	۷	چوبیس	۲۴	اکتالیس	۴۱
آٹھ	۸	پچیس	۲۵	بیالیس	۴۲
نو	۹	چھبیس	۲۶	تینتالیس	۴۳
دس	۱۰	ستائیس	۲۷	چوالیس	۴۴
گیارہ	۱۱	اٹھائیس	۲۸	پینتالیس	۴۵
بارہ	۱۲	انتیس	۲۹	چھیالیس	۴۶
تیرہ	۱۳	تیس	۳۰	سینتالیس	۴۷
چودہ	۱۴	اکتیس	۳۱	اڑتالیس	۴۸
پندرہ	۱۵	بتیس	۳۲	اُنچاس	۴۹
سولہ	۱۶	تینتیس	۳۳	پچاس	۵۰
سترہ	۱۷	چونتیس	۳۴	اکیاون	۵۱

نام	صورت	نام	صورت	نام	صورت
باون	۵۲	اڑسٹھ	۶۸	چوراسی	۸۴
ترپن	۵۳	انہتر	۶۹	پچاسی	۸۵
چوَن	۵۴	ستّر	۷۰	چھیاسی	۸۶
پچپن	۵۵	اکہتّر	۷۱	ستاسی	۸۷
چھپّن	۵۶	بہتّر	۷۲	اٹھاسی	۸۸
ستاون	۵۷	تہتّر	۷۳	نواسی	۸۹
اٹھاون	۵۸	چوہتّر	۷۴	نوّے	۹۰
اُنسٹھ	۵۹	پچھتّر	۷۵	اکیانوے	۹۱
ساٹھ	۶۰	چھہتّر	۷۶	بانوے	۹۲
اکسٹھ	۶۱	ستتّر	۷۷	ترانوے	۹۳
باسٹھ	۶۲	اٹھتّر	۷۸	چورانوے	۹۴
ترسٹھ	۶۳	اُناسی	۷۹	پچانوے	۹۵
چونسٹھ	۶۴	اسّی	۸۰	چھیانوے	۹۶
پینسٹھ	۶۵	اکیاسی	۸۱	ستانوے	۹۷
چھیاسٹھ	۶۶	بیاسی	۸۲	اٹھانوے	۹۸
				ننانوے	۹۹
سڑسٹھ	۶۷	تراسی	۸۳	سو	۱۰۰

سچّی کہانیاں

جناب رسول اللہ[1] صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص کسی جنگل میں تھا ایک اُس نے ایک بدلی میں یہ آواز سُنی کہ فلاں شخص کے باغ کو پانی دے اس آواز کے ساتھ وہ بدلی چلی اور ایک سنگستان میں خوب پانی برسا اور تمام پانی ایک نالہ میں جمع ہو کر

[1] یہ حدیث امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے اس حدیث سے خدا تعالےٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ فضیلت صرف آخرت ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ دنیا میں بھی اُس کی برکات کا ظہور ہوتا ہے ۔۱۲ محشی عفی عنہ

چلا۔ یہ شخص اُس پانی کے پیچھے ہو لیا دیکھا کیا ہے کہ ایک شخص اپنے باغ میں کھڑا ہوا بیلچہ سے پانی پھیر رہا ہے اس نے اُس باغ والے سے پوچھا کہ اے بندۂ خدا تیرا کیا نام ہے اُس نے وہی نام بتلایا جو اُس نے بدلی میں سُنا تھا پھر باغ والے نے اُس سے پوچھا اے بندۂ خدا تو میرا نام کیوں دریافت کرتا ہے اُس نے کہا کہ میں نے اس بدلی میں جس کا یہ پانی ہے ایک آواز سُنی کہ تیرا نام لے کر کہا کہ اُس کے باغ کو پانی دے۔ تو اس میں کیا عمل کرتا ہے کہ اس قدر مقبول ہے۔ اُس نے کہا جب تو نے پوچھا تو مجکو کہنا ہی پڑا میں اُسکی کل پیداوار کو دیکھتا ہوں اُس میں سے ایک تہائی خیرات کر دیتا ہوں ایک تہائی اپنے لئے اور بال بچّوں کے لئے رکھ لیتا ہوں اور ایک تہائی پھر اُسی باغ میں لگا دیتا ہوں۔ فائدہ سبحان اللہ کیا خدا کی رحمت ہے کہ جو اُس کی اطاعت کرتا ہے اُسکے کام غیب سے اس طرح سرانجام ہو جاتے ہیں کہ اُس کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ بیشک سچ ہے جو اللہ[1] کا ہو گیا اُس کا اللہ ہو گیا۔

دوسری کہانی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک[2] مرتبہ فرمایا کہ بنی اسرائیل میں تین آدمی تھے ایک کوڑھی دوسرا گنجا تیسرا اندھا خداوند تعالیٰ نے اُن کو آزمانا چاہا اور اُن کے پاس ایک فرشتہ بھیجا پہلے وہ کوڑھی کے پاس آیا اور پوچھا تجھکو کیا چیز پیاری ہے اُس نے کہا مجھے اچھی رنگت اور خوبصورت کھال مل جائے اور بلا جاتی رہے جس سے لوگ مجھکو اپنے پاس بیٹھنے نہیں دیتے اور گھن کرتے ہیں اُس فرشتہ نے اپنا ہاتھ اُس کے بدن پر پھیر دیا اُسی وقت چنگا ہو گیا اور اچھی کھال اور خوبصورت رنگت نکل آئی پھر پوچھا تجھکو کون سے مال سے زیادہ رغبت ہے اُس نے کہا اونٹ سے پس ایک گابھن اونٹنی بھی اُسکو دیدی اور کہا اللہ تعالیٰ اس میں برکت دے۔ پھر گنجے کے پاس آیا اور پوچھا تجھکو کونسی چیز پیاری ہے کہا میرے بال اچھے نکل آویں اور یہ بلا مجھ سے جاتی رہے کہ لوگ جس سے گھن کرتے ہیں فرشتہ نے اپنا ہاتھ اُس کے سر پر پھیر دیا فوراً

[1] یہ اس حدیث کا ترجمہ ہے کہ من کان للہ کان اللہ لہٗ ۱۲

[2] اس حدیث کو بخاری اور مسلم دونوں نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اس حدیث سے یہ بھی نکلتا ہے کہ بندوں کے پاس اُسی مولا کا دیا ہوا مال ہے اُنکو یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ یہ ہماری قوتِ بازو کا کمایا ہوا ہے خدا کے راستہ میں دینے سے بخل نہ کرنا چاہیے ۱۲

اچھا ہو گیا اور اچھے بال نکل آئے پھر پوچھا تجھکو کونسا مال پسند ہے اُس نے کہا گائے بس اُسکو ایک گابھن گائے دیدی اور کہا اللہ تعالیٰ اسمیں برکت بخشے، پھر اندھے کے پاس آیا اور پوچھا تجھکو کیا چیز چاہیئے کہا اللہ تعالیٰ میری نگاہ درست کر دے کہ سب آدمیوں کو دیکھوں اس فرشتہ نے آنکھوں پر ہاتھ پھیر دیا اللہ تعالیٰ نے اُسکی نگاہ درست کر دی پھر پوچھا تجھکو کیا مال پیارا ہے کہا بکری۔ بس اُس کو ایک گابھن بکری دیدی۔ تینوں کے جانوروں نے بچے دیئے تھوڑے دنوں میں اُس کے اونٹوں سے جنگل بھر گیا، اور اُسکی گایوں سے اور اسکی بکریوں سے۔ پھر وہ فرشتہ خدا کے حکم سے اُسی پہلی صورت[۱] میں کوڑھی کے پاس آیا اور کہا میں ایک مسکین آدمی ہوں میرے سفر کا سامان چُک[۲] گیا آج میرے پہونچنے کا کوئی وسیلہ نہیں سوائے خدا کے اور پھر تیرا میں اُس اللہ کے نام پر جس نے تجھکو اچھی رنگت اور عمدہ کھال عنایت فرمائی تجھ سے ایک اونٹ مانگتا ہوں کہ اُسپر سوار ہو کر اپنے گھر پہونچ جاؤں، وہ بولا یہاں سے چل دور ہو مجھے اور بہت سے حقوق ادا کرنے ہیں تیرے دینے کی اُس میں گنجائش نہیں فرشتہ نے کہا شاید[۳] تجھکو تو میں پہچانتا ہوں، کیا تو کوڑھی نہیں تھا کہ لوگ تجھ سے گھن کرتے تھے اور کیا تو مفلس نہیں تھا پھر تجھکو خدا نے اس قدر مال عنایت فرمایا اُس نے کہا واہ کیا خوب یہ مال تو میری کئی پشتوں سے باپ دادا کے وقت سے چلا آتا ہے فرشتہ نے کہا اگر تو جھوٹا ہو تو خدا تجکو ویسا ہی کر دے جیسا پہلے تھا۔ پھر گنجے کے پاس اُسی پہلی صورت میں آیا اور اُسی طرح اُس سے بھی سوال کیا اور اُس نے بھی ویسا ہی جواب دیا فرشتے نے کہا اگر تو جھوٹا ہو تو خدا تجکو ویسا ہی کر دے جیسا پہلے تھا۔ پھر اندھے کے پاس اُسی پہلی صورت میں آیا اور کہا میں مسافر ہوں بے سامان ہو گیا ہوں آج بجز خدا کے اور پھر تیرے کوئی میرا وسیلہ نہیں ہے میں اُس کے نام پر جس نے دوبارہ تجکو نگاہ بخشی تجھ سے ایک بکری مانگتا ہوں کہ اُس سے اپنی کارروائی کر کے سفر پورا کروں اُس نے کہا بیشک میں اندھا تھا خداوند تعالیٰ نے محض اپنی رحمت سے مجکو نگاہ بخشی، جتنا تیرا جی چاہے لیجا اور جتنا چاہے چھوڑ جا خدا کی قسم کسی چیز سے میں تجکو منع نہیں کرتا فرشتہ نے کہا تو اپنا مال اپنے پاس رکھ مجکو کچھ نہیں چاہیئے فقط تم تینوں کی آزمائش[۴] منظور تھی سو ہو چکی خدا تجھ سے راضی ہوا اور اُن دونوں سے ناراض۔ **فائدہ** خیال کرنا چاہیئے کہ اُن دونوں کو ناشکری کا کیا نتیجہ[۵] ملا کہ تمام نعمت

[۱] تو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کوڑھی ہی کی صورت میں فرشتہ آیا تھا تاکہ اُسکی کوڑھ کی حالت دیکھ کر اپنی حالت کو بھی جیسی پہلے تھا یاد کرے اور دل نرم ہو مگر قوی قول یہ ہے کہ جس صورت میں فرشتہ پہلے اُس کے پاس آیا تھا اسی صورت میں آیا تاکہ حجت پورے طور سے اُسپر قائم ہو جائے کہ میں وہی فرشتہ ہوں جو تیرے جمال اور کثرت مال کا ذریعہ بنا تھا اب اس احسان کے بدلے میں احسان کرنا چاہیئے ۱۲ محشی از مرقاۃ

[۲] کہ تم اپنی بدحالی اور مصیبت کو یاد کر کے اس راحت پر جو خدا تعالیٰ نے تم کو عطا کی شکر بجا لاتے ہو یا نہیں ۱۲ محشی غفر لہٗ

[۳] خدا تعالیٰ نے قرآن پاک میں وعدہ فرمایا ہے کہ اگر ہماری نعمتوں کا شکر کرو گے تو ہم اور زیادہ انعام کرینگے اور اگر ناشکری کرو گے تو یاد رکھنا کہ میرا عذاب سخت ہے ۱۲

[۴] چک گیا یعنی ختم ہو گیا ۱۲ محشی عفی عنہ

[۵] فرشتہ کو اس کا حال یقیناً معلوم تھا پھر بھی شاید کہا تاکہ وہ شخص فوراً انکار نہ کر بیٹھے سمجھ کر جواب دے ۱۲ محشی

چھن گئی اور جیسے تھے ویسے ہی رہ گئے اور خدا اُن سے ناراض ہوا دنیا اور آخرت دونوں میں نامراد رہے اور اس شخص کو شکر کی وجہ سے کیا عوض ملا کہ نعمت بحال رہی اور خدا اُس سے خوش ہوا اور وہ دنیا و آخرت میں شاد و بامراد ہوا۔

تیسری کہانی

ایک بار حضرت اُم سلمہ[1] رضی اللہ عنہا کے پاس کہیں سے کچھ گوشت آیا اور جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو گوشت بہت اچھا لگتا تھا اس لئے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے خادمہ سے فرمایا کہ یہ گوشت طاق میں رکھدے شاید حضرت نوش فرمادیں اُس نے طاق میں رکھدیا اتنے میں ایک سائل آیا اور دروازے پر کھڑے ہوکر آواز دی کچھ اللہ کے نام پر خدا برکت کرے۔ گھر میں سے جواب دیا خدا تجکو بھی برکت دے[2] اس لفظ میں یہ اشارہ ہے کہ کوئی چیز دینے کی موجود نہیں ہے وہ سائل چلا گیا اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا اے اُم سلمہ تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے اُنھوں نے کہا ہاں ہے اور خادمہ سے کہا جا وہ گوشت آپ کے واسطے لے آ وہ گوشت لینے گئی دیکھتی کیا ہے کہ وہاں گوشت کا تو نام بھی نہیں ہے فقط ایک پتھر کا ٹکڑا رکھا ہے آپ نے فرمایا چونکہ تم نے سائل کو نہ دیا تھا اس لئے وہ گوشت پتھر بن گیا۔ فائدہ غور کیجئے کہ خدا کے نام پر نہ دینے کی نحوست یہ ہوئی کہ اُس گوشت کی صورت بگڑ گئی اور پتھر بن گیا[3] اسی طرح جو شخص سائل سے بہانہ کر کے خود کھاتا ہے وہ پتھر کھا رہا ہے جس کا یہ اثر ہے کہ سنگدلی اور دل کی سختی بڑھتی چلی جاتی ہے چونکہ حضرت کے گھر والوں کے ساتھ خداوند کریم کی بڑی عنایت اور رحمت ہے اسلئے اُس گوشت کی صورت کھلی نگاہوں میں بدلدی تا کہ اُس کے استعمال سے محفوظ رہیں۔

[1] آپ مؤمنوں کی ماں یعنی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے ہیں ۴ھ میں اور بقول بعض ۳ھ میں ان سے نکاح رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم کا ہوا آپ سے پہلے یہ ابو سلمہ کی بیوی تھیں اُن کی وفات کے بعد آنحضرت سے نکاح ہوا ۱۲ محشی از اسماء الرجال

[2] یہ حکایت بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ذکر کی ہے ۱۲ محشی غفر لہٗ

[3] پس جس طرح دنیا میں گوشت سائل کو نہ دینے سے پتھر بن گیا اسی طرح اگر وہ مال جس کی زکوٰۃ نہ دیجائے آخرت میں گنجا سانپ بن کر ڈسے یا آگ سے خوب تیز گرم کر کے اُس سے آدمی کے بدن کو داغا جائے تو کیا تعجب ہے ۱۲

[2] صاف منع کرنا اچھا معلوم نہ ہوا اس لئے اشارہ سے منع کیا اور بجائے کچھ دینے کے دعا دی یہ طریقہ منع کرنیکا بہت عمدہ ہے ۱۲ محشی

چوتھی کہانی[۱]

جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف تھی کہ فجر کی نماز پڑھ کر اپنے یار و اصحاب[ع۱] کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کرتے تھے کہ تم میں سے رات کو کسی نے کوئی خواب تو نہیں دیکھا؟ اگر کوئی دیکھتا تھا تو عرض کر دیا کرتا تھا آپ کچھ تعبیر ارشاد فرما دیا کرتے تھے عادت کے موافق ایکبار سب سے پوچھا کہ کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے سب نے عرض کیا کوئی نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا میں نے آج رات ایک خواب دیکھا ہے کہ دو شخص میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجکو ایک زمین مقدس[۲] کی طرف لے چلے دیکھتا کیا ہوں کہ ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور دوسرا کھڑا ہے اور اُس کے ہاتھ میں لوہے کا زنبور[ع۲] ہے اُس بیٹھے ہوئے کے کلّہ[۳] کو اُس سے چیر رہا ہے یہانتک کہ گُدّی تک جا پہونچتا ہے پھر دوسرے کلّے کے ساتھ بھی یہی معاملہ کر رہا ہے اور پھر وہ کلّہ اُس کا درست ہو جاتا ہے پھر اُس کے ساتھ ایسا ہی کرتا ہے میں نے پوچھا یہ کیا بات ہے وہ دونوں شخص بولے آگے چلو ہم آگے چلے یہانتک کہ ایک ایسے شخص پر گذر ہوا جو لیٹا ہوا ہے اور اُس کے سر پر ایک شخص ہاتھ میں بڑا بھاری پتھر لیئے ہوئے کھڑا ہے اُس سے اُس کا سر نہایت زور سے پھوڑتا ہے جب وہ پتھر اُس کے سر پہ دے مارتا ہے پتھر لُڑھک کر دُور جا گرتا ہے جب وہ اُسکے اُٹھانے کے لیے جاتا ہے تو ابتک لوٹ کر اُسکے پاس نہیں آنے پاتا کہ اُس کا سر پھر اچھا خاصا جیسا تھا ویسا ہی ہو جاتا ہے اور وہ پھر اُسکو اُسی طرح پھوڑتا ہے میں نے پوچھا یہ کیا ہے وہ دونوں بولے آگے چلو۔ ہم آگے چلے یہانتک کہ ہم ایک غار[۴] پر پہونچے جو شکل تنور کے تھا نیچے سے فراخ تھا اور اوپر سے تنگ اُس میں آگ جل رہی ہے اور اس میں بہت سے ننگے مرد و عورت بھرے ہوئے ہیں جسوقت وہ آگ اوپر کو اُٹھتی ہے اُس کے ساتھ وہ سب اُٹھ آتے ہیں یہانتک کہ قریب نکلنے کے ہو جاتے ہیں پھر جس وقت بیٹھتی ہے وہ بھی نیچے چلے جاتے ہیں میں نے پوچھا یہ کیا ہے ؟

ع۱ اصحاب رسول وہ لوگ ہیں جنھوں نے حالت اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور مسلمان ہی مرے ۱۲ محشی

ع۲ زنبور وہ چمٹا جس کے اگلے سرے مڑے ہوں۔ ۱۲ محشی

ف۱ یہ حکایت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری شریف میں بیان کی ہے ۱۲ محشی وغیرہ

ف۲ اس زمین سے ملک شام کی زمین مراد ہے اُس میں کئی اعتبار سے برکت اور عمدگی ہے ۱۲ محشی غفرلہٗ

ف۳ کان کی طرف سے جو ہونٹ کا کنارہ ہے اُس کو اُردو میں کلّہ کہتے ہیں ۱۲

ف۴ قولہ غار عربی میں نقب اور بعض نسخوں میں ثقب کا لفظ ہے مگر معنی دونوں کے سوراخ کے ہیں مگر چونکہ سوراخ عرف میں بہت چھوٹے منھ کی چیز کو کہتے ہیں اور اُس میں بہت سے آدمی پڑے ہونے کا تذکرہ حدیث میں ہے اس لئے اُس کا ترجمہ غار کے ساتھ کیا جو بہت سے آدمیوں کو اپنے اندر لے سکتا ہے ۱۲ محشی غفرلہٗ

دونوں بولے آگے چلو۔ ہم آگے چلے یہانتک کہ ایک خون کی نہر پر پہونچے اُس کے بیچ میں ایک شخص کھڑا ہے اور نہر کے کنارے پر ایک شخص کھڑا ہے اور اُسکے سامنے بہت سے پتھر پڑے ہیں وہ نہر کے اندر والا شخص نہر کے کنارہ کی طرف آتا ہے جسوقت نکلنا چاہتا ہے کنارہ والا شخص اُسکے منہ میں ایک پتھر اس زور سے مارتا ہے کہ پھر اپنی پہلی جگہ جا پہونچتا ہے۔ پھر جب کبھی وہ نکلنا چاہتا ہے اسی طرح پتھر مار کر اُس کو ہٹا دیتا ہے میں نے پوچھا یہ کیا ہے وہ دونوں بولے آگے چلو۔ ہم آگے چلے یہاں تک کہ ایک ہرے بھرے باغ میں پہونچے اُس میں ایک بڑا درخت ہے اور اُس کے نیچے ایک بوڑھا آدمی اور بہت سے بچے بیٹھے ہیں اور درخت کے قریب ایک اور شخص بیٹھا ہوا ہے اُس کے سامنے آگ جل رہی ہے وہ اُس کو دھونک رہا ہے پھر وہ دونوں مجھکو چڑھا کر درخت[1] کے اوپر لے گئے اور ایک گھر درخت کے بیچ میں نہایت عمدہ بن رہا تھا اُس میں لے گئے میں نے ایسا گھر کبھی نہیں دیکھا تھا اُس میں مرد بوڑھے جوان عورتیں اور بچے بہت سے تھے پھر اُس سے باہر لاکر اور اوپر لے گئے وہاں ایک گھر پہلے گھر[2] سے بھی عمدہ تھا اُس میں لے گئے اُس میں بوڑھے اور جوان تھے۔ میں نے اُن دونوں شخصوں سے کہا کہ تم نے مجھکو تمام رات پھرایا اب بتاؤ کہ یہ سب کیا اسرار تھے اُنھوں نے کہا کہ وہ شخص جو تم نے دیکھا تھا کہ اُسکے کلے چیرے جاتے تھے وہ شخص جھوٹا ہے کہ جھوٹی باتیں کرتا تھا اور وہ باتیں تمام جہان میں مشہور ہو جاتی تھیں اُس کے ساتھ قیامت تک یوں ہی کرتے رہیں گے اور جس کا سر پھوڑتے ہوئے دیکھا وہ شخص ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسکو علم قرآن دیا رات کو اُس سے غافل ہو کر سو رہا اور دنکو اُس پر عمل نہ کیا قیامت تک اُس کے ساتھ یہی معاملہ رہیگا اور جن کو تم نے آگ کے غار میں دیکھا وہ زنا کرنے والے لوگ ہیں اور جس کو خون کی نہر میں دیکھا وہ سود کھانے والا ہے اور درخت کے نیچے جو بوڑھے شخص تھے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور اُن کے گرداگرد جو بچے دیکھے وہ لوگوں کی نابالغ اولاد ہے اور جو آگ دھونک رہا تھا وہ مالک[3] داروغہ دوزخ کا ہے اور پہلا گھر جس میں آپ داخل ہوئے وہ عام مسلمانوں کا ہے اور یہ دوسرا

[1] قولہ درخت یا تو اس درخت سے وہی درخت مراد ہے جس کا ذکر پہلے ہوا مگر احتمال یہ بھی ہے کہ دونوں درخت الگ الگ ہوں اور یہ دونوں درخت بمنزلہ سیڑھی کے ہوں ۱۲

[2] اس میں علماء نے اس طرف اشارہ بتلایا ہے کہ جنت کے اندر منزلوں میں درجات ہیں بعض نیچے بعض اوپر ۱۲

[3] مالک داروغہ دوزخ کا نام ہے ۱۲ محشی

گھر شہیدوں[ا] کا ہے اور میں جبرئیل[ع] ہوں اور یہ میکائیل ہیں پھر بولے سر اوپر اٹھاؤ میں نے سر اٹھایا تو میرے اوپر ایک سفید بادل نظر آیا بولے کہ یہ تمہارا گھر ہے میں نے کہا کہ مجھکو چھوڑ دو میں اپنے گھر میں داخل ہوں بولے ابھی تمہاری عمر باقی ہے پوری نہیں ہوئی اگر پوری ہو چکتی تو ابھی چلے جاتے **فائدہ** جاننا چاہیئے کہ خواب انبیاء[۲] کا وحی ہوتا ہے یہ تمام واقعے سچے ہیں اس حدیث سے کئی چیزوں کا حال معلوم ہوا اول جھوٹ کا کہ کیسی سخت سزا ہے۔ دوسرے عالم[۳] بے عمل کا تیسرے زنا کا چوتھے سود کا۔ خدا سب مسلمانوں کو ان کاموں سے محفوظ رکھے

عقیدوں کا بیان

عقیدہ[۱]۔ تمام عالم[ع] پہلے بالکل ناپید تھا پھر اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے موجود ہوا **عقیدہ[۲]** اللہ ایک ہے وہ کسی کا محتاج نہیں نہ اس نے کسی کو جنا نہ وہ کسی سے جنا گیا نہ اس کی کوئی بی بی ہے کوئی اس کے مقابل کا نہیں **عقیدہ[۳]** وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا **عقیدہ[۴]** کوئی چیز اس کے مثل نہیں وہ سب سے نرالا ہے **عقیدہ[۵]** وہ زندہ ہے ہر چیز پر اس کو قدرت ہے کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں وہ سب کچھ دیکھتا ہے سنتا ہے کلام فرماتا ہے لیکن اس کا کلام ہم لوگوں کے کلام کی طرح سے نہیں جو چاہے کرتا ہے کوئی اس کی روک ٹوک کرنے والا نہیں وہی پوجنے[ع] کے قابل ہے اس کا کوئی ساجھی نہیں اپنے بندوں پر مہربان ہے بادشاہ ہے۔ سب عیبوں سے پاک ہے وہی اپنے بندوں کو سب آفتوں سے بچاتا ہے وہی عزت والا ہے بڑائی والا ہے ساری چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے اس کا کوئی پیدا کرنے والا نہیں۔ گناہوں کا بخشنے والا ہے زبردست ہے بہت دینے والا ہے روزی پہونچانے والا ہے جس کی روزی چاہے تنگ کر دے اور جس کی چاہے زیادہ کر دے جس[ع] کو چاہے پست کر دے جس کو چاہے بلند کر دے جس کو چاہے عزت دے جس کو چاہے[۵] ذلت دے

عہ جبرئیل اس فرشتے کا نام ہے جو انبیاء پر وحی لاتا تھا اور میکائیل وہ فرشتہ ہے جس کے متعلق روزی کا کام ہے ۱۲ محشی

عہ عالم یعنی جہان ۱۲

عہ یعنی عبادت کیئے جانے کے قابل ہے ۱۲

[ا] اس سے خاص خاص بڑے درجے والے مراد ہیں جیسے انبیاء اور اولیا اور علماء کیونکہ بعض روایات میں ہے کہ عالموں کی روشنائی شہداء کے خون سے وزنی ہوگی اور بعض نے شہداء سے وہ لوگ مراد لئے ہیں جو مولیٰ کے حضور میں حاضر رہتے ہیں ۱۲

[۲] لہٰذا اس سے احکام کا ثبوت ہو سکتا ہے باقی اور کسی کا خواب حجت نہیں ہے اس سے احکام ثابت نہیں ہو سکتے ۱۲

[۳] جس طرح سچے عالموں کی فضیلت تم نے جانی کہ ان کی روشنائی کہ جس سے وہ مسائل شرعیہ یا دینی کتابیں لکھتے ہیں شہداء کے خون سے میزان میں زیادہ وزنی ہوگی اسی طرح بے عمل عالموں کیلئے وعیدیں بھی بڑی بڑی سخت ہیں ۱۲

[۴] یہ سب عقیدے قرآن شریف سے ثابت ہیں مثلاً ہل اتیٰ علی الانسان حین من الدہر الخ اور خلق السموات والارض وما بینھما الخ اور سورہ اخلاص اور ان اللہ علی کل شیٴ قدیر وغیرہ ۱۲

[۵] قرآن پاک میں ہے تعز من تشاء وتذل من تشاء الخ اور حلیم اور من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالہا الخ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ ۱۲

انصاف والا ہے بڑے تحمل اور برداشت والا ہے خدمت اور عبادت کی قدر کرنے والا ہے دعا[1] کا قبول کرنے والا ہے سمائی والا ہے وہ سب پر حاکم ہے اُس پر کوئی حاکم نہیں اُس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں وہ سب کا کام بنانے والا ہے اُسی نے سب کو پیدا کیا وہی قیامت میں پھر پیدا کریگا وہی جلاتا ہے وہی مارتا ہے اُس کو نشانیوں اور صفتوں سے سب جانتے ہیں اُس کی ذات کی باریکی کوئی نہیں جان سکتا گنہگاروں کی توبہ[عہ] قبول کرتا ہے جو سزا کے قابل ہیں اُن کو سزا دیتا ہے وہی ہدایت کرتا ہے جہان میں جو کچھ ہوتا ہے اُسی کے حکم سے ہوتا ہے بے اُسکے حکم کے ذرہ نہیں ہل سکتا نہ وہ سوتا ہے نہ اونگھتا ہے وہ تمام عالم کی حفاظت سے تھکتا نہیں وہی سب چیزوں کو تھامے ہوئے ہے اسی طرح تمام اچھی اور کمال کی صفتیں اُسکو حاصل ہیں اور بُری اور نقصان کی کوئی صفت اُس میں نہیں نہ اُس میں کوئی عیب ہے عقیدہ[6] اُسکی سب صفتیں ہمیشہ سے ہیں[2] اور ہمیشہ رہیں گی اور اُس کی کوئی صفت کبھی نہیں جا سکتی۔ عقیدہ[7] مخلوق کی صفتوں سے وہ پاک ہے اور قرآن و حدیث میں بعضی جگہ جو ایسی باتوں کی خبر دی گئی ہے[3] تو ان کے معنی اللہ کے حوالہ کریں کہ وہی اُس کی حقیقت جانتا ہے اور ہم بے کھود کرید کیے اسی طرح ایمان لاتے ہیں اور یقین کرتے ہیں کہ جو کچھ اُس کا مطلب ہے وہ ٹھیک اور حق ہے اور یہی بات[4] بہتر[عسہ] ہے یا اُس کے کچھ مناسب معنی لگا لیں جس سے وہ سمجھ میں آجاوے۔ عقیدہ[8] عالم میں جو کچھ بھلا بُرا ہوتا ہے سب کو خدا تعالیٰ اُس کے ہونے سے پہلے ہمیشہ سے جانتا ہے اور اپنے جاننے کے موافق اُس کو پیدا کرتا ہے تقدیر[5] اِسی کا نام ہے اور بُری چیزوں کے پیدا کرنے میں بہت بھید ہیں جن کو ہر ایک نہیں جانتا۔ عقیدہ[9] بندوں کو اللہ تعالے

عہ توبہ سے یہ مراد ہے کہ گناہ ہو جانے پر اللہ میاں کے آگے شرمندہ ہو اور آئندہ کو پکا ارادہ کرے کہ اب گناہ نہ کرونگی۔

عسہ جیسے کہ مثلاً قرآن میں آیا ہے کہ خدا کا ہاتھ تو بہتر یہ ہے کہ اسکے معنی خدا ہی کے سپرد کرے خود کچھ نہ کہے اور اگر کہے تو اس کے مناسب معنی کہہ دے جیسے قوت لیکن پھر بھی یہ نہ سمجھے کہ یقیناً یہی مراد ہے اس لئے کہ یہ اٹکل ہے بس یہ سمجھے کہ یا تو یہی مراد ہو گی یا اور کچھ اور یہ کام بڑے مولوی کا ہے ہر شخص کو معنی مقرر کرنا جائز نہیں ۱۲

[1] ارشاد ہے کہ اجیب دعوة الداع اذا دعان الخ ۱۲

[2] اس لئے کہ اُسکی ذات ازلی ہے اور صفات سے اُسکا خالی ہونا عقلاً محال ہے لہذا صفات بھی اسکی طرح ازلی ہیں ۱۲

[3] مثلاً ید اللہ فوق ایدیہم اور الرحمن علی العرش استوی وغیرہ ۱۲

[4] اگرچہ اس میں بتاویل معنی مجازی معنے لینے بھی درست ہیں مثلاً ہاتھ سے قوت مراد لینا وغیرہ

[5] حدیث مسلم شریف میں ہے کہ ان اللہ کتب مقادیر الخلق قبل ان یخلق السموات والارض بخمسین الف سنة یعنی خدا تعالے نے ساری مخلوقات کی مقداریں آسمان اور زمین پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے لکھدی تھیں اور قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ کل شئ بقدر ہر چیز ایک اندازہ کے ساتھ ہے جس کا علم خدا تعالیٰ کو پہلے سے تھا ۱۲

نے سمجھ اور ارادہ دیا ہے جس سے وہ گناہ اور ثواب کے کام اپنے اختیار سے کرتے ہیں
مگر بندوں کو کسی کام کے پیدا کرنے کی قدرت نہیں ہے، گناہ کے کام سے اللہ میاں[1] ناراض
اور ثواب کے کام سے خوش ہوتے ہیں۔ عقیدہ[10]۔ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو ایسے کام کا حکم
نہیں دیا جو بندوں سے نہ ہو[2] سکے۔ عقیدہ[11]۔ کوئی چیز خدا کے ذمہ ضروری[3] نہیں وہ جو کچھ
مہربانی کرے اُس کا فضل ہے۔ عقیدہ[12]۔ بہت سے پیغمبر اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے بندوں
کو سیدھی راہ بتانے آئے اور وہ سب[4] گناہوں سے پاک ہیں گنتی اُن کی پوری طرح اللہ تعالیٰ ہی
کو معلوم ہے اُن کی سچائی بتلانے کو اللہ تعالیٰ نے اُن کے ہاتھوں ایسی نئی نئی اور مشکل مشکل
باتیں ظاہر کیں جو اور لوگ نہیں کر سکتے ایسی باتوں کو معجزہ کہتے ہیں اُن میں سب سے پہلے
آدم علیہ السلام تھے اور سب کے بعد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی درمیان میں
ہوئے اُن میں بعضے بہت مشہور ہیں جیسے حضرت نوح علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام اسحٰق علیہ السلام
اسمٰعیل علیہ السلام یعقوب علیہ السلام یوسف علیہ السلام داوٗد علیہ السلام سلیمان علیہ السلام
ایوب علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام ہارون علیہ السلام زکریا علیہ السلام یحییٰ علیہ السلام عیسیٰ
علیہ السلام الیاس علیہ السلام الیسع علیہ السلام یونس علیہ السلام لوط علیہ السلام ادریس
علیہ السلام ذوالکفل علیہ السلام صالح علیہ السلام ہود علیہ السلام شعیب علیہ السلام
عقیدہ[13]۔ سب پیغمبروں کی گنتی اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں بتائی اس لئے یوں عقیدہ
رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے جتنے پیغمبر ہیں ہم اُن سب پر ایمان[عہ] لاتے ہیں جو ہم کو معلوم
ہیں اُن پر بھی اور جو نہیں معلوم اُن پر بھی۔ عقیدہ[14]۔ پیغمبروں میں بعضوں[5] کا مرتبہ بعضوں
سے بڑا ہے سب سے زیادہ مرتبہ ہمارے پیغمبر محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے اور آپ
کے بعد کوئی نیا پیغمبر نہیں آسکتا قیامت تک جتنے آدمی اور جن ہوں گے آپ سب کے
پیغمبر ہیں۔ عقیدہ[15]۔ ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جاگتے میں جسم[6] کے ساتھ
مکہ سے بیت المقدس میں اور وہاں سے ساتوں آسمانوں پر اور وہاں سے جہاں تک اللہ
کو منظور ہوا پہونچایا اور پھر مکہ میں پہونچا دیا اس کو معراج کہتے ہیں۔ عقیدہ[16]۔ اللہ تعالیٰ نے کچھ مخلوقات

عہ ایمان کے معنی یقین کرنا ہیں مطلب یہ ہے کہ ہم اُن سب کو پیغمبر یقین کرتے ہیں اور خدا کا بھیجا ہوا مانتے ہیں ۱۲

ل۱ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ لا یرضی لعبادہ الکفر ۱۲

ل۲ قرآن شریف میں ہے لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا ۱۲

ل۳ اس آیت سے بھی یہ مضمون نکل سکتا ہے کہ لا یسئل عما یفعل وہم یسئلون - دوسرے یہ عبارت قال الامام الحجۃ اللہ تعالیٰ متفضل بالخلق لیس واجبا علیہ متن مسامرہ ۱۲ محشی غفر لہ

ل۴ مسامرہ میں ہے وشرط النبوۃ العصمۃ من الکفر واما من غیرہ فہو من موجبات النبوۃ ۱۲ محشی غفر لہ

ل۵ قرآن شریف میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے تلک الرسل فضلنا بعضہم علی بعض منہم من کلم اللہ ورفع بعضہم درجات یعنی ان رسولوں میں سے بعض کو بعض پہ ہم نے فضیلت دی اُن میں سے بعض نے اللہ تعالیٰ سے کلام کیا اور بعض کو بہت اونچے درجے عطا کیے مفسرین کہتے ہیں کہ بہت اونچے درجوں والے سے مراد ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہیں ۱۲

ل۶ معظم السلف وعامۃ الخلف من متاخری الفقہاء والمحدثین والمتکلمین انہ اسری بجسدہ الشریف ۱۲ از مرقات شرح مشکوٰۃ - محشی غفر لہ

نور سے پیدا کر کے اُنکو ہماری نظروں سے چھپا دیا ہے اُن کو فرشتہ کہتے ہیں بہت سے کام اُن کے حوالہ ہیں وہ کبھی اللہ کے حکم کے خلاف کوئی کام نہیں کرتے جس کام میں لگا دیا ہے اُس میں لگے ہیں۔ اُن میں چار فرشتے بہت مشہور ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت میکائیل علیہ السلام حضرت اسرافیل علیہ السلام حضرت عزرائیل[ع] علیہ السلام۔ اللہ تعالیٰ نے کچھ مخلوق آگ سے بنائی ہے وہ بھی ہم کو دکھائی نہیں دیتی اُن کو جن کہتے ہیں اُن میں نیک و بد سب طرح کے ہوتے ہیں اُن کے اولاد بھی ہوتی ہے اُن سب میں زیادہ مشہور شریر ابلیس یعنی شیطان ہے۔ **عقیدہ[۱۷]** مسلمان جب خوب عبادت کرتا ہے اور گناہوں سے بچتا ہے اور دُنیا سے محبت نہیں رکھتا اور پیغمبر صاحب کی ہر طرح خوب تابعداری کرتا ہے تو وہ اللہ کا دوست اور پیارا ہو جاتا ہے ایسے شخص کو ولی کہتے ہیں۔ اس شخص سے کبھی ایسی باتیں ہونے لگتی ہیں جو اور لوگوں سے نہیں ہو سکتیں اُن باتوں کو کرامت کہتے ہیں **عقیدہ[۱۸]** ولی کتنے ہی بڑے درجے[۱] کو پہونچ جاوے مگر نبی کے برابر نہیں ہو سکتا۔ **عقیدہ[۱۹]** خدا کا کیسا ہی پیارا[۲] ہو جاوے مگر جب تک ہوش حواس باقی ہوں شرع کا پابند رہنا فرض ہے نماز روزہ اور کوئی عبادت معاف نہیں ہوتی جو گناہ کی باتیں ہیں وہ اُس کے لئے درست نہیں ہو جاتیں۔ **عقیدہ[۲۰]** جو شخص شریعت کے خلاف ہو وہ خدا کا دوست نہیں ہو سکتا اگر اُس کے ہاتھ سے کوئی اچنبھے کی بات دکھائی دیوے تو یا تو وہ جادو ہے یا نفسانی[ع] اور شیطانی دھندا ہے اُس سے عقیدہ نہ رکھنا چاہیے۔ **عقیدہ[۲۱]** ولی لوگوں کو بعض بھید کی باتیں سوتے یا جاگتے میں معلوم ہو جاتی ہیں اُس کو کشف اور الہام کہتے ہیں اگر وہ شرع[ع] کے موافق ہے تو قبول ہے اور اگر شرع کے خلاف ہے تو رد ہے۔ **عقیدہ[۲۲]** اللہ و رسول نے دین کی سب باتیں قرآن و حدیث میں بندوں کو بتا دیں اب کوئی نئی بات دین میں

[۱] اس واسطے کہ ولایت کسبی چیز ہے کہ اتباع سنت جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوتی ہے اور نبوت وہبی چیز ہے یعنی محض عطاء الٰہی ہے کہ جس کے لئے وہ اس مرتبہ کو پسند فرماتا ہے اُس کو دیتا ہے۔ اللّٰہ یصطفی من الملائکۃ رسلا ومن الناس ۱۲

[۲] بلکہ اور بعض حدیثوں کا یہ مضمون ہے کہ جس قدر قرب زیادہ بڑھتا ہے اُس قدر پابندی احکام الٰہی سخت ہوتی ہے مثلاً مشہور ہے کہ حسنات الابرار سیئات المقربین اور دوسری جگہ آیا ہے کہ اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل اور تکلیف بھی درحقیقت ایک بلا (آزمایش) ہی ہے ۱۲

ع عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو روح قبض کرنیکا کام سپرد ہے ان کو ملک الموت بھی کہتے ہیں ۱۲

ع نفسانی سے یہ مطلب ہے کہ نفس نے کوئی تصرف کیا ہے اور شیطانی سے یہ مراد ہے کہ جن وغیرہ تابع ہو اُس نے یہ عجب کی باتیں دکھائی ہیں ۱۲ ع اسکا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ شریعت کے خلاف نہ ہو تو اُس کے انکار کی ضرورت نہیں ہے اور یہ مطلب نہیں کہ اُس کا ماننا ضروری ہے ہاں ایسے الہام کو صحیح سمجھنا اور اُس پر عمل کرنا اولیٰ ہے اور نفسانیت سے انکار کرنا بہت بُرا ہے ۱۲ تصحیح الاغلاط

نکالنا درست نہیں ایسی نئی بات کو بدعت کہتے ہیں۔ بدعت[۱] بہت بڑا گناہ ہے۔ عقیدہ[۲۳] اللہ تعالیٰ نے بہت سی چھوٹی بڑی کتابیں آسمان سے جبرئیل علیہ السلام کی معرفت بہت سے پیغمبروں پر اُتاریں تاکہ وہ اپنی اپنی اُمتوں کو دین کی باتیں بتائیں ان میں چار کتابیں بہت مشہور ہیں توریت[۱] حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ملی زبور[۲] حضرت داؤد علیہ السلام کو انجیل[۳] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قرآن[۴] مجید ہمارے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اور قرآن مجید آخری کتاب ہے اب کوئی کتاب آسمان سے نہ آوے گی قیامت تک قرآن ہی کا حکم چلتا رہیگا۔ دوسری کتابوں کو گمراہ لوگوں نے بہت کچھ بدل ڈالا مگر قرآن مجید کی نگہبانی کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے اُس کو کوئی نہیں بدل سکتا۔ عقیدہ[۲۴] ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو جن جن مسلمانوں نے دیکھا ہے اُنکو صحابی[۲] کہتے ہیں اُن کی بڑی بڑی بزرگیاں آئی ہیں ان سب سے محبت اور اچھا گمان رکھنا چاہیے۔ اگر اُن کے آپس میں کوئی لڑائی جھگڑا سُننے میں آوے تو اُس کو بھول چوک سمجھے اُن کی بُرائی نہ کرے اُن سب میں سب سے بڑھ کر چار صحابی[۳] ہیں حضرت[۱] ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ پیغمبر صاحب کے بعد اُنکی جگہ پر بیٹھے اور دین کا بندوبست کیا اس لئے یہ اول[۱] خلیفہ کہلاتے ہیں تمام اُمت میں یہ سب سے بہتر ہیں اِنکے بعد حضرت[۲] عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ دوسرے[۲] خلیفہ ہیں اِن کے بعد حضرت[۳] عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ تیسرے[۳] خلیفہ ہیں اِن کے بعد حضرت علی[۴] رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ چوتھے[۴] خلیفہ ہیں۔ عقیدہ[۲۵] صحابی کا اتنا بڑا رتبہ ہے کہ بڑے[۴] سے بڑا ولی بھی ادنیٰ درجہ کے صحابی کے برابر مرتبے میں نہیں پہونچ سکتا۔ عقیدہ[۲۶] پیغمبر[۵] صاحب کی اولاد اور بیبیاں سب تعظیم کے لائق ہیں اور اولاد میں سب سے بڑا رتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہے اور بیبیوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا۔ عقیدہ[۲۷] ایمان جب درست ہوتا ہے کہ اللہ

ع۵ بشرطیکہ وہ دیکھنے والا مسلمان ہی مرا ہو اور جس نے مسلمان ہونے کی حالت میں صحابی کو دیکھا اور مسلمان ہی مرا وہ تابعی ہے اور جس نے تابعی کو اسی طور دیکھا وہ تبع تابعی ہے ان سب کی بزرگی حدیث میں خصوصیت کے ساتھ وارد ہوئی ہے ۱۲

---

۱ اور ایسا گناہ ہے کہ اس سے بچنے کی صورتیں نہایت دشوار ہیں سب سے بڑی دشواری تو یہی ہے کہ بدعتی اپنے آپکو بدعتی نہیں جانتا جب مریض کو اپنے مرض ہی کی خبر نہ ہو تو وہ اُس کے اصلاح کے درپے ہی نہ ہوگا ۱۲

۲ الصحابی من لقی صلی اللہ علیہ وسلم مومنا بہ ومات علے الاسلام یعنی صحابی وہ ہے جس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بحالت ایمان ملاقات کی اور اسلام ہی پر وفات پائی ۱۲ از نخبۃ محشی غفرلہ

۳ قال ابو منصور البغدادی اصحابنا مجمعون علی ان افضلہم الخلفاء الاربع علی الترتیب المذکور ۱۲ کذا قال السیوطی فی شرح السنۃ

۴ حدیث شریف میں ہے اکرموا اصحابی فانہم خیارکم یعنی تم میرے صحابہ کی عزت کرو کیونکہ وہ تم سب سے بہتر ہیں ۱۲ مشکوٰۃ شریف

۵ حدیث شریف میں ہے کہ مثل اہل بیتی فیکم مثل سفینۃ نوح من رکبہا نجا ومن تخلف عنہا ہلک یعنی میرے گھر والوں کی مثال نوح کی کشتی کی طرح ہے جو اس میں سوار ہو گیا اُس نے نجات پائی اور جو نہ سوار ہوا وہ ہلاک ہوا ۱۲ مسند احمد [illegible] محشی غفرلہ

ورسول کو سب باتوں میں سچّا سمجھے اور اُن سب کو مان لے اللہ ورسول کی کسی بات میں شک کرنا یا اُس کو جھُٹلانا یا اُس میں عیب نکالنا یا اُس کے ساتھ مذاق اوڑانا ان سب باتوں سے ایمان جاتا رہتا ہے۔ عقیدہ[28] قرآن اور حدیث کے کھُلے کھُلے مطلب کو نہ ماننا اور اینچ پیچ کر کے اپنے مطلب بنانے کو معنی گھڑنا بددینی کی بات ہے۔ عقیدہ[29] گناہ کو حلال سمجھنے سے ایمان جاتا رہتا ہے۔ عقیدہ[30] گناہ چاہے جتنا بڑا ہو جب تک اُسکو بُرا سمجھتا ہے ایمان نہیں جاتا البتہ کمزور ہو جاتا ہے۔ عقیدہ[31] اللہ تعالیٰ سے نڈر ہو جانا یا نا اُمید[عہ] ہو جانا کفر[سلہ] ہے عقیدہ[32] کسی سے غیب کی باتیں پوچھنا اور اُس کا یقین کر لینا کفر ہے۔ عقیدہ[33] غیب[سلہ] کا حال سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا البتہ نبیوں کو وحی سے اور ولیوں کو کشف اور الہام سے اور عام لوگوں کو نشانیوں سے بعض باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔ عقیدہ[34] کسی کا نام لیکر کافر کہنا[سلہ] یا لعنت[عہ] کرنا بڑا گناہ ہے ہاں یوں کہہ سکتے ہیں کہ ظالموں پر لعنت جھوٹوں پر لعنت مگر جن کا نام لیکر اللہ اور رسول نے لعنت کی ہے یا اُن کے کافر ہونیکی خبر دی ہے اُن کو کافر ملعون کہنا گناہ نہیں۔ عقیدہ[35] جب آدمی مر جاتا ہے اگر گاڑا جاوے تو گاڑنے کے بعد اور اگر نہ گاڑا جاوے تو جس حال میں ہو اُس کے پاس دو فرشتے جن میں سے ایک کو منکر دوسرے کو نکیر کہتے ہیں آکر پوچھتے ہیں کہ تیرا پروردگار کون ہے تیرا دین کیا ہے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پوچھتے[عسه] ہیں کہ یہ کون ہیں اگر مردہ ایماندار ہوا تو ٹھیک ٹھیک جواب دیتا ہے پھر اُس کے لئے سب طرح کی چین ہے جنت کی طرف کھڑکی کھول دیتے ہیں جس سے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا اور خوشبو آتی رہتی ہے اور وہ مزے میں پڑ کر سو رہتا ہے اور اگر مردہ ایماندار نہ ہوا تو وہ سب باتوں میں یہی کہتا ہے کہ مجھے کچھ خبر نہیں[للعه]

عہ مطلب یہ ہے کہ یہ سمجھ لیوے کہ آخرت میں میری ہرگز کسی طرح بخشش نہ ہوگی۔ ۱۲

عسہ لعنت کے معنی خدا کی رحمت سے دُور کرنا یعنی یوں دعا کرے کہ فلاں پر خدا کی لعنت ہو ۱۲

سہ یا تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت دکھا کر دریافت ہوتا ہے یا آپ کے حالات بتا کر دریافت ہوتا ہے علماء کے دونوں قول ہیں اور سب سے قوی قول یہ ہے کہ بوجہ شہرت کے مردہ کا ذہن خود بخود آپ ہی کی طرف پہونچ جاتا ہے ۱۲

للعہ علماء نے حدیث کے اشارہ سے فرمایا ہے کہ جو شخص نہ مومن صالح ہو اور نہ کافر بلکہ فاسق ہو تو اُسکا عذاب کافر سے کم ہوتا ہے اور فاسق وہ ہے جو گناہ کبیرہ کرے اور صغیرہ پر بھی عذاب کرنے کا اللہ کو اختیار ہے ۱۲

سلہ قرآن کریم میں ہے کہ انہ لاییئس من روح اللہ الا القوم الکفرون ۱۲

سلہ قرآن شریف میں ہے وعندہ مفاتح الغیب لایعلمہا الا ہو۔ اور دوسری آیت میں ہے فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول الخ ۱۲

سلہ حدیث شریف میں ہے کہ من قال لاخیہ کافر فقد باء بہا احدہما یعنی جو کسی بھائی کو کافر کہتا ہے تو وہ ایک نہ ایک پر ضرور پڑتا ہے یعنی اگر وہ کافر نہیں ہے تو قائل کافر ہو جاتا ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ لاینبغی للصدیق ان یکون لعانا کسی مومن کو یہ لائق نہیں کہ وہ کسی پر لعنت کرنیوالا بنے ۱۲ از مشکوٰۃ شریف

سلہ کذا فی الصحاح و السنن ۱۲ محشی غفر لہ

پھر اُسپر بڑی سختی اور عذاب قیامت تک ہوتا رہتا ہے اور بعضوں کو اللہ تعالیٰ اِس امتحان سے معاف کر دیتا ہے مگر یہ سب باتیں مردہ کو معلوم ہوتی ہیں ہم لوگ نہیں دیکھتے جیسے سوتا آدمی خواب میں سب کچھ دیکھتا ہے اور جاگتا آدمی اُسکے پاس بیخبر بیٹھا رہتا ہے۔ عقیدہ[۳۶] مرنے کے بعد ہر دن صبح اور شام[۱] کے وقت مُردے کا جو ٹھکانا ہے دکھلا دیا جاتا ہے جنتی کو جنت دکھلا کر خوشخبری دیتے ہیں اور دوزخی کو دوزخ دکھلا کر اور حسرت بڑھاتے ہیں۔ عقیدہ[۳۷] مُردے کے لئے دعا کرنے سے کچھ خیرات دے کر بخشنے سے اُس کو ثواب پہونچتا ہے اور اس سے اُس کو بڑا فائدہ ہوتا ہے۔ عقیدہ[۳۸] اللہ و رسول نے جتنی نشانیاں قیامت کی بتائی ہیں سب ضرور ہونے والی ہیں امام مہدی علیہ السلام ظاہر ہونگے اور خوب انصاف سے بادشاہی کریں گے کانا دجّال[ع] نکلے گا اور دنیا میں بہت فساد مچاوے[۲] گا اُس کے مار ڈالنے کے واسطے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر سے اُتریں گے اور اُس کو مار ڈالیں گے یاجوج ماجوج بڑے زبردست لوگ ہیں[۳] وہ تمام زمین پر پھیل پڑیں گے اور بڑا اُدھم مچادیں گے پھر خدا کے قہر سے ہلاک ہونگے ایک عجیب طرح کا جانور زمین سے نکلے گا اور آدمیوں سے باتیں کریگا۔ مغرب کی طرف سے آفتاب نکلے گا قرآن مجید اُٹھ جاویگا اور تھوڑے دنوں میں سارے مسلمان مرجاوینگے اور تمام دنیا کافروں سے بھر جاویگی اور اس کے سوائے اور بہت باتیں ہونگی۔ عقیدہ[۳۹] جب ساری نشانیاں پوری ہو جاویں گی تو قیامت کا سامان شروع ہوگا۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام خدا کے حکم سے صُور پھونکیں گے یہ صور ایک بہت بڑی چیز سینگ کی شکل پر ہے اس صور کے پھونکنے سے تمام زمین و آسمان پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاویں گے تمام مخلوقات مرجاویگی اور جو مرچکے ہیں اُنکی روحیں بیہوش ہو جاوینگی مگر اللہ تعالےٰ کو جن کا بچانا منظور ہے وہ اپنے حال پر رہینگے ایک مدت اسی کیفیت پر گذر جاوے گی عقیدہ[۴۰] پھر جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا کہ تمام عالم پھر پیدا ہو جاوے تو دوسری بار صُور پھونکا جاویگا اُس سے پھر سارا عالم پیدا ہو جاویگا مُردے زندہ ہو جاویں گے اور قیامت کے میدان میں سب اکٹھے ہوں گے اور وہاں کی تکلیفوں سے گھبرا کر سب پیغمبروں کے پاس[۴]

ع دجال یہود کی قوم سے ایک شخص ہوگا ۱۲

۱ حدیث شریف میں ہے ان احدکم اذا مات عرض علیہ مقعدہ بالغداۃ والعشی ان کان من اہل الجنۃ وان کان من اہل النار فمن اہل النار ۱۲ بخاری و مسلم

۲ یعنی بجز خاص اللہ والوں کے سب کو ایمان سے پھیر کر مرتد و کافر بنا دیگا ۱۲

۳ اور تعداد میں ہم جیسے انسانوں سے کئی حصے زیادہ ہیں مگر یہ سب کافر ہیں شب معراج میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو تبلیغ فرمائی تھی مگر کسی نے ایمان نہ قبول کیا انکار کر دیا۔ ۱۲ کذا فی الجمل محشی غفرلہ

۴ قولہ پاس الخ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جاوینگے وہ گندم خوری کی لغزش کا عذر کر دینگے پھر حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاوینگے وہ یہ عذر کر دینگے کہ میں نے اپنے بیٹے کی نجات کی درخواست لاعلمی سے کر دی تھی پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آوینگے وہ اپنے تین جھوٹوں کا عذر کر دینگے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آوینگے وہ قبطی کے قتل کا عذر کر دینگے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آوینگے وہ یہ عذر کرینگے کہ دنیا میں لوگ مجکو ابن اللہ کہتے تھے آج مجکو شفاعت کرتے ہوئے شرم آتی ہے ۱۲ محشی از مشکوٰۃ و مرقات

سفارش کرانے جاویں گے آخر ہمارے پیغمبر صاحب سفارش کرینگے ترازو کھڑی کیجاوے گی بھلے بُرے عمل تولے جاوینگے اُن کا حساب ہوگا بعضے بے حساب جنت میں جاویں گے نیکوں کا نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں اور بدوں کا بائیں ہاتھ میں دیا جاویگا پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کو حوض کوثر کا پانی پلادینگے جو دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا پُل صراط پر چلنا ہوگا جو نیک لوگ ہیں وہ اُس سے پار ہو کر بہشت میں پہونچ جائیں گے جو بد ہیں وہ اُسپر سے دوزخ میں گر پڑینگے عقیدہ[۴۱] دوزخ پیدا ہو چکی[۱] ہے اُسمیں سانپ اور بچھو اور طرح طرح کا عذاب ہے دوزخیوں میں سے جنمیں ذرا بھی ایمان ہوگا وہ اپنے اعمال کی سزا بھگت کر پیغمبروں اور بزرگوں کی سفارش سے نکلکر بہشت میں داخل ہوں گے خواہ کتنے ہی بڑے گنہگار ہوں اور جو کافر اور مشرک ہیں وہ اُسمیں ہمیشہ رہیں گے نہ اُس سے نکلیں گے اور نہ وہاں مرینگے عقیدہ[۴۳] اللہ کو اختیار ہے کہ چھوٹے گناہ پر سزا دیدے یا بڑے گناہ کو اپنی مہربانی سے معاف کردے اور اُس پر بالکل سزا نہ دے۔ عقیدہ[۴۴] شرک کا گناہ اللہ تعالیٰ کبھی کسی کو معاف نہیں کرتا اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہیگا اپنی مہربانی سے معاف کردے[۲] گا عقیدہ[۴۵] جن لوگوں کا نام لے کر اللہ ورسول[ص] نے ان کا بہشتی ہونا بتلادیا ہے اُن کے سوا کسی اور کے بہشتی ہونے کا یقینی حکم نہیں لگا سکتے البتہ اچھی نشانیاں دیکھ کر اچھا گمان رکھنا اور اُس کی رحمت سے اُمید رکھنا ضروری ہے عقیدہ[۴۶] بہشت میں سب سے بڑی نعمت اللہ تعالےٰ کا دیدار[۳] ہے جو بہشتیوں کو نصیب ہوگا اُس کی لذت میں تمام نعمتیں ہیچ معلوم ہونگی عقیدہ[۴۷] دنیا[۴] میں جاگتے ہوئے اِن آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو کسی نے نہیں دیکھا اور نہ کوئی دیکھ سکتا ہے۔ عقیدہ[۴۸] عمر بھر کوئی کیسا ہی بھلا بُرا ہو مگر جس حالت پر خاتمہ ہوتا ہے اُسی کے موافق اُسکو اچھا بُرا بدلہ ملتا ہے عقیدہ[۴۹] آدمی عمر بھر میں جب کبھی توبہ کرے یا مسلمان ہو اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہے البتہ مرتے وقت جب دم[۵] ٹوٹنے لگے اور عذاب کے فرشتے دکھلائی دینے لگیں اُس وقت توبہ قبول[ع] ہوتی ہے اور نہ ایمان۔

ع توبہ سے مراد کفر و شرک کے سوا اور گناہوں سے توبہ کرنا اور ایمان سے مراد کفر سے توبہ کرنا اور مسلمان ہو جانا ہے ۱۲

[۱] خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے اعدت للمتقین یعنی پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے ۱۲

[۲] قرآن شریف میں ہے فیغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء ۱۲، یعنی جسکو چاہتا ہے بخشدیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عذاب کرتا ہے ۱۲

[۳] حدیث شریف میں ہے کہ انکم سترون ربکم کما ترون ہذا القمر یعنی یقیناً تم اپنے رب کو دیکھو گے جس طرح دنیا میں چاند دیکھتے ہو ۱۲

[۴] ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ الجمہور من السلف والخلف من المتکلمین وغیرہم علی ان رویۃ الباری تعالیٰ لا یقع فی الدنیا یعنی جمہور علماء سلف وخلف متکلمین وغیر متکلمین اس پر متفق ہیں کہ دنیا میں باری تعالیٰ کو کوئی نہیں دیکھے گا ۱۲

[۵] اس کے لئے اس آیت کا ترجمہ دیکھو کہ انما التوبۃ علے اللہ للذین یعملون السوء بجہالۃ ثم یتوبون من قریب الخ ۱۲

فصل

اس کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعضے بُرے عقیدے اور بُری رسمیں اور
بعضے بڑے بڑے گناہ جو اکثر ہوتے رہتے ہیں جن سے ایمان میں نقصان آجاتا ہے
بیان کر دیئے جائیں تاکہ لوگ اُن سے بچتے رہیں۔ ان میں بعضے بالکل کفر اور شرک ہیں
بعضے قریب کفر و شرک کے اور بعضے بدعت اور گمراہی اور بعضے فقط گناہ غرضکہ سب سے
بچنا ضروری ہے پھر جب ان چیزوں کا بیان ہو چکے گا تو اُس کے بعد گناہوں سے جو دنیا
کا نقصان اور طاعت سے جو دنیا کا نفع ہوتا ہے کچھ تھوڑا سا اُس کو بیان کرینگے کیونکہ
دنیا کے نفع نقصان کا لوگ زیادہ خیال کرتے ہیں شاید اسی خیال سے کچھ نیک کام
کی توفیق اور گناہ سے پرہیز ہو۔

کُفر اور شرک کی باتوںؑ کا بیان

کفر کو پسند کرنا، کفر کی باتوں کو اچھا جاننا، کسی دوسرے سے کفر کی کوئی بات
کرانا کسی وجہ سے اپنے ایمان پر پشیمان ہونا کہ اگر مسلمان نہوتے تو فلانی بات حاصل ہوتی
اولاد وغیرہ کسی کے مرجانے پر رنج میں اس قسم کی باتیں کہنا، خدا کو بس اُسی کا مارنا تھا۔ دُنیا
بھر میں مارنیکے لئے بس یہی تھا۔ خدا کو ایسا نچاہیئے تھا۔ ایسا ظلم کوئی نہیں کرتا جیسا تونے کیا
خدا اور رسولؐ کے کسی حکم کو بُرا سمجھنا اُسمیں عیب نکالنا۔ کسی نبی یا فرشتے کی حقارت کرنا اُنکو
عیب لگانا۔ کسی بزرگ یا پیر کے ساتھ یہ عقیدہ رکھنا کہ ہمارے سب حال کی اُس کو
ہر وقت ضرور خبر رہتی ہے[1]۔ نجومیؑ۔ پنڈت یا جس پر جن چڑھا ہو اُس سے غیب کی خبریں

[1] کیونکہ اس عقیدہ سے پیر کو عالم الغیب جاننا لازم آتا ہے اور علم غیب خدا تعالےٰ کی مخصوص صفت ہے اور حق تعالیٰ کی مخصوص صفت میں کسی دوسرے کو شریک کرنا شرک ہے ۱۲

ع یعنی اُن باتوں کا بیان جنکو کفر و شرک کے ساتھ ایک قسم کا خاص تعلق ہے خواہ اس وجہ سے کہ موجب کفر و شرک ہیں یا اس وجہ سے کہ وہ رسوم و اوضاع کفار و مشرکین سے ہیں یا اس وجہ سے کہ وہ موہم شرک ہیں یا اس وجہ سے کہ وہ مفضی الی الشرک ہیں اس کی مفصل بحث تحقیقات مفیدہ میں ہیں ۱۲ تصحیح الاغلاط

ع نجومی جو ستاروں کے حالات کا علم رکھتا ہو ۱۲

پوچھنا یا فال[1] کھلانا پھر اسکو سچ جاننا کسی بزرگ کے کلام سے فال دیکھکر اُس کو یقینی سمجھنا کسی کو دُور سے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ اُس کو خبر ہوگئی۔ کسی کو نفع نقصان کا مختار سمجھنا کسی سے مرادیں مانگنا۔ روزی اولاد مانگنا۔ کسی کے نام کا روزہ رکھنا۔ کسی کو سجدہ کرنا کسی کے نام کا جانور چھوڑنا یا چڑھانا، کسی کے نام کی منت ماننا۔ کسی کی قبر یا مکان کا طواف[2] کرنا۔ خدا کے حکم کے مقابلہ میں کسی دوسری بات یا رسم کو مقدم رکھنا یا کسی کے سامنے جھکنا یا تصویر کی طرح کھڑا رہنا۔ توپ پر بکرا چڑھانا۔ کسی کے نام پر جانور ذبح کرنا جن بھوت پریت وغیرہ کے چھوڑ دینے کے لئے اُن کی بھینٹ دینا۔ بکرا وغیرہ ذبح کرنا بچے کے جینے کے لئے اُسکے نار کا پوجنا۔ کسی کی دوہائی دینا۔ کسی جگہ کا کعبہ کے برابر ادب و تعظیم کرنا کسی کے نام پر بچے کے کان ناک چھیدنا بالی اور بُلاق پہنانا۔ کسی کے نام کا بازو پر پیسہ باندھنا۔ یا گلے میں ناڑا ڈالنا سہرا باندھنا۔ چوٹی رکھنا۔ بدھی پہنانا فقیر بنانا علی بخش۔ حسین بخش۔ عبد النبی[3] وغیرہ نام رکھنا۔ کسی جانور پر کسی بزرگ کا نام لگاکر اُس کا ادب کرنا عالم کے کاروبار کو ستاروں کی تاثیر سے سمجھنا۔ اچھی بُری تاریخ اور دن کا پوچھنا۔ شگون لینا۔ کسی مہینہ یا تاریخ کو منحوس سمجھنا۔ کسی بزرگ کا نام بطور وظیفہ کے جپنا۔ یوں کہنا کہ خدا اور رسول[4] اگر چاہے گا تو فلانا کام ہوجاویگا کسی کے نام یا سر کی قسم کھانا۔ تصویر رکھنا خصوصاً کسی بزرگ کی تصویر برکت کے لئے رکھنا اور اُس کی تعظیم کرنا۔

عہ طواف کسی چیز کے چاروں طرف چکر لگانے کو کہتے ہیں ۱۲

عہ یعنی اس طرح کہ بڑے ادب سے خاموش کھڑا ہو نہ ہلے نہ جلے نہ ادھر اُدھر دیکھے ایسا ادب منع ہے ان معمولی طور پر بزرگوں کی تعظیم کو کھڑا ہونا اور اُن کے بیٹھنے کے وقت بیٹھ جانا درست ہے ۱۲

عہ بعضی جگہ نار کو نال کہتے ہیں ۱۲ منہ

للعہ یعنی ورد کرنا ۱۲

عہ تصویر سے مراد جاندار کی بڑی تصویر ہے ۱۲ تصحیح الاغلاط

[1] فال دو قسم کی ہوتی ہے ایک نیک دوسری بد تو نیک فال لینا شرک نہیں ہے بدفالی شرک ہے اور فال کھلانا یہ ہے کہ کسی تعویذ گنڈے والے کے پاس جاکر اپنا حال دریافت کرے اور وہ کتاب کھولکر یا کچھ نقشہ کھینچ کر غیب کی باتیں بتائے کہ فلاں دن فلاں جگہ جانے سے ایسا ہوا اور اس کو فلاں دن صحت ہوگی وغیرہ وغیرہ ۱۲

[2] کیونکہ طواف ایک عبادت ہے جس کو خدا تعالیٰ نے خانۂ کعبہ کے ساتھ مخصوص کیا ہے ارشاد ہے ولیطوفوا بالبیت العتیق ملا علی قاری نے شرح مناسک میں لکھا ہے الطواف من مختصات الکعبۃ فیحرم حول القبور الاولیاء والانبیاء ۱۲

[3] کیونکہ اسمیں وہم ہے شرک معنے کا اگرچہ شرک مقصود نہ ہو اور ایسی بات یا نام سے بچنا اچھا ہے کہ جس سے ظاہرا شرک کا وہم ہوتا ہو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح فقہ اکبر میں تحریر فرماتے ہیں واما ما اشتہر من التسمیۃ بعبد النبی فظاہرہ کفر الا ان اراد بالعبد المملوک اور مرقات میں ہے کہ لایجوز نحو عبد الحارث ولا عبد النبی ولا غیرہ بما شاع بین الناس اور ابن حجر مکی نے بھی شرح منہاج میں اسی طرح لکھا ہے کہ وکذا عبد النبی وعبد الکعبۃ اوالدار الخ ۱۲۔

[4] کیونکہ حدیث میں اسکی ممانعت آئی ہے کہ مشیت خدا تعالیٰ کے ساتھ مشیت رسول کا بھی ذکر کرے تو اسمیں بھی شرک کا شائبہ ہے ۱۲

بدعتوں اور بُری رسموں اور بُری باتوں کا بیان

قبروں پر دھوم دھام سے میلا کرنا۔ چراغ جلانا۔ عورتوں کا وہاں جانا۔ چادریں ڈالنا پختہ[1] قبریں بنانا۔ بزرگوں کے راضی کرنے کو قبروں کی حد سے زیادہ تعظیم کرنا۔ تعزیہ یا قبر کو چومنا چاٹنا۔ خاک ملنا۔ طواف اور سجدہ کرنا۔ قبروں کی طرف نماز پڑھنا۔ مٹھائی چاول گلگلے وغیرہ چڑھانا۔ تعزیہ علم وغیرہ رکھنا اُس پر حلوا مالیدہ چڑھانا۔ یا اُسکو سلام کرنا۔ کسی چیز کو اچھوتی سمجھنا۔ محرّم کے مہینہ میں پان نہ کھانا مہندی مسی نہ لگانا، مرد کے پاس نہ رہنا۔ لال کپڑا نہ پہننا۔ بی بی کی صحنک[ع] مردوں کو نہ کھانے دینا تیجا[2] چالیسواں وغیرہ کو ضروری سمجھ کر کرنا۔ باوجود ضرورت[ت] کے عورت کے دوسرے نکاح کو معیوب سمجھنا۔ نکاح ختنہ بسم اللہ وغیرہ میں اگرچہ وسعت نہ ہو مگر ساری خاندانی رسمیں کرنا خصوصاً قرض[ص] دام[ل] کر کے ناچ رنگ[3] وغیرہ کرنا ہولی دیوالی کی رسمیں کرنا۔ سلام[ص] کی جگہ بندگی وغیرہ کرنا یا صرف سر پر ہاتھ رکھ کر جھک جانا دیور جیٹھ پھوپی زاد خالہ زاد بھائی کے سامنے بے محابا آنا یا اور کسی نامحرم کے سامنے آنا۔ گنگا دریا سے گاتے بجاتے لانا۔ راگ باجا گانا[گ] سننا۔ ڈومنیوں وغیرہ کو نچانا اور دیکھنا۔ اس پر خوش ہو کر اُن کو انعام دینا۔ نسب پر فخر کرنا یا کسی بزرگ سے منسوب ہونے کو نجات[4] کے لئے کافی سمجھنا۔ کسی کے نسب میں کسر ہو تو اُس پر

[1] مسلم شریف کی حدیث ہے عن جابر نہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان یجصص القبر وان یبنی علیہ ۱۲ محشی غفرلہٗ

[2] الاجتماع علی المقبرۃ فی الیوم الثالث وتقسیم الورود والعود والطعام الطعام فی الایام المخصوص کالثالث والخامس والتاسع والعاشر والعشرین والاربعین والشہر السادس والسنۃ بدعۃ ۱۲ از شرح منہاج للنووی

[3] اسمیں کئی قسم کے گناہ ہیں نچانا اور نامحرم پر نظر کرنا نامحرم کی آواز سننا ایسی محفل منعقد کرنا اسمیں روپیہ پیسہ خرچ کرنا مالی اور بدنی گناہ ہیں ۱۲

[4] حالانکہ قرآن شریف میں ارشاد ہے کہ ان اولیاءہ الا المتقون اور حدیث شریف میں ہے کہ من بطأ بہ عملہ لم یسرع بہ نسبہ یعنی جس کے عمل نے دخول جنت میں تاخیر کی اُس کا نسب جنت میں جلد داخل نہ کرے گا ۱۲

[ع] بلکہ یہ رسم صحنک کی ہی شرع میں منع ہے عورتوں کے لئے بھی اور مردوں کے لئے بھی ۱۲ [ع] تیجا چالیسواں وغیرہ وغیرہ غیر ضروری سمجھ کر بھی کرنا جائز نہیں چونکہ لوگ ضروری ہی سمجھ کر کرتے ہیں اس لئے ضروری کا لفظ لکھ دیا ہے ۱۲

[ت] اور بے ضرورت بھی بیوہ کے نکاح کو معیوب سمجھنا بُرا ہے ۱۲ [ل] دام۔ یعنی قرض ۱۲ [ص] چونکہ سلام کی جگہ بندگی کرنا ہندوؤں کی رسم ہے اس لئے ممنوع ہے اور آداب میں مشابہت نیا چرہ و ترک سنت ہے اس لئے بدعت ہے ۱۲ تصحیح الاغلاط [گ] گانے سے مراد مطلق شعر پڑھنا نہیں ہے بلکہ متعارف گانا مراد ہے جیسے بیاہ شادی میں ڈومنیوں کا گانا یا عرس میں قوالی وغیرہ جو کہ عورتوں میں رائج ہے ۱۲ تصحیح الاغلاط

طعن کرنا۔ پیشہ[ع۱] کو ذلیل سمجھنا۔ حد سے زیادہ کسی کی تعریف کرنا۔ شادیوں میں فضول خرچی اور خرافات باتیں کرنا۔ ہندوستان کی رسمیں کرنا۔ دولھا کو خلاف[۱] شرع پوشاک پہنانا۔ کنگنا سہرا[ع۲] باندھنا۔ مہندی لگانا۔ آتشبازی ٹٹیوں وغیرہ کا سامان کرنا فضول آرائیش کرنا۔ گھر کے اندر عورتوں کے درمیان دولھا کو بلانا اور سامنے آجانا۔ تاک جھانک کر اُس کو دیکھ لینا۔ سیانی سمجھدار سالیوں وغیرہ کا سامنے آنا اُس سے ہنسی دل لگی کرنا۔ چوتھی کھیلنا۔ جس جگہ دولھا دولھن لیٹے ہوں اُس کے گرد جمع ہو کر باتیں سُننا[۲] جھانکنا تاکنا۔ اگر کوئی بات معلوم ہو جاوے تو اُس کو اوروں سے کہنا۔ مانجھے[۳] بٹھانا اور ایسی شرم کرنا جس سے نمازیں قضا ہو جاویں۔ شیخی[۴] سے مہر زیادہ مقرر کرنا۔ غمی میں چلا کر رونا۔ منھ[۵] اور سینہ پیٹنا۔ بیان کر کے رونا۔ استعمالی گھڑے توڑ ڈالنا جو کپڑے اُس کے بدن سے لگے ہوں سب کا دُھلوانا۔ برس روز تک یا کچھ کم زیادہ اُس گھر میں اچار نہ پڑنا۔ کوئی خوشی کی تقریب نہ کرنا۔ مخصوص تاریخوں میں پھر غم کا تازہ کرنا۔ حد سے زیادہ زیب و زینت میں مشغول ہونا۔ سادی وضع کو معیوب جاننا۔ مکان میں تصویریں لگانا۔ خاصدان عطردان سرمہ دانی سلائی وغیرہ چاندی سونے کی استعمال کرنا بہت باریک کپڑا پہننا یا بجتا زیور پہننا۔ لہنگا پہننا۔ مردوں کے مجمع میں جانا خصوصاً تعزیہ دیکھنے اور میلوں میں جانا اور مردوں کی وضع اختیار کرنا۔ بدن گودانا۔ خدائی رات کرنا۔ ٹوٹکہ کرنا۔ محض زیب و زینت کے لئے دیوار گیری چھت گیری لگانا۔ سفر کو جاتے یا لوٹتے وقت غیر محرم کے گلے لگنا یا گلے لگانا۔ جینے کے لئے لڑکے کا کان یا ناک چھیدنا لڑکے کو بالا یا بلاک پہنانا۔ ریشمی یا کسُم یا زعفران کا رنگا کپڑا یا ہنسلی یا گھونگھرو یا کوئی اور زیور پہنانا۔ کم رونے کے لئے افیون کھلانا کسی بیماری میں شیر کا دودھ یا اُس کا گوشت کھلانا اس قسم کی اور بہت سی باتیں ہیں بطور نمونہ کے اتنی بیان کر دی گئیں۔

ع۱ اس سے مراد جائز پیشہ ہے ۱۲ تصحیح الاغلاط ع۲ اس کے ممنوع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اول تو رسوم ہنود سے ہے اور رسوم و اوضاع کفار کی ممانعت منصوص ہے، پھر اسکو ضروریاتِ شادی سے سمجھ لیا گیا ہے اور یہ اضافہ ہے شریعت میں مزید بحث اس کی تحقیقات مفیدہ میں کیجاوے گی ۱۲ تصحیح الاغلاط

۱ مثلاً دولھا کو ریشمی لباس پہنانا یا ایسا لباس جس کو عورتیں پہنتی ہیں اس میں سب قسمیں آگئیں جو جو ناجائز ہیں ۱۲

۲ جیسا کہ اکثر دنیادار عورتوں کا دستور ہے کہ پہلی رات کی باتیں نہایت کوشش کر کے سنا کرتی ہیں نہایت گناہ کی بات ہے اس سے شرم چاہیئے ۱۲

۳ بعض شہروں میں اس کو مائیں بٹھانا کہتے ہیں ۱۲

۴ حدیث شریف میں مہر کی زیادتی کو مغالات کی نہی سے ممنوع قرار دیا ہے اور جو شخص وقت عقد کے مہر کی ادائگی کو ضروری نہ جانے اسکو زانی ظاہر فرمایا ہے اور اس میں دنیوی نقصانات بھی بہت ہیں ۱۲

۵ حدیث شریف میں ہے کہ من ضرب الخدود و شق الجیوب فلیس منا او کما قال یعنی جو منھ پیٹے اور گریبان پھاڑے وہ ہم میں سے نہیں ہے ۱۲

بعضے بڑے بڑے گناہ جن سے گناہ ہوتا ہے اور جن پر بہت سختی آئی ہے

خدا سے شرک[1] کرنا۔ ناحق خون کرنا۔ وہ عورتیں جن کی اولاد نہیں ہوتی کسی کی سنور[ع۱] ہیں بعضے ایسے ٹوٹکے کرتی ہیں کہ یہ بچہ مرجاوے اور ہمارے اولاد ہو یہ بھی اسی خون[2] میں داخل ہے۔ ماں باپ کو ستانا زنا کرنا۔ یتیموں[3] کا مال کھانا جیسے اکثر عورتیں خاوند کے تمام مال و جائداد پر قبضہ کر کے چھوٹے بچوں کا حصہ اُڑاتی ہیں۔ لڑکیوں[4] کو حصہ میراث کا نہ دینا۔ کسی عورت کو ذرا سے شبہ[ع۲] میں زنا کی تہمت[5] لگانا۔ ظلم کرنا۔ کسی کو اُسکے پیچھے بدی سے یاد کرنا۔ خدا کی رحمت سے نا اُمید ہونا۔ وعدہ کر کے پورا نہ کرنا۔ امانت میں خیانت کرنا۔ خدا کا کوئی فرض مثل نماز روزہ حج زکوٰۃ چھوڑ دینا۔ قرآن شریف پڑھ کر بھلا دینا جھوٹ بولنا خصوصاً جھوٹی قسم کھانا۔ خدا کے سوا اور کسی کی قسم کھانا یا اس طرح قسم کھانا۔

کہ مرتے وقت کلمہ نصیب نہو۔ ایمان پر خاتمہ نہو۔ خدا کے سوا کسی اور کو سجدہ کرنا بلا عذر نماز قضا کر دینا۔ کسی مسلمان کو کافر یا بے ایمان یا خدا کی مار خدا کی پھٹکار خدا کا دشمن وغیرہ کہنا۔ کسی کا گلہ شکوہ سُننا۔ چوری کرنا۔ بیاج لینا۔ اناج کی گرانی سے خوش ہونا۔ مول چکا کر پیچھے زبردستی سے کم دینا۔ غیر محرم کے پاس تنہائی میں بیٹھنا جوا کھیلنا۔ بعضی عورتیں اور لڑکیاں بدبد کے گٹے یا اور کوئی کھیل[6] کھیلتی ہیں یہ بھی جوا ہے۔ کافروں کی رسمیں پسند کرنا۔ کھانے کو بُرا کہنا۔ ناچ دیکھنا راگ باجا سُننا۔ قدرت ہونے پر نصیحت نہ کرنا کسی سے مسخراپن کر کے بے حرمت اور شرمندہ کرنا۔ کسی کا عیب ڈھونڈھنا۔

ع۱ یعنے زچہ خانہ کی حالت میں ۱۲

ع۲ جب تک دلیل شرعی زنا پر قائم نہو اُس وقت تک کسی کو زنا کار نہ سمجھے اور جب ایسی ضرورت پڑے دیندار عالموں سے مسئلہ پوچھ لے ۱۲

[1] یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ اسکو خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں یوں فرمایا ہے کہ ان الشرک لظلم عظیم اور فرمایا ہے ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذٰلک یعنی خدائے تعالیٰ شرک کو معاف نہیں فرمائیگا اور اس سے چھوٹے گناہ جسے چاہے گا بخشدیگا ۱۲ محشی

[2] جس کی ممانعت قرآن شریف میں صاف وارد ہے کہ من یقتل مومنا متعمدا فجزاؤہ جہنم خالدا فیہا جو شخص کسی ایماندار کو قتل قصداً کرے اسکی جزا دوزخ ہے ہمیشہ اس میں رہے گا ۱۲

[3] قرآن کریم میں ہے ان الذین یاکلون اموال الیتمٰی ظلما انما یاکلون فی بطونہم نارا یعنی جو لوگ ظلم سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ کھاتے ہیں ۱۲

[4] ہندوؤں کی رسم ہے بعض گروہ مسلمانوں کے بھی اسی پر عمل کرتے ہیں وہ ظالم ہیں قیامت میں ان کا حق دینا پڑے گا ۱۲

[5] اگر حاکم اسلام موجود ہو اور یہ تہمت غلط ثابت ہو تو اس شخص کیلئے شرعی حد مقرر ہے یہ ہی حکم کسی مرد کو تہمت لگانے کا ہے ۱۲

[6] یہ ٹھیکریوں کو توڑ کر گول کر کے بنائے جاتے ہیں اور گڑیوں سے کھیلنا بھی ناجائز ہے جبکہ انکا چہرہ اور اعضا بنے ہوئے ہوں اور اس زمانہ میں تو ولایتی ربڑ کی تصویریں [illegible] ۱۲

گناہوں سے بعضے دُنیا کے نقصانوں کا بیان

علم سے محروم رہنا۔ روزی کم ہو جانا۔ خدا کی یاد سے وحشت ہونا۔ آدمیوں سے وحشت ہو جانا۔ خاصکر نیک آدمیوں سے۔ اکثر کاموں میں مشکل پڑ جانا۔ دل میں صفائی نہ رہنا۔ دل میں اور بعضی دفعہ تمام بدن[1] میں کمزوری ہو جانا۔ طاعت سے محروم رہنا۔ عمر[2] گھٹ جانا۔ توبہ کی توفیق نہ ہونا۔ کچھ دنوں میں گناہ کی بُرائی دل سے جاتی رہنا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذلیل ہو جانا۔ دوسری مخلوق کو اس کا نقصان پہونچنا۔ اور اس وجہ سے اُس پر لعنت کرنا۔ عقل میں فتور ہو جانا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اُس پر لعنت ہونا فرشتوں کی دعا سے محروم رہنا۔ پیداوار میں کمی ہونا۔ شرم اور غیرت کا جاتا رہنا۔ اللہ تعالیٰ کی بڑائی اُس کے دل سے نکل جانا۔ نعمتوں کا چھن جانا۔ بلاؤں کا ہجوم ہونا۔ اُس پر شیطانوں کا مقرر ہو جانا۔ دل کا پریشان رہنا۔ مرتے وقت منہ سے کلمہ نکلنا خدا کی رحمت سے مایوس ہونا اور اس وجہ سے بے توبہ مر جانا۔

عبادت سے بعضے دُنیا کے فائدوں کا بیان

روزی بڑھنا[3] طرح طرح کی برکت ہونا تکلیف اور پریشانی دُور ہونا۔ مرادوں کے پورے ہونے میں آسانی ہونا۔ لُطف کی زندگی ہونا۔ بارش ہونا۔ ہر قسم کی بلا کا ٹل جانا اللہ تعالیٰ کا مہربان اور مددگار رہنا۔ فرشتوں کو حکم ہونا کہ اُسکا دل مضبوط رکھو۔ سچی عزت و آبرو ملنا۔ مرتبے بلند ہونا۔ سب کے دلوں میں اُس کی محبت ہو جانا۔ قرآن کا اُس کے حق میں شفا ہونا۔ مال کا نقصان ہو جاوے تو اُس سے اچھا بدلا مل جانا۔ دن بدن نعمت میں ترقی ہونا۔ مال بڑھنا۔ دل میں راحت اور تسلی رہنا۔ آئندہ نسل میں نفع پہونچنا زندگی میں غیبی بشارتیں[5] نصیب ہونا۔ مرتے وقت فرشتوں کا خوشخبری[4] سُنانا۔ مبارک باد

---

[1] کیونکہ تمام اعضا کے صحت و سقم کا دارومدار دل کے ٹھیک اور بے ٹھیک ہونے پر ہے اور ظاہر ہے کہ گناہ کرنے سے دل مردہ ہو جاتا ہے ۱۲

[2] اور یہ جو مشہور ہے کہ ظالم کی رسی دراز ہے اسکا یہ مطلب نہیں کہ ظالم کی عمر بہت ہوتی ہے بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ ظالم کو خدا تعالیٰ اس چیز کی زیادتی کرتا ہے جس کے سبب وہ گمراہ اور ظالم بنا ہے تاکہ یک لخت اکٹھا ہی عذاب کریں جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے واملی لهم ان کیدی متین ۱۲

[3] کیونکہ عبادت سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا ہوتا ہے اور شکر سے نعمتوں کی زیادتی ہوتی ہے اور روزی بھی منجملہ نعمتوں کے ایک نعمت ہے ۱۲

[4] اسکا ذکر قرآن کریم میں بھی ہے کہ فرشتے اسوقت یہ کہتے ہیں کہ ابشروا بالجنة التی کنتم توعدون اس جنت کی خوشخبری لو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا ۱۲

[5] خواب میں یا اور کسی طرح ۱۲

دینا۔ عمر بڑھنا۔ افلاس اور فاقہ سے بچا رہنا۔ تھوڑی چیز میں زیادہ برکت ہونا۔ اللہ تعالیٰ کا غصہ جاتا رہنا۔

وضوء کا بیان

وضو کرنے والی کو چاہیے کہ وضو کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ[1] کر کے کسی اونچی جگہ بیٹھے کہ چھینٹیں اُڑ کر اوپر نہ پڑیں اور وضو شروع کرتے وقت بسم اللہ کہے اور سب سے پہلے تین دفعہ گٹوں تک ہاتھ دھووے پھر تین دفعہ کلی کرے اور مسواک کرے۔ اگر مسواک نہ ہو تو کسی موٹے کپڑے یا صرف اُنگلی سے اپنے دانت صاف کرے کہ سب میل کچیل جاتا رہے۔ اگر روزہ دار نہ ہو تو غرغرہ کر کے اچھی طرح سارے منھ میں پانی پہونچاوے اور اگر روزہ دار ہو تو غرغرہ نہ کرے کہ شاید کچھ پانی حلق میں چلا جاوے پھر تین بار ناک میں پانی ڈالے —— اور بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرے لیکن جس کا روزہ ہو وہ جتنی دُور تک نرم نرم گوشت ہے اُس سے اوپر پانی نہ لیجاوے۔ پھر تین دفعہ منھ دھووے سر کے بالوں سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک اور اس کان کی لَو سے اُس کان کی لَو تک سب جگہ پانی بہہ جاوے دونوں ابرؤوں کے نیچے بھی پانی پہونچ جاوے کہیں سوکھا نہ رہے پھر تین بار داہنا ہاتھ کہنی سمیت دھووے پھر بایاں ہاتھ کہنی سمیت تین دفعہ دھووے اور ایک ہاتھ کی اُنگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی اُنگلیوں میں ڈال کر خلال کرے اور انگوٹھی چھلّہ چوڑی جو کچھ ہاتھ میں پہنے ہو ہلالیوے کہ کہیں سوکھا نہ رہ جاوے۔ پھر ایک مرتبہ سارے سر کا مسح کرے پھر کان کا مسح کرے اندر کی طرف[2] کا کلمہ کی اُنگلی سے اور کان کے اوپر کی طرف کا انگوٹھوں سے مسح کرے پھر اُنگلیوں کی

[1] اس عربی عبارت میں اس صفحہ کے سب مسائل کی دلیلیں ہیں۔ من آداب الوضوء الجلوس فی مکان مرتفع تحرزا عن الغسالة واستقبال القبلة والتسمیة ص۴۳ وسنن غسل الیدین الی الرسغین فی ابتداء الوضوء ص۳۸ والسواک والمضمضة ثلاثا ص۳۹ وص۴۰ ولو کان الاستیاک باصبع او خرقة خشنة ص۴۰ والمبالغة فی المضمضة لغیر الصائم والصائم لا یبالغ فیها خشیة افساد الصوم والاستنشاق بثلاث غرفات ص۴۱ والامتخاط بالیسری ص۴۵ وحد الوجه طولا من مبدء سطح الجبهة الی اسفل الذقن وعرضا ما بین شحمتی الاذنین وید خل فی الغسل ما بین غرمنها والثانی غسل یدیه مع مرفقیه والبداءة بالمیامن مستحبة وتخلیل الاصابع وتحریک خاتمه وتوسع واستیعاب الرأس بالمسح ومسح الاذنین ص۴۲ بان یمسح ظاهرهما بالابهامین وداخلهما بالسبابتین ۱۲ نور الایضاح مع الشرح مطبوعہ مصر محمد حیات عفی عنہ سنبھلی

[2] یہ بات کتاب میں اور سمجھنی چاہیئے کہ کان کے سوراخ میں چھنگلیا کا سرا داخل کرے قال الطحطاوی علی المراقی یدخل الخنصرین فی حجریهما ص۴۲ مصری

[3] وضو کرنے سے پہلے دل میں ارادہ کرے کہ وضو نماز کیلئے کرتی ہوں بغیر نیت ثواب وضو کا نہ ہوگا گو وضو ہو جاویگا ۱۲

پشت کی طرف سے گردن کا مسح کرے لیکن[1] گلے کا مسح نہ کرے کہ یہ بُرا اور منع ہے کان کے مسح کے لئے پانی لینے کی ضرورت نہیں سر کے مسح سے جو بچا ہوا پانی ہاتھ میں لگا ہے وہی کافی ہے اور تین بار داہنا پاؤں ٹخنے سمیت دھووے پھر بایاں پاؤں ٹخنے سمیت تین بار دھووے اور بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے پیر کی انگلیوں کا خلال کرے پیر کی داہنی چھنگلیا سے شروع کرے اور بائیں چھنگلیا پر ختم کرے یہ وضو کرنیکا طریقہ ہے لیکن اس میں بعضی چیزیں ایسی ہیں کہ اگر اُس میں سے ایک بھی چھوٹ جاوے یا کچھ کمی رہ جاوے تو وضو نہیں ہوتا جیسے پہلے بے وضو تھی اب بھی بے وضو رہے گی ایسی چیزوں کو فرض کہتے ہیں اور بعضی باتیں ایسی ہیں کہ اُن کے چھوٹ جانے سے وضو تو ہو جاتا ہے لیکن اُن کے کرنے سے ثواب ملتا ہے اور شریعت میں اُنکے کرنے کی تاکید بھی آئی ہے اگر کوئی اکثر چھوڑ دیا کرے تو گناہ ہوتا ہے ایسی چیزوں کو سنّت کہتے ہیں اور بعضی چیزیں ایسی ہیں کہ کرنے سے ثواب ہوتا ہے اور نہ کرنے سے کچھ گناہ نہیں ہوتا اور شرع میں اُن کے کرنے کی تاکید بھی نہیں ہے ایسی باتوں کو مستحب[2] کہتے ہیں۔

مسئلہ[15] وضو میں فرض فقط چار چیزیں ہیں ایک مرتبہ سارا منھ دھونا ایک ایک دفعہ کہنیوں سمیت دونوں ہاتھ دھونا ایک بار چوتھائی سر کا مسح کرنا ایک مرتبہ ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں دھونا۔ بس فرض اتنا ہی ہے اس میں سے اگر ایک چیز بھی چھوٹ جاوے گی یا کوئی جگہ بال برابر بھی سوکھی رہ جاویگی تو وضو نہ ہوگا۔

مسئلہ[16] پہلے گٹوں تک دونوں ہاتھ دھونا اور بسم اللہ کہنا اور کلّی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا مسواک کرنا سارے سر کا مسح کرنا ہر عضو کو تین تین مرتبہ دھونا۔ کانوں کا مسح کرنا۔ ہاتھ اور پیروں کی اُنگلیوں کا خلال کرنا یہ سب باتیں سنّت[3] ہیں اور اس کے سوا جو اور باتیں ہیں وہ سب مستحب ہیں۔

مسئلہ[17] جب یہ چار عضو جن کا دھونا فرض ہے دُھل جائیں گے تو وضو

---

[1] ومسح الحلقوم بدعة ص۳ ومسح اذنيه ولو بماء الرأس وغسل رجليه مع كعبيه ومستحبة التيامن ۱۲ كنز ص۳ وفي الرجلين باصبع من يديه بان يخلل بخنصر يده اليسرى يبتدر من خنصر رجله اليمنى من اسفل ويختم بخنصر رجله اليسرى ۱۲ طحطاوى على نور ومراقی ص۴۲ فرض الوضوء غسل وجهه ويديه بمرفقيه ورجليه بكعبيه ومسح ربع رأسه ۱۲ كنز ص۳

[2] وحكمة الثواب بفعله وعدم اللوم على تركه والسنة حكمها الثواب وفي تركها العتاب لا العقاب ۱۲ مراقی على النور

[3] قد مضت العبارات الدالة عليها ۱۲

محمد حیات عفی عنہ سنبھلی

ہوجاوے گا چاہے وضو کا قصد ہویا نہو[1] جیسے کوئی نہاتے وقت سارے بدن پر پانی بہالیوے اور وضو نہ کرے یا حوض میں گر پڑے یا پانی برستے میں[2] باہر کھڑی ہوجاوے اور وضو کے یہ اعضا دُھل جاویں تو وضو ہوجاویگا لیکن ثواب وضو کا نہ ملے گا۔

مسئلہ[۱۸] سنت یہی[3] ہے کہ اِسی طرح سے وضو کرے جس طرح ہم نے اوپر بیان کیا ہے اور اگر کوئی اُلٹا وضو کرے کہ پہلے پانوں دھوڈالے پھر مسح کرے پھر دونوں ہاتھ دھووے پھر مُنھ دھووے یا اور کسی طرح اُلٹ پلٹ[ع] کے وضو کرے تو بھی وضو ہوجاتا ہے لیکن سنت کے موافق وضو نہیں ہوتا اور گناہ کا خوف ہے۔

مسئلہ[۱۹] اسی طرح اگر بایاں ہاتھ بایاں پانوں پہلے دھویا تب بھی وضو ہوگیا لیکن مستحب[4] کے خلاف ہے۔

مسئلہ[۲۰] ایک عضو کو دھوکر دوسرے عضو کے دھونے میں اتنی دیر نہ لگاوے کہ پہلا عضو سوکھ جاوے[5] بلکہ اُس کے سوکھنے سے پہلے پہلے دوسرا عضو دھوڈالے اگر پہلا عضو سوکھ گیا تب دوسرا عضو دھویا تو وضو ہوجاوے گا لیکن یہ بات سنت کے خلاف ہے

مسئلہ[۲۱] ہر عضو کے دھوتے[6] وقت یہ بھی سنت ہے کہ اُس پر ہاتھ بھی پھیر لیوے تاکہ کوئی جگہ سوکھی[ع] نہ رہے سب جگہ پانی پہونچ جاوے۔

مسئلہ[۲۲] وقت[7] آنے سے پہلے ہی وضو نماز کا سامان اور تیاری کرنا بہتر اور مُستحب ہے۔

مسئلہ[۲۳] جب تک کوئی مجبوری[8] نہو خود اپنے ہاتھ سے وضو کرے کسی اور سے پانی نہ ڈلواوے اور وضو کرتے میں دنیا[9] کی کوئی بات[س] چیت نکرے بلکہ ہر عضو کے دھوتے[10] وقت بسم اللہ اور کلمہ پڑھا کرے اور پانی کتنا ہی[11] فراغت کا کیوں نہو چاہے دریا کے

ع یعنی اگر ایسی عادت ڈالے تو گناہ ہوگا ۱۲

ع خصوصاً جاڑوں میں اس کا زیادہ خیال رکھے کہ جاڑے کے موسم میں خشکی زیادہ ہوتی ہے ۱۲

س یعنی فضول اور بلا ضرورت باتیں نکرے ضرورت کی بات کا مضائقہ نہیں ۱۲ تصحیح الاغلاط

---

[1] لہ یستفاد ذلک مما قال الشامی فی حاشیۃ علی الدر علی ص۱۰۰ ای الوضوء بدون النیۃ لیس عبادۃ وذلک کان دخل الماء متوضأ او مختار القصد التبرد او للجمع وازالۃ الوسخ کما فی الفتح ۱۲

[2] ۲ اذا اصاب الرجل المطر او وقع فی نہر جار جاز وضوءہ ۱۲ سراجیہ ص۵ محمد حیات عفی لہ

[3] ۳ وسن الترتیب ولم یکن فرضاً ۱۲ مراقی علی نور الایضاح ص۴۳

[4] ۴ وسن البداءۃ بالمیامن ۱۲ بحوالہ مذکورہ

[5] ۵ وسن الولاء وہو المتابعۃ بغسل الاعضاء قبل جفاف السابق ۱۲ حوالہ مذکورہ

[6] ۶ وسن الدلک لفعلہ صلی اللہ علیہ وسلم بامرار الید علی الاعضاء ۱۲ حوالہ مذکورہ

[7] ۷ واما آدابہ فہو ان یتاہب للصلوۃ قبل دخول الوقت ۱۲ کبیری ص۲۷

[8] ۸ ومن الآداب ان یتولی ای یباشر الوضوء بنفسہ ۱۲ کبیری ص۳۰

[9] ۹ ومن الآداب ان لا یتکلم فی اثناء الوضوء بکلام الدنیا ۱۲ کبیری ص۳۰

[10] ۱۰ والتسمیۃ عند غسل کل عضو ۱۲ مراقی ص۴۵

[11] ۱۱ من المکروہات الاسراف فی صب الماء لقولہ سعد افی الوضوء سرف فقال صلی اللہ علیہ وسلم نعم وان کنت علی نہر جار ۱۲ نور الایضاح مع شرحہ ص۴۷ والتقتیر ایضاً من المکروہات ۱۲ حوالہ مذکورہ

کنارے پر ہو لیکن تب بھی پانی ضرورت سے زیادہ خرچ نہ کرے اور نہ پانی میں بہت کمی کرے کہ اچھی طرح دھونے میں دقت ہو نہ کسی عضو کو تین مرتبہ سے زیادہ دھووے[۱] اور منہ دھوتے وقت پانی کا چھینٹا زور سے[۲] منہ پر نہ مارے۔ نہ پھنکار مار کے[۳] چھینٹیں اڑاوے اور اپنے منہ اور آنکھوں کو بہت زور سے نہ بند کرے کہ یہ سب باتیں مکروہ اور منع ہیں۔ اگر آنکھ یا منہ زور سے بند کیا اور پلک یا ہونٹ پر کچھ سوکھا رہ گیا یا آنکھ کے کوئے میں پانی نہیں پہونچا تو وضو نہیں ہوا۔[۴]

مسئلہ ۲۴ انگوٹھی[۵] چھلے چوڑی کنگن وغیرہ اگر ڈھیلے ہوں کہ بے ہلائے بھی اُن کے نیچے پانی پہونچ جاوے تب بھی اُنکا ہلا لینا مستحب ہے اگر ایسے تنگ ہوں کہ بغیر ہلائے پانی نہ پہونچنے کا گمان ہو تو اُن کو ہلا کر اچھی طرح پانی پہونچا دینا ضروری اور واجب ہے نتھ کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر سوراخ ڈھیلا ہے اُس وقت تو ہلانا مستحب ہے اور جب تنگ ہو کہ بے پھرائے اور ہلائے پانی نہ پہونچے گا تو منہ دھوتے وقت گھما کر اور ہلا کر پانی اندر پہونچانا واجب ہے۔

مسئلہ ۲۵ اگر کسی کے ناخن میں[۶] آٹا لگ کر سوکھ گیا اور اُس کے نیچے پانی نہیں پہونچا تو وضو نہیں ہوا جب یاد آوے اور آٹا دیکھے تو آٹا چھوڑا کر پانی ڈال لے اور اگر پانی پہونچانے سے پہلے کوئی نماز پڑھ لی ہو تو اُس کو لوٹاوے اور پھر سے پڑھے۔

مسئلہ ۲۶ کسی کے ماتھے پر افشاں[ع۱] چنی ہو اور[۷] اوپر اوپر سے پانی بہا لیوے کہ افشاں نہ چھوٹنے پاوے تو وضو نہیں ہوتا۔ ماتھے کا سب گوند چھڑا کر منہ دھونا چاہیئے۔

مسئلہ ۲۷ جب وضو کر چکے تو سورۂ انا انزلنا[ع۲] اور یہ دعا[۸] پڑھے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ عِبَادِکَ الصّٰلِحِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔

مسئلہ ۲۸ جب وضو کر چکے تو بہتر ہے کہ دو رکعت[۹] نماز پڑھے[ع۳] اس نماز کو جو وضو

ع۱ چلکے کے تاروں کو باریک کتر کر دلھن وغیرہ کی پیشانی پر لگاتے ہیں اُس کو افشاں کہتے ہیں ۱۲

ع۲ حدیث میں ہے کہ جو ایکبار بعد وضو کے سورۂ انا انزلناہ پڑھے تو وہ صدیقین سے ہوگا (کنز العمال) یعنی اسکو بڑا ثواب ملیگا ۱۲

ع۳ اس میں یہ ضرور شرط ہے کہ اوقاتِ مکروہہ میں سے کوئی وقت نہ ہو ۱۲ تصحیح الاغلاط۔

---

۱ وان لا یتجاوز الحد المسنون حضرات الثلث ۱۲ کبیری ص۳۸

۲ ویکرہ ضرب الوجہ ۱۲ نور الایضاح

۳ وان لا ینفخ فی الماء ۱۲ تغمیض فاہ ولا عینیہ تغمیضا

۴ حتی لو بقیت علی شفتیہ علی جفنیہ لمعۃ لا یجوز وضوءہ منیہ

۵ ومن آدابہ تحریک خاتمہ واسع ومثلہ القرط وکذا لضیق علم وصول الماء والا فرض ۱۲ مختار ص۱۱۷

۶ والشرط الثالث زوال ما یمنع وصول الماء الی الجسد شمع وشحم وعجین وطین وقال قیلہ لو بقی مقدار مغرز ابرۃ لم یصبہ الماء من المفروض غسلہ لم یصح الوضوء ۱۲ مراقی علی نور ص۳۶ ۱۲

۷ یستدل علیہ بما مر فی النمرۃ السابقۃ ۱۲ محشی عفی عنہ

۸ ومن آداب الوضوء ان یقول اللھم اجعلنی الخ وقرءۃ سورۃ القدر ثلاثا ۱۲ مراقی علی نور الایضاح

۹ ومن آداب الوضوء صلوۃ رکعتین فی غیر وقت کراہۃ لما رواہ مسلم وابوداؤد الخ ۱۲ در مع الشامی ص۱۲۲

کے بعد پڑھی جاتی ہے تحیۃ الوضو کہتے ہیں حدیث شریف میں اسکا بڑا ثواب آیا ہے۔

مسئلہ ۲۹ اگر ایک وقت وضو کیا تھا پھر دوسرا وقت آگیا اور ابھی وضو ٹوٹا نہیں ہے تو اسی وضو سے نماز پڑھنا جائز ہے اور اگر تازہ وضو کرے[ف۱] تو بہت ثواب ملتا ہے۔

مسئلہ ۳۰ جب ایک دفعہ وضو کر لیا اور ابھی وہ ٹوٹا نہیں تو جب تک اس وضو سے کوئی عبادت نہ کر لے اُس وقت تک دوسرا وضو کرنا مکروہ اور ممنوع ہے۔ تو اگر نہاتے وقت کسی نے وضو کیا ہے تو اسی وضو سے نماز پڑھنا چاہیے بغیر اس کے ٹوٹے دوسرا وضو نہ کرے ہاں اگر کم سے کم دو ہی رکعت نماز اس وضو سے پڑھ چکی ہو تو دوسرا[ف۲] وضو کرنے میں کچھ حرج نہیں بلکہ ثواب ہے۔

مسئلہ ۳۱ کسی[ف۳] کے ہاتھ یا پانوں پھٹ گئے اور اُس میں موم روغن یا اور کوئی دوا بھر لی اور[ع] اُس کے نکالنے سے ضرر ہو گا تو اگر بے اسکے نکالے اوپر ہی اوپر پانی بہا دیا تو وضو درست ہے۔

مسئلہ ۳۲ وضو کرتے وقت ایڑی پر یا کسی اور جگہ پانی نہیں پہونچا اور جب وضو ہو چکا تب معلوم ہوا کہ فلانی جگہ سوکھی ہے تو وہاں پر فقط ہاتھ پھیر لینا کافی نہیں ہے بلکہ پانی بہانا چاہیے۔

مسئلہ ۳۳ اگر ہاتھ یا پانوں وغیرہ میں کوئی پھوڑا ہے یا کوئی اور ایسی بیماری[ف۴] ہے کہ اسپر پانی ڈالنے سے نقصان ہوتا ہے تو پانی نہ ڈالے وضو کرتے وقت صرف بھیگا ہاتھ پھیر لیوے اس کو مسح کہتے ہیں اور اگر یہ بھی نقصان کرے تو ہاتھ بھی نہ پھیرے اُتنی جگہ چھوڑ دے۔

مسئلہ ۳۴ اگر زخم پر پٹی بندھی ہو اور پٹی[ف۵] کھولکر زخم پر مسح کرنے سے نقصان ہو یا پٹی کھولنے باندھنے میں بڑی دقت اور تکلیف ہو تو پٹی کے اوپر مسح کر لینا درست ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو پٹی پر مسح کرنا درست نہیں پٹی کھولکر زخم پر مسح کرنا چاہیے۔

مسئلہ ۳۵ اگر پوری[ف۶] پٹی کے نیچے زخم نہیں ہے تو اگر پٹی کھولکر زخم کو چھوڑ کر اور سب جگہ دھو سکے تو دھونا چاہیے اور اگر پٹی نہ کھول سکے تو ساری پٹی پر مسح کر لیوے جہاں زخم ہے

ع اور اُس کے نکالنے سے ضرر ہو گا کی قید اس مرتبہ اضافہ ہوئی ہے ۱۲۔

ف۱ ومن المندوب الوضوء على الوضوء فتاوى قاضی خاں ص ۱۲

ف۲ قال الشامي ويؤيد ما قاله ابن العماد قال في شرح المصابيح وانما يستحب الوضوء ان اصلى بالوضوء الاول صلاة كذا في الشرح ۱۲ ص ۱۱۱

ف۳ واذا كان برجله شقاق فجعل فيه الشحم او المرهم ان كان لا يضره ايصال الماء لا يجزيه غسله وضوءه وان كان يضره يجوز امرار الماء على ظاهر ذلك ۱۲ صغیری ص واضره غسل شقوق رجليه جاز امراء الماء على الدواء الذي وضعه فيها ۱۲ نور الایضاح مع الشرح ص ۳۷

ف۴ في اعضائه شقاق غسله ان قدر والا مسحه والا تركه ۱۲ درمختار بر شامی ص ۹۵

ف۵ اذا جرح فشده بخرقة او جبيرة وكان لا يستطيع غسل العضو ولا مسحه وجب المسح على اكثر ما شد به العضو ان كان المسح على عين الجراحة لا يضرها لا يجوز المسح الا على عينها ۱۲ طحطاوی علی نور الایضاح ص

ف۶ وكفى المسح على ما ظهر من الجسد بين العصابة المختصر ان ضره حلها والا حلها وغسل الصحيح ومسح الجرح ۱۲ بحوالہ الطحطاوی

وہاں بھی اور جہاں زخم نہیں ہے وہاں بھی۔

مسئلہ ۳۶ ہڈی[۱] کے ٹوٹ جانے کے وقت بانس کی کھپچیاں رکھ کے ٹکھٹی بنا کر باندھتے ہیں اُس کا بھی یہی حکم ہے کہ جب تک ٹکھٹی نہ کھول سکے ٹکھٹی کے اوپر ہاتھ پھیر لیا کرے اور فصد کی پٹی کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر زخم کے اوپر مسح نہ کر سکے تو پٹی کھولکر کپڑے کی گدی پر مسح کرے اور اگر کوئی کھولنے باندھنے والا نہ ملے تو پٹی ہی پر مسح[۲] کر لے۔

مسئلہ ۳۷ ٹکھٹی اور پٹی وغیرہ میں بہتر تو یہ ہے کہ ساری ٹکھٹی پر مسح کرے اور اگر ساری پر نہ کرے بلکہ آدھی سے زائد پر کرے تو بھی جائز ہے۔ اگر فقط آدھی یا آدھی سے کم پر کرے تو جائز نہیں ہے۔

مسئلہ ۳۸ اگر ٹکھٹی یا پٹی کھُل کر گر پڑے اور زخم ابھی اچھا نہیں ہوا تو پھر باندھ لیوے اور وہی پہلا مسح باقی ہے پھر مسح کرنے کی ضرورت[۳] نہیں ہے اور اگر زخم اچھا ہو گیا ہے کہ اب باندھنے کی ضرورت نہیں ہے تو مسح ٹوٹ گیا اب اُتنی جگہ دھو کر نماز پڑھے سارا اُدھر[۵]انا ضروری نہیں ہے۔

وضو کی توڑنے والی چیزوں کا بیان

مسئلہ ۱ پاخانہ پیشاب[۶] اور ہوا جو پیچھے سے نکلے اُس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے البتہ اگر آگے کی راہ سے ہوا نکلے جیسا کہ کبھی بیماری سے ایسا ہو جاتا ہے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اور اگر آگے یا پیچھے سے کوئی کیڑا جیسے کینچوا یا کنکری وغیرہ نکلے تو بھی وضو ٹوٹ گیا۔

مسئلہ ۲ اگر کسی[۷] کے کوئی زخم ہو اُس میں سے کیڑا نکلے یا کان سے نکلا یا زخم میں سے کچھ گوشت کٹ کے گر پڑا اور خون نہیں نکلا تو اس سے وضو نہیں ٹوٹا۔

مسئلہ ۳ اگر کسی[۸] نے فصد لی یا نکسیر پھوٹی یا چوٹ لگی اور خون نکل آیا یا پھوڑے پھنسی سے یا بدن بھر میں اور کہیں سے خون نکلا یا پیپ نکلی تو وضو جاتا رہا۔ البتہ اگر زخم کے منہ ہی پر رہے زخم کے منھ سے آگے نہ بڑھے تو وضو نہیں گیا۔ تو اگر کسی کے سوئی

[۱] ولا فرق فی جمیع ما تقدم بین الجبیرۃ وعصابۃ الفصادۃ والقروح والجراحات ۱۲ صغیری صـ۶۶

[۲] ویجب المسح علی اکثر ما شد العضو بہ فیصح لکلا یؤدی الی فساد الجراحۃ بالاستیعاب ۱۲ مراقی صـ۷۸ ولو کان المسح علی النصف او اقل لا یجوز ۱۲ فیہ

[۳] ولا یبطل المسح بسقوطہا قبل البرء ۱۲ مراقی صـ۷۶ فان سقطت عن برء بطل المسح ۱۲ کنز صـ۷

[۴] وجب المسح علی الجراحۃ اذا کانت الجراحۃ فی موضع لو حل الجبیرۃ امکنہ ان یشدہ بنفسہ والا جاز المسح علی الجبیرۃ ۱۲ قاضی خاں صـ۲۵

[۵] ولا یجب غسل ذالک الموضع خاصۃ ۱۲ عالمگیری ج ۱ صـ۳۵

[۶] وینقض الوضوء ما خرج من السبیلین وسواء المعتاد وغیرہ کالدودۃ والحصاۃ الا ریح القبل ۱۲ نور الایضاح مع الشرح صـ۵۰

[۷] ولا خروج دودۃ من جرح او اذن او انف وکذا لحم سقط منہ لطہارتہا وعدم السیلان فیما علیہا ۱۲ در مختار صـ۲۵

[۸] القیح والدم والصدید اذا سال عن راس الجرح نقض الوضوء وان علا وانتفخ ولم یسل لا ینقض والرعاف ینقض ۱۲ فتاوے قاضی خاں صـ۱۸ لو خرجت بثرت فسال منہا ماء او غیرہ نقض الوضوء وان لم یسل لا ۱۲ سراجیہ صـ۲۷

چُبھ گئی اور خون نکل آیا لیکن بہا نہیں ہے تو وضو نہیں ٹوٹا اور جو ذرا بھی بہہ پڑا ہو تو وضو ٹوٹ گیا۔

مسئلہ اگر کسی نے ناک سنکی اور اُس میں[1] جمے ہوئے خون کی پھٹکیاں نکلیں تو وضو نہیں گیا وضو جب ٹوٹتا ہے کہ پتلا خون نکلے اور بہہ پڑے۔ سو اگر کسی نے اپنی ناک میں اُنگلی ڈالی پھر جب اُس کو نکالا تو اُنگلی میں خون کا دھبہ معلوم ہوا لیکن وہ خون بس اتنا ہی ہے کہ اُنگلی میں تو ذرا سا لگ جاتا ہے لیکن بہتا نہیں تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

مسئلہ ۱۰ کسی[2] کی آنکھ کے اندر کوئی دانہ وغیرہ تھا وہ ٹوٹ گیا یا خود اُس نے توڑ دیا اور اُس کا پانی بہکر آنکھ میں تو پھیل گیا لیکن آنکھ کے باہر نہیں نکلا تو اُس کا وضو نہیں ٹوٹا اور اگر آنکھ کے باہر پانی نکل پڑا تو وضو ٹوٹ گیا اسی طرح اگر کان کے اندر دانہ ہو اور ٹوٹ جائے تو جب تک خون پیپ سوراخ کے اندر اُس جگہ تک رہے جہاں پانی پہونچانا غسل کرتے وقت فرض نہیں ہے تب تک وضو نہیں جاتا اور جب ایسی جگہ پر آجاوے جہاں پانی پہونچانا فرض ہے تو وضو ٹوٹ جاوے گا۔

مسئلہ ۱۱ کسی نے اپنے پھوڑے[3] یا چھالے کے اوپر کا چھلکا نوچ ڈالا اور اُسکے نیچے خون یا پیپ دکھائی دینے لگا لیکن وہ خون پیپ اپنی جگہ پر ٹھہرا ہے کسی طرف نکل کے بہا نہیں تو وضو نہیں ٹوٹا اور جو بہہ پڑا تو وضو ٹوٹ گیا۔

مسئلہ ۱۲ کسی کے پھوڑے[4] میں بڑا گہرا گھاؤ ہو گیا تو جب تک خون پیپ اُس گھاؤ کے سوراخ کے اندر ہی اندر ہے باہر نکل کر بدن پر نہ آوے اُس وقت تک وضو نہیں ٹوٹتا۔

مسئلہ ۱۳ اگر پھوڑے پھنسی کا خون آپ[5] سے نہیں نکلا بلکہ اُس نے دبا کے نکالا ہے تب بھی وضو ٹوٹ جاوے گا جبکہ وہ خون بہہ جاوے۔

مسئلہ ۱۴ کسی کے زخم سے ذرا ذرا خون[6] نکلنے لگا اُس پر اُس نے مٹی ڈالدی یا کپڑے سے پونچھ لیا پھر ذرا سا نکلا پھر اُس نے پونچھ ڈالا اسی طرح کئی دفعہ کیا کہ خون بہنے نہیں پایا تو دل میں سوچے اگر ایسا معلوم ہو کہ اگر پونچھا نہ جاتا تو بہہ پڑتا تو وضو

[1] رجل امتخط فسقطت من انفہ کتلۃ دم لم ینتقض وان قطرت انتقض ۱۲ منیہ ص۴۹
[2] بخلاف ترقیدن آبلہ در درون چشم کہ منتقض نمی شود وضو ۱۲ شرح مختصر وقایہ فارسی ص۱۷ فلا ینقض دم سائل فی داخل العین الی جانب آخر منہا ۱۲ نور الایضاح مع الشرح ص۵۱ واذا خرج الدم من الراس الی الفا والی اذنہ ان سال الی موضع یجب تطہیرہ عند الاغتسال نقض ۱۲ کبیری ص۱۳۰
[3] لفظ قشرت فسال منہا ماء اوغیرہ نقض الوضوء ان لم یسل لا ۱۲ سراجیہ ص۴۲
[4] الدم اذا سال عن راس الجرح نقض الوضوء وان علا وانتفخ ولم یسل لا ینقض ۱۲ قاضی خاں ص۱۸
[5] والمخرج بعصرہ والخارج بنفسہ سیان فی حکم النقض ۱۲ درمختار ص۲۵
[6] ولو القی علیہ ترابا او رمادا او مسحہ بخرقۃ ثم وثم ان کان بحال لو ترکہ یسیل نقض الوضوء والا فلا ۱۲ قاضی خاں ص۱۸

ٹوٹ جاویگا اور اگر ایسا ہو کہ پونچھا نہ جاتا تب بھی نہ بہتا تو وضو نہ ٹوٹے گا۔

مسئلہ ۱۵ کسی[۱] کے تھوک میں خون معلوم ہوا تو اگر تھوک میں خون بہت کم ہے اور تھوک کا رنگ سپیدی یا زردی مائل ہے تو وضو نہیں گیا اور اگر خون زیادہ یا برابر ہے اور رنگ سُرخی مائل ہے تو وضو ٹوٹ گیا۔

مسئلہ ۱۶ اگر دانت[۲] سے کوئی چیز کاٹی اور اُس چیز پر خون کا دھبّا معلوم ہوا یا دانت میں خلال کیا اور خلال میں خون کی سُرخی دکھائی دی لیکن تھوک میں بالکل خون کا رنگ معلوم نہیں ہوتا تو وضو نہیں ٹوٹا۔

مسئلہ ۱۷ کسی نے جونک[۳] لگوائی اور جونک میں اتنا خون بھر گیا کہ اگر بیچ سے کاٹ دو تو خون بہہ پڑے تو وضو جاتا رہا اور جو اتنا نہ پیا ہو بلکہ بہت کم پیا ہو تو وضو نہیں ٹوٹا۔ اور اگر مچھر یا مکھی یا کھٹمل نے خون پیا تو وضو نہیں ٹوٹا۔

مسئلہ ۱۸ کسی[۴] کے کان میں درد ہوتا ہے اور پانی نکلا کرتا ہے تو یہ پانی جو کان سے بہتا ہے نجس ہے اگرچہ کچھ پھوڑا یا پھنسی نہ معلوم ہوتی ہو پس اس کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاویگا جب کان کے سوراخ سے نکل کر اُس جگہ تک آ جاوے جس کا دھونا غسل کرتے وقت فرض ہے۔ اسی طرح اگر ناف سے پانی نکلے اور درد بھی ہوتا ہو تو اس سے بھی وضو ٹوٹ جاویگا ایسے ہی اگر آنکھیں دُکھتی ہوں اور کھٹکتی ہوں تو پانی بہنے اور آنسو نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور اگر آنکھیں نہ دُکھتی ہوں نہ اُس میں کچھ کھٹک ہو تو آنسو نکلنے[ع] سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

مسئلہ ۱۹ اگر چھاتی سے پانی نکلتا ہے اور درد بھی ہوتا ہے تو وہ بھی نجس ہے اس سے وضو[۵] جاتا رہیگا اور اگر درد نہیں ہے تو نجس نہیں ہے اور اس سے بھی وضو

ع مطلب یہ ہے کہ جب پانی آنکھ کے مرض کی وجہ سے نکلے تب وضو ٹوٹے گا تو اگر آنکھ نہ دکھتی ہو اور نزلہ کی وجہ سے آنکھ سے پانی بہے تو وضو نہ ٹوٹیگا اور مشہور قول یہی ہے مگر تحقیق یہ ہے کہ اگر آنکھ سے پانی کسی زخم کی وجہ سے نکلے خواہ وہ زخم ظاہر میں معلوم ہوتا ہو یا کسی مسلمان دیندار طبیب کی تشخیص سے معلوم ہو تب تو اُس پانی کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاویگا ورنہ نہیں ۱۲

---

۱ و ینقضہ دم غلب علی بزاق او ساواہ لا المغلوب بالبزاق ۱۲ در مختار ص ۲۶

۲ لو عض شیئا فرای اثر الدم علیہ فلا وضوء علیہ وکذا لو رای الدم علی الخلال ۱۲ شرح منیہ کبیر ص ۱۳۰ و قاضی خاں

۳ اذا مصت العلقۃ و امتلأت من الدم ینقض الوضوء والقراد اذا کان صغیرا بمنزلۃ البعوض والذباب لا ینقض الوضوء ۱۲ قاضی خاں ص ۱۹ العاجز محمد حیات غفرلہ

۴ ما بہ الجرح والنفطۃ و ماء السرۃ والثدی والعین والاذن ان کان لعلۃ سواء فی الاصح ای فی النقض ۱۲ البحر الرائق شرح کنز الدقائق نقلا عن الطحطاوی ص ۵۱

۵ یعلم دلیلہ مامر فی الثمرۃ السابقۃ فتذکر ۱۲

نہیں ٹوٹے گا۔

مسئلہ [۲۰] اگر قے[۱] ہوئی اور اُس میں کھانا یا پانی یا پت گرے تو اگر بھر منہ قے ہوئی ہو تو وضو ٹوٹ گیا اور اگر بھر منہ قے نہیں ہوئی تو وضو نہیں ٹوٹا، اور بھر منہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ مشکل سے منہ میں رُکے، اور اگر قے میں نرا بلغم گرا تو وضو نہیں گیا چاہے جتنا ہو بھر منہ ہو چاہے نہو سب کا ایک حکم ہے اور اگر قے میں خون گرے تو اگر پتلا اور بہتا ہوا ہو تو وضو ٹوٹ جاویگا چاہے کم ہو چاہے زیادہ بھر منہ ہو یا نہ ہو، اور اگر جما ہوا ٹکڑے ٹکڑے گرے اور بھر منہ ہو تو وضو ٹوٹ جاویگا اور اگر کم ہو تو وضو نہ جاوے گا۔

مسئلہ [۲۱] اگر تھوڑی تھوڑی کر کے کئی دفعہ قے ہوئی لیکن سب ملا کر اتنی ہے کہ اگر ایک دفعہ میں گرتی تو بھر منہ ہو جاتی تو اگر ایک ہی متلی برابر باقی رہی اور تھوڑی تھوڑی قے ہوتی رہی تو وضو ٹوٹ گیا اور اگر ایک ہی متلی برابر نہیں رہی بلکہ پہلی دفعہ کی متلی جاتی رہی تھی اور جی اچھا ہو گیا تھا پھر دوبارہ متلی شروع ہوئی اور تھوڑی سی قے ہوگئی پھر جب یہ متلی جاتی رہی تو تیسری دفعہ پھر متلی شروع ہو کر قے ہوئی تو وضو نہیں ٹوٹا۔

مسئلہ [۲۲] لیٹے لیٹے آنکھ لگ گئی یا کسی چیز سے ٹیک لگا کر بیٹھے بیٹھے سو گئی اور ایسی غفلت ہوگئی کہ اگر وہ ٹیک نہوتی تو گر پڑتی تو وضو جاتا رہا۔ اور اگر نماز میں بیٹھے بیٹھے یا کھڑے کھڑے سو جاوے تو وضو نہیں گیا۔ اور اگر سجدہ[ع] میں سو جاوے تو وضو ٹوٹ جاوے گا۔

مسئلہ [۲۳] اور اگر نماز سے باہر بیٹھے بیٹھے سو گئے اور اپنا چوتڑ ایڑی سے دبا لیوے اور دیوار وغیرہ کسی چیز سے ٹیک بھی نہ لگاوے تو وضو نہیں ٹوٹتا۔

مسئلہ [۲۴] بیٹھے ہوئے نیند کا ایسا جھونکا آیا کہ گر پڑی تو اگر گر کے فوراً ہی آنکھ کھل گئی ہو تو وضو نہیں گیا اور جو گرنے کے ذرا بعد آنکھ کھلی ہو تو وضو جاتا رہا اور اگر بیٹھی

ع یہ حکم عورتوں کا ہے اور مرد اگر سجدے میں سو وے تو وضو نہیں ٹوٹتا جبکہ اسی طرح سجدہ کرے جس طرح مردوں کو سجدہ کرنیکا حکم ہے ۱۲

ع مطلب یہ ہے کہ جس طرح عورتوں کو سجدہ کرنے کا حکم ہے اگر وہ اس طرح سجدہ کریں اور اس میں سو جاویں تو وضو ٹوٹ جاوے گا۔ ۱۲ تصحیح الاغلاط۔

---

۱ وینقضہ قی طعام او ماء او علق او مرۃ اذا ملأ الفم وحدہ ما لا ینطبق علیہ الفم الا بتکلف علی الاصح ۱۲ نور الایضاح مع الشرح ص ۲۵

۲ وان قاء بلغما لا ینقض فی قول الطرفین وان قاء دما نقض الوضوء وان لم یملأ الفم فی قول الشیخین ۱۲ قاضی خاں مع تغیر ما ص ۱۸

۳ ویجمع متفرق القیٔ اذا اتحد سببہ فینقض ان کان قدر ملأ الفم ۱۲ نور الایضاح مع الشرح ص ۲۵

۴ وان نام مستندا الی شیٔ لو ازیل عنہ لسقط وان نام فی الصلوٰۃ قائما او راکعا او ساجدا او قاعدا فلا وضوء علیہ ۱۲ فیہ ص ۲۵

۵ ما فی الشامی حاصلہ انہ قال فی البحر النوم ساجدا علی الہیئۃ المسنونۃ غیر ناقض فظاھرہ ان المراد الہیئۃ المسنونۃ فی حق الرجل لا المرأۃ ۱۲ شامی ص ۱۴۶

۶ وان نام قاعدا مستویا علی الارض مستوثقا مسکتہ ولم یسند ظہرہ الی شیٔ لا وضوء علیہ ۱۲ قاضی خاں ص ۲۱

۷ وان سقط النائم ان انتبہ بعد ما سقط علی الارض فعلیہ الوضوء وان انتبہ قبل السقوط فلا وضوء علیہ وعن ابی حنیفۃ ان انتبہ عند اصابۃ الارض بلا فصل لم ینتقض وضوءہ ۱۲ کبیری ص ۱۳۶ وکذا لا وضوء علیہ لو وضع فی ہذہ الحالۃ راسہ علی رکبتیہ ۱۲ ص ۱۳۷

جھومتی رہی گری نہیں تب بھی وضو نہیں گیا۔

مسئلہ ۲۵ اگر بیہوشی[1] ہو گئی یا جنون سے عقل باقی نہ رہی تو وضو جاتا رہا چاہے بیہوشی اور جنون تھوڑی ہی دیر رہا ہو۔ ایسے ہی اگر تمباکو وغیرہ کوئی نشہ کی چیز کھا لی اور اتنا نشہ ہو گیا کہ اچھی طرح چلا نہیں جاتا اور قدم ادھر ادھر بہکتا اور ڈگمگاتا ہے تو بھی وضو جاتا رہا۔

مسئلہ ۲۶ اگر نماز[2] میں اتنے زور سے ہنسی نکل گئی کہ اس نے آپ بھی اپنی آواز سن لی اور اس کے[ع] پاس والیوں نے بھی سب نے سن لی جیسے کھل کھلا کر ہنسنے میں سب پاس والیاں سن لیتی ہیں۔ اس سے بھی وضو ٹوٹ گیا اور نماز بھی ٹوٹ گئی، اور اگر ایسا ہوا کہ اپنے کو تو آواز سنائی دیوے مگر سب پاس والیاں نہ سن سکیں اگرچہ[ع] بہت ہی پاس والی سن لے اس سے نماز ٹوٹ جاوے گی وضو نہ ٹوٹے گا اور اگر ہنسی میں فقط دانت کھل گئے آواز بالکل نہیں نکلی تو نہ وضو ٹوٹا نہ نماز گئی۔ البتہ اگر چھوٹی لڑکی جو ابھی جوان نہ ہوئی ہو زور سے نماز میں ہنسے یا سجدۂ تلاوت میں بڑی عورت کو ہنسی آوے تو وضو نہیں جاتا ہاں وہ سجدہ اور نماز جاتی رہے گی جس میں ہنسی آئی۔

نوٹ: مسئلہ ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱ صفحہ ۸۲ پر درج کیا گیا ۱۲

مسئلہ ۳۲ وضو[3] کے بعد ناخن کٹائے یا زخم کے اوپر کی مردار کھال نوچ ڈالی تو وضو میں کوئی نقصان نہیں آیا نہ تو وضو کے دوہرانے کی ضرورت ہے اور نہ اتنی جگہ کے پھر تر کرنے کا حکم ہے۔

مسئلہ ۳۳ وضو[4] کے بعد کسی کا ستر دیکھ لیا یا اپنا ستر کھل گیا یا ننگی ہو کر نہائی اور ننگے ہی وضو کیا تو اس کا وضو درست ہے پھر وضو دہرانے کی ضرورت نہیں ہے البتہ بدون ناچاری کے کسی کا ستر دیکھنا یا اپنا دکھلانا گناہ کی بات ہے۔

مسئلہ ۳۴ جس چیز کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے وہ چیز[5] نجس ہوتی ہے اور جس سے وضو نہیں ٹوٹتا وہ نجس بھی نہیں۔ تو اگر ذرا سا خون نکلا کہ زخم کے منہ سے بہا

ع عبارت والیوں نے بھی سے والیاں سن لیتی ہیں تک پہلے حاشیہ میں تھی اب داخل متن کی گئی ۱۲

ع اگرچہ سے سن لے تک پہلے حاشیہ میں تھا اب داخل متن کیا گیا ۱۲

---

[1] وینقضہ اغماء وجنون وسکر وہو خفۃ بظہر اثرہا بالتمایل وبیقی النقص بالکل المخشیتہ اذا دخل فی مشیتہ اختلال ۱۲ طحطاوی علی المراقی صفحہ ۵۴

[2] ینقضہ قہقہۃ بتصل وحدہا ان یکون مسموعا لہ ولجیرانہ ہو یبطل الصلوٰۃ والوضوء والضحک ان یکون مسموعا لہ لا لجیرانہ وہو مبطل الصلوٰۃ لا الوضوء والتبسم ان لا یکون مسموعا اصلا وہو لا یبطل شیئا ۱۲ شرح وقایہ صفحہ ۱۰

[3] لا یعاد الغسل لقص ظفرہ ۱۲ نور الایضاح مع الشرح صفحہ ۴۲ وفی قاضی خاں صفحہ ۱۷ ولو کان علی اعضاء وضوءہ قرحۃ نحو الدمل وعلیہا جلدۃ رقیقۃ فتوضأ وامر الماء علی ظاہر الجلدۃ ثم نزع الجلدۃ ولم یغسل ما تحتہا وصلی جازت صلوتہ ۱۲

[4] عدم ذکر الفقہاء لہ فی النواقض دلیل علی کونہ غیر ناقض للوضوء وجاء فی الحدیث ان اللہ حیی ستیر یحب الحیاء والستر فاذا اغتسل احدکم فلیستتر ۱۲ کبیری

[5] وما لیس بحدث لیس بنجس فالدم اذا لم یسل عن راس الجرح طاہر وکذا القی القلیل ۱۲ شرح وقایہ صفحہ ۹

نہیں یا ذرا سی قے ہوئی بھر منھ نہیں ہوئی اور اُس میں[عہ] کھانا یا پانی یا پت یا جما ہوا خون نکلا تو یہ خون اور قے نجس نہیں ہے اگر کپڑے یا بدن میں لگ جاوے اس کا دھونا واجب نہیں۔ اور اگر بھر منھ قے ہوئی اور خون زخم سے بہہ گیا تو وہ نجس ہے اُس کا دھونا واجب ہے۔ اور اگر اتنی قے کر کے کٹورے یا لوٹے کو منھ لگا کر کے کلی کے واسطے پانی لیا تو وہ برتن ناپاک ہو جاویگا اس لئے چلو سے پانی لینا چاہیئے۔

مسئلہ ۳۵ چھوٹا لڑکا جو دودھ[۱] ڈالتا ہے اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر بھر منھ نہ ہو تو نجس نہیں ہے اور جب بھر منھ ہو تو نجس ہے اگر بے اس کے دھوئے نماز پڑھے گی تو نماز نہ ہو گی۔

مسئلہ ۳۶ اگر[۲] وضو کرنا تو یاد ہے اور اُس کے بعد وضو ٹوٹنا اچھی طرح یاد نہیں کہ ٹوٹا ہے یا نہیں ٹوٹا تو اُس کا وضو باقی سمجھا جاویگا اُسی سے نماز درست ہے لیکن پھر وضو کر لینا بہتر ہے۔

مسئلہ ۳۷ جس کو وضو کرنے میں[۳] شک ہوا کہ فلانا عضو دھویا یا نہیں تو وہ عضو پھر دھو لینا چاہیئے اور اگر وضو کر چکنے بعد شک ہوا تو کچھ پرواہ نکرے وضو ہو گیا البتہ اگر یقین ہو جاوے کہ فلانی بات رہ گئی ہے تو اُس کو کر لیوے۔

مسئلہ ۳۸ بے وضو قرآن مجید[۴] کا چھونا درست نہیں ہے ہاں اگر ایسے کپڑے سے چھو لے جو بدن سے جدا ہو تو درست ہے دوپٹہ یا کرتے کے دامن سے جبکہ اُس کو پہنے اوڑھے ہوئے ہو چھونا درست نہیں ہاں[عہ] اگر اُترا ہوا ہو تو اُس سے چھونا درست ہے اور زبانی پڑھنا درست ہے اور اگر کلام مجید کھلا ہوا رکھا ہے اُسکو دیکھ دیکھ کے پڑھا لیکن ہاتھ نہیں لگایا یہ بھی درست ہے اسی طرح بے وضو ایسے تعویذ کا اور ایسی تشتری کا چھونا بھی درست نہیں ہے جس میں قرآن کی آیت لکھی ہو خوب یاد رکھو۔

عہ لفظ اور اس میں سے خون نکلا تک پہلے حاشیہ میں تھا اب اس کو داخل متن کیا گیا ۱۲

عہ لفظ ہاں اگر سے لفظ چھونا درست ہے تک عبارت اس مرتبہ اضافہ ہوئی ۱۲

---

[۱] وکذا الصبی اذا ارتضع وقاء من ساعتہ قیل وہو المختار ای لایکون حدثا والصحیح فی ظاہر الروایۃ انہ نجس لمخالطۃ النجاسۃ ۱۲ کبیری ص۱۲۷

[۲] ولو ایقن بالطہارۃ وشک بالحدث او بالعکس اخذ بالیقین ۱۲ در مختار ص۲۸

[۳] شک فی بعض وضوءہ اعاد ما شک فیہ لو فی خلالہ ولم یکن الشک عادۃ لہ والا ۱۲ در مختار ص۲۸

[۴] ولا تمس ہولاء ای الحائض والنفساء والمحدث مصحفا الا بغلاف الخ ۱۲ شرح وقایہ ص۲۷ ویکرہ بالکم تحریما لتبعیتہ للابس ۱۲ مراقی ص۸۱ بخلاف المحدث فانہ یقرء ۱۲ شرح وقایہ ص۲۷ وکذلک یکرہ لہم مس اللوح المکتوب علیہ آیۃ تامۃ من القرآن ۱۲ کفایہ شرح ہدایہ ص۳۵ عاجز محمد حیات غفرلہ

معذور[ع۱] کے احکام

مسئلہ[۱] جس کو ایسی نکسیر پھوٹی ہو کہ کسی طرح بند نہیں ہوتی یا کوئی ایسا زخم ہے کہ برابر بہتا رہتا ہے کوئی ساعت بہنا بند نہیں ہوتا۔ یا پیشاب کی بیماری ہے کہ ہر وقت قطرہ آتا رہتا ہے اتنا وقت نہیں ملتا کہ طہارت[ع۲] سے نماز پڑھ سکے تو ایسے کو معذور کہتے ہیں اس کا حکم یہ ہے کہ ہر نماز کے وقت وضو کر لیا کرے۔ جب تک وہ وقت رہیگا تب تک اُسکا وضو باقی رہیگا۔ البتہ جس بیماری میں مبتلا ہے اسکے سوا اگر کوئی اور بات ایسی پائی جاوے جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تو وضو جاتا رہے گا اور پھر سے کرنا پڑے گا اس کی مثال یہ ہے کہ کسی کو ایسی نکسیر پھوٹی کہ کسی طرح بند نہیں ہوتی اُس نے ظہر کے وقت وضو کر لیا تو جب تک ظہر کا وقت رہے گا نکسیر کے خون کی وجہ سے اُس کا وضو نہ ٹوٹے گا البتہ اگر پاخانہ پیشاب گئی یا سوئی چبھ گئی اس سے خون نکل پڑا تو وضو جاتا رہا۔ پھر وضو کرے جب یہ وقت چلا گیا دوسری نماز کا وقت آگیا تو اب دوسرے وقت دوسرا وضو کرنا چاہیئے اسی طرح ہر نماز کے وقت وضو کر لیا کرے اور اس وضو سے فرض نفل جو نماز چاہے پڑھے

مسئلہ[۲] اگر فجر کے وقت وضو کیا تو آفتاب نکلنے کے بعد اس وضو سے نماز نہیں پڑھ سکتی دوسرا وضو کرنا چاہیئے اور جب آفتاب نکلنے کے بعد وضو کیا تو اس وضو سے ظہر کی نماز پڑھنا درست ہے ظہر کے وقت نیا وضو کرنیکی ضرورت نہیں ہے جب عصر کا وقت آویگا تب نیا وضو کرنا پڑیگا۔ ہاں اگر کسی اور وجہ سے وضو ٹوٹ جاوے تو یہ اور بات ہے۔

مسئلہ[۳] کسی کے ایسا زخم تھا کہ ہر دم بہا کرتا تھا اُس نے وضو کیا پھر دوسرا زخم پیدا ہو گیا اور بہنے لگا تو وضو ٹوٹ گیا پھر سے کرے۔

[۱] فتوضار المستحاضۃ و من بہ عذر کسلس بول او استطلاق بطن و انفلات ریح و رعاف دائم و جرح لا یرقأ و لا یمکن حبسہ بحشو لوقت کل فرض و یصلون بہ و یبطل وضوء المعذورین اذا لم یطرد ناقض غیر العذر بخروج الوقت فقط ۱۲ مراقی علی نور ص۸۶

[۲] و یبطل وضوء المعذورین بخروج الوقت کطلوع الشمس فی الفجر عند ابی حنیفۃ و محمد فیصلی الظہر بوضوء الضحی لا بعد علی الصحیح ۱۲ مراقی مع الحذف ص۸۸

[۳] رجل بہ جدری قد خرج منہا ما رد قد صار بہ صاحب عذر فتوضأ منہ ثم سال القرحۃ التی لم تکن سائلۃ نقض ذلک ضورہ ۱۲ صغیری مع الاختصار ص۵۷

[ع۱] پہلے یہ احکام استحاضہ کے بیان میں حصۂ دوم بہشتی زیور میں تھے اس مرتبہ چونکہ استحاضہ کے احکام الگ کیے گئے لہذا ان کو بمناسبت وضو یہاں لایا گیا ۱۲ شبیر علی

[ع۲] یعنی نماز فرض اور نماز واجب جو بہت لمبی نہ ہو ایسے وضو سے نہیں ادا کر سکتی جسمیں فقط فرض اعضا دھوئے جاویں ۱۲ محشی

مسئلہ[۱] آدمی معذور جب بنتا ہے اور یہ حکم اس وقت لگاتے ہیں کہ پورا ایک وقت اسی طرح گذر جاوے کہ خون برابر بہا کرے اور اتنا بھی وقت نہ ملے کہ اُس وقت کی نماز طہارت سے پڑھ سکے اگر اتنا وقت مل گیا کہ اسمیں طہارت سے نماز پڑھ سکتی ہے تو اسکو معذور نہیں کہیں گے اور جو حکم ابھی بیان ہوا ہے اُسپر نہ لگاوینگے البتہ جب پورا ایک وقت اسی طرح گذر گیا کہ اس کو طہارت سے نماز پڑھنے کا موقع نہیں ملا یہ معذور ہو گئی اب اسکا وہی حکم ہے کہ ہر وقت نیا وضو کر لیا کرے پھر جب دوسرا وقت آوے تو اسمیں ہر وقت خون کا بہنا شرط نہیں ہے بلکہ وقت بھر میں اگر ایک دفعہ بھی خون آجایا کرے اور سارے وقت بند رہے تو بھی معذور باقی رہیگی ہاں اگر اسکے بعد ایک پورا وقت ایسا گذر جاوے جسمیں خون بالکل نہ آوے تو اب معذور نہیں رہی اب اس کا حکم یہ ہے کہ جے دفعہ خون نکلے گا وضو ٹوٹ جاویگا۔ خوب اچھی طرح سمجھ لو۔

مسئلہ[۲] ظہر کا وقت کچھ ہو لیا[عہ] تھا تب زخم وغیرہ کا خون بہنا شروع ہوا تو اخیر وقت تک انتظار کرے اگر بند ہو جاوے تو خیر نہیں تو وضو کر کے نماز پڑھ لے پھر اگر عصر کے پورے وقت میں اسی طرح بہا کیا کہ نماز پڑھنے کی مہلت نہیں ملی تو اب عصر کا وقت گذرنے کے بعد معذور ہونے کا حکم لگاوینگے۔ اور[عہ] اگر عصر کے وقت کے اندر ہی اندر بند ہو گیا تو وہ معذور نہیں ہے جو نمازیں اتنے وقت میں پڑھی ہیں وہ درست نہیں ہوئیں پھر[عہ] سے پڑھے۔

مسئلہ[۳] ایسی معذور نے پیشاب پاخانہ کی وجہ سے وضو کیا اور جس وقت وضو کیا تھا اُس وقت خون بند تھا جب وضو کر چکی تب خون آیا تو اس خون نکلنے سے وضو ٹوٹ جاویگا البتہ جو وضو نکسیر وغیرہ کے سبب کیا ہے خاص وہ وضو نکسیر کی وجہ سے نہیں ٹوٹتا۔

مسئلہ[۴] اگر یہ خون وغیرہ کپڑے میں لگ جاوے تو دیکھو اگر ایسا ہو کہ نماز ختم کرنے

عہ یعنی جب تک کا اتنا وقت باقی ہے جس میں وضو کے فرائض ادا کر کے چار فرض پڑھ کے انتظار کرے ۱۲

عہ عصر کے وقت بھی غیر مکروہ وقت تک انتظار کرے اگر جب بھی بہنا بند نہ ہو تو وضو کر کے نماز پڑھ لے پھر اگر وقت ہی کے اندر بہنا بند ہو گیا گو وہ وقت مکروہ ہو تو یہ شخص معذور نہ ہوگا اور وقت کی نماز جو پڑھ لی ہے قضا کرنی ہوگی اگر اتنا وقت اب نہیں رہا کہ فرائض وضو ادا کر کے نماز ادا کر سکے ۱۲

عہ اگر نفل یا سنت پڑھی ہوں تو ان کی قضا واجب نہیں ۱۲

[۱] ولا یصیر معذورا حتی یستوعبہ العذر وقتا کاملا لیس فیہ انقطاع بقدر الوضوء والصلوٰۃ وہذا شرط ثبوتہ وشرط دوامہ وجودہ فی کل وقت بعد ذلک ولو مرۃ وشرط انقطاعہ خلو وقت کامل عنہ ۱۲ نور الایضاح مع الشرح ص۸۶

[۲] رجل رعف او سال جرحہ ینتظر آخر الوقت فان انقطع الدم فیہا والا توضأ وصلی قبل خروج الوقت فاذا فعل ثم دخل وقت صلوٰۃ اخری ثانیۃ وانقطع ودام الانقطاع الی وقت صلوٰۃ اخری ثالثۃ اعاد الصلوٰۃ یعنی الاولی التی صلاہا مع السیلان وان لم ینقطع فی وقت الصلوٰۃ الثانیۃ حتی خرج الوقت جازت الصلوٰۃ ۱۲ طحطاوی علی المراقی ص۸۶ محمد حیات عفی عنہ

[۳] اما اذا توضأ لحدث آخر وعذرہ منقطع ثم سال اوتوضأ لعذرہ ثم طرء علیہ حدث آخر فلا تبقی طہارۃ ۱۲ اھ مختار ص۵۳

[۴] وفی البدائع یجب غسل الزائد عن الدرہم ان کان مفیدا بان لا یصیبہ مرۃ بعد اخری حتی لو لم یغسل وصلی لا یجزیہ وان لم یکن مفیدا لا یجب مادام العذر قائما وہو اختیار مشائخنا ۱۲ طحطاوی ص۸۶

سے پہلے ہی پھر لگ جاویگا تو اُس کا دھونا واجب نہیں ہے اور اگر یہ معلوم ہو کہ اتنی جلدی نہ بھریگا بلکہ نماز طہارت سے ادا ہو جاویگی تو دھو ڈالنا واجب ہے۔ اگر ایک روپیہ [عہ] سے بڑھ جاوے تو بے دھوئے ہوئے نماز نہ ہوگی۔

غسل کا بیان

مسئلہ [۱] غسل [عہ] کرنیوالی کو چاہیے کہ پہلے گٹے تک دونوں ہاتھ دھوئے پھر استنجے کی جگہ دھووے۔ ہاتھ اور استنجے کی جگہ پر نجاست ہو تب بھی اور نہو تب بھی ہر حال میں ان دونوں کو پہلے دھونا چاہیے۔ پھر جہاں بدن پر نجاست لگی ہو پاک کرے پھر وضو کرے [۲]۔ اگر کسی چوکی یا پتھر پر غسل کرتی ہو تو وضو کرتے وقت پیر بھی دھولیوے اور اگر ایسی جگہ ہے کہ پیر بھر جاوینگے اور غسل کے بعد پھر دھونے پڑینگے تو سارا وضو کرے مگر پیر نہ دھووے۔ پھر وضو کے بعد تین مرتبہ اپنے سر پر پانی ڈالے پھر تین مرتبہ داہنے کندھے پر پھر تین بار بائیں کندھے پر پانی ڈالے ایسی طرح کہ سارے بدن پر پانی بہہ جاوے پھر اُس جگہ سے ہٹ کر پاک جگہ میں آوے اور پیر دھووے۔ اور اگر وضو کے وقت پیر دھو لیئے ہوں تو اب دھونیکی حاجت نہیں۔

مسئلہ [۳] پہلے سارے بدن پر اچھی طرح ہاتھ پھیر لیوے تب پانی بہاوے تاکہ سب کہیں اچھی طرح پانی پہونچ جاوے کہیں سوکھا نہ رہے۔

مسئلہ [۴] غسل کا یہ طریقہ جو ہم نے ابھی بیان کیا سنت کے موافق ہے اسمیں سے بعضی چیزیں فرض ہیں کہ بے اُنکے غسل درست نہیں ہوتا آدمی ناپاک رہتا ہے اور بعضی چیزیں سنت ہیں اُن کے کرنے سے ثواب ملتا ہے اور اگر نہ کرے تو بھی غسل ہو جاتا ہے۔ فرض فقط تین چیزیں [۵] ہیں اس طرح کلی کرنا کہ سارے منھ میں پانی پہونچ جاوے۔ ناک میں پانی ڈالنا جہاں تک ناک نرم ہے سارے بدن پر پانی پہونچانا۔

عہ پہلے ایک روپیہ کے برابر غلطی سے لکھا گیا تھا اور روپیہ سے بڑھ جانیکی معنی یہ ہیں کہ روپیہ کی برابر جگہ سے زیادہ جگہ گھیر لے ۱۲

عہ قبل غسل کے دلمیں ارادہ غسل کا بھی کرے کہ میں پاک ہونے کیلئے غسل کرتی ہوں بغیر اس ارادہ کے ثواب نہ ہوگا گو غسل ہو جائیگا ۱۲

[۱] ویسن غسل الیدین الی الرسغین مع التسمیۃ والنیۃ وکذا غسل فرجہ وان لم یکن بہ نجاسۃ وغسل نجاسۃ لو کانت علی بدنہ بانفرادہا ۱۲ مراقی مع تقدیم وتاخیر ۱۲ صفحہ ۶۰ محمد حیات غفرلہٗ

[۲] ثم یتوضأ ولکنہ یؤخر غسل الرجلین ان کان یقف فی محل یجتمع فیہ الماء ثم یفیض الماء علی بدنہ ثلاثا ویبتدئ فی حال صب الماء برأسہ ویغسل بعدہا ای الرأس منکبہ الایمن ثم الایسر ای یغسلہا ثلاثا ثلاثا کما فی الزاہدی ۱۲ طحطاوی علی المراقی ملخصا ص ۶۰ تا ص ۶۱

[۳] ثم یغسل رجلیہ لا فی مکانہ ای اذا کان مکان الغسل مجمع الماء المستعمل حتی لو اغتسل علی لوح او علی حجر یغسل رجلیہ ہناک ۱۲ شرح وقایہ ص ۱۱

[۴] ویسن ان یدلک کل اعضاء جسدہ فی المرۃ الاولی لیعم الماء بدنہ ۱۲ مراقی علی نور ص ۶۱

[۵] وفرض الغسل المضمضۃ والاستنشاق وغسل البدن ای جمیع ظاہر البدن ۱۲ شرح وقایہ ص ۱۰

مسئلہ[۴] غسل کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کرے[۱] اور پانی بہت زیادہ نہ پھینکے اور نہ بہت کم لیوے کہ اچھی طرح غسل نہ کر سکے اور ایسی جگہ غسل کرے کہ اسکو کوئی نہ دیکھے اور غسل کرتے وقت باتیں نہ کرے اور غسل کے بعد کسی کپڑے سے اپنا بدن پونچھ ڈالے اور بدن ڈھکنے میں بہت جلدی کرے یہانتک کہ اگر وضو کرتے وقت[۲] پیر نہ دھوئے ہوں تو غسل کی جگہ سے ہٹ کر پہلے اپنا بدن ڈھکے پھر دونوں پیر دھوئے۔

مسئلہ[۵] اگر تنہائی کی جگہ ہو جہاں کوئی نہ دیکھ پاوے تو ننگے ہو کر نہانا بھی درست ہے چاہے کھڑی ہو کر نہاوے یا بیٹھکر اور چاہے غسل خانہ[۳] کی چھت پٹی ہو یا نہ پٹی ہو لیکن بیٹھکر نہانا بہتر ہے کیونکہ اس میں پردہ زیادہ ہے اور ناف سے لیکر گھٹنے کے نیچے تک دوسری عورت کے سامنے بھی بدن کھولنا گناہ ہے۔ اکثر عورتیں دوسری کے سامنے بالکل ننگی ہو کر نہاتی ہیں یہ بڑی بری اور بے غیرتی کی بات ہے۔

مسئلہ[۶] جب سارے[۴] بدن پر پانی پڑ جاوے اور کلی کرلے اور ناک میں پانی ڈال لے تو غسل ہو جاویگا چاہے غسل کرنیکا ارادہ ہو چاہے نہو۔ تو اگر پانی برستے میں ٹھنڈی ہونیکی غرض سے کھڑی ہو گئی یا حوض وغیرہ میں گر پڑی اور سب بدن بھیگ گیا اور کلی بھی کرلی اور ناک میں بھی پانی ڈال لیا تو غسل ہو گیا۔ اسی طرح غسل کرتے وقت کلمہ[ع] پڑھنا یا پڑھ کر پانی پر دم کرنا بھی ضروری نہیں چاہے کلمہ پڑھے یا نہ پڑھے ہر حال میں آدمی پاک ہو جاتا ہے بلکہ نہاتے وقت کلمہ یا اور کوئی دعا نہ پڑھنا بہتر ہے اُس وقت کچھ نہ پڑھے۔

مسئلہ[۷] اگر بدن بھر میں بال برابر بھی کوئی جگہ[۵] سوکھی رہ جاویگی تو غسل نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر غسل کرتے وقت کلی کرنا بھول گئی یا ناک میں پانی نہیں ڈالا تو بھی غسل نہیں ہوا۔

مسئلہ[۸] اگر غسل کے بعد یاد آوے[۶] کہ فلانی جگہ سوکھی رہ گئی تھی تو پھر سے نہانا واجب نہیں بلکہ جہاں سوکھا رہ گیا تھا اُسی کو دھو لیوے لیکن فقط ہاتھ پھیر لینا کافی نہیں ہے بلکہ تھوڑا پانی لیکر اس جگہ بہانا چاہیئے۔ اور اگر کلی کرنا بھول گئی ہو تو اب کلی کرلے۔ اگر ناک میں پانی نہ ڈالا ہو تو اب ڈال لے غرضکہ جو چیز رہ گئی ہو اب اس کو کرلے[۷] نئے سر سے غسل کرنیکی ضرورت نہیں ہے۔

ع بلکہ ایسے وقت کلمہ پڑھنا یا کلمہ پڑھ کر پانی پر دم کرنا اور اس خاص وقت میں اسکو ثواب سمجھنا بدعت ہے ۱۲

[۱] الا انه لا يستقبل القبلة ويستحب ان لا يتكلم مع كشف العورة وان يغتسل بمكان لا يراه احد فيه لا يحل له النظر ويراعي علاوة ... من غير اسراف ولا تقتير وكره فيه ما كره في الوضوء ۱۲ مراقی علی نور صلاة

[۲] ويستحب ان يمسح بدنه بمنديل بعد الغسل وان يغسل رجليه بعد التلبس ۱۲ صغیری ص۲۵

[۳] وان يغتسل في موضع لا يراه احد وقال في القنية وقيل يجوز ان يتجرد للغسل اذا كان البيت صغيرا ۱۲ كبيری ص۵۰ يغتسل ويختار ما هو استر ۱۲ مراقی ص۶۱ وقال الشامي ص۱۴۴ ايده ابن الشحنة بما في المبسوط من ان نظر الجنس الى الجنس مباح في الضرورة لا في حالة الاختيار وانه اخف من نظر الجنس الى خلاف الجنس ۱۲ ص۱۴۴ رد المحتار

[۴] يسن الابتداء بالنية ... ولو انغمس المغتسل في الماء الجاري او ما في حكمه ومكث منغمسا قدر الوضوء والغسل او في المطر كذلك ... فقد اكمل السنة ۱۲ ... فلانه في مصب المستعمل وفعل الاقذار ۱۲ شامی ص۱۴۵ ومراقی ص۶۱

[۵] ولو بقي شيء من بدنه لم يصبه الماء لم يخرج من الجنابة وان قل ۱۲ صغیری ص۲۸ ولو تركها ناسيا يصلي ثم تذكر تمضمض ويعيد ما صلى ۱۲

[۶] تمضمض ويعيد فيما مر في النمرة السابقة ۱۲

[۷] ويغسل اللمعة التي تركها ۱۲ كبيری ص۴۸

مسئلہ ۹: اگر کسی بیماری[۱] کی وجہ سے سر پر پانی ڈالنا نقصان کرے اور سر چھوڑ کر سارا بدن دھو لیوے تب بھی غسل درست ہو گیا۔ لیکن جب اچھی ہو جاوے تو اب سر دھو ڈالے پھر سے نہانے کی ضرورت نہیں ہے۔

نوٹ: مسئلہ نمبر ۱۰ صفحہ ۸۳ پر درج کیا گیا ۱۲

مسئلہ ۱۱: اگر سر[۲] کے بال گندھے ہوئے نہ ہوں تو سب بال بھگونا اور ساری جڑوں میں پانی پہونچانا فرض ہے ایک بال بھی سوکھا رہ گیا یا ایک بال کی جڑ میں پانی نہیں پہونچا تو غسل نہ ہوگا۔ اور اگر بال گندھے ہوئے ہوں تو بالوں کا بھگونا معاف[ع] ہے البتہ سب جڑوں میں پانی پہونچانا فرض ہے ایک جڑ بھی سوکھی نہ رہنے پاوے اور اگر بے کھولے سب جڑوں میں پانی نہ پہونچ سکے تو کھول ڈالے اور بالوں کو بھی بھگووے۔

مسئلہ ۱۲: نتھ اور بالیوں[۳] اور انگوٹھی چھلوں کو خوب ہلا لیوے کہ پانی سوراخوں میں پہونچ جاوے اور اگر بالیاں نہ پہنے ہو تب بھی قصد کر کے سوراخوں میں پانی ڈال لے ایسا نہ ہو کہ پانی نہ پہونچے اور غسل صحیح نہ ہو۔ البتہ اگر انگوٹھی چھلے ڈھیلے ہوں کہ بے ہلائے بھی پانی پہونچ جاوے تو ہلانا واجب نہیں لیکن ہلا لینا اب بھی مستحب ہے۔

مسئلہ ۱۳: اگر ناخن[۴] میں آٹا لگ کر سوکھ گیا اور اسکے نیچے پانی نہیں پہونچا تو غسل نہیں ہوا جب یاد آوے اور آٹا دیکھے تو آٹا چھوڑا کر پانی ڈال لے اور اگر پانی پہونچانے سے پہلے کوئی نماز پڑھ لی ہو تو اسکو لوٹاوے۔

مسئلہ ۱۴: اگر ہاتھ[۵] پیر پھٹ گئے اور اسمیں موم روغن یا اور کوئی دوا بھر لی تو اس کے اوپر سے پانی بہا لینا درست ہے۔

مسئلہ ۱۵: کان اور ناف میں بھی خیال کر کے پانی پہونچانا چاہیئے پانی نہ پہونچے گا تو غسل نہ ہوگا۔

مسئلہ ۱۶: اگر نہاتے وقت کلی نہیں[۶] کی لیکن خوب منھ بھر کے پانی پی لیا کہ سارے منھ میں پانی پہونچ گیا تو بھی غسل ہو گیا کیونکہ مطلب تو سارے منھ میں پانی پہونچ جانے سے

ع یہ حکم فقط عورتوں کا ہے اور اگر مرد کے بڑے بڑے بال ہوں اور چوٹی گندھی ہو تو معاف نہیں بلکہ سارے بال بھگونا فرض ہے ۱۲

---

[۱] ولو ضرہا غسل رأسہا ترکتہ وقیل تمسحہ ۱۲ در مختار صفحہ ۲۹

[۲] وکفی بل اصل ضفیرتہا ای شعر المرأۃ المضفور للحرج اما المنقوض فیفرض غسل کلہ اتفاقاً ولو لم یبتل اصلہا یجب نقضہا مطلقاً ہو الصحیح ۱۲ در مختار صفحہ ۲۹

[۳] واما نقب القرط فان کان القرط فیہا وغلب علی ظنہ ان الماء لا یصل من غیر تحریک فلا بد منہ وان لم یکن فیہا فان غلب علی ظنہ ان الماء یصل من غیر تکلف لا یتکلف والا یتکلف وان کان فی اصبعہ خاتم ضیق یجب تحریکہ لیصل الماء تحتہ ۱۲ شرح وقایہ مع الحفہ صفحہ ۱۱

[۴] بخلاف نحو عجین ۱۲ در مختار صفحہ ۲۹ ولا بد من زوال ما یمنع دخول الماء الی الجسد کشمع وعجین ۱۲ مراقی صفحہ ۵۹

[۵] واذا کان برجلہ شقاق مجعلا فیہ الشحم والمرہم ان کان لا یضرہ ایصال الماء لا یجوز غسلہ وان کان یضرہ یجزہ اذا امر الماء علی ظاہر ذلک ۱۲ کبیری صفحہ ۴۰

[۶] وشربہ الماء غبا یقوم مقام غسل الفم لا مصاً ۱۲ طحطاوی علی المراقی صفحہ ۵۹

ہے کلی کرے یا نہ کرے۔ البتہ اگر ایسی طرح پانی پیوے کہ سارے منھ بھر میں پانی نہ پہونچے تو یہ پینا کافی نہیں ہے کلی کر لینا چاہیئے۔

مسئلہ ۱۷ اگر بالوں میں[۱] یا ہاتھ پیروں میں تیل لگا ہوا ہے کہ بدن پر پانی اچھی طرح ٹھہرتا نہیں ہے بلکہ پڑتے ہی ڈھلک جاتا ہے تو اس کا کچھ حرج نہیں جب سارے بدن اور سارے سر پہ پانی ڈال لیا غسل ہو گیا۔

مسئلہ ۱۸ اگر[۲] دانتوں کے بیچ میں ڈلی[عہ] کا ذرہ[عہ] پھنس گیا تو اس کو خلال سے نکال ڈالے اگر اسکی وجہ سے دانتوں کے بیچ میں پانی نہ پہونچے گا تو غسل نہ ہوگا۔

مسئلہ ۱۹ ماتھے[۳] پر افشاں چنی ہے یا بالوں میں اتنا گوند لگا ہے کہ بال اچھی طرح نہ بھیگیں گے تو گوند خوب چھڑا ڈالے اور افشاں دھو ڈالے اگر گوند کے نیچے پانی نہ پہونچیگا اوپر ہی اوپر سے بہہ جاویگا تو غسل نہ ہوگا۔

مسئلہ ۲۰ اگر مسی[۴] کی دھڑی جمائی ہے تو اس کو چھڑا کر کلی کرے نہیں تو غسل نہ ہوگا۔

مسئلہ کسی کی آنکھیں دکھتی ہیں اس[۵] لیے اسکی آنکھوں سے کیچڑ بہت نکلا اور ایسا سوکھ گیا کہ اگر اس کو نہ چھڑاویگی تو اس کے نیچے آنکھ کے کوئے پر پانی نہ پہونچے گا تو اس کا چھڑا ڈالنا واجب ہے بے اسکے چھڑائے نہ وضو درست ہے نہ غسل۔

کس پانی سے وضو کرنا اور نہانا درست ہے اور کس پانی سے درست نہیں

مسئلہ ۱ آسمان سے برسے[۶] ہوئے پانی اور ندی نالے چشمہ اور کنویں اور تالاب اور دریاؤں کے پانی سے وضو اور غسل کرنا درست ہے چاہے میٹھا پانی ہو یا کھاری ہو۔

مسئلہ ۲ کسی پھل یا درخت[۷] یا پتوں سے نچوڑے ہوئے عرق سے وضو کرنا درست نہیں اسی طرح جو پانی تربوز سے نکلتا ہے اس سے اور گنے وغیرہ کے رس سے وضو یا غسل درست نہیں ہے

عہ ڈلی یعنی چھالیہ ۱۲ عہ ڈلی کا چھوٹا ٹکڑہ ۱۲

۱ فاذا ادہن فامر الماء علیہ فلم یقبل یجزی ۱۲ شرح وقایہ ص۱۰

۲ ذکر ان طعمی ان الطعام یمنع تمام الغسل الا ان یخرج الطعام ویجری الماء علی ذلک الموضع ۱۲ قاضی خاں ص۱۵

۳ ولو کان علی یدیہ خبز ممضوغ قد جف وبقی فی الغسل لا یخرج عن الجنابۃ حتی یدلک ذلک الموضع ویجری الماء تحتہ ۱۲ قاضیخاں ص۱۵

۴ لانہ یفہم دلیلہ مما مضی واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲۔

۵ لانہ علم مما مر من انہ لابد من زوال ما یمنع وصول الماء الی الجسد والا ان الیابس یمنعہ ۱۲ فافہم کذا فی الطحطاوی علی المراقی عاجز محمد حیات غفرلہ

۶ یجوز التطہیر بماء السماء وماء البحر وماء النہر وماء البیر وماء العین ۱۲ نور الایضاح مع الحذف ص۱۲

۷ لا یجوز الوضوء بماء الشجر والثمر ولو خرج بنفسہ من غیر عصر ۱۲ مراقی علی نور ص۱۵

مسئلہ ۳۔ جس پانی میں کوئی اور چیز مل گئی یا پانی[1] میں کوئی چیز پکائی گئی اور ایسا ہو گیا کہ اب بول چال میں اسکو پانی نہیں کہتے بلکہ اُس کا کچھ اور نام ہو گیا تو اُس سے وضو یا غسل جائز نہیں جیسے شربت شیرہ اور شوربا اور سرکہ اور گلاب اور عرق گاؤزبان وغیرہ کہ ان سے وضو درست نہیں ہے۔

مسئلہ ۴۔ جس پانی[2] میں کوئی پاک چیز پڑ گئی اور پانی کے رنگ یا مزہ یا بو میں کچھ فرق آگیا لیکن وہ چیز پانی میں پکائی نہیں گئی نہ پانی کے پتلے ہونے میں کچھ فرق آیا جیسے کہ بہتے ہوئے پانی میں کچھ ریت ملی ہوتی ہے یا پانی میں زعفران پڑ گیا اور اُس کا بہت خفیف سا رنگ آگیا یا صابون پڑ گیا یا اسی طرح کی کوئی اور چیز پڑ گئی تو ان سب صورتوں میں اس سے وضو اور غسل درست ہے۔

مسئلہ ۵۔ اور اگر کوئی چیز پانی میں ڈالکر پکائی گئی اُس[3] سے رنگ یا مزہ وغیرہ بدلا تو اُس پانی سے وضو درست نہیں البتہ اگر ایسی چیز پکائی گئی جس سے میل کچیل خوب صاف ہو جاتا ہے اور اُس کے پکانے سے پانی گاڑھا نہوا ہو تو اُس سے وضو درست ہے جیسے مردہ نہلانے کے لئے بیری کی پتیاں پکاتے ہیں تو اُس میں کچھ حرج نہیں البتہ اگر اتنی زیادہ ڈالدیں کہ پانی گاڑھا ہو گیا تو اس سے وضو یا غسل درست نہیں۔

مسئلہ ۶۔ کپڑا رنگنے کے لئے زعفران گھولا یا پڑیا گھولی تو اُس سے وضو درست نہیں۔

مسئلہ ۷۔ اگر پانی میں[4] دودھ مل گیا تو اگر دودھ کا رنگ اچھی طرح پانی میں آگیا ہے تو وضو درست نہیں اور اگر دودھ بہت کم تھا کہ رنگ نہیں آیا تو وضو درست ہے۔

مسئلہ ۸۔ جنگل میں[6] کہیں تھوڑا پانی ملا تو جب تک اُس کی نجاست کا یقین نہ ہو جائے تب تک اُس سے وضو کرے فقط اس وہم پر وضو نہ چھوڑے کہ شاید یہ نجس ہو اگر اس کے ہوتے ہوئے تیمم کرے گی تو تیمم نہ ہو گا۔

مسئلہ ۹۔ کسی کنوئیں وغیرہ میں درخت[7] کے پتے گر پڑے اور پانی میں بدبو آنے لگی اور رنگ اور مزہ بھی بدل گیا تو بھی اُس سے وضو درست ہے جب تک کہ پانی اُسی طرح پتلا باقی رہے۔

---

[1] ولا یجوز الوضوء بما زال طبعہ بالطبخ او بغلبۃ غیرہ علیہ ۱۲ نور الایضاح مع الشرح صـ۱۶

[2] واما اذا بقی علی رقتہ وسیلانہ فانہ لایضر ای لا یمنع جواز الوضوء بہ تغیر اوصافہ کلہا بجامد خالطہ بدون طبخ کزعفران وفاکہۃ الخ ۱۲ مراقی صـ۱۶

[3] واما اذا طبخ بما یقصد بہ التنظیف کالسدر وصار بہ ثخینا وان بقی علی الرقۃ جاز بہ الوضوء ۱۲ مراقی صـ۱۶

[4] لما مر من عبارۃ المراقی مقیدۃ بصفحۃ ۱۶ فی الصفحۃ السابقۃ ۱۲

[5] والغلبۃ فی المائعات بظہور وصف واحد من مائع لہ وصفان فقط کاللبن لہ اللون والطعم فان لم یوجدا جاز بہ الوضوء وان وجد احدہما لم یجز ۱۲ مراقی صـ۱۶

[6] لو وجد ماء قلیلا ولم یتیقن بوقوع النجاسۃ فیہ یتوضأ بہ ویغتسل ولا یتیمم لان الیقین وہو اصل الطہارۃ لا یزول بالشک ۱۲ کبیری مع تغیر صـ۹۰

[7] ولا یضر تغیر اوصافہ بجامد کورق شجر اذا بقی علی رقتہ وسیلانہ ۱۲ مراقی مع التلخیص صـ۱۶

مسئلہ ۱۰: جس[1] پانی میں نجاست پڑ جاوے اُس سے وضو غسل کچھ درست نہیں چاہے وہ نجاست تھوڑی ہو یا بہت ہو۔ البتہ اگر بہتا ہوا پانی ہو تو وہ نجاست کے پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا۔ جب تک کہ اس کے رنگ یا مزے یا بُو میں فرق نہ آئے اور جب نجاست کی وجہ سے رنگ یا مزہ بدل گیا یا بو آنے لگی تو بہتا ہوا پانی بھی نجس ہو جاوے گا اُس سے وضو درست نہیں۔ اور جو پانی گھاس تنکے پتے وغیرہ کو بہا لیجائے وہ بہتا پانی ہے چاہے کتنا ہی آہستہ آہستہ بہتا ہو۔

مسئلہ ۱۱: بڑا بھاری حوض جو دس[2] ہاتھ لنبا اور دس ہاتھ چوڑا ہو اور اتنا گہرا ہو کہ اگر چُلّو سے پانی اُٹھاویں تو زمین نہ کُھلے یہ بھی بہتے ہوئے پانی کے مثل ہے ایسے حوض کو دہ در دہ کہتے ہیں اگر اس میں ایسی نجاست پڑ جاوے جو پڑ جانے کے بعد دکھلائی نہیں دیتی جیسے پیشاب خون[ع۵] شراب وغیرہ تو چاروں طرف وضو کرنا درست ہے جدھر چاہے وضو کرے۔ اور اگر ایسی نجاست پڑ جاوے جو دکھلائی دیتی ہے جیسے مُردہ کتا تو جدھر پڑا ہو اُس طرف وضو نہ کرے اس کے سوا اور جس طرف چاہے کرے۔ البتہ اگر اتنے بڑے حوض میں اتنی نجاست پڑ جائے کہ رنگ یا مزہ بدل جاوے یا بدبو آنے لگے تو نجس ہو جاوے گا۔

مسئلہ ۱۲: اگر بیس ہاتھ لنبا اور پانچ[3] ہاتھ چوڑا یا پچیس ہاتھ لنبا اور چار ہاتھ چوڑا ہو وہ حوض بھی دہ در دہ کے مثل ہے۔

مسئلہ ۱۳: چھت پر نجاست پڑی[4] ہے اور پانی برسا اور پرنالا چلا تو اگر آدھی یا آدھی سے زیادہ چھت ناپاک ہے تو وہ پانی نجس ہے اور اگر چھت آدھی سے کم ناپاک ہے تو وہ پانی پاک ہے اور اگر نجاست پرنالے کے پاس ہی ہو اور اتنی ہو کہ سب پانی اُس سے مل کر آتا ہے تو وہ پانی نجس ہے۔

مسئلہ ۱۴: اگر پانی آہستہ[5] آہستہ بہتا ہو تو بہت جلدی جلدی وضو نہ کرے تاکہ جو دھوون گرتا ہے وہی ہاتھ میں نہ آجائے۔

مسئلہ ۱۵: دہ در دہ حوض میں جہاں پر دھوون[6] گرا ہے اگر وہیں سے پھر پانی اٹھالیوے

ع۵ کیونکہ خون پانی میں پھیلنے کے بعد نظر نہیں آتا ۱۲

۱ وکان الماء الذی وقعت فیه النجاسة جاریا وظهر فیه اثرها فیکون نجسا ۱۲ مراقی ص۱۸ وحینئذ الوضوء بماء جار فیه نجس لم یر اثره وهو الجاری الذی لیس فی مدد کر جریح بالذی یذهب بتبنة او ورق ۱۲ شرح وقایہ ص۱۳ عاجز محمد حیات عفی لہ

۲ واما اذا کان عشرا فی عشر وعمقه ان یکون بحال لا ینکشف ارضه بالغرف منه علی الصحیح فلا ینجس الا بظهور وصف النجاسة حتی موضع الوقوع وان کان للنجاسة جرم فلا فرق بین موضع الوقوع وغیره وبین نجاسة ونجاسة کذا فی الطحطاوی علی صفحہ ۱۷ وفی شرح الوقایة الا اذا کان عشرا فی عشر فحکمه حکم الماء الجاری فان کانت النجاسة مرئیة لا یتوضأ من موضع النجاسة وان کانت غیر مرئیة توضأ من جمیع الجوانب ۱۲ ص۱۲

۳ ولو طویلا لا عرض لکن یبلغ عشرا فی عشر جاز تیسیرا ۱۲ در ص۳۶

۴ وان سال المطر من السقف وکان المطر دائما فهو طاهر وان انقطع وبعد ذلک سال من السقف ان کانت علی جمیع السطح او علی اکثره نجاسة فهو نجس ۱۲ ص۹۱ کبیری

۵ واذا کان الماء الجاری یجری ضعیفا ینبغی ان یتوضأ علی الوقار والتأنی حتی یمر عنه الماء المستعمل ۱۲ کبیری ص۹۱

۶ کما کان یجوز التوضأ وان وقع فیه الماء المستعمل ان لم یغلب علیه ولم یظهر اثره ۱۲ کبیری ص۹۱

تو بھی جائز ہے۔

مسئلہ ۱۶:- اگر کوئی کافر یا لڑکا بچہ اپنا ہاتھ پانی میں ڈالدے تو پانی نجس نہیں ہوتا البتہ اگر معلوم ہو جاوے کہ اُس کے ہاتھ میں نجاست لگی تھی تو ناپاک ہو جاویگا[۱]۔ لیکن چونکہ چھوٹے بچوں کا کچھ اعتبار نہیں اس لئے جب تک کوئی اور پانی ملے اُس کے ہاتھ ڈالے ہوئے پانی سے وضو نکرنا بہتر ہے۔

مسئلہ ۱۷:- جس پانی میں ایسی جاندار چیز مرجاوے[۲] جس کے بہتا ہوا خون نہیں ہوتا یا باہر مر کر پانی میں گر پڑے تو پانی نجس نہیں ہوتا جیسے مچھر۔ مکھی۔ بھڑ۔ تتیا۔ بچھو۔ شہد کی مکھی یا اسی قسم کی اور جو چیز ہو۔

مسئلہ ۱۸:- جس کی پیدائش پانی کی ہو اور ہر دم پانی ہی میں رہا کرتی ہو[۳] اُس کے مرجانے سے پانی خراب نہیں ہوتا پاک رہتا ہے جیسے مچھلی مینڈک کچھوا کیکڑا وغیرہ اور اگر پانی کے سوا اور کسی چیز میں مرجاوے جیسے سرکہ شیرہ دودھ[۴] وغیرہ تو وہ بھی ناپاک نہیں ہوتا۔ اور خشکی کا مینڈک اور پانی کا مینڈک دونوں کا ایک حکم ہے یعنی نہ اس کے مرنے سے پانی نجس ہوتا ہے نہ اُس کے مرنے سے۔ لیکن اگر خشکی کے کسی مینڈک میں خون ہوتا ہو تو اُس کے مرنے سے پانی وغیرہ جو چیز ہو ناپاک ہو جاوے گی۔ **فائدہ** دریائی مینڈک کی پہچان یہ ہے کہ اُسکی انگلیوں کے بیچ میں جھلی لگی ہوتی ہے اور خشکی کے مینڈک کی اُنگلیاں الگ الگ ہوتی ہیں۔

مسئلہ ۱۹:- جو چیز پانی میں رہتی ہو[۵] لیکن اُس کی پیدائش پانی کی نہ ہو اُس کے مرجانے سے پانی خراب و نجس ہو جاتا ہے جیسے بطخ اور مرغابی اسی طرح اگر الگ مر کر پانی میں گر پڑے تو بھی نجس ہو جاتا ہے۔

مسئلہ ۲۰:- مینڈک کچھوا[۶] وغیرہ اگر پانی میں مر کر بالکل گل جاوے اور ریزہ ریزہ ہو کر پانی میں ملجاوے تو بھی پانی پاک ہے لیکن اُس کا پینا اور اُس سے کھانا پکانا درست نہیں البتہ وضو یا غسل اُس سے کر سکتے ہیں۔

مسئلہ ۲۱:- دھوپ کے جلے ہوئے پانی سے سفید داغ ہو جانے[۷] کا ڈر ہے اس لئے اس سے وضو غسل نہ کرنا چاہیئے[۸]۔

[۱] ظاہرہ انہ اذا غسل عضوا من جسدہ لغیر جنابۃ ونجاسۃ یکون مستعملا والاصح انہ لا یکون مستعملا لعدم اسقاط الفرض کما فی البحر ۱۲ ص ۲۴ طحطاوی۔

[۲] ولا ینجس بموت ما لا دم لہ فی الماء کبق وذباب وزنبور وعقرب ۱۲ نور الایضاح ملخصاً

[۳] ولا ینجس بحیوان الماء والحلۃ الفاصل بین المائی والبری ان الماء ما لا یعیش فی غیر الماء والبری ما لا یعیش فی غیر البر والضفدع البری یفسدہ ان کان لہ دم سائل وہو ما لا سترۃ لہ بین اصابعہ ۱۲ طحطاوی علی المراقی ص ۲۴

[۴] ثم قال فی الہدایۃ فی الضفدع اذا مات فی العصیر قیل لا یفسدہ وہو الاصح ۱۲ کبیری ص ۱۴۳

[۵] واختلف فیما یعیش فیہما فقال قاضیخان فی شرح الجامع الصغیر ویفسدہ فی المجتبٰی طیر الماء کالبط والاوز اذا مات فیہ لا ینجسہ والاوجہ الاول ۱۲ طحطاوی صفحہ مذکورہ

[۶] ذکر الاسبیجابی ما یعیش فی الماء اذا مات فی الماء وتفتت فانہ یکرہ شرب الماء ۱۲ کبیری ص ۱۴۳

[۷] قد ثبت فی مجربات الجمہور انہ لا یکون بماء مشمس برص وصرح فی الحلیۃ بعدم الکراہۃ لما صح عن عمر من النہی عنہ ۱۲ شامی ص ۱۸۶

[۸] یعنی باعتبار طب کے بہتر ہے یہ حکم باعتبار شرع کے نہیں ہے یعنی اس میں گناہ و ثواب کچھ نہیں ۱۲

مسئلہ ۲۲:- مردار[1] کی کھال کو جب دھوپ میں سوکھا ڈالیں یا کچھ دوا وغیرہ لگا کر درست کر لیں کہ پانی مر جاوے اور رکھنے سے خراب نہ ہو تو پاک ہو جاتی ہے اُس پر نماز پڑھنا درست ہے اور مشک وغیرہ بنا کر اُسمیں پانی رکھنا بھی درست ہے لیکن[عـه] سُوٴر کی کھال پاک نہیں ہوتی اور سب کھالیں پاک ہو جاتی ہیں، مگر آدمی کی کھال سے کوئی کام لینا اور برتنا بہت گناہ ہے۔

مسئلہ ۲۳:- کتا بندر بلی شیر وغیرہ جن کی کھال بنانے[عـه] سے پاک ہو جاتی[2] ہے بسم اللہ کہکر ذبح کرنے سے بھی کھال پاک ہو جاتی ہے چاہے بنائی ہو یا بے بنائی ہو۔ البتہ ذبح کرنے سے ان کا گوشت پاک نہیں ہوتا اور ان کا کھانا درست نہیں۔

مسئلہ ۲۴:- مُردار[عـه] کے بال اور سینگ اور ہڈی اور دانت یہ سب[3] چیزیں پاک ہیں اگر پانی میں پڑ جاویں تو نجس نہ ہو گا۔ البتہ اگر ہڈی اور دانت وغیرہ پر اُس مردار جانور کی کچھ چکنائی وغیرہ لگی ہو تو وہ نجس ہے اور پانی بھی نجس ہو جاوے گا۔

مسئلہ ۲۵:- آدمی کی بھی ہڈی اور بال پاک ہیں لیکن اُن کو برتنا[4] اور کام میں لانا جائز نہیں بلکہ عزت سے کسی جگہ گاڑ دینا چاہیئے۔

کنویں کا بیان

مسئلہ ۱:- جب کنویں میں[5] کچھ نجاست گر پڑے تو کنواں ناپاک ہو جاتا ہے اور پانی کھینچ ڈالنے سے پاک ہو جاتا ہے چاہے تھوڑی نجاست گرے یا بہت سارا پانی نکالنا چاہیئے۔ جب سارا پانی نکل جاوے گا تو پاک ہو جاوے گا کنویں کے اندر کے کنکر دیوار وغیرہ کے دھونے کی ضرورت نہیں وہ سب آپ ہی پاک ہو جاوینگے۔ اسی طرح رسی ڈول جس سے پانی نکالا ہے کنویں کے پاک ہونے سے آپ ہی آپ پاک ہو جاوے گا۔ ان دونوں کے بھی دھونے کی ضرورت نہیں۔

عـه سانپ اور چوہے کا نام یہاں سے بعد تحقیق کاٹ دیا گیا لان علة عدم الطہارة عدم احتمال الدباغة وہو مرتفع ہٰہنا ۱۲

عـه یعنی درست کر لینے سے ۱۲

عـه مُردار سے مراد غیر خنزیر ہے ۱۲ تصحیح الاغلاط

[1] لیطہر جلد المیتة بالدباغة الحقیقة کالقرظ والحکمیة کالتتریب والتشمیس الاجلد الخنزیر فنجاستہ عینہ وجلد الآدمی لحرمتہ وان حکم بطہارتہ لا یجوز استعمالہ کسائر اجزاء الآدمی ۱۲ مراقی صـ ۹۹

[2] وتطہر الذکاة الشرعیة جلد غیر الماکول دون لحمہ ۱۲ نور الایضاح مع الشرح صـ ۹۹

[3] وکل شیٴ لا یسری فیہ الدم لا ینجس بالموت کالشعر والریش المجزوز وما لقرن والحافر والعظم مالم یکن بہ دسم لانہ نجس من المیتة ۱۲ مراقی صـ ۹۹

[4] معنی دلیلہ فی الثمرة الخامسة فتذکرہ ایضا فی الہدایة فی شعر الانسان وعظمہ طاہر صـ ج ۱

[5] وعندنا البیر بمنزلة الحوض الصغیر تفسد بما یفسد بہ الحوض الصغیر الا ان یکون عشرا فی عشر فی قاضیخاں صـ ۵ فتنزح البیر الصغیرة بوقوع نجاسة فیہا وان قلت ۱۲ مراقی صـ ۲۳ وکان نزح ما فیہا من الماء طہارة لہا ۱۲ بدایة مع الکفایة صـ ۲۱ وقال الشامی تحت قول الدر بنزح کل ما فیہا ای دون الطین ۱۲ صـ ۱۹۶

فائدہ:- سب پانی نکالنے کا یہ مطلب ہے کہ اتنا نکالیں کہ پانی ٹوٹ جاوے[ع] اور آدھا ڈول بھی نہ بھرے۔

مسئلہ ۲:- کنوئیں میں کبوتر یا گوریا یعنی چڑیا کی بیٹ گر پڑی تو نجس نہیں ہوا[۱] اور مرغی اور بطخ کے غلیظ سے نجس ہو جاتا ہے اور سارا پانی نکالنا واجب ہے۔

مسئلہ ۳:- کتا بلی گائے بکری پیشاب کر دے یا کوئی اور نجاست گرے تو سب پانی نکالا جاوے[۲]

مسئلہ ۴:- اگر آدمی یا کتا یا بکری[۳] یا اسی کے برابر کوئی اور جانور گر کے مر جاوے تو سارا پانی نکالا جاوے اور اگر باہر مرے پھر کنوئیں میں گرے تب بھی یہی حکم ہے کہ سب پانی نکالا جاوے۔

مسئلہ ۵:- اگر کوئی جاندار چیز کنوئیں میں مر جاوے اور پھول جاوے[۴] یا پھٹ جاوے تب بھی سب پانی نکالا جاوے چاہے چھوٹا جانور ہو چاہے بڑا۔ تو اگر چوہا یا گوریا مر کر پھول جاوے۔ یا پھٹ جاوے تو سب پانی نکالنا چاہیئے۔

مسئلہ ۶:- اگر چوہا یا گوریا[۵] یا اسی کے برابر کوئی چیز گر کر مر گئی لیکن پھولی پھٹی نہیں تو بیس[۲۰] ڈول نکالنا واجب ہے اور تیس[۳۰] ڈول نکال ڈالیں تو بہتر ہے لیکن پہلے چوہا نکال لیں تب پانی نکالنا شروع کریں اگر چوہا نہ نکالا تو اس پانی نکالنے کا کچھ اعتبار نہیں۔ چوہا نکالنے کے بعد پھر اتنا ہی پانی نکالنا پڑے گا۔

مسئلہ ۷:- بڑی چھپکلی جس میں بہتا[۶] ہوا خون ہوتا ہو اُس کا حکم بھی یہی ہے کہ اگر مر جاوے اور پھولے پھٹے نہیں تو بیس[۲۰] ڈول نکالنا چاہیئے اور تیس[۳۰] ڈول نکال ڈالنا بہتر ہے اور جس میں بہتا ہوا خون نہ ہوتا ہو اُس کے مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔

مسئلہ ۸:- اگر کبوتر یا مرغی یا بلی[۷] یا اسی کے برابر کوئی چیز گر کے مر جاوے اور پھولے نہیں تو چالیس ڈول نکالنا واجب ہے اور ساٹھ ڈول نکال دینا بہتر ہے۔

مسئلہ ۹:- جس کنوئیں پر جو ڈول پڑا رہتا ہے اُسی کے حساب سے نکالنا چاہیئے۔ اور اگر اتنے بڑے ڈول سے نکالا جس میں بہت پانی سماتا ہے تو اُس کا حساب لگا لینا چاہیئے اگر اُس میں دو ڈول پانی سماتا ہے تو دو[۲] ڈول سمجھیں اور اگر چار ڈول سماتا ہو تو چار ڈول سمجھنا چاہیئے

ع یعنی ختم ہو جاوے۔ ۱۲

۱ؑ ولا یفسد بخرء حمام وعصفور غیر الدجاج والاوز ۱۲ مراقی ص ۲۳

۲ؑ واذا وقعت نجاسة لیست بحیوان ولو مخففة او قطرة بول ای ولو بول ماکول اللحم ۱۲ شامی و در مختار ص ۹۵

۳ؑ وتنزح البیر بموت کلب او شاة او آدمی فیہا ۱۲ نور الایضاح مع الشرح ص ۲۲ او مات فیہا او خارجہا والقی فیہا ولو فاقربا تنزح کل ماءہا ۱۲ در مع الاختصار ص ۳۹

۴ؑ وتنزح بانتفاخ حیوان ولو صغیرا ۱۲ نور الایضاح مع الشرح ص ۲۲

۵ؑ وان مات فیہا فارة او نحوہا کعصفور لم تنزح عشرین دلوا ویستحب الزیادة الی ثلثین بعد اخراجہ ۱۲ مراقی ص ۲۳

۶ؑ وکذا الوزغة اذا کانت کبیرة ای بحیث یکون لہا دم فانہا تفسد الماء ۱۲ کبیری ص ۱۵۱ وقال فی متن الہدایة مع الکفایة ص ۲۳ وان ماتت فیہا سام ابرص شرع منہا عشرون الی ثلثین ۱۲

۷ؑ وان ماتت فیہا حمامة او دجاجة او سنور نزح منہا اربعون دلوا او خمسون الی ستین ۱۲ کبیری ص ۱۵۵

۸ؑ وہو المستعمل کثیرا فی تلک البیر ۱۲ مراقی ص ۲۳ وقال فی الہدایة مع الکفایة ولو نزح منہا بدلو عظیم مرة مقدار عشرین دلوا جاز لحصول المقصود ۱۲ ص ۲۲

خلاصہ یہ ہے کہ جے ڈول پانی آتا ہوگا اُسی کے حساب سے کھینچا جاویگا۔

مسئلہ۱۰ :- اگر کنویں میں اتنا بڑا سوت[۱] ہے کہ سب پانی نہیں نکل سکتا جیسے جیسے پانی نکالتے ہیں ویسے ویسے اُس میں سے اور نکلتا آتا ہے تو جتنا پانی اُس میں اُسوقت موجود ہے اندازہ کر کے اُس قدر نکال ڈالیں۔

فائدہ :- پانی کے اندازہ کرنے کی کئی صورتیں ہیں ایک یہ کہ مثلاً پانچ ہاتھ پانی ہے تو ایکدم لگاتار سو ڈول پانی نکال کر دیکھو کہ کتنا پانی کم ہوا اگر ایک ہاتھ کم ہوا ہو تو بس اسی سے حساب[۲] لگالو کہ سو ڈول میں ایک ہاتھ پانی ٹوٹا تو پانچ ہاتھ پانی پانسو ڈول میں نکل جاویگا دوسرے یہ کہ جن لوگوں کو پانی کی پہچان ہو اور اس کا اندازہ آتا ہو ایسے دو دیندار مسلمانوں سے اندازہ کرالو جتنا وہ کہیں نکلوا دو اور جہاں یہ دونوں باتیں مشکل معلوم ہوتی ہوں تو تین سو[۳] ڈول نکلوا دیں۔

مسئلہ۱۱ :- کنویں میں مرا ہوا چوہا[۳] یا اور کوئی جانور نکلا اور یہ معلوم نہیں کہ کب سے گرا ہے اور وہ ابھی پھولا پھٹا بھی نہیں ہے تو جن لوگوں نے اُس کنویں سے وضو کیا ہے ایک دن رات کی نمازیں دُہراویں اور اُس پانی سے جو کپڑے دھوئے ہیں پھر اُن کو دھونا چاہیے اور اگر پھول گیا ہے یا پھٹ گیا ہے تو تین دن رات کی نمازیں دُہرانا چاہیے۔ البتہ جن لوگوں نے اس پانی سے وضو نہیں کیا ہے وہ نہ دُہراویں۔ یہ بات تو احتیاط کی ہے اور بعضے عالموں نے یہ کہا ہے کہ جس وقت کنویں کا ناپاک ہونا معلوم ہوا ہے اُسی وقت سے ناپاک سمجھیں گے اس سے پہلے کی نماز وضو سب درست ہے اگر کوئی اس پر عمل کرے تب بھی درست ہے۔

مسئلہ۱۲ :- جس[۴] کو نہانے کی ضرورت ہے وہ ڈول ڈھونڈھنے کے واسطے کنویں میں اُترا اور اُسکے بدن اور کپڑے پر کوئی نجاست نہیں ہے تو کنواں ناپاک نہوگا ایسے ہی اگر کافر اُترے اور اُس کے کپڑے اور بدن پر نجاست نہو تب بھی کنواں پاک ہے۔ البتہ اگر نجاست لگی ہو تو ناپاک ہو جاوے گا اور سب پانی نکالنا پڑے گا۔ اور اگر شک ہو کہ معلوم نہیں کپڑا پاک ہے یا ناپاک تب بھی کنواں پاک سمجھا جاوے گا لیکن اگر دل کی تسلی کے لیے بیس۲۰ یا تیس۳۰ ڈول نکلوا دیں تب بھی کچھ حرج نہیں۔

مسئلہ۱۳ :- کنویں میں بکری یا چوہا[۵] گر گیا اور زندہ نکل آیا تو پانی پاک ہے کچھ نہ نکالا جاوے

---

[۱] وان تعذر نزح كلها لكونها معينا فبقدر ما فيها وقت ابتداء النزح قاله الحلبي ۱۲ در صفحہ ۲۹

[۲] واختلفوا كيف يقدر ما كان فيها اذ ذاك قال بعضهم تحفر حفيرة مثل موضع الماء من البئر طوله وعرضه وعمقه فيصب فيها ما ينزح منها الى ان تمتلئ الحفيرة وقال بعضهم يرسل فيها قصبة ويجعل لمبلغ الماء علامة ثم ينزح منها عشر دلاء مثلاً ثم تعاد القصبة ثم وقال بعضهم يحكم رجلان عدلان لهما بصارة في امر الماء فيقال ينزح منها ما قالا وهو الاشبه بالفقه ۱۲ صفحہ ۱۴۲ كبيري

[۳] وان وجدوا فيها فارة ميتة ولا يدرون متى وقعت ولم تنتفخ اعادوا الصلوة يوم وليلة اذا كانوا توضأوا منها الى آخر ما قال في كتابه ۱۲ كبيري صفحہ ۱۵۵

[۴] جنب او محدث انغمس في بئر بلا نية ولا نجاسة ببدنه ولم يتدلك فالماء والرجل طاهران عند محمد وهو الصحيح ۱۲ كنز البيان شرح كنز مصري صفحہ ۴ وقال الشامي على صفحہ ۲۴۰ ولعل نزحها للاحتياط اي البئر التي وقع فيها الكافر ۱۲ خلاصة ما في الشامي

[۵] كل حيوان سوى الخنزير والكلب اذا اخرج حيا من البئر وكان موضعه طاهرا لا ينجس الماء ۱۲ صفحہ ۱۵۷ كبيري ملخصا

مسئلہ ۱۴:- چوہے کو بلی نے پکڑا اور اُس کے دانت لگنے سے زخمی ہو گیا پھر اُس سے چھوٹ کر اسی طرح خون بھرا ہوا کنوئیں میں گر پڑا تو سارا پانی نکالا جاوے۔

مسئلہ ۱۵:- چوہا نابدان میں سے نکل کر بھاگا اور اُس کے بدن میں نجاست بھر گئی پھر کنوئیں میں گر پڑا تو سب پانی نکالا جاوے چاہے چوہا کنوئیں میں مرجاوے یا زندہ نکلے۔

مسئلہ ۱۶:- چوہے کی دُم کٹ کر گر پڑی تو سارا پانی نکالا جاوے۔ اسی طرح وہ چھپکلی جس میں بہتا ہوا خون ہوتا ہو اُس کی دُم گرنے سے بھی سب پانی نکالا جاوے۔

مسئلہ ۱۷:- جس چیز کے گرنے سے کنواں ناپاک ہوا ہے اگر وہ چیز باوجود کوشش کے نہ نکل سکے تو دیکھنا چاہیئے کہ وہ چیز کیسی ہے اگر وہ چیز ایسی ہے کہ خود تو پاک ہوتی ہے لیکن ناپاکی لگنے سے ناپاک ہو گئی ہے جیسے ناپاک کپڑا ناپاک گیند ناپاک جوتہ تب تو اُسکا نکالنا معاف ہے ویسے ہی پانی نکال ڈالیں اور اگر وہ چیز ایسی ہے کہ خود ناپاک ہے جیسے مُردہ جانور چوہا وغیرہ تو جب تک یہ یقین نہ ہو جائے کہ یہ گل سڑ کر مٹی ہو گیا ہے اُس وقت تک کنواں پاک نہیں ہو سکتا اور جب یہ یقین ہو جاوے اُس وقت سارا پانی نکال دیں کنواں پاک ہو جاوے گا۔

مسئلہ ۱۸:- جتنا پانی کنوئیں میں سے نکالنا ضرور ہو چاہے ایک دم سے نکالیں چاہے تھوڑا تھوڑا کئی دفعہ کر کے نکالیں ہر طرح پاک ہو جاوے گا۔

جانوروں کے جھوٹے کا بیان

مسئلہ ۱:- آدمی کا جھوٹا پاک ہے چاہے بددین ہو یا حیض سے ہو یا ناپاک ہو یا نفاس میں ہر حال میں پاک ہے۔ اسی طرح پسینہ بھی ان سب کا پاک ہے البتہ اگر اُس کے ہاتھ یا منہ میں کوئی ناپاکی لگی ہو تو اُس سے وہ جھوٹا ناپاک ہو جاوے گا۔

عہ موری یا نالی ۱۲

عہ ہاں اگر کوئی ایسا مرض رکھتا ہو کہ اُس کا جھوٹا کھانے سے اُس مرض کا خوف ہو تو دوسری بات ہے ۱۲

ف ۱ کل حیوان اذا اخرج حیاً وکان سؤرہ طاہرا ولم یعلم ان علیہ نجاسۃ لاینجس الماء وقلت یقیم منہ مفہوما ان علم علیہ النجاسۃ ینجس ثم قال بعد ذلک کما قال فی الناقۃ اذا ہربت من الہرۃ فسقطت فی البئر ینجسہا بغلظۃ البول منہا عند الخوف من الہرۃ فہذا یرجح ثان لاصل المسئلۃ ۱۲ کبیری مع التغییر ص ۱۵۷

ف ۲ یفہم دلیلہ مما سابقا ۱۲

ف ۳ وکذا لو وقع فیہا ذنب الفارۃ ونحوہ لانتشار النجاسۃ فی جمیع الماء ۱۲ کبیری ص ۱۹۸

ف ۴ الا اذا تعذر اخراجہ کخشبۃ او خرقۃ بخسۃ تعذر اخراجہا فینزح القدر الواجب وتطہر الخشبۃ تبعا لطہارۃ البئر طحطاوی علی المراقی ص ۲۳

وقع عصفور فیہا فعجزوا عن اخراجہ فما دام فیہا فنجسۃ فتترک مدۃ یعلم انہ استحال وصار حماۃ ۱۲ رد المحتار ص ۲۴۲

وقال الطحطاوی والاستحالۃ تطہر الاعیان کالمیتۃ اذا صارت ترابا ۱۲ ص ۹۲

ف ۵ الاول طاہر وہو ما شرب منہ آدمی ولا فرق بین الصغیر والکبیر والمسلم والکافر والحائض والجنب واذا تنجس فمہ فشرب الماء من فورہ تنجس مراقی ص ۱۸ والفرق معتبر بالسؤر متن شرح وقایہ ص ۱۶

مسئلہ ۲:- کتے کا جھوٹا[1] نجس ہے اگر کسی برتن میں منہ ڈالدے تو تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جاویگا، چاہے مٹی کا برتن ہو چاہے تانبے وغیرہ کا دھونے سے سب پاک ہو جاتا ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ سات مرتبہ دھووے اور ایک مرتبہ مٹی لگا کر مانجھ بھی ڈالے کہ خوب صاف ہو جاوے۔

مسئلہ ۳:- سور کا جھوٹا بھی نجس ہے۔ اسی طرح شیر بھیڑیا[2] بندر گیدڑ وغیرہ جتنے پھاڑ چیر کر کھانے والے جانور ہیں سب کا جھوٹا نجس ہے۔

مسئلہ ۴:- بلی کا جھوٹا[3] پاک تو ہے لیکن مکروہ ہے تو اور پانی ہوتے وقت اس سے وضو نہ کرے البتہ اگر کوئی اور پانی نہ ملے تو اس سے وضو کر لے۔

مسئلہ ۵:- دودھ[4] سالن وغیرہ میں بلی نے منہ ڈالدیا تو اگر اللہ نے سب کچھ دیا ہو تو اسے نہ کھاوے اور اگر غریب آدمی ہو تو کھالیوے اس میں کچھ حرج اور گناہ نہیں ہے بلکہ ایسے شخص کے واسطے مکروہ بھی نہیں ہے۔

مسئلہ ۶:- بلی نے چوہا کھایا[5] اور فوراً آکر برتن میں منہ ڈالدیا تو وہ نجس ہو جاویگا اور جو تھوڑی دیر ٹھہر کے منہ ڈالے کہ اپنا منہ زبان سے چاٹ چکی ہو تو نجس نہ ہوگا بلکہ مکروہ ہی رہیگا۔

مسئلہ ۷:- کھلی ہوئی مرغی[6] جو ادھر ادھر گندی پلید چیزیں کھاتی پھرتی ہے اس کا جھوٹا مکروہ ہے اور جو مرغی بند رہتی ہو اس کا جھوٹا مکروہ نہیں بلکہ پاک ہے۔

مسئلہ ۸:- شکار کرنیوالے پرندے[7] جیسے شکرہ باز وغیرہ ان کا جھوٹا بھی مکروہ ہے لیکن جو پالو ہو اور مردار نہ کھانے پاوے نہ اس کی چونچ میں کسی نجاست کے لگے ہونے کا شبہ ہو اس کا جھوٹا پاک ہے۔

مسئلہ ۹:- حلال جانور[8] جیسے مینڈھا بکری بھیڑ گائے بھینس ہرنی وغیرہ اور حلال چڑیاں جیسے مینا طوطہ فاختہ گوریا ان سب کا جھوٹا پاک ہے اسی طرح گھوڑے کا جھوٹا بھی پاک ہے۔

مسئلہ ۱۰:- جو چیزیں گھروں میں رہا کرتی ہیں جیسے[9] سانپ بچھو چوہا چھپکلی وغیرہ ان کا جھوٹا مکروہ ہے۔

مسئلہ ۱۱:- اگر چوہا روٹی[10] کتر کر کھاوے تو بہتر یہ ہے کہ اس جگہ سے ذرا سی توڑ ڈالے

[1] والثانی نجس وھو ما شرب منہ الکلب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الکلب یلغ فی الاناء انہ یغسل ثلاثا او خمسا او سبعا ۱۲ مراقی ص ۱۹

[2] او شرب منہ الخنزیر لنجاستہ عینہ ۱۲ ص ۱۹ کتاب مذکور او شرب منہ شیء من سباع البہائم کالفہد والذئب والقرد ۱۲ حوالہ بالا

[3] والثالث مکروہ وھو سؤر الہرۃ مع وجود غیرہ ولا یکرہ عند عدم الماء لانہ طاہر ۱۲ حوالہ بالا

[4] ویاکل بقیۃ ما اکل عنہ ان کان غنیا یجد غیرہ ولا یکرہ اکلہ للفقیر للضرورۃ ۱۲ مراقی ص ۱۹

[5] لو اکلت فارۃ فشربت من اناء من فورہ یتنجس وان شربت بعد ساعۃ لا ۱۲ مراقی ص ۱۹

[6] وسؤر الدجاجۃ المخلاۃ مکروہ سؤرہا للشک فان لم یکن کذلک فلا کراہۃ فیہ ۱۲ مراقی ص ۱۹

[7] وسؤر سباع الطیر کالصقر والشاہین مکروہ حتی انہ لو تیقن انہ لا نجاسۃ علی منقارہا لا یکرہ ۱۲ مراقی ص ۲۰

[8] الاول طاہر وھو ما شرب منہ مایوکل لحمہ کالابل والبقر والغنم او شرب منہ فرس ۱۲ نور الایضاح مع الشرح ص ۱۸

[9] وسؤر سواکن البیوت کالفارۃ والحیۃ مکروہ ۱۲ حوالہ بالا ص ۲۰

[10] ویفہم من الشامی فی ص ۲۳۱ انہ لعین الکراہۃ فی ما بقی ای مما لم یخالطہ لعابہا فراجع الیہ ۱۲

تب کھاوے۔

مسئلہ ۱۲:- گدھے[۱] اور خچر کا جھوٹا پاک تو ہے لیکن وضو ہونے میں شک ہے سو اگر کہیں فقط گدھے خچر کا جھوٹا پانی ملے اور اُس کے سوا اور پانی نہ ملے تو وضو بھی کرے اور تیمم بھی کرے اور چاہے پہلے وضو کرے چاہے پہلے تیمم کرے دونوں اختیار ہیں۔

مسئلہ ۱۳:- جن جانوروں[۲] کا جھوٹا نجس ہے اُن کا پسینہ بھی نجس ہے اور جن کا جھوٹا پاک ہے انکا پسینہ بھی پاک ہے اور جن کا جھوٹا مکروہ ہے اُن کا پسینہ بھی مکروہ ہے اور گدھے اور خچر کا پسینہ پاک ہے کپڑے اور بدن پر لگ جاوے تو دھونا واجب نہیں لیکن دھو ڈالنا بہتر ہے۔

مسئلہ ۱۴:- کسی نے بلّی پالی وہ پاس آکر بیٹھتی ہے اور ہاتھ وغیرہ[۳] چاٹتی ہے تو جہاں چاٹے یا اُس کا لعاب لگے اُسکو دھو ڈالنا چاہیئے اگر نہ دھویا یوں ہی رہنے دیا تو مکروہ اور بُرا ہے۔

مسئلہ ۱۵:- غیر مرد کا جھوٹا کھانا اور پانی[۴] عورت کے لئے مکروہ ہے جبکہ جانتی ہو کہ یہ اُس کا جھوٹا ہے اور اگر معلوم نہ ہو تو مکروہ نہیں۔

تیمم کا بیان

مسئلہ ۱:- اگر کوئی جنگل میں[۵] ہے اور بالکل معلوم نہیں کہ پانی کہاں ہے نہ وہاں کوئی ایسا آدمی ہے جس سے دریافت کرے تو ایسے وقت تیمم کر لیوے اور اگر کوئی آدمی مل گیا اور اس نے ایک میل شرعی کے اندر اندر پانی کا پتہ بتایا اور گمان غالب ہوا کہ یہ سچا ہے یا آدمی تو نہیں ملا لیکن کسی نشانی سے خود اس کا جی کہتا ہے کہ یہاں ایک میل شرعی کے اندر اندر کہیں پانی ضرور ہے تو اگر پانی کا اس قدر تلاش کرنا کہ اس کو اور اس کے ساتھیوں کو کسی قسم کی تکلیف اور حرج نہ ہو ضروری ہے بے ڈھونڈھے تیمم کرنا[ع] درست نہیں ہے

ع[۴] اور اسی طرح سے غیر عورت کے سامنے کا مرد کے لئے بھی مکروہ ہے ۱۲ منہ

ع[۵] اور اگر ڈھونڈھنے میں کچھ حرج یا تکلیف ہو تو اس صورت میں تلاش کرنا ضروری نہیں ۱۲

---

[۱] وسور البغل والحمار مشکوک فی طہوریتہ فان لم یجد غیرہ توضأ بہ و تیمم ثم صلے ۱۲ مراقی ص۱۸

[۲] والعرق معتبر بالسور ۱۲ متن شرح وقایہ ص۱۷

[۳] ویکرہ ان تلحس الہرۃ کف انسان ثم یصلی قبل غسلہ ۱۲ مراقی ص۱۹

[۴] ویکرہ سور ہا للرجل کعکسہ للاستلذاذ ۱۲ در مختار ص۲۲۹

[۵] والعذر المبیح للتیمم کبعدہ میلا بغلبۃ الظن عن ماء ولو مقیما ... بعد ... ویجب طلب الماء غلوۃ بنفسہ الی مقدار اربعمائۃ خطوۃ ان ظن قربہ مع الامن والا فلا قال فی الشرح وحد القرب ان یظن ان الذی بینہ وبین الماء دون میل ذکرہ السید وقال بعد اسطر موضع المستحق فی المفازۃ اما اذا کان بقرب العمران یجب علیہ الطلب مطلقا ۱۲ طحطاوی علی المراقی ص۱۷

اور اگر خوب یقین ہے کہ پانی ایک میل شرعی کے اندر ہے تو پانی لانا[1] واجب ہے۔

فائدہ: میل شرعی میل انگریزی سے ذرا زیادہ ہوتا ہے یعنی انگریزی ایک میل پورا اور اس کا آٹھواں[1] حصہ یہ سب ملکر ایک میل شرعی ہوتا ہے۔

مسئلہ ۲: اگر پانی کا پتہ چل گیا لیکن پانی ایک میل دُور ہے تو اتنی دور جاکر پانی لانا واجب نہیں ہے بلکہ تیمم کرلینا درست ہے۔

مسئلہ ۳: اگر کوئی آبادی سے[2] ایک میل کے فاصلہ پر ہو اور ایک میل سے قریب کہیں پانی نہ ملے تو بھی تیمم کرلینا درست ہے چاہے مسافر ہو یا مسافر نہ ہو تھوڑی دُور جانے کے لئے نکلی ہو۔

مسئلہ ۴: اگر راہ میں کنواں تو مل گیا مگر لوٹا ڈور پاس نہیں ہے اس لئے کنوئیں سے پانی نکال نہیں سکتی نہ کسی اور سے مانگے مل سکتا ہے تو بھی تیمم درست ہے۔

مسئلہ ۵: اگر کہیں پانی مل گیا لیکن بہت تھوڑا ہے۔ تو اگر اتنا ہو کہ ایک ایک دفعہ منہ اور دونوں ہاتھ اور دونوں پیر دھو سکے تو تیمم کرنا درست نہیں ہے بلکہ ایک ایک دفعہ ان چیزوں کو دھوئے اور سر کا مسح کرلیوے اور کلی وغیرہ کرنا یعنی وضو کی سنتیں چھوڑ دے اور اگر اتنا بھی نہ ہو تو تیمم کرے۔

مسئلہ ۶: اگر بیماری کی وجہ سے پانی نقصان کرتا ہو کہ اگر وضو یا غسل کریگی تو بیماری بڑھ جاویگی یا دیر میں اچھی ہوگی تب بھی تیمم درست ہے لیکن اگر ٹھنڈا پانی نقصان کرتا ہو اور گرم پانی نقصان نہ کرے تو گرم پانی سے وضو غسل کرنا واجب ہے البتہ اگر ایسی جگہ ہے کہ گرم پانی نہیں مل سکتا تو تیمم کرنا درست ہے۔

مسئلہ: اگر پانی قریب ہے یعنی یقیناً ایک میل سے کم دور ہے تو تیمم کرنا درست نہیں جاکر پانی لانا اور وضو کرنا واجب ہے۔ مردوں سے شرم کیوجہ سے یا پردہ کیوجہ سے پانی کو

ع اگرچہ تکلیف اور حرج اس کا یا ساتھیوں کا ہو ۱۲

ع یہ مقدار تخمینی ہے صحیح مقدار یہ ہے کہ ایک میل انگریزی اور ایک فرلانگ اور ۱۰ گز انگریزی کا ایک میل شرعی ہوتا ہے ۱۲

[1] ولا یلزمہ ان یطلبہ مقدار میل من کل جانب للزوم الحرج اما بہ خاصۃ ان سار ت خمسۃ واما بہم جمیعا ۱۲ کبیری ص ۶۲

[2] وان خرج مسافرا او محتطبا ای غیر مرید للسفر یجوز لہ التیمم ان کان بینہ و بین الماء نحو المیل ۱۲ محالہ بالا ص ۶۲

[3] وان لم یکن معہ دلو او رشاء و نحوہ مما یمکن اخراج الماء بہ ولو منذیلا لا یجب السوال عن رفیقہ ۱۲ غنیۃ المستملی ص ۶۸

[4] و ینقضہ القدرۃ علی استعمال الماء الکافی ولو مرۃ مرۃ ۱۲ طحطاوی ص ۷۳

[5] و من العذر حصول مرض یخاف منہ اشتداد المرض او بطوء البرء و اذا عدم الماء المسخن او یسخن بہٖ الی المصر فہی کالبریۃ وقال الطحطاوی اذا خاف مرضا لو اغتسل بالبارد و لم یقدر علی ماء مسخن ولا ما یسخن فقال الامام یجوز لہ التیمم ۱۲ ص ۶۶

[6] وان طلب علی ظنہ ان ہناک ماء لم یجز لہ ان یتیمم حتی یطلبہ ۱۲ ہدایہ

نجانا اور تیمم کر لینا درست نہیں۔ ایسا پردہ جس میں شریعت کا کوئی حکم چھوٹ جاوے ناجائز اور حرام ہے برقع اوڑھ کر یا سارے بدن سے چادر لپیٹ کر جانا واجب ہے البتہ لوگوں کے سامنے بیٹھ کر وضو نہ کرے اور ان کے سامنے منھ ہاتھ نہ کھولے۔

مسئلہ ۸: جب تک[1] پانی سے وضو نہ کر سکے برابر تیمم کرتی رہے چاہے جتنے دن گذر جاویں کچھ خیال و وسوسہ نہ لاوے جتنی پاکی وضو اور غسل کرنے سے ہوتی ہے اتنی ہی پاکی تیمم سے بھی ہو جاتی ہے یہ نہ سمجھے کہ تیمم سے اچھی طرح پاک نہیں ہوتی۔

مسئلہ ۹: اگر پانی مول بکتا ہے[2] تو اگر اسکے پاس دام نہوں تو تیمم کر لینا درست ہے، اور اگر دام پاس ہوں اور رستہ میں کرایہ بھاڑے کی جتنی ضرورت پڑیگی اُس سے زیادہ بھی ہے تو خریدنا واجب ہے۔ البتہ اگر اتنا گراں بیچے کہ اُتنے دام کوئی لگا ہی نہیں سکتا تو خریدنا واجب نہیں تیمم کر لینا درست ہے۔ اور اگر کرایہ وغیرہ رستہ کے خرچ سے زیادہ دام نہیں ہیں تو بھی خریدنا واجب نہیں تیمم کر لینا درست ہے۔

مسئلہ ۱۰: اگر کہیں[3] اتنی سردی پڑتی ہو اور برف کٹتی ہو کہ نہانے سے مر جانے یا بیمار ہو جانے کا خوف ہو اور رضائی لحاف وغیرہ کوئی ایسی چیز بھی نہیں کہ نہا کر اُس میں گرم ہو جاوے تو ایسی مجبوری کے وقت تیمم کر لینا درست ہے۔

مسئلہ ۱۱: اگر کسی کے[4] آدھے سے زیادہ بدن پر زخم ہوں یا چیچک نکلی ہو تو نہانا واجب نہیں بلکہ تیمم کر لیوے۔

مسئلہ ۱۲: اگر کسی میدان[5] میں تیمم کر کے نماز پڑھ لی اور پانی وہاں سے قریب ہی تھا لیکن اُس کو خبر نہ تھی تو تیمم اور نماز دونوں درست ہے، جب معلوم ہو تو دُہرانا ضروری نہیں

مسئلہ ۱۳: اگر سفر میں[6] کسی اور کے پاس پانی ہو تو اپنے جی کو دیکھے اگر اندر سے دل کہتا ہو کہ اگر میں مانگوں گی تو پانی مل جاویگا تو بے مانگے ہوئے تیمم کرنا درست نہیں اور اگر اندر سے دل یہ کہتا ہو کہ مانگنے سے وہ شخص پانی نہ دیوے گا تو بے مانگے بھی تیمم کر کے نماز پڑھ لینا درست ہے لیکن اگر نماز کے بعد اس سے پانی مانگا اور اُس نے دے دیا تو نماز کو دُہرانا پڑے گا۔

ف۱ لقیم ولیلہ ما فی الہدایۃ ای روایۃ بجی قوم الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وقولہم انا قوم الشکن الخ والہ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم التراب طہور المسلم ولو الی عشر حجج ما لم یجد الماء ۱۲ اورده طحطاوی۔ ص ۷۳

ف۲ وان لم یعط الا بثمن مثلہ لزمہ شراؤہ بہ وبزیادۃ یسیر لا بغبن فاحش وہو ما لا یدخل تحت تقویم المقومین ان کان الثمن معہ وکان فاضلا عن نفقتہ واجرۃ حملہ ۱۲ مراقی ص ۷۲

ف۳ مضی دلیلہ فیما سبق من صفحۃ فی النمرۃ الخامسۃ فتذکر ۱۲

ف۴ ولو کان اکثر البدن جریحا تیمم ۱۲ نور الایضاح مع الشرح ص ۷۲

ف۵ اذا تیمم وصلی والماء قریب منہ وہو لا یعلم اجزاہ ۱۲ غنیۃ ص ۳۴

ف۶ مراد ابی حنیفۃ من قولہ لا یجب الطلب اصلا اذا غلب علی ظنہ منع رفیقہ ومرادہما من قولہما یلزمہ الطلب اذا ظن عدم المنع ۱۲ طحطاوی ص ۶۱ وان کان غالب ظنہ انہ یعطیہ فتیمم قبل ان یسأل وصلی ثم سأل فاعطاہ یلزمہ الاعادۃ ۱۲ غنیۃ بتغیر ما ص ۲۴

مسئلہ ۱۴:- اگر زمزم[1] کا پانی زمزمی میں بھرا ہوا ہے تو تیمم کرنا درست نہیں زمزمیوں کو کھول کر اُس پانی سے نہانا اور وضو کرنا واجب ہے۔

مسئلہ ۱۵:- کسی[2] کے پاس پانی تو ہے لیکن راستہ ایسا خراب ہے کہ کہیں پانی نہیں مل سکتا اس لئے راہ میں پیاس کے مارے تکلیف اور ہلاکت کا خوف ہے تو وضو نہ کرے تیمم کر لینا درست ہے۔

مسئلہ ۱۶:- اگر غسل[عہ] کرنا نقصان کرتا ہو اور وضو[3] نقصان نہ کرے تو غسل کی جگہ تیمم کرے پھر اگر تیمم غسل کے بعد وضو ٹوٹ جائے تو وضو کے لئے تیمم نہ کرے بلکہ وضو کی جگہ وضو کرنا چاہیئے اور اگر تیمم غسل سے پہلے کوئی بات وضو توڑنے والی بھی پائی گئی اور پھر غسل کا تیمم کیا ہو تو یہی تیمم غسل و وضو دونوں کے لئے کافی ہے۔

مسئلہ ۱۷:- تیمم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ پاک زمین پر مارے[4] اور سارے منہ کو مل لیوے پھر دوسری دفعہ زمین پر دونوں ہاتھ مارے اور دونوں ہاتھوں پر کہنی سمیت ملے چوڑیوں کنگن وغیرہ کے درمیان اچھی طرح ملے اگر اسکے گمان میں ناخن برابر بھی کوئی جگہ چھوٹ جاوے گی تو تیمم نہ ہوگا انگوٹھی چھلے اُتار ڈالے تاکہ کوئی جگہ چھوٹ نہ جاوے اُنگلیوں میں خلال کر لیوے۔ جب یہ دونوں چیزیں کر لیں تو تیمم ہو گیا۔

مسئلہ ۱۸:- مٹی پر ہاتھ مار کر کے ہاتھ[5] جھاڑ ڈالے تاکہ باہوں اور منہ پر بھبوت نہ لگ جاوے اور صورت نہ بگڑے۔

مسئلہ ۱۹:- زمین کے سوا اور جو چیز مٹی کی قسم[6] سے ہو اُس پر بھی تیمم درست ہے جیسے مٹی ریت پتھر گچ چونا ہرتال سرمہ گیرو وغیرہ اور جو چیز مٹی کی قسم سے نہ ہو اُس سے تیمم درست نہیں جیسے سونا چاندی رانگا گیہوں لکڑی کپڑا اور اناج وغیرہ ہاں اگر ان چیزوں پر گرد اور مٹی لگی ہو اُس وقت البتہ ان پر تیمم درست ہے۔

عہ یہ مسئلہ پہلے اطلاق کے ساتھ لکھا ہوا تھا جس سے ہر صورت میں تیمم غسل کے ساتھ وضو کی ضرورت معلوم ہوتی تھی اور صدر شریعت کا قول اس اطلاق کا موید تھا مگر شامی و درمختار میں اُن کے قول کو مؤول کہا ہے اس لئے اب قول محقق کے موافق مسئلہ لکھدیا گیا ۱۲ عہ گنہ ۱۲

[1] رجل معہ زمزم فی قمقمۃ والحال انہ قد رصص راس الاناء لا یجوز لہ التیمم ۱۲ کبیری صفحہ ۶۸

[2] ومن العذر العطش سواء خاف حالا او مآلا ۱۲ مراقی صفحہ ۶۷

[3] فلو تیمم للجنابۃ ثم احدث صار محدثا لا جنبا فیتوضأ ۱۲ درمختار صفحہ ۲۶

[4] وصورتہ ان یضرب بیدیہ علی الارض ویمسح بہما وجہہ مستوعبا ثم یضرب ضربۃ اخری ویمسح الیمنی بالیسری والیسری بالیمنی من رؤس الاصابع الی المرفقین والاستیعاب العضوین واجب حتی لو ترک شیئا قلیلا لم یمسہ یدہ من مواضع التیمم لا یجزیہ التیمم کما فی الوضوء ۱۲ کبیری صفحہ ۶۱

[5] فنفضہما بان یضرب جانبی یدیہ مما یلی الابہام احدہما بالآخر ۱۲ منیۃ مع الشرح صفحہ ۴۰

[6] والثالث ان یکون التیمم بطاہر من جنس الارض کالتراب والحجر والرمل عندہما فیجوز بالزرنیخ والنورۃ والمغرۃ والکحل لا یصح بالحطب والفضۃ والذہب والنحاس والحدید ۱۲ مراقی صفحہ ۶۸

مسئلہ ۲۰: جو چیز نہ تو آگ میں جلے اور نہ گلے وہ چیز مٹی کی قسم سے ہے اُس پر تیمم درست ہے اور جو چیز جل کر راکھ ہو جاوے یا گل جاوے اُس پر تیمم درست نہیں۔ اسی طرح راکھ پر بھی تیمم درست نہیں۔

مسئلہ ۲۱: تانبے کے برتن اور تکیہ اور گدے وغیرہ کپڑے پر تیمم کرنا درست نہیں البتہ اگر اُس پر اتنی گرد ہے کہ ہاتھ مارنے سے خوب اُڑتی ہے اور ہتھیلیوں میں خوب اچھی طرح لگجاتی ہے تو تیمم درست ہے اور اگر ہاتھ مارنے سے ذرا ذرا گرد اُڑتی ہو تو بھی اُس پر تیمم درست نہیں ہے اور مٹی کے گھڑے بدھنے پر تیمم درست ہے چاہے اُس میں پانی بھرا ہوا ہو یا پانی نہ ہو لیکن اگر اُس پر رَوغن پھرا ہوا ہو تو تیمم درست نہیں۔

مسئلہ ۲۲: اگر پتھر پر بالکل گرد نہ ہو تب بھی تیمم درست ہے بلکہ اگر پانی سے خوب دُھلا ہوا ہو تب بھی درست ہے ہاتھ پر گرد کا لگنا کچھ ضروری نہیں ہے۔ اسی طرح پکّی اینٹ پر بھی تیمم درست ہے چاہے اُسپر کچھ گرد ہو چاہے نہ ہو۔

مسئلہ ۲۳: کیچڑ سے تیمم کرنا درست ہے مگر مناسب نہیں اگر کہیں کیچڑ کے سوا کوئی اور چیز نہ ملے تو یہ ترکیب کرے کہ اپنے کپڑے میں کیچڑ بھر لیوے جب وہ سوکھ جاوے تو اس سے تیمم کر لے البتہ نماز کا وقت ہی نکلا جاتا ہو تو اُس وقت جس طرح بن پڑے تر سے یا خشک سے تیمم کرے نماز قضا نہ ہونے دے۔

مسئلہ ۲۴: اگر زمین پر پیشاب وغیرہ کوئی نجاست پڑ گئی اور دھوپ سے سوکھ گئی اور بدبو بھی جاتی رہی تو وہ زمین پاک ہو گئی نماز اُس پر درست ہے لیکن اُس زمین پر تیمم کرنا درست نہیں جب معلوم ہو کہ یہ زمین ایسی ہے اور اگر معلوم نہ ہو تو وہم نہ کرے۔

مسئلہ ۲۵: جس طرح وضو کی جگہ تیمم درست ہے اسی طرح غسل کی جگہ بھی مجبوری کے وقت تیمم درست ہے۔ ایسے ہی جو عورت حیض اور نفاس سے پاک ہوئی ہو مجبوری کے وقت اُس کو

ع ۱ یعنی پگھل جاوے ۱۲ ع ۲ اگرچہ راکھ جلتی اور پگھلتی نہیں مگر جب بھی اس پر تیمم درست نہیں اور چونہ اگرچہ جل جاتا ہے جب بھی اسپر تیمم درست ہے اور یہ دونوں چیزیں اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں۔ واضح ہو کہ چونہ عام ہے پتھر کا ہو یا کنکر کا دونوں کا ایک حکم ہے ۱۲ ع ۳ روغن ۱۲

ف ۱ وضابطہ ان کل شئ یصیر رمادا او ینطبع بالاحراق لا یجوز بہ التیمم والا جاز ۱۲

ف ۲ قال العبد الضعیف ان کان الرماد من الحطب لا یجوز وان کان من الحجر یجوز ۱۲ طحطاوی صفحہ ۶۹ انہ عاجز محمد حیات غفرلہ فالحکم الاطلاق لیس بصحیح فافہم

ف ۳ وان کان علی نحوہ الاشیاء غبار یجوز التیمم ۱۲ کبیری صفحہ ۷۰ ویجوز علی الطین المحرق ومنہ الزبادی الا ان یکون مطلیۃ بالدہان ۱۲ وقال الطحطاوی لو وضع یدہ علی ثوب او حنطۃ فلصق بیدہ غبار وبان اثر الغبار علیہ جاز بہ التیمم او فی النہران کان لا یظہر اثر الغبار لا یجوز ۱۲ صفحہ ۷۰ طحطاوی

ف ۴ حتی انہ لو وضع یدہ علی صخرۃ علیسا لا غبار علیہا جاز عند ابی حنیفۃ ۱۲ واما التیمم بالآجر فعند ابی حنیفۃ یجوز مطلقا ۱۲ کبیری صفحہ ۷۵

ف ۵ لا تیمم بالطین ای لا ینبغی ان یفعل وان فعل یجوز واما عند ابی حنیفۃ ان خاف ذہاب الوقت یتیمم بالطین والا فلا ۱۲ کبیری صفحہ ۷۹

ف ۶ الثالث من الشرطات یکون التیمم بطاہر طیب ای الذی لم یمسہ نجاسۃ ولو زالت ہذا اثرہا صفحہ ۴۲ وقال فی موضع آخر واذا ذہب اثر النجاسۃ عن الارض وجفت جازت الصلوٰۃ علیہا دون التیمم فیہا ۱۲ صفحہ ۹۴ مراقی۔

ف ۷ ہو المحدث وجنب وحائض ونفساء لم یقدروا علی الماء ۱۲ متن شرح وقایہ صفحہ ۲۶ وقال الطحطاوی بحث قول المراقی لا یشترط الیقین الجنابۃ من الحدث بل عن محمد الجنب اذا تیمم یرید بہ الوضوء اجزء عن الجنابۃ فی الصحیح ۱۲ صفحہ ۶۴

بھی تیمم درست ہے وضو اور غسل کے تیمم میں کوئی فرق نہیں دونوں کا ایک طریقہ ہے۔

مسئلہ ۲۶:- اگر کسی کو بتلانے کے لئے[۱] تیمم کر کے دکھلایا لیکن دل میں اپنے تیمم کرنے کی نیت نہیں بلکہ فقط اُسکو دکھلانا مقصود ہے تو اُس کا تیمم نہ ہوگا کیونکہ تیمم درست ہونے میں تیمم کرنے کا ارادہ ہونا ضرور ہے تو جب تیمم کرنے کا ارادہ نہ ہو بلکہ فقط دوسرے کو بتانا اور دکھلانا مقصود ہو تو تیمم نہ ہوگا۔

مسئلہ ۲۷:- تیمم کرتے وقت اپنے دل میں بس اتنا[۲] ارادہ کر لے کہ میں پاک ہونے کے لئے تیمم کرتی ہوں یا نماز پڑھنے کے لئے تیمم کرتی ہوں تو تیمم ہو جاویگا اور یہ ارادہ کرنا کہ میں وضو کا تیمم کرتی ہوں یا غسل کا کچھ ضروری نہیں ہے۔

مسئلہ ۲۸:- اگر قرآن[۳] مجید کے چھونے کے لئے تیمم کیا تو اُس سے نماز پڑھنا درست نہیں ہے اور اگر ایک نماز کے لئے تیمم کیا دوسرے وقت کی نماز بھی اُس سے پڑھنا درست ہے اور قرآن مجید کا چھونا بھی اُس تیمم سے درست ہے۔

مسئلہ ۲۹:- کسی کو نہانے کی بھی[۴] ضرورت ہے اور وضو بھی نہیں ہے تو ایک ہی تیمم کر لے دونوں کے لئے الگ الگ تیمم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

مسئلہ ۳۰:- کسی نے[۵] تیمم کر کے نماز پڑھ لی پھر پانی مل گیا اور وقت ابھی باقی ہے تو نماز کا دُہرانا واجب نہیں وہی نماز تیمم سے درست ہو گئی۔

مسئلہ ۳۱:- اگر پانی ایک میل[۶] شرعی سے دور نہیں لیکن وقت بہت تنگ ہے کہ اگر پانی لینے کو جاویگی تو وقت جاتا رہیگا تو بھی تیمم درست نہیں ہے پانی لاوے اور قضا پڑھے۔

مسئلہ ۳۲:- پانی موجود[۷] ہوتے وقت قرآن مجید کے چھونے کیلئے تیمم کرنا درست نہیں۔

مسئلہ ۳۳:- اگر پانی[۸] آگے چل کر ملنے کی اُمید ہو تو بہتر ہے کہ اول وقت نماز نہ پڑھے بلکہ پانی کا انتظار کر لے لیکن اتنی دیر نہ لگاوے کہ وقت مکروہ ہو جاوے اور اگر پانی کا انتظار نہ کیا اول ہی وقت نماز پڑھ لی تب بھی درست ہے۔

مسئلہ ۳۴:- اگر پانی پاس[۹] ہے لیکن یہ ڈر ہے کہ اگر ریل پر سے اُترے گی تو ریل چل دیوے گی تب بھی تیمم درست ہے۔ یا سانپ وغیرہ کوئی جانور پانی کے پاس ہے

---

۱ فلو اصاب التراب وجہہ ویدیہ او قصد تعلیم الغیر لا یکون تیممہ مالم ینو التطہیر ۱۲ کبیری صفحہ ۶۲

۲ وقال بعد بیان متصلا مطلقا او القربۃ مقصودۃ تصح منہ حال انہ لا تصح الا بالطہارۃ ولا یشترط تعیین کونہ للحدث او للجنابۃ ونحوہا فی الصحیح صفحہ ۶۲

۳ فلا یصلی بہ اذا نوی التیمم فقط او نواہ لقربۃ القرآن ۱۲ مراقی صفحہ ۶۵ وقال فی الکبیری تیمم لصلوۃ النافلۃ فانہ یصلی بذلک المکتوبات ایضا ۱۲ منیہ مع الشرح صفحہ ۷۱

۴ معنی قولہ فی ہذہ الصفحہ ۱۲

۵ لو صلی بالتیمم ثم وجد الماء فی الوقت لا یعید ۱۲ کبیری صفحہ ۶۹ کذا فی شرح الوقایہ مع زیادۃ کلمۃ فی اول الوقت صفحہ ۲

۶ ولیس العذر خوف فوت الوقت لو اشتغل بالوضوء ۱۲ وا[illegible] احدہا التیمم ویصلی بہ [illegible] ذکرہ السید ۱۲ طحطاوی صفحہ ۶۸

۷ کتیمم لمس مصحف فلا یجوز لواجد الماء ۱۲ درمختار صفحہ ۴۳

۸ وندب لراجی الماء ان یؤخر صلوتہ الی آخر الوقت ۱۲ شرح وقایہ صفحہ ۲۰ ومضی دلیل بقیۃ المسئلۃ سابقا فافہم وتدبر

۹ ومن العذر خوف عدو آدمی او غیرہ علی نفسہ او مالہ ۱۲ مراقی صفحہ ۶۲

جس سے پانی نہیں مل سکتا تو بھی تیمم درست ہے۔

مسئلہ ۳۵:- اسباب[۱] کے ساتھ پانی بندھا تھا لیکن یاد نہ رہا اور تیمم کر کے نماز پڑھ لی پھر یاد آیا کہ میرے اسباب میں تو پانی بندھا ہوا ہے تو اب نماز کا دُہرانا واجب نہیں۔

مسئلہ ۳۶:- جتنی چیزوں[۲] سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اُن سے تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہی اور پانی مل جانے سے بھی ٹوٹ جاتا ہے اسی طرح اگر تیمم کر کے آگے چلی اور پانی ایک میل شرعی سے کم فاصلہ پر رہ گیا تو بھی تیمم ٹوٹ گیا۔

مسئلہ ۳۷:- اگر وضو کا تیمم ہے تو وضو[۳] کے موافق[ع] پانی ملنے سے تیمم ٹوٹے گا اور اگر غسل کا تیمم ہے تو جب غسل کے موافق پانی ملے گا تب تیمم ٹوٹیگا اگر پانی کم ملا تو تیمم نہیں ٹوٹا۔

مسئلہ ۳۸:- اگر رستہ میں پانی ملا لیکن اُس کو پانی کی کچھ خبر نہوئی اور معلوم نہوا کہ یہاں پانی ہے تو بھی تیمم نہیں ٹوٹا[۴] اسی طرح اگر رستہ میں پانی ملا اور معلوم بھی ہو گیا لیکن ریل پر سے اُتر نہ سکی تو بھی تیمم نہیں ٹوٹا۔

مسئلہ ۳۹:- اگر بیماری کی وجہ[۵] سے تیمم کیا ہے تو جب بیماری جاتی رہے کہ وضو اور غسل نقصان نہ کرے تو تیمم ٹوٹ جاویگا اب وضو کرنا اور غسل کرنا واجب ہے۔

مسئلہ ۴۰:- پانی نہیں[۶] ملا اس وجہ سے تیمم کر لیا پھر ایسی بیمار ہو گئی جس سے پانی نقصان کرتا ہے پھر بیماری کے بعد پانی مل گیا تو اب وہ تیمم باقی نہیں رہا جو پانی نہ ملنے کی وجہ سے کیا تھا پھر سے تیمم کرے۔

مسئلہ ۴۱:- اگر نہانے[۷] کی ضرورت تھی اسلئے غسل کیا لیکن ذرا سا بدن سوکھا رہ گیا اور پانی ختم ہو گیا تو ابھی وہ پاک نہیں ہوئی اس لئے اُس کو تیمم کر لینا چاہیئے۔ جب کہیں پانی ملے تو اُتنی سوکھی جگہ دھو لیوے پھر سے نہانے کی ضرورت نہیں ہے۔

مسئلہ ۴۲:- اگر ایسے[۸] وقت پانی ملا کہ وضو بھی ٹوٹ گیا تو اس سوکھی جگہ کو پہلے

ع وضو اور غسل کے موافق پانی ملنے کا یہ مطلب ہے کہ اتنا پانی مل جاوے جس سے غسل اور وضو کے فرائض ادا ہو سکیں خواہ سُنتیں ادا ہو سکیں یا نہ ہو سکیں ۱۲ تصحیح الاغلاط۔

---

۱ ونیقضہ ناقض الوضوء والقدرۃ علی استعمال الماء الکافی وقال الشامی لو تیمم لبعدہ میلا فسار فانتقص الی البعد عن میل بسبب السیر انتقض ۱۲ صفحہ ۲۶۴

۲ ولو نسیہ مسافر فی رحلہ وصلی متیمما ثم ذکرہ فی الوقت لم یعد الاعند ابی یوسف ۱۲ صفحہ ۲۰ شرح وقایہ

۳ والقدرۃ علی الماء الکافی قال فی الکبیری من علیہ الغسل اذا تیمم ثم وجد ماء لا یکفی لغسلہ او المحدث اذا تیمم ثم وجد ماء غیر کاف لوضوء لا ینتقض تیممہ ۱۲ کبیری صفحہ ۸۲

۴ کذا لا ینتقض تیممہ لو علم بالماء ولکن لم یقدر علی النزول للوضوء ولا علی الوضوء من غیر نزول کبیری صفحہ ۸۳ والمتیمم اذا مر بالماء وہو نائم ینتقض تیممہ فی قول ابی حنیفۃ وقیل لا ینتقض عند الکل کما لو کان یقظانا فی موضع بقربہ ماء ولم یعلم بہ ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۲۹

۵ واذا زال المرض المبیح التیمم ینتقض تیممہ ۱۲ حوالہ بالا

۶ ولو تیمم لعدم الماء ثم مرض مرضا یبیح التیمم لم یصل بذلک التیمم ۱۲ درمختار

۷ جنب اغتسل وبقیت علی بدنہ لمعۃ تیمم للمعۃ وان وجد ماء بعد ما تیمم وبعد ما احدث لغسل اللمعۃ وتیمم للحدث ۱۲ صفحہ ۸۳ کبیری

۸ لنظر ما تقدم الی آخر کلامہ فیحصل منہ لک دلیل ہذہ المسئلۃ ۱۲ الی علی صفحہ ۸۳ کبیری وکذا فی شرح الوقایۃ علی صفحہ عشرین ۱۲

دھووے اور وضو کے لئے تیمم کر لے۔ اور اگر پانی اتنا کم ہے کہ وضو تو ہو سکتا ہے لیکن وہ سوکھی جگہ اتنے پانی میں نہیں دُھل سکتی تو وضو کر لے اور اُس سوکھی جگہ کے واسطے غسل کا تیمم کر لے ہاں اگر اس غسل کا تیمم پہلے کر چکی ہو تو اب پھر تیمم کرنے کی ضرورت نہیں وہی پہلا تیمم باقی ہے۔

مسئلہ[۱۴]:۔ کسی کا کپڑا یا بدن بھی[۱] نجس ہے اور وضو کی بھی ضرورت ہے اور پانی تھوڑا ہے تو بدن اور کپڑا دھو لیوے اور وضو کے عوض تیمم کرے۔

موزوں پر مسح کرنے کا بیان

مسئلہ[۱]:۔ اگر چمڑے[۲] کے موزے وضو کر کے پہن لیوے اور پھر وضو ٹوٹ جاوے تو پھر وضو کرتے وقت موزوں پر مسح کر لینا درست ہے اور اگر موزہ اُتار کر پیر دھو لیا کرے تو یہ سب سے بہتر ہے۔

مسئلہ[۲]:۔ اگر وہ موزہ اتنا چھوٹا ہو کہ ٹخنے[۳] موزے کے اندر چھپے ہوئے نہ ہوں تو اُس پر مسح درست نہیں۔ اسی طرح اگر بغیر وضو[ع] کیے موزہ پہن لیا تو اُس پر بھی مسح درست نہیں اُتار کر کے پیر دھونا چاہیئے۔

مسئلہ[۳]:۔ مسافرت میں تین[۴] دن تین رات تک موزوں پر مسح کرنا درست ہے اور جو مسافرت میں نہ ہو اُس کو ایک دن اور ایک رات۔ اور جس وقت وضو ٹوٹا ہے اُس وقت سے ایک دن رات یا تین دن رات کا حساب کیا جاوے گا جس وقت موزہ پہنا ہے اُس کا اعتبار نہ کریں گے۔ جیسے کسی نے ظہر کے وقت وضو کر کے موزہ پہنا

ع اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کا پیشتر سے وضو نہیں اور وہ بالکل وضو نہ کرے اور موزہ پہن لے تو ان پر مسح جائز نہیں لیکن اگر پورا وضو کر کے موزے پہنے ہیں تو مسح جائز ہے اور اگر صرف پاؤں دھو کر موزہ پہن لئے اور باقی وضو نہیں کیا تب مسح جائز نہیں اور اگر پاؤں دھو کر موزے پہنے اور اس کے بعد وضو پورا کر لیا اس کے بعد وضو ٹوٹا تو اب مسح جائز ہے اور اگر پاؤں دھو کر موزے پہن لیے اس کے بعد باقی وضو کرنا شروع کیا مگر ابھی وضو نہ کرنے پائی تھی کہ وضو ٹوٹ گیا تو اب مسح جائز نہیں ۱۲ تصحیح الاغلاط۔

[۱] حتی اذا کان علی بدنہ او ثوبہ نجاستہ یصرفہ الی النجاستہ ۱۲ شرح وقایہ صفہ ۴۰

[۲] المسح علیہما جائز اذا لبسہما علی طہارۃ کاملۃ من کل حدث موجب للوضوء ۱۲ صغیری صفہ ۵۹ وانما اعتقد جوازہ وتکلف قطعہ یثاب بالعزیمۃ ۱۲ مراقی صفہ ۷۳ و ۷۴

[۳] والشرط الثانی سترہما للکعبین ۱۲ نور الایضاح مع الشرح صفہ ۷۴ اذا لبسہما علی طہارۃ کاملۃ عند الحدث فاشترط کون الطہارۃ کاملۃ عند الحدث لا عند اللبس حتی لو غسل رجلیہ ولبس الخفین ثم اکمل طہارۃ ثم احدث جاز لہ المسح ۱۲ صغیری صفہ ۵۹

[۴] فان کان مقیما یمسح یوما ولیلۃ وان کان مسافرا یمسح ثلاثۃ ایام ولیالیہا وابتداؤہا عقیب الحدث ۱۲

پھر سورج ڈوبنے کے وقت وضو ٹوٹا تو اگلے دن کے سورج ڈوبنے تک مسح کرنا درست ہے اور مسافرت میں تیسرے دن کے سورج ڈوبنے تک جب سورج ڈوب گیا تو اب مسح کرنا درست نہیں رہا۔

مسئلہ[۴]: اگر کوئی ایسی[۱] بات ہو گئی جس سے نہانا واجب ہو گیا تو موزہ اُتار کر کے نہاوے غسل کے ساتھ موزے پر مسح کرنا درست نہیں۔

مسئلہ[۵]: موزہ کے اوپر[۲] کی طرف مسح کرے تلوے کی طرف مسح نہ کرے۔

مسئلہ[۶]: موزہ پر مسح کرنے کا طریقہ[۳] یہ ہے کہ ہاتھ کی انگلیاں تر کر کے آگے کی طرف رکھے اُنگلیاں تو سموچی موزہ پر رکھدیوے اور ہتھیلی موزہ سے الگ رکھے پھر اُن کو کھینچکر ٹخنے کی طرف لے جاوے اور اگر اُنگلیوں کے ساتھ ہتھیلی بھی رکھدے اور ہتھیلی سمیت اُنگلیوں کو کھینچکر لیجاوے تو بھی درست ہے۔

مسئلہ[۷]: اگر کوئی اُلٹا مسح کرے[۴] یعنی ٹخنے کی طرف سے کھینچکر اُنگلیوں کی طرف لاوے تو بھی جائز ہے لیکن مستحب کے خلاف ہے۔ ایسے ہی اگر لمبائی میں مسح نکرے بلکہ موزہ کے چوڑان میں مسح کرے تو بھی درست ہے لیکن مستحب کے خلاف ہے۔

مسئلہ[۸]: اگر تلوے کیطرف یا ایڑی[۵] پر موزہ کے اغل بغل میں مسح کرے تو یہ مسح درست نہیں ہوا۔

مسئلہ[۹]: اگر پوری اُنگلیوں کو موزہ پر نہیں[۶] رکھا بلکہ فقط اُنگلیوں کا سر موزہ پر رکھدیا اور اُنگلیاں کھڑی رکھیں تو یہ مسح درست نہیں ہوا البتہ اگر اُنگلیوں سے پانی برابر ٹپک رہا ہو جس سے بہکر تین اُنگلیوں کی برابر پانی موزہ کو لگ جاوے تو درست ہو جاوے گا۔

مسئلہ[۱۰]: مسح میں مستحب تو یہی ہے کہ ہتھیلی کیطرف[۷] سے مسح کرے اور اگر کوئی ہتھیلی کے اوپر کی طرف سے مسح کرے تو بھی درست ہے۔

مسئلہ[۱۱]: اگر کسی نے موزہ پر مسح نہیں کیا[۸] لیکن پانی برستے وقت باہر نکلی یا بھیگی گھاس میں چلی جس سے موزہ بھیگ گیا تو مسح ہو گیا۔

---

[۱] ولا یجوز المسح لمن وجب علیہ الغسل ۱۲ صغیری صـ ۶۰

[۲] والمسح انما ہو علی ظاہرہما دون باطنہما ۱۲ حوالہ بالا

[۳] صورۃ المسح علی الخفین ان یضع اصابع یدہ الیمنی علی مقدم خفہ الایمن ویضع اصابع یدہ الیسری علی مقدم خفہ الایسر یمدہا الی الساق فوق الکعبین ویفرج بین اصابعہ ۱۲ قاضیخان صـ ۲۳ ولو مد حال المسح یجافی کفیہ ۱۲ شرح وقایہ صـ ۲۱

[۴] وان بدء من اصل الساق ومد الی الاصابع جاز ۱۲ قاضیخان صـ ۲۳

[۵] فلا یصح علی باطن القدم ولا عقبہ ولا جوانبہ ساقہ ۱۲ مراقی صـ ۶۹

[۶] وان مسح برؤس الاصابع وجافی اصول الاصابع لا یجوز الا ان یبلغ ما ابتل من الخف عند الوضع مقدار الواجب وذلک ثلث اصابع ۱۲ قاضیخان صـ ۲۳

[۷] والاحسن ان یکون بباطن الکف والاصابع ۱۲ طحطاوی صـ ۶۹

[۸] لم یمسح خفیہ ولکن خاض فی الماء لا بنیۃ المسح او مشی فی الحشیش المبتل بالماء او بماء المطر تجزیہ وکذا اذا اصابہ المطر ینوب عن المسح ۱۲ صغیری صـ ۶۲

مسئلہ ۱۲:۔ ہاتھ کی تین انگلیوں بھر ہر موزہ پر[۱] مسح کرنا فرض ہے اس سے کم میں مسح درست نہ ہوگا۔

مسئلہ ۱۳:۔ جو چیز[۲] وضو توڑ دیتی ہے اس سے مسح بھی ٹوٹ جاتا[ع۱] ہے اور موزوں کے اُتار لینے سے بھی مسح ٹوٹ جاتا ہے تو اگر کسی کا وضو تو نہیں ٹوٹا لیکن اس نے موزے اتار ڈالے تو مسح جاتا رہا اب دونوں پیر دھولیوے پھر سے وضو کرنیکی ضرورت نہیں ہے

مسئلہ ۱۴:۔ اگر ایک موزہ اُتار[۳] ڈالا تو دوسرا موزہ بھی اُتار کر دونوں پاؤں کا دھونا واجب ہے۔

مسئلہ ۱۵:۔ اگر مسح کی مدت[۴] پوری ہوگئی تو بھی مسح جاتا رہا اگر وضو نہ ٹوٹا ہو تو موزہ اُتار کر دونوں پاؤں دھوئے پورے وضو کا دُہرانا واجب نہیں[ع۲] اور اگر وضو ٹوٹ گیا ہو تو موزے اُتار کے پورا وضو کرے۔

مسئلہ ۱۶:۔ موزہ پہن[۵] مسح کرنے کے بعد کہیں پانی میں پیر پڑ گیا اور موزہ ڈھیلا تھا اس لئے موزہ کے اندر پانی چلا گیا اور سارا پاؤں یا آدھے سے زیادہ پاؤں بھیگ گیا تو بھی مسح جاتا رہا دوسرا موزہ بھی اُتار دیوے اور دونوں پیر اچھی طرح سے دھوئے۔

مسئلہ ۱۷:۔ جو موزہ[۶] اتنا پھٹ[ع۳] گیا ہو کہ چلنے میں پیر کی چھوٹی تین انگلیوں کے برابر کھل جاتا ہے تو اُس پر مسح درست نہیں اور اگر اس سے کم کھلتا ہو تو مسح درست ہے۔

مسئلہ ۱۸:۔ اگر موزہ کی سیون کھل گئی لیکن اس[۷] میں سے پیر نہیں دکھلائی دیتا تو مسح درست ہے اور اگر ایسا ہو کہ چلتے وقت تو تین انگلیوں کے برابر پیر دکھلائی دیتا ہے اور یوں نہیں دکھلائی دیتا تو مسح درست نہیں۔

مسئلہ ۱۹:۔ اگر ایک موزہ میں[۸] دو انگلیوں کے برابر کھل جاتا ہے اور دوسرے موزہ میں ایک انگلی کے برابر تو کچھ حرج نہیں مسح جائز ہے اور اگر ایک ہی موزہ کی جگہ سے

ع۱ سو جب وضو کرے اُس وقت مسح بھی موزوں پر کرے مگر مدت کے اندر اندر ۱۲

ع۳ یعنی جبکہ انگلیوں پر سے نہ پھٹا ہو بلکہ اور کسی جگہ سے پھٹا ہو لیکن اگر انگلیوں پر سے پھٹا ہو تو اُسوقت اُن انگلیوں کا اعتبار ہوگا جن پر سے پھٹا ہے مثلاً اگر انگوٹھے اور اسکے پاس والی انگلی پر سے پھٹا ہے اور یہ دونوں مل کر چھوٹی تین انگلیوں کی برابر ہو جاتے ہیں تو مسح ناجائز نہ ہوگا۔ ۱۲ تصحیح الاغلاط

---

۱ وفرض المسح قدر ثلث اصابع من اصغر اصابع الید ۱۲ نور مع الشرح ص۷۵

۲ وینقض مسح الخف کل شئ ینقض الوضوء ونزع خف ۱۲ مراقی ص۷۶ ولو نزع خفیہ قبل انقضاء المدۃ وہو علی وضوءہ فانہ ینزع خفیہ ویغسل رجلیہ ۱۲ قاضیخاں ص۲۳

۳ مر دلیلہ من قاضیخاں آنفاً ۱۲

۴ والرابع مضی المدۃ ۱۲ مراقی ص۷۷ وان انقضت المدۃ وہو علی وضوءہ فانہ ینزع خفیہ ویغسل رجلیہ خاصۃ ۱۲ قاضیخاں ص۲۳ ج ۱

۵ ماسح الخف اذا دخل الماء خفہ وابتل جمیع القدم وبلغ الماء الکعب بطل المسح ۱۲ قاضیخاں ص۲۴

۶ وان کان انفتاحہ ثلثۃ اصابع یظہر منہ اطراف ثلثۃ اصابع من اصغر اصابع الرجل لا یجوز وقال قبلہ وکذا جاز علیہ المسح اذا ظہر اصبع او اصبعان ۱۲ قاضیخاں ص۲۳

۷ ولو لبس خفا انفتق خرزہ او اصابہ شق یدخل فیہ ثلثۃ اصابع اذا دخلت الا انہ لا یری شئ من قدمیہ جاز علیہ المسح قاضیخاں ص۲۳

۸ ولو کان فی احدی الخفین خرق قدر اصبع وفی الاخری قدر اصبعین جاز المسح علیہا ولو کان فی خف واحد خرق فی مقدم الخف قدر اصبع وفی مؤخرہ مثل ذلک وفی جانبہ مثل ذلک کان فی اسفل الساق لا یجوز ۱۲ قاضیخاں ص۲۴

پھٹا ہے اور سب ملا کر تین انگلیوں کے برابر کھل جاتا ہے تو مسح جائز نہیں اور اگر اتنا کم ہو کہ سب ملا کر بھی پوری تین انگلیوں کے برابر نہیں ہوتا تو مسح درست ہے۔

مسئلہ ۲۰:- اگر کسی[1] نے موزہ پر مسح کرنا شروع کیا اور ابھی ایک دن رات گذرنے نہ پایا تھا کہ مسافر ہو گئی تو تین دن رات تک مسح کرتی رہے اور اگر سفر سے پہلے ہی ایک دن رات گذر جاوے تو مدت ختم ہو چکی پیر دھو کر پھر سے موزہ پہنے۔

مسئلہ ۲۱:- اور اگر مسافرت[2] میں مسح کرتی تھی پھر گھر پہنچ گئی تو اگر ایک دن رات پورا ہو چکا ہے تو اب موزہ اُتار دے اب اُس پر مسح درست نہیں۔ اور اگر ابھی ایک دن رات بھی نہیں ہوا ہے تو ایک دن رات پورا کر لے اس سے زیادہ تک مسح درست نہیں۔

مسئلہ ۲۲:- اگر جراب[3] کے اوپر موزے پہنے ہیں تب بھی موزوں پر مسح درست ہے۔

مسئلہ ۲۳:- جرابوں[4] پر مسح کرنا درست نہیں ہے البتہ اگر ان پر چمڑا چڑھا دیا گیا ہو یا سارے موزے پر چمڑا نہ چڑھایا ہو بلکہ مردانہ جوتے کی شکل پر چمڑا لگا دیا ہو یا بہت سنگین اور سخت ہوں کہ بغیر کسی چیز سے باندھے ہوئے آپ ہی آپ ٹھہرے رہتے ہوں اور ان کو پہنکر تین چار میل رستہ بھی چل سکتی ہو تو ان سب صورتوں میں جراب پر بھی مسح درست ہے۔

مسئلہ ۲۴:- برقع[5] اور دستانوں پر مسح درست نہیں۔

مسائل ذیل کے پڑھانے کا طریقہ

اگر پڑھانے والا مرد ہو تو ان مسائل کو خود نہ پڑھاوے یا تو اپنی بی بی کی معرفت سمجھاوے یا ہدایت کر دے کہ بعد میں ان مسائل کو دیکھ لینا اور اگر پڑھنے والا لڑکا کم عمر ہو اُسکو بھی نہ پڑھاویں بلکہ صرف ہدایت کر دیں کہ بعد کو دیکھ لے۔

مسائل

وضو کی توڑنے والی چیزوں کا بیان

مسئلہ ۱:- مرد کے ہاتھ[6] لگانے سے یا یوں ہی خیال کرنے سے اگر آگے کی راہ سے

---

[1] المقیم اذا سافر بعد ما استکمل مدۃ الاقامۃ فانہ ینزع خفیہ و یغسل رجلیہ وان سافر قبل استکمال المدۃ کان لہ ان یمسح مدۃ السفر ثلثۃ ایام ولیالیہا ۱۲ قاضیخان

[2] ماسح الخف اذا کان مسافرا فاقام بعد ما استکمال مدۃ الاقامۃ فانہ ینزع خفیہ و یغسل رجلیہ وان اقام قبل استکمال المدۃ یتم مدۃ الاقامۃ ۱۲ قاضیخان ص۲۴

[3] یعلم منہ جواز المسح علی خف لبس فوق مخیط من کرباس او جوخ او نحوہما کما لا یجوز علیہ المسح ۱۲ کبیری ص۱۹

[4] او جوربیہ الثخینین منعلین او مجلدین حتی اذا کانا ثخینین غیر منعلین او مجلدین لا یجوز عندہ خلافا لہما وعنہ انہ رجع الی قولہما وبہ یفتی ۱۲ شرح وقایہ ص۲۲ والشرط الخامس امکانہا من غیر شد تخیامنہ اذا الرقیق لا یصلح لقطع المسافۃ ۱۲ مراقی ص۸۵

[5] ولا یجوز المسح علی عمامۃ وقلنسوۃ و برقع وقفازین ۱۲ نور مع الشرح ص۸۶

[6] والمذی ینقض الوضوء وہو ماء رقیق یخرج عند الشہوۃ ۱۲ قاضیخان ص۱۹

پانی آجاوے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے اور اس پانی کو جو جوش کے وقت نکلتا ہے مذی کہتے ہیں۔

مسئلہ ۲۹:- بیماری کی وجہ سے رینٹ[۱] کی طرح لسدار پانی آگے کی طرف سے آتا ہو تو احتیاط اس کہنے میں ہے کہ وہ پانی نجس ہے اور اُسکے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے

مسئلہ ۳۰:- پیشاب یا مذی[۲] کا قطرہ سوراخ سے باہر نکل آیا لیکن ابھی اُس کھال کے اندر رہے جو اوپر ہوتی ہے تب بھی وضو ٹوٹ گیا وضو ٹوٹنے کے لئے کھال سے باہر نکلنا ضروری نہیں ہے۔

مسئلہ ۳۱:- مرد کے پیشاب[۳] کے مقام سے جب عورت کا پیشاب کا مقام ملجاوے اور کچھ کپڑا وغیرہ بیچ میں آڑ نہو تو وضو ٹوٹ جاتا ہے ایسے ہی اگر دو عورتیں اپنی اپنی پیشابگاہ ملادیں تب بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے لیکن خود یہ نہایت بُرا اور گناہ ہے۔ دونوں صورتوں میں چاہے کچھ نکلے چاہے نہ نکلے ایک ہی حکم ہے۔

غسل کا بیان

مسئلہ:- پیشاب[۴] کی جگہ آگے کی کھال کے اندر پانی پہونچانا غسل میں فرض[ع] ہے اگر پانی نہ پہونچے گا تو غسل نہ ہوگا۔

جن چیزوں سے غسل واجب ہوتا ہے اُن کا بیان

مسئلہ ۱:- سوتے یا جاگتے میں[۵] جب جوانی کے جوش کے ساتھ منی نکل آوے تو غسل واجب ہو جاتا ہے چاہے مرد کے ہاتھ لگانے سے نکلے یا فقط خیال اور دھیان کرنے سے نکلے یا اور کسی طرح نکلے ہر حالت میں غسل واجب ہے۔

مسئلہ ۲:- اگر آنکھ کھلی[۶] اور کپڑے یا بدن پر منی لگی ہوئی دیکھی تو بھی غسل کرنا واجب ہے چاہے سونے میں کوئی خواب دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو۔

ع اگر ختنہ نہ ہوئی ہو تو مرد کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر کھال کے کھولنے میں دقت نہ ہو تو کھال کے اندر پانی ڈالنا فرض ہے اور اگر دقت ہو تو فرض نہیں ۱۲

[۱] والمذی الغلیظ من البول یتعقب الرقیق منہ خروجا فیکون معتبرا ۱۲ ہدایہ

[۲] وکذا لو خرج البول من الفرج الداخل للمرءۃ دون الخارج نقض الوضوء ۱۲ قاضیخاں صـ ۱۸

[۳] والمباشرۃ الفاحشۃ تنقض الوضوء وتفسیرہا ان یباشرہا متجردین وانتشرت الآلۃ ولاقی فرجہ فرجہا ۱۲ حوالہ بالا

[۴] ویفترض غسل داخل قلفۃ لاعسر فی فسخہا علی الصحیح ۱۲ مراقی صـ ۹۹

[۵] یفترض الغسل بخروج المنی الی ظاہر الجسد اذا انفصل عن مقرہ بشہوۃ من غیر جماع کاحتلام وفکر ونظر وحیث بذکرہ ۱۲ مراقی صـ ۱۰۰

[۶] ولنہا وجود ماء رقیق بعد الانتباہ من النوم ولم یتذکر احتلاما ۱۲ مراقی صـ ۱۰۲

تنبیہ: جوانی کے جوش کے وقت[1] اول اول جو پانی نکلتا ہے اور اُسکے نکلنے سے جوش زیادہ ہوجاتا ہے کم نہیں ہوتا اُسکو مذی کہتے ہیں اور خوب مزہ آکر جب جی بھر جاتا ہے اس وقت جو نکلتا ہے اُسکو منی کہتے ہیں اور پہچان ان دونوں کی یہی ہے کہ منی نکلنے کے بعد جی بھر جاتا ہے اور جوش ٹھنڈا پڑجاتا ہے اور مذی نکلنے سے جوش کم نہیں ہوتا بلکہ زیادہ ہوجاتا ہے اور مذی پتلی ہوتی ہے اور منی گاڑھی ہوتی ہے سو فقط مذی نکلنے سے غسل واجب نہیں ہوتا البتہ وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

مسئلہ[۳]: جب مرد کے[۲] پیشاب کے مقام کی سُپاری[ع] اندر چلی جاوے اور چھپ جاوے تو بھی غسل واجب ہوجاتا ہے چاہے منی نکلے یا نہ نکلے مرد کی سپاری آگے کی راہ میں گئی ہو تو بھی غسل واجب ہے چاہے کچھ بھی نہ نکلا ہو اور اگر پیچھے کی راہ میں گئی ہو تب بھی غسل واجب ہے لیکن پیچھے کی راہ میں کرنا اور کرانا بڑا گناہ ہے۔

مسئلہ[۴]: جو خون ہر مہینے[۳] آگے کی راہ سے آیا کرتا ہے اس کو حیض کہتے ہیں جب یہ خون بند ہوجاوے تو غسل کرنا واجب ہے اور جو خون لڑکا پیدا ہونے کے بعد آتا ہے اسکو نفاس کہتے ہیں اسکے بند ہونے پر بھی غسل کرنا واجب ہے خلاصہ یہ کہ چار چیزوں سے غسل واجب ہوتا ہے۔ جوش[۱] کے ساتھ منی نکلنا۔ مرد[۲] کی سپاری کا اندر چلا جانا۔ حیض[۳] اور نفاس[۴] کے خون کا بند ہونا۔

مسئلہ[۵]: چھوٹی لڑکی سے اگر کسی مرد نے صحبت[۴] کی جو ابھی جوان نہیں ہوئی ہے تو اُسپر غسل واجب نہیں ہے لیکن عادت ڈالنے کے لئے اُس سے غسل کرانا چاہیئے۔

مسئلہ[۶]: سوتے میں مرد کے پاس[۵] رہنے اور صحبت کرنیکا خواب دیکھا اور مزہ بھی آیا لیکن آنکھ کھلی تو دیکھا کہ منی نہیں نکلی ہے تو اُسپر غسل واجب نہیں ہے۔ البتہ اگر منی نکل آئی ہو تو غسل واجب ہے اور اگر کپڑے یا بدن پر کچھ بھیگا بھیگا معلوم ہو لیکن یہ خیال ہوا کہ یہ مذی ہے منی نہیں ہے تب بھی غسل کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: اگر تھوڑی سی منی نکلی اور غسل کر لیا پھر نہانے کے بعد

---

[1] قد مضی دلیلہ فیما مر من الصفحۃ السابقۃ ۱۲

[2] وتواری حشفۃ فی احد سبیلی آدمی فیہ ۱۲ مراقی ص ۵۷

[3] فالحیض دم ینفضہ رحم بالغۃ لاداء بہا ولا قبل ولم تبلغ سن الایاس ۱۲ ص ۷۹ ویفترض بحیض ونفاس بعد الطہر من نجاستہا ۱۲ ص ۵۸ مراقی

[4] صبیۃ یجامع مثلہا یستحب لہا ان تغتسل ۱۲ شامی ص ۱۶۷ ولو کان الرجل بالغا والمرءۃ صغیرۃ فالجواب علی العکس ۱۲ قاضیخان ص ۲۱

[5] ومن الاشیاء التی لا یغتسل منہا احتلام بلا بلل ۱۲ فیجب الغسل اتفاقا فیما اذا شک انہ منی او مذی ۱۲ طحطاوی ص ۵۸ وان رای المذی یلزمہ الغسل فی قول ابی حنیفۃ ومحمد تذکر بالاحتلام او لا ۱۲ قاضیخان ص ۲۲

[6] واذا اغتسلت المرءۃ بعد الجماع فخرج منہا بقیۃ منی الزوج لا یلزمہا اعادۃ الغسل فی قولہم ۱۲ قاضیخان ص ۲۳ او اغتسل قبل ان یبول او ینام ثم خرج منہ بقیۃ المنی یجب علیہ الغسل ثانیا ۱۲ در مختار ص ۱۲۹ وقاضیخان

ع یعنی مرد کی پیشاب گاہ کا سر جہاں تک ختنہ ہوئی ہو ۱۲

اور منی[ع] نکل آئی تو پھر نہانا واجب ہے اور اگر نہانے کے بعد شوہر کی منی[عہ] نکلی جو عورت کے اندر تھی تو غسل درست ہو گیا پھر نہانا واجب نہیں۔

مسئلہ ۸:۔ بیماری کی وجہ سے[۱] یا کسی اور وجہ سے آپ ہی آپ منی نکل آئی مگر جوش اور خواہش بالکل نہیں تھی تو غسل واجب نہیں، البتہ وضو ٹوٹ جاویگا۔

مسئلہ ۹:۔ میاں[۲] بی بی دونوں ایک پلنگ پر سوئے تھے جب اُٹھے تو چادر پر منی کا دھبہ دیکھا اور سوتے میں خواب کا دیکھنا نہ مرد کو یاد ہے نہ عورت کو تو دونوں نہالیویں احتیاط[عہ] اسی میں ہے کیونکہ معلوم نہیں یہ کس کی منی ہے۔

مسئلہ ۱۰:۔ جب کوئی کافر مسلمان ہووے تو اُس کو غسل کر لینا مستحب[للعہ][۳] ہے۔

مسئلہ ۱۱:۔ جو کوئی مردہ کو نہلاوے[۴] تو نہلانے کے بعد غسل کر لینا مستحب ہے۔

مسئلہ ۱۲:۔ جس پر نہانا واجب[۵] ہے وہ اگر نہانے کے پہلے کچھ کھانا پینا چاہے تو پہلے اپنے ہاتھ اور منہ کو دھو لیوے اور کلی کر لیوے تب کھائے پیے اور اگر بے ہاتھ منہ دھوئے کھا پی لیوے تب بھی کوئی گناہ نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۳:۔ جس کو نہانے کی ضرورت ہے اُن کو کلام مجید[۶] کا چھونا اور اُس کا پڑھنا اور مسجد میں جانا جائز نہیں اور اللہ تعالیٰ کا نام لینا اور کلمہ پڑھنا درود شریف پڑھنا جائز ہے اور اس قسم کے مسئلوں کو ہم انشاء اللہ حیض کے باب میں اچھی طرح بیان کریں گے وہاں دیکھ لینا چاہیئے۔

مسئلہ ۱۴:۔ تفسیر کی کتابوں کو بے نہائے[۷] اور بے وضو چھونا مکروہ ہے اور ترجمہ دار قرآن کو چھونا بالکل حرام ہے۔

[ع] یہ حکم جب ہے کہ جب وہ منی قبل سونے اور قبل پیشاب کرنے اور قبل چالیس قدم یا زیادہ چلنے کے نکلے ۱۲

[عہ] جبکہ کسی علامت سے شوہر کی منی معلوم ہو جاوے ورنہ غسل واجب ہوگا ۱۲

[عہ] یہ احتیاط واجب ہے تو احتیاط کے لفظ سے یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ شاید واجب نہ ہو کتابوں میں اسکو واجب لکھا ہے ۱۲ منہ

[للعہ] یعنی نفس اسلام لانے کے لئے غسل کر لینا مستحب ہے لیکن اگر کوئی امر موجب غسل موجود ہو مثلاً جنابت یا حیض نفاس سے پاکی اور قبل اسلام غسل ہی نہیں کیا تھا یا غسل تو کیا تھا مگر جس طرح شریعت میں معتبر ہے اس طرح نہیں کیا تو غسل واجب ہے ۱۲ منہ

[۱] واذا اخرج المنی من الرجل من غیر شہوۃ وانتشار لا غسل علیہ ۱۲ قاضی خاں ص ۳۳

[۲] واذا نام الرجل والمرأۃ فی فراش واحد فلما استیقظا وجدا منیا بینہما وکل واحد منہما منکر الاحتلام وان یکون ذلک منیۃ قال الشیخ ابوبکر محمد بن فضل الغسل علیہما احتیاطا ۱۲ حوالہ بالا ص ۳۲

[۳] وواحد منہا مستحب وہو غسل الکافر اذا اسلم ۱۲ صغیری مع حذف ص ۲۹

[۴] وہو من غسل المیت ۱۲ صغیری ص ۲۹

[۵] فاذا اراد الجنب الاکل والشرب ینبغی لان یغسل یدہ وفمہ ویکرہ من غیر غسل ۱۲ صغیری ص ۳۲

[۶] ویحرم الحدث الاکبر دخول مسجد وتلاوۃ قرآن ومسہ ۱۲ درمختار ص ۳۲ و ص ۳۳

[۷] والتفسیر کمصحف لا الکتب الشرعیۃ ۱۲ درمختار ص ۳۳

قد تم تحشیۃ الجزء الاول۔

عاجز محمد حیات غفرلہٗ

ضمیمہ اولیٰ بہشتی زیور مسمّاۃ[1] بہ[1] بہشتی جوہر حصہ اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امّا بعد[2] حمد[3] و صلوٰۃ کے مسلمانوں کی خدمت میں گذارش[4] ہے کہ رسالہ بہشتی زیور جیسا کچھ مقبول و مفید عوام و خواص ہوا ہے ظاہر ہے حاجتِ بیان نہیں مگر اُس میں ایسے مضامین کم ہیں جن سے جنت کی رغبت اور دوزخ سے خوف و نفرت پیدا ہو اکثر حصہ اُس کا فقط مسائل سے آراستہ ہے اس لئے حضرت مرشدی و مولائی مولوی حافظ قاری حاجی شاہ اشرف علی صاحب کی یہ رائے ہوئی کہ اس رسالہ کے ہر حصہ میں ضمیمہ[5] بڑھا دیا جاوے جسمیں مضامین ترغیب و ترہیب[عہ] نیز دیگر امور ضروریہ مذکور ہوں اور جہاں کوئی عبارت اصل رسالہ یعنی بہشتی زیور کی دشوار ہو تو اُس کی توضیح بھی حاشیہ بہشتی زیور پر کر دی جائے اور دیگر مضامین جدا ضمیمہ کی صورت میں تحریر کیے جاویں چنانچہ ۱۳۳۳ھ میں ہر حصہ کے ساتھ ایسے مضامین بطور ضمیمہ کے لگا دیے گئے تھے اور ۱۳۳۵ھ میں سب سے پہلے مولوی شبیر علی[6] صاحب نے بزمانہ شرکت امداد المطابع اُن کو طبع کیا۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس نے اب مسلمانوں کو اس کے دوبارہ طبع کرانے کی توفیق دی۔ ناظرین دعا فرماویں کہ حق تعالیٰ اپنے فضل کے ساتھ اسکو دونوں جہان میں نافع فرماوے۔ واضح ہو کہ مضامین ترغیب و ترہیب اور اگر کوئی مسئلہ مستقلاً ضروری سمجھا جائیگا تو وہ بھی داخل اوراق ضمیمہ[7] ہونگے اور توضیح عبارت بہشتی زیور کی ضمیمہ سے جدا رہیگی وہ بہشتی زیور کے حاشیہ پر درج ہوگی۔ اور سہولت عبارت کا جیسا اصل رسالہ میں اہتمام کیا گیا ہے ایسا ہی انشاء اللہ تعالیٰ ضمیمہ میں بھی رکھا جاویگا اور مضامین معتبر کتابوں سے لکھے جاویں گے اور ہر حصہ کا ضمیمہ جدا ہوگا۔ ناظرین سے دعائے خیر کا خواہاں ہوں۔ محشی۔

عہ ترہیب ڈرانا ترغیب رغبت دلانا ۱۲ منہ

[1] مسمّاۃ کے معنی نام رکھا گیا ۱۲ اور بہ کے معنی ساتھ کے ہیں یعنی جو نام رکھا گیا ہے ساتھ بہشتی جوہر کے ۱۲

[2] یہ عبارت یوں ہو تو ٹھیک ہے کہ امّا بعد یعنی حمد و صلوٰۃ کے بعد یا یوں ہو کہ بہرحال حمد و صلوٰۃ کے بعد یا صرف امّا بعد مسلمانوں کی خدمت میں یا یوں ہو کہ امّا بعد الحمد والصلوٰۃ ۱۲ محشی غفرلہٗ

[3] حمد کے معنی خدا کی تعریف اور صلوٰۃ کے معنی درود نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہیں ۱۲

[4] خواہش کے معنی ہیں ۱۲

[5] ضمیمہ عربی لفظ ہے اسکے معنی ملایا ہوا جو مضمون کسی مضمون کے اخیر میں بعد کو بڑھاتے ہیں اُس کو ضمیمہ بولتے ہیں ۱۲

[6] یہ حضرت مؤلف ممدوح کے برادرزادے ہیں خوب متین اور فہیم اور اہل علم ہیں مولانا موصوف کے زیر سایہ رہتے ہیں ۱۲

[7] یعنی جو بہشتی زیور کے مسائل کا تابع نہ ہوگا نہ تو اُن میں کسی مسئلہ کے یہ جز ہوگا اور نہ کوئی خاص تعلق رکھنے والا بلکہ بالکل الگ ہوگا البتہ مضامین سابقہ سے کچھ تعلق رکھتا ہوگا ۱۲

علم کی بزرگی کا بیان

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ یعنی اللہ تعالیٰ بلند کرتا ہے اُن لوگوں کے (رُتبے) جو تم میں سے ایمان لائے (یعنی ایمان کو کامل کیا نیک اعمال اور شرع کی پابندی کرکے اور قرآن و حدیث میں جہاں کہیں ایمان لانے کی بڑی بزرگی بیان ہوئی ہے وہاں ایمان کامل ہی مراد ہے خوب سمجھ لو) اور اُنکو جو علم دیے گئے ہیں درجے (اُن پر جو ایمان لائے اور عالم نہیں ہیں) یہاں سے کس قدر بزرگی اہلِ علم کی قرآن مجید[١] سے ثابت ہوئی کہ پہلے ایمان والوں کی مدح فرمائی اور پھر اہل علم کو اُن میں سے خاص کیا اور اُن کو بڑے رُتبے والا قرار دیا اور جس کو اللہ تعالیٰ بڑا فرمائیں اس کی بڑائی کا کیا ٹھکانا ہے۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ فرما دیجیے (اے رسول اللہ) کیا برابر ہیں جو علم نہیں رکھتے اور وہ جو علم رکھتے ہیں استفہام انکاری[٢] ہے یعنی اہلِ علم کا رتبہ غیر اہلِ علم سے بڑا ہے۔

حدیث صحیح میں ہے جس کو جامع صغیر میں روایت کیا ہے طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰی كُلِّ مُسْلِمٍ یعنی علم کا طلب کرنا فرض ہے ہر مسلمان پر (خواہ وہ مرد ہو یا عورت) اور فرض کا چھوڑنا گناہ کبیرہ ہے اور جاننا چاہیے کہ جس کام کا کرنا بندہ پر فرض ہے اُس کام کے کرنے کا طریقہ بھی سیکھنا اُس کے ذمہ فرض ہے اور جس کام کا کرنا مستحب ہے اُس کا طریقہ سیکھنا بھی مستحب ہے پس جب نماز فرض ہوگی اُس کے مسئلے سیکھنا بھی فرض ہوں گے اسی طرح روزہ وغیرہ کا حال ہے اور جب نوکری تجارت وغیرہ کریگا تو نوکری و تجارت وغیرہ کے متعلق جو شریعت کے حکم ہیں اُنکا سیکھنا اور اُن پر عمل کرنا لازم ہوگا یہ تفصیل اُس علم کی ہے جو ہر شخص[٣] پر فرض ہے اور بعضے علوم ایسے ہیں کہ اگر تھوڑے سے آدمی خواہ ایک یا دو جتنوں سے کام چل جاوے اُن علوم کو حاصل کر لیں تو اور لوگوں کے ذمہ اُن علوم کا طلب کرنا ضروری نہیں رہتا مثلاً ہر قصبہ و شہر میں ایک ایسا عالم ہونا ضروری ہے جو قرآن و حدیث و فقہ وغیرہ علوم اچھی طرح جانتا ہو کہ مخالفین اسلام کا رد بھی کر سکے اور جب

---

١ مگر واضح رہے کہ اس علم سے علم دین مراد ہے خواہ عین دین ہو یا دین کے علم کا اس پر مدار ہو دین کے علم تو جیسے تفسیر حدیث فقہ اور انکے مدار جیسے اصول حدیث اصول فقہ اصول تفسیر جس میں صرف نحو معانی بیان وغیرہ بھی داخل ہیں ١٢

٢ جس کا یہاں یہ مطلب ہے کہ علم والے اور بے علم والے برابر نہیں ہیں تو کیا علم والے گھٹے ہوئے ہیں نہیں بلکہ بے علم والے گھٹے ہوئے ہیں اور علم والے بڑھے ہوئے ہیں - ایک مثل مشہور ہے کہ اہل علم زندہ ہیں باقی سب لوگ مردہ ہیں اور مشہور ہے کہ علم غلام کو بادشاہوں کی مجلسوں تک پہونچا دیتا ہے والعلم وسیلۃ الی کل فضیلۃ تو بہت ہی مشہور ہے یعنی علم ہر فضیلت کا ذریعہ ہے ١٢

٣ العلم یکون فرض عین وهو بقدر ما یحتاج لا نبه و فرض کفایة وهو ما زاد علیه لنفع غیره و مندوبا وهو التبحر فی الفقه ١٢ درمختار ص ٦

عاجز محمد حیات غفرلہٗ سنبھلی

کوئی مسئلہ اُس سے پوچھا جاوے بے تکلف اُس کا جواب دے سکے تو ایسے علوم ہر شخص پر فرض نہیں ہوتے ہاں اگر کسی کو فرصت ہو اور شوق اور موقع ہو اور بغیر فرض ہونے کے وہ اِن علوم کو حاصل کر لے تو مستحب ہے اور بڑا ثواب ہے یہ مختصر بیان تھا علم کے فرض ہونے کا۔

حدیث میں[1] ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جس بندے کے ساتھ اللہ تعالےٰ بھلائی چاہتا ہے اُس کو دینی سمجھ عطا فرماتا ہے اور میں[1] بانٹنے والا (علم کا) ہوں اور اللہ دینے والا ہے۔ (بخاری و مسلم)

حدیث میں ہے کہ جب آدمی مرجاتا ہے تو اُس سے اُس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے مگر تین عمل (کا ثواب) نہیں منقطع ہوتا اوّل[1] صدقہ جاریہ (مثل وقف۔ کنواں۔ مسجد وغیرہ جو اللہ کے واسطے تیار کرایا ہو) دوسرے[2] علم کہ اُس سے لوگوں کو نفع پہونچے (مثلاً تعلیم[2] تصنیف وغیرہ) تیسرے[3] نیک فرزند کہ میت کے لئے دعائے خیر کرے (مسلم) مطلب یہ ہے کہ تمام نیک کاموں کا ثواب مرنے سے ختم ہو جاتا ہے اس لئے کہ مردہ عمل نہیں کرتا پس ثواب کیونکر ملے مگر یہ تین کام ایسے ہیں کہ ان کا ثواب مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے کیونکہ یہ تینوں کام بعد مرنے کے جاری رہتے ہیں اس لئے کہ صدقہ جاریہ میں مخلوق کا نفع جاری رہتا ہے اور اسی طرح علم کا نفع بھی جاری رہتا ہے اور نیک اولاد دعائے خیر والدین کے لئے کرتی ہے لہٰذا یہ عمل بھی بعد مرنے کے باقی رہا۔

کثیر بن قیس[3] سے روایت ہے (یہ تابعی ہیں اور تابعی اُسکو کہتے ہیں جس نے ایمان کی حالت میں کسی صحابی کو دیکھا ہو اور وہ دیکھنے والا ایمان ہی کی حالت میں مرگیا دیکھنے اور مرنے دونوں حالتوں میں تابعی کا مسلمان ہونا شرط ہے) کہ میں دمشق[ع] کی مسجد میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ (یہ ایک بڑے درجہ کے صحابی ہیں یہ بڑے عالم تھے اور ان کو حکیم امت کہتے ہیں یعنی اُمت محمدیہ میں دینی سمجھ ان کو اعلیٰ درجہ کی عطا ہوئی تھی اور ان کی بیوی حضرت اُم الدرداء رضی اللہ عنہا بھی بڑی عالم تھیں۔

ع۔ بکسر تین و بالکسر و فتح میم ایضاً۔ ۱۲ اشعۃ اللمعات

[1] اس سے یہ بھی نکلا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خود مختار یا عالم بالذات نہیں ہیں اللہ تعالےٰ کے بتلانے سے آپ کو علم حاصل ہے اور جس قدر وہ دیتا ہے اسی قدر کو بانٹ دیتے ہیں جو خدا کے پاس سے ملتا ہے اُس کی تقسیم کا کام آپکے سپرد ہے اور تقسیم سے مراد اُس کا نشر یعنی پھیلانا اور لوگوں تک پہونچانا ہے ۱۲

[2] تعلیم سے مراد صرف مدرسوں میں مدرسی کرنا اور طالب علموں کو پڑھانا مراد نہیں ہے بلکہ جس کسی کو کوئی مسئلہ یا دین کی کوئی بات آدمی بتلاتا ہے وہ صدقہ جاریہ ہے بشرطیکہ وہ بات اُس آدمی کو صحیح طور پر معلوم ہو ۱۲

[3] اور ترمذی نے ان کا نام قیس بن کثیر لیا ہے ۱۲

(تذکرۃ الحفاظ جلد اول) کے پاس بیٹھا تھا سو ابوالدرداءؓ کے پاس ایک مرد آیا پھر اُس نے کہا اے ابوالدرداء میں بیشک تمہارے پاس مدینہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے تم سے ایک حدیث سُننے کے لئے آیا ہوں جس کی نسبت مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم وہ حدیث رسول (مقبول) سے روایت کرتے ہو اور کسی حاجت کے لئے (تمہارے پاس) نہیں آیا حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا بیشک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ آپ فرماتے تھے جو شخص کوئی راستہ چلے کہ اُس میں کوئی علم دین کا طلب کرتا ہے تو چلا دیگا اُس کو حق تعالیٰ کوئی راہ جنت کی راہوں سے اور بیشک فرشتے اپنے بازو رکھ دیتے ہیں طالب علم کی خوشنودی کے لئے (بازو رکھنے سے مراد بازوؤں کا بچھا دینا ہے طالب علم کے ساتھ تواضع کے لئے یا مراد شفقت و رحمت ہے فرشتوں کی طالب علم کے ساتھ جس کا انجام دعائے خیر ہے طالب علم کی کامیابی کے لئے اور یہ علامت ہے خدا تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہونے کی اس لئے کہ فرشتے معصوم اور بے گناہ اور اللہ کے خاص بندے ہیں اُن کے نزدیک مقبول ہونا گویا خدا کے نزدیک مقبول ہونا ہے اسلئے کہ دوست کا دوست اپنا دوست ہوتا ہے) اور بیشک عالم کے لئے تحقیق وہ جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں استغفار کرتے ہیں (یعنی اُس کے گناہ معاف ہونے کی دعا مانگتے ہیں) اور مچھلیاں پانی کے اندر (اُس کے لئے استغفار کرتی ہیں اور بظاہر کفار و شیاطین استغفار کرنے والوں میں داخل نہیں اس لئے کہ وہ اس نعمت کے اہل نہیں جب اپنے خالق کے ساتھ سرکشی کرتے ہیں تو خالق کے دوستوں کے ساتھ کیسے انکا برتاؤ اچھا ہو سکتا ہے اور یہ بات ظاہر تھی اس لئے حدیث میں اسکو بیان نہیں کیا اور علماء نے فرمایا ہے کہ مراد تمام حیوانات ہیں مچھلیوں کی خصوصیت اس لئے کی گئی کہ پانی بہ برکت وجود علماء کے آتا ہے جس سے ان کی (نیز دیگر اہل دنیا کی) زندگی ہے (اور مچھلیوں کا تعلق پانی سے ہے) اور تحقیق بزرگی عالم کی عبادت کرنے والے پر مثل بزرگی چودھویں رات کے چاند کی تمام ستاروں پر ہے یعنی گویا عالم چودھویں رات کا چاند ہے اور عبادت کرنیوالا مثل ستاروں کے ہے اور عالم کو تشبیہ دی پورے چاند کے ساتھ جو

ف۱ یا تو اُنھوں نے لوگوں سے گول طریقہ پر سنا ہوگا کہ وہ کوئی حدیث بیان کرتے ہیں اور یا خود وہ حدیث ہی سُنی ہوگی مگر پہلے بالواسطہ سنی ہوگی اب اُنھوں نے خود ابو درداءؓ سے بلا واسطہ سُننے کا قصد کیا تاکہ اس حدیث کی روایت کا یقین زیادہ ہو اور اسناد اونچا ہو جائے ۱۲۔

ف۲ چلانے سے مراد اس راستہ کو آسان اور سہل کر دینا ہے ۱۲

ف۳ ہو سکتا ہے کہ درحقیقت بازو رکھ دیتے ہوں مگر انسانوں کو نظر نہ آتا ہو اور یا بازو رکھنے سے تواضع مراد ہو اور بعض نے کہا کہ مراد اُن کا مددگار اور علم کے حصول میں سعی کو آسان بنانا ہے۔ ۱۲ کذا فی حواشی المشکوٰۃ محمد حیات عفرلہٗ

چودھویں رات کو ہوتا ہے اور روشنی اُس کی تمام زمین کو گھیرے ہوتی ہے اور چونکہ فائدہ علم کا اپنے سوا اوروں کو بھی پہونچتا ہے اور تمام عالم اُس سے روشن ہوتا ہے پس یہ مناسبت ہے درمیان مشبّہ یعنی عالم اور مشبّہ بہ یعنی چودھویں رات کے چاند کے اور عبادت کرنیوالے کا نفع فقط اُس کی ذات تک محدود ہے دوسرے لوگ اُس سے منتفع نہیں ہوسکتے اس لئے اُس کو ستاروں[1] سے تشبیہ دی گئی اور اگر کوئی کہے کہ عابد کو دیکھکر دوسرے لوگ حرص کرتے ہیں عبادت کی اور اُس کی عبادت کی برکت سے اللہ پاک کی رحمت ہوتی ہے لوگوں پر اور اسی طرح ستاروں سے بھی زمین روشن ہوتی ہے تو جواب یہ ہے کہ یہ تھوڑا سا نفع عابد اور ستاروں کا چاند اور عالم کے نفع کے مقابل کالعدم ہے قابل اعتبار نہیں اور عالم سے وہ شخص مراد ہے جو ضروری علم مثل علم نماز روزہ وغیرہ سے زیادہ جانتا ہو اور عابد سے مراد وہ عبادت گذار ہے جو بقدر ضرورت علم جانتا ہو اور کثرت سے عبادت کرتا ہو مشغلہ علمی نہ رکھتا ہو اسلئے کہ جاہل کیا عبادت کرسکتا ہے اور اُس کی عبادت صحیح نہیں ہوتی پس عابد کا بقدر ضرورت علم جاننا ضرور ہے) اور علماء بے شبہ وارثانِ انبیاء ہیں اور بتحقیق انبیاء[2] نے درہم اور دینار ترکہ میں نہیں چھوڑے (یعنی دنیاوی سامان کا کسی کو وارث نہیں بنایا) اور کچھ ترکہ نہیں چھوڑا مگر علم تو جس شخص نے اس کو حاصل کیا اُس نے بڑی دولت[3] حاصل کرلی اس حدیث کو احمدؒ ترمذیؒ۔ ابن ماجہؒ۔ ابوداؤدؒ۔ دارمیؒ سے مشکوٰۃ میں نقل کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما یہ بڑے درجہ کے صحابی ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو قرآن کا علم عطا ہونے اور دینی سمجھ حاصل ہونیکی دعا دی تھی چنانچہ قبول ہوئی اور یہ بڑے عالم ہوئے انکو ترجمان[4] القرآن کہتے ہیں) سے روایت ہے کہ علم پڑھنا پڑھانا تصنیف و تالیف کرنا وغیرہ گھڑی بھر رات میں بہتر ہے تمام رات عبادت کرنے سے (دارمی) جاننا چاہیے کہ ان فضائل کے بیان کرنے سے یہ غرض نہیں ہے کہ نفل عبادت بالکل چھوڑ دے[5] بلکہ کچھ شغل نفل عبادت کا بھی رکھے لیکن علمی خدمت میں زیادہ وقت صرف کرے کیونکہ سب

[6] مثل نہ ہونے کے ۱۲

[1] ستاروں سے تشبیہ دیتے ہیں اس طرف اشارہ ہے کہ تھوڑا بہت فائدہ عبادت گذاروں سے بھی دوسروں کو پہنچتا ہے اور قیامت میں پہنچے گا دنیا میں تو یہ کہ انکی عبادت کی برکت سے گمراہی کی نجاست کم ہوگی اور آخرت میں وہ قابل شفاعت گنہگاروں کی شفاعت کرائینگے ۱۲

[2] اس حدیث سے شیعہ کا یہ قول رد ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی نے حضرت فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا کو انکے باپ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی میراث نہیں دی ۱۲

[3] کیونکہ اس سے زیادہ اور کوئی دولت نہیں ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ عربی کا ترجمہ یہ کیا جائے کہ جو کوئی علم کو حاصل کرنا چاہے وہ پورا پورا حاصل کرے تھوڑے پر اکتفا اور قناعت نہ کرے ۱۲ از مرقات شرح مشکوٰۃ

[4] تفسیر قرآن پاک میں اُن کی روایتیں بکثرت ہیں۔ علماء اُن کو اکثر معتبر مانتے ہیں ۱۲

[5] ورنہ بعض علوم ایسے بھی ہیں جن کے پڑھنے پڑھانے کو علماء نے ناجائز بتلایا ہے جیسے فلسفہ اور شعبدہ بازی اور نجوم کا علم اور علم رمل اور جادو اور کہانت کا علم اور علم موسیقی اور شاعری جس میں لغو اور ناجائز اشعار لائے جائیں۔ جس طرح عموماً شاعر ہوتے ہیں کہ عشق بازی کی شعر شاعری سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں ۱۲

عبادتوں سے بڑھ کر عبادت ہے اور علم سے مراد دینی علم ہے۔

حدیث میں ہے کہ ویل ہے بے علم کے لئے[1] (ویل جہنم میں ایک آگ کا جنگل ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اور ویل کے معنی سخت خرابی کے ہیں کنز العمال) خوب کہا ہے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے

سرانجام جاہل جہنم بود	کہ جاہل نکو عاقبت کم بود

یعنی انجام جاہل کا جہنم ہے اس لئے کہ جاہل کا خاتمہ بخیر کم ہوتا ہے۔

حدیث میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ نے خدا کی قسم خدا تعالیٰ اپنے پیارے کو جہنم میں داخل نہ کریگا اس حدیث کو صحیح سند سے جامع صغیر میں روایت کیا ہے اور ظاہر ہے کہ عالم با عمل ہی خدا کا محبوب اور پیارا ہو سکتا ہے اور جاہل تو مقبول ہو ہی نہیں سکتا اس لئے خدا کے عذاب دردناک سے بچنے کے لئے اور اس کی رضا حاصل کرنے کو علم و عمل[2] سے آراستہ ہونا چاہیئے شاعر نے اس معنی میں کہا ہے

حَسْبُ المُحِبِّیْنَ فِی الدُّنْیَا عَذَابُهُمْ	تَاللّٰهِ لَا عَذَّبَتْهُمْ بَعْدَهَا سَقَرُ

یعنی خدا کے دوستوں کو دنیا میں جو مصیبتیں پہونچتی ہیں وہی اُن کا عذاب ہے۔ اور معافی گناہوں کے لئے کافی ہے خدا کی قسم اس کے بعد اُن کو دوزخ عذاب نہ کریگی مگر خوب سمجھ لو کہ خدا کا دوست جس کے لئے اتنی بڑی خوشخبری ہے وہی شخص ہو سکتا ہے جو ہر وقت اُس کی رضا کا طالب اور اُس کے احکام کا پابند ہے اگر اتفاقاً کوئی گناہ ہو جاوے فوراً توبہ کرلے[3]

حدیث میں ہے کہ تم خدا کو لوگوں کا پیارا بنادو اللہ میاں تم کو اپنا پیارا بنالیوینگے (کنز العمال) یعنی لوگوں کو وعظ سنا کر اور خدا کے احسانات[4] اور نعمتیں یاد دلا کر خدا کی طرف رجوع کردو اور اُن کو اس طریق سے تعلیم دو کہ وہ خدا کو چاہنے لگیں پس اس کا یہ نتیجہ ہوگا کہ خدا تم کو چاہنے لگے گا یعنی تم پر اعلیٰ درجہ کی رحمت فرمائیگا اور ظاہر ہے کہ یہ کام بجز عالم باعمل کے اور کوئی نہیں کر سکتا اور اس میں کس قدر خوشخبری ہے علماء و مشائخ کو اس سے بڑھ کر دارین میں کونسی نعمت ہے کہ مالک حقیقی کا بندہ پیارا بنجاوے یا اللہ مجھے بھی اپنا اعلیٰ درجہ کا غلام بنالے آمین

حدیث میں ہے کہ جو عالم اپنے علم پر عمل کرے وارث کریگا اُس کو اللہ تعالیٰ ایسے علم کا جس کو وہ نہیں جانتا ہے (حلیۃ الاولیاء) یعنی اسرار علوم کے اُس کو

[1] یا تو یہ محض ڈانٹنے کے طور پر یعنی دھمکی ہے اور اگر جہالت سے مراد فرائض اور ضروری ضروری باتوں سے بے علم رہنا ہے تو در حقیقت اس کے لئے ویل ہے پس کلام میں مجاز نہیں ہے ۱۲

[2] اور بے عمل عالم کیلئے بہت سخت وعیدیں حدیثوں میں موجود ہیں ایک حدیث میں ہے کہ جو صرف دنیا کا مال حاصل کرنے کو علم سیکھتا ہے وہ جنت کی بو بھی نہ پاوے گا۔ امام احمد اور ابو درداء وغیرہ نے اسکو روایت کیا ہے ۱۲

[3] توبہ سے زیادہ اچھا سرمایہ کچھ نہیں اور قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ توبہ اُسی کی مقبول ہے جو گناہ ناواقفی سے کرلیتے ہیں اور جب اُن کو اُس کا علم ہوتا ہے تو فوراً ہی توبہ کرلیتے ہیں اُن لوگوں کی توبہ مقبول نہیں ہے جو گناہ کے کام کرتے رہتے ہیں اور جب اُن کو موت آنے لگتی ہے تب کہتے ہیں کہ میں اب توبہ کرتا ہوں ۱۲

[4] اگرچہ واعظ کو دوزخ اور اس کے عذاب سے بھی ڈرانا چاہئے۔ اس حدیث سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ صرف وعظ و نصیحت میں اُسی کا کرم اور فضل ہی اور نعمتیں ہی یاد دلائی جائیں کیونکہ جس طرح محبت نعمتوں سے پیدا ہو سکتی ہے اسی طرح کبھی ڈر اور خوف اور قوت و شوکت کے علم سے بھی ہوتی ہے ۱۲

عطا ہوں گے اور علم میں ترقی ہوگی۔

حدیث میں ہے کہ بیشک عالم جبکہ ارادہ کریگا اپنے علم سے رضائے حق کا تو ڈرے گی اُس سے ہر چیز (مختصر)

حدیث میں ہے اگر فقہار (علمائے دین) اولیار اللہ نہیں ہیں آخرت میں تو کوئی خدا کا ولی نہیں یعنی عالم ضرور ولی ہے (بخاری)

حدیث میں ہے عالم کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے (دیلمی عن انس مرفوعاً بغیر ذکر سند)

فرمایا جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تر و تازہ (یعنی خوش بامراد) کرے اللہ اُس مرد (عورت) کو کہ جس نے ہم سے کچھ سُنا پھر پہونچا دیا اس کو جیسا کہ سُنا اُسکو اسلئے کہ بہت سے وہ لوگ جن کو کلام پہونچایا جاوے زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں اُس کلام کے سُننے والے سے (ترمذی و ابن ماجہ) اس میں علم دین کی خدمت کی کس قدر فضیلت ہے کہ سید المرسلین نے خادم دین کو خصوصاً جبکہ وہ خادم حدیث ہو اپنی دعائے بابرکت سے مشرف فرمایا علمار نے فرمایا ہے کہ اگر حدیث یاد کرنے اور دوسروں کو تعلیم کرنے میں سوائے اس دعا کی برکت کے اور کچھ نفع نہ ہوتا تو بھی یہ برکت چھوڑنے کے لائق نہ تھی حالانکہ ثواب عظیم برکت دعا کے علاوہ موجود ہے۔ لوگو اس پاک دعا کی قدر کرو علم دین پڑھو دین و دنیا میں فلاح ہوگی۔

حدیث میں ہے کہ جس کے ہاتھوں پر ایک شخص بھی مسلمان ہو جاوے تو اُس کو ضرور جنت ملے گی (طبرانی) اس میں خوش خبری ہے خاتمہ بخیر ہونے کی کیونکہ جب خاتمہ بخیر ہوگا تو جنت ضرور ملے گی اور کسی کو مسلمان عالم ہی کر سکتا ہے جاہل تو خود ہی احکام سے واقف نہیں وہ دوسرے کو کیا ہدایت کریگا اور عالم سے یہ مراد نہیں کہ اعلیٰ درجہ کا عالم ہو بلکہ جس قدر بھی علم ہو اس کے موافق فضیلت ہوگی

ع۵ لفظ ان لم یکن الفقہار اولیار اللہ فی آلاخرۃ فما للہ ولی ۱۲ منہ

ف۱ اس میں کوئی بات ہی کی تخصیص نہیں کہ کوئی فرمان ہی آپ کا پہنچا دے بلکہ اگر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی عمل نقل کہ فلاں کام آپ کیا کرتے تھے۔ اس کی بھی یہی فضیلت ہے اور چونکہ آپ کے اس ارشاد میں ہم سے کا لفظ ہے اس سے یہ نکلا کہ صرف حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہی کے کسی قول یا فعل کو نقل کرنے اور دوسروں کو پہونچانے کے ساتھ یہ فضیلت خاص نہیں ہے بلکہ اگر آپ کے صحابہ کا بھی کوئی قول یا فعل پہنچائے گا تو اسکی یہی فضیلت ہوگی ۱۲

ف۲ عربی میں لفظ اوعیٰ ہے جس کا یہ ترجمہ ہے اور اصل میں اس کے اندر صرف یاد رکھنے ہی کی تخصیص نہیں بلکہ شارحوں نے اس کے معنی میں بیان کیا ہے کہ زیادہ یاد رکھنے والے اور زیادہ سمجھدار ہوتے ہیں ۱۲ کذا فی حاشیۃ المشکوٰۃ

صحیح حدیث میں ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کوئی چالیس[۱] حدیثیں میری اُمت کو پہونچاوے تو میں قیامت میں خاص طور پر اُس کی سفارش کرونگا (جامع صغیر) پہونچانا عام ہے خواہ پڑھاوے خواہ تصنیف کرے خواہ وعظ کہے غرض کہ لوگوں کو اس قدر حدیثیں پہونچ جائیں خواہ کسی طرح پہونچیں اسی لئے علماء نے بہت چہل حدیثیں لکھی ہیں۔

حدیث میں ہے ان اللہ یکرہ الحبر السمین یعنی تحقیق اللہ ناپسند کرتا ہے موٹے عالم کو (بیہقی) یعنی جو عالم باعمل ہوگا وہ تو خدمت دینی اور خوف آخرت کی وجہ سے موٹا ہو ہی نہیں سکتا پس موٹا ہونا علامت ہے عیش و نشاط میں رہنے اور غفلت میں پڑنے کی سو ایسا شخص مقبول نہیں ہو سکتا اور بعضی غفلت اور بعضا عیش و نشاط گناہ ہوتا ہے اور بعضا مکروہ اور درجہ کمال کے خلاف جیسی غفلت ہوگی اُسی درجہ کی اللہ کی ناپسندیدگی۔ اور اگر پیدائشی یا مرض کی وجہ سے فربہی ہو وہ فربہی باعث ناپسندیدگی اللہ تعالیٰ کا نہیں۔

حدیث میں ہے کہ سخت تر عذاب والا وہ عالم ہوگا روز قیامت میں جس نے اپنے علم سے نفع[۳] نہیں اُٹھایا (جامع صغیر)

حدیث میں ہے کہ جہنم میں ایک وادی (جنگل[۴]) ہے جس سے وہ ہر روز چار سو بار پناہ مانگتی ہے اور اُس میں ریاکار علماء داخل ہونگے (مشکوٰۃ) یعنی وہ عالم جو لوگوں کے دکھانے کو علمی خدمت کرے اور اس لئے علم پڑھے پڑھاوے کہ لوگ مجھے عالم سمجھیں اور میری عزت کریں روپیہ پیش کریں بزرگ سمجھیں خدا کے سوا دوسرے کے دکھانے کو عبادت کرنا سخت گناہ ہے اور ایک طرح کا شرک ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اگر اہل علم حفاظت کرتے علم کی (اور اُسکی قدر پہچانتے) اور اُس کو رکھتے اُس کے اہل کے پاس (یعنی جس میں علم سیکھنے اور پیشوا ہونے کی قابلیت ہو اُن کو علم پڑھاتے اور قدر ضرورت علم جو ہر شخص پر فرض ہے اُس کا سکھانا تو ہر شخص کو چاہیئے لیکن اس کے علاوہ اور زیادہ پڑھانا

---

[۱] اگرچہ ترمذی نے بلا معنی سمجھے ہوئے نقل کرنے کو بھی اسی فضیلت میں داخل کیا ہے مگر صاحب مرقات نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ بے معنے سمجھے ہوئے حدیثوں کو نقل کرنا اس مقام پر کہ جہاں علم کا تذکرہ ہے مراد نہیں ہو سکتا ۱۲

[۲] اور بعض قصبات اور مواضع میں جہالت کا اتنا زور ہے کہ وہ پڑھنے پڑھانے کے کام کو یہ سمجھتے ہیں کہ ایسے آدمی ہمیشہ غریب رہتے ہیں انکو دنیا میسر نہیں ہوتی۔ کوئی حرفت صنعت سیکھنی چاہیئے جس سے زندگی خوب بسر ہو اور بعض جگہ صرف قرآن شریف حفظ کرا دینے کو کافی جانتے ہیں جو مسائل سے بالکل بے بہرہ رہے یہ خیالات بھی بالکل غلط ہیں کیونکہ اہل علم اس گئے گذرے زمانہ میں بھی بھوکے نہیں مرتے اور اگر رئیسوں میں قدر و منزلت نہیں ہے تو نہ ہو غریب مسلمان اب بھی اُن کو اپنے سر کا تاج اور اپنا سردار اور باعزت جانتے ہیں اور صرف قرآن شریف کا حفظ کرانا بھی کافی نہیں ہو سکتا۔ اگر ساری دنیا کے لوگ صرف حفظ قرآن ہی پر اکتفا کر لیں تو اسلام اور احکام اسلام سب مٹ جائیں۔ دین کے ضروری مسائل کا سیکھنا نہایت ضروری چیز ہے اور حفظ قرآن اتنا ضروری نہیں ۱۲ عاجز محمد حیات غفرلہٗ

[۳] یعنی نہ خود اس پر عمل کیا اور نہ لوگوں کو پہنچایا تاکہ وہ اس پر عمل کرتے تو کچھ نہ کچھ نفع اسکو بھی پہنچ جاتا ۱۲

[۴] عربی میں اُس کا نام جب الحزن ہے جب کے معنی کنواں اور حزن کے معنی غم [illegible]

جس سے مقتدا اور پیشوا ہو جائے سوائے اہل کے اور کسی کو روا نہیں) بیشک سردار بن جاتے بسبب علم کے اپنے اہل زمانہ کے مگر اُنھوں نے صرف کیا علم کو اہل دنیا پر تاکہ اُن سے دنیوی منافع حاصل کریں سو خوار و ذلیل ہو گئے دنیا داروں کی نظروں میں (اسلئے کہ علم کا حق یہ تھا کہ اُس سے رضائے حق طلب[1] کی جاتی بس جبکہ اُس سے دُنیا طلب کی گئی تو علم کو ذلیل کیا جس کا یہ انجام ہوا کہ خود ذلیل ہو گئے جو عالم طمع[2] نہ رکھے اور دین کا حق ادا کرے خود بخود لوگوں کے قلب میں اللہ تعالےٰ اُس کی عظمت پیدا کر دیتا ہے اور اسی طرح جو علم سے دنیا طلب کرے اور علم کا حق ادا نہ کرے اُسکو ذلیل فرماتا ہے ایسا شخص دونوں جہان میں ٹوٹا پانیوالا ہے) میں نے (جناب) رسول اللہؐ سے سُنا ہے کہ فرماتے تھے جو شخص تمام افکار (اور مقاصد) کو ایک فکر کرلے اور وہ فکر آخرت ہے (یعنی اُس کی مراد آخرت ہو اور اُسی کی درستی کی فکر میں رہے اور باقی مرادوں اور فکروں کو موافق قواعد شریعت اللہ کے سپرد کرے) کافی ہو جائیگا اللہ تعالیٰ اُس کے دنیا کے فکر کو (یعنی دنیا کے کاروبار جس قدر اُس کے لئے مفید ہونگے اللہ پاک عمدہ طور پر اُس کا بندوبست فرما دیگا اور جو پریشان ہو بوجہ غم و مقاصد دنیا تو خدا پروا نہیں کرتا کہ اسکو دنیا کی کونسی وادی (وادی بمعنی جنگل اور یہاں مراد مصیبت و مشقت ہے) میں ہلاک کردے (ابن ماجہ)

اے مسلمان بھائیو اور اے دینی بہنو ذرا غور کرو اور اپنی ذات اور اپنے بچوں کو جہالت کے اندھیرے سے بچاؤ اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے ہر وقت پابند رہو جب بندہ اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے اللہ میاں بھی اُس سے محبت[3] فرماتے ہیں اور ہر طرح کی مدد فرماتے ہیں اور جس کا اللہ ہو گیا اُسے کس چیز کی کمی ہے کونسی چیز خدا کے خزانے میں موجود نہیں ہے مگر یہ سب فضل اُسکی تابعداری کرنے سے میسّر ہو سکتا ہے[4]۔ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے جو کچھ مل سکتا ہے وہ اس کی اطاعت سے مل سکتا ہے آجکل ایسے بُرے خیالات ہو گئے ہیں کہ دینی علم کو عیب شمار کیا جاتا ہے اور یوں کہا جاتا ہے کہ اس کے

[1] ایک حدیث میں ہے کہ دو آدمی ایسے ہیں جن کو سیری نصیب نہیں ہوتی ایک تو دنیا کا طالب دوسرے علم کا۔ مگر دونوں میں فرق بہت ہے وہ یہ کہ طالب علم تو خدا تعالیٰ کی رضا میں زیادتی کرتا رہتا ہے اور طالب دنیا سرکشی میں ترقی کرتا رہتا ہے ۱۲

[2] ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعب احبار سے دریافت کیا کہ علماء کے دلوں سے علم کون چیز نکال دیگی تو انھوں نے جواب دیا کہ دنیا کی طمع ۱۲

[3] یہ اس حدیث کا ترجمہ سمجھنا چاہیئے کہ من کان للہ کان اللہ لہٗ ۱۲

[4] کیونکہ دنیا تو جتنی مقدر ہے وہ ضرور ہی ملے گی کوشش آخرت کے لیے چاہیئے تاکہ اس کا طالب آخرت ہونا ظاہر ہو جائے ۱۲

پڑھنے سے گداگری کے سوا اور کیا ہوگا نئی تہذیب نئی روشنی کے خیالات کافروں کی پیروی کو باعث[1] فخر و عزت و ترقی سمجھا جاتا ہے یہی باتیں ہیں جن سے شب و روز عذاب الٰہی اترتا ہے کبھی طاعون ہے کبھی افلاس اور تفکرات کا ہجوم ہے کبھی قحط ہے اور یہ دنیا کی مصیبتیں ہیں اور آخرت کا عذاب تو اس سے کہیں بڑھ کر ہے اللہ پاک مسلمانوں پر رحم فرماویں ہماری یہ غرض نہیں کہ دنیا کے علم بقدر ضرورت نہ پڑھے جاویں یا نوکری تجارت وغیرہ چھوڑ دی جاوے بلکہ غرض یہ ہے کہ دین سے جاہل مت رہو اور دین مت خراب کرو سب کام شریعت کے موافق کرو اور شریعت کی تابعداری بغیر دینی علم کے ہو نہیں سکتی تجربہ ہے کہ جو لوگ پورے دین کے پابند ہیں وہ دنیا میں بھی عزت و آرام سے رہتے ہیں بھلا کوئی پکا دیندار ایک تو دکھلاوے کہ گداگری کرتا ہو اور پریشان و ذلیل و خوار پھرتا ہو دنیا امتحان کی جگہ ہے اصلی گھر آخرت ہے اور وہیں ہمیشہ رہنا ہے زیادہ اس گھر کی آبادی کا بندوبست لازم ہے اور یہاں تو ایسا رہنا ہی جیسا سرائے میں ہوتا ہے ؎

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے	یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

خود اپنی ذات اور اپنے بچوں کو نئی روشنی کی ظلمت سے بچاؤ۔ یہ روشنی حقیقت میں سخت اندھیرا ہے جو دین کو تباہ کرنے والا ہے۔ جب آدمی دین کو مضبوط پکڑتا ہے دنیا ذلیل ہو کر اس کو ملتی ہے اور وہ اس سے علٰحدہ رہتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حق تعالیٰ نے اختیار دیدیا تھا کہ یا تو علم لیلو یا ملک (وسلطنت) لیلو آپ نے علم قبول فرمایا اللہ نے علم بھی دیا اور ملک بھی دیدیا (اور ملک کیسا دیا کہ وہ ضرب المثل[1] ہو گیا کہ مثال میں مبالغہ کے موقعہ پر ملک سلیمانی بولا جاتا ہی اور قیامت تک ایسا ملک کسی کو نہ ملیگا اور نہ حضرت سلیمانؑ سے پہلے کسی کو ایسا ملک میسر ہوا۔ ظاہر ہے کہ اس درجہ دنیا کا ذلیل ہونا حضرت سلیمانؑ کے واسطے دین کی برکت سے تھا کہ انھوں نے علم قبول کیا تھا اور ملک کو چھوڑ دیا تھا اور حضرت[2] سالم بن ابی الجعد

[1] ضرب المثل مشہور کہاوت کو کہتے ہیں جو باتوں میں بیان کرتے رہتے ہیں اور مبالغہ کے معنی زیادتی کرنے کے ہیں ۱۲

[2] اس واقعہ کو احیاء العلوم میں امام غزالی نے نقل کیا ہے اور علامہ شامی اپنی کتاب میں وہیں سے لائے ہیں اور اس سے پہلے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بیان کی ہے کہ حکمت شریف کو شرافت زیادہ دیتی ہے اور غلام کو بلند مرتبہ بناتی ہے یہاں تک کہ بادشاہوں کی مجلسوں میں بٹھلا دیتی ہے یہ فرمان ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اور اس سے علم کا دنیوی ثمرہ بتلانا مقصود ہے حالانکہ آخرت میں بہت زیادہ مرتبہ ہی ۱۲

سے سنہ الزبیدی فی شرح الاحیاء ۱۲ منہ

جو ایک بڑے تابعی ہیں فرماتے ہیں کہ جب میرے آقا نے مجھے آزاد کر دیا (یہ غلام تھے) تو میں نے خیال کیا کہ کونسا پیشہ اختیار کروں جس سے بسر اوقات ہو (اب تک تو آقا کے حکم کی تعمیل کرتا تھا اور وہیں بسر اوقات ہوتی تھی اور اب آزاد ہو گیا تو کوئی دوسرا بندوبست چاہیئے) پس میری سمجھ میں یہ آیا کہ علم حاصل کروں چنانچہ یہی کیا ایک سال نہ گذرا تھا کہ حاکم مدینہ مجھ سے ملنے آئے اور میں نے اپنے پاس آنے کی اجازت نہ دی۔ مطلب یہ ہے کہ کسی خاص وجہ سے اُن سے نہ ملے ورنہ بلا وجہ ایسا کرنا دین کے خلاف اور بداخلاقی ہے لیکن یہاں اس بیان سے یہ غرض ہے کہ میرا ایسا رتبہ اس تھوڑے عرصہ میں ہو گیا کہ حکام زیارت کو آنے لگے اور مجھے کچھ اندیشہ ہوا بے موقع میں نہ مل سکا اور صاف انکار کر دیا گیا۔ واقعی دین کی یہی برکت ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا خوف دل میں نہیں رہتا اور جو خدا سے ڈرتا ہے اُس سے ہر چیز ڈرتی ہے نہ ایسے لوگ طمع کر کے ذلیل ہوتے ہیں نہ کسی سے کچھ خواہاں ہوتے ہیں۔ خوب غور سے ان مضامین کو پڑھو یہ دونوں قصے یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت سالمؓ کا احیاء العلوم اور اُس کی شرح سے لکھے گئے ہیں۔

حدیث میں آیا ہے کہ علم دوشنبہ[ے] کے روز طلب کرو کہ اُس سے علم حاصل کرنے میں سہولت ہوتی ہے (کنز العمال) اور یہی مضمون جمعرات کے متعلق بھی آیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کتاب شروع کرنا دوشنبہ اور جمعرات کے روز بہتر ہے اسی طرح اور کوئی علمی کام شروع کرنا بھی ان دنوں میں بہتر ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ جس نے کسی کو ایک آیت بھی کلام اللہ کی سکھا دی تو وہ سکھانے والا طالب علم کا آقا بن گیا۔ (طبرانی[ع]) یعنی طالب علم غلام اور معلم آقا ہو گیا۔ غرض یہ ہے کہ اُستاد کا بہت بڑا حق ہے جہاں تک ہو سکے اُستاد اور پیر کی ہر طرح تابعداری اور دلداری کرے کہ یہ لوگ اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لیجاتے ہیں اور حقیقی محبوب

[۱] حضرت علی کا یہ کلام بہت مشہور ہے کہ من علمنی حرفا فقد جعلنی عبدا یعنی جس نے مجھے ایک حرف سکھا دیا اُس نے مجھے غلام بنا لیا ۱۲

[ع] رواہ الطبرانی عن ابی امامۃ مرفوعا بلفظ من علم اخاہ آیۃ من کتاب اللہ فہو مولاہ ۱۲ منہ

[ے] ولفظہ اطلبوا العلم یوم الاثنین فانہ میسر لطالبہ ۱۲ منہ

یعنی حق تعالیٰ تک پہنچاتے ہیں اس سے بڑھ کر اور کیا سلوک ہوگا اور غلام ہونیسے یہ مطلب نہیں ہے کہ اُستاد اس کو فروخت کر سکتا ہو بلکہ مراد اس کے حق کی عظمت کا اظہار کرنا ہے بطریق مبالغہ اور اُستاد اور پیر کا درجہ والدین سے کم ہے خوب سمجھ لو۔

حدیث میں ہے جس عالم سے مسئلہ دریافت کیا جاوے اور وہ (بغیر عذر شرعی) اسکو چھپاوے اور بیان نکرے قیامت کے دن اسکی آگ کی لگام دیجاویگی (مشکوٰۃ) مراد وہ علم ہے جس کا بتلانا ضرور ہے اور بخل کرنا علم سے خواہ اُس کا بتلانا فرض ہو یا مستحب بلا عذر شرعی ہرگز زیبا نہیں۔

یہاں پر ایک خاص مضمون جو عورتوں کی تعلیم کے متعلق ہو اور نہایت مفید ہے جسکو حضرت حکیم الامت مقتدائے ملت علامۂ زماں قطب دوران مولانا و مرشدنا حافظ قاری حاجی مولوی شاہ اشرف علی صاحب مدظلہم العالی نے پرچۂ القاسم میں مرحمت فرمایا تھا مسلمانوں کے نفع پہنچانے کی غرض سے درج کیا جاتا ہے بعضے مشکل الفاظ کا ترجمہ حاشیہ پر کردیا گیا ہے۔ اس مضمون کے بعد علم کی بزرگی کا بیان ختم ہو جاوے گا اور طہارۃ کی فضیلت بیان ہوگی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اصلاح معاملہ بہ تعلیم نسوان

ہر چند کہ بعد ورود[3] حدیث طلب[1] العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم ومسلمۃ وغیر ذلک[2] من النصوص الموجبۃ لتحصیل العلم علی الرجال والنساء اس بحث پر مستقل کلام کرنیکی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی خصوص جبکہ اس کے بہت قبل اسی رسالہ القاسم کی جلد اول کے نمبر ایک صفحہ ۱۹ و ۲۰ و نمبر ۲ صفحہ ۲۰ میں مجملاً[4] اس سے تعرض بھی ہو چکا ہے لیکن بوجہ بعض اوقات وخصوصیات کے اکثر زیادہ اُن میں ہندوستانی مستورات کے حالات ہیں جن کا مشاہدہ[5] اکثر ہوتا

ـــــــــــ

۱ یعنی زبان سے اسی طرح اگر ضرورت لکھنے کی ہو تو لکھکر نہ دے اور لگام آگ کی لگانا اُس کے عمل کے ساتھ پوری مشابہت رکھتا ہے کیونکہ اُس نے ضرورت کے وقت اپنے منہ کو بند رکھا اس لئے وہاں آگ سے دہان بند کردیا جائے گا۔ البتہ بعض مسائل پر جیسے ترکہ اور میراث کا مسئلہ ہے کہ اس کو حساب کرکے باقاعدہ لکھنے پر جس کو فرائض کھینچنا کہتے ہیں اُجرت لینا درست ہے زبانی مسئلہ اس کا بتلانا درست نہ ہوگا ۱۲ ۔ [5] یعنی اُن کو اور اُن کے حالات پر نظر کرنا ۱۲ ۔ [3] ورود کے معنی وارد ہونا یعنی مذکور ہونا اور بیان کیا جانا ۱۲

[1] علم کا طلب کرنا ہر مسلمان مرد اور ہر مسلمان عورت پر فرض ہے ۱۲ [2] اور سوا اس کے اور دلیلیں جو واجب کرتی ہیں علم حاصل کرنے کو مردوں اور عورتوں پر ۱۲ [4] یعنی مختصراً ۱۲

رہتا ہی) اس باب میں مستقل اور کسی قدر مفصل گفتگو کئے جانے کو مقتضی[1] ہونے کے سبب اس کا بقدر ضرورت مکرر ذکر کیا جاتا ہے سو جاننا چاہیئے کہ اس مقدمہ میں[2] جہاں تک تتبع[3] کیا گیا تین خیال کے لوگ ہیں۔ ایک[1] وہ کہ تعلیم نسواں کے نہ مخالف ہیں نہ حامی[1] مگر تعلیم کا اہتمام نہیں[4]۔ دوسرے[2] وہ کہ اُس کے مخالف ہیں۔ تیسرے[3] وہ کہ اس کے حامی ہیں۔ اور ان سب سے مخالف کوتاہیاں واقع ہوتی ہیں۔ چنانچہ اوّل طبقہ[2] کی کوتاہی جو سب کوتاہیوں سے اشد و اعظم[5] ہے یہ ہے کہ سرے سے مستورات کو تعلیم دینے ہی کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی نہ مردوں کے نزدیک اور نہ خود اُن مستورات کے نزدیک اور دلیل اِن لوگوں کی جو اُن کے اشتباہ کا منشاء ہو گیا ہے یہ ہے کہ کیا عورتوں کو کوئی نوکری کرنا رہ گیا ہے جو اُن کے پڑھانے کا اہتمام کیا جاوے معلوم ہوتا ہے کہ اُن لوگوں نے نہ تعلیم کی غرض سمجھی اور نہ اُن نصوص[6] و روایات میں غور کیا جو مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے ایک درجہ میں تحصیل علم کو فرض و واجب قرار دے رہے ہیں اور نہ اُس تعلیم کو سمجھا جو کہ فرض ہے۔ سو سمجھ لینا چاہیئے کہ علوم سے غرض نوکری نہیں ہے کیونکہ جو علم علی العین[3] واجب التحصیل ہے وہ علم معاش[7] نہیں ہے بلکہ وہ علم دین ہے جس سے انسان کے عقائد و اعمال و معاملات و معاشرت[4] و اخلاق درست ہوں جس کا ثمرہ دنیا میں اُولٰٓئِکَ[5] عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّہِمْ کی دولت اور آخرت میں اُولٰٓئِکَ[6] ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ کی بشارت[10] ہے سو اس کا جواب ظاہر ہے سمعاً بھی عقلاً بھی۔ دلائل سمعیہ[ص] یہ ہیں طلب[7] العلم واجب علٰی کل مسلم (بیہقی عن انس)، طلب العلم[8] فریضۃ علٰی کل مسلم (الدیلمی عن علی[8]) طلب[9] الفقہ حتم واجب علٰی کل مسلم (حاکم فی تاریخہ عن انس)، تعلموا[10] العلم وعلموہ للناس[11] (دارقطنی عن ابی سعید وبیہقی عن ابی بکر)، تعلموا[11] العلم قبل ان یرفع (الدیلمی عن ابن مسعود وعن ابی ہریرۃ)

[1] چاہنے والا ۱۲ [2] یعنی عورتوں کی تعلیم کے بارے میں ۱۲ [3] تتبع کے معنی تلاش کرنے کے ہیں ۱۲ [4] یعنی اُن کی تعلیم کا انتظام نہیں کرتے ۱۲ [5] یعنی بہت سخت اور بہت بڑی ہے ۱۲ [6] نص کی جمع ہے اس سے یہاں عبارت مراد ہے تو نصوص کے معنی بہت سی عبارتیں ۱۲ اور روایات روایت کی جمع ہے اس سے یہاں حدیثیں مراد ہیں خواہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یا فعل ہوں یا آپ کے صحابہ کا ۱۲ [7] معاش کے معنے زندگی کے ہیں یہاں اس سے دینوی زندگی مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو علم فرض عین ہے وہ اسلئے نہیں ہے کہ تاکہ اس سے دنیا کمائی جائے ۱۲ [8] یعنی دیلمی نے اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے ۱۲ [10] بشارت کے معنی خوشخبری کے ہیں [ص] دلائل سمعیہ۔ یعنی وہ دلیلیں جن کو صرف سُن کر اس وجہ سے مان لینا ضروری ہے کہ وہ اللہ و رسول سے ثابت ہیں خواہ عقل میں آئیں یا نہ آئیں ۱۲

[1] حمایت کرنیوالا ۱۲ [2] جماعت ۱۲ [3] یعنی ہر شخص پر ۱۲ [4] باہم رہنا سہنا ۱۲ [5] یہی لوگ ہیں ہدایت پر اپنے رب کی طرف سے ۱۲ [6] یہی لوگ ہیں کامیاب ہونیوالے ۱۲ [7] علم کا طلب کرنا واجب ہے ہر مسلمان پر ۱۲ [8] علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے ۱۲ [9] فقہ کا طلب کرنا بہت ضروری ہے ہر مسلمان پر ۱۲ [10] علم سیکھو اور اُسے لوگوں کو سکھاؤ ۱۲ [11] علم سیکھ لو اس سے پہلے کہ وہ اٹھا لیا جاوے ۱۲

یاایھا الناس علیکم بالعلم قبل[۱] ان یقبض (طبرانی والخطیب عن ابی امامۃ) یاایھا[۲] الناس خذوا من العلم قبل ان یقبض العلم (احمد والدارمی طب وابوالشیخ فی تفسیرہ وابن مردویہ عن ابی امامۃ) ویل[۳] لمن لا یعلم (حل عن حذیفۃ) کذا[۱] فی کنز العمال وغیر ذلک[۴] من النصوص العامۃ للرجال والمراۃ اور دلیل عقلی یہ ہے کہ اصلاح[۲] عقائد[۳] و اعمال کی فرض ہے اور وہ موقوف ہی ان کی تحصیل[۴] علم پر چنانچہ ظاہر ہے اور فرض کا موقوف علیہ فرض ہے۔ پس تحصیل علم فرض ہوا اور ہر چند کہ موقوف ہونا عمل کا علم پر بالکل بدیہی (جس پر کوئی چیز میرا توقف نہ رکھتی ہو ۱۲) ہے مگر اس سے ترقی کر کے کہا جاتا ہے کہ حسّی[۵] بھی ہے چنانچہ بے علم عورتیں جس حالت میں ہیں سب دیکھتے (ظاہرۃ) ہیں کہ نہ اُن کو شرک و کفر کی کچھ تمیز ہے نہ ایمان و اسلام کی کچھ محبت ہے جو چاہیں خدا تعالیٰ کی شان میں بک دیتی ہیں جو چاہیں احکام شرعیہ کے مقابلہ میں زبان درازی کر بیٹھتی ہیں۔ اولاد کے لئے یا شوہر کو مسخر (تابعدار ۱۲) کرنے کے لئے ٹونے ٹوٹکے جادو منتر جو کچھ کوئی بتلا دیتا ہے بلا امتیاز (تمیز ۱۲) مشروع (جائز ۱۲) نامشروع (ناجائز ۱۲) کے سب ہی کچھ کر گذرتی ہیں۔ جب عقائد ہی میں یہ حالت ہے تو نماز روزہ[۶] کا تو ذکر ہی کیا۔ حتیٰ کہ بعض کی نوبت ترک سے گزر کر استخفاف (ہلکا سمجھنا ۱۲) بلکہ تشاؤم (بدفالی ۱۲) و تطیر (بدفالی ۱۲) تک پہونچ جاتی ہے یعنی بعض تو باوجود فرض سمجھنے کے اُس کو ترک ہی کر دیتی ہیں اور بعض اسکی وقعت[۷] بھی نہیں کرتیں کوئی ضروری امر نہیں سمجھتیں اور بعض اس کو منحوس[۸] و موجب مضرت (ضرر ۱۲) اعتقاد کرتی ہیں اور یہ دو[۲] درجے کفر صریح ہیں اور اول[۱] فسق[۹] و کبیرہ ہے اور جب نماز و روزہ میں یہ کیفیت ہے جس میں ایک پیسہ بھی خرچ نہیں ہوتا تو زکوٰۃ اور حج جس میں پیسے کا بھی خرچ ہے اس کو تو پوچھو ہی مت اور جب عقائد اور اعمال دیانت (اعمال دینیہ ۱۲) کا یہ حال ہے تو معاملات کی درستی کا تو احتمال ہی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ نماز روزہ کی صورت تو دین کی ہے اور معاملات تو عوام کی نظر میں بالکل دنیا ہی کی شکل رکھتے ہیں۔ اسلئے اُن کی درستی کا اہتمام تو خاص ہی خاص لوگ کرتے ہیں۔

جاہل مستورات کیا درستی کریں گی پھر جب معاملات کے ساتھ یہ طرز عمل ہے تو معاشرت کی اصلاح تک کہاں ذہن جاویگا کیونکہ معاملات کو حقوق[۱۱] العباد تو سمجھا جاتا ہے بخلاف

[۱] اے لوگو علم کو لازم پکڑو اس سے پہلے کہ وہ اٹھا لیا جائے ۱۲ [۲] اے لوگو علم حاصل کرو قبل اس کے اُٹھ جانے کے ۱۲ [۳] خرابی ہے بے علم کے لئے ۱۲ [۴] اور سوا اس کے اور دلیلیں جو عام ہیں مرد اور عورتوں کے بارہ میں ۱۲

[۱] یعنی اسی طرح کتاب کنز العمال میں ہے ۱۲ - [۲] یعنی درستی [۳] عقائد عقیدہ کی جمع ہے عقیدہ کے معنی اس بات کے ہیں جس کو دل سے صحیح مانا جائے ۱۲ [۴] علم کو حاصل کرنا ۱۲ [۵] حسی وہ چیز ہے جو آنکھوں سے دیکھی جائے یا ہاتھ سے چھوئی جائے یا زبان سے چکھی جائے۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں ۱۲ [۶] یعنی اُن کاموں کا جو عمل سے تعلق رکھتے ہیں ۱۲ [۷] وقعت سے عزت مراد ہے ۱۲ [۸] یعنی نحس جانتی ہیں معاذ اللہ من ذلک ۱۲ [۹] یعنی ان کو ضروری نہ سمجھنا یا ان کو نحس جاننا ۱۲ [۱۰] یعنی ان کو فرض سمجھکر ترک کرنا ۱۲ [۱۱] یعنی بندوں کا حق ۱۲

معاشرت کے کہ اُس میں یہ پہلو بھی ظاہر نہیں ہے اسلئے اس کا[1] بالکل ہی اہتمام کم ہے
پھر جب معاملات و معاشرت سے اتنی بے پروائی ہے تو اخلاق[2] باطنی مثل تواضع[3] و اخلاص[4] و
و خوف و محبت و صبر و شکر و نحو ذٰلک کی طرف تو کیا توجہ ہو گی کیونکہ معاملات کا زیادہ اور
معاشرت کا اس سے کم دوسروں تک تو اثر پہونچنا معلوم ہے نیز اُن پر بعض اوقات نیکنامی
و بدنامی کا ترتب[5] بھی ہو جاتا ہے بخلاف اخلاق باطنی کے کہ اُس کا غالب اثر بھی اپنی ہی ذات
تک محدود رہتا ہے اور بوجہ خفاء کے دوسروں کو اُن کا علم بھی کم ہوتا ہے جس سے نیکنام یا
بدنام کر سکیں اس لئے اس کا اہتمام تو بالکل ہی ندارد ہے حتیٰ کہ بہت سے خواص میں بھی
تا بعوام[1] چہ رسد۔ بہرحال ان سب امور دینیہ میں قلت مبالاۃ[6] کا اصل[7] منشاء[8] و سبب
قلت علم[9] دین ہے پھر جہاں بالکل ہی علم نہ ہو اور اس سے بڑھ کر یہ کہ فطرۃ عقل بھی کم
ہو کیونکہ طبقہ اُناث قدرتی طور پر ناقص العقل ہوتی ہیں غرض جہاں نہ عقل ہو نہ علم ہو تو
وہاں تو امور مذکورہ میں کوتاہی کی کیا حد ہو گی غرض عقل اور مشاہدہ دونوں شاہد[9] ہیں کہ بدون
علم کے عمل کی تصحیح[3] ممکن نہیں اور عمل کی تصحیح واجب اور فرض بس تحصیل علم دین کا فرض ہونا
جیسا کہ اوپر دعویٰ کیا گیا ہے عقلاً بھی ثابت ہو گیا اور سمعاً[10] فرض ہونا اُس سے اوپر بیان کیا
گیا ہے تو دونوں طرح تحصیل علم دین فرض ہوا پس ان لوگوں کا یہ خیال کہ جب عورتوں کو
نوکری کرنا نہیں ہے۔ تو اُن کی تعلیم کیا ضرور ہے محض غلط ٹھیرا۔ یہ جواب ہوا اُن کی مذکورہ
کوتاہی کا البتہ اُس پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ علم دین کی فرضیت سے تعلیم بطریق متعارف[11] کا
واجب ہونا لازم نہیں آتا کہ مستورات کو کتابیں بھی پڑھائی جاویں بلکہ یہ فرض اہل علم سے
پوچھ پاچھ رکھنے سے ادا ہو سکتا ہے تو اس کی تحقیق یہ ہے کہ واقعی یہ بات صحیح ہے اور ہم تعلیم
متعارف کو فی نفسہٖ[4] واجب بھی نہیں کہتے لیکن یہاں تین مقدمے[12] قابل غور ہیں۔ اوّل یہ کہ
مقدمہ[13] واجب کا واجب ہوتا ہے گو بالغیر ہی جیسے جو شخص پیادہ سفر حج قطع کرنے پر قادر
نہ ہو اور اُس شخص کے زمانہ میں ریل اور آگبوٹ[14] ہی ذریعہ قطع سفر[15] کا متعین ہو اور اُس کے
پاس اس قدر وسعت و استطاعت[16] بھی ہو تو اس شخص پر واجب ہو گا کہ سفر کا عزم کرے

ا؎ یعنی معاشرت کا ۱۲
۲؎ یعنی اندرونی عادتیں ۱۲
۳؎ اپنے آپ کو چھوٹا سمجھنا ۱۲
۴؎ خالص خدا تعالےٰ کے لئے عبادت کرنا ۱۲
۵؎ یعنی اُس پر اُن چیزوں کا موجود ہو جانا ۱۲
۶؎ یعنی پروا کم کرنا ۱۲
۷؎ یعنی سبب اصلی ۱۲
۸؎ علم دین کا کم ہونا ۱۲
۹؎ یعنی گواہ ۱۲
۱۰؎ یعنی دلائل سمعیہ سے ۱۲
۱۱؎ یعنی اس طریقہ پر جس کا رواج ہے ۱۲
۱۲؎ یعنی تین باتیں ۱۲
۱۳؎ یعنی جس کے بغیر واجب نہ پایا جا سکے ۱۲
۱۴؎ وہ جہاز جو آگ اور پانی کے انجن سے پانی پر چلتا ہے ۱۲
۱۵؎ یعنی سفر کو طے کرنے کا ۱۲
۱۶؎ یعنی طاقت ۱۲

ا؎ تو عام لوگوں پر کس طرح پہونچے ۱۲ ۲؎ پیدائش ۱۲ ۳؎ صحیح کرنا ۱۲ ۴؎ ذاتی طور پر ۱۲

اور ریل اور آگبوٹ کا ٹکٹ خرید کر اُس میں سوار ہو ۔ سو ریل اور آگبوٹ کا ٹکٹ خریدنا اور اُس پر سوار ہونا فی نفسہ[1] شرعاً فرض نہیں لیکن چونکہ ایک[2] فرض کا ذریعہ ہے اسلیئے یہ بھی فرض ہوگا مگر بالغیر[3] پس یہ مقدمہ تو ثابت ہو چکا ۔ دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ تجربہ سے معلوم ہو گیا ہے کہ علم کا اذہان (ذہنوں ۱۲) میں قابل اطمینان درجہ[4] میں محفوظ رہنا موقوف ہے کتب کے پڑھنے پر جو کہ تعلیم کا متعارف طریق ہے اور محفوظ رکھنا علم دین کا واجب ہے پس بنا بر مقدمہ[5] اولیٰ بطریق متعارف[6] تعلیم کا جاری رکھنا بھی واجب ہے البتہ یہ واجب علی الکفایہ[7] ہے یعنی ہر مقام پر اتنے آدمی دینیات پڑھے ہوئے ہونے چاہئیں کہ اہل حاجت کے سوالوں کا جواب دے سکیں تیسرا[8] مقدمہ یہ ہے کہ یہ بھی تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ مردوں میں علماء کا پایا جانا مستورات کی ضروریات دینیہ کے لیئے کافی ووافی نہیں دو وجہ سے اولاً پردہ کے سبب (کہ وہ بھی اہم الواجبات[9] ہے) سب عورتوں کا علماء کے پاس جانا قریباً ناممکن ہے اور گھر کے مردوں کو اگر واسطہ بنایا جاوے تو بعض مستورات کو گھر کے ایسے مرد ہی میسر نہیں ہوتے اور بعض جگہ خود مردوں ہی کو اپنے دین کا بھی اہتمام نہیں ہوتا تو وہ دوسروں کے لیئے سوال کرنے کا کیا اہتمام کریں گے پس ایسی عورتوں کو دین کی تحقیق ازبس (بہت ۱۲) دشوار ہے اور اگر اتفاق سے کسی کی رسائی بھی ہو گئی یا کسی کے گھر ہی میں باپ بیٹا بھائی وغیرہ عالم ہیں ۔ تب بھی بعض مسائل عورتیں ان مردوں سے نہیں پوچھ سکتیں ایسی بے تکلفی شوہر سے ہوتی ہے تو سب شوہروں کا ایسا ہونا خود عادتاً ناممکن ہے تو اُن کی عام احتیاج رفع (ضرورت ۱۲) ہونے کی بجز اس کے کوئی صورت نہیں کہ کچھ عورتیں پڑھی ہوئی ہوں اور عام مستورات اُن سے اپنے دین کی ہر قسم کی تحقیقات کیا کریں پس کچھ عورتوں کو بطریق متعارف تعلیم دین دنیا واجب ہوا ۔ پس اس شبہ کا بھی جواب ہو گیا اور ثابت ہو گیا کہ لکھے پڑھے مردوں کی طرح عورتوں میں ایسی تعلیم کا ہونا ضرور ہے اور اس غلط خیال عدم ضرورۃ[10] تعلیم نسواں کا بالکل استیصال[11] ہو گیا ۔

اب دوسرے طبقہ کے متعلق کچھ لکھا جاتا ہے جو تعلیم نسواں کے مخالف ہیں اور اسکو

[1] یعنی اپنی ذات کے اعتبار سے ۱۲ [2] یعنی حج کے لئے عرب تک پہونچنے کا ۱۲ [3] یعنی دوسری چیز کے واسطے ۱۲ [4] یعنی اس طریقہ پر کہ اس پر بھروسہ اور یقین کیا جاسکے کہ یہ ہی ٹھیک ہے ۱۲ [5] کہ مقدمہ واجب کا واجب ہوتا ہے ۱۲ [6] یعنی اس طریقہ پر کہ جس کا رواج ہے ۱۲ [7] یہ علی الکفایہ کے معنے ہیں مطلب یہ ہے کہ تھوڑے سے لوگوں کا سیکھنا دوسروں کا بوجھ اتار دے یعنی پھر اُن پر سیکھنا واجب نہ رہے اور وہ اس کو نہ سیکھنے سے گنہگار نہ ہوں ۱۲ [8] یعنی عورتوں کو پڑھنا سیکھنے کا ضروری نہ ہونا ۔ ۱۲

[9] بہت ضروری واجبوں میں سے ہے ۱۲ [10] یعنی جڑ کٹ گئی ۱۲

سخت ضرر رساں[1] سمجھتے ہیں دعویٰ اُن کا یہ ہے کہ ہم نے لکھی پڑھی عورتوں کو اکثر آزاد اور بے باک[2] اور قلیل الحیاء (کم حیا والا ۱۲) اور مکار[3] اور عفت سوز (بدچلن ۱۲) دیکھا ہے خاص کر اگر لکھنا بھی جانتی ہوں تو اور بھی شوخ چشم[4] ہو جاتی ہیں جسکو چاہا خط لکھ بھیجا جسکو چاہا پیام و سلام پہنچا دیا اسی طرح دوسروں کو بھی طمع[5] ہوتی ہے کہ اپنے نفسانی جذبات (خواہشوں ۱۲) کو اُن تک بذریعہ تحریر پہونچا دیتے ہیں اور ان کے پاس جب ایسی تحریرات پہنچتی ہیں کبھی تو وہ بھی متاثر ہو کر نرم جواب دیتی ہیں اور سلسلہ بڑھتا ہے یہاں تک کہ جو کچھ واقع ہونا ہے واقع ہوتا ہے اور کبھی جواب نہیں دیتی ہیں اور سکوت کرتی ہیں تو مریض القلب[6] لوگ اس سے بھی استدلال[7] کرتے ہیں۔ اُن کے نیم راضی ہونے پر پھر وہ لوگ آئندہ کے پیام و سلام و تحریر سے اس کمی کو پورا کرنا چاہتے ہیں چونکہ گوش زدہ اثرے دارد (کان میں پڑا ہوا اثر رکھتا ہے ۱۲) قاعدہ اکثر یہ ہے پھر بعض کا طرز بیان جادو[8] نشان ہوتا ہوتا ہے پھر نسوانی طبائع معمولی طور پر نرم بھی ہوتی ہیں تو شیطان کا جال پھیل جانا زیادہ عجیب نہیں ہوتا۔ اور اگر کسی مکتوب الیہا[ع۲] نے ناراضی بھی ظاہر کی اور اسی ناراضی کا جواب کاتب تک بھی پہنچا دیا مگر اپنے شوہر یا خاندان کے خوف سے کہ خدا جانے کیا گمان کریں گے اور کیا معاملہ کریں گے اپنے گھر والوں سے اس کا اخفا (پوشیدہ کرنا ۱۲) کرتی ہیں اور اس طور پر وہ کاتبین (لکھنے والے ۱۲) ہر طرح کی مضرت سے محفوظ رہتے ہیں اس لئے اُن کی جسارت (دلیری ۱۲) بڑھتی ہے اور پھر دوسرے موقع پر اُنکی سلسلہ جنبانی کرتے ہیں اور ان سب واقعات کا مبنیٰ ان مستورات کا تعلیم[9] یافتہ ہونا ہے اگر وہ ناخواندہ ہوں تو اُن کے پاس کوئی مضمون بھیجنے سے اندیشہ[10] ہوگا۔ دوسرے کے مطلع ہونے کا اور یہ سبب ہو جاویگا اس باب کے مسدود (بند ۱۲) ہو جانے کا۔ اور یہ مفسدہ (فساد ۱۲) اُس صورت میں زیادہ محتمل ہے جب کہ کسی عورت کے مضامین اخباروں میں بھی چھپنے لگیں تو اُن مضامین کو دیکھ کر سخن شناس[11] شیاطین اندازہ کرتے ہیں کاتبہ (لکھنے والی ۱۲) کے رنگ طبیعت[12] اور جذبات اور خیالات کا تو اس شرارت کے شرارے (چنگاریاں ۱۲) وہاں زیادہ پھیلتے ہیں بالخصوص اگر وہ کلام نظم بھی ہو تو اور بھی آفت[13] ہے اور اس زمانہ میں تو ایک اور غضب ہے کہ افتخار (بڑائی ۱۲) کے لئے صاحب مضامین کا نام

ع۱ اثر قبول کرنے والی ۱۲ ع۲ جس عورت کو لکھا جاوے ۱۲

۱ ضرر اور نقصان پہنچانے والا ۱۲ ۲ یعنی بے ڈر اور بے خوف ۱۲ ۳ یعنی چال باز ۱۲ ۴ یعنی شرم اور حجاب اُن کو کچھ نہیں رہتا ۱۲ ۵ یعنی لالچ اور امید ۱۲ ۶ یعنی جو عورتوں سے ناجائز تعلق رکھنے والے ہیں ان کو مریض القلب اسلئے کہا کہ اُن کا دل بیمار رہتا ہے یا تو عشق کی بیماری کا اور یا دوری اور جدائی کے صدمہ کا ۱۲ ۷ استدلال کے معنی دلیل پکڑنا اور نیم راضی کے معنی یہ کہ کچھ تھوڑی سی رضامندی ہے۔ دلی مقصد کے حاصل کرنے یا کرانے کی ۱۲ ۸ یعنی بیان اور ایسے طریقہ پر کرتے ہیں کہ جادو کا اثر رکھتا ہے ۱۲ ۹ پڑھا ہوا ہونا ۱۲ اور ناخواندہ اَن پڑھ کو کہتے ہیں ۱۲ ۱۰ اندیشہ ڈر اور مطلع کے معنی واقف خبردار ۱۲ ۱۱ سخن شناس بات کے پرکھنے اور پہچاننے والے اور شیاطین شیطان کی جمع ہے ۱۲ ۱۲ رنگ طبیعت سے مراد یہ کہ یہ عورت نیک خیال نیک اطوار ہے یا بدچلن بدکردار ۱۲ ۱۳ کیونکہ اُس سے اور بھی اس قسم کے لوگوں میں شعلہ بھڑکتا ہے ۱۲

اور پتہ تک صاف لکھد یا جاتا ہے کہ فلانے کی بیوی فلانے کی بیٹی فلاں جگہ کی رہنے والی اور یہ تمام تر خرابیاں اُن کے لکھے پڑھے ہونے سے پیدا ہوتی ہیں اور اگر ان خفیہ ریشہ دوانیوں کی کسی طور پر شوہر یا اہل خاندان کو اطلاع ہی ہو گئی تو چونکہ لکھا پڑھا آدمی ہوشیار اور سخن سازی (بات بنانا ۱۲) پر زیادہ قادر ہوتا ہے وہ ایسی تاویلیں کریں گی کہ کبھی اُن پر حرف ہی[1] نہ آوے گا اور اُلٹا منہ ناک بناوینگی مکاری سے روویںگی کہ ہم کو یوں کہا۔ کہیں خودکشی اور کنوئیں میں ڈوبنے کی دھمکی دینگی حتّٰی کہ اُس غریب بازپرس کرنیوالے (پوچھنے والے ۱۲) کو خوشامد کرنا پڑے گی۔ اور ڈر کے مارے پھر کبھی زبان تک نہ ہلاوے گا۔

ایک خرابی اس تعلیم یافتہ طبقۂ اناث[2] میں یہ ہوتی ہے کہ ہر طرح کی کتابیں منگا کر پڑھتی ہیں۔ عشق بازی کے قصے سازش اور لگاوٹ[3] کے ناول شوق انگیز غزلیں پھر اُن سے طبیعت بگڑتی ہے۔ کبھی ایسی غزلیں ذرا کھل کر پڑھتی ہیں کہ دروازہ میں یا پڑوس اور محلہ میں سڑک پر آواز جاتی ہے اور آواز پر کوئی فریفتہ[4] ہو کر درپے[5] ہو جاتا ہے اور اگر وہ ناکام بھی رہا تاہم رسوائی اور پریشانی کا سبب تو بن ہی جاتا ہے۔ یہ ہے خلاصہ ان صاحبوں کے خیالات کا اور میں اُن واقعات کی تکذیب (جھٹلانا ۱۲) نہیں کرتا لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ ان صاحبوں نے کوتہ نظری سے کام لیا۔ واقعات کے حقایق (جمع حقیقت ۱۲) میں غور نہیں کیا اصل یہ ہے کہ ان سب خرابیوں کی ذمہ دار تعلیم نہیں ہے بلکہ طرز تعلیم[6] ہے یا نصاب[7] تعلیم ہے یا طرز عمل[8] ہے یا سوء تدبیر (برائی ۱۲) یعنی یا تو یہ ہوا ہے کہ ایسی کتابیں نہیں پڑھائی گئیں جن سے احکام حلال و حرام اور تفصیل ثواب و عقاب (عذاب ۱۲) اور طریقہ تہذیب (درستی ۱۲) اخلاق معلوم ہو اور جس سے خوف و خشیت[9] و معرفت[9] عظمت حق حاصل ہو ان کو صرف حرف شناس[10] بنا کر چھوڑ دیا ہے اور انھوں نے اپنی رائے سے اُردو کے مختلف رسالوں کا مطالعہ کر کے لکھنے کی مہارت[11] بڑھائی ہے۔ اور تعلیم یافتہ کا لقب (نام ۱۲) پا کر اس طرح تعلیم کو بدنام کیا ہے تو ظاہر ہے کہ محض حرف شناسی کو نہ تعلیم کہہ سکتے ہیں اور نہ حرف شناسی اصلاح اعمال[12] و احوال کی کفالت کر سکتی ہے اور یا یہ ہوا ہے کہ باوجود نصاب تعلیم کے مفید و کافی

[1] حرف نہ آئے گا یعنی کوئی الزام ان کو نہ لگے گا ۱۲ [2] یعنی نسواں اور عورتوں میں ۱۲ [3] بناوٹ ۱۲ [4] لٹو ہو کر ۱۲ [5] در پے ہونے سے پیچھے لگ جانا مراد ہے ۱۲ [6] یعنی تعلیم کا طریقہ ۱۲ [7] نصاب تعلیم سے وہ مقرر کردہ کتابیں جو ایک حد تک پڑھنے کے لئے کافی سمجھی جائیں ۱۲ [8] یعنی کام کا طریقہ ۱۲ [9] یعنی ڈر اور معرفت سے مراد خدا تعالیٰ کی پہچان اور عظمت سے مراد خدا تعالیٰ کی بڑائی ہے ۱۲ [10] حرف کا پہچاننے والا ۱۲ [11] یعنی مشق ۱۲ [12] عملوں اور حالوں کی درستی ۱۲

سے علم حاصل کرنے کے لئے جو حد کتب کی مقرر کی جاوے ۱۲

ہونے کے اس نصاب کے مضامین کو قلب (دل ۱۲) میں جمانے کی کوشش نہیں کی گئی اور عمل کی نگرانی[1] نہیں کی گئی مثلاً اس کی ضرورت ہو کہ جس روز کسی لڑکی نے یہ مسئلہ پڑھا کہ غیبت گناہ ہے اس کے بعد اگر وہ غیبت کرے تو فوراً اُس کو یاد دلا دے کہ دیکھو تم نے کیا پڑھا تھا اس کے خلاف کرتی ہو اور مثلاً اُن کو پردہ کی ضرورت یا پست آواز سے بولنے کی تاکید پڑھائی گئی اور پھر اس میں کوتاہی یا غفلت کا مشاہدہ ہوا فوراً اسکو روکنا چاہیئے یا ان کو حرص مال و زیور کی مذمت پڑھائی تھی پھر انھوں نے کسی تکلف کے کپڑے یا غیر ضروری زیور کی ہوس[2] کی تو فوراً اُن کو متنبہ (آگاہ ۱۲) کیا جاوے اسی طرح اُمید ہے کہ اخلاق[3] فاضلہ و اعمال صالحہ کا ملکہ (عادت ۱۲) اُن میں پیدا ہو جاوے گا اور یا یہ ہوا ہو کہ اُن کی خود طبیعت اور طینت[4] (پیدائش ۱۲) ہی میں صلاحیت اور قابلیت نہیں ہے تو اس صورت میں

مصرعہ "تربیت[1] نا اہل را چوں گردگان برگنبد است" کا اور **شعر**

ناکس بہ تربیت نہ شود اے حکیم کس	شمشیر[2] نیک ز آہن بد چوں کند کسے

کا مضمون ہے یہ گفتگو تو خود اُن کے احوال و اعمال کے متعلق تھی اور جو افعال دوسرے شریر لوگوں کے شمار کرائے ہیں اُن کا امداد سوء[5] تدبیر سے ہوتا ہے اسکے انسداد کی اچھی تدبیر یہ ہے کہ واسطہ کے ساتھ نہایت سختی کیجاوے اور اپنے مردوں کو بالکل صاف صاف اطلاع دیدی جاوے۔ غرض مفاسد[6] کے اسباب یہ ہیں جب یہ ہے تو اس میں عورتوں کی کیا تخصیص[7] ہے یہی اسباب فساد اگر مردوں کو پیش آویں وہ بھی ایسے ہی ہوں گے پھر کیا وجہ کہ عورتوں کو تعلیم سے روکا جاوے اور مردوں کو تعلیم میں ہر طرح کی آزادی دی جاوے بلکہ اہتمام کیا جاوے اس فرق کی وجہ بعد تامل بجز اسکے اور کچھ نہیں معلوم ہوتی کہ عورت سے صدور[3] قبائح یا اُسکی طرف نسبت قبائح[8] عرفاً موجب ذلت و رسوائی ہے اور وہی امور اگر مرد سے صادر ہوں

۱ تعلیم نا اہل کو مثل گیند کے ہے گنبد پر ۱۲ ۲ بُرے لوہے کی تلوار اچھی کیسے بن سکتی ہے بدا ای عاقل ناقابل تعلیم سے انسان نہیں ہو سکتا ہے ۱۲ ۳ صادر ہونا برائیوں کا ۱۲

۱ نگرانی سے مراد دیکھ بھال ۱۲ ۲ حرص اور ضد ۱۲ ۳ یعنی وہ عادتیں جن کو نضیلت اور بزرگی ہے ۱۲ اور اعمال صالحہ کے معنے نیک اور بھلے کاموں کے ہیں ۱۲ ۴ طینت سے مراد خمیر ہے اور صلاحیت کے معنی لائق ہونے کے ہیں ۱۲ ۵ سوء تدبیر سے مراد بُری ترکیب اور بُرا طریقہ ہے ۱۲ ۶ مفاسد مفسدہ کی جمع ہے اس کے معنی فساد اور خرابی کے ہیں تو مفاسد کے معنی خرابیوں کے ہوئے ۱۲ ۷ تخصیص کے معنی خاص کرنا ۱۲ اور اسباب سبب کی جمع ہے یعنی وجہ ۱۲ ۸ یعنی برائیاں کرنے والا عورتوں کو تبلانا ۱۲

یا اس کی طرف منسوب ہوں تو وہ عرفاً موجبِ ذلت اور رسوائی نہیں ہے اس لئے عورت کے لئے ان مفاسد کے احتمال کو موانعِ تعلیم[1] سے قرار دیا ہے اور مردوں کے لئے نہیں۔ باقی شرعاً ظاہر ہے کہ اس باب میں مرد و عورت یکساں ہیں اگر عورت کے لئے معصیت مذموم و قابلِ لوم ہے تو اسی درجہ میں مرد کے لئے بھی اور اگر مرد کے لئے توبہ موجبِ طہارت[2] و نزہت ہے تو اسی درجہ میں عورت کے لئے بھی پس جب شرعاً دونوں برابر ہیں اور عرفاً متفاوت پس اس تفاوت سے عملاً متاثر[3] ہونا یعنی ایک کے لئے ان احتمالات کا اعتبار کرنا اور دوسرے کے لئے نہ کرنا صاف عرف کو شرع پر ترجیح[4] دینا ہے جو بہت بڑا شعبہ ہے جاہلیت کا جس کا منشا کبر[5] اور ترفع ہے ولس اور یہ صرف میرا ہی دعویٰ نہیں بلکہ مدعا[عہ] علیہم کا اقرار بھی ہے چنانچہ بکثرت اُن لوگوں کی زبان سے سُنا گیا ہے کہ میاں مرد کا کیا ہے اس کی تو مثال برتن کی سی ہے کہ دس دفعہ سَن گیا اور جب دھویا صاف ہو گیا اور عورت کی مثال موتی کی آب کی سی ہے کہ اگر ایک دفعہ اُتر گئی پھر چڑھ ہی نہیں سکتی اس کے معنی دوسرے لفظوں میں صاف یہ بھی ہیں کہ مردوں کے لئے معصیت[6] کو خفیف سمجھتے ہیں اور عورتوں کے لئے شدید[7]۔ تو علاوہ کبر کے اس میں تو فتوی استخفاف[8] کے جاری ہونے کا بھی اندیشہ اور سخت اندیشہ ہے

اب صرف تیسرے طبقہ کے متعلق کلام باقی رہ گیا جو تعلیم کے حامی تو ہیں لیکن اُس تعلیم کی تعیین میں یا اُس کے طریقہ کی تجویز[9] میں اُن سے غلطی ہوئی۔ چنانچہ اُن میں سے بعض کا بیان بضمن[10] اصلاحِ خیال طبقۂ ثانیہ کے اوپر ہو چکا ہے مثلاً اُن کو صرف حرف شناس بنا کر چھوڑ دینا پھر اُن کا اپنی رائے سے مختلف رسالوں کا مطالعہ[11] کرنا اور مثلاً بعد تعلیم کے عمل کی نگرانی نہ کرنا جس کی متعدد مثالیں بھی ساتھ ساتھ مذکور ہوئی ہیں اور بعض کا بیان اب کیا جاتا ہے مثلاً بعضے مستورات کو بجائے علومِ دینیہ پڑھانے کے اُن کو تاریخ[12] و جغرافیہ یا اس سے بڑھ کر انگریزی پڑھاتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انجیل[13] پڑھاتے ہیں جس کی وجہ صرف تقلید اہلِ یورپ[14] کی ہے یعنی اُن کے نصاب تعلیم میں شائستگی کو منحصر

---

۱ یعنی پڑھانے سے روکنے والی چیزیں ۱۲

۲ یعنی پاکیزگی اور ستھرائی ۱۲

۳ یعنی اس کا اثر قبول کر لینا ۱۲

۴ یعنی فوقیت دینا اور غالب کرنا ۱۲

۵ کبر تکبر اور ترفع اپنے آپ کو اونچا سمجھنا ۱۲

۶ معصیت کے معنے نافرمانی اور خفیف کے معنے ہلکا ۱۲

۷ شدید کے معنی سخت ۱۲

۸ گناہ کو معمولی چیز سمجھنا اور اُس کو ہلکا جاننا ۱۲

۹ تجویز کے معنے طے کرنے کے ہیں ۱۲

۱۰ یعنی دوسری جماعت کے خیال کی درستی کے درمیان میں ۱۲

۱۱ مطالعہ کے معنے مضمون کو پڑھنا اور سمجھنا ۱۲

۱۲ تاریخ میں گذرے ہوئے قصے ہوتے ہیں اور جغرافیہ میں ملکوں اور شہروں کی خاص خاص چیزوں کا بیان ہوتا ہے ۱۲

۱۳ انجیل اسی کتاب کا نام ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر خدا نے اتاری تھی مگر اب وہ ہو بہو کہیں موجود نہیں ہے بددین عیسائیوں نے اس میں گھٹا بڑھا کر دیا ہے ۱۲

۱۴ یورپ ایک ملک کا نام ہے جہاں کے انگریز ہیں۔ اہلِ یورپ انگریزوں کو کہتے ہیں ۱۲

عہ جن کا دعویٰ کیا گیا ہے ۱۲

سمجھنا اس کی بنا ہے مگر یہ خیال نہیں کرتے کہ ہم میں اور اُن میں اگر رسوم و عادات و طبائع و خواص کا بھی فرق نہ ہوتا تاہم سب سے بڑا فرق مذہب ہی کا ہے کہ ہم مذہب اسلام کا التزام کیے ہوئے ہیں اور وہ یا تو کوئی مذہب نہیں رکھتے اور زیادہ اُن میں ایسے ہی ہیں اور یا ہمارے مذہب کے مغایر دوسرا مذہب رکھتے ہیں اس لیے اُن کے یہاں یا تعلیم مذہبی بالکل نہ ہوگی صرف زبان کی تعلیم ہوگی یا دنیوی معلومات کی تعلیم ہوگی اور یا دوسرے مذہب کی تعلیم ہوگی۔ بہرحال اُن لوگوں کے اس تعلیم کا تو ایک خاص مبنیٰ ہے لیکن ہم لوگ اگر ان کی تعلیم کو اختیار کریں تو اس کا کیا مبنیٰ ہے جب غرض تعلیم سے اُن کی اور ہے جس کا ابھی ذکر ہوا اور ہماری غرض اور ہے جس کا مختصر بیان طبقہ اولیٰ کی اصلاح خیال کے ذکر میں ہوا ہے یعنی اصلاح عقائد و اعمال معاملات و معاشرت و اخلاق اور یہ غرض منحصر ہے علم دین میں تو ظاہر ہے کہ ہم کو اُن کی تعلیم کا اختیار کرنا ہر طرح بے ربط ہے البتہ اگر کسی کو تحصیل معاش کی بھی حاجت واقع ہونے والی ہو تو بعد علوم دینیہ کے اس کو اُن علوم کا حاصل کر لینا بھی مضائقہ نہیں جو اس زمانہ میں معاش کا موقوف علیہ ہو جیسے اسوقت انگریزی تاریخ و جغرافیہ وغیرہ باقی انجیل کی اس شخص کو بھی ضرورت نہ ہوگی اور ظاہر ہے کہ کسب معاش کی حاجت صرف مردوں کو ہوتی ہے اور عورتیں اوّل اس وجہ سے کہ اُن کا نان و نفقہ مردوں کے ذمہ ہے۔ دوسرے اس وجہ سے کہ اسلام میں پردہ کی تاکید ہے اور وہ ابواب خاصہ معاش کے جو خاص علوم پر موقوف ہیں پردہ کے ساتھ حاصل نہیں کیے جا سکتے۔ اس لیے عورتوں کے لیے یہ تعلیم بالکل فضول اور اُن کے وقت کی اضاعت ہوگی بلکہ فضول سے متجاوز ہو کر ہر طرح مضر ہوگی جیسا کہ عنقریب اُن مضار کا بیان بھی آوے گا۔ بہرحال یہ علوم جن کا لقب تعلیم جدید ہے عورتوں کے لیے ہرگز زیبا نہیں۔ البتہ فنون دنیا میں سے بقدر ضرورت لکھنا اور حساب اور کسی قسم کی دستکاری کہ اگر کسی وقت کوئی سرپرست نہ رہے تو عفت کے ساتھ چار پیسے کما سکے یہ مناسب ہے۔ رہا قصہ شائستگی کا تو جس کا دل چاہے تجربہ کر کے دیکھ لے کہ علم دین کے برابر دنیا

---

۱ طبیعت کی جمع طبائع ہے یعنے بہت سی طبیعتیں ۱۲

۲ مبنیٰ کے معنی دار و مدار اور وجہ کے ہیں ۱۲

۳ یعنی پہلی جماعت اور پہلے گروہ کی ۱۲

۴ یعنی اور کہیں نہیں پائی جاتی ۱۲

۵ یعنی دنیا کی زندگی کا سامان ۱۲

۶ موقوف علیہ وہ چیز ہوتی ہے کہ جس کے بغیر کوئی دوسری چیز جو اس پر موقوف ہے نہ پائی جا سکے ۱۲

۷ یعنی دنیا کی زندگی کے سامان حاصل کرنے کے خاص طریقے ۱۲

۸ ضرر اور نقصان دینے والی ۱۲

۹ مضار مضرت کی جمع ہے اس کے معنے بھی ضرر اور نقصان کے ہیں تو مضار کے معنے بہت سے نقصانوں کے ہوئے ۱۲

۱۰ یعنی نئی پڑھائی ۱۲

۱۱ یعنی لایق اور مناسب ۱۲

۱۲ فنون فن کی جمع ہے اس کے معنے کسی خاص علم کے ہیں ۱۲

۱۳ سرپرست کے معنے کاری دہاری ۱۲ اور عفت کے معنے دامن کو عیب سے پاک رکھنا یعنی گناہ نہ کرنا ۱۲

۱۴ شائستگی خوب لایق اور قابل ہونا ۱۲

بھر میں کوئی دستور العمل اور کوئی تعلیم شائستگی اور تہذیب نہیں سکھلاتا۔ چنانچہ ایک وہ شخص لیجیے جس پر علم دین نے پورا اثر کیا ہے اور ایک وہ شخص لیجیے جس پر تہذیب[1] جدید نے پورا اثر کیا ہے پھر دونوں کے اخلاق اور معاشرت و معاملہ کا موازنہ کیجیے تو آسمان و زمین کا تفاوت پائیے گا البتہ اگر تصنع[2] و تکلف کا نام کسی نے تہذیب رکھ لیا ہو تو اسکی یہی غلطی ہوگی کہ ایک مفہوم[1] کا مصداق[3] اس نے غلط ٹھیرالیا اور اگر کسی کے ذہن میں اُس وقت کوئی دیندار ایسا آیا ہو جس میں تہذیب حقیقی کی کمی ہو تو اُس کی چیز یہ ہوگی کہ اُس نے علوم دینیہ کا پورا اثر نہیں لیا۔ یعنی دین کے اجزا متعدد ہیں۔ عقائد[5] و اعمال و معاملات و معاشرت و اخلاق باطنہ بعضے لوگ صرف نماز روزہ کے احکام جاننے کو علم دین اور ان احکام کی پابندی کرنے والے کو دیندار کا لقب دیدیتے ہیں سو خود یہی غلط ہے سب اجزاء مذکورہ کے احکام ضروریہ کا اچھی طرح جاننا علم دین اور سب کی پابندی دینداری ہے سو جس کو دیندار لقب دیکر قلیل التہذیب قرار دیا گیا ہے وہ واقع میں سب اجزائے دین کا مستوعب نہیں۔ اور کلام اس میں ہے کہ جس نے سب اجزاء کا اثر لیا ہو پس وہ شبہ رفع ہوگیا بندہ نے اس قسم کے شبہات کے جواب کے لیے رسالہ[2] حقوق العلم لکھا ہے (جو قابل ملاحظہ ہے) غرض تہذیب علم دین کے برابر کسی علم سے حاصل نہیں ہوسکتی یہی علم دین تو تھا جس نے سلف میں اپنے اثر سے وہ اخلاق و شائستگی پیدا کی کہ خود یورپ کو بھی اُس کا اعتراف (اقرار ۱۲) بلکہ اُس سے اغتراف (حصہ لینا ۱۲) بھی ہے مگر ہم اپنے گھر کی دولت سے بے خبر ہو کر دوسروں سے اُس کی دریوزہ گری (گداگری ۱۲) کر رہے ہیں وللہ در العارف الرومی حیث قال ؎

یک سبد[3] پُر نان ترا بر فرق سر	تو ہمی جوئی لب نان دربدر
تا بزانوئی میان قعر آب	در عطش و ز جوع گشتی خراب

[1] یعنی ایک عبارت کا مطلب غلط ٹھیرایا ۱۲ [2] یہ ٹکڑے ہو ہو کر رسالہ ضیاء الاسلام مراد آباد میں چھپا ۱۲ [3] ایک ٹوکرا تیرے سر پر روٹی کا بھرا رکھا ہے اور تو در بدر روٹی کا ٹکڑا تلاش کرتا ہے اور زانو تک گہرائی دریا میں کھڑا ہے اور بھوک پیاس سے پریشان ہے ۱۲

[1] تہذیب کے معنی درست کرنے کے ہیں ۱۲ [2] تصنع بناوٹ اور تکلف کا کوئی کام طبیعت کے خلاف ارادہ کے ساتھ کرنا ۱۲ [3] مصداق جس پر کوئی بات ٹھیک اُترے ۱۲ [4] معنی لیاقت ۱۲ [5] عقائد یعنی عقیدے۔ جیسے اللہ کا موجود اور ایک ہونا اور رسولوں کا برحق ہونا اور مرنے کے بعد زندہ کیا جانا جنت و دوزخ کا برحق ہونا وغیرہ ۱۲ اور اعمال جیسے نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ معاملات جیسے بیچنا خریدنا شفعہ لینا وکیل بنانا حوالہ کرنا وغیرہ معاشرت جیسے میاں کا بیوی سے اور سردار کا اپنی رعایا سے اُستاد کا اپنے شاگردوں سے ماں باپ کا اولاد سے یا برعکس برتاؤ وغیرہ۔ اخلاق جیسے حیا سخاوت۔ شجاعت محبت عداوت دشمن سے بدلہ لینا وغیرہ۔ یہ تو اچھے اخلاق ہیں اور کینہ بغض حسد وغیرہ برے ۱۲

بعضے آدمی اپنی لڑکیوں کو آزاد و بے باک عورتوں سے تعلیم دلاتے ہیں یہ تجربہ
ہے کہ ہم صحبت کے اخلاق و جذبات کا آدمی میں ضرور اثر آتا ہے۔ خاص کر جب وہ
شخص ہم صحبت ایسا ہو کہ متبوع[1] اور معظم[1] بھی ہو اور ظاہر ہے کہ اُستاد سے زیادہ ان
خصوصیات کا کون جامع[2] ہوگا تو اس صورت میں وہ آزادی و بیباکی اُن لڑکیوں
میں بھی آوے گی اور میری رائے میں سب سے بڑھ کر جو عورت کا حیا اور انقباض
طبعی ہے اور یہی[2] مفتاح ہے تمام خیر کی جب یہ نہ رہا تو اس سے پھر نہ کوئی خیر متوقع ہے
نہ کوئی شر[3] مستبعد ہے ہر چند کہ اذا فاتك الحيا[3] ففعل ما شئت حکم عام ہے۔ لیکن
میرے نزدیک ماشئت کا عموم فساد عورتوں کے لئے بہ نسبت رجال کے زیادہ ہے
اسلئے کہ مردوں میں پھر بھی عقل کسی قدر مانع ہے اور عورتوں میں اسکی بھی کمی ہوتی
ہے اسلئے کوئی مانع ہی نہ رہے گا اسی طرح اگر اُستانی ایسی نہ ہو لیکن ہم سبق اور
ہم مکتب لڑکیاں ایسی ہوں تب بھی اُسی کے قریب مضرتیں واقع ہونگی۔ اس تقریر
سے دو خرابیوں کا حال بھی معلوم ہوگیا ہوگا جن کا اسوقت بے تکلف شیوع (چرچا ۱۲) ہے۔
ایک لڑکیوں کا عام زنانہ اسکول بنانا اور مدارس عامہ کی طرح اُس میں مختلف اقوام
اور مختلف طبقات اور مختلف خیالات لڑکیوں کا روزانہ جمع ہونا گو معلّمہ (پڑھانے والی ۱۲) مسلمان ہی ہو
اور یہ جانا آنا ڈولیوں ہی میں ہو اور گو یہاں آکر بھی پردہ ہی کے مکان میں رہنا ہو لیکن
تاہم واقعات نے دکھلا دیا اور تجربہ کرادیا ہے کہ یہاں ایسے اسباب جمع ہوجاتے ہیں جن کا
اُن کے اخلاق پر بُرا اثر پڑتا ہے اور صحبت اکثر عفت سوز[4] ثابت ہوئی ہے اور اگر استانی
بھی کوئی آزاد یا مکّار مل گئی تو کریلا اور نیم چڑھا کی مثال صادق آجاتی ہے اور
دوسری جزئی یہ کہ اگر کہیں مشن کی میم سے بھی روزانہ یا ہفتہ وار نگرانی تعلیم
یا صنعت سکھلانے کے بہانہ (یعنی وجہ ۱۲) سے اختلاط ہونے لگے تب تو نہ آبرو کی خیر ہے نہ
ایمان کی۔ مگر افسوس صد افسوس ہے کہ بعضے لوگ ان آفات کو مایہ[4] افتخار
سمجھ کر خود اپنے گھروں میں بلاتے ہیں میرے نزدیک تو ان آفات[5] مجسمہ سے بچی

[1] معظم یعنی تعظیم کیا ہوا بڑا مانا ہوا ۱۲ [2] یعنی جو چیز عورت کو بد اخلاق بدعمل بننے سے مانع ہے وہ صرف ایک حیا اور پردہ ہے کہ اس وصف کی وجہ سے اپنی اُمنگ کو دبائے رکھتی ہے اور جب یہ بھی نہ رہا تو پھر اس کے لئے راستہ برائی کا صاف ہوگیا ۱۲ [3] یعنی حیا کے نہ رہنے کے بعد عورتوں میں کوئی چیز ایسی باقی نہ رہے گی جو اس کو برائیوں کی راہ میں اٹک پیدا کرے۔ برخلاف مردوں کے کہ ان کو کچھ نہ کچھ عقل عورتوں سے زیادہ ہی ہوتی ہے وہ روک تھام رکھے گی علاوہ ازیں یہ تجربہ ہے کہ مرد خراب ہونے کے بعد کسی مصیبت مثلاً افلاس وغیرہ کے وقت ہوش میں بھی جلتے ہیں اور عورتوں میں یہ بھی کم ہے افلاس کے وقت اور وہ بداعمالی کو ذریعہ معاش کا بنالیتی ہیں العیاذ باللہ شریف اور پارسا عورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں ۱۲ [4] مایہ بمعنی سامان دنیا و اور افتخار بمعنی فخر کرنا تو مایہ افتخار کے معنے یہ ہوئے کہ فخر کرنے کا سامان ۱۲ [5] آفات آفت کی جمع ہے یعنی بہت سی آفتیں اور مجسمہ کے معنے جسم دار یعنی جسم دار آفتیں ۱۲

[1] جس کی اطاعت کی جائے ۱۲ [2] جمع کرنیوالا ۱۲ [3] جب تجھ سے حیا جاتی رہے تو کر جو جی چاہے ۱۲ [4] پاکدامنی کی جلا دینے والی یعنی پارسائی برباد کرنے والی ۱۲

تو بچی اور تابع ہو کر تو کیا ذکر کسی بڑی بوڑھی مسلمان عورت کا متبوع[1] ہو کر بھی عمر بھر میں ایک بار ہم کلام ہونا بھی خطرناک ہے جن مضرتوں[2] کے ذکر کا اوپر وعدہ تھا اُن میں سے بعض یہی ہیں اور بعض کا ذکر اوپر دوسرے طبقہ کے منشا خیال کے ضمن (درمیان ۱۲) میں ہو چکا ہے اسلم طریق (بہت درست ۱۲) لڑکیوں کے لئے یہی ہے کہ جو زمانہ دراز سے چلا آتا ہے کہ دو دو چار چار لڑکیاں اپنے اپنے تعلقات کے مواقع[3] میں آویں اور پڑھیں اور حتی الامکان[ا] اگر ایسی اُستانی ملجاوے جو تنخواہ نہ لے تو تجربہ سے یہ تعلیم زیادہ بابرکت اور باا ثر ثابت ہوئی ہے اور بدرجۂ مجبوری اس کا بھی مضائقہ نہیں اور جہاں کہیں ایسی اُستانی نہ ملے اپنے گھر کے مرد پڑھا دیا کریں پڑھانے کا تو یہ طرز ہو اور نصاب[4] تعلیم یہ ہو کہ اوّل قرآن مجید حتی الامکان[ب] صحیح پڑھایا جاوے پھر کتب دینیہ سہل[5] زبان میں جن میں تمام اجزائے دین کی مکمل تعلیم ہو (میرے نزدیک اُسوقت بہشتی زیور کے دسوں حصے ضرورت کے لئے کافی ہیں) اور اگر گھر کا مرد تعلیم دے تو جو مسائل شرمناک ہوں اُن کو چھوڑ دے اور اپنی بی بی کے ذریعہ سے سمجھوا دے اور اگر یہ انتظام بھی نہ ہو سکے تو اُن پر نشان کر دے تاکہ اُن کو یہ مقامات محفوظ رہیں پھر[6] سیانی ہو کر خود سمجھ لیں گی۔ یا اگر عالم شوہر میسّر ہو اُس سے پوچھ لیں گی یا شوہر کے ذریعہ کسی عالم سے تحقیق کرا لیں گی۔ (چنانچہ بندہ نے بہشتی زیور کے دستور العمل میں جو صفحہ ۱۰۵ پر شروع ہوا ہے اس کا خلاصہ لکھ دیا ہے مگر بعضے لوگ اس کو دیکھتے نہیں اور اعتراض کر بیٹھتے ہیں کہ اگر کوئی مرد پڑھانے لگے تو ایسے مسائل کسطرح پڑھائے اس لئے (اُن کا لکھنا ہی کتاب میں مناسب نہ تھا کیسی کچی سمجھ ہے) بہشتی زیور کے اخیر میں مفید رسالوں کا نام بھی لکھ دیا گیا ہے جن کا پڑھنا اور مطالعہ عورتوں کو مفید ہے اگر سب نہ پڑھیں تو ضروری مقدار پڑھکر باقیوں کو مطالعہ[7] میں ہمیشہ رکھیں اور تعلیم کے ساتھ اُن کے عمل کی بھی نگرانی[8] رکھیں اور اس کا بھی انتظام کریں کہ ان کو تدریس (پڑھانا ۱۲) کا شوق ہوتا کہ عمر بھر علمی شغل رہے تو اس سے علم و عمل کی تجدید[9] و تحریص (رغیب ۱۲) ہوتی رہتی ہے۔ اور اسکی بھی

[ا] و [ب] جہاں تک ممکن ہو ۱۲

[1] متبوع کے معنے جسکی تابعداری کی جائے ۱۲
[2] مضرتوں جمع ہے مضرت کی جس کے معنے ضرر کے ہیں تو مضرتوں کے معنے بہت ضرر اور نقصان ۱۲
[3] مواقع موقع کی جمع ہے یعنی اپنے تعلقات کے موقعوں میں ۱۲
[4] یعنی پڑھنے کی کتابوں کی تعداد کہ جسکو پڑھنے کے بعد اتنی استعداد ہو جائے کہ اپنی ضرورت کو پورا کر سکے ۱۲
[5] یعنی آسان زبان میں خواہ اُردو ہو یا گجراتی یا پنجابی وغیرہ ۱۲
[6] یعنے بالغ ہونے کے قریب ہو کر ۱۲
[7] مطالعہ سے مراد کتاب کا دیکھنا اور خوب سمجھنا ہے ۱۲
[8] نگرانی سے مراد دیکھ بھال ہے ۱۲
[9] تجدید کے معنے نیا کرنے کے ہیں ۱۲

ترغیب دیں کہ مطالعہ کتب مفیدہ[1] سے کبھی غافل نہ رہیں اور ضروری نصاب کے بعد اگر طبیعت میں قابلیت دیکھیں تو عربی کی طرف متوجہ کریں تاکہ قرآن و حدیث و فقہ اصلی زبان میں سمجھنے کے قابل ہو جائیں اور قرآن کا خالی ترجمہ جو بعض لڑکیاں پڑھتی ہیں میرے خیال[2] میں سمجھنے میں زیادہ غلطی کرتی ہیں اس لئے اکثر کیلئے مناسب نہیں۔

یہ تو سب پڑھنے کے متعلق بحث تھی رہا لکھنا تو اگر قرائن سے طبیعت میں بیباکی[3] معلوم نہ ہو تو کچھ مضایقہ نہیں۔ ضروریات[4] خانگی کے لئے اُس کی بھی حاجت ہو جاتی ہے اور اگر اندیشہ خرابی کا ہو تو مفاسد سے بچنا جلبِ مصالح غیر واجبہ سے اہم ہے۔ ایسی حالت میں لکھنا نہ سکھلا دیں اور نہ خود لکھنے دیں اور یہی فیصلہ کیا ہے عقلا (عقل مندوں) نے اس اختلاف کا کہ لکھنا عورت کے لئے کیسا ہے۔

اب مضمون کو ختم کرتا ہوں اور غالباً اس مضمون کو بعنوان تسہیل[5] اعادہ (دوبارہ) کی حاجت نہ ہوگی۔

کتبہ

اشرف علی تھانوی

سلخ[6] شوال المکرم ۱۳۳۱ھ ہجری

طہارت یعنی وضو اور غسل کی فضیلت اور ثواب کا بیان

حدیث میں ہے کہ جو کوئی وضو کرتے وقت بسم اللہ پڑھے (بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ پڑھنا زیادہ بہتر ہے) پھر ہر عضو دھوتے وقت یہ پڑھے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ فارغ ہونے کے بعد یہ پڑھے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ[7] تو اس کے لئے آٹھوں دروازے

---

[1] یعنے فائدہ دینے والی کتابیں ۱۲

[2] کیونکہ ترجمہ قرآن شریف کا بعض بعض موقعوں میں اس قدر مجمل اور مختصر ہے کہ اس سے صاف طور پر مطلب واضح نہیں ہوتا جب تک کہ تفسیر نہ دیکھی جائے ۱۲

[3] بیباکی سے مراد نڈری اور بے خوفی ہے ۱۲

[4] یعنے گھریلو ضرورتیں جیسے دھوبی کو کپڑے دے کر لکھ لینا کسی کو قرض دیا یا لیا ہو تو اس کو اپنی یادداشت میں لکھ لینا وغیرہ وغیرہ ۱۲

[5] تسہیل یعنی آسان کرنا ۱۲

[6] مہینہ کے پچھلے دن کو سلخ کہتے ہیں ۱۲

[7] مشکوٰۃ شریف میں بھی ایک حدیث کے اخیر میں کہا ہے کہ وزاد ترمذی اللھم اجعلنی من التوابین الخ ۱۲ مشکوٰۃ صـ ۳۹

ع۱ مفید چیزوں کا حاصل کرتا ۱۲ ع۲ اللہ ہی کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے واسطے ہیں ۱۲ ع۳ میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ بیشک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور رسول ہیں ۱۲ ع۴ اے اللہ کر دے مجھ کو توبہ کرنیوالوں میں سے اور کر دے مجھ کو گناہوں سے پاک شدہ لوگوں میں سے ۱۲

جنّت کے کھول دیئے جائیں گے۔ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو (بعد مرنے کے) اگر فوراً دو رکعت (نفل) نماز پڑھے کہ اُن میں قرآن پڑھے (جیسے کہ پڑھا کرتے ہیں) اور اس کو جان لے (یعنی غفلت سے نہ پڑھے۔ جس میں پتہ ہی نہ لگے کہ کیا پڑھا گیا نہیں بلکہ حضورِ قلب سے پڑھے تاکہ معلوم رہے کہ میں کیا پڑھتا ہوں) اور تمام نماز اسی طرح حضورِ قلب[۲] سے پڑھے تو وہ نماز سے ایسے حال میں فارغ ہوگا کہ وہ گناہوں سے پاک ہوگا مثل اس دن کے جس دن اس کو اس کی ماں نے جنا تھا۔ پس اُس سے کہا جائے گا کہ نئے سرے سے عمل کر (رواہ[۱] الحافظ المستغفری وحسنہ کذا فی احیاء السنن) اس وقت تک کے گناہ معاف ہو گئے اور علماء نے اس سے گناہ صغیرہ مراد لئے ہیں اور دوبارہ عمل کرنے کے لئے کہنا کیسے معلوم ہوگا سو اُسکی یہ صورت ہے کہ اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرما دینے سے معلوم ہو گیا اور اس قدر کہہ دینا مسرت حاصل ہونے اور عمل کرنے کے لئے کافی ہے۔

حدیث میں ہے کہ اس شخص کا وضو کامل نہیں ہوتا جو مجھ پر درود[۳] نہ پڑھے اور دوسری حدیث میں درود پڑھنے کا وقت وضو کے بعد آیا ہے (احیاء السنن)

حدیث[۴] میں ہے کہ جو مسلمان وضو کرتا ہے پس منہ دھوتا ہے تو اس کے چہرے سے ہر گناہ دور ہو جاتا ہے جس کی طرف اُس کی آنکھوں نے دیکھا تھا پانی کے ساتھ یا یہ فرمایا کہ آخر قطرہ پانی کے ساتھ۔ پھر جب دونوں ہاتھ (کہنیوں تک) دھوتا ہے تو اُس کے دونوں ہاتھ کے گناہ دور ہو جاتے ہیں جن کو ہاتھوں سے کیا تھا پانی کے ساتھ۔ یا یہ فرمایا کہ آخری قطرہ پانی کے ساتھ۔ پھر جب دونوں پیر دھوتا ہے تو تمام گناہ دور ہو جاتے ہیں جن کو پیروں سے کیا تھا یہاں تک کہ گناہوں سے صاف ہو جاتا ہے (مسلم) ان گناہوں سے مراد صغیرہ گناہ ہیں جیسا کہ علماء نے فرمایا ہے اور آنکھ کا گناہ جیسے کسی کو بُری نظر سے دیکھنا اور ہاتھ کا گناہ مثلاً کسی کو بُری نیت سے ہاتھ لگانا اور پیروں

[۲] حضورِ قلب کی یہ صورت ہے کہ جو کچھ پڑھ رہا ہو اُسکی طرف دھیان لگائے ہو اُسکے لئے معنے کا جاننا ضروری نہیں البتہ اگر معنے بھی سمجھ کر پڑھے تو اور بھی زیادہ بہتر ہے ۱۲

[۳] وضو میں درود شریف پڑھنا مستحب ہے جیسا کہ شامی میں ہے ۱۲

[۴] یہ حدیث مشکوٰۃ شریف میں مسلم شریف سے بیان کی ہے ۱۲

[۱] روایت کیا اس کو اوپر والی حدیث کو مستغفری رحمہ نے اور حسن کہا اس کو۔ اسی طرح ہے احیاء السنن میں ۱۲ (نام کتاب)

کا گناہ مثلاً بُری نیّت سے کہیں جانا ۔ خوب اچھی طرح وضو کیا کرو کس قدر فضیلت و بزرگی وضو کی ہے اسکی قدر کرو۔

حضرت انس رضؓ (یہ بڑے درجہ کے صحابی ہیں اور دسؔ برس تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی ہے اُن) سے ایک طویل حدیث میں وارد ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۔ اے انس رضؓ مبالغہ کر غسل میں جنابت سے (یعنی جو حاجت غسل سے کیا جاتا ہے) پس تو بیشک نہانے کی جگہ سے ایسی حالت میں نکلے گا کہ کوئی گناہ اور خطا تجھپر کچھ باقی نہ رہے گا (گناہ صغیرہ کی معافی یہاں بھی مراد ہے) میں نے (یہ قول حضرت انس رضؓ کا ہے) عرض کیا کہ غسل میں مبالغہ کی کیا صورت ہے ۔ اے رسول اللہ فرمایا (وہ یہ ہے) کہ تو بالوں کی جڑیں ترکرے اور بدن کو خوب صاف کرے (بدن کو مل کر صاف کرنا مستحب ہے اور اچھی طرح صفائی بغیر ملنے کے نہیں ہوتی اور مبالغہ سے مراد بہت اچھی طرح نہانا ہے جسکی تفسیر اور شرح حضور نے بیان فرمائی) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۔ اے میرے پیارے بیٹے (شفقت سے یہ لفظ استعمال فرمایا) اگر تو طاقت رکھے ہر وقت وضو سے رہنے کی (تو ایسا کر ہر وقت وضو سے رہنا مستحب[له] ہے) پس جس کو موت اس حالت میں آوے کہ وہ با وضو ہو تو اُسے شہادت کا (ثواب) مرحمت ہوگا (ابویعلی)

تمام شد (۱۶ صفر ۱۳۲۲ھ یوم چہار شنبہ)

بعد الحمد و الصلوٰۃ احقر اشرف علی عفی عنہ نے اس ضمیمہ و حواشی متعلقہ حصہ اوّل بہشتی زیور کو حرفاً حرفاً خود مؤلف سلمہ اللہ تعالیٰ سے سُنا میں سب مضامین سے متفق ہوں اللہ تعالیٰ مؤلف سلمہ اللہ کو جزائے خیر دے اور اس تالیف کو مفتاح خیر بنا دے۔ آمین

۱۶ صفر ۱۳۲۲ھ

[له] ہر وقت باوضو رہنا یعنی جب وضو ٹوٹ جائے تو نیا وضو فوراً کر لینا بڑی سعادت ہے بزرگوں میں سے بڑے بڑے حضرات کا یہی دستور رہا ہے لیکن ایسا کرنا واجب نہیں ہے حدیث شریف میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے یہ حکم تھا کہ ہر نماز کے وقت وضو تازہ کیا کریں خواہ پہلا وضو ہو یا نہ ہو مگر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حکم کی تعمیل میں دشواری ہوئی تو حق تعالیٰ نے اُس میں تخفیف فرما دی کہ بجائے وضو کے ہر نماز کے وقت مسواک کر لیا کرو اور وضو صرف اس وقت ضروری رکھا کہ جب ٹوٹ چکا ہو ۔ البتہ بعض صحابہ ایسے تھے کہ وہ ہر وقت وضو تازہ کرنے کی اپنے اندر قوت پاتے تھے تو وہ ایسا ہی کرتے تھے ۱۲ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۷

دستور العمل[1] تدریس حصہ ہٰذا

نمبر ۱ ۔ جب لڑکی کا قرآن شریف ختم ہو جاوے یہ رسالہ شروع کرا دیا جاوے۔

نمبر ۲ ۔ اس کا دیباچہ نہ پڑھایا جاوے، البتہ ابیات[2] جن میں زیور اخلاق کا بیان ہے اگر زبانی یاد کرا دی جاویں تو مناسب ہے۔

نمبر ۳ ۔ الف با کو خوب پہچنوا کر اور یاد کرا کر پڑھایا جاوے، اور وقتاً فوقتاً اس میں امتحان لیا جاوے[3]۔

نمبر ۴ ۔ اگر خلاف مصلحت نہ سمجھا جاوے تو لڑکی سے کہا جاوے کہ تختی پر اُسی کتاب کو اوّل سے لکھنا بھی شروع کر دے اور مشق میں جس قدر صاف ہوتا جاوے آگے بڑھتی جاویں اس میں لکھنا بھی آجاوے گا اور کتاب کے مضامین[4] بھی خوب یاد ہو جاویں گے اور بہتر یہ ہے کہ لڑکی کوئی دوسری کتاب لیکر بتاتا جاوے اور وہ لکھتی جاوے اور جو غلطی نکلے اُس کی اصلاح[5] کی جاوے۔

نمبر ۵ ۔ عقائد و مسائل[6] کو خوب سمجھا کر پڑھاویں اور ہمیشہ اُن میں امتحان لیا کریں اور اگر دو تین لڑکیوں کی جماعت ہو تو اُن کو تاکید کی جاوے کہ ایک دوسرے سے مسئلے زبانی پوچھا کریں۔

نمبر ۶ ۔ اگر پڑھانے والا مرد ہو جو شرم کے مسائل اس مرتبہ حصہ کے آخر میں بذیل سُرخی مسائل ذیل کے پڑھانے کا طریقہ درج ہے اُن کے متعلق حسب ہدایت مندرجہ عمل کرے۔

نمبر ۷ ۔ اور جو مسئلے ایسے مشکل ہوں کہ لڑکیوں کی سمجھ میں نہ آویں اُن پر بھی سردست نشان بنا دیں۔ بعد چندے جب سمجھ آجاوے اُس وقت سمجھا دیں۔

نمبر ۸ ۔ اس حصہ کے بعد ضمیمہ اولیٰ کو بھی پڑھایا جاوے مگر ضمیمہ ثانیہ کو پڑھانے کی حاجت نہیں۔

---

[1] یعنی اُس حصہ کے پڑھانے کا طریقہ ۱۲

[2] یعنی اشعار کیونکہ یہ لفظ ابیات بیت کی جمع ہے اور بیت کے معنی شعر کے ہیں ۱۲

[3] مثلاً ہر حرف کو جلی قلم سے ٹکڑوں پر لکھ لیا جائے اور کوئی سا ٹکٹ اٹھا کر دریافت کیا جائے کہ یہ کیا حرف ہے ۱۲

[4] مضامین مضمون کی جمع ہے مضمون کے معنی کتاب کے مطلب کے ہیں ۱۲

[5] اصلاح کے معنی درست کرنے کے ہیں ۱۲

[6] عقائد عقیدہ کی اور مسائل مسئلہ کی جمع ہے۔ عقیدہ وہ ہے جس کا تعلق دل سے ہو یعنی اُس بات کا یقین کرنا اور مسئلہ سے یہاں وہ مسئلے مراد ہیں جن کا تعلق عمل کرنے سے ہے عقیدہ کی مثال جیسے خدا ایک ہے۔ جنت دوزخ اور حساب کتاب حق ہے اور مسئلہ کی مثال جیسے نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ ۱۲

نمبر ۹۔ گھر میں جو آدمی مرد یا عورتیں زیادہ عمر ہونے کی وجہ سے پڑھنے کے قابل نہ ہوں اُن کے لئے ایک وقت مقرر کر کے سب کو جمع کر کے یہ مسائل سُنا سُنا کر سمجھا دیا کریں[۱] تاکہ وہ بھی محروم نہ رہیں بلکہ کبھی کبھی محلہ اور بستی کی عورتوں کو جمع کر کے یہی کتاب سُنا دیا کریں اور سمجھا دیا کریں۔ اچھا خاصا وعظ ہو جاوے گا اور جب ایک بار کتاب اس طرح ختم ہو جاوے پھر سُنانا شروع کر دیں مسئلے خوب یاد ہو جاویں گے اور بعض سُننے والیاں بھی نئی ہوں گی۔

نمبر ۱۰۔ پڑھانیوالے کو چاہیئے کہ پڑھنے والیوں کو ان مسئلوں کے موافق عمل کرنیکی خاص تاکید اور دیکھ بھال رکھے کیونکہ علم سے یہی فائدہ ہے کہ عمل کرے۔

نمبر ۱۱۔ پڑھانے والے کو چاہیئے کہ جو مسئلہ خود سمجھ میں اچھی طرح نہ آوے اٹکل سے نہ پڑھاوے بلکہ کسی عالم سے پہلے تحقیق کرے پھر پڑھاوے۔

محمد اشرف علی عفی عنہ

[۱] اور اکثر عورتوں کو دیکھا ہے کہ بہشتی زیور پڑھی ہوئی بھی ہوتی ہیں پھر بھی معمولی معمولی مسائل دوسروں سے دریافت کیا کرتی ہیں اسکی کیا ضرورت ہے جب بہشتی زیور میں وہ مسائل تلاش کرنے کے بعد نہ ملیں تب دریافت کرنے چاہئیں ورنہ بہشتی زیور کا پڑھنا بیکار ہے ۱۲

[۲] اس کی بہت کمی ہے حالانکہ ضرورت اس کی بہت زیادہ ہے نام کے لئے پڑھنا مقصود نہ ہونا چاہئے کہ فلاں کی لڑکی بہشتی زیور بھی پڑھ گئی ہے بلکہ غرض پڑھنے سے اپنی اور دوسری عورتوں کے عمل کو درست کرنا ہونا چاہئے اگر یہ نیت نہ ہو تو پڑھنا بیکار ہے ۱۲

ضمیمہ ثانیہ بہشتی زیور حصہ اول مسمّٰی بہ تصحیح الاغلاط و تنقیح الاخلاط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

از حکیم الامت مجدد الملۃ حضرت مولانا مولوی حافظ محمد اشرف علی صاحب دام ظلہم العالی

بعد الحمد والصلوٰۃ یہ کتاب درحقیقت استقلالاً[2] تصحیح[1] ہے اُن اغلاط کی جو احقر کی تالیفات میں ناقلین وکاتبین کے تغافل سے رہ گئی ہیں اور استطراداً[3] اُن مسامحات کی جو خود احقر سے صادر ہو گئی ہیں اُن سب کی تصحیح کی صورت یہ رکھی ہے کہ اول ایک کتاب کو مع قید نام مطبع وسن طبع لیکر اُس کے ایسے مقامات کو مع صفحہ وسطر اس طرح لکھا ہے کہ اول سُرخی اصل کے بعد عبارت موجودہ پھر سُرخی اصلاح کے بعد عبارت مقصودہ (جو بعد تصحیح ہونا چاہیئے) یا مضمون ضروری لکھدیں تاکہ ناظرین اپنے نسخوں کو اسی کے مطابق صحیح کرلیں۔ اس تفصیل سے کہ جو نسخے دوسرے مطبع اور سنہ کے چھپے ہوئے ہوں اُن کو مطالعہ سے قبل اِس نسخہ ماخوذہ اور ان مقامات کے مجموعہ سے درست کرلیں البتہ اگر کوئی مقام ان دوسرے ہی نسخوں میں صحیح ہو اور اس نسخہ ماخوذہ میں غیر صحیح ہو مگر اس فہرست میں غفلت سے رہ گیا ہو اُس مقام کو اس فہرست کے بھروسہ نہ بگاڑیں بلکہ ہم لوگوں کی بھی اطلاع کردیں۔ چونکہ مجھ کو اس قدر فرصت نہ تھی اس لئے اس کام میں احقر نے اپنے بعض ثقات[4] سے بہت زیادہ مدد لی ہے۔ جن کے علم و استعداد[5] اور تنقید و تدین پر مجھکو اپنے گمان میں وثوق تھا۔ آخر میں چند دیگر ضروری اُمور پر تنبیہ کردینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔

(۱) تصحیح کے لئے ہر کتاب کا وہ نسخہ اختیار کیا گیا ہے جو سب سے آخر میں طبع ہوا ہے۔

[1] یعنی غلطیوں کو صحیح کرنا اور رلی ملی چیزوں کو الگ کردینا ۱۲

[2] یعنی اس کتاب کو تصنیف کرنے سے مستقل طور پر تو یہ مقصود ہے کہ نقل کرنے والوں اور لکھنے والوں کی غفلت سے جو غلطیاں ہو گئی ہیں اُن کو درست کردیا جائے ۱۲

[3] یعنی تبعاً اور مسامحات کے معنی سُستیوں کے ہیں مراد غلطیاں ہیں ۱۲

[4] ثقات ثقہ کی جمع ہے ثقہ کے معنی معتبر آدمی کے ہیں جسپر بھروسہ کیا جلئے ۱۲

[5] استعداد کے معنی قابلیت اور تنقید کے معنی پرکھنا اور تدین کے معنی دینداری ہیں ۱۲

باستثناء اُن تالیفات[1] کے جو صرف ایک ہی مرتبہ طبع ہوئی ہیں۔

(۲) جن نسخ ماخوذہ[2] کا بغرض تصحیح اُن کے ساتھ غلط نامہ منضم ہے اس تالیف کی غلطیوں میں سے صرف وہ غلطیاں لیجائینگی جو اس غلط نامہ میں موجود نہیں ہیں لہٰذا تمام غلط نامے اس کتاب کا ضمیمہ سمجھے جاویں۔

(۳) اس کتاب میں صرف وہ غلطیاں لیجائیں گی جو ناظرین کے لئے فہم مضامین میں دشواری پیدا کرنے والے یا اُن کو غلطی میں ڈالنے والے ہوں۔ محاورہ اور زبان کی غلطیاں اس میں داخل نہ کی جائیں گی۔

(۴) جو کتابیں ہمارے علم میں شائع ہو چکی ہیں اُن کی اغلاط کی تصحیح جن پر ہم کو اس وقت تک تنبہ ہوا ہے۔ تصحیح الاغلاط و تنقیح الاخلاط کی جلد اول قرار دی گئی ہے اور جن تالیفات کی اشاعت کا ہم کو بعد کو علم ہوگا یا جو تالیفات آئندہ شائع ہوں گی یا تالیفات مطبوعہ ۱۳۳۶ھ تک کی جن اغلاط پر ہم کو بعد کو تنبہ ہوگا اُن کی تصحیح کتاب موصوف کی جلد ثانی میں کی جائے گی۔

(۵) جس تالیف کو کوئی صاحب چھاپنا چاہیں اُن کو چاہیئے کہ اول وہ تصحیح الاغلاط کا مطالعہ فرمالیں اور جن غلطیوں کا تعلق کتابت سے ہو ان کو صحیح کرلیں اور جن مسامحات کا تعلق مضمون سے ہے ان کی تنبیہات کو بلفظہا[3] بطور حاشیہ کے کتاب پر چڑھا دیں ہم اس تنبیہ نمبر ۵ کا اس کتاب میں ہر تالیف کی تصحیح کے ابتدا میں یاد دہانی کے لئے اعادہ کریں گے[4]۔

(۶) جن اغلاط کا ترجیح الراجح میں ذکر کیا گیا ہے اُن سے اس کتاب کی اصلاحات کے ذیل میں جس سے اُن کا تعلق ہے تفصیلاً[5] یا اجمالاً تعرض کیا جائے گا۔

(۷) تصحیح الاغلاط میں ہر کتاب کی تصحیح و اصلاح ایک جداگانہ حصہ قرار دیجاویگی۔

(۸) جس کتاب میں غلط نامہ لگا ہوا ہے اُس کے غلط نامہ کی تصحیح بھی تصحیح الاغلاط میں اصل کتاب کے ساتھ کی جاویگی۔

(۹) اس کتاب میں صرف اُن ہی مضامین کی اصلاح کی جائے گی جو احقر سے تعلق

[1] یعنی تصنیف شدہ کتابیں اور طبع کے معنی چھاپنے کے ہیں ۱۲

[2] یعنی جو لئے ہوئے نسخے ایسے ہوں کو اُن کے ساتھ اہل مطبع نے غلط نامہ بھی ملا دیا ہو ۱۲

[3] ذیل سے مراد نیچے ۱۲

[4] گول مول بات کو اجمال اور رخوب کھلی ہوئی بات کو تفصیل کہتے ہیں اور تعرض کے معنی درپے ہونے کے ہیں ۱۲

[5] یعنی لفظ بلفظ اور تنبیہات تنبیہ کی جمع ہے جس کے معنے آگاہ اور خبردار کرنے کے ہیں ۱۲

رکھتے ہیں اور جو مضامین بطور حواشی وغیرہ کے دوسرے اشخاص کی طرف سے اُن کے ساتھ ملحق ہیں اُن سے تعرض نہ کیا جاوے گا۔ اِلّا نادراً[1]۔

کتبہ

محمد اشرف علی عفی عنہ

تمہید از مولٰنا مولوی حبیب احمد صاحب کیرانوی

احقر حبیب احمد کیرانوی مدعا نگار ہے کہ اعلیٰحضرت مجدد الملّۃ والدین فاضت انہار فیوضہم[2] نے اپنے اُس حُسنِ ظن[3] کے سبب جو انجناب کو اس ہیچ میرز[4] سے ہے اپنی تصنیفات پر نظر ثانی کی خدمت احقر کے سپرد فرما رکھی ہے۔ بنابریں یہ احقر اپنی استعداد کے موافق اس خدمت کو انجام دے رہا ہے اُس کے متعلق چند امور کا ظاہر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

(الف) جن اصلاحات کا تعلق حضرت مولانا مدظلہم العالی کے مضامین سے ہے اُن کے متعلق یہ بتلا دینا ضروری ہے کہ اُن میں سے جن میں حضرت مولانا مدظلہم العالی سے کثرت مشاغل وغیرہ کے سبب بداہۃً[5] تسامح ہوا ہے اُن کے متعلق تو کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں لیکن جن اصلاحات کا تعلق ایسے مضامین سے ہے جن میں وقوع تسامح نظری[6] ہے۔ اُن کے متعلق یہ بتلا دینا ضروری ہے کہ احتمال خطا ہر دو جانب ہے یعنی یہ بھی ممکن ہے کہ فی الواقع حضرت مولانا سے تسامح ہوا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ احقر کی غلطی ہو، پس ایسے مقامات پر جو حضرات اہل علم اور ذی رائے[7] ہیں اُن کو چاہیئے کہ وہ اصل مضمون اور اصلاح دونوں پر نظر کر کے امر محقق[8] کو اختیار کریں اور جو حضرات اہل الرائے نہیں ہیں وہ دیگر علماء سے تحقیق فرمالیں۔

(ب) بعض اصلاحات ایسی بھی ہیں جن کا تعلق اصلاح[9] تسامح سے نہیں ہے بلکہ ان کا تعلق

---

[1] یعنی مگر کم اُن سے بھی تعرض ہوگا ۱۲

[2] یعنی اُن کے فیض کی نہریں بہتی رہیں ۱۲

[3] حسنِ ظن سے نیک گمان مراد ہے ۱۲

[4] یعنی کچھ نہ جاننے والے سے ۱۲

[5] بداہت سے مراد ظاہرا اور تسامح کے معنی سستی کے ہیں یہاں غلطی مراد ہے بڑے شخص کی فروگذاشت کو تسامح بولتے ہیں ۱۲

[6] نظری ہے یعنی ظاہر نہیں ہے بلکہ غور کرنے سے جانا جاتا ہے ۱۲

[7] یعنی علم اور رائے والے ۱۲

[8] محقق وہ امر ہے جو واقعی ہو یعنی تحقیق کے بعد جانا جائے ۱۲

[9] یعنی اُس سے کسی غلطی کی درستی مقصود نہیں ہے بلکہ محمول مضمون کی توضیح اور اس کو خوب کھول کر بیان کرنا مقصود ہے ۱۲

(ج) بہشتی زیور کے اُن مسائل کی تحقیق کے لئے جن پر معاندانہ[1] اعتراضات کئے گئے ہیں ہم نے ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام تحقیقات مفیدہ رکھا گیا ہے پس اس کتاب میں جہاں ان مسائل کا ذکر آئے گا وہاں ان مسائل پر اجمالاً[2] کلام کرکے تفصیل کے لئے تحقیقات مفیدہ کا حوالہ دیدیا جائے گا۔ جن کو ان مسائل کی تحقیق اور تفصیل معلوم کرنے کا شوق ہو وہ اُس کتاب میں دیکھ لیں وہ کتاب تدریجاً[3] الامداد میں شائع ہوئی ہے۔

(د) اس کتاب میں تحقیقات مفیدہ کا انھیں مسائل کے تحت میں حوالہ دیا جاوے گا جن کے متعلق معاندانہ اعتراضات کا ہم کو علم ہو چکا ہے اور جن کے متعلق علم نہیں ہوا اُنکے متعلق حوالہ نہ ہوگا۔

احقر

حبیب احمد کیرانوی عفی عنہ

تمہیدیں ختم ہوئیں آگے ضمیمہ ثانیہ شروع ہوتا ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

آغاز کتاب بعد تمہید

اصل صـ۳۷ س ۱۵۔ اللہ و رسول نے دین کی سب باتیں الخ تحقیق اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اور رسول نے دین کی سب باتیں بندوں کو بتلا دی ہیں، خواہ اصول کلیہ[4] کے طور پر ہوں یا تفریعات جزئیہ کے طور پر اور بدلالۃ النص[5] ہوں یا باشارۃ النص الیٰ غیر[6] ذٰلک من وجوہ البیان اس لئے اب کوئی نئی بات دین میں نکالنا درست نہیں ایسی نئی بات کہ جو نہ نصوص میں منصوص ہو نہ[6] اُن سے مستنبط ہو بدعت کہتے ہیں اور بدعت بایں معنی بڑا گناہ ہے اس توضیح سے معلوم ہوا کہ اقوال صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین جو کہ نصوص سے مستنبط ہیں بدعت نہیں ہیں۔ ہاں جو امور مستند[7] الی الدلالۃ الشرعیہ

[1] یعنی محض عناد اور دشمنی کی بنا پر کہ اون سے حق کا اظہار مقصود نہیں ۱۲

[2] اجمال کے معنی کلام کو گول مول لانے کے ہیں اور تفصیل اُسکی ضد ہے ۱۲

[3] تدریج کے معنی مہلت دینے کے ہیں یعنی کسی کام کو ٹھیر ٹھیر کر کرنا یہاں یہ مطلب ہے کہ وہ کتاب الامداد میں تھوڑی تھوڑی چھاپی جائے گی ۱۲

[4] یعنی کلی قاعدوں کے طور پر یا اُن قاعدوں پر متفرع ہونے والے جزئیات کے طور پر کیونکہ جزئی کسی قاعدہ کلیہ سے نکلا کرتی ہے ۱۲

[5] عبارت سے کسی حکم کے نکالنے کی چار صورتیں ہوتی ہیں ایک کا نام دلالۃ النص دوسری کا اشارۃ النص تیسری کا عبارۃ النص اور چوتھی کا اقتضاء النص ہے ۱۲

[6] یعنی نہ تو صاف طور پر لکھی ہو اور نہ عبارات سے نکلتی ہو ۱۲

[6] اسکے علاوہ اور جو دوسرے بیان کرنے کے طریقے ہیں مانند صراحۃ النص واقتضاء النص وغیرہ کے ۱۲

[7] یعنی اُن کی دلیل میں کوئی شرعی دلیل دلیلوں میں سے بیان نہیں ہو سکتی ۱۲

نہیں ہیں اور اہل بدعت نے اُن کو زبردستی دین میں ٹھونس دیا ہے وہ ضرور بدعت ہیں۔

اصل ص۳۸ س۱۲ تمام اُمت میں سب سے بہتر ہیں الخ **تحقیق** یہ عنوان صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے منصوص ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور سے پاس ہو چکا ہے چنانچہ امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں خیر ھذہ الامۃ[عه] بعد نبینا ابو بکر الخ کذا فی مسند احمد اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کنا نقول[عه] و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حی افضل الامۃ النبی بعدہ ابو بکر الخ کما فی مشکوٰۃ پس اس عنوان پر اعتراض کرنا درحقیقت صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرنا ہے۔ اس کی مزید تفصیل تحقیقات مفیدہ میں ہے۔

اصل ص۳۹ س۹ کسی کا نام لیکر کافر کہنا الخ **تحقیق** اس میں دو جز ہیں، ایک یہ کہ کسی کا نام لے کر کافر کہنا بڑا گناہ ہے اور دوسرا کسی کا نام لے کر اس پر لعنت کرنا بڑا گناہ ہے۔ سو جزو اول کے معنی یہ ہیں کہ کسی کا نام لے کر اس کو قطعی طور پر کافر کہنا بڑا گناہ ہے بشرطیکہ اس کا کفر قطعی[۱] نہ ہو کیونکہ اس میں دعویٰ ہے علم غیب کا ہاں باعتبار ظاہر حال اُسکو کافر کہنا اور اُس کے ساتھ کفار کا سا معاملہ کرنا گناہ نہیں بشرطیکہ وہ مقر بالکفر[عه] ہو یا مُدعی[۲] اسلام تو ہو مگر ضروریات دین میں سے کسی امر کا منکر ہو جیسے روافض کہ جمع بین الاختین[۳] کو حرام نہیں مانتے[عه] بلکہ اس کو محرف[۶] اور مبدل کہتے ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہ اور ابوبکر صدیق اور عمر فاروق و عثمان غنی وغیرہم رضوان[۷] اللہ علیہم اجمعین کو مومن ظاہراً و باطناً نہیں جانتے حالانکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو مومن ظاہراً و باطناً جاننا اور ماننا ایسا ہی قطعی ہے جیسا کہ نماز روزہ وغیرہ کا ماجاء[۴] بہ الرسول ہونا۔ اس لئے ان کے ایمان کا انکار بے شبہ تکذیب[۵] ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ رہا جزو ثانی سو اس کے معنی یہ ہیں کہ کسی شخص کا نام لے کر اس پر لعنت کرنا خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر بڑا گناہ ہے۔ بشرطیکہ اس کا کفر قطعی نہ ہو کیونکہ اُس کا کفر اگر قطعی نہیں ہے تو اس میں احتمال ہے اس امر کا کہ وہ فی علم اللہ مرحوم ہو لکونہ[عه] مومناً باطناً او ظاھراً حالاً و مآلاً

---

۱ یعنی یقینی نہ ہو ۱۲

۲ یعنی دعویٰ تو یہی کرتا ہو کہ میں مسلمان ہوں مگر ایسی بات کا انکاری ہو جس کا اقرار دین کے اندر ضروری ہے ۱۲

۳ یعنی دو بہنوں کو اکٹھا نکاح میں رکھنا جس کی حرمت قرآن پاک میں قطعی مذکور ہے ارشاد ہے وان تجمعوا بین الاختین ۱۲

۴ ماجاء بہ الرسول ان احکام کا نام ہے جن کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں ۱۲

۵ تکذیب کے معنی جھٹلانا ۱۲

۶ محرف اور مبدل کے معنی بدلے ہوئے اور متغیر کئے ہوئے کے ہیں ۱۲

۷ یعنی ان سب پر خدا تعالیٰ کی رضا مندی ہو ۱۲

عه اس امت (محمدیہ) میں سب سے بہتر ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد (حضرت) ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں ۱۲

عه ہم کہتے ہیں درآں حالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیات تھے کہ نبی علیہ السلام کے بعد حضور کی امت میں سب سے افضل ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں الخ جیسا کہ مشکوٰۃ میں ہے ۱۲

عه کفر کا اقرار کرنے والا ۱۲

عه بسبب ہونے اُس شخص کے ایماندار باطن میں یا ظاہر میں اس وقت یا آئندہ ۱۲

اور جب وہ احتمالاً فی علم اللہ[1] مرحوم ہوا تو اس پر لعنت کرنا جائز نہ ہوگا اور اگر وہ مسلمان ہے تب تو عدم[2] جواز ظاہر ہے لأن[8] کل مومن مرحوم ولیس بملعون بعض لوگوں کو مشروعیت لعان سے جواز لعن معین کا شبہ ہوا ہے مگر یہ اُن کی غلطی ہے کیونکہ اگر مشروعیت[3] لعان جواز لعن شخصی کو مستلزم ہوگی تو لازم آئے گا کہ جس کے لئے لعان مشروع (جائز ۱۲) ہو اس پر لعان جائز ہو حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں ہوسکتا کیونکہ لعان تو صحابہ اور غیر صحابہ سب کے لئے مشروع ہے پس چاہیے صحابہ پر بھی لعان جائز ہو، ولا یقول[9] بہ مسلم۔ پس معلوم ہوا کہ مشروعیت لعان اور چیز ہے اور جواز لعن شخصی دوسری چیز۔ اور اول ثانی کو مستلزم نہیں۔ نیز بعض لوگوں کو دھوکا ہوا ہے اور انھوں نے لعن کے معنی البعاد عن الرحمۃ (دور ہونا رحمت سے ۱۲) بیان کر کے کہا ہے کہ البعاد عن الرحمۃ (دور ہونا رحمت سے) کی دو صورتیں ہیں۔ ایک البعاد عن الرحمۃ مطلقاً اور دوسری البعاد[10] عن الرحمۃ المختصۃ بالابرار سو لعن بالمعنی الاول مسلمان پر نہیں ہوسکتی۔ ہاں لعن بالمعنی الثانی اُس پر ہوسکتی ہے مگر یہ بھی ان کی غلطی ہے کیونکہ رحمۃ مختصہ بالابرار کے بھی درجات متفاوت ہیں۔ ایک وہ رحمت ہے جو مختص بالانبیا ہے اور دوسری وہ جو مختص بالصحابہ ہے۔ پس چاہیے کہ نعوذ باللہ صحابہ پر لعن بمعنی البعاد[11] عن الرحمۃ المختصۃ بالانبیاء جائز ہو ولا یقول بہ مسلم علیٰ ہذا رحمۃ مختصۃ بالانبیاء کے بھی درجات متفاوت[6] ہیں۔ چنانچہ ایک وہ رحمۃ ہے جو مختص بجناب[7] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے ایک وہ ہے جو اس سے کم ہے پس چاہیے کہ نعوذ باللہ انبیاء پر لعن بمعنی البعاد[12] عن الرحمۃ المختصۃ برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جائز ہو۔ ولا یقول بہ مسلم پس ثابت ہوا کہ لعن شخصی بجز ان کفار کے جن کا کفر قطعی ہے کسی پر جائز نہیں اور جو لوگ جواز کے قائل ہوئے ہیں اُن کو اُس کے مفاسد ولوازم پر تنبہ[4] نہیں ہوا ورنہ وہ ہرگز اس کے قائل نہ ہوتے۔ اس مسئلہ پر ہم تحقیقات مفیدہ میں ان شاء اللہ مزید[5] تفصیل کے ساتھ بحث کریں گے۔

اصل ص ۴۳ س ۱۶ علی بخش، حسین بخش، عبد النبی وغیرہ نام رکھنا الخ۔ تحقیق اس مسئلہ پر بعض جہلاء نے اعتراض کیا ہے مگر ہم اس مسئلے کے ثبوت میں خاتم علماء فرنگی محل جناب مولوی عبد الحیٔ صاحب قدس سرہ کا فتویٰ پیش کرتے ہیں جن کو یہ جہلاء اپنا اُستاد بھی مانتے ہیں اور اُن کو علماء محققین

[1] مرحوم ملعون کی ضد ہے ملعون وہ ہے جو رحمت سے دور ہے اور مرحوم وہ جس پر رحمت کی گئی ۱۲
[2] یعنی لعنت کا جائز نہ ہونا ۱۲
[3] یعنی لعان کے حکم سے دور۔ لعان آپس میں میاں بیوی کو قسمیں دینے کا نام ہے جب میاں اپنی بیوی کے حمل یا بچہ کا اپنے نطفہ سے ہونے کا انکاری ہو جائے چونکہ وہ قسمیں لعنت کے ساتھ ہوتی ہیں اسی وجہ سے اس کا نام لعان رکھا ہے ۱۲
[4] تنبہ کے معنی ہوشیار اور آگاہ ہونا ۱۲
[5] مزید تفصیل کے معنی زیادہ کھول کر بات کہنا ۱۲
[6] متفاوت کے معنی مختلف اور متفرق کے ہیں ۱۲
[7] یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہونے والی
[8] اس واسطے کہ تحقیق ہر ایک مومن (ایماندار) مرحوم ہے اور ملعون نہیں ہے ۱۲
[9] اور اس بات کا کوئی بھی مسلمان قائل نہیں ہے ۱۲
[10] دور ہونا رحمت سے ایسی رحمت جو خاص ہو نیک بندوں کے ساتھ ۱۲
[11] دور ہونا رحمت سے جو خاص ہے انبیا کے ساتھ ۱۲
[12] دور ہونا رحمت سے جو خاص ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ۱۲

میں بھی شمار کرتے ہیں اور اُن کی تصانیف مثل سعایہ[1] سے احتجاج[3] بھی کرتے ہیں۔ مولوی صاحب موصوف تحریر فرماتے ہیں **الجواب** ایسا نام جس میں اضافت عبد کی طرف غیر خدا کے ہو درست نہیں ہے اور اگرچہ صرف اس قسم کے نام رکھنے سے حکم شرک کا نہ ہو بسبب احتمال اس کے کہ عبد سے مراد خادم و مُطیع ہے مگر بوئے شرک سے ایسا نام خالی نہیں ہے۔ بہشتی زیور میں اسی بوئے شرک کی بنا پر اس کو افعال شرک و کفر میں درج کیا ہے۔ حبیب احمد) قرآن و حدیث اس قسم کے نام رکھنے کی ممانعت پر دال ہے اور علمائے اُمت محمدیہ نے بھی جا بجا اس کی تصریح کی ہے۔ تفسیر جلالین میں ہے هو الذی خلقکم من نفس واحدة وجعل خلق منها زوجها حوا لیسکن الیها فلما تغشاها حملت حملاً خفیفا هو النطفة فمرت به ذهبت وجاءت لخفته فلما اثقلت کبر الولد فی بطنها واشفقا ان یکون بهیمة دعوا الله ربهما لئن اٰتیتنا صالحا سویا لنکونن من الشاکرین فلما اٰتاهما صالحا جعلا له شرکا فیما اٰتاهما بتسمیته عبد الحارث ولا ینبغی ان یکون عبد الا الله ولیس باشراک فی المعبودیة بعصمة اٰدم وروی عن النبی صلی الله علیه وسلم قال لما ولدت حوا طاف بها ابلیس وکان لا یعیش لها ولد فقال سمیه عبد الحارث فانه یعیش فسمته فعاش فکان هذا من وحی الشیطان وامره رواه الحاکم وقال صحیح والترمذی وقال حسن غریب انتهٰی ملخصاً" اور جمل کے حواشی جلالین میں ہے۔ ولیس الجعل

اللہ نہیں ہوا آدم و حوا کا فعل

المذکور باشراک الله بل هو شرک فی التسمیة وهذا لا یقتضی الکفر اھ اور

مذکور اللہ کے ساتھ شرک کرنا بلکہ یہ نام میں شرک ہے اس سے کفر لازم نہیں آتا ۱۲

شرعة الاسلام میں ہے لا یسمیه حکیما ولا حکما ولا ابا عیسٰی ولا عبد فلان انتهٰی اور

نہ نام رکھے لڑکے کا حکیم　اور نہ حکم　اور نہ ابو عیسٰی　اور نہ فلاں شخص کا عبد (بندہ) ۱۲

ملا علی قاری کی شرح فقہ اکبر میں ہے اما ما اشتهر من التسمیة بعبد النبی فظاهره کفر

لیکن جو مشہور ہے نام رکھنا ساتھ عبد النبی کے پس ظاہر میں تو کفر ہے مگر عبد سے مراد ممل

الا ان اراد بالعبد المملوک انتهٰی اور ملا علی قاری کی شرح مشکوٰۃ میں ہے ولا

ملوک ہے تو (کفر نہیں) ۱۲　　اور نہیں

یجوز نحو عبد الحارث وعبد النبی ولا غیره مما شاع بین الناس اھ اور ابن محمد مکی

جائز ہے نام رکھنا مثل عبد النبی اور عبد الحارث اور نہ غیر اس کا (عبد الرسول وغیرہ) جو لوگوں میں مشہور ہو رہے ہیں ۱۲

کی شرح منہاج میں ہے ویحرم ملک الاملاک لان ذلک لیس لغیر الله وکذا عبد النبی

اور حرام ہے ملک الاملاک (شہنشاہ) نام رکھنا کیونکہ یہ نام لائق نہیں خدا کے سوا دوسرے کیلئے اور اسی طرح

وعبد الکعبة او الدار او علی او الحسن لایهام التشریک انتهٰی والله اعلم

حرام ہے نام رکھنا عبد النبی اور عبد الکعبہ یا عبد الدار یا عبد علی یا عبد الحسن بوجہ وہم ہونے شرک کے ۱۲

---

[1] سعایہ مولانا عبد الحی کی تصنیف کی ہوئی کتاب کا نام ہے ۱۲

[2] یہ عبارت بھی فتاوے مولوی عبد الحی ہی کی ہے تو درمیان میں یہ جملہ کہ بہشتی زیور میں معترضہ ہے ۱۲

[3] احتجاج کے معنی حجت اور دلیل لانا ۱۲

[4] اللہ کی وہ ذات جس نے تمکو پیدا فرمایا ایک ذات (آدم) سے اور پیدا کیا اس ایک ذات سے اسکے جوڑے (حوا) کو تاکہ وہ (آدم) تسکین پکڑے طرف اس (حوا) کے پس جب حضرت آدم نے حضرت حوا سے صحبت کی تو حضرت حوا حاملہ ہو گئیں خفیف حمل کے ساتھ (یعنی زیادہ گرانی شکم میں معلوم نہیں ہوئی) جو نطفہ ہے پس حضرت حوا خفت حمل کی وجہ سے آئی گئی یعنی چلی پھری پس حضرت حوا جب زیادہ بوجھل ہو گئیں اُن کے پیٹ میں لڑکا بڑا ہو جانے کی وجہ سے اور آدم و حوا دونوں نے خوف کیا کہ کہیں چوپایہ پیدا نہ ہو جائے تو دونوں نے اپنے رب سے دعا کی کہ اگر اے اللہ تو ہمکو نیک کامل الاعضاء اولاد عطا فرماوے تو البتہ ہم شکر گذاروں میں سے ہوں گے پس جب اللہ نے صحیح الاعضاء لڑکا عطا فرمایا تو دونوں نے اُس لڑکے کا نام عبد الحارث رکھنے میں (نادانستہ شرک کا سا فعل) کیا حالانکہ یہ لائق نہیں کہ اللہ کے سوائے کسی دوسرے کا بندہ ہو کیونکہ عبد الحارث کے معنی کسان یا شیر کا بندہ ہیں۔ اور یہ شرک خدا کی عبادت میں نہیں تھا بلکہ نام رکھنے میں تھا کیونکہ آدم علیہ السلام (شرک سے) معصوم (محفوظ) تھے اور روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ حضور نے فرمایا کہ جب حوا کے لڑکا پیدا ہوا تو ابلیس حوا کے اردگرد پھرنے لگے (یعنی) پھر اکیونکہ حضرت حوا کے اولاد ...

حررہ عبدہ الراجی غفور ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ
لکھا ہے اس کو اس امیدوار بندہ نے کہ جسکی بخشش کرنیوالا بڑی قوت والا ہے (وہ) ابو الحسنات محمد عبد الحیٔ ہیں۔ درگزر کرے
عن ذنبہ الجلی والخفی۔
اللہ تعالیٰ اُن کے ہر گناہ ظاہری و باطنی سے ۱۲

مجموعہ فتاویٰ جلد دوم ص ۲۹۶ و ۲۹۷ - رہا علی بخش سو اس کا موہم شرک ہونا اس وجہ سے ہے کہ جس طرح عبد مشترک ہے یوں ہی علی بھی مشترک ہے۔ درمیان اسم خدا اور اسم علی مرتضیٰ کے اور متبادر اس سے اسم علی مرتضیٰ ہی ہے۔ کیونکہ یہ امر کہ خدا کا نام بھی علی ہے عوام اسکو نہیں جانتے اور حسین بخش اس کا واضح قرینہ ہے پس اس کے موہم شرک ہونے میں شبہ کرنا سراسر جہل ہے۔ مزید تحقیق اس کی تحقیقات مفیدہ میں کیجائیگی۔

اصل ص۴۴ س۱ اچھی بُری تاریخ اور دن کا پوچھنا الخ **تحقیق** مطلب یہ ہے کہ عورتوں وغیرہ میں جو اختلاط[1] ہنود یا روافض کے سبب یہ بات پیدا ہوگئی ہے کہ وہ نجومیوں وغیرہ سے اچھی بُری تاریخیں اور دن پوچھا کرتی ہیں۔ حالانکہ شریعت میں اس کی کچھ اصل نہیں ہوتی یہ امر شرک اور کفر کی باتوں میں سے ہے بایں معنی کہ یہ کفار کا طریقہ ہے نہ کہ مسلمانوں کا اور یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر شریعت سے (فرضاً یا حقیقۃً) کسی تاریخ یا دن کی بُرائی یا اچھائی ثابت ہو تو اُس کا دریافت کرنا بھی شرک اور کفر کی بات ہے۔ بھلا کون مسلمان ہوگا جو ایسا کہے گا۔ یہ معترضین کا عناد ہے، کہ وہ کلام کو ایسے محل پر محمول کرتے ہیں جو قائل کے ذہن سے کوسوں دُور ہے۔ رہا یہ امر کہ شرعاً بعض دنوں کا بعض کاموں کے لئے اچھا ہونا اور بعض دنوں کا بعض کاموں کے لئے بُرا ہونا ثابت[2] ہے یا نہیں سو یہ امر آخر ہے اور بہشتی زیور اس سے ساکت ہے نہ وہ اسکی نفی کرتی ہے نہ اثبات۔ پس اس پر یہ اعتراض کرنا کہ یہ مسئلہ شریعت کے خلاف ہے غلط ہے اور پوچھنے سے مراد بغرض تصدیق پوچھنا ہے نہ کہ مطلقاً جیسا کہ حدیث مسلم میں ہے:-

من[3] اتی عرافا فسألہ عن شئ لم یقبل لہ صلوۃ اربعین لیلۃ - مزید تفصیل اسکی تحقیقات مفیدہ میں کی جائے گی۔

اصل ص۴۴ س۱ شگون لینا **تحقیق** واضح ہو کہ فال شرعی اور چیز ہے اور شگون

[1] یعنی ہندوؤں اور رافضیوں کے ملنے سے چنانچہ اکثر بدعات مسلمانوں میں اسی وجہ سے پھیلی ہیں کہ باہر کے مسلمان مردوں نے ہندوستان میں آکر یہاں کی مسلمان شدہ عورتوں سے نکاح کیا اور پورے طور سے اُن عورتوں کے خیالات اور اعمال درست نہ ہوئے اور یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ زیادہ شوقین رسوم اور بدعتوں کی عورتیں ہی ہوتی ہیں ۱۲

[2] مثلاً پچھنے لگوانے کے لئے بعض بعض معین تاریخیں حدیث میں وارد ہیں اور روزہ رکھنے کے لئے بعض ایام کی جیسے پیر کا دن زیادہ فضیلت آئی ہے۔ اور سفر کرنے کے لئے جمعرات اور سنیچر کا مبارک ہونا آیا ہے اور زیارت قبور کے لئے جمعہ اور پیر کا دن افضل بتلایا گیا ہے وغیرہ وغیرہ ۱۲

[3] جو شخص کسی نجوم جاننے والے یا فال نکالنے والے کے پاس آیا پھر اُس سے کسی شئے کے متعلق دریافت کیا تو اُسکی چالیس رات (دن) کی نمازیں قبول نہیں ہونگی ۱۲

جو عوام میں اختلاط ہنود وغیرہ کے سبب مروج ہے وہ اور ہے چنانچہ فال شرعی یہ ہے
کہ کوئی شخص اتفاقاً کسی کے منہ سے کوئی اچھا لفظ سُنے اور[1] اس کو سُن کر حق سبحانہ کی جانب سے
وصولِ خیر کا اُمیدوار ہو اور شگون مروج یہ ہے کہ ہتھیلی میں کھجلی ہوئی سمجھا کہ روپیہ ہاتھ آئیگا
کسی نے چھینک دیا سمجھا کہ کام نہ ہوگا۔ داہنی آنکھ پھڑکی سمجھا کہ خوشی ہوگی۔ بائیں آنکھ
پھڑکی سمجھا کہ رنج ہوگا۔ اس قسم کے شگون از قسم عرافۃ ہیں اور فال شرعی میں داخل نہیں
ہیں بلکہ وہ طیرہ میں داخل ہیں۔ اور بحدیث الطیرۃ شرک[2] امور شرکیہ میں داخل ہیں۔ پس بعض
حمقاء کا یہ سمجھنا کہ شگون نیک مطلقاً جائز ہے اور بہشتی زیور کا مسئلہ غلط ہے جہل صریح اور
اور واضح گمراہی ہے۔ مزید تفصیل اس کی تحقیقات مفیدہ میں کی جائے گی۔

اصل ص۴۴ س۳ تصویر رکھنا تحقیق تصویر سے مراد جاندار کی بڑی تصویر ہے اور مقصود
اُس سے لوگوں کی اصلاح ہے جو نئی روشنی سے متاثر ہو کر اپنے دوست احباب کی تصویریں
رکھتے ہیں یا جاہلانہ اعتقاد سے مغلوب ہو کر بزرگوں کی تصویریں بغرض تبرک رکھتے ہیں
اور اُن کی تعظیم وتکریم کرتے ہیں جو کہ حالاً یا مآلاً[3] شرک ہے۔ اور ہر تصویر مراد نہیں ہے
خواہ جاندار کی ہو یا بے جان کی، اور چھوٹی ہو یا بڑی بضرورت ہو یا بلا ضرورت مہان
ہو یا معظم جیسا کہ بعض حمقاء کا خیال ہے اور نظیر اس کی حدیث مسلم ہے جس میں جبرئیل
علیہ السلام کے یہ الفاظ ہیں انّا[عہ] لا ندخل بیتا فیہ کلب او صورۃ کیونکہ جس طرح
حدیث مذکور میں صورۃ وکلب لفظاً مطلق[4] ہے اور معنی مقید فتنبہ[5]۔ مزید تفصیل اس
مسئلہ کی تحقیقات مفیدہ میں ہے۔

اصل ص۴۴ س۶ چراغ جلانا تحقیق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے،
لعن[عہ] اللہ زائرات القبور والمتخذین علیہا المساجد والسراج
رواہ الترمذی وغیرہ۔ اس میں قبروں پر چراغ جلانے کی صریح ممانعت موجود ہے اور اصل
راز اس ممانعت کا یہ ہے کہ قبروں پر چراغ جلانے میں بہت بڑا خطرہ تھا قبر پرستی کا
جو کہ شرک ہے۔ اس لئے سدّ باب[6] شرک کے لئے اس کی ممانعت فرمائی گئی،
لیکن بعض لوگوں نے اس دقیقہ[7] اور راز کو نہیں سمجھا اور بدیں عذر کہ اس میں تعظیم

[1] جیسے حدیث شریف میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ ہجرت کر کے پہنچے تو سب سے پہلا شخص جو آپ کو ملا اُس سے آپ نے دریافت فرمایا کہ تیرا نام کیا ہے اُس نے کہا بریدہ تو آپ نے اس سے یہ فال لی کہ بَرَدَ اللہُ اَمرنا یعنی خدا تعالیٰ نے ہمارے کام میں برودت (ٹھنڈک) عطا فرمائی یعنی اس کو مبارک اور مقبول فرمایا ۱۲

[2] یعنی فال جسکو شگون لینا کہتے ہیں شرک ہے ۱۲

[3] یعنی اسوقت یا آئندہ ۱۲

[4] کہ خواہ جاندار کی ہو یا بیجان کی اور خواہ چھوٹی ہو یا بڑی اور معنی کے اعتبار سے مقید ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مراد جاندار اور بڑی تصویر ہے ۱۲

[5] یعنی پس ہوشیار رہنا چاہیے ۱۲

[6] سدباب کے معنی دروازہ بند کرنے کے ہیں ۱۲

[7] باریک بات کو دقیقہ کہتے ہیں ۱۲

[عہ] ہم ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو یا (جاندار کی) تصویر ہو ۱۲

[عہ] اللہ تعالیٰ نے لعنت کی قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اور اُن لوگوں پر جنھوں نے قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا ہے اور اُن لوگوں پر جو کہ قبروں پر چراغ جلاتے ہیں ۱۲

شان اولیاء اللہ ہے اس کو جائز کہہ دیا اور یہ خیال نہ کیا کہ جو تعظیم حد شرک تک پہنچی
ہوئی یا منجر الی الشرک ہو وہ خود جائز نہیں۔ پس اس کی بناء پر کسی محرم[1] منصوص
کو کیسے جائز قرار دیا جا سکتا ہے۔ واضح ہو کہ جب کسی مستحب امر میں کوئی مصلحت[2] ہو اور
اس سے بڑا مفسدہ ہو تو وہ مصلحت نظر انداز کر دی جاتی ہے اور مفسدہ کا لحاظ کیا جاتا
ہے چنانچہ حق سبحانہ جوئے اور شراب کی نسبت فرماتے ہیں[ع] یسئلونک عن الخمر
والمیسر قل فیھما اثم کبیر ومنافع للناس واثمھما اکبر من نفعھما۔ دیکھو
باوجودیکہ جوئے اور شراب میں منفعتیں بھی تھیں مگر مفسدہ اثم کا لحاظ کیا گیا اور منافع
کو نظر انداز[3] کر دیا گیا۔ پس قبروں پر چراغ جلانے میں بھی اگر کوئی مصلحت ہو تو مفسدہ
عظیم کے مقابلہ میں جس کا آج کھلی آنکھوں مشاہدہ کیا جا رہا ہے اور اس تعظیم مفرط[4]
کے سبب لوگ برابر شرک جلی[5] میں گرفتار ہو رہے ہیں ہرگز اس کو جائز نہیں کیا جا سکتا
اور کسی کے قول کے مقابلہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو نہیں
چھوڑا جا سکتا۔ تعجب ہے حمقاء[6] زمانہ سے کہ وہ ایک طرف تو اتنا غلو[7] کرتے ہیں کہ اتباع
حدیث کا دعوی کر کے فقہاء کے اقوال مفتی بہ کو چھوڑ دیتے ہیں اور دوسری طرف وہ اعتقاد
بھی کرتے ہیں کہ بعض علماء کے اقوال کو آڑ بنا کر نصوص[8] صریحہ کو رد کر دیتے ہیں۔ نیز کبھی
تو اتنا غلو کرتے ہیں کہ باوجود وسعت[9] فی المسلک کے احتیاطی مسلک[10] کے چھوڑ دینے
پر اعتراض کر دیتے ہیں اور کبھی اس قدر کمی کرتے ہیں کہ لوگوں کے مشرک اور بت پرست
ہو جانے کی بھی پرواہ نہیں کرتے بلکہ شرک و بت پرستی کی بنیاد مضبوط کرتے ہیں خلاصہ
یہ ہے کہ قبروں پر چراغ جلانا بنص صریح حرام ہے اور یہ اُن امور میں سے ہے جو اسلام میں
بُت پرستی کی جڑ قائم کرتے ہیں اور جن کا مفضی الی الشرک (شرک کی طرف پہنچانے والا ۱۲) ہونا مشاہدہ ہو چکا ہے۔ ایسی
حالت میں کوئی مصلحت اس کی حرمت کی معارض ہو کر اس کو نہیں اٹھا سکتی اور اس کے
جواز میں کسی عالم کا قول معتبر نہیں۔ غایت مافی الباب (زیادہ سے زیادہ ۱۲) یہ ہے کہ جو علماء اس کے جواز
کی طرف گئے ہیں وہ اس بناء پر معذور ہیں کہ اُن کو مفسدہ کا احساس نہیں ہوا اگر بعد وضوح[ع۱۲]
مفسدہ کسی کو اُنکی کورانہ[11] تقلید کی گنجائش نہیں ہے۔ مزید تفصیل اس کی تحقیقات مفیدہ میں

ع اے ہمارے رسول (لوگ) تم سے سوال کرتے ہیں شراب اور جوئے کے بارے میں کہ (اُن کا شرعی کیا حکم ہے) تو آپ فرما دیجئے کہ شراب خوری اور جوئے بازی میں بہت بڑا گناہ ہے اور معمولی سا نفع ہے لوگوں کے لئے اور اُن کے نفع سے اُن کا گناہ بہت زیادہ ہے ۱۲

۱ محرم وہ کام جو شریعت میں حرام قرار دیا گیا ہو ۱۲

۲ مصلحت کے معنی خوبی اور مفسدہ کے معنی خرابی کے ہیں ۱۲

۳ نظر انداز کے معنی کسی بات کو نظر سے گرا دینا یعنی اس کا لحاظ نہ کرنا ۱۲

۴ مفرط کے معنی حد سے بڑھی ہوئی ۱۲

۵ شرک جلی کے معنی کھلا ہوا شرک ۱۲

۶ حمقاء کے معنی احمق لوگ ۱۲

۷ غلو سے مراد زیادتی اور کسی بات میں زیادہ گھسنا ۱۲

۸ یعنی کھلی کھلی واضح عبارتیں ۱۲

۹ یعنی مذہب میں گنجائش ہونے کے ۱۲

۱۰ یعنی اُس قول کے چھوڑ دینے پر کہ جس میں احتیاط تھی اعتراض کرتے ہیں کہ اس کو کیوں ترک کیا حالانکہ اس کو ترک کرنا کچھ حرام نہ تھا ۱۲

۱۱ کورانہ تقلید کے معنی اندھی پیروی کے ہیں یعنی بلا سوچے سمجھے پیروی کرنا ۱۲

ع۱۲ وضوح مفسدہ کے معنی فساد اور خرابی واضح ہو جانے کے ہیں ۱۲

کیجائے گی۔

اصل صـ۴۴ سـ۶ عورتوں کا وہاں جانا الخ **تحقیق** عورتوں کا قبروں پر جانا گو فی نفسہٖ مشروع ہے مگر عوارض خارجیہ کی وجہ سے غیر مشروع ہے جیسا کہ مساجد میں جانا اور جماعتوں میں شریک ہونا بلکہ مقابر پر جانے میں مفاسد زیادہ ہیں کیونکہ عموماً مقابر جنگلوں میں ہوتے ہیں جہاں ناموسؔ کا زیادہ خطرہ ہے۔ مزید تحقیق اس بحث کی تحقیقات مفیدہ میں ہے۔

اصل صـ۴۴ سـ۷ پختہ قبریں بنانا **تحقیق** فی المشکوٰۃ عن جابر قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یجصص القبور وان یبنی علیہ وان یقعد رواہ مسلم وفیہ ایضاً عن ابی مرثد الغنوی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تجلسوا علی القبور ولا تصلوا الیھا رواہ مسلم وفیہ ایضاً عن ابی الھیاج الاسدی قال قال لی علی الا ابعثک علی ما بعثنی علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تدع تمثالا الا طمستہ ولا قبرا مشرفا الا سویتہ رواہ مسلم وفیہ ایضاً عن جابر قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یجصص القبور وان یکتب علیھا وان توطأ رواہ الترمذی۔ ان روایات میں تجصیصؔ قبور کی ممانعت صراحۃً موجود ہے اور اس کے علاوہ قبر کے اوپر کوئی شے بنانے اُن پر کتبہؔ قائم کرنے انکی طرف نماز پڑھنے اُن کے زیادہ اونچا بنانے کی بھی ممانعت موجود ہے اور اُن پر مساجد بنانے اور چراغ جلانے کی ممانعت پیشتر گذر چکی ہے۔ ان تمام نصوص میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود یہ ہے کہ قبروں کے اندر کوئی شان عظمت کی پیدا نہ ہونے پائے تاکہ لوگ ان کی پرستش نہ کرنے لگیں۔ لیکن شیخ عبد الغنی نابلسی وغیرہ نے ان نصوص صریحہ کا معارضہ کیا اور جن امور کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحۃً اور نام لیکر منع فرمایا تھا اُنھوں نے بید ھڑک اُن کو بدعت حسنہ فرما دیا اور صرف اسی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اور امور مثل وضع ستور و القائم و الثیاب و نذر شمع و زیت للوقود عند القبور کو بھی جائز فرما دیا اور اسکی وجہ یہ بیان فرمائی کہ اس میں اولیاء اللہ کی تعظیم ہے نیز اس میں مصلحت یہ ہے کہ عوام

ا یعنی عزّت و آبرو کا ۱۲

۲ تجصیص کے معنی گچ کرنا ۱۲

۳ کتبہ وہ پتھر ہوتا ہے جس پر قبر والے کا نام و پتہ لکھ کر لگایا جاتا ہے ۱۲ گو شامی میں یہ لکھا ہے کہ اگرچہ حدیث شریف میں کتبہ کی ممانعت صحیح طور پر ثابت ہے مگر چونکہ اس کے لگانے پر عملی اجماع ہو چکا ہے اسلئے اسمیں کوئی مضائقہ نہیں حاکم نے اسکی ممانعت میں پہلے تو صحیح الاسناد حدیثیں نقل کی ہیں اُسکے بعد کہا ہے کہ یہ عمل ممانعت پر نہیں ہے کیونکہ مشرق سے لیکر مغرب تک مسلمانوں کے پیشواؤں کی قبروں پر لکھا ہوا ہے ۱۲

۵ مشکوٰۃ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا قبروں کے پختہ بنانے سے اور قبر پر گنبد وغیرہ کی بنا قائم کرنے سے اور قبر کے اوپر بیٹھنے سے روایت کیا اس حدیث کو مسلم رحمہ نے ۱۲

۶ اور نیز مشکوٰۃ میں حضرت ابو مرثد غنوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ بیٹھو تم قبروں پر اور نہ انکی طرف (منھ کر کے) نماز پڑھو۔ روایت کیا اس حدیث کو مسلم رحمہ نے اور نیز مشکوٰۃ میں ابو الھیاج اسدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ کیا میں تجھکو نہ بھیجوں اس کام کے لیے جسکا حکم دیکر مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہو کہ کوئی مورت بغیر مٹائے باقی نہ چھوڑیو اور کسی قبر کو جو بلند ہو بغیر برابر کئے مت چھوڑیو اس حدیث کو روایت کیا ہے مسلم نے اور نیز مشکوٰۃ میں ہے بروایت جابر رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا قبروں کو پختہ بنانے اور ان پر کتبہ لگانے اور انکے اوپر چلنے سے ۱۲

ان کو مختصر نہ سمجھیں گے اب اہل انصاف غور کریں کہ کیا یہ صاف شریعت کا کھلا ہوا معارضہ نہیں ہے اور شریعت مصطفویہ کے مقابلہ میں نئی شریعت را ایجاد کرنا نہیں ہے کہ صاحب شریعت تو ان امور کو منع فرما دیں ان کے کرنے والے پر لعنت کریں اور شیخ صاحب وغیرہ فرما دیں جائز لا ینبغی النھی عنہ نیز اس کو بدعت حسنہ اور سنت قرار دیں فیا للعجب (اے تعجب ۱۲) حقیقت امر یہ ہے کہ تجصیص قبور (پختہ بنانا قبروں کا) و وضع الستور (پردے لٹکانا ۱۲) والبنا علی القبور (عمارت بنانا قبروں پر ۱۲) والقاد قنادیل (قندیلیں روشن کرنا ۱۲) وغیرہ جو کہ لوگوں کے لئے شرک جلی کا دروازہ کھولتے ہیں اور جو کہ نصوص میں منہی عنہ ہیں تمام بدعات سیئہ اور مقصود شارع کے بالکل خلاف ہیں نہ کہ بدعت حسنہ اور سنت کیونکہ بدعت حسنہ کے متعلق شیخ موصوف نے لکھا ہے - ان البدعۃ الحسنۃ[1] الموافقۃ لمقصود الشرع تسمی سنۃ[2] جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی نئی بات کے بدعت حسنہ اور سنت ہونے کے لئے ضرورت ہے اس کی کہ وہ مقصود شارع کے موافق ہو - اور امور مذکورہ نہ صرف مقصود شارع کے خلاف بلکہ صراحۃً منہی عنہ[3] ہیں - پس وہ ضرور بدعت سیئہ ہوں گے - اور شیخ موصوف اور اُن کے متبعین کا قول جو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات صریحہ کے خلاف اور اُن کے مقصود یعنی سد باب[4] شرک کے مزاحم[5] ہے ہرگز مقبول نہ ہوگا اور جو مصلحت اُنھوں نے بیان کی ہے وہ مفسدہ شرک کے مقابلہ میں ہرگز قابل وقعت نہ ہوگی - واضح ہو کہ میرا مقصود حضرت شیخ اور اُن کے موافقین علمائے ربانی پر طعن نہیں ہے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اُن کا مقصود شریعت کا مقابلہ نہیں ہے بلکہ میرا مقصود یہ ہے کہ یہ اُنکی اجتہادی غلطی ہے - خدا معاف کرے لیکن بعد وضوح مفاسد کے اب کسی کو گنجایش نہیں ہے کہ وہ اُنکی کورانہ[6] تقلید کرے بالخصوص اُن لوگوں کو جو بزعم خود مجتہد ہیں اور اپنے اجتہاد کے زور میں جمہور فقہاء کو بھی بے حقیقت سمجھتے ہیں اب ہم اپنے بیان کی بعض روایات فقہیہ سے بھی تائید کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ در مختار میں ہے لا یجصص (پختہ کیجائے (قبر) بوجہ ممانعت شرعی کے ۱۲) للنھی عنہ نیز اسی میں ہے لا یرفع[7] علیہ بناء اور رد مختار میں ہے قولہ - لا یرفع[8] علیہ بناء ای یحرم لو للزینۃ ویکرہ لو للاحکام بعد الدفن

وفیہ ایضًا اما البناء علیہ فلم ار من اختار جوازہ وفی شرح المنیۃ المختار انہ لا یکرہ التطیین وعن ابی حنیفۃ یکرہ ان یبنی علیہ بناء من بیت او قبۃ او نحو ذلک لما سر دی جابر نھی

[حاشیہ]

عہ نہیں لائق ہے منع کرنا اس سے ۱۲

عہ تحقیق بدعت حسنہ وہ ہے جو مقصود شرع کے موافق ہو ۱۲

[1] یعنی وہ اچھی بدعت جو مقصود شریعت کے موافق ہو سنت نام رکھی جاتی ہے ۱۲

[2] منہی عنہ وہ چیز جس سے شریعت میں منع کیا گیا ہو ۱۲

[3] سد باب کے معنی دروازہ بند کرنا ۱۲

[4] مزاحم بمعنی مخالف ۱۲

[5] یعنی اندھوں کی سی پیروی کہ حق اور ناحق میں ذرا بھی تمیز نہ کی جائے ۱۲

عہ مطلب یہ ہے کہ بدعت حسنہ کوئی چیز نہیں در حقیقت وہ بدعت سنت میں داخل ہے تو بدعت حقیقت میں صرف ایک ہی قسم یعنی سیئہ ہی ہوتی ہے لیکن بدعت حسنہ یعنی سنت وہی نئی چیز ہو گی جو مقصد شارع کے خلاف نہ ہو ۱۲

عہ قبر پر بنا بلند کی جائے ۱۲

للعہ قبر پر (گنبد وغیرہ کے ساتھ) بنا کرنا اگر آرائش کی غرض سے ہو تو حرام ہے اور مضبوطی کی غرض سے دفن کے بعد مکروہ ہے اور نیز در مختار میں ہے کہ لیکن بنا کرنا قبر پر پس نہیں دیکھا میں نے کہ کسی (فقیہ) نے اس کے جواز کو اختیار کیا ہو اور شرح منیہ ہے کہ مذہب مختار یہ ہے کہ قبر پر مٹی سے لیپائی کرنا مکروہ نہیں ہے اور ابو حنیفہ سے ایک روایت میں ہے کہ مکروہ ہے قبر پر کوٹھا یا قبہ یا مثل اسکے کوئی دوسری عمارت بنانا اس وجہ سے کہ مروی ہے حضرت جابر سے کہ منع فرما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کے پختہ بنانے سے اور ان پر کتبہ لکھنے سے اور نیز بنا قائم کرنے سے روایت کیا اس حدیث کو مسلم وغیرہ نے ۱۲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن تجصیص القبور وان یکتب علیھا وان بنی علیھا۔ رواہ مسلم وغیرہ آہ۔ ان روایات سے ثابت ہوا کہ پختہ قبریں بنانا جائز نہیں کیونکہ ان میں ایک تو بنا[1] علی القبر ہوتی ہے۔ دوسرے تجصیص اور وہ دونوں ناجائز ہیں اور بعض لوگوں نے جو کہا ہے لایکرہ البناء اذا کان المیت من المشائخ والعلماء والسادات سو یہ بوجہ معارض[2] ہونے نصوص اور مذہب حنفی کے مقبول نہیں نیز جو مفاسد عام قبروں پر عمارت وغیرہ بنانے میں ہیں مشائخ وغیرہ کی قبور پر عمارات وغیرہ بنانے میں اُن سے زیادہ مفاسد ہیں۔ کیونکہ وہاں علاوہ زینت واحکام[3] واسراف کے فتح باب شرک بھی ہے پس ان کی قبور پر عمارات بنانا بالاولیٰ[4] ناجائز ہوگا اور بعض لوگوں نے جو کہا ہے الیوم[عـہ] اعتاد والتسنیم باللبن صیانۃ للقبر عن النبش ورأء ذلک حسنا وقال صلی اللہ علیہ وسلم ما رأہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن اھ۔ سو یہ اسلئے نامقبول ہے کہ نہ مسلمون سے مراد عام مسلمان ہیں اور نہ مارأہ المسلمون عام ہے بلکہ مارأہ المسلمون سے مراد وہ امر ہے جو مقصود شارع کے خلاف نہ ہو اور مسلمون سے مراد وہ لوگ ہیں جو اہل اجماع ہیں اور مطلب یہ ہے کہ جو امر مقصود شارع کے خلاف نہ ہو اور اہل اجماع اُس پر اجماع کر لیں وہ عند اللہ حسن ہے۔ نہ یہ کہ جس چیز کو بھی بعض مسلمان اچھا سمجھیں وہ خدا کے نزدیک اچھی ہے ورنہ[5] بدعت کا کوئی مصداق ہی باقی نہ رہے گا۔ وھو ظاہر[6] پس اس سے استدلال قبروں کے پختہ بنانے پر صحیح نہیں کیونکہ وہ مقصود ونص شارع کے خلاف ہے۔ کما تبین[7] نیز جن لوگوں نے اس کو مستحسن سمجھا ہے وہ بعض علماء ہیں جنکی دوسرے علماء متیقظین[8] مخالفت کرتے ہیں۔ رہی علت صیانۃ[9] عن النبش سو وہ اس سے صحیح نہیں کہ یہ علت علماء مجوزین[10] کے زمانہ میں پیدا نہیں ہوئی بلکہ یہ علت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ وتابعین ومجتہدین کے زمانہ میں بھی موجود تھی مگر انھوں نے اُس کا لحاظ نہیں کیا اور بناء علی القبر اور تجصیص کی اجازت نہیں دی۔ ایسی حالت میں کسی عالم کو کیا مجاز ہے کہ وہ اس علت کا لحاظ کر کے جواز کا فتویٰ دے بالخصوص اس وقت میں جب کہ اس کا مؤدی[11] الی الشرک ہونا اور بانیوں[12] کی نیت کا صیانۃ عن النبش نہ ہونا معلوم ومشاہد ہو خلاصہ

[1] یعنی قبر پر کچھ بنانا ۱۲ اور تجصیص کے معنی گچ کرنا ۱۲

[2] معارض بمعنی مخالف

[3] احکام میں الف کا زیر ہے اس کے معنے مضبوطی کے ہیں اور اسراف کے معنی فضول خرچی کے اور فتح باب کے معنی دروازہ کھولنا ۱۲

[4] بالاولیٰ کے معنی بدرجۂ اولیٰ کے ہیں ۱۲۔

[5] کیونکہ ہر بدعت کو قریب قریب کچھ نہ کچھ مسلمان اچھا جانتے ہیں ۱۲

[6] یعنی یہ بات ظاہر ہے ۱۲

[7] جیسا کہ ظاہر ہو گیا ۱۲

[8] یعنی بیدار مغز علماء ۱۲

[9] یعنی قبر کے اودھڑنے اور کھلنے سے حفاظت ۱۲

[10] جائز رکھنے والے ۱۲

[11] مؤدی الی الشرک کے معنی شرک تک پہنچانے والا ۱۲

[12] بانیوں سے مراد بنانے والے ۱۲

[عـہ] مکروہ نہیں ہے (قبوں وغیرہ کے ساتھ) بنانا (قبروں پر) جبکہ میت مشائخ اور علماء اور سادات میں سے ہو ۱۲

[عـہ] اس زمانہ میں جو لوگوں کی عادت ہو گئی ہے قبروں کو کوہان پشت کچی اینٹوں کے ساتھ بنانیکی قبر کی حفاظت کی غرض سے تاکہ اکھڑے نہیں یہ مستحسن ہے (اس کے استحسان پر دلیل یہ ہے کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس چیز کو مسلمان (باجماع اُمت) اچھا سمجھیں وہ چیز اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہو جاتی ہے ۱۲

یہ کہ بحکم نبوی اور بحکم مذہب حنفی قبروں کا پختہ بنانا ممنوع ہے اور اس کے خلاف کسی عالم کا قول معتبر نہیں واللہ اعلم۔ اس مبحث کی تفصیل تحقیقات مفیدہ میں کیجائیگی۔

اصل ص۴۴ س۱۴ سلام کی جگہ بندگی وغیرہ کرنا الخ **تحقیق** چونکہ سلام کی جگہ بندگی کرنا ہندوؤں کی رسم ہے اس لئے ممنوع ہے اور آداب میں مشابہت نیاچرہ[1] و ترک سنت ہے اس لئے بدعت ہے اور بہشتی زیور میں جو خطوط میں لفظ آداب استعمال کیا گیا ہے وہ آداب بمعنی سلام نہیں بلکہ وہ اپنے لغوی معنی میں مستعمل ہے اور ادب کی جمع ہے یعنی ضمن القاب میں اور اس کے بعد اُن آداب کو بجالا کر جن کا بجالانا چھوٹوں پر لازم ہے عرض یہ ہے۔ الخ پس اس سے اعتراض حمقاء ساقط ہے اس کی بحث تحقیقات مفیدہ میں ہے۔

اصل ص۴۴ س۱۶ گانا سُننا **تحقیق** گانے سے مراد مطلق شعر پڑھنا نہیں ہے بلکہ متعارف[2] گانا مراد ہے جیسے بیاہ شادی میں ڈومنیوں کا گانا یا عرسوں میں قوالی وغیرہ جوکہ عورتوں میں رائج[3] ہے اور منشاء حرمت نفس انشاء شعر بصورت حسن[4] نہیں ہے بلکہ دیگر مفاسد کے سبب سے اس کو ممنوع کہا گیا ہے۔ حضرت مولانا مدظلہم العالی نے اس مبحث کو اصلاح الرسوم میں قدرے تفصیل کے ساتھ ذکر فرمایا ہے اُس میں دیکھ لینا چاہیئے۔ کوئی اعتراض باقی نہ رہا۔ اسکی بحث تحقیقات مفیدہ میں کیجائیگی۔

اصل ص۴۴ س۲ پیشہ کو ذلیل[5] سمجھنا **تحقیق** اس سے مراد جائز پیشہ ہے نہ کہ عام خواہ جائز ہو یا ناجائز اور مقصود اس سے اُس خرابی کی اصلاح ہے جوکہ شرفاء میں پیدا ہوگئی ہے کہ وہ بھوکا رہنا اور ہندوؤں وغیرہ کی جوتیاں سیدھی کرنا گوارا کرتے ہیں مگر درزی کا کام یا لوہار کا کام یا اور کوئی جائز کام کرنا گوارا نہیں کرتے اور سمجھتے ہیں کہ اس میں ہماری ذلت ہے پس حمقاء زمانہ کا یہ اعتراض کہ اس میں ناجائز پیشوں کے ذلیل سمجھنے کی ممانعت ہے سراسر بیہودہ اعتراض ہے۔ اس کی تفصیل تحقیقات مفیدہ میں کی جائیگی۔

اصل ص۴۶ س۱ کسی بیماری میں شیر کا دودھ یا شیر کا گوشت کھلانا **تحقیق** اس سے مقصود

---

[1] نیاچرہ نیچری کی جمع ہے نیچری وہ شخص ہے جو ہر چیز کے آثار اور افعال کی نسبت اُسی چیز کی طبیعت اور مادہ کی طرف کرتا ہے فاعل مختار کو اس میں مؤثر نہیں مانتا۔ یہ فرقہ گمراہ ہے دہریوں سے ملتا ہوا ہے جو خدا کے قائل نہیں ہیں ۱۲

[2] متعارف کے معنی مروج اور مشہور کے ہیں ۱۲

[3] یعنی رواج پائی ہوئی ۱۲

[4] یعنی اچھی آواز کے ساتھ اشعار پڑھنا صرف یہ وجہ حرام ہونے کی نہیں ہے ۱۲

[5] واقعی اس پر جو اعتراض کیا گیا ہے وہ بڑی نادانی ہے کیونکہ ناجائز پیشوں کو ذلیل سمجھنا کون مسلمان ناجائز بتلا سکتا ہے یہ اعتراض محض تعصب اور لغو ہے ۱۲

اُس مقام پر اُس خرابی کی اصلاح ہے جو کہ عوام میں رائج ہے کہ بدون رائے طبیب حاذق اور بلا تحقیق اس امر کے کہ اس مرض کا علاج کچھ اور ہے یا نہیں اُن اشیاء کا استعمال کرتے ہیں رہا یہ امر کہ اگر کسی مرض کی نسبت طبیب مسلم حاذق یہ تجویز کرے کہ اس مرض کا علاج بجز شیر کے دودھ وغیرہ محرمات کے اور کچھ نہیں تو اُن کا کھانا جائز ہے یا نہیں سو یہ امر آخر ہے بہشتی زیور میں اس سے تعرض نہیں کیونکہ اوّل تو ایسا اتفاق ہی نہیں ہوتا اور اگر ہو بھی تو شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔ اور جو صورت رائج ہے اور جس کے انسداد کی ضرورت ہے وہ یہی ہے کہ بلا تحقیق اور بدون تجویز طبیب حاذق کے گوشت وغیرہ کھلا پلا دیا جاتا ہے لیکن اگر بالفرض اس کا عموم[1] بھی تسلیم کر لیا جاوے تب بھی اس میں کوئی قابل اعتراض بات نہیں اس لئے کہ مسئلہ مختلف فیہ[2] اور ظاہر مذہب تحریم[3] ہے گو بعض لوگوں نے اجازت دیدی ہے اور اس کو مفتی بہ[4] بھی کہا ہے۔ پس اگر بہشتی زیور میں ظاہر مذہب کو اختیار کیا گیا جو کہ اصل مذہب ہے اور متاخرین کے قول کو نہ لیا تو کیا گناہ کیا بالخصوص[5] اُس حالت میں جبکہ اُس کو اختیار کرنے میں احتیاط بھی ہو اور احادیث کے بھی مطابق ہو۔ اور حمقاء زمانہ حضرت مولانا کے بغرض تسہیل[6] مسلک احتیاط کے چھوڑ دینے پر حضرت مولانا پر اعتراض بھی کرتے ہوں اور ظاہر احادیث کی بناء پر جمہور فقہا کی مخالفت کو جائز بھی رکھتے ہوں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جو تداوی[ع] بالمحرم مختلف فیہ ہے اس سے بہشتی زیور میں تعرض[7] نہیں بلکہ اُس کی ممانعت ہے جو بالاتفاق حرام ہے اور بر تقدیر تنزل[8] اگر تداوی مختلف فیہ سے تعرض بھی ہو تب بھی کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اولاً اسلئے کہ اصل مذہب تحریم ہے دوسرے اس لئے کہ یہ مسلک احتیاط ہے۔ تیسرے اس لئے کہ وہ ظاہر احادیث کے موافق ہے۔ مزید تفصیل اس کی تحقیقات مفیدہ میں کی جاوے گی۔

اصل صفہ ۱۴۹ س ۹۔ جب تک کوئی مجبوری نہ ہو الخ **تحقیق** دلیل اس مسئلہ کی یہ ہے درمختار میں ہے یکرہ ان یستعین[عس] فی وضوئه بغیره الا عند العجز لیکون اعظم لثوابه

---

[1] عموم کے معنی عام ہونا ۱۲
[2] مختلف فیہ جس مسئلہ میں اختلاف کیا گیا ہو ۱۲
[3] تحریم یعنی حرام ٹھیرانا ۱۲
[4] مفتی بہ وہ مسئلہ جس کے ساتھ فتوٰی دیا گیا ہو ۱۲
[5] یعنی خاصکر ۱۲
[6] تسہیل کے معنی آسان کرنا ۱۲ اور مسلک احتیاط سے مراد وہ مذہب جس میں احتیاط ہے ۱۲
[7] تعرض یعنی تذکرہ اور یعنی درپے ہونا ۱۲
[8] یعنی نیچے اُتر کر اور تسلیم کر کے ۱۲
[ع] حرام چیزوں کے ساتھ علاج کرنا ۱۲
[عس] مکروہ ہے مدد لینا اپنے وضو کرنے میں غیر سے مگر وقت عاجزی کے (مکروہ نہیں تاکہ وضو کرنیوالے کو اپنے ہاتھ سے وضو کرنے میں) بہت بڑا ثواب ملے اور اس کی عبادت گزاری میں خلوصیت پیدا ہو ۱۲

واخلص لعبادتہ اھ وجہ استدلال استعانت مطلق ہے جو کہ استعانت[1] فی المباشرہ واستعانت[2] فی الصب دونوں کو شامل ہے علی ہذا دلیل کراہت بھی دونوں کو شامل ہے پس استعانت فی الصب مکروہ ہوگی اور علامہ شامی کا یہ کہنا کہ شاید صاحب درمختار کی مراد استعانت فی المباشرۃ ہو سو یہ صحیح نہیں کما[3] یدل علیہ دلیلہ۔ اس مبحث کی پوری تحقیق تحقیقات مفید میں کیجاوے گی۔

اصل صفحہ س ۱ ۔ جب وضو کر چکے تو بہتر ہے کہ دو رکعت نماز پڑھے **تحقیق** اس میں یہ ضرور شرط[4] ہے کہ اوقات مکروہہ میں سے کوئی وقت نہ ہو لیکن جس طرح اور شرائط نماز کو اس بنا پر ذکر نہیں کیا گیا کہ وہ اپنے مقامات پر مذکور ہیں یوں ہی اس شرط کو بھی ذکر نہیں کیا گیا۔ معہذا یہ عنوان اس حدیث کے بھی موافق ہے جس میں تحیۃ الوضوء کی مشروعیت کا ذکر ہے۔ چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

عہ ما من احد یتوضا ویصلی رکعتین یقبل بقلبہ وبوجھہ الا وجبت لہ الجنۃ۔ اس حدیث میں شرط انتفاء عہ وقت مکروہ لفظاً مذکور نہیں ہے پس بہشتی زیور پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ مسئلہ مقید ہے اور بہشتی زیور میں اس کو مطلق لکھا لہٰذا یہ مسئلہ غلط ہے جیسا کہ حمقاء زمانہ کرتے ہیں۔ اس مسئلہ کی مزید تفصیل تحقیقات مفیدہ میں کی جائے گی۔

اصل صفحہ ۵ س ۱۳ ۔ جب ایک دفعہ وضو کر لیا الخ **تحقیق** دلیلہ عسہ ما فی الغنیۃ وھذہ عبارۃ موضحۃ بتوضیحاتنا المقوسۃ الوضوء عبادۃ غیر مقصودۃ لذاتھا (ولا ینافی لاحد فاذا لم یؤدبہ عمل مما ھو المقصود من شرعیتہ کالصلوۃ او سجدۃ التلاوۃ ومس المصحف) ینبغی ان لا یشرع تکررہ لکونہ غیر مقصود لذاتہ (ولا لہ ان یکون غیر مشروع لذاتہ وھو قلب الموضوع واذا کان کذلک فیکون التکرار اسرافا محضا لعدم الفائدۃ الاخرویۃ والدنیویۃ اما الاخرویۃ فلانہ غیر مشروع للزوم قلب موضوع الشارع کما تبین واما الدنیویۃ فلان الکلام فی الوضوء المتأصل

[1] وضو کے کام کرنے میں مدد لینا ۱۲

[2] یعنی پانی ڈالنے میں مدد دینا ۱۲۔

[3] یعنی جس طرح اوس کی دلیل اس پر دلالت کرتی ہے ۱۲

[4] یعنی وقت مکروہ نہ ہونے کی شرط ۱۲

عہ نہیں ہے کوئی شخص جو وضو کرے اور نماز پڑھے دو رکعتیں (نفل تحیۃ الوضوء وغیرہ کی) اپنے دل اور چہرے (یعنی ظاہر اور باطن) دونوں سے متوجہ ہو کر مگر واجب ہو جائیگی اس کے واسطے جنت ۱۲

عسہ دلیل اس مسئلہ کی مذکور ہے غنیہ میں اور یہ عبارت واضح اور صاف ہو گئی ہماری وضاحت کرنیوالی اُن عبارتوں سے جو مقوسہ ہیں (یعنی بریکیٹ کے درمیان میں ہیں) وضو ایک عبادت ہے جو مقصود لذاتہا نہیں (یعنی اُسکی ذات مقصود نہیں بلکہ اُس سے عبادت مقصود ہے (اور یہ کسی کے منافی نہیں پس جب ادا نہ کیا جائے گا اس وضو کے ذریعہ سے وہ عمل جو وضو کے مشروع ہونے سے مقصود ہے (اور یہ کسی کے منافی نہیں) پس جب ادا نہ کیا جائے گا اس وضو کے ذریعہ سے وہ عمل جو وضو کے مشروع ہونے سے مقصود ہے جیسے نماز یا سجدہ تلاوت اور قرآن شریف کا چھونا تو سزاوار ہے یہ کہ وضو کی تکرار مشروع (جائز) بھی نہ ہو کیونکہ وضو مقصود لذاتہ نہیں حالانکہ اسکا مشروع لذاتہ ہونا ضرور ہے اور یہ الٹ دیتا ہے مسئلہ کا موضوع کا۔ جب تکرار وضو کا یہ حال ہے تو ہو گئی تکرار وضو اسراف محض بوجہ عدم فائدہ اخروی اور دنیوی کے اسلئے کہ غیر مشروع کر وضو کا سبب پلٹ دینے موضوع شارع علیہ السلام کے جیسا کہ ظاہر ہے اور لیکن (عدم فائدہ) دنیویہ اسلئے کہ کلام (واختلاف) وضو متاصل میں ہے وہ وضو متاصل کہ جس سے نیت تقرب الٰہی کی کیجاوے نہ وہ وضو کہ جس سے مقصود ٹھنڈک حاصل کرنا یا اور میل کچیل دور کرنا وغیرہ ہو الصغیر۔ فقہائے کہا سجدے کے بارے میں کہ جب نہ ہوتا یہ سجدہ مقصود (لذاتہ) تو نہ مشروع ہوتا تقرب الٰہی اس کے ذریعہ سے مستقل طور پر اور ہو جاتا سجدہ مکروہ پس یہ (توجیہ) اولیٰ ہے اس واسطے کہ سجدہ فی الجملہ عبادت (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

الذی ینوی بہ التقرب لا الذی یقصد بہ التبرد و ازالۃ الوسخ وغیرہ) و (ایضا) قد قالوا انی المسجدۃ لما لم تکن مقصودۃ لم یشرع التقرب بہا مستقلۃ وکانت مکروھۃ فھذا اولیٰ (لان السجدۃ عبادۃ مقصودۃ فی الجملۃ بخلاف الوضوء فانہا لیست بعبادۃ مقصودۃ لذاتہا اصلاً) انتھی کلامہ بتوضیحا تنا المقوستہ وھذا کلام متین لا یوھن بتوھینات سخیفۃ وقد زل قدم خاتم علماء فرنگی محل فی ھٰذا المقام زلۃ ظاھرۃ وقال فی السعایۃ قولاً سخیفا عفا اللہ عنہ وان شئت زیادۃ التفصیل لھذہ المسئلۃ فارجع الی التحقیقات المفیدۃ۔

اصل صلہ س۲ - اگر آگے کی راہ سے ہوا نکلے الخ **تحقیق** یہ حکم عام عورتوں کا ہی نہ کہ مفضاۃ[۱] کا ہے بلکہ مفاضاۃ کے حکم سے اس جگہ اس وجہ سے تعرض نہیں کیا گیا ہے کہ وہ نادر الوقوع ہی اس مسئلہ کی مزید تفصیل تحقیقات مفیدہ میں ہوگی۔

اصل صہ س۱۲ - اگر نماز میں بیٹھے بیٹھے یا کھڑے کھڑے سو جائے تو وضو نہیں گیا اور اگر سجدہ میں سو جاوے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے **تحقیق** مطلب یہ ہے کہ جس قاعدہ سے عورتوں کو سجدہ کرنیکا حکم ہے اگر وہ اس طرح سجدہ کریں جیساکہ وہ کیا کرتی ہیں اور اسمیں سو جائیں تو وضو ٹوٹ جائے گا رہا یہ امر کہ اگر وہ مردوں کی طرح سجدہ کریں اور سو جاویں یا نماز سے باہر سو جائیں تو وضو ٹوٹے گا یا نہیں اس سے بہشتی زیور میں تعرض نہیں کیا گیا - جب بہشتی زیور کے مسئلہ کا مطلب معلوم ہوگیا تو اب اس کی دلیل سنو۔ عمدۃ الرعایۃ میں ہے[۲] الحدیث لیس علی من نام ساجدا وضوء حتی یضطجع اخرجہ احمد فی مسندہ وحدیث لا یجب الوضوء علی من نام جالسا او قائما او ساجداً حتی یضع جنبیہ فانہ اذا اضطجع استرخت مفاصلہ اخرجہ البیھقی وقد حسنہ بن الھمام سندہ بکثرۃ الطرق ان احادیث کے الفاظ حتی یضطجع اور اضطجع استرخت مفاصلہ سے ایک صاحب بصیرۃ اور ثاقب الذہن[۳] شخص بہت آسانی سے سمجھ سکتا ہی کہ عدم انتقاض بالنوم فی سجود الصلوٰۃ کوئی امر تعبدی نہیں ہے بلکہ وہ معلول بہ علت عدم استرخاء مفاصل ہے سو جس

---

[۱] مفضاۃ وہ عورت ہے جسکے پیشاب اور پاخانہ کا سوراخ ایک ہوگیا ہو اور اس کا حکم یہ ہے کہ ایسی عورت کی شرم گاہ سے جو ہوا نکلتی ہے وہ احتیاطاً وضو کو توڑ دیتی ہے اور جو عورت ایسی ہو کہ اُسکے پیشاب اور جماع کا سوراخ ایک ہوگیا ہو اُس میں صحیح قول یہ ہے کہ اس کی شرم گاہ سے ہوا نکلنا ناقص وضو نہیں ہے اور جس عورت کے پیشاب و پاخانہ کا سوراخ ایک ہوگیا اسکے دو حکم اور عجیب ہیں جو یاد رکھنے کے قابل ہیں ایک یہ کہ اگر ایسی عورت کو تین طلاقیں مل گئی ہوں تو وہ دوسرے شوہر کے صرف جماع کرنے سے پہلے شوہر کے لئے حلال نہ ہوگی جب تک کہ حاملہ نہ ہو جائے اور دوسرا یہ کہ اس عورت سے جماع حرام ہے، ہاں اگر اس طرح جماع کرنا اس سے ممکن ہو کہ عورت کے پاخانہ کے مقام سے قطعی علیحدگی رہے تو جائز ہے ۱۲ از طحطاوی محمد حیات غفرلہ

[۲] حدیث میں ہے کہ نہیں ہے وضو فرض اس شخص پر جو سو گیا ہو بحالت سجدہ یہاں تک کہ لیٹ جائے بیان کیا اس حدیث کو امام احمد نے اپنی مسند میں اور حدیث دیگر اس بارے میں یہ ہے کہ نہیں واجب ہے وضو اس شخص پر جو سو گیا بیٹھکر یا کھڑے ہو کر یا سجدہ کی حالت میں یہاں تک کہ رکھدے اپنے پہلوؤں کو (زمین پر) اسلئے کہ جب لیٹ جائے گا تو ڈھیلے ہو جائیں گے جوڑ اس کے بدن کے، بیان کیا اس حدیث کو امام بیہقی نے اور تحقیق حسن کہا اس حدیث کو امام بن الہمام نے اور سند بیان کی اسکی بہت سے طریقوں سے ۱۲ -

[۳] روشن عقل والا ۱۲ -

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۰) مقصود ہے بخلاف وضو کے کیونکہ وضو بالکل مقصود لذاتہا نہیں. ختم ہوگیا کلام (بحث) صاحب غنیہ کی ہماری اُن توضیحوں کے ساتھ جو بریکٹ میں ہیں اور یہ کلام مضبوط ہے کمزور توجیہوں سے کمزور نہیں ہوتا اور تحقیق لغزش کر گیا قدم خاتم علماء فرنگی محل مولوی عبد الحئی کا اس مقام میں ظاہر لغزش کرنا اور کہا مولوی عبد الحئی نے سعایہ (حاشیہ شرح وقایہ) میں کمزور قول کو خدا ان کو معاف کرے۔ اگر تو تفصیل اور تحقیق اس مسئلہ کی چاہتا ہے تو ہماری تحقیقات مفیدہ کی طرف رجوع کر ۱۲۔

حالت میں استرخارِ مفاصل پایا جائے گا حکم انتقاض کیا جائے گا اور جس حالت میں استرخأ
مفاصل نہ پایا جاوے گا حکم بانتقاض نہ کیا جاوے گا۔ اس میں نہ خصوصیت سجود کو
دخل ہے نہ ہیئت مسنونہ کے داخل صلوٰۃ ہونے کو جب یہ امر معلوم ہو گیا تو اب سمجھنا
چاہیئے کہ عورتوں کے سجدے کی ہیئت مسنونہ اس قسم کی واقع ہوئی ہے کہ اس میں
سو جانے سے استرخارِ مفاصل ہو جاتا ہے اس لئے اگر عورتیں سجدہ میں سو جائینگی
تو وضو ٹوٹ جائے گا جیسا کہ بہشتی زیور میں لکھا ہے اور مردوں کی ہیئت مسنونہ اس طرح
پر واقع ہوئی ہے کہ جب تک وہ باقی ہے اس وقت تک استرخارِ مفاصل نہیں ہوتا
اس لئے اگر مرد سو جاویں تو وضو نہیں ٹوٹے گا جیسا کہ حاشیہ بہشتی زیور میں لکھا ہے لیکن
اگر عورتیں مردوں کی طرح سجدہ کریں گی اور مرد عورتوں کی طرح تو حکم الٹا ہو جاوے گا
پس جس نے اس راز کو سمجھ لیا اُس نے صحیح حکم قائم کیا اور جس نے اس کو نہ سمجھا اُس
نے اپنے فہم کے موافق حکم کیا۔ چنانچہ حلبی اس راز کو صغیری شرح منیہ میں سمجھ
گئے اور انھوں نے کہا المعتمد انہ ان نام (الرجل) علی الھیئۃ المسنونۃ فی السجود
(رافعا بطنہ عن فخذہ مجافیا مرفقیہ عن جنبتیہ) لا یکون حدثا (اقول وکذ
المرأۃ ان نامت علی ھیئۃ الرجل) والا (اقول بان نام الرجل علی الھیئۃ الغیر
المسنونۃ او المرأۃ علی الھیئۃ المسنونۃ) فھو حدث لوجود الاسترخاء سوأ
فی الصلوٰۃ او خارجھا انتھیٰ کلام الحلبی مع توضیحاتنا المقوسۃ اور دوسرے
لوگوں نے نہیں سمجھا اسلئے وہ چار قولوں پر متفرق ہو گئے کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ کہا منجملہ
اُن لوگوں کے جنھوں نے اس راز کو نہیں سمجھا خاتم علماء فرنگی محل ہیں کہ وہ سعایہ میں
اس اقوی الاقوالؔ واصحہا کو اسخف الاقوال فرماتے ہیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن
خلاصہ کلام یہ ہے کہ مسئلہ بہشتی زیور غلط نہیں ہے اور نہ اس کو حقاً ضعیف
کہا جا سکتا ہے بلکہ یہ بھی اُسی قبیل سے ہے جیسے اور مسائل مختلف فیہا ہیں مزید تفصیل
اس بحث کی تحقیقات مفیدہ میں کی جائے گی۔

اصل ص۵۵ س۲۔ اگر بھر منہ قے ہوئی الیٰ قولہ تو وہ نجس ہے اس کا دھونا واجب ہے تحقیق

لہ یعنی سب قولوں سے زیادہ قوی قول اور وہ یہ ہے کہ اگر مرد مسنون طریقہ پر سجدہ کرے اور اس میں سو جائے یا عورت مرد کی طرح سجدہ کرے اور اس میں سو جائے تو وضو نہیں ٹوٹے گا اور اگر مرد غیر مسنون طریقہ پر سجدہ کرے اور اس میں سو جائے یا عورت اپنے طریقہ پر سجدہ کرے اور اس میں سو جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا اور اصحہا کے معنی زیادہ صحیح قول اور اسخف الاقوال کے معنی زیادہ کمزور قول کے ہیں ۱۲

عہ بھروسہ کے قابل بات یہ ہے کہ اگر سو گیا (نماز پڑھنے والا) آدمی (حالت نماز میں) صورت مسنونہ پر سجدے میں اس حال میں کہ اٹھانے والا تھا اپنے پیٹ کو اپنی ران سے علیحدہ کرنے والا تھا اپنی کہنیوں کو اپنے پہلوؤں سے تو نہیں ہوگا (یہ سونیوالا) بے وضو۔ میں کہتا ہوں یہی حال ہے اس عورت کا جو سو جائے مرد کی ہیئت پر ورنہ میں کہوں گا کہ اگر آدمی سو گیا غیر مسنونہ صورت پر یا عورت صورت مسنونہ پر تو یہ بے وضو ہوتا ہے بسبب پائے جانے استرخار (اعضا کے جوڑوں کا ڈھیلا ہونے کے برابر ہے کہ یہ استرخاء بحالت نماز ہو یا خارج نماز میں ختم ہو گیا۔ کلام علامہ حلبی کا ہماری بریکیٹ والی توضیحوں کے ساتھ ۱۲۔

عہ تحقیق ہم اللہ ہی کی طرف (پس مرگ) لوٹنے والے ہیں ۱۲

یعنی اصل حکم تو یہی ہے کہ اس کا دھونا واجب ہے (چنانچہ اگر انگلی وغیرہ میں تھوڑا خون لگا ہو اور پانی وغیرہ میں ہاتھ ڈالنا چاہے تو اس کا دھونا ضروری ہے ورنہ پانی ناپاک ہو جائے گا) گو حق صلوٰۃ میں دفعاللحرج[1]۔ مقدار درہم یا اس سے کم کے دھونے کا حکم ساقط ہو گیا ہے جیسا کہ صـ۸۲ بہشتی زیور حصہ دوم میں اسکی تصریح موجود ہے پس حمقاء زمانہ کا اعتراض ساقط ہو گیا۔

اصل صـ۸۲ س۲۔ اگر تھوڑی سی منی نکلی الخ **تحقیق** اس مقام پر یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اگر منی شہوت و دفق کے ساتھ اپنے مقر سے الگ ہو جاوے اور کچھ حصہ اُس کا خارج ہو جاوے اور کچھ کسی وجہ سے اندر رُک جاوے اور غسل کرنے کے بعد خارج ہو تو بلا شرط اس پر غسل دوبارہ واجب ہو جاتا ہے اور اگر غسل کے بعد بلا شہوت اور دفق کے جدید منی نکلے تو بلا شرط اس پر دوبارہ غسل واجب نہیں اصل قاعدہ وجوب غسل مکرر کا یہ ہے لیکن چونکہ اس کا معلوم ہونا مشکل ہے کہ جو منی بعد غسل بلا شہوت نکلی ہے وہ منی سابق ہے یا منی جدید۔ اس لئے فقہاء نے امارات[2] کا لحاظ کیا اور کہا کہ جو منی قدر معتدبہ چلنے پھرنے یا سونے یا پیشاب کرنے کے بعد نکلے وہ منی جدید ہے اور چونکہ وہ بلا شہوت خارج ہوئی ہے اس لئے دوبارہ غسل واجب نہیں اور جو منی قبل معتدبہ چلنے پھرنے وغیرہ کے نکلے وہ منی سابق ہے اور چونکہ وہ اپنے مقر[3] سے شہوت و دفق کے ساتھ جدا ہوئی تھی اور اب وہ نکلی ہو اسلئے دوبارہ غسل واجب ہے۔ جب یہ تفصیل معلوم ہو گئی تو اب سمجھنا چاہیئے کہ بہشتی زیور میں جو صورت فرض کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ منی اپنے مقر اصلی سے دفق اور شہوت کے ساتھ جدا ہو جائے اور اس کا کچھ حصہ نکل جائے اور کچھ حصہ کسی وجہ سے اندر رہ جائے اور بعد غسل کے وہ حصہ باقیہ خارج ہوا اور اس پر بلا شرط دوبارہ وجوب غسل کا حکم کیا ہے پس یہ حکم صحیح ہے جیسا کہ تفصیل بالا سے معلوم ہوا لیکن چونکہ یہ امر معلوم ہونا مشکل تھا کہ جو منی بعد غسل خارج ہوئی ہے وہ بقیہ منی سابق ہی یا منی جدید بنا بریں حاشیہ میں اسکی توضیح کر دی گئی ہے اور کہدیا گیا ہے کہ یہ حکم

---

[1] حرج اور دشواری کو دور کرنے کے لئے ۱۲

[2] امارات امارت کی جمع ہے اس کے معنی علامت اور نشانی کے ہیں ۱۲ اور قدر معتدبہ کے معنی اوس مقدار کے ہیں جس کا اعتبار کیا جائے ۱۲

[3] مقر کے معنی جائے قرار کے ہیں ۱۲۔ اور دفق کے معنی کودنا ۱۲

جنب ہے جبکہ وہ منی قبل سونے اور قبل پیشاب کرنے اور قبل چالیس قدم یا زیادہ چلنے کے نکلے دیکھو ص۱۹ بہشتی زیور حصہ اول حاشیہ نمبر۱ پس حمقائے زمانہ کا یہ اعتراض کہ یہ مسئلہ بعمومہ[1] صحیح نہیں ہے غلط ہے۔ اس مسئلہ کے متعلق مزید تفصیل تحقیقات مفیدہ میں کی جائے گی۔

اصل ص۵۵ س۹ جب کوئی کافر مسلمان ہو تو اس کو غسل کر لینا مستحب ہے۔ تحقیق یعنی نفس اسلام لانے کے لئے غسل کر لینا مستحب ہے۔ لیکن اگر کوئی امر موجب غسل موجود ہو مثل جنابت[2] یا حیض نفاس سے پاکی تو اس کا حکم یہاں بیان نہیں کیا گیا بلکہ بہشتی گوہر میں بیان کیا گیا ہے جو تتمہ ہے بہشتی زیور کا خاتم علمائے فرنگی محل نے سعایہ ص۳۲۹ ج۱۔ میں اس مسئلہ کو اسی طرح ذکر کیا ہے جس طرح بہشتی زیور میں مذکور ہے چنانچہ وہ غسل مندوب[3] کے اقسام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ منہ[4] غسل الکافر اذا اسلم بذلک امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم من جاء یرید الاسلام کذا فی التجنیس اھ۔ پس حمقاء زمانہ کا بہشتی زیور پر یہ اعتراض کہ یہ مسئلہ مطلق صحیح نہیں ہے بلکہ ایک قید کے ساتھ یعنی یہ کہ وہ جنب اور حائض اور نفساء نہ ہو سراسر لغو ہے اس کی مزید تفصیل تحقیقات مفیدہ میں کی جائے گی۔

اصل ص۶۷ س۔ مردار کے بال اور سینگ الخ تحقیق مردار سے مراد غیر خنزیر ہے۔ کما[5] فی تنویر الابصار شعر المیتۃ و عظمہا وعصبہا وحافرہا وقرنہا الی اخر قولہ طاہر وکما فی الوقایۃ وشعر المیتۃ وعظمہا وعصبہا وحافرہا وقرنہا وشعر الانسان وعظمہ طاہر فلا اعتراض علی بہشتی زیور کما یفعلہ جہلۃ الزمان مزید تفصیل اس کی تحقیقات مفیدہ میں ہوگی۔

اصل ص۷ س۱۵ اور بالکل معلوم نہیں کہ پانی کہاں ہے تحقیق اس فقرہ پر حمقاء زمانہ نے یوں اعتراض کیا ہے۔ اس کا صدق تو کسی لا یعقل ہی پر ہوگا ورنہ یہ بالکل نہ جاننے کی

---

[1] بعمومہ کے معنی اپنے عام ہونے کی وجہ سے ۱۲

[2] یعنی جنبی ہونا اور جنبی وہ شخص ہے جس کو بوجہ جماع یا بوجہ احتلام غسل کی حاجت ہو ۱۲

[3] مندوب کے معنی مستحب کے ہیں ۱۲

[4] یعنی محض مسلمان ہونے کے لئے ۱۲

[5] (غسل کے مستحب اقسام میں سے ہے) غسل کرنا کافر کا جب وہ اسلام لائے اسی کے واسطے حکم کیا ہے (ملی اللہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص اسلام لانے کے ارادہ سے آئے تو وہ غسل کرے اسی طرح یہ مسئلہ تجنیس میں ہے ۱۲

[6] جیسا کہ تنویر الابصار میں ہے کہ بال مردار کے اور اس کی ہڈی اور اس کے پٹھے اور اس کے کھر (یعنی پاؤں) اور اس کے سینگ (اس کے آخر قول تک) پاک ہیں اور جیسا کہ وقایہ میں ہے کہ بال مردار کے اور اس کی ہڈی اور اس کے پٹھے اور اس کے کھر اور اس کے سینگ اور بال انسان کے اور اس کی ہڈی پاک ہیں پس نہیں درست ہوا اعتراض کرنا بہشتی زیور پر جیسا کہ کرتے ہیں ہمارے زمانہ کے جاہل لوگ ۱۲

پانی کہاں ہے کسی سمجھدار پر تو صادق نہ ہوگا آھ - شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ اتنی بات تو ہر سمجھدار جانتا ہے کہ سمندر میں اور دریاؤں میں اور چشموں میں پانی موجود ہے لہٰذا یہ صورت کہ بالکل پانی نہ معلوم ہو کہ پانی کہاں ہے کسی سمجھدار پر صادق نہیں آسکتی۔ اگر یہ مطلب ہے اور غالباً یہی ہے تو یہ حمق صریح اور جہل عظیم ہے یا عناد ظاہر ہے کیونکہ اتنی بات ہر سمجھدار جانتا ہے کہ اس مقام پر لفظ کہاں اتنا عام نہیں ہے جتنا یہ جہلاء سمجھتے ہیں بلکہ اس کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ اس کو معلوم نہیں کہ اس جنگل میں پانی ہے یا نہیں اگر ہے تو ایک میل کے اندر ہے یا باہر ہے' اور اگر اندر ہے تو کس جگہ ہے۔ اب کوئی اعتراض نہیں۔ نیز اس پر اعتراض کیا گیا ہے کہ اس صورت میں تو تیمم کے جواز کی بہت سی صورتیں نکل جائیں گی آھ لیکن یہ بھی اُن کی حماقت اور جہالت ہے کیونکہ یہ جواز تیمم کی ایک خاص صورت ہے نہ کہ اُس کے جواز کا قاعدہ کلیہ اور شمول جمیع صور قاعدہ کلیہ کے لئے ضرور ہے نہ کہ کسی خاص صورت کے لئے۔ مثلاً کوئی یوں کہے کہ اگر کسی نے وضو کیا اور بعد کو پیشاب کیا تو اُس کا وضو ٹوٹ گیا تو اُس پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ اُس سے انتقاض وضو کی بہت سی صورتیں نکل گئیں۔ یہ ہیں وہ لچر اعتراضات جن کی بنا پر بہشتی زیور کو ناقابل[2] اشاعت قرار دیا جاتا ہے اور اس کے لئے سازشی[3] جلسے کئے جاتے ہیں۔ مزید تحقیق و تفصیل اس مبحث کی تحقیقات مفیدہ میں ہوگی۔

اصل ص۲۳ س۱۸ اگر پانی قریب ہو الخ **تحقیق** مطلب یہ ہے کہ اس صورت میں محض پردہ کے خیال سے اور بوجہ شرم کے تیمم کرنا درست نہیں کما یدل علیہ قولہ مردوں سے شرم کی وجہ سے الخ رہا یہ امر کہ اور کوئی وجہ ہو مثل خوف ناموس[5] وغیرہ تو یہ امر آخر ہی بہشتی زیور میں اس کی نفی نہیں ہے۔ پس حمقار زمانہ کا اعتراض ساقط ہو گیا۔

حصۂ اوّل مع ضمائم و حواشی و دلائل قدیمہ و جدیدہ تمام

---

۱ یعنی سب صورتوں کو شامل اور عام ہونا ۱۲

۲ یعنی چھاپنے کے قابل نہ ہونا ۱۲

۳ سازشی کے معنی بناوٹی جو واقعی نہ ہوں ۱۲

ع حمق صریح کھلی ہوئی حماقت اور بے وقوفی اور جہل عظیم کے معنی بڑی نادانی اور عناد ظاہر کے معنی کھلی ہوئی دشمنی کے ہیں ۱۲

۴ یعنی جیسا کہ اس پر اُن کا یہ قول دلالت کرتا ہے ۱۲

۵ ناموس کے معنی عزت و آبرو کے ہیں ۱۲

حصہ دوم

۸۶

اشرفی

بہشتی زیور کامل و مکمل مدلل

(مع)

ضمائم جدیدہ و قدیمہ مفیدہ و تصحیح الاغلاط وغیرہ

(مصنفہ)

حضرت حکیم الامت مولانا و سیدنا الحاج والحافظ شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

(جس کے ہر حصہ کو)

جناب مولانا مولوی ابو سعید محمد حیات صاحب سنبھلی صدر مدرس مدرسہ امدادیہ عربیہ مراد آبادی نے

متن کے مطابق مفید ضروری اور اہم حواشی پیچیدہ مسائل کے متعلق سلیس عبارت میں تشریح و صحت

و شبہات کے بارے میں بحث متبحر علمائے کرام کے اسناد. فقہائے عظام کے دلائل علمائے متقدمین و

متاخرین کا نظریہ اور بہت سے اہم اور کار آمد امور کو حوالۂ قلم کر کے دریا کو کوزہ میں بھر دیا ہے

ناشر: ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی، پاکستان چوک۔ کراچی

مطبوعہ ایجوکیشنل پریس، کراچی

فہرست مضامین بہشتی زیور حصہ دوم

بہشتی زیور

کا

دوسرا[1] حصّہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نجاست کے پاک کرنیکا بیان

مسئلہ[1]۔ نجاست کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جس کی نجاست زیادہ سخت ہے، تھوڑی سی لگ جائے تب بھی دھونے کا حکم ہے اسکو نجاست غلیظہ کہتے ہیں دوسری وہ جس کی نجاست ذرا کم اور ہلکی ہے اسکو نجاست خفیفہ کہتے ہیں۔

مسئلہ[2]۔ خون[3] اور آدمی کا پاخانہ پیشاب اور منی اور شراب اور کتے بلی کا پاخانہ پیشاب اور سور کا گوشت اور اس کے بال وہڈی وغیرہ سکی ساری چیزیں اور گھوڑے گدھے خچر کی لید اور گائے بیل بھینس وغیرہ کا گوبر اور بکری بھیڑ کی مینگنی غرضکہ سب جانوروں کا پاخانہ اور مرغی بطخ اور مرغابی کی بیٹ اور گدھے خچر اور سب حرام جانوروں کا پیشاب یہ سب چیزیں نجاست غلیظہ ہیں۔

مسئلہ[3]۔ چھوٹے دودھ پیتے بچے کا پیشاب پاخانہ بھی نجاست غلیظہ ہے۔

مسئلہ[4]۔ حرام پرندوں کی بیٹ اور حلال جانوروں کا پیشاب[4] جیسے بکری گائے

[1] تنقسم النجاسۃ الی قسمین غلیظۃ وخفیفۃ ۱۲ مراقی ص۸۹

[2] فالغلیظۃ کالخمر والدم المسفوح ولحم المیتۃ واھابہا وبول ما لا یوکل کالآدمی ولو یوکل لحمہ وجمیع السباع ولعابہا وخرء الدجاج والبط والاوز وما ینقض الوضوء بخروجہ من بدن الانسان الخ ۱۲ مراقی ص۸۹

[3] مضی دلیلہ انفاً ۱۲

[4] واما الخفیفۃ فکبول الفرس وکذا بول ما یوکل لحمہ الخ حوالہ بالا

عہ دوسرا حصہ بہشتی زیور مطبوعہ سابقہ کا جن مضامین کو شروع تھا وہ اسمیں ص۱ سے ص۹۳ تک درج ہیں ۱۲

بھینس وغیرہ[1] اور گھوڑے کا پیشاب نجاست خفیفہ ہے۔
مسئلہ۔ مرغی بطخ مرغابی کے سوا اور حلال پرندوں کی بیٹ پاک ہے جیسے
کبوتر گوریا یعنی چڑیا مینا وغیرہ اور چمگادڑ کا پیشاب اور بیٹ بھی پاک ہے۔
مسئلہ۔ نجاست[2] غلیظہ میں سے اگر پتلی اور بہنے والی چیز کپڑے یا بدن میں
لگ جاوے تو اگر پھیلاؤ میں روپیہ کے برابر یا اس سے کم ہو تو معاف ہے بے اسکے دھوئے
اگر کوئی نماز پڑھ لیوے تو نماز ہو جاویگی لیکن نہ دھونا اور اسیطرح نماز پڑھتے رہنا مکروہ
اور برا ہے اور اگر روپیہ سے زیادہ ہو تو وہ معاف نہیں بے اسکے دھوئے نماز نہ ہوگی اور
اگر نجاست غلیظہ میں سے گاڑھی چیز لگ جاوے جیسے پاخانہ اور مرغی وغیرہ کی بیٹ
تو اگر وزن میں ساڑھے چار ماشہ یا اس سے کم ہو تو بے دھوئے ہوئے نماز درست
ہے۔ اور اگر اس سے زیادہ لگ جائے تو بے دھوئے ہوئے نماز درست نہیں ہے۔
مسئلہ۔ اگر نجاست خفیفہ کپڑے یا بدن میں لگ جائے تو جس حصہ میں لگی ہے
اگر اس کے چوتھائی سے کم ہو تو معاف ہے اور اگر پورا چوتھائی یا اس سے زیادہ
ہو تو معاف نہیں یعنی اگر آستین میں لگی ہے تو آستین کی چوتھائی سے کم ہو اگر کلی
میں لگی ہے تو اس کی چوتھائی سے کم ہو۔ اگر دوپٹہ میں لگی ہے تو اسکی چوتھائی سے
کم ہو تو معاف ہے اسی طرح اگر نجاست خفیفہ ہاتھ میں بھر ہی ہے تو ہاتھ[عہ] کی چوتھائی
سے کم ہو تب معاف[عہ] ہے اسی طرح اگر ٹانگ میں لگ جائے تو اسکی چوتھائی سے
کم ہو تب معاف ہے غرضکہ جس عضو میں لگے اس کی چوتھائی سے کم ہو، اور اگر
پورا چوتھائی ہو تو معاف نہیں اس کا دھونا واجب ہے یعنی بے دھوئے ہوئے
نماز درست نہیں۔

عہ یہاں کی عبارت بعد تحقیق اس مرتبہ درست کر دی گئی ہے ۱۲

عہ معافی سے یہ مراد ہے کہ نماز درست ہو جائے گی لیکن اگر کھانے میں کوئی نجاست ذرہ سی بھی پڑ جائے تو وہ
ناپاک ہو جائے گا۔ اسی طرح ہاتھ یا بدن وغیرہ کو ذرہ سی بھی کوئی نجاست لگ جائے تو وہ جگہ جہاں نجاست کا
اثر آیا ہے ناپاک ہو جائے گی۔ اگر اسے چاٹ لیا تو گناہ ہوگا ۱۲

[1] فما یوکل کالحمام والعصفور نخرہ طاہر ۱۲ طحطاوی ۹۵

[2] وعفی قدر الدرہم وزنا فی المتجسدۃ وہو عشرون قیراطا ومساحۃ فی المائعۃ وہو قدر مقعر الکف داخل مفاصل الاصابع کما وفقہ الہندوانی فذلک عفو من النجاسۃ المغلظۃ فلا یعفی منہا اذا زادت علی الدرہم مع القدرۃ علی الازالۃ وعفی قدر ما دون ربع الثوب والبدن من الخفیفۃ وقیل المراد منہ ربع الموضع المصاب کالذیل والکم قال فی التحفۃ ہو الاصح وفی الحقائق علیہ الفتوی وقیل غیر ذلک ۱۲ حوالہ بالا مع الحذف من العین

مسئلہ ۔ نجاست[۱] غلیظہ جس پانی میں پڑ جائے تو وہ پانی بھی نجس غلیظ ہو جاتا ہے، اور اگر نجاست خفیفہ پڑ جائے تو وہ پانی بھی نجس خفیف ہو جاتا ہے چاہے کم پڑے یا زیادہ۔

مسئلہ ۹ ۔ کپڑے[۲] میں نجس تیل لگ گیا اور ہتھیلی کے گہراؤ یعنی روپیہ سے کم بھی ہے لیکن وہ ایک دن میں پھیل کر زیادہ ہو گیا تو جب تک روپیہ سے زیادہ نہ ہو معاف ہے اور جب بڑھ گیا تو معاف نہیں رہا اب اس کا دھونا واجب ہے بغیر دھوئے ہوئے نماز نہ ہوگی۔

مسئلہ ۱۰ ۔ مچھلی کا خون نجس نہیں[۳] ہے اگر لگ جائے تو کچھ حرج نہیں اسی طرح مکھی کھٹمل مچھر کا خون بھی نجس نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۱ ۔ اگر پیشاب[۴] کی چھینٹیں سوئی کی نوک کے برابر پڑ جاویں کہ دیکھنے سے دکھائی نہ دیویں[۱] تو اس کا کچھ حرج نہیں دھونا واجب نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۲ ۔ اگر دلدار[۵] نجاست لگ جائے جیسے پاخانہ، خون، تو اتنا دھوئے کہ نجاست چھوٹ جائے اور دھبہ جاتا رہے چاہے جے دفعہ میں چھوٹے جب نجاست چھٹ جاویگی تو کپڑا پاک ہو جاوے گا اور بدن میں لگ گئی ہو تو اسکا بھی یہی حکم ہے البتہ اگر پہلے ہی دفعہ میں نجاست چھوٹ گئی تو دو مرتبہ اور دھو لینا بہتر ہے اور اگر دو مرتبہ میں چھوٹ گئی تو ایک مرتبہ اور دھوئے غرضکہ تین بار پورے کر لینا بہتر ہے۔

مسئلہ ۱۳ ۔ اگر ایسی نجاست ہے کہ کئی دفعہ دھونے اور نجاست کے چھوٹ جانے پر بدبو نہیں گئی یا کچھ دھبہ[۶] رہ گیا تب بھی کپڑا پاک ہو گیا صابون وغیرہ لگا کر دھبہ چھوڑانا اور بدبو دور کرنا ضرور نہیں۔

مسئلہ ۱۴ ۔ اور اگر پیشاب[۷] کے مثل کوئی نجاست لگ گئی جو دلدار نہیں ہے تو تین مرتبہ دھوئے اور ہر مرتبہ نچوڑے اور تیسری مرتبہ اپنی طاقت بھر خوب زور سے

لہ یعنی بدون غور کے نہ دکھائی دیں ۱۲

---

[۱] انما یفسد ماء البیر فہو علیٰ نوعین احدہما ینزح منہ کل الماء والثانی ینزح منہ البعض اما الاول اذا وقعت فیہ قطرۃ من الخمر او البول بول ما یوکل لحمہ وبول ما لا یوکل لحمہ فیہ سواء ۱۲ قاضی خاں ج ۱ ص ۵

[۲] واذا انبسط الدہن النجس فزاد عن القدر المعفو عنہ لا یمنع فی اختیار المرغینانی وجماعۃ ومختار غیرہم المنع فان صلی قبل اتساعہ صحت وبعدہ لا ۱۲ مراقی ص ۹

[۳] ودم السمک فی الصحیح وہو قول الامام ومحمد لانہ ابیح الاکل بدمہ انہ لا یذکی ولو کان نجسا لما ابیح الاکل الا بعد سفحہ ۱۲ طحطاوی ص ۸

[۴] وعفی رشاش بول کرؤس الابر ۱۲ نور الایضاح مع الشرح ص ۹

[۵] ویطہر متنجس بنجاسۃ مرئیۃ بزوال عینہا ولو بمرۃ وعن الفقیہ ابی جعفر انہ یغسل مرتین بعد زوال العین ۱۲ مراقی ص ۹۱

[۶] ولا یضر بقاء اثر کلون وریح فی محل ما شق زوالہ ۱۲ حوالہ بالا

[۷] وغیر المرئیۃ یغسلہا ثلاثا ویعصر کل مرۃ الخ ۱۲ حوالہ بالا

نچوڑے تب پاک ہوگا۔ اور خوب زور سے نہ نچوڑے گی تو کپڑا پاک نہ ہوگا۔

مسئلہ ۱۵ ۔ اگر نجاست ایسی[۲] چیز میں لگی ہے جس کو نچوڑ نہیں سکتی جیسے تخت چٹائی، زیور، مٹی یا چینی وغیرہ کے برتن بوتل جوتا وغیرہ تو ان کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک دفعہ دھو کر ٹھہر جاوے جب پانی ٹپکنا بند ہو جاوے پھر دھوئے پھر جب پانی ٹپکنا موقوف ہو تب پھر دھوئے اسی طرح تین دفعہ دھوئے تو وہ چیز پاک ہو جاوے گی۔

مسئلہ ۱۶ ۔ پانی[۳] کی طرح جو چیز پتلی اور پاک ہو اس سے بھی نجاست کا دھونا درست ہے تو اگر کوئی گلاب یا عرق گاؤزبان یا اور کسی عرق سے یا سرکہ سے دھوئے تو بھی چیز پاک ہو جاوے گی لیکن گھی اور تیل اور دودھ وغیرہ کسی ایسی چیز سے دھونا درست نہیں جس میں چکنائی ہو وہ چیز[ا] ناپاک رہے گی۔

مسئلہ ۱۷ ۔ بدن[۴] یا کپڑے میں منی لگ کر سوکھ گئی تو کھرچ کر خوب مل ڈالنے سے پاک ہو جاوے گا اور اگر ابھی سوکھی نہ ہو تو فقط دھونے سے پاک ہوگا لیکن اگر کسی نے پیشاب کر کے استنجا نہیں کیا تھا ایسے وقت منی نکلی تو وہ ملنے سے پاک نہ ہوگا اس کو دھونا چاہیئے۔

مسئلہ ۱۸ ۔ جوتے اور چمڑے کے موزے میں اگر دلدار نجاست لگ کر سوکھ جاوے جیسے گوبر یا خانہ خون منی وغیرہ تو زمین پر خوب[۵] گھس کر نجاست کھرچ ڈالنے سے پاک ہو جاتا ہے ایسے ہی کھرچ ڈالنے سے بھی پاک ہو جاتا ہے اور اگر سوکھی نہ ہو تب بھی اگر اتنا رگڑ ڈالے اور گھس دیوے کہ نجاست کا نام و نشان باقی نہ رہے تو پاک ہو جاوے گا۔

مسئلہ ۱۹ ۔ اور اگر پیشاب[۶] کی طرح کوئی نجاست جوتے میں یا چمڑے کے موزے میں لگ گئی جو دلدار نہیں ہے تو بے دھوئے پاک نہ ہوگا۔

مسئلہ ۲۰ ۔ کپڑا اور[۷] بدن فقط دھونے ہی سے پاک ہوتا ہے چاہے دلدار

[ا] یعنی جس کو دھویا ہے ۱۲

[۱] واذا غسل الثوب ثلاثا وعصر فی کل مرۃ وقوتہ اکثر من ذلک لکن لم یبالغ فیہ صیانۃ للثوب لایجوز ۱۲ قاضی خاں ج ۱ ص ۱۱

[۲] وکذا الحصیر من البردی اذا اصابتہ نجاسۃ وھو جدید لایطھر عند محمد وعند ابی یوسف یغسل ثلاثا ویجفف فی کل مرۃ فیطھر ولو بوریا من القصب یغسل ثلاثا ویجفف فی کل مرۃ ویطھر بلا خلاف ۱۲ حوالۂ بالا

[۳] وتطھر النجاسۃ الحقیقۃ عن الثوب والبدن بالماء وبکل مائع طاھر مزیل کالخل وماء الورد ۱۲ مراقی ص ۹۳

[۴] ویطھر المنی الجاف بفرکہ عن الثوب والبدن ان لم یتنجس مطلع خارج المخرج کبول ویطھر الرطب بغسلہ ۱۲ حوالہ بالا مع التغیر

[۵] الخف اذا اصابتہ النجاسۃ ان کانت النجاسۃ متجسدہ کالعذرۃ والروث والمنی یطھر بالحت اذا یبست وان کانت النجاسۃ رطبۃ فی ظاھر الروایۃ لایطھر الا بالغسل وعن ابی یوسف اذا غسل علی وجہ المبالغۃ بحیث لایبقی لھا اثر یطھر وعلیہ الفتوی ۱۲ قاضی خاں ج ۱ ص ۱۳

[۶] وان لم یکن النجاسۃ متجسدۃ کالخمر والبول لایطھر الا بالغسل ۱۲ حوالہ بالا

[۷] والثوب لایطھر الا بالغسل وقال بعدہ وکذا البدن لایطھر من جمیع ذلک الا بالغسل ۱۲ حوالۂ بالا

نجاست لگے یا بے دل کی کسی[ع] اَور طرح پاک نہیں ہوتا۔

مسئلہ[۲۱]۔ آئینہ کا شیشہ اور چھری چاقو چاندی سونے کے زیور پھول تانبے[۱] لوہے گلٹ شیشے وغیرہ کی چیزیں اگر نجس ہو جاویں تو خوب پونچھ ڈالنے اور رگڑ دینے یا مٹی سے مانجھ ڈالنے سے پاک ہو جاتی ہیں، لیکن اگر نقشی چیزیں ہوں تو بے دھوئے پاک نہ ہوں گی۔

مسئلہ[۲۲]۔ زمین[۲] پر نجاست پڑ گئی پھر ایسی سوکھ گئی کہ نجاست کا نشان بالکل جاتا رہا نہ تو نجاست کا دھبہ ہے نہ بدبو آتی ہے تو اس طرح سوکھ جانے سے زمین پاک ہو جاتی ہے لیکن ایسی زمین پر تیمم کرنا درست نہیں البتہ نماز پڑھنا درست ہے جو اینٹیں یا پتھر چونے گارے سے زمین میں خوب جما دئے گئے ہوں کہ بے کھودے زمین سے الگ نہ ہوسکیں ان کا بھی یہی حکم ہے کہ سوکھ جانے اور نجاست کا نشان نہ رہنے سے پاک[ع] ہو جاویں گے۔

مسئلہ[۲۳]۔ جو اینٹیں[۳] زمین پر فقط بچھا دی گئی ہیں چونا یا گارے سے انکی جُڑائی نہیں کی گئی ہے وہ سوکھنے پر پاک نہ ہوں گی ان کو دھونا پڑے گا۔

مسئلہ[۲۴]۔ زمین پر جمی ہوئی گھاس بھی سوکھنے اور نجاست کا نشان جاتے رہنے سے پاک ہو جاتی ہے اور اگر کٹی ہوئی گھاس ہو تو بے دھوئے پاک نہ ہوگی

مسئلہ[۲۵]۔ نجس چاقو چھری یا مٹی اور تانبے[۴] وغیرہ کے برتن اگر دہکتی آگ میں ڈال دئے جاویں تو بھی پاک ہو جاتے ہیں۔

مسئلہ[۲۶]۔ ہاتھ[۵] میں کوئی نجس چیز لگی تھی اسکو کسی نے زبان سے تین دفعہ چاٹ لیا تو بھی پاک ہو جاوے گا، مگر چاٹنا منع ہے، یا چھاتی[۶] پر بچہ کی قے کا دودھ لگ گیا پھر بچہ نے تین دفعہ چوس کر پی لیا تو پاک ہو گیا۔

ع مگر سوکھی منی بدن یا کپڑے میں لگی ہو تو خوب کھرچ کر مل ڈالنے سے پاک ہو جائے گا بشرطیکہ پیشاب کرکے استنجا کر لیا ہو ورنہ ناپاک رہے گا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ۱۲

ع مگر تیمم ان سے بھی جائز نہ ہوگا ۱۲

---

۱ ویطہر السیف ونحوہ کالمرآۃ والاوانی المدہونۃ والخشب الخراط والآبنوس والظفر بالمسح ۱۲ مراقی صـ ۹۴

۲ واذا ذہب اثر النجاسۃ عن الارض وجفت جازت الصلوٰۃ علیہا ۱۲ حوالہ بالا

۳ الآجرۃ ان کانت مفروشۃ فحکمہا حکم الارض یطہر بالجفاف وان کانت موضوعۃ تنقل وتحول من مکان الی مکان ان کانت النجاسۃ علی الجانب الذی یلی الارض جازت الصلوٰۃ علیہا الخ ۱۲ قاضی خاں ج ۱ صـ ۱۲

۴ الاوانی ثلاثۃ انواع خزف وخشب وحدید ونحوہا وتطہیرہا علی اربعۃ اوجہ حرق ونحت ومسح وغسل ۱۲ طحطاوی صـ ۹۳

۵ اذا اصاب الخمر یدہ فلحسہ ثلاث مرات تطہر یدہ بریقہ کما یطہر فمہ بریقہ ۱۲ منہ صـ ۹۶

۶ ویطہر الثدی اذا رضعہ الولد وقد تنجس بالقی ثلاث مرات بریقہ ۱۲ مراقی صـ ۹۳

مسئلہ ۲۷۔ اگر کورا[1] برتن نجس ہو جاوے اور وہ برتن نجاست کو چوس لیوے تو فقط دھونے سے پاک نہ ہوگا بلکہ اس میں پانی بھر دیوے پھر جب نجاست کا اثر پانی میں آجاوے تو گرا کر کے پھر بھر دیوے۔ اسی طرح برابر کرتی رہے، جب نجاست کا نام ونشان بالکل جاتا رہے نہ رنگ باقی رہے نہ بدبو تب پاک ہوگا۔

مسئلہ ۲۸۔ نجس مٹی[2] سے جو برتن کمہار نے بنائے تو جب تک وہ کچے ہیں ناپاک ہیں جب پکائے گئے تو پاک ہوگئے۔

مسئلہ ۲۹۔ شہد یا شیرہ یا گھی یا تیل ناپاک[3] ہوگیا تو جتنا تیل وغیرہ ہو اتنا یا اس سے زیادہ پانی ڈال کر پکاوے جب پانی جل جاوے تو پھر پانی ڈال کر جلاوے۔ اسی طرح تین دفعہ کرنے سے پاک ہو جاوے گا۔ یا یوں کرو کہ جتنا گھی تیل ہو اتنا ہی پانی ڈال کر ہلاؤ جب وہ پانی کے اوپر آجاوے تو کسی طرح اٹھا لو اسی طرح تین دفعہ پانی ملا کر اٹھاؤ تو پاک ہو جاوے گا۔ اور گھی اگر جم گیا ہو تو پانی ڈال کے آگ پر رکھ دو، جب پگھل جائے تو اسکو نکال لو۔

مسئلہ ۳۰۔ نجس رنگ میں کپڑا رنگا تو اتنا دھوئے[4] کہ پانی صاف آنے لگے تو پاک ہو جاوے گا چاہے کپڑے سے رنگ چھوٹے یا نہ چھوٹے۔

مسئلہ ۳۱۔ گوبر[5] کے کنڈے اور لید وغیرہ نجس چیزوں کی راکھ پاک ہے اور اسکا دھواں بھی پاک ہے، روٹی میں لگ جاوے تو کچھ حرج نہیں۔

مسئلہ ۳۲۔ بچھونے[6] کا ایک کونا نجس[ے] ہے اور باقی سب پاک ہے تو پاک کونے پر نماز پڑھنا درست ہے۔

مسئلہ ۳۳۔ جس زمین کو گوبر[7] سے لیپا ہو یا مٹی میں گوبر ملا کے لیپا ہو وہ نجس ہے اس پر بغیر کوئی پاک چیز بچھائے نماز درست نہیں۔

مسئلہ ۳۴۔ گوبر[8] سے لیپی ہوئی زمین اگر سوکھ گئی ہو تو اس پر گیلا کپڑا بچھا کر کے بھی نماز پڑھنا درست ہے لیکن وہ اتنا گیلا نہ ہو کہ اس زمین کی کچھ

ے خواہ نجاست اصلی ہو یا وہ پسینہ ہو جو ناپاک کپڑے میں لگ کر نجس ہو گیا ہے ۱۲ تصحیح الاغلاط

[1] والفخار الجدید تغسل ثلاثا بانقطاع تقاطرہ فی کل منہا وقیل یحرق الجدید ۱۲ حوالہ بالا

[2] والطین النجس اذا جعل منہ الکوز اوالقدر فطبخ یکون طاہرا ۱۲ قاضی خاں ص۱۱ ج ۱

[3] ولو تنجس العسل فتطہیرہ ان یصب فیہ ماء بقدرہ فیغلی حتی یعود الی مکانہ والدہن یصب علیہ الماء فیغلی فیعلو الدہن الماء فیرفع بشیء ہکذا ثلاث مرات ۱۲ شامی ص۳۲۹ ج ۱ وکذا فی المراقی ص۹۰ شرح نور الایضاح

[4] فالثوب المصبوغ متنجس یطہر اذا صار الماء صافیا مع بقاء اللون ۱۲ مراقی ص۹۰ وقاضیخان ص۱۴

[5] والاستحالۃ تطہر الاعیان النجسۃ کالمیتۃ اذا صارت ملحا والعذرۃ ترابا او رمادا ۱۲ حوالہ بالا

[6] فلا تمنع النجاسۃ فی طرف البساط ولو صغیرا فی الاصح ۱۲ شامی ص۳۴۰ ج ۱

[7] والبساط الذی بعض اطرافہ نجس جازت الصلاۃ علی الطاہر منہ ۱۲ قاضی خاں ص۱۲

[8] لان روث الخیل والبغال والحمیر وخثی البقر والبقر النغم نجاسۃ مغلظۃ عند الامام وعندہما خفیفۃ وہو الاظہر ۱۲ مراقی ص۸۹

[9] ولا ینجس ثوب رطب نشرہ علی ارض نجسۃ ببول سرقین لکنہا یابسۃ فتندت الارض منہ ۱۲ حوالہ بالا

مٹی چھوٹ کر کپڑے میں بھر جاوے۔

مسئلہ[۳۵] - پیر دھو کر ناپاک زمین[۱] پر چلی اور پیر کا نشان زمین پر بن گیا تو اس سے پیر ناپاک نہ ہوگا۔ ہاں اگر پیر کے پانی سے زمین اتنی بھیگ جائے کہ زمین کی کچھ مٹی یا یہ نجس پانی پیر میں لگ جائے تو نجس ہو جاویگا۔

مسئلہ[۳۶] - نجس بچھونے[۲] پر سوئی اور پسینہ سے وہ کپڑا نم ہو گیا تو اسکا بھی یہی حکم ہے کہ اس کے کپڑے اور بدن ناپاک نہ ہوگا۔ ہاں اگر اتنا بھیگ جائے کہ بچھونے میں سے کچھ نجاست چھوٹ کر بدن یا کپڑے کو لگ جائے تو نجس ہو جاویگا۔

مسئلہ[۳۷] - نجس منہدی[۳] ہاتھوں پیروں میں لگائی تو تین[ف] دفعہ خوب دھو ڈالنے سے ہاتھ پیر پاک ہو جاویں گے رنگ کا چھڑانا واجب نہیں۔

مسئلہ[۳۸] - نجس سرمہ[۵] یا کاجل آنکھوں میں لگایا تو اس کا پونچھنا اور دھونا واجب نہیں ہاں اگر پھیل کر باہر آنکھ کے آگیا ہو تو دھونا واجب[ع] ہے۔

مسئلہ[۳۹] - نجس تیل سر میں ڈال لیا یا بدن میں لگا لیا تو قاعدہ[۶] کے موافق تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جاوے گا۔ کھلی ڈال کر یا صابون لگا کر تیل کا چھڑانا واجب نہیں ہے۔

مسئلہ[۴۰] - کتے نے آٹے[۷] میں منہ ڈال دیا یا بندر نے جھوٹا کر دیا تو اگر آٹا گندھا ہوا ہو تو جہاں منہ ڈالا ہے اتنا نکال ڈالے باقی کا کھانا درست ہے اور اگر سوکھا آٹا ہو تو جہاں جہاں اس کے منہ کا لعاب لگا ہو نکال ڈالے باقی سب پاک ہے۔

مسئلہ[۴۱] - کتے کا لعاب[۸] نجس ہے اور خود کتا نجس نہیں، سو اگر کتا کسی کے کپڑے یا بدن سے چھو جاوے تو نجس نہیں ہوتا، چاہے کتے کا بدن سوکھا ہو یا گیلا ہاں اگر کتے کے بدن پر کوئی نجاست لگی ہو تو اور بات ہے۔

ف اسکا مطلب یہ ہے کہ جب تین مرتبہ اسقدر دھو لیا کہ پانی صاف گرنے لگے تو ہاتھ پاؤں پاک ہو جائیں گے ۱۲

ع یعنی اس جگہ کا دھونا نماز کے لئے ضرور ہے جو آنکھ کے باہر ہے۔

[۱] اذا غسل رجله ومشى على ارض نجسة فابتل الارض من بلل رجله واسود وجه الارض لكن لم يظهر اثر بلل الارض في رجله فصلى جازت صلوته ۱۲ قاضی خاں صہ۱۲

[۲] ولو ابتل فراش او تراب نجسان من عرق نائم او من بلل قدم وظهر اثر النجاسة في البدن والقدم تنجسا والا لا ۱۲ احوال ربا

[۳] يفهم دليله مما مر في هذه الصفحة في سطر ۱۲

[۴] المرأة اذا اختضبت بحناء نجس وغسلت ذلك الموضع ثلاثا بماء طاهر يطهر ۱۲ قاضی خاں صہ۱۲

[۵] لو اكتحل بكحل نجس لا يجب غسله ۱۲ شامی صہ۲۴۱

[۶] اذا تنجس اليد بدهن فغسلها ثلاثا من غير حرض وبقي اثر الدهن في يده على قياس قول ابي يوسف ۱۲ قاضی خاں صہ۱۳ ج ۱

[۷] الكلب اذا اخذ ثوب انسان او عضوه بفيه ان اخذ في الغضب لا يفسد وان اخذ في المزاح واللعب يفسد لان في الوجه الاول يأخذ بسنه وسنه ليس بنجس وفي الوجه الثاني يأخذ بفيه ولعابه نجس ۱۲ قاضی خاں صہ۱۱

[۸] حوالہ بالا

مسئلہ ۲۲ ۔ رومالی بھیگی ہونے کے[1] وقت ہوا نکلی تو اس سے کپڑا نجس نہیں ہوا

مسئلہ ۲۳ ۔ نجس پانی میں[2] جو کپڑا بھیگ گیا تھا اس کے ساتھ پاک کپڑے کو لپیٹ کر رکھ دیا اور اس کی تری اس پاک کپڑے میں آگئی لیکن نہ تو اس میں نجاست کا کچھ رنگ آیا نہ بدبو آئی تو اگر یہ پاک کپڑا اتنا بھیگ گیا ہو کہ نچوڑنے سے ایک آدھ قطرہ ٹپک پڑے یا نچوڑتے وقت ہاتھ بھیگ جائے تو وہ پاک کپڑا بھی نجس ہو جاوے گا اور اگر اتنا نہ بھیگا ہو تو پاک رہے گا اور اگر پیشاب وغیرہ خاص نجاست کے بھیگے ہوئے کپڑے کے ساتھ لپیٹ دیا تو جب پاک کپڑے میں ذرا بھی اس کی نمی اور دھبہ آگیا تو نجس ہو جاوے گا۔

مسئلہ ۲۴ ۔ اگر لکڑی کا تختہ ایک طرف سے نجس ہے اور دوسری طرف سے پاک ہے تو اگر اتنا موٹا ہے کہ بیچ سے چر سکتا ہے تو اس کو الٹ کر دوسری طرف نماز پڑھنا درست ہے اور اگر اتنا موٹا[3] نہ ہو تو درست نہیں۔

مسئلہ ۲۵ ۔ دوتہ[4] کا کوئی کپڑا ہے اور ایک تہ نجس ہے دوسری پاک ہے تو اگر دونوں تہیں سلی ہوئی نہ ہوں تو پاک تہ کی طرف نماز پڑھنا درست ہے اور اگر سلی ہوئی ہوں تو پاک تہ پر بھی نماز پڑھنا درست نہیں۔

استنجے کا بیان

مسئلہ ۱ ۔ جب[5] سو کر اٹھے تو جب تک گٹے تک ہاتھ نہ دھولے تب تک ہاتھ پانی میں نہ ڈالے چاہے ہاتھ پاک ہو اور چاہے ناپاک ہو اگر پانی چھوٹے برتن میں رکھا ہو جیسے لوٹا آبخورہ تو اس کو بائیں ہاتھ سے اٹھا کر داہنے ہاتھ پر ڈالے اور تین دفعہ دھوئے پھر برتن داہنے ہاتھ میں لیکر بایاں ہاتھ تین دفعہ دھوئے اور اگر چھوٹے برتن میں پانی نہ ہو بڑے مٹکے وغیرہ میں ہو تو اسی آبخورہ وغیرہ سے نکال لے لیکن انگلیاں پانی میں نہ ڈوبنے پاویں، اور اگر آبخورہ وغیرہ کچھ نہ ہو تو بائیں ہاتھ کی انگلیوں سے چلو بنا کر پانی نکالے اور جہاں تک ہوسکے

---

[1] استنجی بالماء وخرج فیہ ریح لا ینجس عند عامۃ العلماء ہو الاصح وکذا اذا کان سرا ویلہ مبتلا ۱۲ شامی ج ۱ ص ۲۳۲

[2] کما لا ینجس ثوب جاف طاہر لف فی ثوب نجس رطب لا ینعصر الرطب لو عصر قال الحلبی ویشترط ان لا یکون الاثر ظاہرا فی الطاہر وان لا یکون النجس متنجسا بعین نجاسۃ بل بمتنجس ۱۲ کما فی شرح المنیہ ۱۲ از طحطاوی ص ۹۱

[3] اذا کان غلظ الخشبۃ بحیث تقبل القطع ای یمکن ان ینشر نصفین فیما بین الوجہ الذی فیہ النجاسۃ والوجہ الآخر تجوز الصلوٰۃ علیہا والا لا ۱۲ کبیری ملخصا ص ۲۰

[4] لو صلی علی ثوب مبطن وفی باطنہ قذر ان کان مخیطا لا تجوز صلوتہ وان لم یکن مخیطا جاز صلوٰتہ ۱۲ غنیۃ المصلی ص ۱۸۶

[5] واذا اراد المتوضی ان یغسل یدیہ یاخذ الاناء بیدہ الیسری ویصبہ علی الیمنی ثلاثا ثم الیسری وان لم یکن معہ آنیۃ صغیرۃ فانہ یغترف من الستور باصابع یدہ الیسری مضمومۃ الا بالکف ۱۲ قاضی خاں ص ۱۷

پانی میں انگلیاں کم ڈالے اور پانی نکال کے پہلے داہنا ہاتھ دھوئے جب وہ ہاتھ دھل جائے تو داہنا ہاتھ جتنا چاہے ڈال دے اور پانی نکال کے بایاں ہاتھ دھوئے اور یہ ترکیب ہاتھ دھونے کی اس وقت ہے کہ ہاتھ ناپاک نہ ہوں اور اگر ناپاک ہوں تو ہرگز مٹکے میں نہ ڈالے بلکہ کسی اور ترکیب سے پانی نکالے کہ نجس نہ ہونے پاوے مثلاً پاک رومال ڈال کے نکالے اور جو پانی کی دھار رومال سے بہے اس سے ہاتھ پاک کرلے، یا اور جس طرح ممکن ہو۔

مسئلہ۔ جو نجاست آگے یا پیچھے کی راہ سے نکلے اس سے استنجا کرنا سنت ہے[1]

مسئلہ۔ اگر نجاست بالکل اِدھر اُدھر نہ لگے اور اس لئے[2] پانی سے استنجا نہ کرے بلکہ پاک پتھر یا ڈھیلے سے استنجا کرلے اور اتنا پونچھ ڈالے کہ نجاست جاتی رہے اور بدن صاف ہو جائے تو بھی جائز ہے لیکن یہ بات صفائی مزاج کے خلاف ہے البتہ اگر پانی نہ ہو یا کم ہو تو مجبوری ہے۔

مسئلہ۔ ڈھیلے[3] سے استنجا کرنیکا کوئی خاص[4] طریقہ نہیں ہے بس اتنا خیال رکھے کہ نجاست ادھر ادھر پھیلنے نہ پاوے اور بدن خوب صاف ہو جاوے

مسئلہ۔ ڈھیلے[5] سے استنجا کرنے کے بعد پانی سے استنجا کرنا سنت ہے لیکن اگر نجاست ہتھیلی کے گہراؤ یعنی روپیہ سے زیادہ پھیل جاوے تو ایسے وقت پانی سے دھونا واجب ہے بے دھوئے نماز نہ ہوگی اور اگر نجاست پھیلی نہ ہو تو فقط ڈھیلے سے پاک کرکے بھی نماز درست ہے لیکن سنت کے خلاف ہے۔

مسئلہ۔ پانی سے استنجا کرے تو پہلے دونوں[6] ہاتھ گٹوں تک دھولیوے[7] پھر تنہائی کی جگہ جاکر بدن ڈھیلا کرکے بیٹھے اور اتنا دھوئے کہ دل کہنے لگے کہ اب بدن پاک ہو گیا البتہ اگر کوئی شکی مزاج ہو کہ پانی بہت پھینکتی ہے پھر بھی

[1] والاستنجاء بالماء بعد الاستنجاء بالحجر ادب عندنا ۱۲ قاضی خاں صـ۱۹

[2] فان ترک الاستنجاء بالماء استنجی بالحجر ادا بالمدر جاز ۱۲ حوالۂ بالا

[3] لایعتبر فیہ العدد انما المعتبر فیہ الانقاء ۱۲ حوالۂ بالا

[4] وان تجاوز المخرج وکان المتجاوز قدر الدرہم وجب ازالتہ بالماء وان زاد علی قدر الدرہم افترض غسلہ ۱۲ مراقی صـ۲۶

[5] وصورۃ الاستنجاء بالماء ان یرخی موضع الاستنجاء کل الارخاء حتی یتم التنظیف ۱۲ قاضی خاں صـ۱۹

[6] والاصح ان یغسلہما مرتین مرۃ قبل الاستنجاء ومرۃ بعدہ ۱۲ قاضی خاں صـ۱۹

[7] حق اور مختار مذہب یہی ہے کہ استنجے کے لئے کوئی کیفیت مخصوص نہیں اور نہ کوئی عدد مسنون ہے بلکہ مقصود انقاء ہے وہ جس طریق سے حاصل ہو جاوے کافی ہے، رہا بعض فقہا کا کیفیات بتلانا سو ان کا مقصود یہ نہیں ہے کہ یہ کیفیات ہیں بلکہ انھوں نے اپنے ذہن میں جس کیفیت کو معین فی الانقا سمجھا اسکو بتلا دیا ۱۲ تصحیح الاغلاط

دل اچھی طرح صاف نہیں ہوتا تو اسکو یہ حکم ہے کہ تین دفعہ یا سات دفعہ دھولیوے بس اس سے زیادہ نہ دھوئے۔

مسئلہ۔ اگر کہیں[1] تنہائی کا موقع نہ ملے تو پانی سے استنجا کرنے کے واسطے کسی کے سامنے اپنے بدن کو کھولنا درست نہیں، نہ مرد کے سامنے نہ کسی عورت کے سامنے ایسے وقت استنجا نہ کرے، اور بے استنجا کئے نماز پڑھ لے، کیونکہ بدن کا کھولنا بڑا گناہ ہے۔

مسئلہ۔ ہڈی[2] اور نجاست جیسے گوبر لید وغیرہ اور کوئلہ اور کنکر اور شیشہ اور پکی اینٹ اور کھانے کی چیز اور کاغذ سے اور داہنے ہاتھ سے استنجا کرنا بُرا اور منع ہے، نہ چاہیئے لیکن اگر کوئی کرلے تو بدن پاک ہو جاوے گا۔

مسئلہ[3]۔ کھڑے[4] کھڑے پیشاب کرنا منع ہے۔

مسئلہ[10]۔ پیشاب پاخانہ کرتے[5] وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا اور پیٹھ کرنا منع ہے۔

مسئلہ[11]۔ چھوٹے بچہ کو قبلہ کی طرف[6] بٹھلا کر ہگانا مُتانا بھی مکروہ اور منع ہے۔

مسئلہ[12]۔ استنجے کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا درست ہے اور وضو کے بچے ہوئے پانی سے استنجا کرنا بھی درست ہے لیکن نہ کرنا بہتر ہے۔

مسئلہ[13]۔ جب پاخانہ پیشاب[7] کو جاوے تو پاخانہ کے دروازہ سے باہر بسم اللہ کہے اور یہ دعا پڑھے۔ [ع] اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ اور ننگے سر نہ جاوے اور اگر کسی انگوٹھی وغیرہ پر اللہ رسول کا نام ہو تو اس کو اتار ڈالے اور پہلے بایاں پیر رکھے اور اندر خدا کا نام نہ لیوے اگر چھینک آوے تو فقط دل ہی دل میں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہے زبان سے کچھ نہ کہے نہ وہاں کچھ بولے نہ بات کرے پھر جب نکلے تو داہنا پیر پہلے نکالے اور دروازہ سے نکل کے یہ دعا پڑھے۔ غُفْرَانَكَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ اور استنجے کے بعد بائیں ہاتھ کو زمین پر رگڑ کے یا مٹی سے مل کر دھوئے۔

[ع] اے اللہ تحقیق میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے پلیدیوں اور پلیدوں سے ۱۲

[1] وان احتاج الی کشف العورۃ یستنجی بالحجر ولا یستنجی بالماء قالوا من کشف العورۃ للاستنجاء یصیر فاسقا ۱۲ حوالہ بالا

[2] ویکرہ الاستنجاء بعظم و طعام لآدمی او بہیمۃ و آجر و خزف و فحم و زجاج و جص و شئی محترم و الاستنجاء بیدہ الیمنی الخ ۱۲ صہ ۲۹ مراقی

[3] ویکرہ ان یبول قائما ۱۲ در مختار صہ ۳۰۵

[4] ویکرہ البول قائما ۱۲ نور الایضاح مع الشرح صہ ۳۲

[5] ویکرہ تحریما استقبال القبلۃ بالفرج حال قضاء الحاجۃ ۱۲ مراقی صہ ۳۱

[6] ویکرہ امساک الصبی نحو القبلۃ للبول ۱۲ حوالہ بالا

[7] ویدخل الخلاء برجلہ الیسری ویستعیذ باللہ من الشیطان الرجیم قبل دخولہ ویقدم تسمیۃ اللہ تعالیٰ علی الاستعاذۃ وفی الحدیث اذا دخل احدکم الخلاء ان یقول باسم اللہ واذا اتی فلیقل اعوذ باللہ من الخبث والخبائث وقال بعد صفحۃ ویخرج برجلہ الیمنی ثم یقول الحمد للہ الذی اذہب عنی الاذی وعافانی ۱۲ مراقی صہ ۳۳

نماز کا بیان

اللہ تعالےٰ کے نزدیک نماز کا بہت بڑا رتبہ ہے کوئی عبادت اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز سے پیاری نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر پانچ وقت کی نمازیں فرض کردی ہیں۔ ان کے پڑھنے کا بڑا ثواب ہے اور ان کے چھوڑ دینے سے بڑا گناہ ہوتا ہے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو کوئی اچھی طرح سے وضو کیا کرے اور خوب دل لگا کے اچھی طرح نماز پڑھا کرے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ سب بخشدے گا اور جنت دے گا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نماز دین کا ستون ہے سو جس نے نماز کو اچھی طرح پڑھا اس نے دین کو ٹھیک رکھا اور جس نے اس ستون کو گرادیا (یعنی نماز نہ پڑھی) اس نے دین برباد کیا اور حضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ قیامت میں سب سے پہلے نماز ہی کی پوچھ ہوگی اور نمازیوں کے ہاتھ اور پاؤں اور منھ قیامت میں آفتاب کی طرح چمکتے ہوں گے، اور بے نمازی اس دولت سے محروم رہیں گے اور حضرت نے فرمایا ہے کہ نمازیوں کا حشر[1] قیامت کے دن نبیوں اور شہیدوں اور ولیوں کے ساتھ ہوگا اور بے نمازیوں کا حشر فرعون اور ہامان اور قارون ان بڑے بڑے کافروں کے ساتھ ہوگا اس لئے نماز پڑھنا بہت ضروری ہے اور نہ پڑھنے سے دین اور دنیا دونوں کا بہت نقصان ہوتا ہے اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا کہ بے نمازی کا حشر کافروں کے ساتھ کیا گیا، بے نمازی کافروں کے برابر[2] سمجھا گیا۔ خدا کی پناہ نماز نہ پڑھنا کتنی بُری بات ہے البتہ ان لوگوں پر نماز واجب نہیں مجنون، چھوٹی لڑکی اور لڑکا جو ابھی جوان نہ ہوئے ہوں، باقی سب مسلمانوں پر فرض ہے، لیکن اولاد جب سات برس کی ہوجاوے تو ماں باپ کو حکم[3] ہے کہ اُن سے نماز پڑھوادیں اور جب دس برس کی ہوجاوے تو مار کر پڑھوادیں اور نماز کا چھوڑنا کبھی کسی وقت درست نہیں ہے جس طرح ہوسکے نماز ضرور پڑھے البتہ اگر نماز پڑھنا بھول گئی بالکل یاد ہی نہ رہا جب وقت جاتا رہا تب یاد آیا کہ میں نے نماز نہیں

[1] حشر کے معنی اٹھائے جانے کے ہیں اس کو بعث بھی کہتے ہیں اگرچہ لغوی معنی حشر کے اکٹھے ہونے کے ہیں ۱۲

[2] برابری سے یہ مراد ہے کہ دونوں کا حشر ساتھ ہوگا ورنہ کافر ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اور مسلمان گناہ کا عذاب پاکر جنت میں داخل ہوگا۔ اور فرعون وقارون مشہور جابر ظالم کافر بادشاہ تھے ۱۲

[3] اور شریعت کے سب حکموں کی تعلیم اسی عمر سے کرنی چاہیئے ہاں روزہ اسوقت رکھوادیں جب بچہ میں رکھنے کی قوت ہوجاوے جو عبادات ایسی ہوں کہ ابھی وہ اسکی قوت سے باہر ہوں انکی تاکید نہ کرے ۱۲

پڑھی یا ایسی غافل سو گئی کہ آنکھ نہ کھلی اور نماز قضا ہو گئی تو ایسے وقت گناہ نہ ہوگا لیکن جب یاد آوے اور آنکھ کھلے تو وضو کر کے فوراً قضا پڑھ لینا فرض ہے البتہ اگر وہ وقت مکروہ ہو تو ذرا ٹھہر جاوے تاکہ مکروہ وقت نکل جائے اسی طرح جو نمازیں بیہوشی کی وجہ سے نہیں پڑھیں اس میں بھی گناہ نہیں لیکن ہوش آنے کے بعد فوراً قضا[ع] پڑھنی پڑے گی۔

مسئلہ۔ کسی کے لڑکا پیدا ہو رہا ہے لیکن ابھی سب نہیں نکلا[ع] کچھ باہر نکلا ہے اور کچھ نہیں نکلا ایسے وقت بھی اگر ہوش و حواس باقی ہوں تو نماز پڑھنا فرض ہے قضا کر دینا درست نہیں البتہ اگر نماز پڑھنے سے بچے کی جان کا خوف ہو تو نماز کا قضا کر دینا درست ہے اسی طرح [۱] دائی جنائی کو اگر یہ خوف ہو کہ اگر میں نماز پڑھنے لگوں گی تو بچہ کو صدمہ پہونچے گا تو ایسے وقت دائی کو بھی نماز کا قضا کر دینا درست ہے، لیکن ان سب کو پھر جلدی قضا پڑھ لینا چاہیئے۔

نماز کے وقتوں کا بیان

مسئلہ۔ پچھلی[۲] رات کو صبح ہوتے وقت پورب کی طرف یعنی جدھر سے سورج نکلتا ہے آسمان کے لنبان پر کچھ سپیدی دکھائی دیتی ہے، پھر تھوڑی دیر میں آسمان کے کنارہ پر چوڑان میں سپیدی معلوم ہوتی ہے اور آناً فاناً بڑھتی جاتی ہے اور تھوڑی دیر میں بالکل اُجالا ہو جاتا ہے تو جب سے یہ چوڑی سپیدی دکھائی دے تب سے فجر کی نماز کا وقت ہو جاتا ہے اور آفتاب نکلتے تک باقی رہتا ہے۔ جب آفتاب کا ذرا سا کنارہ نکل آیا تو فجر کا وقت جاتا رہا۔ لیکن

[۱] فتتو ضار ان قدرت اد میتم و تولی لصلوۃ ولا توخر ۱۲ رد مختار صـ۳۰۸۔ وکذا فی المراقی مفصلاً صـ۲۹۸۔

[۲] اول وقت الفجر اذا طلع الثانی وہو البیاض المعترض فی الافق وآخر وقتہا مالم تطلع الشمس ۱۲ ہدایہ مع الکفایہ صـ۲۴۸

[ع] بیہوشی کی بعض صورتوں میں نماز معاف ہو جاتی ہے اس کا بیان نمازوں کے قضا پڑھنے کے باب میں آوے گا ۱۲

[ع] مطلب یہ ہے کہ آدھے سے کم نکلا کیونکہ اگر آدھے سے زیادہ نکل آیا تو شروع سے نفاس والی ہو گئی اس سے نماز معاف ہو گئی اسی طرح اگر آدھا نکل آیا تب بھی وہ نفاس والی ہو گئی ۱۲

اول ہی وقت بہت تڑکے نماز پڑھ لینا بہتر[ع] ہے۔

مسئلہ[۲]۔ دوپہر[۱] ڈھل جانے سے ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور دوپہر ڈھلنے کی نشانی یہ ہے کہ لمبی چیزوں کا سایہ پچھم سے شمال کی طرف سرکتا سرکتا بالکل شمال کی سیدھ میں آکر پورب کی طرف مڑنے لگے پس سمجھو کہ دوپہر ڈھل گئی اور پورب کی طرف منہ کر کے کھڑے ہونے سے بائیں ہاتھ کی طرف کا نام شمال ہے اور ایک[۲] پہچان اس سے بھی آسان ہے وہ یہ کہ سورج نکل کر جتنا اونچا ہوتا جاتا ہے ہر چیز کا سایہ گھٹتا جاتا ہے پس جب گھٹنا موقوف ہو جائے اس وقت ٹھیک دوپہر کا وقت ہے پھر جب سایہ بڑھنا شروع ہو جاوے تو سمجھو کہ دن ڈھل گیا بس اسی وقت سے ظہر کا وقت شروع ہوتا ہے اور جتنا سایہ ٹھیک دوپہر کو ہوتا ہے اس کو چھوڑ کر جب تک ہر چیز کا سایہ دونا نہ ہو جاوے اسوقت تک ظہر کا وقت رہتا ہے مثلاً ایک ہاتھ لکڑی کا سایہ ٹھیک دوپہر کو چار انگل تھا تو جب تک دو ہاتھ اور چار انگل نہ ہو تب تک ظہر کا وقت ہے اور جب دو ہاتھ اور چار انگل ہو گیا تو عصر کا وقت آگیا اور عصر[۳] کا وقت سورج ڈوبنے تک باقی رہتا ہے لیکن جب سورج کا رنگ بدل جائے اور دھوپ زرد پڑ جائے اسوقت عصر کی نماز پڑھنا مکروہ ہے اگر کسی وجہ سے اتنی دیر ہو گئی تو خیر پڑھ لیوے قضا نہ کرے لیکن پھر کبھی اتنی دیر نہ کرے اور اس عصر کے سوا اور کوئی نماز ایسے وقت پڑھنا درست نہیں ہے نہ قضا نہ نفل کچھ نہ پڑھے۔

مسئلہ[۳]۔ جب[۴] سورج ڈوب گیا تو مغرب کا وقت آگیا پھر جب تک پچھم کی طرف آسمان کے کنارہ پر سرخی باقی رہے تب تک مغرب کا وقت رہتا ہے لیکن مغرب کی نماز میں اتنی دیر نہ کرے کہ تارے خوب چھٹک جاویں کہ اتنی دیر کرنا مکروہ ہے پھر جب وہ[۵] سرخی جاتی رہی تو عشا کا وقت شروع ہو گیا اور صبح ہونے تک باقی رہتا ہے لیکن آدھی رات کے بعد عشا کا وقت مکروہ ہو جاتا ہے اور ثواب کم ملتا ہے اس لئے

ع یہ حکم عورتوں کا ہے اور مردوں کے لئے حکم یہ ہے کہ جب اجالا ہو جائے تب پڑھیں بہت اندھیرے میں نہ پڑھیں ۱۲ منہ

۱ؔ اول وقت الظہر اذا زالت الشمس وآخر وقتها عند ابی حنیفۃ اذا صار ظل کل شیٔ مثلیہ سوی فیٔ الزوال ۱۲ حوالہ بالا

۲ؔ وفی المبسوط طریق معرفۃ الزوال ان ینصب عود مستوی فی ارض مستویۃ فما دام ظل العود فی النقصان علم ان الشمس فی الارتفاع لم تزل بعد وان استوی الظل علم انہ حال الزوال فاذا اخذ الظل فی الزیادۃ علم انها اذا زالت فیخط علی رأس الزیادۃ فیکون رأس الخط الی العود فیٔ الزوال ۱۲ از کفایہ شرح ہدایہ ص۱۴۴

۳ؔ واول وقت العصر اذا خرج وقت الظہر علی القولین وآخر وقتها مالم تغرب الشمس ۱۲ حوالہ بالا

۴ؔ واول وقت المغرب اذا غربت الشمس وآخر وقتها مالم یغب الشفق ۱۲ حوالہ بالا

۵ؔ واول وقت العشاء اذا غاب الشفق وآخر وقتها مالم یطلع الفجر الثانی ۱۲ حوالہ بالا

اتنی دیر کر کے نماز نہ پڑھے اور بہتر یہ ہے کہ تہائی رات جانیسے پہلے ہی پڑھ لیوے

مسئلہ[1]۔ گرمی کے موسم میں ظہر کی نماز میں جلدی نہ کرے گرمی کی تیزی کا وقت جاتا رہے تب پڑھنا مستحب ہے اور جاڑوں میں اول وقت پڑھ لینا مستحب ہے۔

مسئلہ۔ اور عصر کی نماز[ع۱] ذرا اتنی دیر کر کے پڑھنا[2] بہتر ہے کہ وقت آنے کے بعد اگر کچھ نفلیں پڑھنا چاہے تو پڑھ سکے کیونکہ عصر کے بعد تو نفلیں پڑھنا درست نہیں چاہے گرمی کا موسم ہو یا جاڑے کا دونوں کا ایک حکم ہے لیکن اتنی دیر نہ کرے کہ سورج میں زردی آ جاوے اور دھوپ کا رنگ بدل جاوے اور مغرب کی نماز میں جلدی کرنا اور سورج ڈوبتے ہی پڑھ لینا مستحب ہے۔

مسئلہ[3] جو کوئی تہجد کی نماز پچھلی رات کو اٹھکر پڑھا کرتی ہو تو اگر پکا بھروسہ ہو کہ آنکھ ضرور کھلے گی تو اس کو وتر کی نماز تہجد کے بعد پڑھنا بہتر ہے، لیکن اگر آنکھ کھلنے کا اعتبار نہ ہو اور سو جانے کا ڈر ہو تو عشا کے بعد سونے سے پہلے ہی پڑھ لینا چاہیے۔

مسئلہ۔ بدلی کے دن[4] فجر اور ظہر اور مغرب کی نماز ذرا دیر کر کے پڑھنا بہتر ہے اور عصر[ع۲] کی نماز میں جلدی کرنا مستحب ہے۔

مسئلہ۔ سورج نکلتے[5] وقت اور ٹھیک دوپہر کو اور سورج ڈوبتے وقت کوئی نماز صحیح نہیں ہے البتہ عصر کی نماز اگر ابھی نہ پڑھی ہو تو وہ سورج ڈوبتے وقت بھی پڑھ لے اور ان تینوں وقت سجدۂ تلاوت بھی مکروہ اور منع ہے۔

مسئلہ[6]۔ فجر کی نماز پڑھ لینے کے بعد جب تک سورج نکل کے اونچا نہ ہو جائے نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے البتہ سورج نکلنے سے[ع۳] پہلے قضا نماز پڑھنا درست ہے

ع۱ عصر کی نماز میں اسقدر دیر کرنا ہر شخص کے لئے مستحب ہے خواہ وہ عصر سے پہلے نفلیں پڑھے یا نہ پڑھے ۱۲

ع۲ عصر کیطرح عشاء میں بھی جلدی کرنا مستحب ہے، مگر یہ جلدی کرنیکا حکم اسوقت ہے جبکہ صحیح اوقات معلوم ہونا مشکل ہوں لیکن اگر گھڑی کے ذریعہ سے ٹھیک اوقات معلوم ہوں تو پھر ہر نماز کو اسکے معمولی وقت پر پڑھنا چاہیئے ۱۲ تصحیح الاغلاط

ع۳ اونچائی کی حد ایک نیزہ ہے اور یہ وہ وقت ہے جبکہ سورج کیطرف دیکھنے سے آنکھیں چوندھیانے لگیں ۱۲ تصحیح الاغلاط

[1] ویستحب الابراد بالظہر فی الصیف وتعجیلہ فی الشتاء ۱۲ مراقی صـ ۱۰۴

[2] ویستحب تاخیر العصر صیفاً وشتاءً مالم تتغیر الشمس ویستحب تعجیل المغرب صیفاً وشتاءً ۱۲ مراقی مع تغیر ما صـ ۱۰۵

[3] ویستحب تاخیر الوتر الی آخر اللیل لمن یثق بالانتباہ ۱۲ مراقی صـ ۱۰۶

[4] وندب تعجیل ما فیہا عین کالعصر والعشاء یوم غیم ای غیم ویوخر غیرہ فیہ کالفجر والظہر والمغرب فی یوم الغیم ۱۲ اختر ح کنز کنز البیان صـ ۹

[5] الاوقات المکروہۃ ثلثۃ اولہا عند طلوع الشمس الی ان ترتفع وعند استوائہا الی ان تزول وعند اصفرارہا الی ان تغرب ویصح اداء ما وجب فیہا مع الکراہۃ کجنازۃ حضرت وسجدۃ آیۃ تلیت فیہا کما صح عصر الیوم عند الغروب ۱۲ مراقی صـ ۱۰۷

[6] ومنع عن التنفل بعد صلوٰۃ الفجر والعصر لا عن قضاء فائتۃ ولا عن سجدۃ تلاوۃ ۱۲ کنز البیان صـ ۹

اور سجدۂ تلاوت بھی درست ہے اور جب سورج نکل آیا تو جب تک ذرا روشنی[1] نہ آجائے قضا نماز بھی درست نہیں۔ ایسے ہی عصر کی نماز پڑھ لینے کے بعد نفل نماز پڑھنا جائز نہیں، البتہ قضا اور سجدہ کی آیت کا سجدہ کرنا درست ہے لیکن جب دھوپ پھیکی پڑ جائے تو یہ بھی درست نہیں۔

مسئلہ۔ فجر کے وقت سورج[2] نکل آنے کے ڈر سے جلدی کے مارے فقط فرض پڑھ لے تو اب جب تک سورج اونچا اور روشن نہ ہو جائے تب تک سنت نہ پڑھے جب ذرا روشنی آجائے تب سنت وغیرہ جو نماز چاہے پڑھے۔

مسئلہ[1]۔ جب صبح[3] ہو جائے اور فجر کا وقت آجائے تو دو رکعت سنت اور دو رکعت فرض کے سوا اور کوئی نفل نماز پڑھنا درست نہیں یعنی مکروہ ہے البتہ قضا نمازیں پڑھنا اور سجدہ کی آیت کا سجدہ کرنا درست ہے۔

مسئلہ[12]۔ اگر فجر کی نماز پڑھنے میں سورج نکل آیا تو نماز نہیں ہوئی[4] سورج میں روشنی آجانے کے بعد قضا پڑھے، اور اگر عصر کی نماز پڑھنے میں سورج ڈوب گیا تو نماز ہوگئی قضا نہ پڑھے۔

مسئلہ[13]۔ عشا کی نماز پڑھنے سے پہلے سو رہنا مکروہ ہے، نماز پڑھ کے سونا چاہئے لیکن اگر کوئی شخص مرض سے یا سفر[5] سے بہت تھکا ماندہ ہو اور کسی دوسرے شخص سے کہدے کہ مجھکو نماز کے وقت جگا دینا اور وہ دوسرا جگا دینے کا وعدہ کرلے تو سو رہنا درست ہے۔

نماز کی شرطوں کا بیان

مسئلہ[1]۔ نماز شروع کرنے سے پہلے کئی چیزیں[6] واجب ہیں، اگر وضو نہ ہو تو وضو کرے نہانے کی ضرورت ہو تو غسل کرے بدن پر یا کپڑے پر کوئی نجاست لگی

[1] روشنی آجانے کا وہ وقت ہے جبکہ سورج کے دیکھنے سے آنکھیں چوندھیانے لگیں ۱۲ تصحیح الاغلاط

[1] ویکرہ التنفل بعد صلوٰۃ الصبح ای فرض الصبح ولو سنۃ سواء ترکہا بعذر او بدونہ ۱۲ مراقی

[2] ویکرہ التنفل بعد طلوع الفجر باکثر من سنتہ قبل ادا الفرض واما الواجب لعینہ وہو ماکان بایجاب اللہ تعالیٰ کسجدۃ التلاوۃ وصلوٰۃ الجنازۃ فلا کراہۃ فیہ، حاصل ما فی الطحطاوی صـ ۱۰۵

[3] اذا اعترض الفساد بالطلوع تفسد واذا اعترض الفساد بالغروب لا تفسد ۱۲ طحطاوی مع تغییر الترتیب صـ ۱۰۷

[4] قال الطحطاوی انما کرہ النوم قبلہا لمن خشی علیہ فوت وقتہا او فوت الجماعۃ فیہا واما من وکل لنفسہ من یوقظہ فی وقتہا فیباح لہ النوم ذکرہ الزیلعی وغیرہ ۱۲ طحطاوی صـ ۱۰۶

[5] فمن الشروط الطہارۃ من الحدث الاصغر والاکبر وطہارۃ الجسد والثوب والمکان وستر العورۃ ومنہا استقبال القبلۃ والوقت واشتراط النیۃ ومن الشروط التحریمۃ وقال صاحب المراقی والشرط فی الشریعۃ ہو ما یتوقف علی وجودہ الشئ ۱۲ مراقی مع نور الایضاح صـ ۱۱۹

[6] اذا کان الثوب بصفۃ ما تحتہ لا یحصل بہ ستر العورۃ ۱۲ منیہ صـ ۹۰

ہو تو اس کو پاک کرے جس جگہ نماز پڑھنی ہے وہ بھی پاک چاہیئے، فقط منھ اور دونوں ہتھیلی[ع] اور دونوں پیر کے سوا سر سے پیر تک سارا بدن خوب ڈھانک[عہ] لیوے قبلہ کی طرف منھ کرے جس نماز کو پڑھنا چاہتی ہے اس کی نیت یعنی دل سے ارادہ کرے وقت آنے کے بعد نماز پڑھے یہ سب چیزیں نماز کے لئے شرط ہیں اگر اس میں سے ایک چیز بھی چھوٹ جاوے گی تو نماز نہ ہوگی۔

مسئلہ[۲]۔ باریک تنزیب یا ٹبک یا جالی وغیرہ کا بہت باریک دوپٹہ اوڑھ کر نماز پڑھنا درست نہیں۔[سہ]

مسئلہ[۳]۔ اگر نماز[للعہ] پڑھتے وقت چوتھائی پنڈلی یا چوتھائی ران[لہ] یا چوتھائی بانہہ کھل جاوے اور اتنی دیر کھلی رہے جتنی دیر میں تین بار سبحان اللہ کہہ سکے تو نماز جاتی رہی پھر سے پڑھے اور اگر اتنی دیر نہیں لگی بلکہ کھلتے ہی ڈھک لیا تو نماز ہوگئی، اسی طرح جتنے بدن کا ڈھانکنا واجب ہے اس میں سے جب چوتھائی عضو کھل جاوے گا تو نماز نہ ہوگی جیسے ایک کان کا چوتھائی یا چوتھائی سر یا چوتھائی بال، چوتھائی پیٹ، چوتھائی پیٹھ، چوتھائی گردن، چوتھائی سینہ، چوتھائی چھاتی وغیرہ کھل جانیسے نماز نہ ہوگی۔

مسئلہ[۴]۔ جو لڑکی ابھی جوان نہیں[عہ] ہوئی اگر اس کی اوڑھنی سرک گئی اور اسکا سر کھل گیا تو اس کی نماز ہوگئی۔

ع ہتھیلی سے باطن کف اور ظاہر کف دونوں مراد ہیں نہ کہ صرف باطن کف ۱۲ تصحیح الاغلاط

عہ یہ صرف عورتوں کا حکم ہے اور مردوں کو فقط ناف کے نیچے سے لیکر گھٹنے تک ڈھانکنا فرض ہے اسکے سوا اور بدن کھلا ہو تو نماز ہو جاوے گی، لیکن بلا ضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے۔ ۱۲

سہ یہ اس وقت ہے جبکہ اس میں بدن دکھلائی دے اور اگر جتنے بدن کا ڈھکنا ضروری ہے اسکو اور کپڑے سے ڈھک لیا گیا اور باریک دوپٹہ بھی اوڑھ لیا تو نماز ہو جاوے گی ۱۲ تصحیح الاغلاط

للعہ مطلب یہ ہے کہ اگر نماز پڑھنے کی حالت میں کھلجائے تو اسوقت نماز ٹوٹ جاویگی بشرطیکہ اتنی دیر کھلا رہے کہ جسمیں تین بار سبحان اللہ کہی جاسکے اور اگر شروع کرتے وقت اتنا عضو کھلا ہوا تھا تو نماز شروع ہی نہوگی اسکو ڈھک کر پھر شروع کرنی چاہیئے ۱۲ تصحیح الاغلاط

لہ وکشف ربع ساقہا وفخذہا یمنع فالحاصل ان کشف ربع العضو الذی ہو عورۃ یمنع جواز الصلوٰۃ الخ ۱۲ شرح وقایہ صفحہ ۳۶ وان انکشف عضو فرض ستر غیر ربعہ لا یضرہا ذلک وان ادی معہ الانکشاف رکنا یفسد وان لم یؤد ولکن مکث مقدار ما یؤدی فیہ رکنا ۱۲ صغیری ملخصا صہ ۲۱

عہ وجواز صلوٰۃ الصغیرۃ بغیر قناع استحسان ۱۲ شامی

مسئلہ۔ اگر کپڑے یا بدن پر کچھ نجاست لگی ہے لیکن پانی کہیں نہیں ملتا[1] تو اسی طرح نجاست کے ساتھ نماز پڑھ لیوے۔

مسئلہ۔ اور اگر سارا کپڑا نجس[2] ہو یا پورا کپڑا تو نجس نہیں لیکن بہت ہی کم پاک ہے یعنی ایک چوتھائی سے کم پاک ہے اور باقی سب کا سب نجس ہے تو ایسے وقت یہ بھی درست ہے کہ اس کپڑے کو پہنے پہنے نماز پڑھے اور یہ بھی درست ہے کہ کپڑا اتار ڈالے اور ننگی ہو کر نماز پڑھے لیکن ننگی ہو کر نماز پڑھنے سے اسی نجس کپڑے کو پہن کر پڑھنا بہتر ہے اور اگر چوتھائی کپڑا یا چوتھائی سے زیادہ پاک ہو تو ننگی ہو کر نماز پڑھنا درست نہیں اسی نجس کپڑے کو پہنکر پڑھنا واجب ہے۔

مسئلہ۔ اگر کسی کے پاس[3] بالکل کپڑا نہ ہو تو ننگی نماز پڑھے لیکن ایسی جگہ پڑھے کہ کوئی دیکھ نہ سکے اور کھڑے ہو کر نہ پڑھے بلکہ بیٹھ کر پڑھے، اور رکوع سجدہ کو اشارہ سے ادا کرے اور اگر کھڑے کھڑے پڑھے اور رکوع سجدہ ادا کرے تو بھی درست ہے نماز ہو جاوے گی، لیکن بیٹھ کر پڑھنا بہتر ہے۔

مسئلہ۔ مسافرت میں کسی کے پاس تھوڑا سا پانی ہے کہ اگر نجاست[4] دھوتی ہے تو وضو کے لئے نہیں بچتا اور اگر وضو کرے تو نجاست پاک کرنے کے لئے پانی نہ بچے گا تو اس پانی سے نجاست دھو ڈالے پھر وضو کے لئے تیمم کر لے۔

مسئلہ۔ ظہر کی نماز پڑھی[5] لیکن جب پڑھ چکی تو معلوم ہوا کہ جس وقت نماز پڑھی تھی اس وقت ظہر کا وقت نہیں رہا تھا بلکہ عصر کا وقت آ گیا تھا تو اب پھر قضا پڑھنا واجب نہیں ہے بلکہ وہی نماز جو پڑھی ہے قضا میں آجاوے گی، اور ایسا سمجھیں گے کہ گویا قضا پڑھی تھی

مسئلہ۔ اور اگر وقت آجانے سے پہلے ہی[6] نماز پڑھ لی تو نماز نہیں ہوئی۔ (بر حاشیہ: عسہ)

مسئلہ۔ زبان سے نیت کرنا ضروری[7] نہیں ہے بلکہ دل میں جب اتنا سوچ لیوے کہ میں آج کی ظہر کی فرض نماز پڑھتی ہوں اور اگر سنت پڑھتی ہو تو یہ سوچ لے کہ ظہر

عسہ یعنی اگر ایک میل شرعی کے اندر پانی نہ ملے تو مجبوری کو بغیر دھوئے نجاست کے ساتھ نماز پڑھ لے ۱۲

عسہ یعنی وقت آنے سے پہلے نماز بالکل نہیں ہوتی خواہ جان بوجھ کر پڑھے یا غلطی سے دونوں صورتوں میں نماز نہ ہوگی ۱۲ تصحیح الاغلاط

[1] ومن لم یجد ما یزیل به النجاسة صلی معها ۱۲ منہ صہ ۱۱

[2] وان کانت النجاسة بالثوب ولیس له ما یستر عورته غیره ینظر ان کان اقل من ربع الثوب طاهرا فهو بالخیار ان شاء صلی فیه او عریانا وان کان ربعه طاهرا وثلثة ارباعه نجسا لم یجز صلوته عریانا ۱۲ صغیری صہ ۱۱۱

[3] وان صلی عریانا لعدم الثوب یصلی قاعدا یومی بالرکوع والسجود وقال بعد ذلک ان صلی قائما اجزاه ۱۲ صغیری صہ ۱۱۱

[4] مسافر معه ثوب نجس وماء یکفی لاحدهما الغسل به النجاسة ویتیمم للحدث ۱۲ عالمگیری وفیه مفت هذه المسئلة ورد لیلة منا غیر هذا فتذکر وکذا فی قاضیخان صہ ۳۳

[5] وان کان الرجل شاکا فی بقاء وقت الظهر مثلا فنوی ظهر الوقت فاذا الوقت قد خرج یجوز الظهر ۱۲ صغیری صہ ۱۲۸ وقاضیخان صہ ۳۴

[6] کما بالوقت تامی فرضا موقوتا ای محدودا باوقات لا یجوز تقدیمها ولا تاخیرها عنها عند القدرة وقال فی المتن ویشترط اعتقاد دخولها ۱۲ مراقی حلبی لنور صہ ۱۲۵

[7] اما اصلها ان یقصد بقلبه فان قصد بقلبه وذکر بلسانه کان افضل ۱۲ قاضی خان صہ ۳۹

کی سنت پڑھتی ہوں بس اتنا خیال کر کے اللہ اکبر کہہ کے ہاتھ باندھ لیوے تو نماز ہو جاوے گی، جو لمبی[1] چوڑی نیت لوگوں میں مشہور ہے اس کا کہنا کچھ ضروری نہیں ہے۔

مسئلہ[۱۲]۔ اگر زبان[2] سے نیت کہنا چاہے[3] تو اتنا کہہ لینا کافی ہے، نیت کرتی ہوں میں آج کی ظہر کے فرض کی اللہ اکبر، یا نیت کرتی ہوں ظہر کی سنتوں کی اللہ اکبر، اور چار رکعت نماز وقت ظہر منہ میرا طرف کعبہ شریف کے یہ سب کہنا ضروری نہیں ہے، چاہے کہے چاہے نہ کہے۔

مسئلہ[۱۳]۔ اگر دل میں تو یہی خیال ہے کہ میں ظہر کی نماز پڑھتی ہوں لیکن[4] ظہر کی جگہ زبان سے عصر کا وقت نکل گیا تو بھی نماز ہو جاوے گی۔

مسئلہ[۱۴]۔ اگر بھولے سے چار رکعت کی جگہ چھ رکعت یا تین زبان سے نکل[5] جاوے تو بھی نماز ہو جاوے گی

مسئلہ[۱۵]۔ اگر کسی نمازیں قضا ہو گئیں اور قضا پڑھنے کا ارادہ کیا تو وقت مقرر کر کے نیت کرے یعنی یوں نیت کرے کہ میں[6] فجر کے فرض پڑھتی ہوں، اگر ظہر کی قضا پڑھنا ہو تو یوں نیت کرے کہ ظہر کے فرض کی قضا پڑھتی ہوں، اسی طرح جس وقت کی قضا پڑھنا ہو خاص اسی کی نیت کرنی چاہیئے اگر فقط اتنی نیت کر لی کہ میں قضا نماز پڑھتی ہوں اور خاص اس وقت کی نیت نہیں کی تو قضا صحیح نہ ہوگی پھر سے پڑھنی پڑے گی۔

مسئلہ[۱۶]۔ اگر کسی[7] دن کی نمازیں[8] قضا ہو گئیں تو دن تاریخ بھی مقرر کر کے نیت کرنا

لہ بعض لوگ جماعت میں بڑی لمبی چوڑی نیت کرتے ہیں، یہاں تک کہ امام قرأت پڑھنے لگتا ہے اور ان کی نیت ختم نہیں ہوتی ایسا کرنا برا ہے ۱۲

عہ اس مسئلہ پر شبہ اور اسکا جواب تتمہ ثالثہ امداد الفتاوی ط۱ و ص۶۲ میں درج ہے ۱۲ جس سے عبارت بہشتی زیور کی تائید ہوتی ہے ۱۲

سے اصل مسئلہ تو یہی ہے لیکن اگر کسی نے بلا تعیین و تاریخ دن قضا نمازیں پڑھ لیں تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اعادہ آسان ہو تو دہرا لے اور اگر دشوار ہو تو وہی نمازیں کافی ہوں گی اس مسئلہ کے متعلق سوال و جواب تتمہ ثانیہ امداد الفتاوی ص۱۶۳ و ص۱۶۵ میں درج ہے جس سے بہشتی زیور کی عبارت کی تائید ہوتی ہے ۱۲ تصحیح الاغلاط

لہ والمفترض المنفرد لا یکفیہ نیۃ مطلق الفرض مالم یقل فی نیۃ الظہر او العصر والاحتیاط فی السنۃ ان ینوی السنۃ نفسہا ۱۲ صغیری ص۱۳۵ ولا تشترط نیۃ اعداد الرکعات ۱۲ ص۱۳۶

سے وان قصد الظہر وتلفظ بالعصر سہوا اجزاہ ۱۲ شامی ص۳۱۴

سے ولا تشترط نیۃ اعداد الرکعات ۱۲ صغیری وفی قاضیخاں ص۴۰ وان نوی الظہر الوقت ولم ینو عدد الرکعات جاز ۱۲

سے ولو کانت الفوائت کثیرۃ فاشتغل بالقضاء یحتاج لتعیین الظہر والعصر ونحوہما و قال بعد ذلک رجل فاتتہ عصر یوم فقضاہ لما علیہ وہو یری ان علیہ الظہر لا یجوز بمنزلۃ مالو صلی اربعا قضاء عما علیہ ۱۲ قاضی خاں ص۴۰

سے وینوی اول ظہر یوم کذا وعصر یوم کذا ۱۲ قاضی خاں ص۴۰

کہ میں فجر کی نماز پڑھتی ہوں درست نہیں بلکہ یوں نیت کرے کہ سینچر کی فجر کی قضا پڑھتی ہوں پھر ظہر پڑھتے وقت کہے سینچر کی ظہر کی قضا پڑھتی ہوں، اسی طرح کہتی جاوے، پھر جب سینچر کی سب نمازیں قضا کر چکے تو کہے کہ اتوار کی فجر کی قضا پڑھتی ہوں، اسی طرح سب نمازیں قضا پڑھے، اگر کئی مہینے یا کئی سال کی نمازیں قضا ہوں تو مہینے اور سال کا بھی نام لیوے اور کہے کہ فلانے سال کے فلانے مہینے کی فلاں تاریخ کی فجر کی قضا پڑھتی ہوں، بے اس طرح نیت کئے قضا صحیح نہیں ہوتی۔

مسئلہ۔ اگر کسی کو دن[1] تاریخ مہینہ سال کچھ یاد نہ ہو تو یوں نیت کرے، کہ فجر کی نمازیں جتنی میرے ذمہ قضا ہیں ان میں سے جو سب سے اول ہے اس کی قضا پڑھتی ہوں یا ظہر کی نمازیں جتنی میرے ذمہ قضا ہیں ان میں سے جو سب سے اول ہے اس کی قضا پڑھتی ہوں، اسی طرح نیت کر کے برابر قضا پڑھتی رہے، جب دل گواہی دے کہ اب سب نمازیں جتنی جاتی رہی تھیں سب کی قضا میں پڑھ چکی تو قضا پڑھنا چھوڑ دے۔

مسئلہ۔ سنت اور نفل اور تراویح[2] کی نمازمیں فقط اتنی نیت کر لینا کافی ہے کہ میں نماز پڑھتی ہوں، سنت ہونے اور نفل ہونے کی کچھ نیت نہیں کی تو بھی درست ہے مگر سنت تراویح کی نیت کر لینا زیادہ احتیاط کی بات ہے۔

قبلہ کی طرف منہ کرنے کا بیان

مسئلہ۔ اگر کسی ایسی جگہ ہے کہ قبلہ[3] معلوم نہیں ہوتا کدھر ہے اور نہ وہاں کوئی ایسا آدمی ہے جس سے پوچھ سکے تو اپنے دل میں سوچے جدھر دل گواہی دے اُس طرف پڑھ لیوے اگر بے سوچے پڑھ لیوے گی تو نماز نہ ہوگی، بلکہ اگر بعد میں معلوم ہو جاوے کہ ٹھیک قبلہ ہی کی طرف پڑھی ہے تب بھی نماز نہیں ہوئی اور اگر وہاں آدمی تو موجود ہے لیکن پردہ اور شرم کے مارے پوچھا نہیں اسی طرح نماز پڑھ لی تو بھی نماز نہیں

---

[1] واذا اراد تسہیل الامر ینوی اول ظہر علیہ او اٰخر ظہر علیہ ۱۲ قاضی خاں ص۴

[2] وسائر السنن تؤدی بمطلق النیۃ ۱۲ والاحتیاط فی التراویح ان ینوی التراویح لنفسہا ۱۲ صغیری ص۱۳۹

[3] وان شک فی القبلۃ فصلی الی جہۃ بالتحری ان لم یظہر من حالہ شیئ او ظہر انہ اصاب او کان فی اکبر رایہ ذلک فصلوتہ جائزۃ ۱۲ قاضی خاں ص۳۲ ومن اشتبہت علیہ القبلۃ ولم یکن عندہ مخبر تحری وان شرع بلا تحر فعلم بعد فراغہ انہ اصاب صحت یقول المحشی ففی قول المصنف، کہ ٹھیک قبلہ ہی کی طرف پڑھی ہے، نظر الا ان یراد، پڑھ رہی ہے، فلا غبار فیہ لانہ قال فی التنویر بعد ما سبق وان علم باصابۃ فیہا ولو بغالب الظن فسدت ۱۲ ص۲۴۸ امراقی

ہوئی ایسے وقت ایسی شرم نہ کرنا چاہیے بلکہ پوچھ کے نماز پڑھے۔

مسئلہ[۲]۔ اگر کوئی بتلانے والا نہ ملا اور دل کی گواہی پر نماز پڑھ لی پھر معلوم ہوا کہ جدھر نماز پڑھی ہے اُدھر قبلہ نہیں ہے تو بھی نماز ہوگئی۔

مسئلہ[۳]۔ اگر بے رخ نماز پڑھتی تھی پھر نماز ہی میں[ع] معلوم ہوگیا کہ قبلہ ادھر نہیں ہے بلکہ فلانی طرف ہے تو نماز ہی میں قبلہ کی طرف گھوم جاوے اب معلوم ہونے کے بعد اگر قبلہ کی طرف نہ پھرے گی تو نماز[ع] نہ ہوگی۔

مسئلہ[۴]۔ اگر کوئی کعبہ شریف کے اندر[ع] نماز پڑھے تو یہ بھی جائز ہے اور اس کے اندر نماز پڑھنے والی کو اختیار ہے جدھر چاہے منھ کرکے نماز پڑھے۔

مسئلہ۔ کعبہ شریف کے اندر[ع] فرض نماز بھی درست ہے اور نفل بھی درست ہے۔

فرض نماز پڑھنے کے طریقہ کا بیان

نماز کی نیت[ع] کرکے اللہ اکبر کہے اور اللہ اکبر کہتے وقت اپنے دونوں ہاتھ کندھے[ع] تک اٹھاوے لیکن ہاتھوں کو دوپٹہ سے باہر نہ نکالے پھر سینے پر ہاتھ باندھ[ع] لے اور داہنے ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت[ع] پر رکھدے اور یہ دعا پڑھے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ پھر اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھ کر الحمد پڑھے اور وَلَا الضَّآلِّيْنَ ط کے بعد آمین کہے پھر بسم اللہ پڑھ کے کوئی سورت پڑھے پھر اللہ اکبر کہہ کے رکوع میں جاوے اور سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ ط تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا سات مرتبہ کہے اور

ع یعنی اگر اتنی دیر تک جسمیں تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکتی ہے نہ پھرے گی تو نماز نہ ہوگی ۱۲ تصحیح الاغلاط

ع اللہ اکبر میں رے پر جزم پڑھے ۱۲

ع اور مرد لوگ کانوں کی لو تک ہاتھ اٹھادیں ۱۲ منہ

ع اور مرد ناف کے نیچے ہاتھ باندھیں ۱۲ منہ

ع اور مرد داہنے ہاتھ سے بایاں پہونچا پکڑ لیویں ۱۲ منہ

ع ولا اعادة عليه ولو علم بعد فراغه انه اخطأ ۱۲ مراقی صـ۱۴۲

ع وان علم بخطئه فی صلوته استدار وبنی ۱۲ مراقی صـ۱۴۲

ع صح فيها الفرض والنفل ۱۲ متن شرح وقایہ صـ۶۳

ع تدمعنی دلیله فیما سبق ۱۲

ع اذا اراد الرجل الدخول فی الصلوٰة اخرج كفيه من كميه بخلاف المرأة ثم رفعهما حذاء اذنيه والمرأة الحرة حذو منكبيها ثم كبر ۱۲ مراقی صـ۱۶۲

ع والمرأة تضعها تحت ثديها ۱۲

ع ثم يضع يمينه على شماله ۱۲ ثم يقول سبحانك اللهم الخ انا المتعوذ للثناء ثم بعد التعوذ يسمى ثم يقرء الفاتحة والتامين سنة وعنه محمد ياتي بالتسمية فی اول السورة فلما فرغ عن القراءة يخر راكعا ويقول فی ركوعه سبحان ربی العظيم ثلثا وذلك ادناه ويضع يديه فی الركوع على ركبتيه ويفرج اصابعه كل التفريج والمرأة لا تفرج اصابعها بل تضمها ولا تجافی عضديها وان كان المصلی منفردا اياتی بالتسميع والتحميد فاذا اطمأن قائما كبر بالخرور يضع ركبتيه اولا ثم يديه ثم وجهه بين كفيه واما المرأة فتنخفض ۱۲ منیہ مع الشرح صـ۱۶۳ و صـ۱۶۳

رکوع میں دونوں ہاتھ کی انگلیاں ملا کر گھٹنوں[عہ] پر رکھدے اور دونوں بازو پہلو سے خوب[عہ] ملائے رہے اور دونوں پیر کے ٹخنے بالکل ملا دیوے[سہ] پھر سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَہٗ[للعہ] رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہتی ہوئی سر کو اٹھاوے جب خوب سیدھی کھڑی ہو جاوے تو پھر اللہ اکبر کہتی ہوئی سجدہ میں جاوے، زمین پر پہلے گھٹنے رکھے پھر کانوں کے برابر ہاتھ رکھے اور انگلیاں خوب ملا لیوے[لہ] پھر دونوں ہاتھوں کے بیچ میں ماتھا رکھے، اور سجدہ کے وقت ماتھا اور ناک دونوں زمین[لہ] پر رکھدے اور ہاتھ اور پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف رکھے مگر پاؤں[ع۲] کھڑے[سہ] نہ کرے بلکہ داہنی طرف کو نکال دے اور خوب سمٹکر اور دب کر[صہ] سجدہ کرے کہ پیٹ دونوں رانوں سے اور باہیں دونوں پہلو سے ملا دیوے اور دونوں باہیں زمین[سہ] پر رکھدے اور سجدہ[لکہ] میں کم سے کم تین دفعہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى کہے پھر اللہ اکبر کہتی ہوئی اٹھے اور خوب اچھی طرح بیٹھ جاوے تب دوسرا سجدہ اللہ اکبر کہہ کے کرے اور کم سے کم تین دفعہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى کہہ کے اللہ اکبر کہتی ہوئی کھڑی ہو جائے اور زمین[ھہ] پر ہاتھ ٹیک کر کے نہ اٹھے پھر بِسْمِ اللّٰہ[لہ] کہہ کر الحمد اور سورت پڑھ کے دوسری رکعت اسیطرح پوری کرے جب دوسرا سجدہ کر چکے تو بائیں[ٹہ] چوتڑ پر بیٹھے اور اپنے دونوں[معہ] پاؤں

عہ اور مرد اپنے گھٹنے پکڑ لیویں اور انگلیاں کھلی رکھیں ۱۲ منہ

عسہ اور مرد بازو پہلو سے الگ رکھیں ۱۲ منہ

سہ گو در مختار میں یہ حکم مطلق ہے مگر قواعد سے یہ حکم عورتوں کے لئے مخصوص معلوم ہوتا ہے دلکونہ استر لهن دورد امرا بعض دشلہ بهن) باقی مردوں کے لئے یہ حکم نہیں وہ ٹخنے جدا رکھیں. کما یظہر من کلام الطحاوی فی معانی الآثار صفحہ ۱۳۶ سطر ۱ جلد ۱ ۱۲

للعہ تنہا نماز پڑھنے والے کو سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد کہنا چاہئیے پہلے غلطی سے فقط سمع اللہ لمن حمدہ لکھدیا گیا تھا ۱۲ منہ

صہ اور مرد خوب کھل کر سجدہ کریں اور پیٹ کو رانوں سے اور باہیں پہلو سے جدا رکھیں ۱۲ منہ

سہ مرد زمین پر نہ رکھیں ۱۲ منہ

معہ مرد اپنا داہنا پیر کھڑا رکھیں اور بائیں پر بیٹھیں ۱۲ منہ

ع۲ ع۲ لفظ مگر پاؤں سے نکال دے تک اس مرتبہ اضافہ ہوا ۱۲ شبیر علی

لہ ثم وجهہ بین کفیہ ضاما اصابع یدیہ ۱۲

لہ و یسجد بانفہ وجبہتہ موجہا اصابع یدیہ نحو القبلۃ ۱۲

سہ ذکر فی البحر انہا لا تنصب اصابع القدمین ۱۲ در مختار ص ۵۲۷

لکہ و یقول فی سجودہ سبحان ربی الاعلی ثلاثا و ذلک ادناہ ۱۲

ثم یرفع راسہ مکبرا و یقعد مستویا فاذا اطمأن قاعدا کبر و سجد ثانیا ۱۲

ھہ فاذا فرغ من السجدۃ الثانیۃ ینہض قائما علی صدور قدمیہ ولا یقعد ولا یعتمد بیدیہ علی الارض ۱۲

لہ و یرفع فی الرکعۃ الثانیۃ مثل ما فعل فی الرکعۃ الاولی الا انہ لا یستفتح ولا یتعوذ ۱۲

ٹہ والمرأۃ تقعد علی الیتہا الیسری وتخرج کلتا رجلیہا من الجانب الاخری الایمن ۱۲

داہنی طرف نکال دیوے اور دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر رکھ لے اور انگلیاں خوب ملا کر رکھے پھر پڑھے اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰاتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اور جب کلمہ پر پہونچے تو بیچ کی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنا کر لَآ اِلٰہَ[۱] کہنے کے وقت کلمہ کی انگلی اٹھاوے[۱] اور اِلَّا اللّٰہُ کہنے کے وقت جھکاوے مگر عقد و حلقہ کی ہئیت کو آخر نماز تک باقی رکھے، اگر چار رکعت پڑھنا ہو تو اس سے زیادہ[۲] اور کچھ نہ پڑھے بلکہ فوراً اللہ اکبر کہہ کے اٹھ کھڑی ہو اور دو رکعتیں اور پڑھ لے اور فرض نماز میں پچھلی دو رکعتوں میں الحمد کے ساتھ اور کوئی سورت[۳] نہ ملاوے جب چوتھی رکعت پر بیٹھے تو پھر التحیات پڑھ کے یہ درود پڑھے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ؕ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ؕ پھر یہ دعا پڑھے رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ یا یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْیَآءِ مِنْھُمْ وَالْاَمْوَاتِ یا کوئی اور دعا پڑھے جو حدیث[۴] یا قرآن مجید میں آئی ہو پھر اپنے داہنی طرف سلام پھیرے اور کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ[ب] پھر یہی کہکر بائیں طرف سلام پھیرے اور سلام کرتے وقت فرشتوں پر سلام کرنے[۵] کی نیت کرے یہ نماز پڑھنے کا طریقہ ہے لیکن اس[ج] میں جو فرائض ہیں[۶] ان میں سے اگر ایک بات بھی چھوٹ جائے تو نماز نہیں ہوتی چاہے قصداً چھوڑا ہو یا بھولے سے دونوں کا ایک حکم ہے اور بعضی چیزیں واجب ہیں، کہ اس میں سے اگر کوئی چیز قصداً چھوڑ دے تو نماز نکمی اور خراب ہو جاتی ہے اور پھر سے نماز پڑھنی پڑتی ہے، اگر کوئی پھر سے نہ پڑھے تو خیر تب بھی

[۱] وصحح شراح الھدایۃ انہ یشیر وصفھا ان یحلق من یدہ الیمنی عند الشھادۃ والابھام والوسطی ویقبض البنصر والخنصر ویشیر بالمسبحۃ ۱۲

[۲] ولا یزید علی ھذا فی القعدۃ الاولی ۱۲

[۳] وان قرء فیھما الفاتحۃ فحسب ۱۲ صغیری صہ ۱۷۳ تا صہ ۱۷۶

[۴] ویدعوا بالدعوات الماثورۃ ویدعوا بما یشبہ الفاظ القرآن ۱۲ فاذا فرغ عن التشھد یسلم عن یمینہ الخ

[۵] وینوی فی خطابہ بقلبہ بالتسمیۃ الاولی من ھو عن یمینہ من الملائکۃ المومنین وینوی بالسلام عن یسارہ من الملائکۃ المومنین ۱۲

[۶] فی الشریعۃ الشرط ما یتوقف علی وجودہ الشئی وھو خارج عن ماھیتہ والرکن فی الاصطلاح الجزء الذاتی الذی یترکب منہ الشئی وحکم الواجب لزوم سجود السھو بترکہ سھواً واعادتھا بترکہ عمداً ۱۲ مراقی صہ ۱۱۹ اد صہ ۱۴۳

[الف] چونکہ حضرت حکیم الامۃ دام ظلھم نے مسئلہ مندرجہ مطبوعات سابقہ سے رجوع فرما لیا ہے لہذا اس مرتبہ عبارت درست کی گئی ۱۲ شبیر علی

[ب] السلام علیکم ورحمۃ اللہ میں لفظ اللہ کی ہ پر جزم پڑھے ۱۲

[ج] پہلے بیان عبارت مبہم تھی اب درست کر دی گئی ہے ۱۲ منہ

سر سے فرض اتر جاتا ہے لیکن بہت گناہ ہوتا ہے اور اگر بھولے سے چھوٹ جاوے تو سجدۂ سہو کر لینے سے نماز ہو جاوے گی۔ اور بعضی چیزیں سُنت ہیں اور بعضی چیزیں مستحب ہیں۔

مسئلہ۔ نماز میں[1] چھ چیزیں فرض ہیں نیت[عہ] باندھتے وقت اللہ اکبر کہنا، کھڑا[عہ] ہونا، قرآن میں سے کوئی سورت یا آیت پڑھنا، رکوع کرنا اور دونوں سجدے کرنا اور نماز کے اخیر میں جتنی دیر التحیات پڑھنے میں لگتی ہے اتنی دیر بیٹھنا۔

مسئلہ۔ یہ چیزیں نماز میں واجب[2] ہیں، الحمد پڑھنا، اس کے ساتھ کوئی سورت ملانا، ہر فرض کو اپنے موقع پر ادا کرنا اور[س] پہلے کھڑے ہو کر الحمد پڑھنا، پھر سورت ملانا پھر رکوع کرنا پھر سجدہ کرنا، دو رکعت پر بیٹھنا، دونوں بیٹھکوں میں التحیات پڑھنا، وتر کی نماز میں دعا قنوت پڑھنا، السلام[للعہ] علیکم و رحمۃ اللہ کہکر سلام پھیرنا، ہر چیز کو اطمینان سے ادا کرنا، بہت جلدی نہ کرنا۔

مسئلہ۔ ان باتوں[3] کے سوا جتنی اور باتیں ہیں وہ سب سنت ہیں لیکن بعضی اس میں سے مستحب ہیں۔

مسئلہ۔ اگر کوئی نماز میں الحمد نہ پڑھے بلکہ کوئی اور[4] آیت یا کوئی اور پوری سورت پڑھے یا فقط الحمد پڑھے اس کے ساتھ کوئی سورت یا کوئی آیت نہ ملاوے یا دو رکعت پڑھکے نہ بیٹھے بے بیٹھے اور بے التحیات پڑھے تیسری رکعت کے لئے کھڑی ہو جاوے یا بیٹھ تو گئی لیکن التحیات نہیں پڑھی تو ان سب صورتوں میں سر سے فرض تو اتر جائے گا، لیکن نماز بالکل نکمی اور خراب ہے پھر سے پڑھنا واجب

[1] فرضها التحريمة والقيام وقرأة آية والركوع والسجود والقعدة الاخيرة مقدار التشهد والخروج بصنعه ۱۲ مختصر وقايه مع الشرح ص۶۴

[2] وواجبها قرأة الفاتحة وضم السورة ورعاية الترتيب والقعدة الاولى والتشهدان ولفظ السلام وقنوت الوتر وتكبيرات العيدين وتعديل الاركان الخ ۱۲ مختصر وقايه ص۶۴

[3] ومن غيرهما ادب ۱۲ مختصر وقايه ص۶۵

[4] وجب سجدتان بتشهد وتسليم لترك واجب بتقديم او تاخير او زيادة او نقص سهوا وان كان تركه عمدا اثم ووجب عليه اعادة الصلوٰة ۱۲ مراقی علی نور ص۲۶۷ و ص۲۶۸

[عہ] مطلب یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ فرض ہے نہ کہ خاص یہ لفظ ۱۲ تصحیح الاغلاط

[عہ] کھڑا ہونا بعض علماء کے نزدیک تین دفعہ سبحان اللہ پڑھنے کی مقدار میں فرض ہے ۱۲ منہ

[س] بجائے لفظ یعنی کہ لفظ اور اس مرتبہ درج ہوا ۱۲ شبیر علی

[للعہ] مراد خروج بلفظ السلام ہے تسہیل فہم کے لئے یہ عنوان اختیار کیا گیا لہٰذا اعتراض مزید تحقیق اسکی تحقیقات سفیدہ میں ہے ۱۲ تصحیح الاغلاط

ہے نہ دہرا دے گی تو بڑا گناہ ہوگا البتہ اگر بھولے سے ایسا کیا ہو تو سجدہ سہو کر لینے سے نماز درست ہو جاوے گی۔

مسئلہ۔ اگر السلام علیکم ورحمۃ اللہ کے موقع پر[1] سلام نہیں پھیرا بلکہ جب سلام کا وقت آیا تو کسی سے بول پڑی باتیں کرنے لگی یا اٹھ کے کہیں چلی گئی یا اور کوئی ایسا کام کیا جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ فرض تو اتر جائے گا لیکن نماز کا دہرانا واجب ہے پھر سے نہ پڑھے گی تو بڑا گناہ ہوگا

مسئلہ۔ اگر پہلے سورت پڑھی پھر الحمد پڑھی تب بھی نماز دہرانا پڑے[2] گی اور اگر بھولے سے ایسا کیا تو سجدہ سہو کر لے۔

مسئلہ۔ الحمد کے بعد کم سے کم تین آیتیں پڑھنی چاہئیں اگر ایک[3] ہی آیت یا دو آیتیں الحمد کے بعد پڑھے تو اگر وہ ایک آیت اتنی بڑی ہو کہ چھوٹی چھوٹی تین آیتوں کی برابر ہو جاوے تب بھی درست ہے۔

مسئلہ۔ اگر کوئی رکوع[4] سے کھڑی ہو کر سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ یا رکوع میں سبحان ربی العظیم نہ پڑھے یا سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ نہ پڑھے یا اخیر کی بیٹھک میں التحیات کے بعد درود شریف نہ پڑھے تو بھی نماز ہو گئی لیکن سنت کے خلاف ہے اسی طرح اگر درود شریف کے بعد کوئی دعا نہ پڑھی فقط درود پڑھ کر سلام پھیر دیا تب بھی نماز درست ہے لیکن سنت[ب] کے خلاف ہے

مسئلہ۔ نیت[5] باندھتے وقت ہاتھوں کا اٹھانا سنت ہے اگر نہ اٹھا دے تب بھی نماز درست ہے مگر خلاف[ج] سنت ہے۔

مسئلہ۔ ہر رکعت میں[6] بسم اللہ پڑھ کر الحمد پڑھے اور جب سورت ملاوے تو سورت سے پہلے بسم اللہ پڑھ لیوے یہی بہتر ہے۔

[ع] پہلے غلطی سے لفظ کے موقع پر، کی جگہ پر دکہنے، لکھ دیا گیا تھا اب درست کر دیا گیا ۱۲

[ب] یعنی سنت غیر مؤکدہ ۱۲

[ج] لفظ مگر خلاف سنت ہے اس مرتبہ بڑھایا گیا ہے ۱۲

[1] واجبہا لفظ السلام ۱۲ مختصر وقایہ صفحہ ۶۹

[2] فلو بدأ بآیۃ من السورۃ ثم تذکر الفاتحۃ یقرءہا ویعیدہا السورۃ ویسجد للسہو ۱۲ طحطاوی صفحہ ۲۶۷

[3] والثانی ضم سورۃ قصیرۃ او ثلاث آیات قصار قدر اقصر سورۃ او آیۃ طویلۃ تعدل ثلث آیات قصار ۱۲ طحطاوی صفحہ ۱۴۴

[4] یجب سجدتان لترک واجب لا سنۃ لان الصلوٰۃ لا توصف بالنقصان علی الاطلاق بترک سنۃ ۱۲ مراقی صفحہ ۲۶۷ وسن تسبیح الرکوع ثلاثا وسن التحمید للموتم والمنفرد ای مع التسمیع ۱۲ مراقی صفحہ ۱۵۲ و صفحہ ۱۵۴ وسن الدعاء بما یشبہ الفاظ القرآن ۱۲ صفحہ ۱۵۹ مراقی

[5] فسن رفع الیدین للتحریمۃ ۱۲ صفحہ ۱۴۹ مراقی

[6] وسن التسمیۃ اول کل رکعۃ واتفقوا علی عدم الکراہۃ فی ذکرہا بین الفاتحۃ والسورۃ بل ہو حسن ۱۲ طحطاوی علی المراقی صفحہ ۱۵۱

مسئلہ [۱۱]۔ سجدہ کرتے وقت اگر ناک اور ماتھا دونوں زمین [۱] پر نہ رکھے بلکہ فقط ماتھا زمین پر رکھے اور ناک نہ رکھے تو بھی نماز درست ہے اور اگر ماتھا نہیں لگایا فقط ناک زمین پر لگائی تو نماز نہیں [۱] ہوئی البتہ اگر کوئی مجبوری ہو تو فقط ناک لگانا بھی درست ہے۔

مسئلہ [۱۲]۔ اگر رکوع کے بعد [۲] اچھی طرح کھڑی نہیں ہوئی ذرا سا سر اٹھا کے سجدہ میں چلی گئی تو نماز پھر سے [۲] پڑھے۔

مسئلہ [۱۳]۔ اگر دونوں سجدوں کے بیچ میں اچھی طرح نہیں بیٹھی ذرا سا سر اٹھا کے دوسرا سجدہ کر لیا تو اگر ذرا ہی [۳] سر اٹھایا ہو تو ایک ہی سجدہ ہوا دونوں سجدے ادا نہیں ہوئے اور نماز بالکل نہیں ہوئی اور اگر اتنا ہی اٹھی کہ قریب بیٹھنے کے ہو گئی ہے تو خیر نماز سر سے تو اتر گئی لیکن بڑی نکمی اور خراب ہو گئی اس لئے پھر سے پڑھنا چاہیئے نہیں تو بڑا گناہ ہو گا۔

مسئلہ [۱۴]۔ اگر پیال پر یا روئی کی چیز پر سجدہ کرے تو سر کو خوب [۴] دبا کر کے سجدہ کرے اتنا دباوے کہ اس سے زیادہ نہ دب سکے اگر اوپر اوپر ذرا اشارہ سے سر رکھدیا، دبایا نہیں تو سجدہ نہیں [۴] ہوا۔

مسئلہ [۱۵]۔ فرض نماز میں پچھلی دو رکعتوں میں اگر الحمد کے بعد کوئی سورت [۵] بھی پڑھ گئی تو نماز میں کچھ نقصان نہیں آیا نماز بالکل صحیح ہے۔

مسئلہ [۱۶]۔ اگر پچھلی دو رکعتوں میں الحمد نہ پڑھے بلکہ تین دفعہ سبحان اللہ [۶] سبحان اللہ [۶] کہہ لے تو بھی درست ہے لیکن الحمد پڑھ لینا بہتر ہے اور اگر کچھ نہ پڑھے چپکی کھڑی رہے تو بھی کچھ حرج نہیں نماز درست [۶] ہے۔

---

[۱] خواہ قصداً ایسا کیا ہو یا بھول گئی ہو دونوں کا یہی حکم ہے۔

[۲] اگر قصداً ایسا کیا، اور جو بھول کر ایسا ہو گیا تو سجدہ سہو کرلے ۱۲

[۳] اگر قصداً ایسا کیا، اور جو بھول گئی تو سجدہ سہو کرلے ۱۲

[۴] خواہ قصداً ایسا ہو یا بھول کر ۱۲

[۶] جبکہ تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار چپکی کھڑی رہے ۱۲

---

[۱] والسجدة انما تتحقق بوضع الجبهة لا الانف وحده ۱۲ مراقی ص۱۳۳ و ص۱۳۴ وقال الطحطاوی وحدہٗ لا الانف وحده ای بغیر عذر و اما به فیجوز ۱۲ ص۱۳۴

[۲] والكمال بكل ركن واجب عندهما وعند ابی یوسف فرض وكذلك رفع الراس من الركوع والانتصاب القیام والطمانینة فیه ۱۲ طحطاوی ص۱۵۵ و ذكر قاضی خان لزوم سجود السهو بترك الرفع من الركوع ساهیاً ۱۲ طحطاوی ص۱۳۶

[۳] واما اصل الرفع الی قرب القعود فمفروض بخلاف الركوع فان اصل الرفع منه واجب ۱۲ طحطاوی ص۱۴۵ سطر ۱۲

[۴] قال الطحطاوی تحت قول المراقی فلا یصح السجود علی القطن ای الا اذا وجد الیبس كذا كل محشو كفرش ووسادة ۱۲ ص۱۳۴

[۵] ولا یكره الضم فی الاخیرتین المختار لا كما فی العد ۱۲ طحطاوی ص۱۴۶

[۶] وتسن قراءة الفاتحة فیما بعد الاولیین وروی عن الامام التخییر بین قراءة الفاتحة والتسبیح والسكوت وقال الطحطاوی لیس المراد التسویة بین هذه الثلاث لان القراءة افضل بلا شك وكذا التسبیح افضل من السكوت ۱۲ ص۱۵۷ طحطاوی

مسئلہ[۱۸]۔ پہلی دو رکعتوں میں الحمد کے ساتھ سورت ملانا واجب[۱] ہے اگر کوئی پہلی رکعتوں میں فقط الحمد پڑھے سورت نہ ملا دے یا الحمد بھی نہ پڑھے سبحان اللہ سبحان اللہ پڑھتی رہے تو اب پچھلی رکعتوں میں الحمد کے ساتھ سورت ملانا چاہیئے پھر اگر قصداً ایسا کیا ہے تو نماز پھر سے پڑھے اور اگر بھولے سے کیا ہو تو سجدۂ سہو کر لے۔

مسئلہ[۱۹]۔ نماز میں الحمد اور سورت وغیرہ ساری چیزیں آہستہ اور چپکے سے پڑھے لیکن ایسی طرح پڑھنا چاہیئے کہ خود اپنے کان میں آواز ضرور آ دے اگر اپنی آواز خود اپنے آپ کو بھی نہ سنائی[۲] دیوے تو نماز نہ ہو گی۔

مسئلہ[۲۰]۔ کسی نماز کے لئے کوئی سورت مقرر نہ کرے بلکہ جو جی چاہے پڑھا کرے سورت[ب] مقرر کر لینا مکروہ ہے۔

مسئلہ[۲۱]۔ دوسری رکعت میں پہلی رکعت سے زیادہ لمبی سورت[۳] نہ پڑھے۔

مسئلہ[۲۲]۔ سب عورتیں اپنی اپنی نماز الگ الگ پڑھیں جماعت[۴] سے نہ پڑھیں[ج] اور جماعت کے لئے مسجد میں جانا اور وہاں جا کر مردوں کے ساتھ پڑھنا نہ چاہئے اگر کوئی عورت اپنے شوہر وغیرہ کسی محرم کے ساتھ جماعت کر کے نماز پڑھے تو اس کے مسئلے کسی سے پوچھ لے، چونکہ ایسا اتفاق کم ہوتا ہے اس لئے ہم نے بیان نہیں کئے، البتہ اتنی بات یاد رکھے کہ اگر کبھی ایسا موقع ہو تو کسی مرد کے برابر نہ کھڑی ہو پیچھے رہے ورنہ اس کی نماز بھی خراب ہو گی اور اس مرد کی نماز بھی برباد ہو جاوے گی۔

مسئلہ[۲۳]۔ اگر نماز پڑھنے میں وضو ٹوٹ جاوے تو وضو کر کے پھر[۵] سے نماز پڑھے۔

مسئلہ[۲۴]۔ مستحب یہ ہے کہ جب کھڑی[۶] ہو تو اپنی نگاہ سجدہ کی جگہ رکھے

عـہ اس مسئلہ کے متعلق سوال و جواب امداد الفتاویٰ جلد اول میں درج ہے جس سے عبارت متن کی تائید ہوتی ہے ۱۲ تصحیح الاغلاط

عـب ہاں اگر کبھی کبھی وہ سورتیں جو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز میں پڑھی ہیں پڑھ لیا کرے تو مکروہ نہیں بلکہ مستحب ہے ۱۲

عـج چونکہ بناکے شرائط و مسائل بہت نازک ہیں نیز اختلافی مسئلہ ہے اسلئے وہ سب مسائل چھوڑ دئے گئے ۱۲ منہ

[۱] ولو ترک السورة فی اولیی العشاء قرءها وجوبا فی الاخریین ولو ترک الفاتحة فی الاولیین لا یکررها فی الاخریین عندهم ویسجد للسهو ۱۲ طحطاوی علی المراقی ص۱۴۸

[۲] والاسرار هو اسماع النفس فی الصحیح ۱۲ مراقی ص۱۴۷ وقال الشامی نقلا ولا تجهرن رفع صوتهن ولا تمطیطها وقال فی اخیر ذلک من هذا لم یجز ان تؤذن المرأة اھ ص۳۱۷ شامی

[۳] ویکره تطویل الثانیة علی الاولیٰ ۱۲ مراقی ص۲۰۵

[۴] ویکره جماعة النساء فان فعلن یقف الامام وسطهن ص۱۶۷ والافهن ممنوعات عن حضور الجماعات ص۹۰ ۱۲ مراقی

[۵] من سبقه حدث توضأ ... وهی ذا الرجل والمرأة فی حق حکم البناء سواء والاستئناف افضل ۱۲ عالمگیری ص۵۹

[۶] ومنها نظر المصلی الی موضع السجود قائما سواء کان رجلا او امرأة والی ظاهر القدم راکعا والی ارنبة انفه ساجدا والی المنکبین مسلما ومن الادب کظم فمه عند التثاؤب ۱۲ مراقی ص۱۶۱

من العاجز
محمد حیات غفرلہ سنبھلی

اور جب رکوع میں جاوے تو پاؤں پر نگاہ رکھے اور جب سجدہ کرے تو ناک پر سلام پھیرتے وقت کندھوں پر نگاہ رکھے اور جب جمائی آوے تو منہ خوب بند کرلے اگر اور کسی طرح نہ رکے تو ہاتھ کی ہتھیلی کے اوپر کی طرف سے روکے اور جب گلا سہلاوے[1] تو جہاں تک ہوسکے کھانسی کو روکے اور ضبط کرے۔

قرآن پڑھنے کا بیان

مسئلہ۔ قرآن[1] شریف کو صحیح صحیح پڑھنا واجب ہے ہر حرف کو ٹھیک ٹھیک پڑھے ہمزہ اور عین میں جو فرق ہے اسی طرح بڑی ح اور ہ میں اور ذ ظ ز ض میں اور س ص ث میں ٹھیک نکال کے پڑھے ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف نہ پڑھے۔

مسئلہ۔ اگر کسی سے کوئی حرف نہیں نکلتا جیسے[2] ح کی جگہ ہ پڑھتی ہے یا عین نہیں نکلتا یا ث س ص سب کو سین ہی پڑھتی ہے تو صحیح پڑھنے کی مشق کرنا لازم ہے اگر صحیح پڑھنے کی محنت نہ کرے گی تو گنہگار ہوگی اور اسکی کوئی نماز صحیح نہ ہوگی البتہ اگر محنت سے بھی درستی نہ ہو تو ناچاری ہے۔

مسئلہ۔ اگر ح ع وغیرہ سب حرف نکلتے تو ہیں لیکن ایسی بے پروائی[3] سے پڑھتی ہے کہ ح کی جگہ ہ اور ع کی جگہ ہمزہ ہمیشہ پڑھ جاتی ہے کچھ خیال کرکے نہیں پڑھتی تب بھی گنہگار ہے اور نماز صحیح نہیں ہوتی۔

مسئلہ۔ جو سورت پہلی رکعت میں پڑھی ہے وہی سورت[4] دوسری رکعت میں پھر پڑھ گئی تو بھی کچھ حرج نہیں لیکن بے ضرورت ایسا کرنا بہتر نہیں۔

مسئلہ۔ جس طرح کلام مجید میں سورتیں آگے پیچھے لکھی ہیں[5] نماز میں اسی طرح پڑھنا چاہیے جس طرح عم[2] کے سیپارہ میں لکھی ہیں اس طرح سے نہ پڑھے یعنی

[1] یعنی کھجلی لگے کے اندر ہونے لگے ۱۲

[2] بچوں کی آسانی کے لئے اس پارہ کی ترتیب بدل دی گئی ہے کہ پہلے آسان سورتیں لکھی گئیں ورنہ اسکی اصلی ترتیب وہی ہے جو قرآن کے تیسویں ۳۰ پارہ میں ہے ۱۲

[1] قال الجزری والاخذ بالتجوید فتم لازم ومن لم یجود القرآن آثم ۱۲ وان کان الرجل ممن لایحسن بعض الحروف ینبغی ان یجهد ولا یعذر فی ذلک ۱۲ قاضی خاں ص ۷۶

[2] قد سبق دلیلہ فیما مضی ۱۲

[3] قد سبق دلیلہ ایضاً ۱۲

[4] ویکرہ تکرار السورۃ فی الرکعتین ان حفظ غیرہا وتعمدہ ۱۲ مراقی ص ۲۰۵

[5] ویکرہ قراءۃ سورۃ فوق التی قراہا ۱۲ حوالہ بالا

جب پہلی رکعت میں کوئی سورت پڑھے تو اب دوسری رکعت میں اس کے بعد والی سورت پڑھے اس کے پہلے والی سورت نہ پڑھے جیسے کسی نے پہلی رکعت میں قل یاایہا الکفرون پڑھی تو اب اذا جاء یا قل ہو اللہ یا قل اعوذ برب الفلق یا قل اعوذ برب الناس پڑھے اور الم ترکیف اور لایلاف وغیرہ اس کے اوپر کی سورتیں نہ پڑھے کہ اس طرح پڑھنا مکروہ ہے۔ لیکن اگر بھولے سے اس طرح پڑھ جاوے تو مکروہ نہیں ہے۔[1]

مسئلہ۔ جب کوئی سورت[2] شروع کرے تو بے ضرورت اس کو چھوڑ کر دوسری سورت شروع کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ۔ جس کو نماز بالکل نہ آتی ہو یا نئی نئی[3] مسلمان ہوئی ہو وہ سب جگہ سبحان اللہ سبحان اللہ وغیرہ پڑھتی رہے تو فرض ادا ہو جاویگا لیکن نماز برابر سیکھتی رہے اگر نماز سیکھنے میں کوتاہی کرے گی تو بہت گنہگار ہوگی۔

نماز توڑ دینے والی چیزوں کا بیان

مسئلہ۔ قصداً[3] یا بھولے سے نماز میں بول اٹھی تو نماز جاتی رہی۔

مسئلہ۔ نماز میں آہ[4] یا اوہ یا اُف یا ہائے کہے یا زور سے روئے تو نماز جاتی رہتی ہے البتہ اگر جنت و دوزخ کو یاد کرنیسے دل بھر آیا اور زور سے آواز نکل پڑی تو نماز نہیں ٹوٹی۔

مسئلہ۔ بے ضرورت[5] کھنکھارنے اور گلا صاف کرنے سے جس سے ایک آدھ حرف بھی پیدا ہو جاوے نماز ٹوٹ جاتی ہے البتہ ناچاری اور مجبوری کے وقت کھنکھارنا درست ہے اور نماز نہیں جاتی۔

مسئلہ۔ نماز میں[6] چھینک آئی اس پر الحمد للہ کہا تو نماز نہیں گئی لیکن کہنا نہ چاہیے، اور اگر کسی اور کو چھینک آئی اور اس نے نماز ہی میں اسکو یرحمک اللہ کہا تو نماز جاتی رہی۔

---

[1] وان نسی لا یترک لقوله علیه السلام ان فتحت سورة فاقرأها علی نحوها ۱۲ طحطاوی صہ ۲۰۵

[2] اذا کان القاری علی باب المسجد او بجوار المسجد والامی فی المسجد یقرء یصلی وحدہ جازت بلا خلاف ۱۲ شامی صہ ۵۵۵ و قال فی صفحہ ۵۴۵ فنقل ذلک حکم امر من یذل الجهد دائما والا فلا تصح الصلوٰۃ بہ ۱۲

[3] منه الکلمة ولو سهوا او خطأ ۱۲ نور الایضاح صہ ۱۸

[4] والانین والتاوہ و ارتفاع بکاءہ من وجع او مصیبة لا من ذکر جنة او نار ۱۲ حوالہ بالا

[5] ویفسدها التنحنح بلا عذر وان کان بعذر لا یفسد ۱۲ حوالہ بالا

[6] ویفسدها تشمیت عاطس بیرحمک اللہ ۱۲ حوالہ بالا

مسئلہ۔ قرآن[1] شریف میں دیکھ دیکھ کر پڑھنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔
مسئلہ۔ نماز میں[2] اتنی مڑ گئی کہ سینہ قبلہ کی طرف سے مڑ گیا تو نماز ٹوٹ گئی۔
مسئلہ۔ نماز میں کسی کے سلام[3] کا جواب دیا اور وعلیکم السلام کہا تو نماز جاتی رہی۔
مسئلہ۔ نماز کے اندر جوڑا باندھا تو نماز[4] جاتی رہی۔
مسئلہ۔ نماز میں کوئی چیز کھالی یا کچھ پی لیا تو نماز[5] جاتی رہی یہاں تک کہ اگر تل یا دُھرا[6] اٹھا کر کھالیوے تو بھی نماز ٹوٹ جاوے گی البتہ اگر دُھرا وغیرہ کوئی چیز دانتوں میں اٹکی ہوئی تھی اسکو نگل گئی تو اگر چنے سے کم ہو تب تو نماز ہو گئی اور اگر چنے کے برابر یا زیادہ ہو تو نماز ٹوٹ گئی۔
مسئلہ۔ منہ میں پان دبا ہوا ہے اور اس کی پیک[7] حلق میں جاتی ہے تو نماز نہیں ہوئی۔
مسئلہ۔ کوئی میٹھی چیز کھائی پھر کلی کر کے[8] نماز پڑھنے لگی لیکن منہ میں اس کا مزہ کچھ باقی ہے اور تھوک کے ساتھ حلق میں جاتا ہے تو نماز صحیح ہے۔
مسئلہ۔ نماز میں کچھ خوشخبری سنی اور اس[9] پر الحمد للہ کہدیا یا کسی موت کی خبر سنی اس پر اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھا تو نماز جاتی رہی۔
مسئلہ۔ کوئی لڑکا وغیرہ گر پڑا اس کے گرتے وقت بسم[10] اللہ کہدیا تو نماز جاتی رہی
مسئلہ۔ نماز میں بچہ نے آکر دودھ[11] پی لیا تو نماز جاتی رہی البتہ اگر دودھ نہیں نکلا تو نماز نہیں گئی۔
مسئلہ۔ اللہ اکبر کہتے وقت اللہ کے الف[12] کو بڑھا دیا اور آللہ اکبر کہا یا اللہ آکبر[13] کہا تو نماز جاتی رہی۔ اسی طرح اگر اکبر کی بے کو بڑھا کر پڑھا اور اللہ اکبار کہا تو بھی نماز جاتی رہی۔

[1] ولیفسد ایضا قرأۃ ما لا یحفظہ من مصحف ۱۲ حوالۂ بالا صہ ۱۹۶
[2] ولیفسدہا تحویل الصدر عن القبلۃ ۱۲ صہ ۱۸۵ مراقی
[3] ولیفسدہا ردّ السلام بلسانہ ۱۲ صہ ۱۸۵ حوالہ بالا
[4] ولیفسدہا العمل الکثیر ۱۲ حوالہ بالا
[5] ولیفسدہا اکل شئی من خارج فمہ ولو قل کالسمسۃ ۱۲ واکل ما بین اسنانہ ان کان کثیرا وہو قدر الحمصۃ ولیفسدہا شربہ ۱۲ حوالۂ بالا
[6] حوالۂ بالا
[7] وفی الخلاصۃ لو اکل شیئا من الحلاوۃ وابتلع عینہا فوجد حلاوتہا فی فیہ وابتلعہا لا تبطل صلاتہ ۱۲ طحطاوی صہ ۱۸۶
[8] وخبر سوء بالاسترجاع وسار بالحمد للہ ۱۲ صہ ۱۹۰ مراقی
[9] بخلاف سقط شئی من السطح فبسمل تفسد ۱۲ در مختار صہ ۶۴۵ مع الشرح
[10] مص ثدیہا ثلاثا ونزل لبنہا فسدت ۱۲ در مختار صہ ۶۵۶
[11] ولیفسدہا ایضا مد الہمزۃ فی التکبیر ثم قال ولو مد بار اکبر لا تفسد وقیل تفسد مفتی ۱۲ طحطاوی صہ ۱۹۶

[a] یعنی چھالیہ کا ٹکڑا ۱۲ شبیر علی
[b] یعنی اکبر کے الف کو بڑھایا اور آکبر پڑھا ۱۲

مسئلہ۔ کسی خط یا کسی کتاب پر نظر پڑی اور[1] اس کو اپنی زبان سے نہیں پڑھا لیکن دل ہی دل میں مطلب سمجھ گئی تو نماز نہیں ٹوٹی البتہ اگر زبان سے پڑھ لیوے تو نماز جاتی رہے گی۔

مسئلہ۔ نمازی کے سامنے[2] سے اگر کوئی چلا جاوے یا کتا بلی، بکری وغیرہ کوئی جانور نکل جاوے تو نماز نہیں ٹوٹی لیکن سامنے سے جانے والے آدمی کو بڑا گناہ ہوگا اس لئے ایسی جگہ نماز پڑھنا چاہیئے جہاں آگے سے کوئی نہ نکلے اور پھرنے چلنے میں لوگوں کو تکلیف نہ ہو، اور اگر ایسی الگ جگہ کوئی نہ ہو تو اپنے سامنے کوئی لکڑی گاڑ لیوے جو کم سے کم ایک ہاتھ لمبی اور ایک انگل موٹی ہو اور اس لکڑی کے پاس کو کھڑی ہو اور اس کو بالکل ناک کے سامنے نہ رکھے بلکہ داہنی یا بائیں آنکھ کے سامنے رکھے اگر کوئی لکڑی نہ گاڑے تو اتنی ہی اونچی کوئی اور چیز سامنے رکھ لیوے جیسے مونڈھا تو اب سامنے سے جانا درست ہے کچھ گناہ نہ ہوگا۔

مسئلہ۔ کسی ضرورت[3] کی وجہ سے اگر قبلہ کی طرف ایک آدھ قدم آگے بڑھ گئی یا پیچھے ہٹ آئی لیکن سینہ قبلہ کی طرف سے نہیں پھرا تو نماز درست ہوگئی لیکن اگر سجدہ کی جگہ سے آگے بڑھ جاوے گی تو نماز نہ ہوگی۔

جو چیزیں نماز میں مکروہ اور منع ہیں انکا بیان

مسئلہ۔ مکروہ[4] وہ چیز ہے جس سے نماز نہیں ٹوٹتی لیکن ثواب کم ہو جاتا ہے اور گناہ ہوجاتا ہے۔

مسئلہ۔ اپنے کپڑے یا بدن[5] یا زیور سے کھیلنا کنکریوں کو ہٹانا مکروہ ہے البتہ اگر کنکریوں کی وجہ سے سجدہ نہ کرسکے تو ایک دو مرتبہ ہاتھ سے برابر کردینا اور ہٹا دینا درست ہے۔

مسئلہ۔ نماز میں انگلیاں[6] چٹخانا اور کولے پر ہاتھ رکھنا اور داہنے بائیں منھ

---

[1] لو نظر المصلی الی مکتوب و فہمہ لا تفسد ۱۲ مراقی صـ ۱۹۸

[2] او مر مار فی موضع سجودہ لا تفسد وان اثم المار ۱۲ مراقی صـ ۱۹۹ و یستحب لمن ای لمرید الصلوٰۃ ان یغرز سترۃ تکون طول ذراع فصاعدا فی غلظ الاصبع والسنۃ ان یقرب منہا و یجعلہا علی احد حاجبیہ ولا یصمد الیہا صمدا ۱۲ مراقی صـ ۲۱۳ و صـ ۲۱۴

[3] واعلم انہ اذا صلی فی الصحراء فظن انہ احدث فذہب عن مکانہ فعلم انہ لم یحدث فلو کان منفردا یعتبر لموضع سجودہ من کل جانب ۱۲ طحطاوی صـ ۱۹۴

[4] وبدون المنع عن الفعل مکروہ کراہۃ التنزیہ ان کان الی الحل اقرب بمعنی انہ لا یعاقب فاعلہ لکن یثاب تارکہ ادنی ثواب و کراہۃ التحریم فاعلہ یستحق محذورا ۱۲ طحطاوی ملخصاً صـ ۲۰۰

[5] کعبثہ بثوبہ و بدنہ ۱۲ مراقی صـ ۲۰۱ وقلب الحصا الا للسجود مرۃ ۱۲ صـ ۲۰۲ حوالۂ بالا

[6] وفرقعۃ الاصابع و التخصر والالتفات بعنقہ و بعینیہ ۱۲ حوالۂ بالا

موڑ کے دیکھنا یہ سب مکروہ ہے البتہ اگر کن انکھیوں سے کچھ دیکھے اور گردن نہ پھیرے تو ویسا مکروہ تو نہیں ہے لیکن بلا ضرورت شدیدہ ایسا کرنا بھی اچھا نہیں ہے۔

مسئلہ[1]۔ نماز میں دونوں پیر کھڑے رکھکر بیٹھنا یا چوزانو بیٹھنا یا کتے کی طرح بیٹھنا یہ سب مکروہ ہے ہاں اگر دکھ بیماری کی وجہ سے جس طرح بیٹھنے کا حکم ہے اس طرح نہ بیٹھ سکے تو جس طرح بیٹھ سکے بیٹھے اس وقت کچھ مکروہ نہیں ہے۔

مسئلہ[2]۔ نماز میں سلام کے جواب میں ہاتھ اٹھانا اور ہاتھ سے سلام کا جواب دینا مکروہ ہے اور اگر زبان سے جواب دیا تو نماز ٹوٹ گئی جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا۔

مسئلہ۔ نماز میں ادھر ادھر سے[3] اپنے کپڑے کو سمیٹنا، سنبھالنا کہ مٹی نہ بھرنے پاوے مکروہ ہے۔

مسئلہ[4]۔ جس جگہ یہ ڈر ہو کہ کوئی نماز میں ہنسا دیوے گا یا خیال بٹ جاوے گا اور نماز میں بھول چوک ہو جاوے گی تو ایسی جگہ نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

مسئلہ[5]۔ اگر کوئی آگے بیٹھی باتیں کر رہی ہو یا کسی اور کام میں لگی ہو اسکے پیچھے اس کی پیٹھ کی طرف منھ کر کے نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے لیکن اگر بیٹھنے والی کو اس سے تکلیف ہو اور وہ اس رک جانیسے گھبراوے تو ایسی حالت میں کسی کے پیچھے نماز نہ پڑھے یا وہ اتنے زور زور سے باتیں کرتی ہو کہ نماز میں بھول جانے کا ڈر ہے تو وہاں نماز نہ پڑھنا چاہیئے مکروہ ہے اور کسی کے منھ کی طرف منھ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

مسئلہ[6]۔ اگر نمازی کے سامنے قرآن شریف[7] یا تلوار لٹکی ہو تو اسکا کچھ حرج نہیں ہے۔

مسئلہ[8]۔ جس فرش پر تصویریں بنی ہوں اس پر نماز ہو جاتی ہے لیکن تصویر پر سجدہ نہ کرے اور تصویر دار جانماز رکھنا مکروہ ہے اور تصویر کا گھر میں رکھنا بڑا گناہ ہے۔

---

[1] ویکرہ الاقعاء، قال الکرخی ہو ان ینصب قدمیہ ویقعد علی عقبیہ ۱۲ طحطاوی صـ ۲۰۳ والتربع بلا عذر وایضا الاقعاء ان یضع الیتیہ علی الارض وینصب رکبتیہ ۱۲ حوالہ بالا

[2] ورد السلام بالاشارۃ ۱۲ صـ ۲۰۴ کتاب بالا

[3] وکف ثوبہ ۱۲

[4] ویکرہ الصلوٰۃ فی الطریق لشغلہ حق العامۃ ولشغل البال عن الخشوع ۱۲ حوالہ بالا

[5] ولا یکرہ التوجہ لظہر قاعد یتحدث ای سرا حیث لا یخاف منہ الغلط وقید بالظہر لانہا الی الوجہ مکروہۃ ۱۲ حوالہ بالا صـ ۲۱۵

[6] ولا یکرہ التوجہ لمصحف او السیف معلق ۱۲ حوالہ بالا

[8] ولا یکرہ السجود علی بساط فیہ تصاویر لم یسجد علیہا ۱۲ حوالہ بالا

مسئلہ ۱۱۔ اگر تصویر سر کے اوپر[1] ہو یعنی چھت کی چھتگیری میں بنی ہوئی ہو یا آگے کی طرف کو ہو یا داہنی طرف یا بائیں طرف ہو تو نماز مکروہ ہے اور اگر پیر کے نیچے ہو تو نماز مکروہ نہیں لیکن اگر بہت چھوٹی تصویر ہو کہ اگر زمین[2] پر رکھ دو تو کھڑے ہو کر نہ دکھائی دے یا پوری تصویر نہ ہو بلکہ سر کٹا ہوا ور مٹا ہوا ہو تو اس کا کچھ حرج نہیں ایسی تصویر سے کسی صورت میں نماز مکروہ نہیں ہوتی چاہے جس طرف ہو۔

مسئلہ ۱۲۔ تصویر دار کپڑا پہن کر نماز پڑھنا مکروہ[3] ہے

مسئلہ ۱۳۔ درخت[4] یا مکان وغیرہ کسی بے جان چیز کا نقشہ بنا ہو تو وہ مکروہ نہیں ہے

مسئلہ ۱۴۔ نماز کے اندر[5] آیتوں کا یا کسی اور چیز کا انگلیوں پر گننا مکروہ ہے البتہ اگر انگلیوں کو دبا کر گنتی یاد رہے تو کچھ حرج نہیں۔

مسئلہ ۱۵۔ دوسری[6] رکعت کو پہلی رکعت[7] سے زیادہ لمبی کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ ۱۶۔ کسی نماز میں[8] کوئی سورت مقرر کر لینا کہ ہمیشہ وہی پڑھا کرے کوئی اور سورت کبھی نہ پڑھے یہ بات مکروہ ہے۔

مسئلہ ۱۷۔ کندھے[9] پر رومال ڈال کے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

مسئلہ ۱۸۔ بہت[10] برے اور میلے کچیلے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور اگر دوسرے کپڑے نہ ہوں تو جائز ہے۔

مسئلہ ۱۹۔ پیسہ[11] کوڑی وغیرہ کوئی چیز منھ میں لیکر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور اگر ایسی چیز ہو کہ نماز میں قرآن شریف وغیرہ نہیں پڑھ سکتی تو نماز نہیں ہوئی ٹوٹ گئی۔

مسئلہ ۲۰۔ جس وقت پیشاب[12] پاخانہ زور سے لگا ہو ایسے وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے

ف علی ہذا اگر پیچھے ہو تب بھی مکروہ ہے مگر اور صورتوں سے کم ۱۲ تصحیح الاغلاط

ف یعنی دوسری رکعت میں قرأت بقدر تین آیت سے پڑھنا مکروہ ہے ۱۲

ف لفظ اور اگر سے آخر مسئلہ تک اس مرتبہ اضافہ کیا گیا اور کچھ عبارت سابقہ بعد تحقیق کاٹ دی گئی ۱۲ شبیر علی

---

[1] ویکرہ ان یکون فوق راسہ او خلفہ او بین یدیہ او بحذائہ صورۃ حیوان ۱۲ حوالہ بالا صد ۲۱۲

[2] الا ان تکون صغیرۃ بحیث لا تبدو او کبیرۃ مقطوعۃ الراس ۱۲ صد ۲۱۲ طحطاوی

[3] ویکرہ لبس ثوب فیہ تصاویر ۱۲ حوالہ بالا صد ۲۱۱

[4] او تکون لغیر ذی روح کالشجر صد ۲۱۲

[5] ویکرہ عد الآی والتسبیح ولا یکرہ الغمز بالانامل ۱۲ حوالہ بالا

[6] ویکرہ تطویل الثانیۃ علی الاولی ۱۲ حوالہ بالا

[7] ویکرہ تعیین سورۃ کالبقرۃ وغیرہا ۱۲ حوالہ بالا

[8] ویکرہ سدل ۱۲ حوالہ بالا

[9] ویکرہ الصلوۃ فی ثیاب البذلۃ ۱۲ حوالہ بالا

[10] ویکرہ اخذ درہم ونحوہ فی فیہ لم یمنعہ من القراءۃ ولو منعہ تفسد ۱۲ درمختار وفی نور الایضاح صد ۲۰۰ ویکرہ وضع شئی لا یذوب فی فمہ وہو یمنع القراءۃ ۱۲۵

[11] ویکرہ ادراہا مدافعا لاحد الاخبثین ۱۲ مراقی صد ۲۰۹

مسئلہ[۲۱]. جب[1] بہت بھوک لگی ہو اور کھانا تیار ہو تو پہلے کھانا کھالے تب نماز پڑھے بے کھانا کھائے نماز پڑھنا مکروہ ہے البتہ اگر وقت تنگ[ع] ہونے لگے تو پہلے[سہ] نماز پڑھ لے۔

مسئلہ[۲۲]. آنکھیں بند کر کے نماز[2] پڑھنا بہتر نہیں ہے لیکن اگر آنکھیں بند کرنے سے نماز میں دل خوب لگے تو بند کر کے نماز پڑھنے میں کوئی برائی نہیں۔

مسئلہ[۲۳]. بے ضرورت[3] نماز میں تھوکنا اور ناک صاف کرنا مکروہ ہے اور اگر ضرورت پڑے تو درست ہے جیسے کسی کو کھانسی آئی اور منہ میں بلغم آگیا تو اپنے بائیں طرف تھوک دے یا کپڑے میں لیکر مل ڈالے اور داہنی طرف اور قبلہ کی طرف نہ تھوکے۔

مسئلہ[۲۴]. نماز میں کھٹمل نے کاٹ[4] کھایا تو اسکو پکڑ کے چھوڑ دے نماز پڑھنے میں مارنا اچھا نہیں اور اگر کھٹمل نے ابھی کاٹا نہیں ہے تو اسکو نہ پکڑے بے کاٹے پکڑنا بھی مکروہ ہے۔

مسئلہ[۲۵]. فرض نماز میں بے ضرورت[5] دیوار وغیرہ کسی چیز کے سہارے پر کھڑا ہونا مکروہ ہے

مسئلہ[۲۶]. ابھی سورت[6] پوری ختم نہیں ہوئی دو ایک کلمے رہ گئے تھے کہ جلدی کے مارے رکوع میں چلی گئی اور سورت کو رکوع میں جا کر ختم کیا تو نماز مکروہ ہوئی

مسئلہ[۲۷]. اگر سجدہ کی جگہ پیر[7] سے اونچی ہو جیسے کوئی دہلیز پر سجدہ کرے تو دیکھو کتنی اونچی ہے اگر ایک بالشت سے زیادہ اونچی ہے تو نماز درست نہیں ہے اور اگر ایک بالشت یا اس سے کم ہے تو نماز درست ہے لیکن بے ضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے۔

جن جن صورتوں سے نماز کا توڑ دینا درست ہے ان کا بیان

مسئلہ[۱]. نماز پڑھتے میں ریل چلدے اور اس پر اپنا اسباب رکھا ہوا ہے یا بال بچے

ع یعنی اسقدر تنگ ہونے لگے کہ فرض اور سنت مؤکدہ نہ پڑھ سکے ۱۲ محشی

سہ اسی طرح اگر جماعت جانے کا خوف ہو تو پہلے نماز پڑھ لے ۱۲ کبیری

[1] وذکرہ بحضرۃ طعام یمیل طبعہ الیہ ۱۲ حوالہ بالا

[2] وذکرہ تغمیض العینین الا لمصلحۃ کما اذا غمضهما لرؤیۃ ما یمنع خشوعہ ۱۲ طحطاوی ص ۲۰۷

[3] وکذا التنخم وهو اخراج النخامۃ بالنفس الشدید ۱۲ منیہ ص ۱۱۱ و درمختار ص ۶۹ وقال فی المراقی وکرہ ان یرمی بزاقہ الا ان اضطر فیاخذ بثوبہ او یلقیہ تحت رجلہ الیسری اذا صلی خارج المسجد ۱۲ مراقی ص ۲۰۳

[4] ومنہ اخذ قملۃ وقتلها من غیر عذر فان تشغلہ بالعض کنملۃ وبرغوث لا یکرہ الاخذ ۱۲ مراقی ص ۲۰۷

[5] ولا شک فی کراهۃ الاتکاء فی الفرض بغیر ضرورۃ کما صرح بہ ۱۲ طحطاوی ص ۲۰۲

[6] وذکرہ قراءۃ القرآن فی الرکوع ۱۲ مراقی ص ۱۶

[7] والارتفاع القلیل لا یضر وهو ما کان لنصف ذراع فاقل وان زاد علی نصف ذراع لم یجز السجود ۱۲ مراقی مع الحاشیہ ص ۱۳۵

سوار ہیں تو نماز توڑ کے بیٹھ[1] جانا درست ہے۔

مسئلہ۔ سامنے سانپ آگیا[2] تو اس کے ڈر سے نماز کا توڑ دینا درست ہے

مسئلہ رات کو مرغی[3] کھلی رہ گئی اور بلی اسکے پاس آگئی تو اس کے خوف سے نماز توڑ دینا درست ہے۔

مسئلہ۔ نماز میں کسی[4] نے جوتی اٹھالی اور ڈر ہے کہ اگر نماز نہ توڑے گی تو لیکر کوئی بھاگ جاویگا تو اسکے لئے نیت توڑ دینا درست ہے

مسئلہ یہ نماز میں ہے[5] اور ہانڈی ابلنے لگی جسکی لاگت تین چار آنے ہیں تو نماز توڑ کر اسکو درست کر دینا جائز ہے غرضکہ جب ایسی چیز کے ضائع ہو جانے یا خراب ہو جانیکا ڈر ہو جسکی قیمت تین چار آنے ہو تو اسکی حفاظت کیلئے نماز کا توڑ دینا درست ہے۔

مسئلہ۔ اگر نماز میں[6] پیشاب پاخانہ زور کرے تو نماز توڑ دے اور فراغت کرکے پھر پڑھے۔

مسئلہ کوئی اندھی عورت یا مرد جا رہا ہے[7] اور آگے کنواں ہے اور اسمیں گر پڑنے کا ڈر ہے تو اس کے بچانے کے لئے نماز کا توڑ دینا فرض ہے اگر نماز نہیں توڑی اور وہ گر کے مر گیا تو گنہگار ہوگی۔

مسئلہ کسی بچہ وغیرہ[8] کے کپڑوں میں آگ لگ گئی اور وہ جلنے لگا تو اسکے لئے بھی نماز توڑ دینا فرض ہے۔

مسئلہ ماں، باپ، دادا دادی نانا نانی کسی مصیبت[9] کی وجہ سے پکاریں تو فرض نماز کو توڑ دینا واجب ہے جیسے کسی کا باپ ماں وغیرہ بیمار ہے اور پاخانہ وغیرہ کسی ضرورت سے گیا اور آتے میں یا جاتے میں پیر پھسل گیا اور گر پڑا تو نماز توڑ کے اسے اٹھالیوے لیکن اگر اور کوئی اٹھانیوالا ہو تو بے ضرورت[10] نماز نہ توڑے۔

مسئلہ اور اگر ابھی گرا نہیں[11] ہے لیکن گرنے کا ڈر ہے اور اس نے اسکو پکارا تب بھی نماز توڑ دے۔

مسئلہ اور اگر کسی ایسی ضرورت کے[12] لئے نہیں پکارا یونہی پکارا ہے تو فرض نماز کا

سہ خواہ یہ امید ہو کہ نماز وقت کے اندر مل جاویگی یا اسکی امید نہ ہو اور وقت نہ رہنے کی صورت میں قضا پڑھے ۱۲

[1] ویجوز قطعها بسرقة ما یساوی درهما وکذا لو فارت قدر ها ولو کان المسروق لغیره ویجوز قطعها لخشیة ذئب علی غنم ونحوها ۱۲ مراقی صفحہ ۲۱۱

[2] حوالہ بالا

[3] حوالہ بالا

[4] حوالہ بالا

[5] حوالہ بالا

[6] ولو حدث فیها وحینئذ فیقطع ویتخفف ولیتانف ۱۲ طحطاوی ص ۲۰۱

[7] او خوف تردی اعمی او غیره ممالا علم عنده فی بئر ونحوه واذا غلب علی الظن سقوطه وجب قطع الصلوٰة ولو فرضا ۱۲ مراقی صفحہ ۲۱۱

[8] واذا خافت القابلة موت الولد او تلف عضو منه وجب تاخیر الصلوٰة عن وقتها وقطعها لو کانت فیها قال المحشی ومثلها الامام ۱۲ طحطاوی مع المراقی صفحہ ۲۱۱

[9] یجب قطع الصلوٰة باستغاثة ملهوف بالمصلی ولا یجب قطع الصلوٰة بنداء احد الابوین من غیر استغاثة وقال الطحطاوی هذا فی الفرض ۱۲ صفحہ ۲۱۱ مراقی وطحطاوی

[10] لان قطع الصلوٰة لا یجوز الا لضرورة ۱۲ مراقی صفحہ ۲۱۱

[11] حوالہ بالا

[12] حوالہ بالا

توڑ دینا درست نہیں۔

مسئلہ[۱] اور اگر نفل یا سنت پڑھتی ہو اس وقت اسکے ماں باپ دادا دادی نانا نانی پکاریں لیکن یہ ان کو معلوم نہیں ہے کہ فلانی نماز پڑھتی ہے تو ایسے وقت بھی نماز کو توڑ کر ان کی بات کا جواب دینا واجب ہے چاہے کسی مصیبت سے پکاریں اور چاہے بے ضرورت پکاریں دونوں کا ایک حکم ہے اگر نماز توڑ کے نہ بولے گی تو گناہ ہوگا اور اگر وہ جانتے ہوں کہ نماز پڑھتی ہے پھر بھی پکاریں تو نماز نہ توڑے لیکن اگر کسی ضرورت سے پکاریں اور ان کو تکلیف ہونے کا ڈر ہو تو نماز توڑ دے۔

وتر نماز کا بیان

مسئلہ وتر کی نماز واجب[۲] ہے اور واجب کا مرتبہ قریب قریب فرض کے ہے چھوڑ دینے سے بڑا گناہ ہوتا ہے اگر کبھی چھوٹ جاوے تو جب موقع ملے فوراً اس کی قضا پڑھنی چاہیئے۔

مسئلہ۔ وتر کی تین رکعتیں ہیں۔ دو رکعتیں پڑھ کے بیٹھے اور[۳] التحیات پڑھے اور درود بالکل نہ پڑھے بلکہ التحیات پڑھ چکنے کے بعد فوراً اٹھ کھڑی ہو اور الحمد اور سورت پڑھکر اللہ اکبر کہے اور کندھے[ف] تک ہاتھ اٹھاوے اور پھر باندھ لے پھر دعاء قنوت پڑھ کے رکوع کرے اور تیسری رکعت پر بیٹھ کے التحیات اور درود شریف اور دعا پڑھ کے سلام پھیرے۔

مسئلہ دعاء قنوت یہ[۴] ہے اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ۔

مسئلہ وتر کی تینوں رکعتوں میں[۵] الحمد کیساتھ سورت ملانا چاہیئے جیسا کہ ابھی بیان ہو چکا۔

مسئلہ اگر تیسری رکعت[۶] میں دعاء قنوت پڑھنا بھول گئی اور جب رکوع میں چلی گئی

ف اور مرد کان کی لو تک ہاتھ اٹھاویں ۱۲ منہ

[۱] وان کان فی نافلۃ ان علم احد ابویہ انہ فی الصلوٰۃ وناداہ لاباس بان لایجیبہ وان لم یعلم یجیبہ قال المحشی قولہ بان لایجیبہ افاد بہذا اللفظ ان الاولی الاجابۃ عند العلم وقولہ یجیبہ ای وجوباً ۱۲ طحطاوی مع المراقی صہ۲۱۷

[۲] الوتر واجب وقال المحشی ذکر صاحب الکشف فی التحقیق ان الواجب نوعان واجب فی قوۃ الفرض کالوتر عند الامام ۱۲ طحطاوی صہ۲۱۸

[۳] وہو ثلاث رکعات بتسلیمۃ ویجلس علی راس الاولیین منہ ویقتصر علی التشہد ولایستفتح عند قیامہ للثالثۃ واذا فرغ من قراءۃ السورۃ فیہا ای الرکعۃ الثالثۃ رفع یدیہ حذاء اذنیہ ثم کبر وقنت قائماً ۱۲ مراقی صہ۲۱۹

[۴] والقنوت ہو ان یقول اللہم انا نستعینک الخ ۱۲ صہ۲۲۰ مراقی ۱۲

[۵] یعنی ذلک مما مر ۱۲

[۶] واذا نسی القنوت فی الوتر وتذکرہ فی الرکوع او فی الرفع منہ لایقنت علی الصحیح لا فی الرکوع الذی تذکرہ فیہ ولا بعد الرفع منہ ویسجد للسہو ولو قنت بعد رفع راسہ من الرکوع لایعید الرکوع ویسجد للسہو ۱۲ مراقی صہ۲۲۲

تب یاد آیا تو اب دعاء قنوت نہ پڑھے بلکہ نماز کے ختم پر سجدۂ سہو کر لے اور اگر رکوع چھوڑ کر اٹھ کھڑی ہوا اور دعاء قنوت پڑھ لے تب بھی خیر نماز ہو گئی لیکن ایسا نہ کرنا چاہئے تھا اور سجدۂ سہو کرنا اس صورت میں بھی واجب ہے۔

مسئلہ۔ اگر بھولے سے پہلی یا دوسری رکعت میں دعاء قنوت پڑھ گئی تو اس کا کچھ اعتبار نہیں ہے تیسری رکعت میں پھر پڑھنی چاہئے اور سجدۂ سہو بھی کرنا پڑے گا۔

مسئلہ جسکو دعاء قنوت یاد نہ ہو یہ دعا پڑھ لیا کرے رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ یا تین دفعہ یہ کہہ لیوے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ یا تین دفعہ یَا رَبِّ یَا رَبِّ یَا رَبِّ کہہ لیوے تو نماز ہو جاوے گی۔

سنت اور نفل نمازوں کا بیان

مسئلہ۔ فجر کے وقت فرض سے پہلے دو رکعت نماز سنت ہے حدیث میں اسکی بڑی تاکید آئی ہے کبھی اس کو نہ چھوڑے اگر کسی دن دیر ہو گئی اور نماز کا وقت بالکل اخیر ہو گیا تو مجبوری کے وقت فقط دو رکعت فرض پڑھ لیوے لیکن جب سورج نکل آوے اور اونچا ہو جاوے تو سنت کی دو رکعت قضا پڑھ لیوے۔

مسئلہ۔ ظہر کے وقت پہلے چار رکعت سنت پڑھے پھر چار رکعت فرض پھر دو رکعت سنت ظہر کے وقت کی یہ چھ رکعتیں بھی ضروری ہیں ان کے پڑھنے کی بہت تاکید ہے بے وجہ چھوڑ دینے سے گناہ ہوتا ہے۔

مسئلہ۔ عصر کے وقت پہلے چار رکعت سنت پڑھے پھر چار رکعت فرض پڑھے لیکن عصر کے وقت کی سنتوں کی تاکید نہیں ہے اگر کوئی نہ پڑھے تو بھی کوئی گناہ نہیں ہوتا اور جو کوئی پڑھے اسکو بہت ثواب ملتا ہے۔

مسئلہ۔ مغرب کے وقت پہلے تین رکعت فرض پڑھے پھر دو رکعت سنت پڑھے یہ سنتیں بھی ضروری ہیں نہ پڑھنے سے گناہ ہو گا۔

مسئلہ۔ عشاء کے وقت بہتر اور مستحب یہ ہے کہ پہلے چار رکعت سنت پڑھے

ﷲ فی الشامی عن الخلاصة ان الساہی یقنت ثانیا ۱۲ و قال فی المنیة ان قنت فی الاولی او فی الثانیة ساہیا لم یقنت فی الثالثة قال الشارح فی الکبیر ۱۲ ذا کان الشاک یعید للاحتمال ان الواجب لم یقع فی موضعه فکیف لا یعید الساہی بعد ما یتیقن ذلک وقد صرح فی الخلاصة عن الصدر الشہید انہ قال فی المسبوق لا یقنت ثانیا وفی الثانی یقنت ثانیا ۱۲ کبیری صـ۴۰۴

ﷲ ومن لا یحسن القنوت یقول ربنا اتنا فی الدنیا الخ وقال ابو اللیث یقول اللہم اغفرلی یکررہا ثلاثا وقیل یقول یارب ویکررہا ثلاثا ۱۲ کبیری صـ۳۹۸

ﷲ والسنة رکعتان قبل الفجر قال فی الکفایة ثم ترتب السنن ذکر الحلوانی اقوی السنن رکعتا الفجر ۱۲ ہدایہ مع الکفایہ صـ۸ قال فی الہدایة وان خشی ان تفوته رکعة ویدرک الاخرے یصلی رکعتی الفجر وان خشی فوتهما دخل مع الامام یقول العبد العاجز المحشی والامر فی اداء الفرض فی الوقت اوکد من ادائه بالجماعة فالحکم فیه اولی اه وقال بعد ذلک اذا فاتته الرکعتان ای سنة الفجر لا یقضیهما قبل طلوع الشمس ولا بعد ارتفاعها وقال محمد احب الی ان یقضیهما الی وقت الزوال ۱۲ ہدایہ صـ۸۶ مع الکفایہ

ﷲ وندب اربع قبل العصر ۱۲ نور الایضاح مع الشرح صـ۲۲۶

ﷲ ومن السنن المؤکدة رکعتان بعد المغرب ۱۲ صـ۲۲۶ حوالہ بالا

ﷲ وندب اربع قبل العشاء واربع بعده ۱۲ ومنها ای المؤکدة رکعتان بعد العشاء ۱۲ نور صـ۲۲۶ و صـ۲۲۷

پھر چار رکعت فرض پھر دو رکعت سنت پڑھے پھر اگر جی چاہے دو رکعت نفل بھی پڑھ لے، اس حساب سے عشاء کی چھ رکعت سنت ہوئیں اور اگر کوئی اتنی رکعتیں نہ پڑھے تو پہلے چار رکعت فرض پڑھے پھر دو رکعت سنت پڑھے پھر وتر پڑھے عشاء کے بعد یہ دو رکعتیں پڑھنی ضروری ہیں نہ پڑھے گی تو گناہ ہو گا۔

مسئلہ[۶] رمضان کے مہینے میں تراویح کی نماز[۱] بھی سنت ہے اسکی بھی تاکید آئی ہے اس کا چھوڑ دینا اور نہ پڑھنا گناہ ہے عورتیں تراویح کی نماز اکثر چھوڑ دیتی ہیں ایسا ہرگز نہ چاہیئے، عشاء کے فرض اور سنتوں کے بعد بیس رکعت تراویح پڑھے چاہے دو دو رکعت کی نیت باندھے چاہے چار چار رکعت کی مگر دو[۲] دو رکعت پڑھنا اولی ہے جب بیسوں رکعتیں پڑھ چکے تو وتر پڑھے۔

فائدہ جن سنتوں کا پڑھنا ضروری ہے یہ سنت مؤکدہ کہلاتی ہیں اور رات دن میں ایسی سنتیں بارہ[۲] ہیں دو فجر کی چار ظہر کے پہلے دو ظہر کے بعد دو مغرب کے بعد دو عشاء کے بعد اور رمضان میں تراویح اور بعض عالموں[۳] نے تہجد کو بھی مؤکدہ میں گنا ہے۔

مسئلہ۔ اتنی نمازیں تو شرع[۴] کی طرف سے مقرر ہیں اگر اس سے زیادہ پڑھنے کو کسی کا جی چاہے تو جتنا چاہے زیادہ پڑھے اور جس وقت جی چاہے پڑھے فقط اتنا خیال رکھے کہ جن وقتوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اس وقت نہ پڑھے فرض اور سنت کے سوا جو کچھ پڑھے گی اس کو نفل کہتے ہیں جتنی زیادہ نفلیں پڑھے گی اتنا ہی زیادہ ثواب ملے گا اس کی کوئی حد نہیں ہے بعضے خدا کے بندے ایسے ہوئے ہیں کہ ساری رات نفلیں پڑھا کرتے تھے اور بالکل نہیں سوتے تھے۔

مسئلہ بعضی نفلوں کا ثواب[۵] نہایت زیادہ ہوتا ہے اس لئے اور نفلوں سے انکا پڑھنا بہتر ہے کہ تھوڑی سی محنت میں بہت ثواب ملتا ہے وہ یہ ہیں تحیۃ الوضو۔ اشراق۔ چاشت۔ اوابین۔ تہجد۔ صلوۃ التسبیح۔

[۱] یستحب ان یجتمع الناس فی شہر رمضان بعد العشاء فیصلی بہم امامہم خمس ترویحات ذکر لفظ الاستحباب والاصح انہا سنۃ ۱۲ ہدایہ صفحہ ۱۴۸ مع الکفایہ

[۲] والاصل فیہ قولہ علیہ السلام من ثابر علی ثنتی عشرۃ رکعۃ فی الیوم واللیلۃ بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ ۱۲ ہدایہ صفحہ ۸

[۳] وقال طائفۃ کان تطوعا منہ صلی اللہ علیہ وسلم فیکون فی حقنا سنۃ ۱۲ طحطاوی علی المراقی صفحہ ۲۳

[۴] والنفل فی اللغۃ زیادۃ وفی الشرع فعل ما لیس بفرض ولا واجب ولا مسنون من العبادۃ ۱۲ طحطاوی علی المراقی صفحہ ۲۲۵

[۵] سن تحیۃ المسجد وندب رکعتان بعد الوضوء وندب صلوۃ الضحی وندب صلوۃ اللیل ۱۲ نور الایضاح صفحہ ۲۲۷

[۱] پہلے عبارت کچھ مبہم تھی اب درست کر دی گئی ہے ۱۲ شبیر علی

[۲] لفظ مگر دو دو سے اولی ہے تک اس مرتبہ اضافہ کیا گیا ۱۲ شبیر علی

مسئلہ[۹]. تحیۃ الوضوء[۱] اس کو کہتے ہیں کہ جب کبھی وضو کرے تو وضو کے بعد دو رکعت نفل پڑھ لیا کرے حدیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے لیکن جس وقت نفل نماز مکروہ ہے اس وقت نہ پڑھے۔

مسئلہ[۱۰]. اشراق کی نماز کا یہ طریقہ[۲] ہے کہ جب فجر کی نماز پڑھ چکے تو جانماز پر سے نہ اٹھے اسی جگہ بیٹھے بیٹھے درود شریف یا کلمہ یا اور کوئی وظیفہ پڑھتی رہے اور اللہ کی یاد میں لگی رہے دنیا کی کوئی بات چیت نہ کرے نہ دنیا کا کوئی کام کرے جب سورج نکل آوے اور اونچا[۱] ہو جاوے تو دو رکعت یا چار رکعت پڑھ لے تو ایک حج اور ایک عمرے[۲] کا ثواب ملتا ہے اور اگر فجر کی نماز کے بعد کسی دنیا کے دھندے میں لگ گئی پھر سورج اونچا ہو جانے کے بعد اشراق کی نماز پڑھی تو بھی درست ہے لیکن ثواب کم ہو جائے گا۔

مسئلہ[۱۱] پھر جب سورج خوب زیادہ اونچا[۳] ہو جاوے اور دھوپ تیز ہو جاوے تب کم سے کم دو رکعت پڑھے یا اس سے زیادہ پڑھے یعنی چار رکعت یا آٹھ رکعت یا بارہ رکعت پڑھ لے اسکو چاشت کہتے ہیں اس کا بھی بہت ثواب ہے۔

مسئلہ[۱۲] مغرب کی فرض اور سنتوں[۴] کے بعد کم سے کم چھ رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ بیس رکعتیں پڑھے اس کو اوابین کہتے ہیں۔

مسئلہ[۱۳]. آدھی رات کو اٹھکر نماز پڑھنے کا بڑا ہی ثواب[۵] ہے اسی کو تہجد کہتے ہیں یہ نماز اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت مقبول ہے اور سب سے زیادہ[۳] اسکا ثواب ملتا ہے تہجد کی کم سے کم چار رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں۔ نہ ہو تو دو ہی رکعتیں سہی، اگر پچھلی رات کو ہمت نہ ہو تو عشاء کے بعد پڑھ لے۔ مگر ویسا ثواب نہ ہوگا۔ اسکے سوا بھی رات دن میں جتنی چاہے نفلیں پڑھے۔

---

[۱] اونچائی کی حد ایک نیزہ ہے اور یہ اس وقت ہوتی ہے جبکہ آفتاب کی طرف دیکھنے سے آنکھیں چندھیانے لگیں ۱۲ تصحیح الاغلاط

[۲] یہ دونوں عبادتیں کعبہ شریف میں ادا کی جاتی ہیں۔ حج فرض اور عمرہ سنت ہے ۱۲

[۳] یعنی نفل نمازوں میں سب سے اس کا زیادہ ثواب ہے ۱۲

---

[۱] وندب رکعتان بعد الوضوء قبل جفافہ لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من مسلم یتوضأ فیحسن وضوءہ ثم یقوم فیصلی رکعتین یقبل علیہما بقلبہ الا وجبت لہ الجنۃ رواہ مسلم ۱۲ مراقی صفحہ ۲۳

[۲] عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی الصبح فی جماعۃ ثم قعد یذکر اللہ حتے تطلع الشمس ثم صلے رکعتین کانت کاجر حجۃ وعمرۃ رواہ الترمذی وقال حدیث حسن غریب ۱۲ ترغیب ومشکوۃ المصابیح

[۳] وندب صلوۃ الضحی علی الراجح وہی اربع رکعات فصاعدا فی وقت الضحی وابتداءہ من ارتفاع الشمس الی قبیل زوالہا فیزید علی الاربع الی ثنتی عشرۃ رکعۃ لما روی الطبرانی فی الکبیر عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی الضحی رکعتین لم یکتب من الغافلین ۱۲ مراقی صفحہ ۲۳ وکبیری صفحہ ۳۷۴

[۴] ومنہا صلوۃ الاوابین بعد المغرب وقد تقدم بیان فضیلۃ الاربع والست وعن عائشۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من صلی بعد المغرب عشرین رکعۃ بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ رواہ الترمذی ۱۲ کبیری صفحہ ۴۰۹

[۵] وندب صلوۃ اللیل خصوصا آخرہ واقل ما ینبغی ان یتنفل باللیل ثمان رکعات کذا فی جوہرہ وفضیلتہا لا تحصر وقال المحشی الذی فی الحاوی القدسی ان اقلہ رکعتان واکثرہ ثمان وروی سبع وروی تسع وروی احدی عشرۃ وثلاثۃ عشرۃ

مسئلہ[۱]. صلوٰۃ التسبیح کا[۱] حدیث شریف میں بڑا ثواب آیا ہے اس کے پڑھنے سے بے انتہا ثواب ملتا ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس کو یہ نماز سکھائی تھی اور فرمایا تھا اس کے پڑھنے سے تمہارے سب گناہ اگلے پچھلے نئے پرانے چھوٹے بڑے سب معاف ہو جاویں گے اور فرمایا تھا کہ اگر ہو سکے تو ہر روز یہ نماز پڑھ لیا کرو اور ہر روز نہ ہو سکے تو ہفتہ میں ایک دفعہ پڑھ لو اگر ہر ہفتہ نہ ہو سکے تو ہر مہینے میں پڑھ لیا کرو۔ ہر مہینے میں بھی نہ ہو سکے تو ہر سال میں ایک مرتبہ پڑھ لو. اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر بھر میں ایک دفعہ پڑھ لو. اس نماز کے پڑھنے کی ترکیب یہ ہے کہ چار رکعت کی نیت باندھے اور سبحانک اللّٰہم اور الحمد اور سورت جب سب پڑھ چکے تو رکوع سے پہلے ہی پندرہ دفعہ یہ پڑھے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ پھر رکوع میں جاوے اور سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ کہنے کے بعد دس دفعہ پھر یہی پڑھے رکوع سے اٹھے اور سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کے بعد پھر دس دفعہ پڑھے پھر سجدہ میں جاوے اور سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کے بعد پھر دس دفعہ پڑھے پھر سجدہ سے اٹھ کے دس دفعہ پڑھے اسکے بعد دوسرا سجدہ کرے اسمیں بھی دس دفعہ پڑھے پھر سجدہ سے اٹھ کے بیٹھے اور دس دفعہ پڑھ کے دوسری رکعت کے لئے کھڑی ہو اسی طرح دوسری رکعت پڑھے اور جب دوسری رکعت میں التحیات کیلئے بیٹھے تو پہلے وہی دعا دس دفعہ پڑھ لے تب التحیات پڑھے اسی طرح چاروں رکعتیں پڑھے۔

مسئلہ. ان چاروں[۲] رکعتوں میں جو سورت چاہے پڑھے کوئی سورت مقرر نہیں ہے۔

فصل

مسئلہ. دن کو نفلیں[۳] پڑھے تو چاہے دو دو رکعت کی نیت باندھے اور چاہے چار چار رکعت کی نیت باندھے اور دن کو چار رکعت سے زیادہ کی نیت باندھنا مکروہ ہے. اور رات کو ایک دم سے چھ چھ یا آٹھ آٹھ رکعت کی نیت باندھ لے تو بھی درست ہے اور اس سے زیادہ کی نیت باندھنا رات کو مکروہ ہے۔

مسئلہ. اگر چار رکعتوں کی نیت باندھے اور چاروں[۴] پڑھنی بھی چاہے تو جب دو

[۱] ومنہا صلوٰۃ التسبیح عن ابن عباسؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال للعباس بن عبد المطلب یا عماہ الا اعطیک الا امنحک الا احبوک الا افعل بک عشر خصال اذا انت فعلت ذلک غفر اللہ لک ذنبک ان تصلی اربع رکعات تقرء فی کل رکعۃ بفاتحۃ الکتاب وسورۃ فاذا فرغت من القرءۃ قلت وانت قائم الخ کبیری ص۴۱۱

[۲] قد مضی دلیلہ ای قولہ علیہ السلام تقرء فی کل رکعۃ بفاتحۃ الکتاب وسورۃ ۱۲ کبیری ص۴۱۱

[۳] وقالا ای ابو یوسفؒ ومحمدؒ الافضل فی صلوٰۃ اللیل رکعتان والزیادۃ علی ثمان رکعات لیلا بتسلیمۃ واحدۃ وعلی اربع بتسلیمۃ واحدۃ نہارا مکروہۃ ۱۲ کبیری ص۳۷۵

[۴] لفظ اور چاروں پڑھنی بھی چاہیئے اس مرتبہ بڑھائے گئے ۱۲ شبیر علی

رکعت پڑھ کے بیٹھے اسوقت[1] اختیار ہے التحیات کے بعد درود شریف اور دعا بھی پڑھے پھر بے سلام پھیرے اٹھ کھڑی ہو پھر تیسری رکعت پر سبحانک اللّٰھم پڑھ کے اعوذ و بسم اللہ کہہ کے الحمد شروع کرے اور چاہے صرف التحیات پڑھ کر اٹھ کھڑی ہو اور تیسری رکعت پر بسم اللہ اور الحمد سے شروع کرے پھر چوتھی رکعت پر بیٹھ کر التحیات وغیرہ سب پڑھکر سلام پھیرے اور اگر آٹھ رکعت کی نیت باندھی ہے اور[7] آٹھوں رکعتیں ایک سلام سے پوری کرنا چاہے تو اسی طرح دونوں باتیں اب بھی درست ہیں چاہے التحیات و درود شریف اور دعا پڑھ کے کھڑی ہو جاوے اور پھر سبحانک اللھم پڑھے اور چاہے التحیات پڑھکر کھڑی ہو کر بسم اللہ اور الحمد سے شروع کر دے اور اسی طرح چھٹی رکعت پر بیٹھکر بھی چاہے التحیات درود دعا سب کچھ پڑھ کے کھڑی ہو پھر سبحانک اللھم پڑھے اور چاہے فقط التحیات پڑھ کے کھڑی ہو کر بسم اللہ اور الحمد سے شروع کر دے اور آٹھویں رکعت پر بیٹھ کر سب کچھ پڑھکے سلام پھیرے اور اسی طرح ہر دو دو رکعت پر ان دونوں باتوں کا اختیار ہے۔

مسئلہ[3]۔ سنت اور نفل کی سب رکعتوں میں الحمد کے ساتھ سورت[2] ملانا واجب ہے اگر قصداً سورت نہ ملاوے گی تو گنہگار ہوگی اور اگر بھول گئی تو سجدہ سہو کرنا پڑیگا اور سجدہ سہو کا بیان آگے آوے گا۔

مسئلہ[4]۔ نفل نماز کی جب کسی نے نیت باندھ لی تو اب اس کا[3] پورا کرنا واجب ہوگیا اگر توڑ دیگی تو گنہگار ہوگی اور جو نماز توڑی ہے اسکی قضا پڑھنا پڑیگی لیکن نفل کی ہر دو[4] دو رکعت الگ ہیں اگرچہ چار یا چھ رکعت کی نیت باندھے تو فقط دو ہی رکعت کا پورا کرنا واجب ہوا چاروں رکعتیں واجب نہیں ہوئیں پس اگر کسی نے چار رکعت نفل کی نیت کی پھر دو رکعت پڑھ کے سلام پھیر دیا تو کچھ گناہ نہیں۔

مسئلہ[5]۔ اگر کسی[5] نے چار رکعت نفل کی نیت باندھی اور ابھی دو رکعتیں پوری نہ ہوئی تھیں کہ نماز توڑ دی تو فقط دو رکعت کی قضا پڑھے۔

مسئلہ[6]۔ اور اگر چار رکعت کی نیت[6] باندھی اور دو رکعت پڑھ چکی تیسری یا چوتھی

[7] اور آٹھوں سے پوری کرنا چاہے تک عبارت اس مرتبہ اضافہ ہوئی ۱۲ شبیر علی

[1] ولیتخیر فی الجلوس الاول من الرباعیۃ المؤکدۃ علی قراءۃ التشہد واذا قام للشفع الثانی من الرباعیۃ المؤکدۃ لا یاتی فی ابتداء الثالثۃ بدعاء الاستفتاح بخلاف الرباعیات المندوبۃ فیستفتح ویتعوذ ویصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ابتداء کل شفع منہا وقال فی شرح المنیۃ مسئلۃ الاستفتاح ونحوہ لیست مرویۃ من المتقدمین من الائمۃ وانما ہی اختیار بعض المتاخرین ۱۲ صـ۲۲۲ مراقی

[2] والثانی ضم سورۃ او ثلاث آیات فی جمیع رکعات النفل ۱۲ مراقی صـ۱۴۲

[3] ومن شرع فی صلوۃ التطوع او فی صوم التطوع ثم افسدہما فعلیہ قضاؤہما ۱۲

[4] وان شرع فی التطوع بنیۃ الاربع ثم قطع ای افسد ما شرع فیہ قبل اتمام شفع لایلزمہ الا شفع قال الشارح والاصل ان کل رکعتین من النفل صلوۃ علی حدۃ ۱۲ کبیری صـ۳۴۶ و صـ۳۴۷

[5] حوالہ بالا

[6] وان شرع فی الاربع من التطوع ولم یقعد فی آخر الرکعۃ الثانیۃ ای ترک القعدۃ الاولی فسدت صلوتہ تلک عند محمدؒ وزفرؒ فیقضی الرکعتین الاولیین عندہما لان کل رکعتین من النفل اذا افسدہما فعلیہ قضاؤہما فحسب دون قضاء ما قبلہما وما بعدہما لما لغیدہ لما تقرر ان کل شفعۃ صلوۃ علیحدۃ ۱۲ کبیری صـ۳۴۸

میں نیت توڑ دی تو اگر دوسری رکعت پر بیٹھکر اس نے التحیات وغیرہ پڑھی ہے تو فقط دو رکعت کی قضا پڑھے اور اگر دوسری رکعت پر نہیں بیٹھی بے التحیات پڑھے بھولے سے کھڑی ہوگئی یا قصداً کھڑی ہوگئی تو پوری چاروں رکعتوں کی قضا پڑھے۔

مسئلہ۔ ظہر کی چار رکعت سنت کی نیت[1] اگر ٹوٹ جاوے تو پوری چار رکعتیں پھر سے پڑھے چاہے دو رکعت پر بیٹھ کے التحیات پڑھی ہو یا نہ پڑھی ہو۔

مسئلہ۔ نفل نماز بیٹھکر پڑھنا[2] بھی درست ہے لیکن بیٹھکر پڑھنے سے آدھا ثواب ملتا ہے اس لئے کھڑے ہو کر پڑھنا بہتر ہے اسمیں وتر کے بعد کی نفلیں بھی آگئیں البتہ بیماری کی وجہ سے کھڑی نہ ہوسکے تو پورا ثواب ملیگا اور فرض نماز[ا] اور سنت جب تک مجبوری نہ ہو بیٹھ کر پڑھنا درست نہیں۔

مسئلہ۔ اگر نفل نماز کو بیٹھکر شروع کیا پھر کچھ بیٹھے بیٹھے[3] پڑھ کر کھڑی ہوگئی، یہ بھی درست ہے۔

مسئلہ۔ نفل نماز کھڑے ہو کر شروع کی پھر پہلی ہی[4] رکعت یا دوسری رکعت میں بیٹھ گئی تو یہ درست ہے۔

مسئلہ۔ نفل نماز کھڑے کھڑے[5] پڑھی لیکن ضعف کی وجہ سے تھک گئی تو کسی لاٹھی کی ٹیک لگا لینا اور اس کے سہارے سے کھڑا ہونا بھی درست ہو مکروہ نہیں۔

استخارہ کی نماز کا بیان

مسئلہ۔ جب[6] کوئی کام کرنیکا ارادہ کرے تو اللہ میاں سے صلاح لیلیوے اس صلاح لینے کو استخارہ کہتے ہیں۔ حدیث میں اسکی بہت ترغیب آئی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے صلاح نہ لینا اور استخارہ نہ کرنا بدبختی اور کم نصیبی کی بات ہے کہیں منگنی کرے یا بیاہ کرے یا سفر کرے یا اور کوئی کام کرے تو

[ا] لفظ فرض واجب نمازوں کو بھی شامل ہے کیونکہ عملاً واجب بھی فرض کے حکم میں ہے ان سنت سے صبح کی سنتیں مراد ہیں اور بعض نے تراویح کا بھی یہی حکم لکھا ہے ۱۲ تصحیح الاغلاط

[1] اذا شرع فی الاربع التی قبل الظہر او قبل الجمعۃ او بعدہا ثم قطع فی الشفع الاول او الثانی یلزمہ الاربع ای قضاءہا بالاتفاق ۱۲ کبیری صد ۳۷۷

[2] و یجوز التطوع قاعداً بغیر عذر و عن عمران بن حصین قال سألت النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن صلوۃ الرجل قاعداً فقال من صلی قائماً فہو افضل و من صلی قاعداً فلہ نصف اجر القائم ۱۲ کبیری صد ۲۶۸ و ان عجز المریض عن القیام و فی الفرض صلی قاعداً ۱۲ کبیری صد ۲۵۸

[3] اما لو افتتحہا قاعداً ثم قام فی اول رکعۃ او فیما بعدہا و اتمہا قائماً فلا خلاف فی جوازہ ۱۲ کبیری صد ۲۶۸

[4] و ان افتتح التطوع قائماً ثم اعیی فلا باس لہ ان یقعد ۱۲ کبیری صد ۲۶

[5] و ان افتتح التطوع قائماً ثم اعیی فلا باس ان یتوکا علی عصا او حائط ۱۲ کبیری صد ۲۶۷

[6] و ندب صلوۃ الاستخارۃ ای طلب ما فیہ الخیر و ہی تکون لامر فی المستقبل لیظہر اللہ تعالیٰ خیر الامرین ۱۲ مراقی مع الحاشیہ صد ۲۳۱ و قال صلی اللہ علیہ وسلم من سعادۃ ابن آدم استخارۃ اللہ تعالیٰ و من شقاوۃ ابن آدم ترکہ استخارۃ اللہ تعالیٰ ۱۲ صفحہ مذکورہ طحطاوی

بے استخارہ کئے نہ کرے تو انشاء اللہ تعالیٰ کبھی اپنے کئے پر پشیمان نہ ہوگی۔

مسئلہ۔ استخارہ کی نماز کا طریقہ یہ[1] ہے کہ پہلے دو رکعت نفل نماز پڑھے اسکے بعد خوب دل لگا کے یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ

اے اللہ میں تجھسے طلب خیر کرتا ہوں تیرے علم کے ذریعہ سے اور تجھ سے قدرت چاہتا ہوں تیری

بِقُدْرَتِکَ وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَآ اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ

قدرت کے ذریعہ سے اور تجھ سے سوال کرتا ہوں تیرے فضل عظیم سے پس تحقیق تو ہر شے پر قادر ہے اور میں بذات خود قادر نہیں اور تو علم والا ہے

وَلَآ اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ

اور میں (تیرے سامنے) عالم نہیں اور تو غیب داں ہے۔ اے اللہ اگر تیرے علم میں یہ بات ہے کہ یہ کام میرے واسطے بہتر ہے میرے دین

فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ فَاقْدِرْہُ وَیَسِّرْہُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ وَاِنْ

دنیا و انجام کار میں تو اس کام کو میرے واسطے مقدر اور آسان کر دے۔ پھر اس کام میں مجھ کو برکت عطا کر اور اگر تیرے

کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْہُ

علم میں یہ بات ہے کہ یہ کام میرے واسطے بدتر ہے میرے دین و دنیا و انجام کار میں تو اس کام کو مجھ سے دور کر دے اور مجھ کو

عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْہُ وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِہٖ اور جب

اس کام سے علیحدہ کر دے اور مقدر فرما دے میرے واسطے بہتری کو جہاں کہیں بھی ہو پھر مجھ کو اس نیکی کے ذریعہ سے راضی ہو جا ۱۲

ھٰذَا الْاَمْرَ پر پہونچے جس لفظ پر لکیر بنی ہے تو اس کے پڑھتے وقت اسی کام کا دھیان کرے جس کے لئے استخارہ کرنا چاہتی ہے اس کے بعد پاک وصاف بچھونے پر قبلہ کی طرف منھ کر کے باوضو سو جاوے جب سو کر اٹھے اسوقت جو بات دل میں مضبوطی سے آوے وہی بہتر ہے اسی کو کرنا چاہیئے۔

مسئلہ۔ اگر ایک[2] دن میں کچھ معلوم نہ ہوا اور دل کا خلجان اور تردد نہ جاوے تو دوسرے دن پھر ایسا کرے اسی طرح سات دن تک کرے انشاء اللہ تعالیٰ ضرور اس کام کی اچھائی برائی معلوم ہو جاوے گی۔

مسئلہ۔ اگر حج کے لئے جاتا ہو تو یہ استخارہ نہ کرے[3] کہ میں جاؤں یا نہ جاؤں بلکہ یوں استخارہ کرے کہ فلانے دن جاؤں کہ نہ جاؤں۔

[1] کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول اذا ھم احدکم بالامر فلیرکع رکعتین من غیر الفریضۃ ثم لیقل اللھم انی استخیرک الخ مراقی صہ ۲۳۱

[2] وینبغی ان یکررھا سبع مرات ۱۲ مراقی صہ ۲۳۲

[3] والاستخارۃ فی الحج والجہاد وجمیع ابواب الخیر تحمل علی تعیین الوقت لا نفس الفعل ۱۲ مراقی صہ ۲۳۲ و کبیری صہ ۴۹

نمازِ توبہ کا بیان

اگر کوئی بات[1] خلافِ شرع ہو جاوے تو دو رکعت نفل پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے خوب گڑگڑا کر اس سے توبہ کرے اور اپنے کئے پر پچھتاوے اور اللہ تعالیٰ سے معاف کرا کر اور آئندہ کے لئے پکا ارادہ کرے کہ اب کبھی نہ کروں گی اس سے بفضلِ خدا وہ گناہ معاف ہو جاتا ہے۔

قضا نمازوں کے پڑھنے کا بیان

مسئلہ[1]. جس[2] کی کوئی نماز چھوٹ گئی ہو تو جب یاد آوے فوراً اسکی قضا پڑھے بلا کسی عذر کے قضا پڑھنے میں دیر لگانا گناہ ہے سو جس کی کوئی نماز قضا ہو گئی اور اس نے فوراً اس کی قضا نہ پڑھی دوسرے وقت پر یا دوسرے دن پر ٹال دی کہ فلانے دن پڑھ لوں گی اور اس دن سے پہلے ہی اچانک موت سے مر گئی تو دوہرا گناہ ہوا، ایک تو نماز کے قضا ہو جانے کا اور دوسرے فوراً قضا نہ پڑھنے کا۔

مسئلہ[2]. اگر کسی کی نمازیں[3] قضا ہو گئیں تو جہاں تک ہو سکے جلدی سے سب کی قضا پڑھ لیوے ہو سکے تو ہمت کر کے ایک ہی وقت سب کی قضا پڑھ لے یہ ضروری نہیں ہے کہ ظہر کی قضا ظہر کے وقت پڑھے اور عصر کی قضا عصر کے وقت اور اگر بہت سی نمازیں کئی مہینے یا کئی برس کی قضا ہوں تو ان کی قضا بھی جہاں تک ہو سکے جلدی کرے ایک ایک وقت دو دو چار چار نمازیں قضا پڑھ لیا کرے اگر کوئی مجبوری یا ناچاری ہو تو خیر ایک وقت ایک ہی نماز کی قضا سہی یہ بہت کم درجہ کی بات ہے۔

مسئلہ[3]. قضا پڑھنے کا کوئی وقت[4] مقرر نہیں ہے جس وقت فرصت ہو وضو کر کے پڑھ لے البتہ اتنا خیال رکھے کہ مکروہ وقت نہ ہو۔

مسئلہ[4]. جس کی ایک ہی نماز قضا ہوئی[5] اس سے پہلے کوئی نماز اسکی قضا نہیں ہوئی یا اس سے پہلے نمازیں قضا تو ہوئیں لیکن سب کی قضا پڑھ چکی ہے فقط اسی ایک نماز

[1] ومنہ صلوۃ الاستغفار لمعصیۃ وقعت منہ لما روی عن علی عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما من عبد یذنب ذنبا فیتوضأ ویحسن الوضوء ثم یصلی رکعتین فیستغفر اللہ الا غفر لہ کذا فی القہستانی ۱۲ طحطاوی علی المراقی صـ۲۳۴

[2] من ترک صلوۃ لزمہ قضاؤہا سواء ترکہ لعذر غیر مسقط او لغیر عذر وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من نام عن صلوۃ او نسیہا فلیصلہا اذا ذکرہا فان ذلک وقتہا ۱۲ کبیری صـ۴۶۸ و صـ۴۶۹

[3] یجوز تاخیر الفوائت وان وجبت علی الفور لعذر السعی علی العیال وفی الحوائج علی الاصح ۱۲ درمختار صـ۴۸۶ وقریب عنہ ج۱ فی الطحطاوی صـ۲۵۵

[4] وجمیع اوقات العمر وقت للقضاء الا الثلثۃ المنہیۃ ۱۲ درمختار صـ۴۹۵ ج۱ وطحطاوی صـ۲۵۵

[5] الترتیب بین الفائتۃ والوقتیۃ لازم ۱۲ مراقی مع تغیر ما صـ۲۵۵

کی قضا پڑھنی باقی ہے تو پہلے اسکی قضا پڑھ لیوے تب کوئی ادا نماز پڑھے اگر بغیر قضا پڑھے ہوئے ادا نماز پڑھی تو ادا درست نہیں ہوئی قضا پڑھ کے پھر ادا پڑھے ہاں اگر قضا پڑھنی یاد نہیں رہی بالکل بھول گئی تو ادا درست ہو گئی اب یاد آوے تو فقط قضا پڑھ لیوے ادا کو نہ دہراوے۔

مسئلہ۔ اگر وقت بہت تنگ ہے کہ اگر پہلے قضا پڑھے گی تو ادا نماز[ع] کا وقت[1] باقی نہ رہے گا تو پہلے ادا پڑھ لے تب قضا پڑھے۔

مسئلہ۔ اگر دو یا تین یا چار یا پانچ نمازیں قضا ہو گئیں اور سوائے[2] ان نمازوں کے اس کے ذمہ کسی اور نماز کی قضا باقی نہیں ہے یعنی عمر بھر میں جب سے جوان ہوئی ہے کبھی کوئی نماز قضا نہیں ہوئی یا قضا تو ہو گئی لیکن سب کی قضا پڑھ چکی ہے تو جبتک ان پانچوں کی قضا نہ پڑھ لیوے تب تک ادا نماز پڑھنا درست نہیں ہے اور جب ان پانچوں کی قضا پڑھے تو اسطرح پڑھے کہ جو نماز سب سے اول چھوٹی ہے پہلے اسکی قضا پڑھے پھر اسکے بعد والی اسیطرح ترتیب سے پانچوں کی قضا پڑھے جیسے کسی نے پورے ایک دن کی نمازیں نہیں پڑھیں فجر ظہر، عصر، مغرب، عشا یہ پانچوں نمازیں چھوٹ گئیں تو پہلے فجر پھر ظہر پھر عصر پھر مغرب پھر عشاء اسی ترتیب سے قضا پڑھے اگر پہلے فجر کی قضا نہیں پڑھی بلکہ ظہر کی پڑھی یا عصر کی یا اور کوئی تو درست نہیں ہوئی پھر سے پڑھنا پڑے گی۔

مسئلہ۔ اگر کسی کی چھ نمازیں[3] قضا ہو گئیں تو اب بے ان کی قضا پڑھے ہوئے بھی ادا نماز پڑھنی جائز ہے اور جب ان چھ نمازوں کی قضا پڑھے تو جو نماز سب سے اول قضا ہوئی ہے پہلے اسی کی قضا پڑھنا واجب نہیں ہے بلکہ جو چاہے پہلے پڑھے اور جو چاہے پیچھے پڑھے سب جائز ہے اور اب ترتیب سے پڑھنی واجب نہیں۔

مسئلہ۔ دو چار مہینے یا دو چار برس[4] ہوئے کہ کسی کی چھ نمازیں یا زیادہ قضا ہو گئی تھیں اور اب تک ان کی قضا نہیں پڑھی لیکن اس کے بعد سے ہمیشہ نماز پڑھتی رہی کبھی قضا نہیں ہونے پائی مدت کے بعد اب پھر ایک نماز جاتی رہی تو اس صورت میں بھی

ع ادا نماز سے مراد فقط فرض اور واجب ہے نہ کہ سنت ۱۲

[1] وتسقط الترتیب باحد ثلثۃ اشیاء ضیق الوقت المستحب ۱۲ نور الایضاح مع الشرح صد ۲۵۶

[2] وکذا الترتیب بین الفوائت لازم ورتب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قضاء الفوائت یوم الخندق قال المحشی ولو کان الترتیب مستحباً لترکہ صلی اللہ علیہ وسلم مرۃ اذا شار الی ترکہ مرۃ لبیان الجواز ولم ینقل ۱۲ مراقی مع الحاشیہ صد ۲۵۶

[3] والثالث اذا صارت الفوائت ستا لانہ لو وجب الترتیب فیہا لوقعوا فی حرج عظیم ۱۲ مراقی صد ۲۵۷ لان الترتیب اذا سقط لبت صلوٰۃ حذراً من الافضاء الی تفویت الوقتیۃ فسقوطہ بسبع اولیٰ ۱۲ کبیری صد ۴۹۳

[4] ولا یعود الترتیب ایضاً بفوت حدیثۃ بعد ست قدیمۃ علی الاصح ۱۲ نور مع الشرح صد ۲۵۷

بغیر اس کی قضا پڑھے ہوئے ادا نماز پڑھنی درست ہے اور ترتیب واجب نہیں۔

مسئلہ۔ کسی کے ذمہ چھ نمازیں[1] یا بہت سی نمازیں قضا تھیں اس وجہ سے ترتیب سے پڑھنی اس پر واجب نہیں تھی لیکن اس نے ایک ایک دو دو کر کے سب کی قضا پڑھ لی اب کسی نماز کی قضا پڑھنی باقی نہیں رہی تو اب پھر جب ایک نماز یا پانچ نمازیں قضا ہو جاویں تو ترتیب سے پڑھنی پڑے گی اور بے ان پانچوں کی قضا پڑھے ادا نماز پڑھنی درست نہیں البتہ اب پھر اگر چھ نمازیں چھوٹ جاویں تو پھر ترتیب معاف ہو جاوے گی اور بغیر ان چھ نمازوں کے قضا پڑھے بھی ادا پڑھنی درست ہو گی۔

مسئلہ۔ کسی کی بہت سی[2] نمازیں قضا ہو گئی تھیں اس نے تھوڑی تھوڑی کر کے سب کی قضا پڑھ لی اب فقط چار پانچ نمازیں رہ گئیں تو اب ان چار پانچ نمازوں کو ترتیب سے پڑھنا واجب نہیں ہے بلکہ اختیار ہے جس طرح جی چاہے پڑھے اور بغیر ان باقی نمازوں کی قضا پڑھے ہوئے بھی ادا پڑھ لینا درست ہے۔

مسئلہ۔ اگر وتر کی نماز قضا ہو گئی اور سوائے[3] وتر کے کوئی اور نماز اسکے ذمہ قضا نہیں تو بغیر وتر کی قضا پڑھے ہوئے فجر کی نماز پڑھنی درست نہیں ہے اگر وتر کا قضا ہونا یاد ہو پھر بھی پہلے قضا نہ پڑھے بلکہ فجر کی نماز پڑھ لیوے تو اب قضا پڑھ کے فجر کی نماز پھر پڑھنی پڑے گی۔

مسئلہ۔ فقط عشاء کی نماز پڑھ کے سو رہی پھر تہجد کے وقت[4] اٹھی اور وضو کر کے تہجد اور وتر کی نماز پڑھی پھر صبح کو یاد آیا کہ عشاء کی نماز بھولے سے بے وضو پڑھ لی تھی تو اب فقط عشاء کی قضا پڑھے وتر کی قضا نہ پڑھے۔

مسئلہ۔ قضا فقط[5] فرض نمازوں اور وتر[6] کی پڑھی جاتی ہے سنتوں کی قضا نہیں ہے البتہ اگر فجر کی نماز قضا ہو جائے تو اگر دوپہر سے پہلے پہلے قضا پڑھے تو سنت

[1] فانہ لا قضی صلوٰۃ الشہر الا فرضا او فرضین نکثت الفوائت بعد الکثرۃ فلا یعود الترتیب الا ان یقضی الکل ۱۲ شرح وقایہ ص۱۵

[2] ولا یعود الترتیب بعودہا الی القلیلۃ بقضاء بعضہا ۱۲ مراقی ص۲۵۵

[3] فلو صلے فرضا ذاکرا فائتۃ ولو وترا فسد فرضہ ۱۲ مراقی

[4] ولیعید العشاء والسنۃ لا الوتر من علم انہ صلے العشاء بلا وضوء ۱۲ شرح وقایہ ص۱۵

[5] قولہ القضاء الواجب یفید ان السنۃ لا توصف بالقضاء ۱۲ طحطاوی ص۲۵۵ ولا تقضی اذا فاتت مع الفرض ودون غیرہا ۱۲ طحطاوی وقال الشامی فیقضیہا تبعا لقضائہ لو قبل الزوال ۱۲

ل پہلے عبارت مبہم تھی اب درست کی گئی ۱۲ شبیر علی

[6] یعنی خروج وقت کے بعد سوا فرض اور وتر کے کسی کی قضا نہیں اس مسئلہ پر شبہ اور اس کا جواب تتمہ ثالثہ امداد الفتاویٰ ص۱۱۶ و ص۱۱۷ میں درج ہے تصحیح الاغلاط جس سے مسئلہ مندرجہ کی تائید ہوتی ہے۔ ۱۲ شبیر علی ۱۲

اور فرض دونوں کی قضا پڑھے اور اگر دوپہر کے بعد قضا پڑھے تو فقط دو رکعت فرض کی قضا پڑھے۔

مسئلہ ۱۴۔ اگر فجر کا وقت تنگ ہو گیا اس لئے فقط دو رکعت فرض پڑھ لئے سنت چھوڑ دی تو بہتر ہے کہ سورج اونچا ہونے کے بعد سنت[1] کی قضا پڑھ لے لیکن دوپہر سے پہلے ہی پہلے پڑھے۔

مسئلہ ۱۵۔ کسی بے نمازی نے[2] توبہ کی تو جتنی نمازیں عمر بھر میں قضا ہوئی ہیں سب کی قضا پڑھنی واجب ہے توبہ سے نمازیں معاف نہیں ہوتیں البتہ نہ پڑھنے سے جو گناہ ہوا تھا وہ توبہ سے معاف ہو گیا اب ان کی قضا نہ پڑھے گی تو پھر گنہگار ہوگی۔

مسئلہ ۱۶۔ اگر کسی کی کچھ نمازیں[3] قضا ہو گئی ہوں اور ان کی قضا پڑھنے کی ابھی نوبت نہیں آئی تو مرتے وقت نمازوں کی طرف سے فدیہ دینے کی وصیت کر جانا واجب ہے نہیں تو گناہ ہو گا اور نماز کے فدیہ کا بیان روزے کے فدیہ کے ساتھ آویگا انشاء اللہ تعالیٰ

سجدۂ سہو کا بیان

مسئلہ ۱۔ نماز میں[4] جتنی چیزیں واجب ہیں اس میں سے ایک واجب یا کئی واجب اگر بھولے سے رہ جائیں تو سجدۂ سہو کرنا واجب ہے اور اس کے کر لینے سے نماز درست ہو جاتی ہے اگر سجدۂ سہو نہیں کیا تو نماز پھر سے پڑھے۔

مسئلہ ۲۔ اگر بھولے[5] سے نماز کا کوئی فرض چھوٹ جاوے تو سجدۂ سہو کرنے سے نماز درست نہیں ہوتی پھر سے پڑھے۔

مسئلہ ۳۔ سجدۂ سہو کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اخیر رکعت[6] میں فقط التحیات پڑھ کے ایک[7] طرف سلام پھیر کر دو سجدہ کرے پھر بیٹھ کر التحیات اور درود شریف اور دعا پڑھ کے دونوں طرف سلام پھیرے اور نماز ختم کرے۔

مسئلہ ۴۔ اگر کسی نے بھول[8] کر سلام پھیرنے سے پہلے ہی سجدۂ سہو کر لیا تب بھی

[7] یعنی داہنی طرف ۱۲

[1] واذا خاف فوت رکعتی الفجر لاشتغاله بسنتها ترکها والالا ۱۲ در مختار صـ۴۰۷

[2] التاخیر بلا عذر کبیرة لاتزول الا بالقضاء بل بالتوبة ای بعد القضاء ۱۲ شامی صـ۵۰۸

[3] ولو مات وعليه صلوات فائتة ای بان کان یقدر علی ادائها فیلزمه الایصاء بها ۱۲ شامی صـ۵۸۶ وکذا فی المراقی صـ۲۵۳

[4] ولا بترک الفرائض لان ترکه مفسد ان لم یتدارک فیعاد ۱۲ حواله بالا یعنی صغیری صـ۲۳۱

[5] وسجدة السهو سجدتان بعد السلام ثم قیل یسجد بعد تسلیمة واحدة وهو قول الجمهور ویتشهد بعد السجدتین ویسلم وقال الکرخی یاتی بالصلوۃ والادعیة فی قعدة السهو قال فی الهدایة هو الصحیح ۱۲ صغیری صـ۲۴۳

[6] والخلاف فی الافضلیة حتی لو سجد قبل السلام یجزءه عندنا ۱۲ صغیری صـ۲۴۳

[8] ویجب بتکرار الرکن بخوان یرکع مرتین ۱۲ حواله بالا صـ۲۳۲

ادا ہو گیا اور نماز صحیح ہو گئی۔

مسئلہ۵۔ اگر بھولے سے[1] دو رکوع کر لئے یا تین سجدے تو سجدۂ سہو کرنا واجب ہے۔

مسئلہ۶۔ نماز میں الحمد پڑھنا بھول گئی فقط سورت[2] پڑھی یا پہلے سورت پڑھی اور پھر الحمد پڑھی تو سجدۂ سہو کرنا واجب ہے۔

مسئلہ۷۔ فرض کی پہلی دو رکعتوں میں سورت ملانا بھول گئی تو پچھلی دونوں رکعتوں میں سورت ملاوے اور سجدۂ سہو کرے اور اگر پہلی دو رکعتوں میں سے ایک رکعت میں سورت نہیں ملائی تو پچھلی ایک رکعت[۲] میں سورت ملاوے اور سجدۂ سہو کرے اور اگر پچھلی رکعتوں میں بھی سورت ملانا یاد نہ رہا نہ پہلی رکعتوں میں سورت ملائی نہ پچھلی رکعتوں میں بالکل اخیر رکعت میں التحیات پڑھتے وقت یاد آیا کہ دونوں رکعتوں میں یا ایک رکعت میں سورت نہیں ملائی تب سجدۂ سہو کرنے سے نماز ہو جاوے گی۔

مسئلہ۸۔ سنت اور نفل کی سب[3] رکعتوں میں سورت کا ملانا واجب ہے اسلئے اگر کسی رکعت میں سورت ملانا بھول جاوے تو سجدۂ سہو کرے۔

مسئلہ۹۔ الحمد پڑھکر سوچنے لگی کہ کونسی سورت[4] پڑھوں اور اس سوچ بچار میں اتنی دیر لگ گئی جتنی دیر میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکتی ہے تو بھی سجدۂ سہو واجب ہے۔

مسئلہ۱۰۔ اگر بالکل اخیر رکعت میں التحیات اور درود پڑھنے کے بعد شبہ ہوا کہ میں نے چار رکعتیں پڑھی ہیں یا تین[5] اسی سوچ میں خاموش[س] بیٹھی رہی اور سلام پھیرنے میں اتنی دیر لگ گئی جتنی دیر میں تین دفعہ سبحان اللہ کہہ سکتی ہے پھر یاد آ گیا کہ میں نے چاروں رکعتیں پڑھ لیں تو اس صورت میں بھی سجدۂ سہو کرنا واجب ہے۔

مسئلہ۱۱۔ جب الحمد اور سورت[6] پڑھ چکی بھولے سے کچھ سوچنے لگی اور رکوع کرنے میں اتنی دیر ہو گئی جتنی کہ اوپر بیان ہوئی تو بھی سجدۂ سہو کرنا واجب ہے۔

مسئلہ۱۲۔ اسی طرح اگر پڑھتے پڑھتے درمیان[7] میں رک گئی اور کچھ سوچنے لگی

[۲] یعنی پچھلی پہلی رکعت میں ملا لیوے ۱۲

[س] خاموش کی قید اس مرتبہ اضافہ ہوئی ۱۲ شبیر علی

[1] ویجب بترک الواجب ۱۲ حوالہ بالا ص ۲۳۲

[2] قالوا بترک اکثرہا ای الفاتحۃ یسجد للسہو ۱۲ طحطاوی ص ۱۴۲ ومن الواجبات تقدیمہا علی السورۃ ۱۲ صغیری ص ۱۶۱ ولو ترک السورۃ فی رکعۃ من اولی المغرب او فی جمیع اولی العشاء قرأہا ای السورۃ فی الاخریین من العشاء او الثالثۃ من المغرب مع الفاتحۃ جہرا قال المحشی واعلم انہ اذا لم یقرء فی الشفع الاول شیئا یقرء فی الشفع الثانی الفاتحۃ الکتاب وسورۃ ویجہر بہما فی قولہم ویسجد للسہو کذا فی الخانیۃ نقلہ الطحطاوی ص ۱۳۸

[3] ومن الواجبات ضم السورۃ ۱۲ صغیری ص ۱۶۱

[4] وان طال تفکرہ ان کان قدر اداء رکن وجب علیہ سجدۃ السہو ۱۲ مراقی ص ۲۷۵ وقال فی الکبیری ص ۴۳۵ او فرغ من الفاتحۃ وتفکر ای سورۃ یقرء وطال تفکرہ یجب علیہ سجود السہو ۱۲

[5] او شک انہ صلی ثلثا او اربعا وشغلہ عن التسلیم ونحو ذلک وطال تفکرہ یجب علیہ سجود السہو ۱۲ کبیری ص ۴۳۴

[6] وحکم التفکر انہ ان منعہ عن اداء رکن کقراءۃ آیۃ او ثلث او رکوع او سجود او اداء واجب یلزمہ السہو وان لم یمنعہ من شیٔ من ذلک بان کان یؤدی الارکان ویتفکر لا یلزمہ السہو ۱۲ کبیری ص ۴۳۵

[7] یعنی ولیہ سابقا ۱۲

اور سوچنے میں دیر لگ گئی یا جب دوسری یا چوتھی رکعت پر التحیات کے لئے بیٹھی تو فوراً التحیات نہیں شروع کی کچھ سوچنے میں اتنی دیر لگ گئی یا جب رکوع سے اٹھی تو دیر تک کھڑی کچھ سوچا کی یا دونوں سجدہ کے بیچ میں جب بیٹھی تو کچھ سوچنے میں اتنی دیر لگا دی تو ان سب صورتوں میں سجدہ سہو کرنا واجب ہے غرضکہ جب بھولے سے کسی بات کے کرنے میں دیر کر دے گی یا کسی بات کے سوچنے کی وجہ سے دیر لگ جاوے گی تو سجدۂ سہو واجب ہوگا۔

مسئلہ ۱۲. تین رکعت یا چار رکعت[1] فرض نماز میں جب دو رکعت پر التحیات کے لئے بیٹھی تو دو دفعہ التحیات پڑھ گئی تو بھی سجدۂ سہو واجب ہے اور اگر التحیات کے بعد اتنی درود شریف بھی پڑھ گئی اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ یا اس سے زیادہ پڑھ گئی تب یاد آیا اور اٹھ کھڑی ہوئی تو بھی سجدۂ سہو واجب ہے اور اگر اس سے کم پڑھا ہو تو سہو کا سجدہ واجب نہیں۔

مسئلہ ۱۳. نفل نماز میں[2] دو رکعت پر بیٹھ کر التحیات کے ساتھ درود شریف بھی پڑھنی جائز ہے اس لئے نفل میں درود شریف کے پڑھنے سے سجدہ سہو کا نہیں ہوتا البتہ اگر دو دفعہ التحیات پڑھ جاوے تو نفل میں بھی سجدۂ سہو واجب ہے۔

مسئلہ ۱۴. التحیات[3] پڑھنے بیٹھی مگر بھولے سے التحیات کی جگہ کچھ اور پڑھ گئی یا الحمد پڑھنے لگی تو بھی سہو کا سجدہ واجب ہے۔

مسئلہ ۱۵. نیت باندھنے کے بعد سبحانک اللّٰھم کی جگہ دعاء قنوت پڑھنے لگی[4] تو سہو کا سجدہ واجب نہیں اسی طرح فرض کی تیسری یا چوتھی رکعت میں اگر الحمد کی جگہ التحیات یا کچھ اور پڑھنے لگی تو بھی سجدۂ سہو واجب نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۶. تین رکعت یا چار رکعت[5] والی نماز میں بیچ میں بیٹھنا بھول گئی اور دو رکعت پڑھ کے تیسری رکعت کے لئے کھڑی ہو گئی تو اگر نیچے کا آدھا دھڑ ابھی سیدھا نہ ہوا ہو تو بیٹھ جاوے اور التحیات پڑھ لے تب کھڑی ہو اور ایسی حالت میں سجدۂ سہو کرنا

[4] خواہ دعاء قنوت کے بعد سبحانک اللّٰھم پڑھا یا نہ پڑھا ۱۲

[1] ولو زاد فی التشہد فی القعدة الاولٰی علی التشہد شیئا نظران قال اللّٰھم صل علی محمد وعلٰی آل محمد یجب علیہ سجود السہو لانہ اخر الفرض وہو القیام وروی عن ابی حنیفة انہ ان زاد حرفا واحدا یجب علیہ سجود السہو وروی عنہما انہ ان قال اللّٰھم صل علی محمد لا یجب علیہ سجود السہو ما لم یقل وعلی آل محمد وکان الشیخ ظہیر الدین یقول لا یجب سجود السہو بقولہ اللّٰھم صل علی محمد ونحوہ انما المعتبر مقدار ما یؤدی فیہ رکن ۱۲ کبیری ص۴۳۲

[2] بخلاف الرباعیات المندوبة فیستفتح ویتعوذ ویصلی علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی کل شفع منہا ۱۲ مراقی ص۲۲۸ وقال فی مختصر الوقایة ص۱۳ یجب بعد سلام سجدتان اذا قدم رکنا او اخرہ او کررہ وغیرہ واجبا ۱۲

[3] لو قرء الفاتحة او آیة من القرآن فی القعدة کان علیہ السہو ۱۲ قاضی خاں ص۹۹

[4] ولا یجب السہو بترک ثناء الافتتاح ولو لم یقرء شیئا من القرآن فی الشفع الثانی ولم یسبح روی ابو یوسف عن ابی حنیفة انہ لا جرم علیہ فی العمد ولا سجود فی السہو وعلیہ الاعتماد ۱۲ ملخص ما فی قاضی خاں ص۱۰۰ وان لم یقرء الفاتحة فی الشفع الثانی لا سہو علیہ ۱۲ قاضی خاں ص۹۹

[5] وان سہا عن القعود الاول من الفرض عاد الیہ ما لم یستو قائما وان استوی قائما فلا یجلس ویسجد للسہو فان عاد وہو الی القیام اقرب سجد للسہو وان کان الی القعود اقرب لا یسجد علیہ فی الاصح ۱۲ مراقی ص۲۷۰ قولہ وہو الی القیام اقرب ای بان استوی النصف الاسفل مع انحناء الظہر وہو الاصح فی تفسیرہ ۱۲ ص۲۷۰ مراقی

واجب نہیں اور اگر نیچے کا آدھا دھڑ سیدھا ہو گیا تو نہ بیٹھے بلکہ کھڑی ہو کر چاروں رکعتیں پڑھ لیوے فقط اخیر میں بیٹھے اور اس صورت میں سجدۂ سہو واجب ہے اگر سیدھی کھڑی ہو جانے کے بعد پھر لوٹ آوے گی اور بیٹھ کر التحیات پڑھے گی تو گنہگار ہوگی اور سجدۂ سہو کرنا اب بھی واجب ہوگا۔

مسئلہ ۱۸۔ اگر چوتھی رکعت پر بیٹھنا بھول گئی تو اگر نیچے کا دھڑ ابھی سیدھا نہیں ہوا تو بیٹھ جاوے اور التحیات درود وغیرہ پڑھ کے سلام پھیرے اور سجدۂ سہو نہ کرے اور اگر سیدھی کھڑی ہوگئی ہو تب بھی بیٹھ جاوے بلکہ اگر الحمد اور سورت بھی پڑھ چکی ہو یا رکوع بھی کر چکی ہو تب بھی بیٹھ جائے اور التحیات پڑھ کے سجدۂ سہو کرلے البتہ اگر رکوع کے بعد بھی یاد نہ آیا اور پانچویں رکعت کا سجدہ کرلیا تو فرض پھر سے پڑھے یہ نماز نفل ہوگئی ایک رکعت اور ملا کے پوری چھ رکعت کرلے اور سجدۂ سہو نہ کرے اور ایک رکعت اور نہیں ملائی یا پانچویں رکعت پر سلام پھیر دیا تو چار رکعتیں نفل ہوگئیں اور ایک رکعت اکارت گئی۔

مسئلہ ۱۹۔ اگر چوتھی رکعت پر بیٹھی اور التحیات پڑھ کے کھڑی ہوگئی تو سجدہ کرنے سے پہلے جب یاد آوے تو بیٹھ جاوے اور التحیات نہ پڑھے بلکہ بیٹھ کر ترت سلام پھیر کے سجدۂ سہو کرے اور اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کر چکی تب یاد آیا تو ایک رکعت اور ملا کے چھ کرلے چار فرض ہوگئیں اور دو نفل اور چھٹی رکعت پر سجدۂ سہو بھی کرے اگر پانچویں رکعت پر سلام پھیر دیا اور سجدۂ سہو کرلیا تو برا کیا چار فرض ہوئے اور ایک رکعت اکارت گئی۔

مسئلہ ۲۰۔ اگر چار رکعت نفل نماز پڑھی اور بیچ میں بیٹھنا بھول گئی تو جب تک تیسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تب تک یاد آنے پر بیٹھ جانا چاہیئے اگر سجدہ کرلیا تو خیر تب بھی نماز ہوگئی اور سجدۂ سہو ان دونوں صورتوں میں واجب ہے۔

مسئلہ ۲۱۔ اگر نماز میں شک ہو گیا کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار رکعتیں تو اگر یہ شک اتفاق سے ہو گیا ہے ایسا شبہ پڑنے کی اس کی عادت نہیں ہے تو پھر سے نماز پڑھے اور اگر شک کرنے کی عادت ہے اور اکثر ایسا شبہ پڑ جاتا ہے تو دل میں سوچ کر دیکھے کہ دل زیادہ کدھر جاتا ہے اگر زیادہ گمان تین رکعت پڑھنے کا ہو تو ایک اور پڑھ لے اور سجدۂ سہو واجب نہیں ہے اور

۱؎ وان سہا عن القعود الاخیر عاد مالم یسجد وسجد للسہو قال المحشی سواء کان الی القیام اقرب او الی القعود اقرب ۱۲ طحطاوی علی المراقی صہ ۲۷۱

۲؎ فان لم یعد حتی سجد للزائدۃ صار فرضہ نفلا وضم سادسۃ ان شاء ۱۲ مراقی صہ ۲۷۲

۳؎ وان جلس الاخیر قدر التشہد ثم قام عاد وسلم من غیر اعادۃ التشہد فان سجد لم یبطل فرضہ وضم استحبابا الیہا اخری لیصیر الزائد تان نافلۃ وسجد للسہو قال المحشی وقیل ضم وجوبا ۱۲ طحطاوی علی المراقی صہ ۲۷۳

۴؎ کالمتنفل اذا قام بعود ولو استتم قاعدا لکل نفل صلوۃ علی حدۃ وقعود ہا فرض فیعود الیہ قال المحشی فیکون رفض الفرض لمکان فرض فیجوز مالم یسجد للثالثۃ کذا فی الشرح مراقی مع الحاشیہ صہ ۲۷۰

۵؎ ومن شک اول مرۃ انہ کم صلے استانف وان کثر اخذ بغالب الظن وان لم یغلب فبالاقل لکن یقعد حیث توہم آخر صلوتہ ۱۲ مختصر الوقایہ صہ ۲۳ قال الطحطاوی والمصنف اغفل الکلام علی سجود السہو وہو مما لا ینبغی وصرح فی البحر عن الفتح بوجوبہ فی صورۃ الشک ۱۲ طحطاوی صہ ۲۷۷

اگر زیادہ گمان یہی ہے کہ میں نے چاروں رکعتیں پڑھ لی ہیں تو اور رکعت نہ پڑھے اور سجدہ سہو بھی نہ کرے اور اگر سوچنے کے بعد بھی دونوں طرف برابر خیال رہے نہ تین رکعت کی طرف زیادہ گمان جاتا ہے اور نہ چار کی طرف تو تین ہی رکعتیں سمجھے اور ایک رکعت اور پڑھ لے لیکن اس صورت میں تیسری رکعت پر بھی بیٹھکر التحیات پڑھے تب کھڑی ہو کے چوتھی رکعت پڑھے اور سجدہ سہو بھی کرے۔

مسئلہ[۲۲]۔ اگر یہ شک ہوا کہ پہلی رکعت ہے یا دوسری رکعت تو اس کا یہی حکم ہے کہ اگر اتفاق سے یہ شک پڑا ہو تو پھر سے[۱] پڑھے اور اگر اکثر شک پڑ جاتا ہو تو جدھر زیادہ گمان جاوے اسکو اختیار کرے اور اگر دونوں طرف برابر گمان رہے کسی طرف زیادہ نہ ہو تو ایک ہی سمجھے لیکن اس پہلی رکعت پر بیٹھ کر التحیات پڑھے کہ شاید یہ دوسری رکعت ہو اور دوسری رکعت پڑھ کے پھر بیٹھے اور اسمیں الحمد کے ساتھ سورت بھی ملاوے پھر تیسری رکعت پڑھکر بھی بیٹھے کہ شاید یہی چوتھی ہو پھر چوتھی رکعت پڑھے اور سجدۂ سہو کر کے سلام پھیرے۔

مسئلہ[۲۳]۔ اگر یہ شک ہوا کہ یہ دوسری رکعت[۲] ہے یا تیسری تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر دونوں گمان برابر درجے کے ہوں تو دوسری رکعت پر بیٹھ کر تیسری رکعت پڑھے اور پھر بیٹھ کے التحیات پڑھے کہ شاید یہی چوتھی ہو پھر چوتھی پڑھے اور سجدۂ سہو کر کے سلام پھیرے۔

مسئلہ[۲۴]۔ اگر نماز پڑھ چکنے کے بعد یہ شک ہوا کہ نہ معلوم[۳] تین رکعتیں پڑھیں یا چار تو اس شک کا کچھ اعتبار نہیں نماز ہو گئی البتہ اگر ٹھیک یاد آ جاوے کہ تین ہی ہوئیں تو پھر کھڑی ہو کر ایک رکعت اور پڑھ لیوے اور سجدۂ سہو کر لے اور اگر پڑھ کے بول پڑی ہو یا اور کوئی ایسی بات کی جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے تو پھر سے پڑھے اسی طرح اگر التحیات پڑھ چکنے کے بعد یہ شک ہوا تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ جب تک ٹھیک یاد نہ آوے اس کا کچھ اعتبار نہ کرے لیکن اگر کوئی احتیاط[۵] کی راہ سے نماز پھر سے پڑھ لے تو اچھا ہے کہ دل کی کھٹک نکل جاوے اور شبہ باقی نہ رہے۔

مسئلہ[۲۵]۔ اگر نماز میں کئی باتیں ایسی ہو گئیں جن سے سجدہ سہو واجب[۴] ہوتا ہے تو

[۱] دلیل ہذہ المسئلۃ الیضاً مضی سابقاً فتدبر ۱۲

[۲] حوالہ بالا

[۳] فلو شک بعد سلامہ او بعد قعودہ قدر التشہد قبل السلام فی عدد الرکعات لا یعتبر شکہ فلا شئی علیہ الا ان یتیقن بالترک فیاتی بما ترکہ ۱۲ مراقی صہ ۲۷۶

[۴] ولو سہی فی صلوٰۃ مراراً یکفیہ سجدتان ۱۲ عالمگیری صہ ۸۴

[۵] مگر پھر نماز پوری کر کے دوبارہ پڑھے اس نماز کو نہ توڑے ۱۲

ایک ہی سجدہ سب کی طرف سے ہو جاوے گا ایک نماز میں دو دفعہ سجدۂ سہو نہیں کیا جاتا۔

مسئلہ ۲۶۔ سجدہ سہو کرنے کے بعد پھر کوئی بات[1] ایسی ہو گئی جس سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے تو وہی پہلا سجدۂ سہو کافی ہے اب پھر سجدۂ سہو نہ کرے۔

مسئلہ ۲۷۔ نماز میں کچھ بھول گئی تھی جس[2] سے سجدۂ سہو واجب تھا لیکن سجدہ کرنا بھول گئی اور دونوں طرف سلام پھیر دیا لیکن ابھی اسی جگہ بیٹھی ہے اور سینہ قبلہ کی طرف سے نہیں پھیرا نہ کسی سے کچھ بولی نہ کوئی اور ایسی بات ہوئی جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے تو اب سجدۂ سہو کر لے بلکہ اگر اسی طرح بیٹھے بیٹھے کلمہ اور درود شریف وغیرہ کوئی وظیفہ بھی پڑھنے لگی ہو تب بھی کچھ حرج نہیں اب سجدۂ سہو کر لے تو نماز ہو جاوے گی۔

مسئلہ ۲۸۔ سجدۂ سہو واجب[3] تھا اور اس نے قصداً دونوں طرف سلام پھیر دیا اور یہ نیت کی کہ میں سجدۂ سہو نہ کروں گی تب بھی جب تک کوئی ایسی بات نہ ہو جس سے نماز جاتی رہتی ہے سجدۂ سہو کر لینے کا اختیار رہتا ہے۔

مسئلہ ۲۹۔ چار رکعت[4] والی یا تین رکعت والی نماز میں بھولے سے دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو اب اٹھ کر اس نماز کو پورا کر لے اور سجدۂ سہو کر لے البتہ اگر سلام پھیرنے کے بعد کوئی ایسی بات ہو گئی جس سے نماز جاتی رہتی ہے تو پھر سے نماز پڑھے۔

مسئلہ ۳۰۔ بھولے[5] سے وتر کی پہلی یا دوسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھ گئی تو اس کا کچھ اعتبار نہیں تیسری رکعت میں پھر پڑھے اور سجدۂ سہو کرے۔

مسئلہ ۳۱۔ وتر کی نماز میں شبہ ہوا کہ نہ معلوم یہ دوسری[6] رکعت ہے یا تیسری رکعت اور کسی بات کی طرف زیادہ گمان نہیں ہے بلکہ دونوں طرف برابر درجہ کا گمان ہے تو اسی رکعت میں دعائے قنوت پڑھے اور بیٹھ کر التحیات کے بعد کھڑی ہو کر ایک رکعت اور پڑھے اور اس میں بھی دعائے قنوت پڑھے اور اخیر میں سجدۂ سہو کرے۔

مسئلہ ۳۲۔ وتر میں دعائے قنوت کی جگہ سبحانک اللہم پڑھ گئی پھر جب یاد آیا تو دعائے قنوت پڑھی تو سجدہ سہو کا واجب نہیں۔

مسئلہ ۳۳۔ وتر میں دعائے[7] قنوت پڑھنا بھول گئی سورت پڑھ کے رکوع میں چلی گئی

[1] لان تکرارہ غیر مشروع در مختار ص۷۷

[2] وان سلم من علیہ السہو یرید قطع الصلوٰۃ یعنی انہ لا یرید عند سلامہ سجدۃ السہو ای ان یسجد للسہو بل نوی ان لا یسجد لہ ثم بدا لہ ان یسجد للسہو فلہ ان یسجد ما لم یتکلم ولا یتحول عن القبلۃ ۱۲ صغیری ص۲۳۷

[3] دلیلہ ما مر آنفا ۱۲

[4] ولو سلم علی راس الرکعتین علی ظن انہا رابعۃ فانہ یمضی علی صلوتہ ویسجد للسہو ۱۲ قاضی خاں ص۶۲

[5] عن الصدر الشہید ان المصلی ایضا یقنت ثانیا وہو الاوجہ ۱۲ صغیری وکبیری ص۲۱۲

[6] وان شک انہ فی الرکعۃ الثالثۃ من الوتر ام فی الرکعۃ الثانیۃ منہ ولم یترجح احد الامرین یبنی علی الاقل فیصلی الرکعۃ التی ہو فیہا ویقعد ثم یصلی اخری ویقنت فیہما ۱۲ صغیری ص۲۱۲ وکبیری

[7] لو ترک القنوت تذکر فی القعدۃ او بعد ما قام من الرکوع لا یقنت وعلیہ السہو ۱۲ قاضی خاں ص۶۰

تو سجدۂ سہو واجب ہے۔

مسئلہ[۲۴]۔ الحمد پڑھ کے دو سورتیں یا تین سورتیں[1] پڑھ گئی تو کچھ ڈر نہیں اور سجدۂ سہو واجب نہیں۔

مسئلہ[۲۵]۔ فرض نماز میں پچھلی دونوں[2] رکعتوں یا ایک رکعت میں سورت ملالی تو سجدۂ سہو واجب نہیں۔

مسئلہ[۲۶]۔ نماز کے اوّل میں سبحانک اللھم پڑھنا بھول[3] گئی یا رکوع میں سبحان ربی العظیم نہیں پڑھا یا سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ نہیں کہا یا رکوع سے اٹھکر سمع اللہ لمن حمدہ کہنا یاد نہ رہا یا نیت باندھتے وقت کندھے تک ہاتھ نہیں اٹھائے یا اخیر رکعت میں درود شریف یا دعا نہیں پڑھی یوں ہی سلام پھیر دیا تو ان سب صورتوں میں سجدۂ سہو واجب نہیں ہے۔

مسئلہ[۲۷]۔ فرض کی دونوں پچھلی رکعتوں میں[4] یا ایک رکعت میں الحمد پڑھنی بھول گئی چپکے کھڑی[۱] رہ کے رکوع میں چلی گئی تو بھی سجدۂ سہو واجب نہیں۔

مسئلہ[۲۸]۔ جن چیزوں کو بھول کر کرنے سے سجدۂ سہو[5] واجب ہوتا ہے اگر ان کو کوئی قصداً کرے تو سجدۂ سہو واجب نہیں بلکہ نماز پھر سے پڑھے۔ اگر سجدۂ سہو کر بھی لیا تب بھی نماز نہیں ہوئی جو چیزیں نماز میں نہ فرض ہیں نہ واجب ان کو بھولکر چھوڑ دینے سے نماز ہو جاتی ہے اور سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا۔

سجدۂ تلاوت کا بیان

مسئلہ[۱]۔ قرآن[6] شریف میں سجدے تلاوت کے چودہ ہیں جہاں جہاں کلام مجید کے کنارہ پر سجدہ لکھا رہتا ہے اس آیت کو پڑھ کر سجدہ کرنا واجب ہو جاتا ہے اور اس سجدہ کو سجدۂ تلاوت کہتے ہیں۔

مسئلہ[۲]۔ سجدۂ تلاوت کرنے[7] کا طریقہ[عـہ] یہ ہے کہ اللہ اکبر کہہ کے سجدہ کرے اور اللہ اکبر

[1] ولا یکرہ تکرار السورۃ فی رکعۃ واحدۃ من الفرض و قید بالفرض لانہ لا یکرہ فی النفل ۱۲ مراقی صـ ۲۰۵

[2] ولا یکرہ الضم فی الاخیرتین المختار لا کما فی الدر ۱۲ طحطاوی صـ ۱۴۴

[3] لا یجب السہو بترک رفع الیدین فی تکبیرۃ الافتتاح ولا بترک ثناء والتعوذ والتامین ولا بترک التسمیۃ فی الرکعۃ الاولیٰ ولا بترک سمع اللہ لمن حمدہ وربنا لک الحمد ۱۲ قاضی خاں صـ ۶۰

[4] لو لم یقرء شیئا من القرآن فی الشفع الثانی ولم یسبح روی ابو یوسفؒ عن ابی حنیفۃؒ انہ لا حرج علیہ فی العمد ولا سجود فی السہو وعلیہ الاعتماد ۱۲ قاضی خاں صـ ۶۰

[5] وان کان ترکہ عمداً ای الواجب اثم ووجب علیہ اعادۃ الصلوۃ ولا یسجد فی الترک العمد للسہو ۱۲ مراقی صـ ۲۶۸

[6] تجب سجدۃ علی من تلا آیۃ من اربع عشرۃ ۱۲ مختصر وقایہ صـ ۳۳

[7] تجب سجدۃ بین تکبیرتین بشرط الصلوۃ بلا رفع ید و تشہد وسلام وفیہا سنۃ السجود ۱۲ حوالہ بالا

[۱] جبکہ تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار کھڑی رہی ہو ورنہ نماز پھر سے لوٹا دے ۱۲ محشی

[عـہ] اس مسئلہ کے متعلق سوال وجواب تتمہ امداد الفتاویٰ صـ ۲۶ میں درج ہے ۱۲ تصحیح الاغلاط جس سے مسئلہ ہذا کی تائید ہوتی ہے۔ شبیر علی

کہنے وقت ہاتھ نہ اٹھاوے سجدہ میں کم سے کم تین دفعہ سبحان ربی الاعلیٰ کہہ کے پھر اللہ اکبر کہہ کے سر اٹھا لیوے بس سجدۂ تلاوت ادا ہو گیا۔

مسئلہ۔ بہتر یہ[1] ہے کہ کھڑی ہو کر اول اللہ اکبر کہہ کے سجدہ میں جاوے پھر اللہ اکبر کہہ کے کھڑی ہو جاوے اور اگر بیٹھ کر اللہ اکبر کہکر سجدہ میں جاوے پھر اللہ اکبر کہکے اٹھ بیٹھے کھڑی نہ ہو تب بھی درست ہے۔

مسئلہ۔ سجدہ کی آیت کو جو شخص پڑھے اس پر بھی[2] سجدہ کرنا واجب ہے اور جو سنے اس پر بھی واجب ہو جاتا ہے چاہے قرآن شریف سننے کے قصد سے بیٹھی ہو یا کسی اور کام میں لگی ہو اور بغیر قصد کے سجدہ کی آیت سن لی ہو اس لئے بہتر یہ ہے کہ سجدہ کی آیت کو آہستہ سے پڑھے تاکہ کسی اور پر سجدہ واجب نہ ہو۔

مسئلہ۔ جو چیزیں نماز کے لئے شرط ہیں وہ[3] سجدہ تلاوت کے لئے بھی شرط ہیں یعنی وضو کا ہونا، جگہ کا پاک ہونا، بدن اور کپڑے کا پاک ہونا قبلہ کی طرف سجدہ کرنا وغیرہ۔

مسئلہ۔ جس طرح نماز کا سجدہ کیا جاتا ہے اسی[4] طرح سجدۂ تلاوت بھی کرنا چاہیئے بعضی عورتیں قرآن شریف ہی پر سجدہ کر لیتی ہیں اس سے سجدہ ادا نہیں ہوتا، اور سر سے نہیں اترتا۔

مسئلہ۔ اگر کسی کا وضو اس وقت نہ ہو تو پھر کسی[5] وقت وضو کر کے سجدہ کرے فوراً اسی وقت سجدہ کرنا ضروری نہیں ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ اسی وقت سجدہ کر لے کیونکہ شاید بعد میں یاد نہ رہے۔

مسئلہ۔ اگر کسی کے ذمہ بہت سے سجدے تلاوت کے باقی ہوں[6] اب تک ادا نہ کئے ہوں تو اب ادا کرلے عمر بھر میں کبھی نہ کبھی ادا کر لینے چاہئیں کبھی ادا نہ کریگی تو گنہگار ہوگی۔

مسئلہ۔ اگر حیض یا نفاس کی[7] حالت میں کسی سے سجدہ کی آیت سن لی تو اس پر

---

[1] ویستحب ان یقوم لہا فیسجد للقیام وفی الظہیریۃ انہ یستحب القیام بعد الرفع منہا وقال قیل ذلک والتکبیرتان مستحبتان ۱۲ کبیری صہ ۴۶۴ و صہ ۴۶۳

[2] قالوا السجدۃ علی من تلاہا وعلی من سمعہا وسواء قصد السماع اولم یقصد ۱۲ کبیری صہ ۴۶۲ ویستحب للتالی اخفاءہا ۱۲ حوالہ بالا صہ ۴۶۵

[3] اما اشتراط شرائط الصلوٰۃ فبالاجماع ۱۲ حوالہ بالا وقاضی خاں صہ ۶۷

[4] یفہم دلیلہ مما مر آنفا ۱۲

[5] ولا تجب علی الفور حتی لو سجدلہا بعد سنۃ اواکثر تقع اداء ۱۲ کبیری صہ ۴۶۵

[6] یفہم دلیلہ مما مر آنفا ۱۲

[7] اما الحائض والنفساء فلا تجب علیہما تلاوۃ وسماعا ۱۲ مراقی صہ ۲۸۰ وکذا تجب علی الجنب ایضا کبیری صہ ۴۶۴

سجدہ کی آیت سن کر اگر کسی وجہ سے فوراً سجدہ نہیں کر سکتی تو مستحب یہ ہے کہ سمعنا واطعنا غفرانک ربنا والیک المصیر پڑھ لے ۱۲ شامی صہ ۸۰۶ ج ۱

سجدہ واجب نہیں ہوا اور اگر ایسی حالت میں سنا جبکہ اس پر نہانا واجب تھا تو نہانے کے بعد سجدہ کرنا واجب ہے۔

مسئلہ ۱۰۔ اگر بیماری کی حالت میں سننے اور سجدہ کرنے کی طاقت نہ ہو[۱] تو جس طرح نماز کا سجدہ اشارہ سے کرتی ہے اسی طرح اس کا سجدہ بھی اشارے سے کرے۔

مسئلہ ۱۱۔ اگر نماز میں سجدہ کی آیت پڑھے تو وہ آیت[۲] پڑھنے کے بعد ترت نماز ہی میں سجدہ کرلے پھر باقی سورت پڑھ کے رکوع میں جاوے اگر اس آیت کو پڑھ کر ترت سجدہ نہ کیا اس کے بعد دو آیتیں یا تین آیتیں اور پڑھ لیں تب سجدہ کیا تو یہ بھی درست ہے اور اگر اس سے بھی زیادہ پڑھ گئی تب سجدہ کیا تو سجدہ تو ادا ہو گیا لیکن گنہگار ہوئی۔

مسئلہ ۱۲۔ اگر نماز میں سجدہ کی آیت[۳] پڑھی اور نماز ہی میں سجدہ نہ کیا تو اب نماز کے بعد سجدہ کرنے سے ادا نہ ہوگا ہمیشہ کے لئے گنہگار رہے گی اب سوائے توبہ استغفار کے اور کوئی صورت معافی کی نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۳۔ سجدہ کی آیت پڑھ کر اگر ترت[۴] رکوع میں چلی جاوے اور رکوع میں یہ نیت کرلے کہ میں سجدۂ تلاوت کی طرف سے بھی یہی رکوع کرتی ہوں۔ تب بھی وہ سجدہ[۵] ادا ہو جاوے گا اور اگر رکوع میں یہ نیت نہیں کی تو رکوع کے بعد سجدہ جب کرے گی تو اسی سجدہ سے سجدۂ تلاوت بھی ادا ہو جاویگا چاہے کچھ نیت کرے چاہے نہ کرے۔

مسئلہ ۱۴۔ نماز پڑھنے میں کسی اور[۶] سے سجدہ کی آیت سنے تو نماز میں سجدہ نہ کرے بلکہ نماز کے بعد کرے اگر نماز ہی میں کرے گی تو وہ سجدہ ادا نہ ہوگا پھر کرنا پڑے گا اور گناہ بھی ہوگا

مسئلہ ۱۵۔ ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے سجدہ[۷] کی آیت کو کئی بار دہرا کے پڑھے تو ایک ہی سجدہ واجب ہے چاہے سب دفعہ پڑھ کے اخیر میں سجدہ کرے یا پہلی دفعہ پڑھ کے سجدہ کرلے پھر اسی کو بار بار دہراتی رہے اور اگر جگہ بدل گئی تب اسی آیت کو دہرایا پھر تیسری جگہ جا کے وہی آیت پھر پڑھی اسی طرح برابر جگہ بدلتی رہی تو جے دفعہ

---

۱ ولو تلاہا وہو صحیح قادر علی السجود فلم یسجدہا حتی مرض و عجز عنہ یجوز الایماء بہا ۱۲ کبیری ص۴۶۴

۲ ویجزی عنہا سجودہا ای سجدۃ الصلوٰۃ وان لم ینوہا اذا لم ینقطع فور التلاوۃ وانقطاعہ ان یقرء اکثر من آیتین وقال شمس الائمۃ الحلوانی لا ینقطع الفور ما لم یقرء اکثر من ثلاث آیات ۱۲ مراقی ص۲۸۴

۳ وکل سجدۃ وجبت فی الصلوٰۃ ولم تؤدفیہا سقطت ای لم یبق السجود لہا مشروعا لفوات محلہ ۱۲ کبیری ص۴۶۹

۴ واعلم ان سجدۃ التلاوۃ تؤدی بالرکوع فی الصلوٰۃ وبرکوع الصلوٰۃ اذا نواہا وبسجود الصلوٰۃ مطلقا وقیل یشترط نیتہا ایضا ویشترط فی ذلک کلہ ان لا ینقطع الفور ۱۲ کبیری ص۴۶۶

۵ ولو سمعہا المصلی ممن لیس فی صلوتہ یسجدہا بعد الصلوٰۃ و لا یسجدہا فی الصلوٰۃ ولو سجدہا فی الصلوٰۃ لا تسقط عنہ ولا تفسد الصلوٰۃ ۱۲ کبیری ص۴۶۷

۶ ولا یتکرر الوجوب بتکرار التلاوۃ سجد للاولی او لم یسجد الا اذا اختلف المجلس ۱۲ قاضی خان ص۱۶۰

دہرا دے دے دفعہ سجدہ کرے۔

مسئلہ ۱۶۔ اگر ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے سجدہ[1] کی کئی آیتیں پڑھیں تو بھی جے آیتیں پڑھے دے سجدے کرے۔

مسئلہ ۱۷۔ بیٹھے بیٹھے سجدہ کی کوئی آیت پڑھی پھر[2] اٹھ کھڑی ہوئی لیکن چلی پھری نہیں جہاں بیٹھی تھی وہیں کھڑے کھڑے وہی آیت پھر دہرائی تو ایک ہی سجدہ واجب ہے

مسئلہ ۱۸۔ ایک جگہ سجدہ[3] کی آیت پڑھی اور اٹھکر کسی کام کو چلی گئی پھر اسی جگہ آکر وہی آیت پڑھی تب بھی دو سجدہ کرے۔

مسئلہ ۱۹۔ ایک جگہ بیٹھے بیٹھے سجدہ کی کوئی آیت پڑھی پھر جب[4] قرآن مجید کی تلاوت کر چکی تو اسی جگہ بیٹھے بیٹھے کسی اور کام میں لگ گئی جیسے کھانا کھانے لگی یا سینے پرونے میں لگ گئی یا بچے کو دودھ پلانے لگی اس کے بعد پھر وہی آیت اسی جگہ پڑھی تب بھی دو سجدے واجب ہوئے اور جب کوئی اور کام کرنے لگی تو ایسا سمجھیں گے کہ جگہ بدل گئی۔

مسئلہ ۲۰۔ ایک کوٹھری[5] یا دالان[6] کے ایک کونے میں سجدہ کی کوئی آیت پڑھی اور پھر دوسرے کونے میں جا کر وہی آیت پڑھی تب بھی ایک سجدہ ہی کافی ہے چاہے جے دفعہ پڑھے البتہ اگر دوسرے کام میں لگ جانے کے بعد وہی آیت پڑھیگی تو دوسرا سجدہ کرنا پڑے گا پھر تیسرے کام میں لگنے کے بعد اگر پڑھے گی تو تیسرا سجدہ واجب ہو جاویگا۔

مسئلہ ۲۱۔ اگر بڑا گھر ہو تو دوسرے کونے پر جا کر دہرانے[7] سے دوسرا سجدہ واجب ہوگا اور تیسرے کونے پر تیسرا سجدہ۔

مسئلہ ۲۲۔ مسجد کا بھی یہی حکم ہے جو ایک کوٹھری کا حکم[8] ہے کہ اگر سجدہ کی ایک آیت کئی دفعہ پڑھے تو ایک ہی سجدہ واجب ہے چاہے ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے دہرایا کرے یا مسجد میں ادھر ادھر ٹہل ٹہل کر پڑھے۔

مسئلہ ۲۳۔ اگر نماز میں سجدہ کی ایک ہی آیت کو کئی دفعہ پڑھے تب[9] بھی ایک ہی سجدہ واجب ہے چاہے سب دفعہ پڑھ کے اخیر میں سجدہ کرے یا ایک دفعہ پڑھ کے سجدہ

[1] ولو قرء آیات السجدة التی فی القرآن کلھا فی مجلس واحد یلزمہ اربعة عشرة سجدة ۱۲ کبیری صـ۴۶۶

[2] والمجلس واحد وان طال او اکل لقمة او شرب شربة او قام ۱۲ قاضی خاں صـ۷۶

[3] فالتبدل الحقیقی کان ینتقل من مکانہ الاول فی نحو الصحراء بثلاث خطوات او اکثر ۱۲ کبیری صـ۴۶۶

[4] والتبدل الحکمی کان شرع فی عمل آخر بان اکل ثلث لقمات او شرب ثلث جرعات او تکلم ثلث کلمات من غیر ان یقوم من مکانہ ۱۲ کبیری

[5] والمجلس واحد وان انتقل من زاویة البیت الی زاویة اخری ۱۲ قاضی خاں صـ۷۵

[6] الا اذا کانت الدار کبیرة کدار السلطان ۱۲ حوالہ بالا

[7] والمجلس واحد وان انتقل من زاویة البیت او المسجد الی زاویة اخری ۱۲ حوالہ بالا ملخصاً

[8] رجل تلا آیة السجدة مرارا فی الصلوٰة فی رکعة واحدة لا یتکرر الوجوب وان قرء مرتین فی الرکعتین فی القیاس لا یتکرر و بالقیاس ناخذ ۱۲ قاضی خاں صـ۷۶

عہ چھوٹا گھر بھی کوٹھری اور دالان ہی کے حکم میں ہے۔ ۱۲ تصحیح الاغلاط

کر لیا پھر اسی رکعت یا دوسری رکعت میں وہی آیت پڑھے۔

مسئلہ[۲۴]۔ سجدہ کی کوئی آیت پڑھی اور سجدہ نہیں کیا پھر اسی جگہ نیت باندھ[1] لی اور وہی آیت پھر نماز میں پڑھی اور نماز میں سجدۂ تلاوت کیا تو یہی سجدہ کافی ہے دونوں سجدے اسی سے ادا ہو جاویں گے البتہ اگر جگہ بدل گئی ہو تو دوسرا سجدہ بھی واجب ہے۔

مسئلہ[۲۵]۔ اگر سجدہ کی آیت پڑھ کے سجدہ کر لیا تب[2] اسی جگہ نماز کی نیت باندھ لی اور وہی آیت نماز میں دہرائی تو اب نماز میں پھر سجدہ کرے۔

مسئلہ[۲۶]۔ پڑھنے والی کی جگہ نہیں بدلی[3] ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے ایک آیت کو بار بار پڑھتی رہی لیکن سننے والی کی جگہ بدل گئی کہ پہلی دفعہ اور جگہ سنا تھا دوسری دفعہ اور جگہ تیسری دفعہ تیسری جگہ تو پڑھنے والی پر ایک ہی سجدہ واجب ہے اور سننے والی پر کئی سجدے واجب ہیں جے دفعہ سنے اتنے ہی سجدے کرے۔

مسئلہ[۲۷]۔ اگر سننے والی کی جگہ نہیں[4] بدلی پڑھنے والی کی جگہ بدل گئی تو پڑھنے والی پر کئی سجدے واجب ہوں گے اور سننے والی پر ایک ہی سجدہ ہے۔

مسئلہ[۲۸]۔ ساری سورت[5] پڑھنا اور سجدہ کی آیت کو چھوڑ دینا مکروہ اور منع ہے فقط سجدے سے بچنے کے لئے وہ آیت نہ چھوڑے کہ اس میں سجدے سے گویا انکار ہے۔

مسئلہ[۲۹]۔ اگر سورت[6] میں کوئی آیت نہ پڑھے فقط سجدہ کی آیت پڑھے تو اسکا کچھ حرج نہیں اور اگر نماز میں ایسا کرے تو اس میں یہ بھی شرط ہے کہ وہ اتنی بڑی ہو کہ چھوٹی تین آیت کے برابر ہو لیکن بہتر یہ ہے کہ سجدہ کی آیت کو دو ایک آیت کے ساتھ ملا کر پڑھے۔

بیمار کی نماز کا بیان

مسئلہ[۱]۔ نماز کو کسی[7] حالت میں نہ چھوڑے جب تک کھڑے ہو کر پڑھنے کی قوت رہے کھڑی ہو کر نماز پڑھتی رہے اور جب کھڑا نہ ہوا جائے تو بیٹھکر نماز پڑھے بیٹھے بیٹھے رکوع کرے اور رکوع کرکے دونوں سجدے کرلے اور رکوع کے لئے اتنا

---

[1] ولو قرأ آية السجدة خارج الصلوٰة ولم يسجد حتى شرع في الصلوٰة ثم قرأها مرة اخرى يسجد سجدة واحدة وتسقط عنه الاولى في ظاهر الرواية ۱۲ حواله بالا

[2] وجل قرأ آية السجدة وسجد ثم قام وشرع في الصلوٰة فقرأها مرة اخرى فانه يسجد سجدة اخرى في الصلوٰة ۱۲ حواله بالا

[3] واجمعوا على انه اذا اختلف مجلس السامع في غير الصلوٰة واتحد مجلس التالي يتكرر الوجوب على السامع بتكرر التلاوة ۱۲ قاضي خان ص

[4] اما اذا اختلف مجلس التالي وان السامع اختلفوا فيه ۱۲ حواله بالا

[5] ويكره ان يقرأ السورة ويدع آية السجدة ۱۲ حواله بالا

[6] وان قرأ آية السجدة وحدها في غير الصلوٰة لا يكره والمستحب ان يقرأ معها آية او آيتين ۱۲ حواله بالا

[7] فينظر ان قدر على القيام والركوع والسجود يصلي قائماً بركوع وسجود ولا يجزيه الا ذلك وان عجز عن القيام وقدر على الركوع والسجود يصلي قاعدا بركوع وسجود ولا يجزيه الا ذلك ۱۲ قاضي خان ص ج ۱

جھکے کہ پیٹھ خوب برابر ہو جاوے۔

مسئلہ[1]۔ اگر رکوع سجدہ کرنے کی بھی قدرت نہ ہو تو رکوع اور سجدہ کو اشارے سے ادا کرے اور سجدہ کے لئے رکوع سے زیادہ جھک جایا کرے۔

مسئلہ[2]۔ سجدہ کرنے کے لئے تکیہ وغیرہ کوئی اونچی چیز رکھ لینا اور اس پر سجدہ کرنا بہتر نہیں جب سجدہ کی قدرت نہ ہو تو بس اشارہ کر لیا کرے تکیہ کے اوپر سجدہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ[3]۔ اگر کھڑے ہونے کی قوت تو ہے لیکن کھڑے ہونے سے بڑی تکلیف ہوتی ہے یا بیماری کے بڑھ جانے کا ڈر ہے تب بھی بیٹھ کر نماز پڑھنا درست ہے۔

مسئلہ[4]۔ اگر کھڑی تو ہو سکتی ہے لیکن رکوع سجدہ نہیں کر سکتی تو چاہے کھڑی ہو کر پڑھے اور رکوع و سجدہ اشارہ سے کرے اور چاہے بیٹھ کر نماز پڑھے اور رکوع سجدہ کو اشارے سے ادا کرے دونوں اختیار ہیں لیکن بیٹھ کر پڑھنا بہتر ہے۔

مسئلہ[5]۔ اگر بیٹھنے کی بھی طاقت نہیں رہی تو پیچھے کوئی گاؤ تکیہ وغیرہ لگا کر اس طرح لیٹ جائے کہ سر خوب اونچا رہے بلکہ قریب قریب بیٹھنے کے رہے اور پاؤں قبلہ کی طرف پھیلا لیوے اور اگر کچھ طاقت ہو تو قبلہ کی طرف پیر نہ پھیلائے بلکہ گھٹنے کھڑے رکھے پھر سر کے اشارے سے نماز پڑھے اور سجدہ کا اشارہ زیادہ نیچا کرے اگر گاؤ تکیہ سے ٹیک لگا کر بھی اس طرح نہ لیٹ سکے کہ سر اور سینہ وغیرہ اونچا رہے تو قبلہ کی طرف پیر کر کے بالکل چت لیٹ جاوے لیکن سر کے نیچے کوئی اونچا تکیہ رکھ دیں کہ منہ قبلہ کی طرف ہو جاوے آسمان کی طرف نہ رہے پھر سر کے اشارے سے نماز پڑھے رکوع کا اشارہ کم کرے اور سجدہ کا اشارہ ذرا زیادہ کرے۔

مسئلہ۔ اگر چت نہ[6] لیٹے بلکہ داہنے یا بائیں کروٹ پر قبلہ کی طرف منہ کر کے لیٹے اور سر کے اشارہ سے رکوع سجدہ کرے یہ بھی جائز ہے لیکن چت لیٹ کر پڑھنا زیادہ اچھا ہے

مسئلہ۔ اگر سر[7] سے اشارہ کرنے کی بھی طاقت نہیں رہی تو نماز نہ پڑھے پھر اگر ایک رات دن سے زیادہ یہی حالت رہے تو نماز بالکل معاف ہو گئی اچھے ہونے کے بعد قضا پڑھنا

[1] وان عجز عن الرکوع و السجود وقدر علی القعود یصلی قاعدا بایماء ویجعل السجود اخفض من الرکوع ۱۲ قاضی خاں صـ۸۳

[2] ولا یرفع الیہ شیئ لیسجد علیہ ۱۲ مختصر وقایہ صـ۳۵

[3] اذا تعذر القیام لمرض حدث قبل الصلوٰۃ او فیہا صلی قاعداً ۱۲ حوالہ بالا

[4] وکذا لو عجز عن الرکوع والسجود وقدر علی القیام یصلی قاعدا بایماء وان صلی قائما بایماء جاز عندنا ۱۲ قاضیخاں صـ۸۳

[5] وان تعذر القعود اومی مستلقیا وجعل رجلاہ الی القبلۃ او مضطجعا ووجہہ الیہا والاول اولی ۱۲ مختصر وقایہ صـ۳۵ لم یقدر علی القعود مستویا وقدر متکئا او مستندا الی حائط او انسان یجب ان یصلی متکئا او مستندا ۱۲ عالمگیری صـ۸۰

[6] قد مضیٰ دلیلہ سابقاً

[7] ان عجز المریض عن الایماء بالراس فی ظاہر الروایۃ یسقط عنہ فرض الصلوٰۃ ثم اذا خف مرضہ ہل تلزمہ الاعادۃ اختلفوا فیہ قال بعضہم ان زاد عجزہ علی یوم ولیلۃ لا یلزمہ القضاء وان کان دون ذلک یلزمہ کالاغماء ۱۲ قاضی خاں صـ۸۳

بھی واجب نہیں ہے اور اگر ایک دن رات سے زیادہ یہ حالت نہیں رہی بلکہ ایک دن رات میں پھر اشارہ سے پڑھنے کی طاقت آگئی تو اشارہ ہی سے انکی قضا پڑھے اور یہ ارادہ نہ کرے کہ جب بالکل اچھی ہو جاؤں گی تب پڑھوں گی کہ شاید مرگئی تو گنہگار مریگی۔

مسئلہ[۹]. اسی طرح اگر اچھا خاصا آدمی بیہوش ہو جاوے تو اگر بیہوشی ایکدن رات سے زیادہ نہ ہوئی ہو تو قضا پڑھنا واجب ہے اور اگر ایک دن رات سے زیادہ ہو گئی ہو تو قضا پڑھنا واجب نہیں۔

مسئلہ[۱۰]. جب نماز شروع کی اسوقت بھلی چنگی تھی پھر جب تھوڑی نماز پڑھ چکی تو نماز ہی میں کوئی ایسی رگ چڑھ گئی کہ کھڑی نہ ہوسکی تو باقی نماز بیٹھکر پڑھے اگر رکوع سجدہ کر سکے تو کرے نہیں تو رکوع سجدہ کو سر کے اشارے سے کرے اور اگر ایسا حال ہو گیا کہ بیٹھنے کی بھی قدرت نہیں رہی تو اسی طرح لیٹ کر باقی نماز کو پورا کرے۔

مسئلہ[۱۱]. بیماری کی وجہ سے تھوڑی نماز بیٹھکر پڑھی[۳] اور رکوع کی جگہ رکوع اور سجدہ کی جگہ سجدہ کیا پھر نماز ہی میں اچھی ہو گئی تو اسی نماز کو کھڑی ہو کر پورا کرے۔

مسئلہ[۱۲]. اگر بیماری کی وجہ سے رکوع سجدہ[۴] کی قوت نہ تھی اس لئے سر کے اشارہ سے رکوع سجدہ کیا پھر جب کچھ نماز پڑھ چکی تو ایسی ہو گئی کہ اب رکوع سجدہ کر سکتی ہے تو اب یہ نماز جاتی رہی اس کو پورا نہ کرے بلکہ پھر سے پڑھے۔

مسئلہ[۱۳]. فالج گرا اور ایسی بیمار ہو گئی کہ پانی سے استنجا نہیں کر سکتی تو کپڑے یا ڈھیلے سے پونچھ ڈالا کرے اور اسی طرح نماز پڑھے اگر خود تیمم نہ کر سکے تو کوئی دوسرا تیمم کرا دے اور اگر ڈھیلے یا کپڑے[۵] سے پونچھنے کی بھی طاقت نہیں ہے تو بھی نماز قضا نہ کرے اسیطرح نماز پڑھے کسی اور کو اس کے بدن کا دیکھنا اور پونچھنا درست نہیں ہے نہ ماں نہ باپ نہ لڑکا نہ لڑکی البتہ بی بی کو اپنے میاں کا اور میاں کو اپنی بی بی کا بدن دیکھنا درست ہے اس کے سوا کسی کو درست نہیں ہے۔

مسئلہ[۱۴]. تندرستی کے زمانہ میں کچھ نمازیں قضا ہو گئی تھیں پھر بیمار ہو گئی تو بیماری[۶] کے زمانہ میں جس طرح نماز پڑھنے کی قوت ہو ان کی قضا پڑھے یہ انتظار نہ کرے

[۱] معنی دلیلہ بالنقل المذکور آنفاً ۱۲

[۲] ولو شرع صحیح فی صلوٰۃ قائماً فحدث بہ مرض یمنعہ من القیام صلے قاعداً یرکع ویسجد وان لم یستطع یومیا قاعداً فان لم یستطع فمضطجعاً ۱۲ عالمگیری صـ۸۰

[۳] وقاعد یرکع ویسجد وصح فیہا بنی قائماً ۱۲ مختصر صـ۳۹

[۴] ومومی صح فی الصلوٰۃ استانف ۱۲ حوالہ بالا

[۵] والمرأۃ المریضۃ اذا لم یکن لہا زوج وعجزت عن الوضوء ولہا ابنۃ او اخت توضیہا وسیقط عنہا الاستنجاء ۱۲ عالمگیری صـ۳۱ لان کشف العورۃ حرام یعذر بہ فی ترک طہارۃ النجاسۃ اذا لم یمکنہ ازالتہا من غیر کشف قالہ البرہان الحلبی ۱۲ طحطاوی صـ۲۹

[۶] وان قضی فی المرض فوائت الصحۃ قضاہا کما قدر قاعداً او مومیاً ۱۲ عالمگیری صـ۸۰

کہ جب کھڑے ہونے کی قوت آوے تب پڑھوں یا جب بیٹھنے لگوں اور رکوع سجدہ کرنے کی قوت آوے تب پڑھوں یہ سب شیطانی خیالات ہیں دینداری کی بات یہ ہے کہ فوراً پڑھے دیر نہ کرے۔

مسئلہ[۱]۔ اگر بیمار کا بستر نجس ہے لیکن اس کے بدلنے میں بہت تکلیف ہوگی تو اسی پر نماز پڑھ لینا درست ہے۔

مسئلہ[۲]۔ حکیم نے کسی کی آنکھ بنائی اور ہلنے چلنے سے منع کردیا تو لیٹے لیٹے نماز پڑھتی رہے

مسافرت میں نماز پڑھنے کا بیان

مسئلہ۔ اگر کوئی ایک[۳] منزل یا دو منزل کا سفر کرے تو اس سفر سے شریعت کا کوئی حکم نہیں بدلتا اور شریعت کے قاعدے سے اسکو مسافر نہیں کہتے اسکو ساری باتیں اسی طرح کرنی چاہئیں جیسے کہ اپنے گھر کرتی تھی چار رکعت والی نماز کو چار رکعت پڑھے اور موزہ پہنے ہو تو ایک رات دن مسح کرے پھر اس کے بعد مسح کرنا درست نہیں۔

مسئلہ۔ جو کوئی تین[۴] منزل چلنے کا قصد کر کے نکلے وہ شریعت کے قاعدے سے مسافر ہے جب اپنے شہر کی آبادی سے باہر ہوگئی تو شریعت سے مسافر بن گئی اور جب تک آبادی کے اندر اندر چلتی رہے تب تک مسافر نہیں ہے اور اسٹیشن اگر آبادی کے اندر ہے تو آبادی کے حکم میں ہے اور جو آبادی کے باہر ہو تو وہاں پہونچکر مسافر ہو جاوے گی

مسئلہ۔ تین منزل یہ ہے کہ اکثر پیدل چلنے والے[۵] وہاں تین روز میں پہونچا کرتے ہیں تخمینہ اس کا ہمارے ملک میں کہ دریا اور پہاڑ میں سفر نہیں کرنا پڑتا ۴۸ میل انگریزی ہے

مسئلہ۔ اگر کوئی جگہ اتنی دور ہے کہ اونٹ اور آدمی کی چال کے اعتبار سے تو تین منزل ہے لیکن تیز یکہ یا تیز بہلی پر سوار ہے اس لئے دو ہی دن میں پہونچ جاوے گی یا ریل پر سوار ہو کر ذرا دیر میں پہونچ جاوے گی تب بھی شریعت سے وہ مسافر ہے۔

مسئلہ۔ جو کوئی شریعت سے مسافر ہو وہ ظہر اور عصر[۶] اور عشاء کی فرض نماز دو دو رکعتیں پڑھے اور سنتوں کا یہ حکم ہے کہ اگر جلدی ہو تو فجر کی سنتوں کے سوا اور سنتیں چھوڑ دینا درست

---

[۱] وکذا اذا لم یتنجس الثانی لکنہ یلحقہ زیادۃ مشقۃ بالتحویل ۱۲ قاضی خاں صہ۸۴

[۲] ثم انما یسقط عنہ القیام اذا کان یزداد مرضہ او وجعہ بالقیام وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی المریض قائما فان لم یستطع فقاعدا فان لم یستطع فعلی قفاہ یومی ایماء ۱۲ قاضی خاں صہ۸۰ وصہ۸۴ وحرمۃ الاعضاء کحرمۃ النفس ۱۲ در مختار صہ۹۹۰

[۳] اعلم ان اقل مدۃ السفر عندنا مسافۃ ثلاثۃ ایام من اقصر ایام السنۃ ۱۲ صہ۹۴م

[۴] المسافر من فارق بیوت بلدہ قاصدا ثلثۃ ایام ولیالیہا بسیر وسط آہ ولا یعتبر مجاوزۃ الفناء ان کان بین المصر والفناء اقل قدر غلوۃ ولم یکن بینہما مزرعۃ یعتبر مجاوزۃ الفناء ایضا وان کان بینہما مزرعۃ او کانت المسافۃ بین المصر وفنائہ بقدر غلوۃ یعتبر مجاوزۃ عمران المصر ولا یعتبر مجاوزۃ الفناء ایضا ۱۲ مختصر وقایہ صہ۲۵ وقاضی خاں صہ۸

[۵] وعامۃ المشائخ قدرہا بالفراسخ فقیل احد وعشرون فرسخا وہو اختیار صاحب الہدایہ ۱۲ کبیری صہ۴۹۴

[۶] ولنا اعتبر مدۃ مشی الاقدام وسیر الابل لانہ الوسط ۱۲ قاضی خاں صہ۸

[۷] فیقصر المسافر الفرض العملی الرباعی فلا قصر للثنائی والثلاثی ولا للوتر فانہ فرض عملی ولا فی السنن فان کان فی حال نزول وقرار وامن یاتی بالسنن [illegible]

ہے اس چھوڑ دینے سے کچھ گناہ نہ ہوگا اور اگر کچھ جلدی نہ ہو نہ اپنے ساتھیوں سے رہ جانے کا ڈر ہو تو نہ چھوڑے اور سنتیں سفر میں پوری پوری پڑھے ان میں کمی نہیں ہے

مسئلہ[۶] ۔ فجر اور مغرب اور وتر[۱] کی نماز میں بھی کوئی کمی نہیں ہے جیسے ہمیشہ پڑھتی ہے ویسے پڑھے۔

مسئلہ[۷] ۔ ظہر، عصر، عشا کی نماز دو رکعتوں سے زیادہ نہ پڑھے پوری چار رکعتیں پڑھنا گناہ ہے جیسے ظہر کے کوئی چھ[۲] فرض پڑھے تو گنہگار ہوگی۔

مسئلہ[۸] ۔ اگر بھولے سے چار رکعتیں پڑھ لیں[۳] تو اگر دوسری رکعت پر بیٹھ کر التحیات پڑھا ہے تب تو دو رکعتیں فرض کی ہوگئیں اور دو رکعتیں نفل کی ہو جاویں گی اور سجدہ سہو کرنا پڑیگا اور اگر دو رکعت پر نہ بیٹھی ہو تو چاروں رکعتیں نفل ہوگئیں فرض نماز پھر سے پڑھے

مسئلہ[۹] ۔ اگر رستہ میں کہیں ٹھہر گئی تو اگر پندرہ دن[۴] سے کم ٹھہرنے کی نیت ہے تو برابر وہ مسافر رہے گی چار رکعت والی فرض نماز دو رکعت پڑھتی رہے اور اگر پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کر لی ہے تو اب وہ مسافر نہیں رہی پھر اگر نیت بدل گئی اور پندرہ دن سے پہلے چلے جانیکا ارادہ ہو گیا تب بھی مسافر نہ بنے گی نمازیں پوری پوری پڑھے پھر جب یہاں سے چلے تو اگر یہاں سے وہ جگہ تین منزل ہو جہاں جاتی ہے تو پھر مسافر ہو جاوے گی اور جو اس سے کم ہو تو مسافر نہیں ہوئی۔

مسئلہ[۱۰] ۔ تین منزل جانے کا ارادہ کر کے گھر سے نکلی لیکن گھر ہی سے[۵] یہ بھی نیت ہے کہ فلانے گاؤں میں پندرہ دن ٹھہروں گی تو مسافر نہیں رہی رستہ بھر پوری نمازیں پڑھے پھر اگر گاؤں میں پہونچ کے پورے پندرہ دن نہیں ٹھہرنا ہوا تب بھی مسافر نہ بنے گی۔

مسئلہ[۱۱] ۔ تین منزل جانے کا ارادہ ہے لیکن پہلی منزل یا دوسری[۶] منزل پر اپنا گھر پڑے گا تب بھی مسافر نہیں ہوئی۔

مسئلہ[۱۲] ۔ چار منزل جانے کی نیت سے چلی لیکن پہلی دو منزلیں[۷] حیض کی حالت میں گذریں تب بھی وہ مسافر نہیں ہے اب نہا دھو کر پوری چار رکعتیں پڑھے البتہ حیض سے پاک ہونے کے بعد بھی وہ جگہ اگر تین منزل ہو یا چلتے وقت پاک تھی رستہ میں حیض آ گیا

---

[۱] حوالہ بالا

[۲] ولہذا یکرہ الاتمام عندنا ۱۲ کبیری صفحہ ۹۴ فلو اتم مسافر وقعد للاولی تم فرضہ واساء وما زاد نفل وان لم یقعد بطل فرضہ ۱۲ شرح وقایہ صفحہ ۹۶

[۳] حوالہ بالا

[۴] فیقصر الرباعی الی ان یدخل مصرہ او ینوی اقامۃ نصف شہر ببلدۃ او قریۃ واحدۃ ۱۲ مختصر وقایہ صفحہ ۳۶ ویبطل وطن الاقامۃ بمثلہ و بانشاء السفر ۱۲ نور الایضاح مع الشرح صفحہ ۲۴۹

[۵] فلا یقصر من کان ناویا دون الثلاثۃ الایام لان مادونہا لا یصیر بہ مسافرا شرعاً ۱۲ مراقی صفحہ ۲۴۶

[۶] فان لم یکن فیہ مرور علی وطن الاقامۃ او کان ولکن بعد سیر ثلثۃ ایام فکذلک ولو قبلہ لم یبطل الوطن بل یبطل السفر ۱۲ شامی صفحہ ۳۸

[۷] طہرت الحائض وبقی للمقصد یومان تتم فی الصحیح ۱۲ درمختار صفحہ ۸۳۳ وکذا فی الغنیۃ وقال بعد ذلک وہو الصحیح ذکرہ فی الظہیریۃ ۱۲ صفحہ ۵۰۰ کبیری

ہو تو وہ البتہ مسافر ہے نماز مسافروں کی طرح پڑھے۔

مسئلہ ۱۳. نماز پڑھتے پڑھتے نماز کے اندر ہی[1] پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت ہو گئی تو مسافر نہیں رہی یہ نماز بھی پوری پڑھے۔

مسئلہ ۱۴. دو چار دن کے لئے رستہ میں کہیں[2] ٹھہرنا پڑا لیکن کچھ ایسی باتیں ہو جاتی ہیں کہ جانا نہیں ہوتا ہے روز یہ نیت ہوتی ہے کہ کل پرسوں چلی جاؤنگی لیکن جانا نہیں ہوتا اسی طرح پندرہ یا بیس دن یا ایک مہینہ یا اس سے بھی زیادہ رہنا ہو گیا لیکن پوری پندرہ دن رہنے کی کبھی نیت نہیں ہوئی تب بھی مسافر رہے گی چاہے جتنے دن اسیطرح گذر جاویں۔

مسئلہ ۱۵. تین منزل جانے کا ارادہ کر کے چلی پھر کچھ دور جا کر کسی وجہ[3] سے ارادہ بدل گیا اور گھر لوٹ آئی تو جیسے لوٹنے کا ارادہ ہوا ہے تب ہی سے مسافر نہیں رہی۔

مسئلہ ۱۶. کوئی اپنے خاوند کے ساتھ ہے رستہ میں[4] جتنا وہ ٹھہریگا اتنا ہی یہ ٹھہرگی اس کے زیادہ نہیں ٹھہر سکتی تو ایسی حالت میں شوہر کی نیت کا اعتبار ہے اگر شوہر کا ارادہ پندرہ دن ٹھہرنے کا ہو تو عورت بھی مسافر نہیں رہی چاہے ٹھہرنے کی نیت کرے یا نہ کرے اور اگر مرد کا ارادہ کم ٹھہرنے کا ہو تو عورت بھی مسافر ہے۔

مسئلہ ۱۷. تین منزل چل کے کہیں پہنچی تو اگر وہ اپنا گھر ہے تو مسافر نہیں رہی چاہے کم رہے یا زیادہ اور اگر اپنا گھر نہیں ہے تو اگر پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت ہو تو بھی مسافر نہیں رہی اب نمازیں پوری پوری پڑھے اور اگر نہ اپنا گھر ہے نہ پندرہ[5] دن ٹھہرنے کی نیت تو وہاں پہنچکر بھی مسافر رہیگی چار رکعت فرض کی دو رکعتیں پڑھتی رہے

مسئلہ ۱۸. رستہ میں کئی جگہ ٹھہرنے کا ارادہ[6] ہے دس دن یہاں پانچ دن وہاں بارہ دن وہاں لیکن پورے پندرہ دن کہیں ٹھہرنے کا ارادہ نہیں تب بھی مسافر رہے گی۔

مسئلہ ۱۹. کسی[7] نے اپنا شہر بالکل چھوڑ دیا کسی دوسری جگہ گھر بنا لیا اور وہیں رہنے سہنے لگی اب پہلے شہر سے اور پہلے گھر سے کچھ مطلب نہیں رہا تو اب وہ شہر اور پردیس دونوں برابر ہیں تو اگر سفر کرتے وقت رستہ میں وہ پہلا شہر پڑے اور دو چار دن وہاں رہنا ہو تو مسافر رہے گی نمازیں سفر کی طرح پڑھے۔

---

[1] ولو نوی المسافر الاقامۃ فی الصلوٰۃ اتمها ۱۲ عالمگیری اونوی الاقامۃ فی سجدۃ السهو بقیر صلوٰۃ اوبالاقامۃ لما سجد للسهو عادۃ حرمۃ صلوٰتہ فصار کما لو نوی الاقامۃ فی الصلوٰۃ ۱۲ قاضی خاں ملخصا ص ۸

[2] وقصران نوی اقل منہ اولم ینوشیئا وبقی علی ذلک سنین وهو ینوی الخروج فی غد او بعد جمعۃ ۱۲ مراقی ص ۲۴۷

[3] فلما سار بعض الطریق تذکر شیئا فی الوطن یصیر مقیما بمجرد العزم الی الوطن ۱۲ قاضی خاں ص ۸

[4] والسفر من الاصل کالزوج ۱۲ مراقی ص ۲۴۶

[5] ولایزال المسافر یقصر حتی یدخل مصرہ یعنی وطنہ الاصلی او ینوی اقامۃ نصف شهر ببلد او قریۃ ۱۲ مراقی ص ۲۴۷

[6] ثم مما مر سابقا مرارا فتدبر ۱۲

[7] ویبطل الوطن الاصلی بمثلہ فقط ۱۲ نور الایضاح ص ۲۴۹

مسئلہ[۲۰]۔ اگر کسی کی نمازیں سفر میں قضا ہوگئیں تو گھر پہونچکر بھی ظہر عصر[۱] عشاء کی دو ہی دو رکعتیں قضا پڑھے اور اگر سفر سے پہلے ظہر کی نماز قضا ہو گئی تو سفر کی حالت میں چار رکعتیں اس کی قضا پڑھے۔

مسئلہ[۲۱]۔ بیاہ کے بعد اگر عورت مستقل طور پر اپنی سسرال رہنے[۲] لگی تو اسکا اصلی گھر سسرال ہے تو اگر تین منزل چل کر میکے گئی اور پندرہ روز ٹھہرنیکی نیت نہیں ہے تو مسافر رہے گی مسافرت کے قاعدے سے نماز روزہ کرے اور اگر وہاں کا رہنا ہمیشہ کے لئے دل میں نہیں ٹھانا تو جو وطن پہلے سے اصلی تھا وہی اب بھی اصلی رہیگا۔

مسئلہ[۲۲]۔ دریا میں کشتی چل رہی ہے[۳] اور نماز کا وقت آگیا تو اسی چلتی کشتی پر نماز پڑھ لے اگر کھڑے ہو کر پڑھنے میں سر گھومے تو بیٹھ کر کے پڑھے۔

مسئلہ[۲۳]۔ ریل پر نماز پڑھنے کا بھی یہی حکم ہے کہ چلتی ریل[۴] پر نماز پڑھنا درست ہے اور اگر کھڑے ہو کر پڑھنے سے سر گھومے یا گرنے کا خوف ہو تو بیٹھ کر پڑھے۔

مسئلہ[۲۴]۔ نماز پڑھنے میں ریل[۵] پھر گئی اور قبلہ دوسری طرف ہو گیا تو نماز ہی میں گھوم جاوے اور قبلہ کی طرف منھ کرلے۔

مسئلہ[۲۵]۔ اگر تین منزل جانا ہو تو جب تک مردوں میں سے کوئی اپنا محرم یا شوہر[۶] ساتھ نہ ہو اس وقت تک سفر کرنا درست نہیں ہے بے محرم کے ساتھ سفر کرنا بڑا گناہ ہے اور اگر ایک منزل یا دو منزل جانا ہو تب بھی بے محرم کے ساتھ جانا بہتر نہیں حدیث میں اس کی بھی بڑی ممانعت آئی ہے۔

مسئلہ[۲۶]۔ جس محرم کو خدا رسول[۷] کا ڈر نہ ہو اور شریعت کی پابندی نہ کرتا ہو ایسے محرم کے ساتھ بھی سفر کرنا درست نہیں ہے۔

مسئلہ[۲۷]۔ یکہ یا بہلی[۸] پر جا رہی ہے اور نماز کا وقت آگیا تو بہلی سے اتر کر کسی الگ جگہ پر کھڑی ہو کر نماز پڑھ لیوے اسی طرح اگر بہلی پر وضو نہ کر سکے تو اتر کر کہیں آڑ میں بیٹھکر وضو کرے اگر برقع پاس نہ ہو تو چادر وغیرہ میں خوب لپٹکر اترے اور نماز پڑھے ایسا پردہ جسمیں نماز قضا ہو جاوے حرام ہے ہر بات میں شریعت کی بات کو مقدم رکھے پردہ کی بھی وہی حد

---

[۱] وفائتۃ السفر والحضر تقضی رکعتین واربعا ۱۲ نور ص۲۴۳

[۲] فالاصلی ہو مولد الانسان او موضع تاہل بہ ومن قصدہ التعیش بہ لا الارتحال عنہ ۱۲ کبیری ص۵۰۱

[۳] ولو صلی الفرض فی السفینۃ قاعدا من غیر عذر تجوز عند ابی حنیفۃؒ وقالا لا تجوز الا من عذر فان یحصل لہ دوران الراس بالقیام وغیرہ ۱۲ صغیری ص۱۵۰

[۴] حوالہ بالا

[۵] ویلزمہ ان یستدیر الی القبلۃ کلما دارت السفینۃ ۱۲ صغیری ص۱۲۷

[۶] لا تسافر المرءۃ بغیر محرم ثلثۃ ایام وما فوقہا واختلفت الروایات فیما دون ذلک قال ابو یوسفؒ اکرہ لہا ان تسافر یوما وبکذا اروی عن ابی حنیفۃؒ ۱۲ قاضی خاں ص۸۳

[۷] لا تسافر امرأۃ ثلثا الا ومعہ محرم وزاد مسلم فی روایۃ اوزوج ۱۲ بخاری ومسلم

[۸] اذا صلے علی الدابۃ فی محمل وہو یقدر علی النزول لا یجوز لہ ان یصلی علے الدابۃ اذا کانت الدابۃ واقفۃ الا ان یکون المحمل علے عیدان علی الارض ۱۲ قاضی خاں ص۸۳

رکھے جو شریعت نے بتلائی ہے شریعت کی حد سے آگے بڑھنا اور خدا اسوزور دہونا بڑی بیوقوفی اور نادانی ہے البتہ بلا ضرورت پردہ میں کمی کرنا بے غیرتی اور گناہ ہے۔

مسئلہ ۲۷۔ اگر ایسی بیماری ہے[1] کہ بیٹھکر نماز پڑھنا درست ہے تب بھی چلتی بہلی پر نماز پڑھنا درست نہیں ہے اور اگر بہلی ٹھہرالی لیکن جوا بیلوں کے کندھے پر رکھا ہوا ہے تب بھی اس پر نماز پڑھنا درست نہیں ہے بیل الگ کر کے نماز پڑھنا چاہیئے یکہ کا بھی یہی حکم ہے کہ جب تک گھوڑا کھولکر الگ نہ کر دیا جاوے اسوقت تک اس پر نماز پڑھنا درست نہیں۔

مسئلہ ۲۹۔ اگر کسی کو بیٹھکر نماز پڑھنا درست ہو[2] تو پالکی اور میانے پر بھی نماز پڑھنا درست ہے لیکن پالکی جسوقت کہاروں کے کندھوں پر ہو اس وقت پڑھنا درست نہیں زمین پر رکھوالیوے تب پڑھے۔

مسئلہ ۳۰۔ اگر اونٹ سے یا بہلی سے اترنے میں جان یا مال کا اندیشہ ہے تو بدون اترے بھی نماز درست ہے۔

گھر میں موت ہو جانے کا بیان

مسئلہ ۱۔ جب آدمی مرنے لگے تو اس کو چت لٹادو اور اسکے پیر قبلہ کی طرف کر دو اور سر اونچا کر دو تاکہ منہ قبلہ کی طرف ہو جاوے اور اسکے پاس بیٹھکر زور زور سے کلمہ پڑھو تاکہ تم کو پڑھتے سنکر خود بھی کلمہ پڑھنے لگے اور اسکو کلمہ پڑھنے کا حکم نہ کرو کیونکہ وہ وقت بڑا مشکل ہے نہ معلوم اس کے منہ سے کیا نکل جاوے۔

مسئلہ ۲۔ جب[3] وہ ایک دفعہ کلمہ پڑھ لے تو چپ ہو رہو یہ کوشش نہ کرو کہ برابر کلمہ جاری رہے اور پڑھتے پڑھتے دم نکلے کیونکہ مطلب تو فقط اتنا ہے کہ سب سے آخری بات جو اس کے منہ سے نکلے کلمہ ہونا چاہیئے اس کی ضرورت نہیں کہ دم ٹوٹنے تک کلمہ برابر جاری رہے ہاں اگر کلمہ پڑھ لینے کے بعد پھر کوئی دنیا کی بات چیت کرے تو پھر کلمہ پڑھنے لگو جب وہ پڑھ لیوے تو پھر چپ ہو رہو۔

لہ اما الصلوٰۃ علی العجلۃ ان کان طرف العجلۃ علی الدابۃ وہی تسیر او لاتسیر فہی صلوٰۃ علی الدابۃ تجوز حالۃ العذر ولا تجوز فی غیرہا وان لم تکن طرف العجلۃ علی الدابۃ جاز وہی بمنزلۃ الصلوٰۃ علی السریر ۱۲ حوالہ بالا

[1] ولو صلی فی شق محمل والدابۃ جاز ان رکز تحتہ خشبۃ کالصلوٰۃ علی العجلۃ الموضوعۃ علی الارض وان لم یکن تحت المحمل خشبۃ او کانت الدابۃ تسیر فہی صلوٰۃ علی الدابۃ کما اذا کانت العجلۃ سائرۃ او لم یکن طرفاہا علی الارض فالصلوٰۃ علیہا صلوٰۃ علی الدابۃ تجوز فی النفل مطلقا وفی الفرض لعذر وقال بعد ذلک والصلوٰۃ فی سفینۃ وہی ان کانت موقوفۃ فی الشط وہی علی قرار الارض فصلی جاز لانہا اذا استقرت علی الارض فحکمہا حکم الارض الخ ۱۲ کبیری ص ۲۴۷

[2] وکذا شیخ رکب اواراد لیس معہا محرم ولا یستطیع النزول فانہما یصلیان علیہا وقال قبل ذلک صلوٰۃ الفرائض علی الدابۃ تجوز بالاعذار التی ذکرنا ۱۲ صغیری ص ۱۴۹

[3] من المحتضر ان یوجہ الی القبلۃ علی یمینہ واختیر الاستلقاء ویلقن الشہادۃ ۱۲ شرح وقایہ ص ۹۵ بان تذکر عندہ ولا ان یومر بہا ۱۲ صغیری ص ۲۰۶

[4] من غیر الحاح لان الحال صعب علیہ فاذا قالہا مرۃ ولم یتکلم بعدہا حصل المراد ۱۲ مراقی ص ۳۲۸

مسئلہ جب سانس اکھڑ جائے اور[1] جلدی جلدی چلنے لگے اور ٹانگیں ڈھیلی پڑ جاویں کہ کھڑی نہ ہو سکیں اور ناک ٹیڑھی ہو جاوے اور کنپٹیں بیٹھ جاویں تو سمجھو اس کی موت آ گئی اس وقت کلمہ زور زور سے پڑھنا شروع کرو

مسئلہ سورۂ یٰسین پڑھنے سے[2] موت کی سختی کم ہوتی ہے اسکے سرہانے یا اور کہیں اس کے پاس بیٹھ کر پڑھ دو یا کسی سے پڑھوا دو۔

مسئلہ اسوقت کوئی ایسی بات نہ کرو کہ اس کا دل دنیا کی طرف مائل ہو جائے کیونکہ یہ وقت دنیا سے جدائی اور اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں حاضری کا وقت ہے ایسے کام کرو اور ایسی باتیں کرو کہ دنیا سے دل پھر کر[3] اللہ تعالیٰ کی طرف مائل ہو جائے کہ مردہ کی خیر خواہی اسی میں ہے ایسے وقت میں بال بچوں کو سامنے لانا یا اور کوئی جس سے اس کو زیادہ محبت تھی اسے سامنے لانا ایسی باتیں کرنا کہ دل اسکا انکی طرف متوجہ ہو جائے اور ان کی محبت اس کے دل میں سما جائے بڑی بری بات ہے دنیا کی محبت لیکے رخصت ہوئی تو نعوذ باللہ بری موت مری۔

مسئلہ مرتے وقت اگر اس کے منھ سے[4] خدانخواستہ کفر کی کوئی بات نکلے تو اسکا خیال نہ کرو نہ اس کا چرچا کرو بلکہ یہ سمجھو کہ موت کی سختی سے عقل ٹھکانے نہیں رہی اس وجہ سے ایسا ہوا اور عقل جاتے رہنے کے وقت جو کچھ ہو سب معاف ہے اور اللہ تعالیٰ سے اس کی بخشش کی دعا کرتی رہو۔

مسئلہ جب[5] مر جائے تو سب عضو درست کر دو اور کسی کپڑے سے اس کا منھ اس ترکیب سے باندھ دو کہ کپڑا ٹھوڑی کے نیچے نکال کر اس کے دونوں سرے سر پر لیجاؤ اور گرہ لگا دو تاکہ منھ پھیل نہ جائے اور آنکھیں بند کر دو اور پیر کے دونوں انگوٹھے ملا کے باندھ دو تاکہ ٹانگیں پھیلنے نہ پاویں پھر کوئی چادر اڑھا دو اور نہلانے اور کفنانے میں جہاں تک ہو سکے جلدی کرو۔

مسئلہ منھ وغیرہ بند کرتے وقت یہ دعا پڑھو[6] بِسْمِ اللّٰهِ وَ عَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ

مسئلہ مر جانے کے بعد اس[7] کے پاس لوبان وغیرہ کچھ خوشبو سلگا دی جائے

---

[1] وعلاماتہ استرخاء قدمیہ واعوجاج منخرہ وانخساف صدغیہ ۱۲ طحطاوی صہ ۳۲۴

[2] ویتلون عندہ سورۃ یٰسین فی خبر ما من مریض یقرء عندہ یٰس الا مات ریان وادخل قبرہ ریان ۱۲ مراقی صہ ۳۲۵

[3] ثم کل منہم یذکر ما عندہ من خیر خصالہ وکاغرہ ثم ینعمہ الملک علیہ بما جار من نعمہ وفضائل فاذا الحرت امارۃ الموت استحب لاہلہ ان یلزموہ او نفقتہم بہ لیذکرہ اللہ عز وجل وتحثہ علی ما ذکرنا من طاعۃ ۱۲ غنیۃ الطالبین صہ ۹۳

[4] وقالوا انہ اذا ظہر منہ ما یوجب الکفر لا یحکم بکفرہ حملا علی انہ زال عقلہ ۱۲ مراقی صہ ۳۲۴

[5] فاذا مات یستحب ان تغمض عیناہ وتشد لحیاہ بعصابۃ عریضۃ من فوق رأسہ ۱۲ کبیری صہ ۵۲۹ ویعجل تجہیزہ ۱۲ نور الایضاح صہ ۲۲۹

[6] ویقول مغمضہ بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ ۱۲ کبیری صہ ۵۲۹

[7] وجمر لاخراج امتناع حضور الملائکۃ کالحائض والنفساء کما ورد وتحضر عندہ طیب ۱۲ مراقی صہ ۳۲۸

اور حیض اور نفاس والی عورت اور جسکو نہانے کی ضرورت ہو اسکے پاس نہ رہے۔
مسئلہ۔ مرجانے کے بعد جب تک اس کو غسل نہ دیا[1] جاوے اس کے پاس قرآن مجید پڑھنا درست نہیں ہے۔

نہلانے کا بیان

مسئلہ۔ جب گور[2] و کفن کا سب سامان ہو جائے اور نہلانا چاہو تو پہلے کسی تخت یا بڑے تختے کو لوبان یا اگر کی بتی وغیرہ خوشبودار چیز کی دھونی دیدو تین دفعہ یا پانچ دفعہ یا سات دفعہ چاروں طرف دھونی دیکر مردے کو اس پر لٹادو اور کپڑے اتار لو اور کوئی کپڑا ناف سے لیکر زانو تک ڈالدو کہ اتنا بدن چھپا رہے۔

مسئلہ۔ اگر نہلانے کی کوئی جگہ الگ ہے کہ پانی کہیں الگ بہہ جاویگا تو خیر نہیں تو تخت کے نیچے گڑھا کھدوالو کہ سارا پانی اسی میں جمع رہے اگر گڑھا نہ کھدوایا اور پانی سارے گھر میں پھیلا تب بھی کوئی گناہ نہیں۔ غرض فقط یہ ہے کہ آنے جانے میں کسی کو تکلیف نہ ہو اور کوئی گر گرا نہ پڑے۔

مسئلہ۔ نہلانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے مردے[3] کو استنجا کرادو لیکن اس کی رانوں اور استنجے کی جگہ اپنا ہاتھ مت لگاؤ اور اس پر نگاہ بھی نہ ڈالو بلکہ اپنے ہاتھ میں کوئی کپڑا لپیٹ لو اور جو کپڑا ناف سے لیکر زانو تک پڑا ہے اس کے اندر اندر دھولاؤ پھر اس کو وضو کرادو لیکن نہ کلی کراؤ نہ ناک میں پانی ڈالو نہ گٹے تک ہاتھ دھلاؤ بلکہ پہلے منھ دھلاؤ پھر ہاتھ کہنی سمیت پھر سر کا مسح پھر دونوں پیر اور اگر تین دفعہ روئی تر کرکے دانت اور مسوڑوں پر پھیردی جائے اور ناک کے دونوں سوراخوں میں پھیردی جائے تو بھی جائز ہے اور اگر مردہ نہانیکی حاجت میں یا حیض و نفاس میں مرجاوے تو اسطرح سے منھ اور ناک میں پانی پہونچانا ضروری ہے اور ناک اور منھ اور کانوں میں روئی بھردو تاکہ وضو کراتے اور نہلاتے وقت پانی نہ جانے پاوے جب وضو کراچکو تو سر کو گل خیرو سے یا اور کسی چیز سے جس سے صاف ہو جاوے جیسے بیسن یا کھلی سے مل کر دھوے

---

[1] یکرہ قراءۃ القرآن عندہ حتی یغسل ۱۲ نور الایضاح صہ ۲۲۸

[2] واذا اراد وا غسلہ یستحب ان یضعوہ علی سریر ولوح قد جمر ای ادیر المجمر بالبخور حولہ وترا ثلثا او خمسا او سبعا ۱۲ کبیری صہ ۵۴۲

[3] جرد عن ثیابہ وتغسل عورتہ بخرقۃ ملفوفۃ تحت السارۃ ای نوقہ ان لم یوجد خرقۃ ویعدہ وضئی بیدر بوجہ ویمسح راسہ الا ان یکون صغیرا لایعقل الصلوۃ فلا یوضا بلا مضمضۃ واستنشاق الا ان یکون جنبا او حائضا او نفساء فیکلف غسل فمہ وانفہ وبعد الوضوء ضب علیہ ماء مغلی بسدر او حرض اشنان وان فیا القراح ویغسل راسہ بالخطمی ثم یضجع علی یسارہ فیغسل شقہ الایمن حتی یصل الماء الی ما یلی التخت منہ ثم یضجع علی یمینہ فیغسل کذلک ثم اجلس مسندا الیہ ومسح بطنہ وما خرج منہ غسلہ ولم یعد غسلہ ثم ینشف بثوب ویجعل الحنوط علی راسہ ولحیتہ ویجعل الکافور علی مساجدہ ولیس فی الغسل استعمال القطن فی الروایات الظاہرۃ قال الزیلعی لا باس بان یجعل القطن علی وجہہ وان یحشی بہ مخارقہ کالدبر والقبل والاذنین والانف والفم ۱۲ مراقی صہ ۳۳۲

اور صاف کر کے پھر مردے کو بائیں کروٹ پر لٹا کر بیری کے پتے ڈال کر پکایا ہوا پانی نیم گرم تین دفعہ سر سے پیر تک ڈالے یہاں تک کہ بائیں کروٹ تک پانی پہونچ جائے پھر داہنی کروٹ پر لٹا وے اور اسی طرح سر سے پیر تک تین مرتبہ اتنا پانی ڈالے کہ داہنی کروٹ تک پہونچ جاوے اس کے بعد مردے کو اپنے بدن کی ٹیک لگا کر ذرا بٹھلا دے اور اس کے پیٹ کو آہستہ آہستہ ملے اور دبا دے اگر کچھ پاخانہ نکلے تو اسکو پونچھ کے دھو ڈالے اور وضو اور غسل میں اس کے نکلنے سے کچھ نقصان نہیں اب نہ دہراؤ اس کے بعد پھر اسکو بائیں کروٹ پر لٹا وے اور کافور پڑا ہوا پانی سر سے پیر تک تین دفعہ ڈالے پھر سارا بدن کسی کپڑے سے پونچھ کے کفنا دو۔

مسئلہ[1]۔ اگر بیری کے پتے ڈال کر پکایا ہوا پانی نہ ہو تو یہی سادہ نیم گرم پانی کافی ہے اسی سے اسی طرح تین دفعہ نہلا دیوے اور بہت تیز گرم پانی سے مردے کو نہلاؤ اور نہلانے کا یہ طریقہ جو بیان ہوا سنت ہے اگر کوئی اسطرح تین دفعہ نہ نہلا دے بلکہ ایک دفعہ سارے بدن کو دھو ڈالے تب بھی فرض ادا ہو گیا۔

مسئلہ۔ جب مردے کو کفن پر رکھو تو سر پر عطر لگا دو اگر مردہ[2] مرد ہو تو داڑھی پر بھی عطر لگا دو پھر ماتھے اور ناک اور دونوں ہتھیلی اور دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں پر کافور مل دو بعضے بعضے کفن میں عطر لگاتے ہیں اور عطر کی پھریری کان میں رکھ دیتے ہیں یہ سب جہالت ہے جتنا شرع میں آیا ہے اس سے زائد مت کرو۔

مسئلہ[3]۔ بالوں میں کنگھی نہ کرو نہ ناخن کاٹو نہ کہیں کے بال کاٹو سب اسیطرح رہنے دو۔

مسئلہ۔ اگر کوئی مرد مر گیا اور مردوں[4] میں سے کوئی نہلانے والا نہیں ہے تو جو عورت اس کی محرم ہو وہی نہلا وے غیر محرم کو ہاتھ لگانا درست نہیں اور اگر کوئی محرم عورت نہ ہو تو اس کو تیمم کرا دو لیکن اس کے بدن میں ہاتھ نہ لگاؤ بلکہ اپنے ہاتھ میں پہلے دستانے پہن لو تب تیمم کراؤ۔

مسئلہ۔ کسی کا خاوند مر گیا تو اس کی بی بی کو اس کا نہلانا[5] اور کفنانا درست

---

[1] حوالہ بالا ۱۲

[2] حوالہ بالا ۱۲

[3] ولا یسرح شعرہ ای شعر راسہ ولحیتہ ولا یقص ظفرہ ای المیت ۱۲ مراقی مع تغیر الترتیب ۱۲

[4] کمکنہ ولو موت رجل بین النساء ولیس محارمہ تیممہ بخرقۃ تلف علی ید المیمم الاجنبی حتے لا یمس الجسد ۱۲ مراقی صد ۳۳۳

[5] والمرأۃ تغسل زوجہا لحلافہ فانہ لا یغسل زوجتہ لانقطاع النکاح قال المحشی وکذا لا یمسہا ولا یمنع من النظر الیہا فی الاصح ۱۲ تنویر صد ۳۳۳ طحطاوی

ہے اور اگر بی بی مرجاوے تو خاوند کو بدن چھونا اور ہاتھ لگانا درست نہیں البتہ دیکھنا درست ہے اور کپڑے کے اوپر سے ہاتھ لگانا بھی درست ہے۔

مسئلہ جو عورت حیض یا نفاس سے ہو وہ مردے کو نہ نہلاوے کہ یہ مکروہ اور منع ہے۔[1]

مسئلہ بہتر یہ ہے کہ جس کا رشتہ زیادہ قریب ہو وہ نہلاوے[2] اور اگر وہ نہ نہلا سکے تو کوئی دیندار نیک عورت نہلاوے۔

مسئلہ اگر نہلانے میں کوئی عیب دیکھے تو کسی سے نہ کہے[3] اگر خدانخواستہ مرنیکے اس کا چہرہ بگڑ گیا اور کالا ہو گیا تو یہ بھی نہ کہے اور بالکل اس کا چرچا نہ کرے کہ یہ سب ناجائز ہے ہاں اگر وہ کھلم کھلا کوئی گناہ کرتی ہو جیسے ناچتی تھی یا گانے بجانے کا پیشہ کرتی تھی یا رنڈی تھی تو ایسی باتیں کہدینا درست ہیں کہ اور لوگ ایسی باتوں سے بچیں اور توبہ کریں

کفنانے کا بیان

مسئلہ عورت[4] کو پانچ کپڑوں میں کفنانا سنت ہے ایک کرتا دوسری ازار تیسرے سربند چوتھے چادر پانچویں سینہ بند، ازار سر سے لیکر پاؤں تک ہونا چاہیئے اور چادر اس سے ایک ہاتھ بڑی ہو اور کرتا گلے سے لیکر پاؤں تک ہو لیکن نہ اسمیں کلی ہوں نہ آستین اور سربند تین ہاتھ لنبا ہو اور سینہ بند چھاتیوں سے لیکر رانوں تک چوڑا اور اتنا لمبا ہو کہ بند ہو جاوے۔

مسئلہ اگر کوئی پانچ کپڑوں میں نہ کفناوے بلکہ فقط تین کپڑے کفن میں[5] دیوے ایک ازار دوسرے چادر تیسرے سربند تو یہ بھی درست ہے اور اتنا کفن بھی کافی ہے اور تین کپڑوں سے بھی کم دینا مکروہ اور برا ہے ہاں اگر کوئی مجبوری[6] اور لاچاری ہو تو کم دینا بھی درست ہے۔

ے اور اسی طرح نہلانا بدرجۂ اولے درست نہیں

[1] وینبغی ان یکون غاسل المیت علی الطهارة ویکره ان یکون حائضا او جنبا ۱۲ صفحہ ۹۱ قاضی خاں

[2] والاولی کونہ اقرب الناس الیہ فان لم یحسن الغسل فاهل الامانة والورع ۱۲ شامی صفحہ ۸۰

[3] ینبغی للغاسل ولمن حضر اذا رائی من المیت شیئا مما یجب ستره ان یستره واذا کان مشهورا ببدعة فلا باس بذکر ذلک ۱۲ کبیری صفحہ ۵۳

[4] والمرأة فی خمسة درع وخمار وازار ولفافة وخرقة تربط علی ثدیها ۱۲ ہدایہ بالا

[5] والکفایة فی حقها علی ازار وخمار ولفافة والفرض فی حقها ثوب یستر البدن ۱۲ کبیری صفحہ ۵۳۲

[6] وکفن الضرورة ما یوجد ۱۲ نور الایضاح صفحہ ۳۳

مسئلہ۔ سینہ بند اگر چھاتیوں سے لیکر ناف تک ہو تب[۱] بھی درست ہے، لیکن رانوں تک ہونا زیادہ اچھا ہے۔

مسئلہ۔ پہلے کفن کو تین دفعہ یا پانچ دفعہ لوبان وغیرہ کی دھونی[۲] دیدو تب اس میں مردے کو کفنا دو۔

مسئلہ۔ کفنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے چادر بچھاؤ پھر ازار[۳] اس کے اوپر کرتا پھر مردے کو اس پر لیجا کے پہلے کرتا پہناؤ اور سر کے بالوں کو دو حصہ کر کے کرتے کے اوپر سینہ پر ڈالدو ایک حصہ داہنی طرف اور ایک بائیں طرف اس کے بعد سربند سر پر اور بالوں پر ڈالدو اسکو نہ باندھو نہ لپیٹو پھر ازار لپیٹ دو پہلے بائیں طرف لپیٹو پھر داہنی طرف اس کے بعد سینہ بند باندھ دو پھر چادر لپیٹو پہلے بائیں طرف پھر داہنی طرف پھر کسی دھجی سے پیر اور سر کی طرف کفن کو باندھ دو اور ایک بند سے کمر کے پاس بھی باندھ دو کہ رستہ میں کہیں کھل نہ پڑے۔

مسئلہ۔ سینہ بند کو اگر سربند کے[۴] بعد ازار لپیٹنے سے پہلے ہی باندھ دیا تو یہ بھی جائز ہے اور اگر سب کفنوں کے اوپر سے باندھے تو بھی درست ہے۔

مسئلہ۔ جب کفنا چکو تو رخصت کر دو کہ مرد لوگ نماز پڑھ کر دفنا دیویں۔

مسئلہ۔ اگر عورتیں جنازے کی نماز پڑھ ڈالیں[۵] تو بھی جائز ہے لیکن چونکہ ایسا اتفاق کبھی نہیں ہوتا ہے اس لئے ہم نماز اور دفنانے کے مسئلے بیان نہیں کرتے۔

مسئلہ۔ کفن میں یا قبر کے اندر عہد نامہ[۶] اپنے پیر کا شجرہ یا اور کوئی دعا رکھنا درست نہیں، اسی طرح کفن پر یا سینہ پر کافور سے یا روشنائی سے کلمہ وغیرہ کوئی دعا لکھنا بھی درست نہیں البتہ کعبہ شریف کا غلاف یا اپنے پیر کا رومال وغیرہ کوئی کپڑا تبرکاً رکھ دینا درست ہے۔

مسئلہ۔ جو لڑکا زندہ پیدا ہوا پھر تھوڑی دیر میں[۷] مر گیا یا فوراً پیدا ہونے کے بعد ہی مر گیا تو وہ بھی اسی قاعدہ سے نہلایا جاوے اور کفنا کے نماز پڑھی جاوے پھر دفن کر دیا جاوے اور اس کا نام بھی کچھ رکھا جاوے۔

مسئلہ۔ جو لڑکا ماں کے پیٹ سے ہی مرا پیدا ہوا پیدا ہوتے وقت[۸] زندگی کی کوئی علامت نہیں پائی گئی اس کو بھی اسی طرح نہلاؤ لیکن قاعدہ کے موافق کفن

---

[۱] وعرض الخرقة ما بين الثدي الى السرة وقيل الى الركبة وهو الاظهر ۱۲ حوالہ بالا

[۲] وتجمر الاكفان قبل ان يدرج الميت فيها وترا مرة او ثلثا او خمسا ۱۲ كبيري صـ۵۴۳

[۳] وصفة التكفين ان تبسط اللفافة على نباط او حصير ثم يذر عليها الطيب ثم يبسط عليها الازار ويذر عليها الطيب ثم القميص كذلك ثم يوضع الميت بالثوب الذي نشف فيه فيقمص ويحيط الخ والمرأة تقمص ثم يجعل شعرها ضفيرتين على صدرها فوق الدرع ثم يوضع الخمار على رأسها كالمقنعة منشورا فوق ذلك تحت الازار ثم يعطف الازار واللفافة كما مر ثم يربط الخرقة على ثدييها فوق الاكفان كيلا تنتشر عليها اكفانها ۱۲ كبيري صـ۵۴۳

[۴] والظاهر ان هذا الترتيب مسنون لا واجب ۱۲ طحطاوي صـ۳۳۷

[۵] الصلوة عليه فرض كفاية مع عدم الانفراد بها ولو امرأة ۱۲ صـ۳۳۸ مراقي ولا يخرجن معها بل يكره للنساء ان يخرجن معها كراهة تحريم في زماننا ۱۲ صغيري صـ۲۹۳ ويكره جماعة النساء في غير صلوة جنازة قال في الفتح لا تكره جماعتهن في صلوة جنازة لانها فريضة ۱۲ شامي صـ۵۲۸

[۶] سئل ابن حجر عن كتابة العهد على الكفن هل يجوز ولذلك حل فاجاب بقوله نقل بعضهم عن نوادر الاصول ما يقتضي ان هذا الدعاء له اصل وان الفقيه ابن عجيل كان يامر به ثم افتى بجواز كتابته قياسا على كتابة الله في ابل الزكاة واقره بعضهم وفيه نظر وقد افتى ابن الصلاح بانه لا يجوز ان يكتب على الكفن يس والكهف ونحوهما ۱۲ رد المحتار صـ۸۴۴

[۷] ومن ولد فمات سمي وغسل وصلى عليه ان استهل الخ ۱۲ شرح وقایہ صـ۲۶

[۸] والا ادرج في خرقة ولم يصل عليه وغسل ۱۲ در مختار ۱۲ سیلا

نہ دو بلکہ کسی ایک کپڑے میں لپیٹکر دفن کردو اور نام اس کا بھی کچھ نہ کچھ رکھ دینا چاہئے۔

مسئلہ ۱۲۔ اگر حمل گر جاوے[1] تو اگر بچہ کے ہاتھ پاؤں منھ ناک وغیرہ عضو کچھ نہ بنے ہوں تو نہ نہلاوے اور نہ کفناوے کچھ بھی نہ کرے بلکہ کسی کپڑے میں لپیٹ کر ایک گڑھا کھود کر گاڑ دے اور اگر اس بچہ کے کچھ عضو بن گئے ہیں تو اس کا وہی حکم ہے جو مردہ بچہ پیدا ہونیکا ہے یعنی نام رکھا جاوے اور نہلا دیا جاوے لیکن قاعدہ کے موافق کفن نہ دیا جاوے نہ نماز پڑھی جاوے بلکہ کپڑے میں لپیٹ کر کے دفن کر دیا جاوے۔

مسئلہ ۱۳۔ لڑکے کا فقط سر نکلا اسوقت[2] وہ زندہ تھا پھر مر گیا تو اس کا وہی حکم ہے جو مردہ پیدا ہونے کا حکم ہے البتہ اگر زیادہ حصہ نکل آیا اس کے بعد مرا تو ایسا سمجھیں گے کہ زندہ پیدا ہوا، اگر سر کی طرف سے پیدا ہوا تو سینہ تک نکلنے سے سمجھیں گے کہ زیادہ حصہ نکل آیا اور اگر الٹا پیدا ہوا تو ناف تک نکلنا چاہیئے۔

مسئلہ ۱۴۔ اگر چھوٹی لڑکی جو ابھی جوان نہیں ہوئی لیکن جوانی کے قریب[3] پہونچگئی ہے تو اس کے کفن کے بھی وہی پانچ کپڑے سنت ہیں جو جوان عورت کے لئے ہیں اگر پانچ کپڑے نہ دو تین ہی کپڑے دو تب بھی کافی ہے غرضیکہ جو حکم سیانی عورت کا ہے وہی کنواری اور چھوٹی لڑکی کا بھی[4] حکم ہے مگر سیانی کے لئے وہ حکم تاکیدی ہے اور کم عمر کے لئے بہتر ہے۔

مسئلہ ۱۵۔ جو لڑکی بہت چھوٹی ہو جوانی کے قریب[5] بھی نہ ہوئی ہو اس کے لئے بہتر یہی ہے کہ پانچ کپڑے دئے جاویں اور دو کپڑے بھی دینا درست ہے، ایک ازار، ایک چادر[6]

مسئلہ ۱۶۔ اگر کوئی لڑکا مر جاوے اور اس کے نہلانے اور کفنانے کی تم کو ضرورت پڑی تو اسی ترکیب سے نہلا دو جو اوپر بیان ہو چکی اور کفنانے کا بھی وہی طریقہ ہے جو اوپر تم کو معلوم ہوا بس اتنا ہی فرق ہے کہ عورت کا کفن پانچ کپڑے ہیں اور مرد کا کفن تین کپڑے ایک چادر ایک ازار ایک کرتہ۔

مسئلہ ۱۷۔ مرد کے کفن میں اگر دو ہی کپڑے ہوں یعنی چادر[7] اور ازار اور کرتہ نہ ہو تب کچھ حرج نہیں دو کپڑے بھی کافی ہیں اور دو سے کم دینا مکروہ ہے لیکن اگر کوئی

[1] واما اذا لم یظہر لہ خلق اصلا فالظاہر انہ لا یغسل ولا یسمی وان لم یستہل غسل وان لم یتم خلقہ وان لم یراع فیہ السنۃ وادرج فی خرقۃ وسمی ودفن ولم یصل علیہ ۱۲ مراقی ص۳۲۴ و ۳۲۹

[2] مسئلہ ما اذا استہل حیات قبل خروج الکثرہ ای غسل وادرج فی خرقۃ ودفن ولم یصل علیہ ومن استہل وقد خرج اکثرہ وصدرہ ان نزل براسہ مستقیما وسرتہ ان خرج برجلیہ منکوسا ۱۲ مراقی ص

[3] والمراہق فی الکفن بمنزلۃ البالغ ۱۲ قاضی خاں

[4] والطفل الذی لم یبلغ حد الشہوۃ فالاحسن ان یکفن فیما یکفن البالغ وان کفن فی ثوب واحد جاز ۱۲ حوالہ بالا

[5] وان لم یراہق یکفن فی ازار ولفافۃ ۱۲ صغیری ص۲۲۸

[6] حوالہ بالا ۱۲

[7] وکفایۃ لہ ازار ولفافۃ ۱۲ شرح وقایہ ص۱۹۶

مجبوری اور لاچاری ہو تو مکروہ بھی نہیں۔

مسئلہ۔ جو چادر جنازہ کے اوپر یعنی چارپائی پر ڈالی جاتی ہے وہ کفن میں[1] شامل نہیں ہے کفن فقط اتنا ہی ہے جو ہم نے بیان کیا۔

مسئلہ۔ جس[2] شہر میں کوئی مرے وہیں اس کا گور و کفن کیا جاوے دوسری جگہ لے جانا بہتر نہیں[3] البتہ اگر کوئی جگہ کوس آدھ کوس دور ہو تو وہاں لیجانے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔

[3] ہاں اگر کوئی مجبوری ہو تو کچھ حرج نہیں ۱۲ محشی

[1] حوالہ بالا ۱۲

[2] ویستحب فی القتیل والمیت دفنہ فی المکان الذی مات فی مقابر اولئک القوم وان نقل قبل الدفن الی قدر میل او میلین فلا باس بہ کذا لو مات فی غیر بلدہ یستحب ترکہ ۱۲ قاضیخاں صفحہ ۹۰

مسائل ذیل کے پڑھانے کا طریقہ

اگر پڑھانے والا مرد ہو تو ان مسائل کو خود نہ پڑھاوے یا تو اپنی بی بی کی معرفت سمجھاوے یا پڑھنے والی کو ہدایت کردے کہ ان مسائل کو بطور خود دیکھ لینا۔ اور اگر پڑھنے والا کم عمر لڑکا ہو اسکو بھی نہ پڑھاویں بلکہ ہدایت کردیں کہ بعد کو دیکھ لے فقط

مسائل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حیض اور استحاضہ کا بیان

مسئلہ۔ ہر مہینے[1] میں آگے کی راہ سے جو معمولی خون آتا ہے اسکو حیض کہتے ہیں۔

مسئلہ۔ کم سے کم حیض کی مدت[2] تین دن تین رات ہے اور زیادہ سے زیادہ دس دن دس رات ہے کسی کو تین دن رات سے کم خون آیا تو وہ حیض نہیں ہے بلکہ استحاضہ ہے کہ کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے ایسا ہو گیا ہے اور اگر دس دن رات سے زیادہ خون آیا ہے توجے دن دس سے زیادہ آیا ہے وہ بھی استحاضہ ہے۔

مسئلہ۔ اگر تین[3] دن تو ہو گئے لیکن تین راتیں نہیں ہوئیں جیسے جمعہ کو صبح سے خون آیا اور اتوار کو شام کے وقت بعد مغرب بند ہو گیا تب بھی یہ حیض نہیں، بلکہ استحاضہ ہے۔ اگر تین دن رات سے ذرا بھی کم ہو تو وہ حیض نہیں جیسے جمعہ کو سورج نکلتے وقت خون آیا اور دوشنبہ کو سورج نکلنے سے ذرا پہلے بند ہو گیا تو وہ حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے۔

مسئلہ۔ حیض کی مدت[4] کے اندر سرخ زرد سبز خاکی یعنی مٹیالا سیاہ جو رنگ آوے سب حیض ہے جب تک گدی بالکل سپید نہ دکھلائی دے اور جب بالکل سپید رہے جیسی کہ رکھی گئی تھی تو اب حیض سے پاک ہو گئی۔

---

[1] فالحیض دم ینفضہ رحم امرأۃ بالغۃ لا داء بہا الخ ۱۲ شرح وقایہ صفحہ ۲۳

[2] واقلہ ثلثۃ ایام ولیالیہا واکثرہ عشرۃ وما نقص اقل الحیض او زاد علی اکثرہ او علی عادۃ عرفت الحیض وجاوز العشرۃ او علی عشرۃ حیض من بلغت مستحاضۃ او ما رأت حامل فہو استحاضۃ ۱۲ شرح وقایہ مع الحذف من البین صفحہ ۲۵

[3] حوالہ بالا ۱۲

[4] وما رأت من لون فیہا ای فی المدۃ سوی البیاض حیض ۱۲ شرح وقایہ

مسئلہ[1] نو برس[ع1] سے پہلے اور پچپن برس کے بعد کسی کو حیض نہیں آتا ہے اس لئے نو برس سے چھوٹی لڑکی کو جو خون آوے وہ حیض نہیں ہے بلکہ استحاضہ ہے اگر پچپن برس کے بعد کچھ نکلے تو اگر خون خوب[2] سرخ یا سیاہ ہو تو حیض ہے اور اگر زرد یا سبز یا خاکی رنگ ہو تو حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے، البتہ اگر اس عورت کو اس عمر سے پہلے بھی زرد یا سبز یا خاکی رنگ آتا ہو تو پچپن برس کے بعد بھی یہ رنگ حیض سمجھے جاویں گے۔ اور اگر عادت کے خلاف ایسا ہوا تو حیض نہیں ہے بلکہ استحاضہ[3] ہے

مسئلہ[4] کسی کو ہمیشہ تین دن یا چار[5] دن خون آتا تھا پھر کسی مہینے میں زیادہ آگیا لیکن دس دن سے زیادہ نہیں آیا وہ سب حیض ہے اور اگر دس دن سے بھی بڑھ گیا تو جے دن پہلے سے عادت کے ہیں اتنا تو حیض ہے باقی سب استحاضہ ہے اس کی مثال یہ ہے کہ کسی کو ہمیشہ تین دن حیض آنے کی عادت ہے لیکن کسی مہینے میں نو دن یا دس دن رات خون آیا تو یہ سب حیض ہے اور اگر دس دن رات سے ایک لحظہ بھی زیادہ خون آوے تو وہی تین دن حیض کے ہیں اور باقی دنوں کا سب استحاضہ ہے ان دنوں کی نمازیں قضا پڑھنا واجب ہیں۔

مسئلہ۔ ایک عورت[ع2] ہے جس کی کوئی عادت مقرر نہیں ہے کبھی چار دن خون آتا ہے کبھی سات دن اسی طرح بدلتا رہتا ہے کبھی دس دن بھی آجاتا ہے تو یہ سب حیض ہے ایسی عورت کو اگر کبھی دس دن رات سے زیادہ خون آوے تو دیکھو کہ اس سے پہلے مہینے میں کتنے دن حیض آیا تھا بس اتنے ہی دن حیض کے اور باقی سب استحاضہ ہے۔

ع1 اس کا مطلب یہ ہے کہ نو برس سے پہلے تو بالکل حیض نہیں آتا اس لئے جو خون نو برس سے پہلے آئے گا وہ کسی صورت میں حیض نہیں ہو سکتا اور پچپن برس کے بعد عام طور پر جو عادت ہے وہ یہی ہے کہ حیض نہیں آتا لیکن آنا ممکن ہے اس لئے اگر پچپن برس کے بعد خون آجاوے تو ان خاص صورتوں میں جن کا ذکر متن میں کیا گیا ہے اسکو حیض کہا جاوے گا ۱۲ تصحیح الاغلاط

ع2 کذا فی الشامیۃ ۱۲ منہ

---

[1] دم ینفضہ رحم امرأۃ بالغۃ تسع سنین ولم تبلغ سن الایاس وہو خمس وخمسون سنۃ ۱۲ مراقی ص۷۹ مع الحذف من البین ۱۲

[2] وما رأتہ بعدہا ای بعد المدۃ المذکورۃ فلیس بحیض فی ظاہر المذہب الا اذا کان دمًا خالصًا کالاسود والاحمر القانی فحیض وقیدوہ بان یکون احمر او اسود فلو اصفر او اخضر او تربیۃ لا یکون حیضا ومنہم من لم تیصرف فیہ فقال اذا رأتہ علی العادۃ الجاریۃ وہو یفید انہا اذا کانت عادتہا قبل الایاس اصفر فرأتہ کذلک الخ ۱۲ شامی ص۳۱۴

[3] مر دلیلہ فی الورقۃ السابقۃ ۱۲

[4] لو زاد علی العادۃ ولم یزد علی الاکثر فالکل حیض اتفاقا بشرط ان یکون بعدہ طہر صحیح ۱۲ شامی ص۲۹۵

مسئلہ۔ کسی کو ہمیشہ چار دن حیض آتا تھا پھر ایک[1] مہینے میں پانچ دن خون آیا اسکے بعد دوسرے مہینے میں پندرہ دن خون آیا تو اس پندرہ دن میں سے پانچ دن حیض کے ہیں اور دس دن استحاضہ[2] ہے، اور پہلی عادت کا اعتبار نہ کریں گے اور یہ سمجھیں گے کہ عادت بدل گئی، اور پانچ دن کی عادت ہوگئی۔

مسئلہ ۹۔ کسی کو دس دن[2] سے زیادہ خون آیا اور اسکو اپنی پہلی عادت بالکل یاد نہیں کہ پہلے مہینے میں کے دن خون آیا تھا تو اس کے مسئلے بہت باریک ہیں جن کا سمجھنا مشکل ہے اور ایسا اتفاق بھی کم پڑتا ہے، اس لئے ہم اس کا حکم بیان نہیں کرتے اگر کبھی ضرورت پڑے تو کسی بڑے عالم سے پوچھ لینا چاہیئے اور کسی ایسے ویسے معمولی مولوی سے ہرگز نہ پوچھے۔

مسئلہ ۱۰۔ کسی لڑکی نے پہلے پہل خون[3] دیکھا تو اگر دس دن یا اس سے کچھ کم آوے تو سب حیض ہے اور جو دس دن سے زیادہ آوے تو پورے دس دن حیض ہے، اور جتنا زیادہ ہو وہ سب استحاضہ ہے۔

مسئلہ ۱۱۔ کسی نے پہلے پہل خون[4] دیکھا اور وہ کسی طرح بند نہیں ہوا کئی مہینے تک برابر آتا رہا تو جسدن خون آیا ہے اس سے لیکر دس دن رات حیض ہے اس کے بعد بیس دن استحاضہ ہے اسی طرح برابر دس دن حیض اور بیس دن استحاضہ سمجھا جاویگا۔

مسئلہ ۱۲۔ دو حیض کے درمیان میں پاک[5] رہنے کی مدت کم سے کم پندرہ دن ہیں اور زیادہ کی کوئی حد نہیں۔ سو اگر کسی وجہ سے کسی کو حیض آنا بند ہو جاوے تو جتنے مہینے تک خون نہ آوے گا پاک رہے گی۔

مسئلہ ۱۳۔ اگر کسی کو تین دن[6] رات خون آیا پھر پندرہ دن پاک رہی پھر تین دن رات خون آیا تو تین دن پہلے کے اور تین دن یہ جو پندرہ دن کے بعد ہیں حیض کے ہیں اور بیچ میں پندرہ دن پاکی کا زمانہ ہے۔

؏ اس صورت میں دس دن تک انتظار کرے خون بند ہونے کا، اب چونکہ دس دن کے بعد خون نہیں بند ہو تو پانچ دن کی نماز قضا پڑھے اور ان دس دنوں کے بعد نہا دے اور نماز ادا کرے ۱۲

[1] واما اذا لم یتجاوز اکثر فیہما فہو انتقال للعادۃ فیہما فیکون حیضا ونفاسا ۱۲ شامی صد ۲۹۳

[2] واما اذا نسیت عادتہا فہی المحیرۃ والکلام علیہا فی فصول ثلاثۃ ۱۲ طحطاوی

[3] وان ابتدءت مع البلوغ مستحاضۃ فحیضہا عشرۃ ایام من کل شہر والباقی استحاضۃ ۱۲ ہدایہ صد ۶۶

[4] والحاصل ان المبتدءۃ اذا استمر دمہا فحیضہا فی کل شہر عشرۃ وطہرہا عشرون کما فی عامۃ الکتب ۱۲ شامی صد ۱۹۴

[5] واقل الطہر خمسۃ عشر یوماً ۱۲ شرح وقایہ صد ۴۸

[6] الثلثۃ ایام ولیالیہا الحیض ۱۲ شرح وقایہ مع العادۃ السابقۃ صد ۴۴

مسئلہ[۱۶]. اور اگر ایک یا دو دن[۱] خون آیا پھر پندرہ دن پاک رہی پھر ایک یا دو دن خون آیا تو بیچ میں پندرہ دن تو پاکی کا زمانہ ہی ہے ادھر ادھر ایک یا دو دن جو خون آیا ہے وہ بھی حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے۔

مسئلہ[۱۷]. اگر ایک[۲] دن یا کئی دن خون آیا پھر پندرہ دن سے کم پاک رہی ہے اس کا کچھ اعتبار نہیں ہے بلکہ یوں سمجھیں گے کہ گویا اول سے آخر تک برابر خون جاری رہا سو جتنے دن حیض آنے کی عادت ہو اتنے دن تو حیض کے ہیں باقی سب استحاضہ ہے۔ مثال اس کی یہ ہے کہ کسی کو ہر مہینے کی پہلی اور دوسری اور تیسری تاریخ حیض آنے کا معمول ہے پھر کسی مہینے میں ایسا ہوا کہ پہلی تاریخ خون آیا پھر چودہ دن پاک رہی پھر ایک دن خون آیا تو ایسا سمجھیں گے کہ سولہ دن گویا برابر خون آیا کیا۔ سو اس میں سے تین دن اول کے تو حیض کے ہیں اور تیرہ دن[ف] استحاضہ ہے، اور اگر چوتھی پانچویں چھٹی تاریخ حیض کی عادت تھی تو یہی تاریخیں حیض کی ہیں اور تین دن اول کے اور دس دن بعد کے استحاضہ کے ہیں اور اگر اسکی کچھ عادت نہ ہو بلکہ پہلے پہل خون آیا ہو تو دس دن حیض ہے اور چھ دن استحاضہ ہے۔

مسئلہ[۱۸]. حمل کے زمانہ میں جو[۳] خون آوے وہ بھی حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے چاہے جے دن آوے۔

مسئلہ[۱۹]. بچہ پیدا ہونے کے وقت بچہ نکلنے سے[۴] پہلے جو خون آوے وہ بھی استحاضہ ہے بلکہ جب تک آدھے سے زیادہ نہ نکل آوے تب تک جو خون آویگا اسکو

[۱] بحوالہ بالا ۱۲

[۲] اعلم ان الطہر الذی یکون اقل من خمسۃ عشر یوما اذا تخلل بین الدمین فان کان اقل من ثلثۃ ایام لا لفصل بینہما بل ہو کالدم المتوالی اجماعاً وان کان ثلثۃ ایام او اکثر فعند ابی یوسف رح وہو قول ابی حنیفۃ رح آخراً لا لفصل ۱۲ شرح وقایہ صہ ۲۵

[۳] ومارأت حامل فہو استحاضۃ ۱۲ شرح وقایہ صہ ۲۴

[۴] وحامل ولو قبل خروج اکثر الولد استحاضۃ ۱۲ درمختار صہ ۵۰

[ف] مگر یہ بات کہ اتنا حیض ہے اور اتنا استحاضہ سولھویں دن سے پہلے معلوم نہ ہوا تھا تو ایسی حالت میں اول بار جب خون دیکھا تو نماز چھوڑ دے اس لئے کہ ظاہر یہ ہے کہ وہ حیض کا خون ہو پھر جب ایک دن کے بعد بند ہوا تو احتمال ہے کہ یہ استحاضہ کا خون تھا اور احتمال ہے کہ حیض ہو اس لئے اس ایک دن کی نماز قضا پڑھے، قاعدہ کی رو سے۔ پھر چودہ روز کے بعد جو خون آیا تو معلوم ہوا کہ وہ پہلا خون حیض کا تھا اس لئے اس وقت تک کی نمازیں بیکار گئیں جن میں تین دن کی معاف ہوگئیں، ان کی قضا کرے پھر دیکھنا چاہیے کہ ان تین دن کے بعد اس نے غسل کیا تھا یا نہیں، اگر غسل کرکے نمازیں پڑھی تھیں تب تو ان تیرہ دنوں کی نمازیں سب درست ہوگئیں اور اگر غسل نہیں کیا تھا تو باقی تیرہ دن کی نمازیں قضا پڑھے اور اب جو خون دیکھا تو اس میں نماز نہ چھوڑے غسل کرکے نماز پڑھے اور اگر غسل پہلے نہ کیا ہو تو اب وہ مستحاضہ شمار ہوگی ۱۲

استحاضہ ہی کہیں گے۔

حیض کے احکام کا بیان

مسئلہ۔ حیض[۱] کے زمانے میں نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا درست نہیں اتنا فرق ہے کہ نماز تو بالکل معاف ہو جاتی ہے پاک ہونے پر بھی اس کی قضا واجب نہیں ہوتی لیکن روزہ معاف نہیں ہوتا پاک ہونے کے بعد قضا رکھنی پڑے گی۔

مسئلہ[۲]۔ اگر فرض نماز پڑھنے میں حیض آ گیا تو وہ نماز بھی معاف ہو گئی پاک ہونے کے بعد اسکی قضا نہ پڑھے اور اگر نفل یا سنت میں حیض آ گیا تو اسکی قضا پڑھنا پڑے گی۔ اور اگر آدھے روزے کے بعد حیض آیا تو وہ روزہ ٹوٹ گیا جب پاک ہو تو قضا رکھے اگر نفل روزہ میں حیض آجاوے تو اس کی بھی قضا رکھے۔

مسئلہ[۳]۔ اگر نماز کے اخیر وقت میں حیض آیا اور ابھی نماز نہیں پڑھی ہے تب بھی معاف ہو گئی۔

مسئلہ[۴]۔ حیض کے زمانہ میں مرد کے پاس رہنا یعنی صحبت کرنا درست نہیں اور صحبت کے سوا اور سب باتیں درست ہیں یعنی ساتھ کھانا پینا لیٹنا وغیرہ درست ہے۔

مسئلہ۔ کسی کی عادت[۵] پانچ دن کی یا نو دن کی تھی سو جتنے دن کی عادت تھی اتنے ہی دن خون آیا پھر بند ہو گیا تو جب تک نہانہ لیوے تب تک صحبت کرنا درست نہیں اگر غسل نہ کرے تو جب ایک نماز کا وقت گذر جائے کہ ایک نماز کی قضا اسکے ذمہ واجب ہو جاوے تب صحبت درست ہے اس سے پہلے درست نہیں۔

مسئلہ[۶]۔ اگر عادت پانچ دن کی تھی اور خون چار ہی دن آ کر بند ہو گیا تو نہا کے

عہ اب اس نماز سے ہٹ جاوے اور ادا نہ کرے ۱۲

عہ عورت کو مرد کے ناف سے گھٹنے تک بدن کو بھی دیکھنا اسکو ہاتھ لگانا اس کا بوسہ لینا وغیرہ جائز ہے لیکن یہ جائز نہیں کہ عورت کا بدن ناف سے گھٹنوں تک مرد کے کسی عضو سے مس کرے ۱۲

عہ اس کا بیان آگے آتا ہے ۱۲

۱؎ یمنع الصلوٰۃ والصوم و یقضی ہو لاہی ۱۲ شرح وقایہ صہ۲۶

۲؎ ولو شرعت تطوعا فیہا فحاضت تقضیہا قال فی الحاشیۃ اما الفرض ففی الصوم تقضیہ دون الصلوٰۃ ۱۲ درمختار مع الحاشیہ صہ۱۸۵

۳؎ فاذا حاضت فی آخر الوقت سقطت ۱۲ شرح وقایہ صہ۲۶

۴؎ ویمنع استمتاع ماتحت الازار کالمباشرۃ والتفخیذ وتحل القبلۃ وملامسۃ مافوق الازار ۱۲ حوالہ بالا ولہ ان یقبلہا و یضاجعہا ولا یکرہ طبخہا ولا استعمال ما مستہ من عجین او ماء او غیرہا ۱۲

۵؎ ولا یحل الوطی ان انقطع الحیض لدونہ ای دون الاکثر ولو لتمام عادتہا الا ان تغتسل او تتیمم وتصلی او تصیر الصلوٰۃ دینا فی ذمتہا وذلک بان تجد بعد الانقطاع زمانا یسع الغسل والتحریمۃ ۱۲ صہ۸۰ مراقی

۶؎ واذا انقطع لدون عادتہا لایقربہا حتی تمضی عادتہا ۱۲ حوالہ بالا

نماز پڑھنا واجب ہے لیکن جب تک پانچ دن پورے نہ ہولیں تب تک صحبت کرنا درست نہیں ہے کہ شاید پھر خون آجاوے۔

مسئلہ۔ اور اگر پورے دس دن رات حیض آیا تو جب سے خون بند ہو جاوے اسی وقت سے صحبت کرنا درست ہے چاہے نہا چکی ہو یا ابھی نہ نہائی ہو۔

مسئلہ۔ اگر ایک[1] یا دو دن خون آکر بند ہو گیا تو نہانا واجب نہیں ہے وضو کر کے نماز پڑھے لیکن ابھی صحبت کرنا درست نہیں اگر پندرہ دن گذرنے سے پہلے خون آجاوے گا تو اب معلوم ہو گا کہ وہ حیض کا زمانہ تھا حساب سے جتنے دن حیض کے ہوں ان کو حیض سمجھے اور اب غسل کر کے نماز پڑھے اور اگر پورے پندرہ دن بیچ میں گذر گئے اور خون نہیں آیا تو معلوم ہوا کہ استحاضہ تھا سو ایک دن یا دو دن خون آنے کی وجہ سے جو نمازیں نہیں پڑھیں اب ان کی قضا پڑھنا چاہیئے۔

مسئلہ۔ تین دن حیض آنے کی عادت[2] ہے لیکن کسی مہینے میں ایسا ہوا کہ تین دن پورے ہو چکے اور ابھی خون بند نہیں ہوا تو ابھی غسل نہ کرے نہ نماز پڑھے، اگر پورے دس دن رات پر یا اس سے کم میں خون بند ہو جاوے تو ان سب دنوں کی نمازیں معاف ہیں کچھ قضا نہ پڑھنا پڑے گی اور یوں کہیں گے کہ عادت بدل گئی اس لئے یہ سب دن حیض کے ہوں گے اور اگر گیارھویں دن بھی خون آیا تو اب معلوم ہوا کہ حیض کے فقط تین ہی دن تھے، یہ سب استحاضہ ہے پس گیارھویں دن نہاوے اور سات دن کی نمازیں قضا پڑھے اور اب نمازیں نہ چھوڑے۔

مسئلہ[3]۔ اگر دس دن[4] سے کم حیض آیا اور ایسے وقت خون بند ہوا کہ نماز کا وقت بالکل تنگ ہے کہ جلدی اور پھرتی سے نہا دھو ڈالے تو نہانے کے بعد بالکل ذرا سا وقت بچے گا جس میں صرف ایک دفعہ[5] اللہ اکبر کہہ کے نیت باندھ سکتی ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں پڑھ سکتی تب بھی اسوقت کی نماز واجب ہو جاویگی اور قضا پڑھنی[6] پڑے گی اور اگر اس سے بھی کم وقت ہو تو نماز معاف ہے اسکی قضا پڑھنا واجب نہیں۔

عسہ یہاں اسقدر وقت مراد ہے جس میں غسل کے فرائض ادا کر سکے ۱۲

عسہ اگر غسل کرنے کے بعد اللہ اکبر کہنے اور نیت کا وقت باقی ہو تو نیت باندھ کر نماز شروع کرے اور اگرچہ بعد نیت باندھنے کے بعد وقت غسل بھی ہو جائے تو بھی نماز پوری کرے لیکن صبح کے وقت میں اگر نیت باندھنے کے بعد بھی وقت ہو جائے تو نماز ٹوٹ گئی پھر سے قضا کرے ۱۲

لہ دخل وطی من قطع دمہا لاکثر الحیض ۱۲

لہ ان انقطع لاقل من ثلثۃ ایام اخرت الصلوۃ الی آخر الوقت فاذا خافت الفوت توضأت وصلت ثم اذا عاد الدم فی العشرۃ بطل الحکم بطہارتہا مبتدءۃ کانت او معتادۃ فاذا انقطع الدم لعشرۃ او اکثر بمضی العشرۃ یحکم طہارتہا ویجب علیہا الاغتسال ۱۲ شرح وقایہ صہ ۶۸

لہ ای اذا کانت لہا عادۃ فی الحیض وفرضنا سبعۃ فرأت الدم اثنی عشر یوماً فخمسۃ ایام بعدہا استحاضۃ ۱۲ شرح وقایہ صہ ۲

والا فعادتہا وہی تثبت وتنتقل بمرۃ ۱۲ در مختار صہ ۵

لہ فاذا ادرکت من آخر الوقت قدر التحریمۃ وجب القضاء وان لم تتمکن الغسل لانہا ادرکت بعد الخروج من الحیض جزءً من الوقت ۱۲ رد المختار صہ

مسئلہ[۱۱]۔ اور اگر پورے دس دن رات حیض آیا اور ایسے وقت خون بند ہوا کہ بالکل ذرا سا بس اتنا وقت[۱] ہے کہ ایک دفعہ اللہ اکبر کہہ سکتی اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتی اور نہانے کی بھی گنجائش نہیں تو بھی نماز واجب ہو جاتی ہے اسکی قضا پڑھنا چاہیئے۔

مسئلہ[۱۲]۔ اگر رمضان شریف میں[۲] دن کو پاک ہوئی تو اب پاک ہونیکے بعد کچھ کھانا پینا درست نہیں ہے شام تک روزہ داروں کی طرح سے رہنا واجب ہے لیکن یہ دن روزہ میں حساب نہ ہوگا بلکہ اسکی بھی قضا رکھنی پڑے گی۔

مسئلہ[۱۳] اور اگر رات کو پاک ہوئی[۳] اور پورے دس دن رات حیض آیا ہے تو اگراتنی ذرا سی رات باقی ہو جسمیں ایک دفعہ اللہ اکبر بھی نہ کہہ سکے تب بھی صبح کا روزہ واجب ہے اور اگر دس دن سے کم حیض آیا ہے تو اگر اتنی رات باقی ہو کہ پھرتی سے غسل تو کریگی لیکن غسل کے بعد ایک دفعہ بھی اللہ اکبر نہ کہہ پاویگی تو بھی صبح کا روزہ واجب ہے اگر اتنی رات تو تھی لیکن غسل نہیں کیا تو روزہ نہ توڑے بلکہ روزہ کی نیت کرلے اور صبح کو نہالیوے اور جو اس سے بھی کم رات ہو یعنی غسل بھی نہ کر سکے تو صبح کا روزہ جائز نہیں ہے لیکن دن کو کچھ کھانا پینا بھی درست نہیں بلکہ سارا دن روزہ داروں کی طرح رہے پھر اسکی قضا رکھے

مسئلہ[۱۴]۔ جب خون سوراخ[۴] سے باہر کی کھال میں نکل آوے تب سے حیض شروع ہو جاتا ہے اس کھال سے باہر چاہے نکلے یا نہ نکلے اس کا کچھ اعتبار نہیں ہے تو اگر کوئی سوراخ کے اندر روئی وغیرہ رکھ لیوے جس سے خون باہر نہ نکلنے پاوے تو جب تک سوراخ کے اندر ہی اندر خون رہے اور باہر والی روئی وغیرہ پر خون کا دھبہ نہ آوے تب تک حیض کا حکم نہ لگاویں گے جب خون کا دھبہ باہر والی کھال میں آجاوے یا روئی وغیرہ کھینچکر باہر نکال لے تب سے حیض کا حساب ہوگا۔

مسئلہ[۱۵]۔ پاک عورت[۵] نے رات کو فرج داخل میں گدی رکھ لی تھی جب صبح ہوئی تو اس پر خون کا دھبہ دیکھا تو جو وقت سے دھبہ دیکھا ہے اسی وقت سے حیض کا حکم لگا دیں گے۔

---

[۱] حوالہ بالا ۱۲

[۲] ولیمسک بقیۃ یومہ صبی بلغ وکافر اسلم وحائض طہرت ۱۲

[۳] وہل تعتبر التحریمۃ فے الصوم الصحیح لا وہی من الطہر مطلقا ۱۲ در مختار صد ۲۰۵

[۴] وقت ثبوتہ بالبروز وہو انما یعلم بمجاوزۃ موضع البکارۃ وہی بالخروج الی الفرج الظاہر ۱۲ طحطاوی صد ۸۰

[۵] لو احتشت المرأۃ فے الفرج الخارج فابتل الجانب الداخل بطلت طہارتہا ۱۲ قاضی خاں صد ۱۹ قلت ویفہم منہ دلیل ہذہ المسئلۃ ۱۲ محشی غفرلہ

[۵] فرج داخل کی قید اس مرتبہ اضافہ ہوئی ہے ۱۲ شبیر علی

استحاضہ کے احکام کا بیان

مسئلہ۔ استحاضہ[1] کا حکم ایسا ہے جیسے کسی کے نکسیر پھوٹے اور بند نہ ہو ایسی عورت نماز بھی پڑھے روزہ بھی رکھے قضا نہ کرنا چاہیئے اور اس سے صحبت کرنا بھی درست ہے۔

نوٹ:۔ استحاضہ کے احکام بالکل معذور کے احکام کی طرح ہیں جو حصہ اول میں بیان ہو چکے ہیں ملاحظہ ہوں ۱۲

نفاس کا بیان

مسئلہ۔ بچہ پیدا ہونے[2] کے بعد آگے کی راہ سے جو خون آتا ہے اسکو نفاس کہتے ہیں زیادہ سے زیادہ نفاس کے چالیس دن ہیں اور کم کی کوئی حد نہیں، اگر کسی کو ایک آدھ گھڑی آکر خون بند ہو جاوے تو وہ بھی نفاس ہے۔

مسئلہ[3]۔ اگر بچہ پیدا ہونے کے بعد کسی کو بالکل خون نہ آوے تب بھی جننے کے بعد نہانا واجب ہے۔

مسئلہ[4]۔ آدھے سے زیادہ بچہ نکل آیا لیکن[5] ابھی پورا نہیں[6] نکلا اس وقت جو خون آوے وہ بھی نفاس ہے اور اگر آدھے سے کم نکلا تھا اس وقت خون آیا تو وہ استحاضہ ہے اگر ہوش حواس باقی ہوں تو اس وقت بھی نماز پڑھے نہیں تو گنہگار ہوگی نہ ہو سکے تو اشارہ ہی سے[7] پڑھے قضا نہ کرے، لیکن اگر نماز پڑھنے سے بچہ کے ضائع ہو جانے کا ڈر ہو تو نماز نہ پڑھے۔

مسئلہ[8]۔ کسی کا حمل گر گیا تو اگر بچہ کا ایک[9] آدھ عضو بن گیا ہو تو گرنے کے بعد جو خون آوے گا وہ بھی نفاس ہے اور اگر بالکل نہیں بنا بس گوشت[10] ہے

---

[1] لا یمنع صلوٰۃ وصوما ووطیاً ۱۲ مختصر وقایہ صـ۱۱ ومن لم یمض علیہ وقت فرض الا وبہ حدث من استحاضۃ او رعاف ونحوہما یتوضأ لوقت کل فرض ۱۲ حوالہ بالا

[2] والنفاس دم یعقب الولد ولا حد لاقلہ واکثرہ اربعون یوما ۱۲ حوالہ بالا

[3] ہو الدم الخارج عقب الولادۃ او خروج اکثر الولد ۱۲ مراقی صـ۸۰

[4] امرأۃ خرج راس ولدہا وخافت فوت الوقت توضات ان قدرت والا تیممت وجعلت راس ولدہا فی قدر او حفیرۃ وصلت قاعدۃ برکوع وسجود فان لم تستطعہما تومی ایماء ۱۲ صغیری صـ۱۴۷

[5] ہو الدم عقب الولادۃ او خروج اکثر الولد ولو سقطاً استبان بعض خلقہ ۱۲ مراقی صـ۸۰ وان لم یظہر شئی من خلقہ فلا نفاس لہا ۱۲ عالمگیری صـ۳۹

[6] اور اگر آدھا نکل آیا تب بھی یہی حکم ہے وہ خون نفاس ہوگا ۱۲

[7] گوشت ہونے کی قید بطور مثال کے ہے احترازی نہیں ہے ۱۲ تصحیح الاغلاط

تو یہ نفاس نہیں پس اگر وہ خون حیض بن سکے تو حیض ہے اور اگر حیض بھی نہ بن سکے مثلاً تین دن سے کم آدے یا پاکی کا زمانہ ابھی پورے پندرہ دن نہیں ہوا تو وہ استحاضہ ہے۔

مسئلہ۔ اگر خون چالیس دن سے[1] بڑھ گیا تو اگر پہلے پہل یہی بچہ ہوا تو چالیس دن نفاس کے ہیں، اور جتنا زیادہ آیا ہے وہ استحاضہ ہے پس چالیس دن کے بعد نہا ڈالے اور نماز پڑھنا شروع کرے خون بند ہونے کا انتظار نہ کرے اور اگر یہ پہلا بچہ نہیں بلکہ اس سے پہلے جن چکی ہے اور اس کی عادت معلوم ہے کہ اتنے دن نفاس آتا ہے تو جتنے دن نفاس کی عادت[2] ہو اتنے دن نفاس کے ہیں اور جو اس سے زیادہ ہے وہ استحاضہ ہے۔

مسئلہ۔ کسی کی عادت[3] تیس دن نفاس آنے کی ہے لیکن تیس دن گذر گئے اور ابھی خون بند نہیں ہوا تو ابھی نہ نہاوے اگر پورے چالیس پر خون بند ہو گیا تو یہ سب نفاس ہے اور اگر چالیس دن سے زیادہ ہو جاوے تو فقط تیس دن نفاس کے ہیں اور باقی سب استحاضہ ہے اس لئے اب فوراً غسل کر ڈالے اور دس دن کی نمازیں قضا پڑھے۔

مسئلہ۔ اگر چالیس دن سے پہلے خون نفاس کا بند ہو جاوے تو فوراً غسل کرکے نماز پڑھنا شروع کرے اور اگر غسل نقصان[4] کرے تو تیمم کرکے نماز شروع کرے ہرگز کوئی نماز قضا نہ ہونے دے۔

مسئلہ۔ نفاس میں بھی نماز بالکل معاف ہے اور روزہ[5] معاف نہیں بلکہ اس کی قضا رکھنا چاہیئے۔ اور روزہ و نماز اور صحبت کرنیکے یہاں بھی وہی مسئلے ہیں جو اوپر[6] بیان ہو چکے ہیں۔

مسئلہ۔ اگر چھ مہینے کے اندر اندر آگے پیچھے دو[7] بچے ہوں تو نفاس کی مدت

---

[1] و زاد علی اربعین نفاسہا فہو استحاضۃ ای النفاس اذا لم یکن للمرأۃ فیہ عادۃ معروفۃ فنفاسہا اربعون یوما وما زاد علیہا استحاضۃ ۱۲ و اذا کان لہا عادۃ فی النفاس وہی ثلثون یوما فرأت الدم خمسین یوما فالعشرون التی بعد الثلثین استحاضۃ ۱۲ شرح وقایہ ص۲۸

[2] یعنی ولیلۃ مما مر سابقا ای آنفا ۱۲

[3] فالحاصل انہ لا فسحۃ فی ترک الصلوٰۃ مع الامکان باىّ وجہ کان ۱۲ صغیری ص۱۲۵

[4] الحکمہ کالحیض فی کل شیٔ ۱۲ درمختار ص۵۵

[5] وہو لام التوامین من الاول خلافا لمحمد التوامان ولدان من بطن واحد لا یکون بین ولادتہما اقل مدۃ الحمل وہو ستۃ اشہر ۱۲ شرح وقایہ ص۲۹

[6] مگر یہ بات چالیس دن گذرنے کے بعد معلوم ہوگی ۱۲

[7] یعنی حیض کے احکام میں ۱۲

پہلے بچہ سے لی جائے گی، اگر دوسرا بچہ دس بیس دن یا دو ایک مہینے کے بعد ہوا تو دوسرے بچہ سے نفاس کا حساب نہ کریں گے۔

نفاس اور حیض وغیرہ کے احکام کا بیان

مسئلہ۔ جو عورت[1] حیض سے ہو یا نفاس سے ہو اور جس پر نہانا واجب ہو اسکو مسجد میں جانا اور کعبہ شریف کا طواف کرنا اور کلام مجید کا پڑھنا اور کلام مجید کا چھونا درست نہیں۔ البتہ اگر کلام مجید جزدان میں یا رومال میں لپٹا ہو اس پر کپڑے وغیرہ چولی چڑھی ہو اور جلد کے ساتھ سلی ہوئی نہ ہو بلکہ الگ ہو کہ اتارنے سے اتر سکے تو اس حال میں قرآن مجید کا چھونا اور اٹھانا درست ہے۔

مسئلہ۔ جس کا وضو نہ ہو اسکو بھی کلام مجید[2] کا چھونا درست نہیں البتہ زبانی پڑھنا درست ہے۔

مسئلہ۔ جس روپیہ یا پیسہ[3] میں یا تشتری میں یا تعویذ میں یا اور کسی چیز میں قرآن شریف کی کوئی آیت لکھی ہو اسکو بھی چھونا ان لوگوں کے لئے درست نہیں البتہ اگر کسی تھیلی میں یا برتن وغیرہ میں رکھے ہوں تو اس تھیلی اور برتن کا چھونا اور اٹھانا درست ہے۔

مسئلہ۔ کرتے[4] کے دامن اور دوپٹہ کے آنچل سے بھی قرآن مجید کو پکڑنا اور اٹھانا درست نہیں۔ البتہ اگر بدن سے الگ کوئی کپڑا ہو جیسے رومال وغیرہ اس سے پکڑ کے اٹھانا جائز ہے

مسئلہ۔ اگر پوری آیت نہ پڑھے[5] بلکہ آیت کا ذرا سا لفظ یا آدھی آیت پڑھے تو درست ہے لیکن وہ آدھی آیت اتنی بڑی نہ ہو کہ کسی چھوٹی سی آیت کے برابر ہو جاوے۔

مسئلہ۔ اگر الحمد کی پوری سورت[6] دعا کی نیت سے پڑھے یا اور دعائیں جو قرآن میں آئی ہیں ان کو دعا کی نیت سے پڑھے تلاوت کے ارادے سے نہ پڑھے تو درست

---

[1] ویحرم بالحیض والنفاس الصلوٰۃ والصوم وقرءۃ آیۃ من القرآن ومسہا الا بغلاف متجاف عن القرآن والحائل کالخریطۃ ودخول مسجد والطواف ۱۲ مراقی ص۸۳

[2] ولامس محدثا ای الحائض والجنب والنفساء والمحدث مصحفا ۱۲ شرح وقایہ ص۹۴

[3] ویحرم مسہا ای الآیۃ سواء کتب علے قرطاس او درہم او حائط ۱۲ مراقی ص۸۳

[4] ویکرہ المس بالکم التبعیۃ للابس ۱۲ مراقی ص۸۳

[5] وقیدہ بالآیۃ لانہ یکرہ ما دونہا کما فی القہستانی ۱۲ طحطاوی ص۸۲

[6] قال فی العیون ولو انہ قرء الفاتحۃ علی سبیل الدعاء او شیئا من الآیات التی فیہا معنی الدعاء ولم یرد بہ القرآن فلا باس بہ ۱۲ حوالہ بالا

[*] یہ مثال ہے اصل مسئلہ کی توضیح کے لئے ۱۲ تصحیح الاغلاط

ہے اس میں کچھ گناہ نہیں ہے جیسے یہ دعا رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ اور یہ دعا رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا آخر تک جو سورۂ بقر کے آخر میں لکھی ہے یا اور کوئی دعا جو قرآن شریف میں آئی ہو دعا کی نیت سے سب کا پڑھنا درست ہے۔

مسئلہ۔ دعاء قنوت[1] کا پڑھنا بھی درست ہے۔

مسئلہ۔ اگر کوئی عورت[2] لڑکیوں کو قرآن شریف پڑھاتی ہو تو ایسی حالت میں ہجے لگوانا درست ہے اور رواں پڑھاتے وقت پوری آیت نہ پڑھے بلکہ ایک ایک دو دو لفظ کے بعد سانس توڑ دے اور کاٹ کاٹ کر کے آیت کا رواں کہلاوے

مسئلہ۔ کلمہ اور درود[3] شریف پڑھنا اور خدا تعالیٰ کا نام لینا استغفار پڑھنا یا اور کوئی وظیفہ پڑھنا جیسے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ پڑھنا منع نہیں ہے، یہ سب درست ہے۔

مسئلہ۔ حیض کے زمانہ میں مستحب ہے کہ نماز کے وقت[4] وضو کر کے کسی پاک جگہ تھوڑی دیر بیٹھ کر اللہ اللہ کر لیا کرے تاکہ نماز کی عادت چھوٹ نہ جاوے اور پاک ہونے کے بعد نماز سے جی گھبراوے نہیں

مسئلہ۔ کسی کو نہانے کی ضرورت[5] تھی اور ابھی نہانے نہ پائی تھی کہ حیض آ گیا تو اب اس پر نہانا واجب نہیں بلکہ جب حیض سے پاک ہو تب نہاوے ایک ہی غسل دونوں باتوں کی طرف سے ہو جاوے گا۔

جوان ہونے کا بیان

مسئلہ۔ جب کسی[6] لڑکی کو حیض آ گیا یا ابھی تک کوئی حیض تو نہیں آیا لیکن اس کے پیٹ رہ گیا یا پیٹ بھی نہیں رہا لیکن خواب میں مرد سے صحبت کراتے دیکھا اور اس سے مزہ آیا اور[7] منی نکل آئی ان تینوں صورتوں میں وہ جوان ہو گئی روزہ وغیرہ شریعت کے سب حکم احکام اس پر لگائے جاویں گے اور اگر ان تینوں باتوں

[7] اگر جاگتے میں منی شہوت سے بغیر صحبت نکل آوے جب بھی بالغ سمجھی جاوے گی ۱۲

[1] حوالہ بالا

[2] ویجوز للمعلم الجنب والحائض تعلیم القرآن کلمۃ کلمۃ ... والمعلمۃ اذا حاضت فعند الکرخی تعلم کلمۃ کلمۃ وتقطع بین الکلمتین ۱۲ شرح وقایہ صہ ۲۷

[3] وسائر الادعیۃ الماثورۃ والاذکار لا باس بہا ۱۲ ہدایہ

[4] ویستحب للحائض اذا دخل وقت الصلوٰۃ ان تتوضأ وتجلس عند مسجد بیتہا تذکر اللہ مقدار ادار الصلوٰۃ ۱۲ عالمگیری صہ ۳۴

[5] المرأۃ اذا اجنبت ثم حاضت ان شاءت اغتسلت وان شاءت اخرت الاغتسال ۱۲ قاضی خاں صہ ۲۳ وصغیری صہ ۴۹

[6] قال فی المرقات ناقلا عن الہدایۃ وبلوغ الجاریۃ بالحیض والاحتلام والحبل فان لم یوجد ذلک فحتی یتم لہا سبع عشر سنۃ ہذا عند ابی حنیفۃ وقالا اذا تم للغلام والجاریۃ خمس عشر سنۃ فقد بلغا ۱۲ حاشیہ مشکوٰۃ صہ ۲۹۳

سے کوئی بات نہیں پائی گئی لیکن اس کی عمر پورے پندرہ برس کی ہو چکی ہے تب بھی وہ جوان سمجھی جاوے گی اور جو حکم جوان پر لگائے جاتے ہیں اب اس پر لگائے جاویں گے۔

مسئلہ ۔ جوان ہونے کو شریعت میں[1] بالغ ہونا کہتے ہیں نو برس سے پہلے کوئی عورت جوان نہیں ہو سکتی اگر اسکو خون بھی آوے تو وہ حیض نہیں ہے بلکہ استحاضہ ہے جس کا حکم اوپر بیان ہو چکا ہے۔

دوسرا حصہ بہشتی زیور کا تمام ہوا

[1] ولا حیض ولا احتلام قبل بلوغ تسع ۱۲ مرقات حوالہ بالا

ضمیمہ اولیٰ بہشتی زیور

مسماۃ بہ بہشتی جوہر

دوسرا حصہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نماز کی فضیلت کا بیان

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ یعنی بیشک نماز روکدیتی ہے بے حیائی اور گناہ سے۔ غرض یہ ہے کہ نماز باقاعدہ پڑھنے سے ایسی برکت ہوتی ہے جس سے نمازی تمام گناہوں[1] سے باز رہتا ہے اگرچہ اور بھی بعض عبادتیں ایسی ہیں جن سے یہ برکت حاصل ہوتی ہے مگر نماز کو اسمیں خاص دخل ہے اور نماز کو اسباب میں اعلیٰ درجہ کی تاثیر ہے مگر یہ ضرور ہے کہ نماز سنت کے موافق عمدہ طور سے ادا کی جاوے نمازی کے دل میں اللہ پاک کی عظمت پائی جاوے ظاہر اور باطن سکون و عاجزی سے بھرا ہوا اِدھر اُدھر نہ دیکھے جس درجہ نماز کو کامل ادا کریگا اسی درجہ کی برکت حاصل ہوگی۔ کوئی عبادت نماز سے زیادہ محبوب[2] حق تعالیٰ کو نہیں ہے پس مسلمان کو ضرور ہے کہ ایسی عبادت جو تمام گناہوں سے روکدے اور دوزخ سے نجات دلادے اسکو نہایت اہتمام سے ادا کرے اور کبھی قضا نہ کرے۔

حضرت امام حسن[3] بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے د حضرت امام حسن بصری بڑی

[1] اس وجہ سے کہ یہی صرف ایسی عبادت ہے کہ ہر ایک عضو ظاہری اور باطنی اپنی بساط کے مطابق عبادت میں لگا ہوتا ہے تو جب ہر عضو عبادت کرے گا تو کیونکر ہر ایک عضو میں اس کا اثر نہ آئیگا پس جو گناہ وہ عضو کرتا ہے اسمیں کمی ضرور ہوگی ہوتے ہوتے کبھی بالکل ہی چھوٹ جائیگا ۱۲

[2] اسی واسطے اکثر جگہ قرآن پاک میں خدا تعالیٰ ایمان کے بعد نماز کا ذکر لایا ہے الٓمٓ کے شروع ہی میں ہے۔ یُؤمنون بالغیب ویقیمون الصلاۃ ۱۲

[3] اخرج الامام ابن جریر الطبری عن الحسن قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلے صلوٰۃ لم تنہہ عن الفحشاء والمنکر لم یزدد بہا من اللہ الا بعدا (سورۂ عنکبوت) ۱۲

درجہ کے عالم اور درویش ہیں اور صحابہ کے دیکھنے والے ہیں حافظ محدث ذہبیؒ نے ان کے حالات میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے، کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے ایسی نماز پڑھی کہ اس نماز نے اس نمازی کو بے حیائی کے کاموں، اور گناہ کی باتوں سے نہ روکا تو وہ شخص اللہ تعالیٰ سے دوری کے سوا اور کسی بات[1] میں نہ بڑھا اس نماز کے سبب یعنی اس کو نماز کے سبب قرب خداوندی اور ثواب میسر نہ ہوگا بلکہ اللہ میاں سے دوری بڑھے گی اور یہ سزا ہے اس بات کی کہ اس نے ایسی پیاری عبادت کی قدر نہ کی اور اس کا حق ادا نہ کیا پس معلوم ہوا کہ نماز قبول ہونے کی کسوٹی اور پہچان یہ ہے کہ نمازی نماز پڑھنے کے سبب گناہوں سے باز رہے اور اگر کبھی اتفاق سے کوئی گناہ ہو جاوے تو فوراً توبہ کرے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ (یہ بڑے درجہ کے صحابی اور بڑے عالم اور متقی ہیں) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ بیشک حال یہ ہے کہ اس نمازی کی نماز مقبول نہیں ہوتی (اور اس کو ثواب نہیں ملتا گو بعض صورتوں میں فرض سر سے اتر جاتا ہے اور کچھ ثواب بھی مل جاتا ہے) جو نماز کی تابعداری نہ کرے اور نماز کی تابعداری[2] (کی پہچان یا اس کا اثر) یہ ہے کہ نماز نمازی کو بے حیائی (کے کاموں، اور گناہ) کی باتوں سے روکدے اھ[3]۔ اور حدیث میں ہے کہ ایک مرد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ تحقیق فلاں شخص رات کو نماز پڑھتا ہے (یعنی شب بیدار اور عبادت گذار ہے) پھر جب صبح ہوتی ہے تو چوری کرتا ہے آپ نے فرمایا بیشک عنقریب نماز اس کو اس کام سے روکدے گی جسے تو بیان کرتا ہے (یعنی چوری کرنا چھوڑ دیگا اور گناہ سے باز آوے گا) اخرجہ احمد وابن حبان والبیہقی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلفظ قال (ای ابو ھریرۃ) جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان فلانا یصلی باللیل فاذا اصبح سرق قال

[1] یعنی بس دور ہی ہوتا رہے گا اور جس قدر ایسی نماز پڑھتا جائے گا اسی قدر زیادہ دور ہوتا جائے گا اسکی مثال ایسی سمجھو کہ جیسے کوئی شخص بادشاہ کے پاس جاتا ہے تو انعام پاتا ہے طرح طرح سے اسکا اعزاز ہوتا ہے لیکن اگر کوئی شخص بادشاہ کے دربار میں جاکر بادشاہ کی شان میں گستاخی کرتا ہے تو یہ جانا اسکے لئے سزا کا باعث ہوتا ہے اور راندۂ درگاہ کر دیا جاتا ہے یعنی یہ سزا اس کو بے ادبی کی ہے کہ اس نے اتنی بڑی قابل عزت چیز کی ناقدری کی ۱۲

[2] نماز کی تابعداری یہ ہے کہ اسکی شرطوں کا لحاظ رکھے اور جس نے لحاظ نہیں کیا اس نے تابعداری نہیں کی ۱۲ عاجز محمد حیات محشی عفرلہ سنبھلی

[3] اخرج الامام ابن جریر الطبری فی تفسیرہ عن ابن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لا صلوٰۃ لمن لم یطع الصلوٰۃ وطاعۃ الصلوٰۃ ان تنھی عن الفحشاء والمنکر (سورۂ عنکبوت)،

منہ سیھاہ مانقول اوردہ الامام السیوطی فی الدر المنثور۔

حضرت عبادہ بن الصامت رضؓ (یہ صحابی ہیں سو ان) سے روایت ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو وقت بندہ وضو کرتا ہے پس عمدہ وضو کرتا ہے (یعنی سنت کے موافق اچھی طرح وضو کرتا ہے) پھر نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے پس پورے طور پر نماز کا رکوع کرتا ہے اور پورے طور پر نماز کا سجدہ کرتا ہے اور پورے طور پر نماز میں قرآن پڑھتا ہے (یعنی رکوع. سجدہ، قراۃ اچھی طرح ادا کرتا ہے) تو نماز کہتی ہے اللہ تعالیٰ تیری حفاظت کرے جیسے تو نے میری حفاظت کی (یعنی میرا حق ادا کیا مجھے ضائع نہ کیا) پھر وہ نماز آسمان کی طرف چڑھائی جاتی ہے[1] اس حال میں کہ اسمیں چمک اور روشنی ہوتی ہے[2] اور اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں (تاکہ اندر پہونچ جاوے اور مقبول ہو جاوے) اور جبکہ بندہ اچھی طرح وضو نہیں کرتا اور رکوع اور سجدہ اور قراۃ اچھی طرح نہیں ادا کرتا تو وہ نماز، کہتی ہے خدا تجھے ضایع کرے جیسا کہ تو نے مجھے ضائع کیا پھر وہ آسمان کی طرف چڑھائی جاتی ہے اس حال میں کہ اس پر اندھیرا ہوتا ہے اور دروازے آسمان کے بند کر دئے جاتے ہیں (تاکہ وہاں نہ پہونچے اور مقبول نہ ہو) پھر لپیٹ دی جاتی ہے جیسے کہ پرانا کپڑا (جو بیکار ہوتا ہے) لپیٹ دیا جاتا ہے پھر وہ نمازی کے منھ پر ماری جاتی ہے[1] (یعنی قبول نہیں ہوتی اور اسکا ثواب نہیں ملتا)

حضرت عبداللہ بن مغفل رضؓ (صحابی) سے روایت ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چوروں میں بڑا چور وہ ہے جو اپنی نماز چراتا ہے[3] عرض کیا گیا یا رسول اللہ کس طرح اپنی نماز چراتا ہے فرمایا پورے طور سے اس کا رکوع اور اس کا سجدہ نہیں ادا کرتا اور بخیلوں میں بڑا بخیل وہ شخص ہے جو سلام سے بخل کرے (رواہ الطبرانی فی الثلثۃ ورجالہ ثقات کذا فی مجمع الزوائد) غرض یہ ہے کہ نماز

---

[1] رواہ الطبرانی فی الکبیر و البزاز بنحوہ وفیہ الاحوص بن حکیم وثقہ ابن المدینی والعجلی وضعفہ جماعۃ وبقیۃ رجالہ موثقون کذا فی مجمع الزوائد ۱۲ منہ

---

[1] یعنی فرشتہ اپنے ہمراہ اس نماز کو بڑی عزت کے ساتھ لیکر آسمان کی طرف چڑھتا ہے ۱۲

[2] یہ روشنی کے ساتھ نماز کو بڑا مناسبت ہے چنانچہ قبر کے اندر اس کا باعث روشنی ہونا حدیث سے ثابت ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ جو نماز کی محافظت کرتا ہے وہ اس کے لئے قیامت کے دن نور اور برہان اور نجات بنے گی اور جو محافظت نہیں کرتا وہ قیامت کے دن بے نور اور بے نجات اور بے دلیل ہوگا بلکہ قارون اور فرعون اور ہامان کا ساتھ اسکو نصیب ہوگا اور ابی بن خلف منافق کی معیت، اعاذنا اللہ منہ ۱۲ صغیری ناقلا عن بعض التفاسیر

[3] چرانے میں اسطرف بھی اشارہ ہے کہ رکوع اور سجدہ نماز میں خدا تعالیٰ کا حق ہے جس کو وہ ادا نہیں کرتا بلکہ چوروں کی طرح اس کے حق کو مارتا ہے۔ معلوم ہوا کہ نماز حق اللہ ہے اور بخیل وہ ہے جو سلام سے بخل کرے یعنی مسلمانوں کو سلام کرنے سے جب ان سے ملاقات کرے، اور سلام سے اس جگہ حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجنا مراد لیا جائے تو یہ اس حدیث کے مطابق ہو جائے گی جو آیا ہے کہ سب سے بڑا بخیل وہ ہے جو میرا نام سنکر بھی مجھ پر درود شریف نہ بھیجے اور درود کی جگہ اگر سلام بھیجدے تو بھی درست ہے ۱۲

جیسی سہل اور عمدہ عبادت کا حق ادا نہ کرنا بڑی چوری ہے جس کا گناہ بھی بہت بڑا ہے مسلمانوں کو غیرت چاہیئے کہ نماز پورے طور پر ادا نہ کرنے سے ان کو ایسا برا خطاب دیا گیا۔

حضرت انس بن مالکؓ (یہ صحابی ہیں جن کا ذکر ضمیمہ حصہ اول میں گذر چکا ہے) ان سے روایت ہے کہ باہر تشریف لائے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پس دیکھا ایک مرد کو مسجد میں کہ اپنا رکوع اور اپنا سجدہ پورے طور سے ادا نہیں کرتا سو فرمایا رسول اللہ ؐ نے نہیں قبول کی جاتی نماز اس مرد کی جو پورے طور[1] سے اپنا رکوع اور اپنا سجدہ نہیں ادا کرتا رواہ الطبرانی (فی الاوسط والصغیر وفیہ ابراھیم بن عباد الکرمانی ولم اجد من ذکر کذا فی مجمع الزوائد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (یہ بڑے درجہ کے عالم اور بڑے عبادت گذار اور بڑے ذکر کرنے والے اور صحابی ہیں، صحابہ میں صرف حضرت ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ان سے زیادہ حدیث کے جاننے والے تھے اور کوئی صحابی ابوہریرہ سے زیادہ حدیث کا جاننے والا نہ تھا ان کا نام عبد الرحمٰن ہے ابوہریرہ کنیت[الف] ہے اور ابتدا ء حال میں یہ تنگدست تھے یہاں تک کہ فاقوں اور بھوک کی تکلیف بھی اٹھائی ان کے اسلام لانے کا قصہ طویل ہے، ابتدا میں باوجود ضرورت کے بوجہ تنگدستی کے نکاح بھی نہ کر سکے پھر بعد وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کی دنیاوی حالت درست ہو گئی اور مال میں ترقی ہوئی اور مدینہ منورہ کے حاکم مقرر کئے گئے حاکم ہونے کی حالت میں لکڑیوں کا گٹھہ لیکر بازار میں گذرتے تھے اور فرماتے تھے کہ راستہ کشادہ کر دو حاکم کے لئے یعنی میرے نکلنے کے لئے راستہ چھوڑ دو دیکھو باوجود اتنے بڑے عہدیدار ہونے کے اپنا کام اور وہ بھی اسطرح کہ معمولی عزت دار آدمی اس طرح کام کرنے سے اپنی ذلت سمجھتا ہے[2] خود کرتے تھے اور ذرا برائی کا خیال نہ تھا کہ میں کلکٹر ہوں کسی ماتحت یا نوکر سے یہ کام لے لوں یہ طریقہ ہے ان حضرات کا

[الف] کنیت جو لقب ابن یا اب کے ساتھ ہو ۱۲ منہ

[1] پورے طور سے نہ کرنے کا یہ مطلب ہے کہ سجدہ کی شرطیں ادا نہیں ہوتیں تب تو فرض ہی ادا نہیں ہوتا ورنہ قبول نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ سبب قرب نہیں بنتی، اگر ایسے مستحبات کا لحاظ نہ رکھتا ہو ۱۲

[2] اس زمانہ میں بھی اس طرح کی انکساری کرنا باعزت لوگوں کے لئے باعث ترقی مرتبہ ہے مگر واضح رہے کہ ہر عمل کی قبولیت کا مدار نیت پر ہے۔ اگر کسی کی نیت اور ارادہ اس قسم کے افعال سے اپنے منکسر اور متواضع ہونے کو جتلانا ہوگا تو اسکو یہ فعل بجائے ترقی کے نیچے اتار دینے کا سبب ہوگا اس لئے اس صورت میں وہ شخص ریاکار ہوگا اور ریا کا برا ہونا بالکل ظاہر ہے بلکہ ایسا کرنے سے لوگ اسکی حکومت کو حکومت نہ سمجھیں گے۔ رعایا پر برا اثر پڑے گا لہذا اسکو ایسا نہ کرنا بہتر ہوگا گذشتہ حضرات کی نیت بخیر تھی اس لئے یہ انکسار ان کی حکومت کو زور ترقی اور قوت عطا کرتا تھا ۱۲ محشی غفرلہ

جنھوں نے سالار انبیاء احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم پائی تھی اور آپ کی صحبت اٹھائی تھی آج ہر شخص اپنے کو ذرا سا رتبہ حاصل ہونے پر بہت بڑا سمجھنے لگتا ہے اور پھر دعوی اسلام اور دعوی محبت رسول مقبولؐ کرتا ہے مگر حقیقت میں محبت رسول اسی کو ہے جو آپ کے احکام کی تعمیل کرتا ہے اور آپ کی سنت کی ہر کام میں تابعداری کرتا ہے، خوب کہا ہے ؎

وکل یدعی وصلا بلیلی	ولیلی لا تقر لهم بذاك

یعنی ہر شخص دعوی کرتا ہے کہ مجھے لیلیٰ کا وصال ہوگیا اور لیلیٰ اس بات کا اُن لوگوں کے لئے اقرار نہیں کرتی سو ان لوگوں کا دعویٰ کیسے صحیح ہو سکتا ہے اسی طرح جو شخص اللہ ورسولؐ کی محبت کا مدعی ہو اور حدیث و قرآن کے خلاف عمل کرے اور اللہ ورسول اس کے دعوی کی تکذیب کریں تو اس کا دعویٰ کیسے صحیح ہو سکتا ہے حدیث میں صاف مذکور ہے کہ طریق حق وہ ہے[1] جس پر میں (یعنی رسول اللہ) اور میرے صحابہؓ ہیں اس حدیث سے خوب واضح ہے کہ جو طریقہ خلاف طریقہ رسول ہو وہ گمراہی ہے اور اس پر عمل کرنے والے سے رسول اللہؐ سخت ناخوش ہیں اور حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے پرورش پائی اس حال میں کہ میں یتیم تھا اور میں نے ہجرت کی (مدینہ کو) اس حال میں کہ میں مسکین تھا اور میں غزوان کی بیٹی کا نوکر تھا کھانے کے عوض اور اس شرط پر کہ کبھی سفر میں پیدل چلوں اور کبھی سوار ہولوں میں ان کے اونٹ ہانکتا تھا شعر[2] پڑھکر (عرب میں اشعار پڑھکر اونٹوں کو چلاتے ہیں جس سے اونٹ بسہولت چلے جاتے ہیں) اور میں لکڑیاں لاتا تھا (ان کے یعنی اپنے مالک کے گھر والوں کے لئے) جب وہ اترتے تھے (یعنی کہیں پڑاؤ ڈالتے تھے) پس شکر ہے اس اللہ کا جس نے دین کو مضبوط کیا، اور ابوہریرہؓ کو امام اور پیشوا بنایا یعنی دین اسلام قبول کرکے یہ دولت حاصل ہوئی کہ امامت دین کی میسر ہوئی اور یہ خدا کی نعمت کا شکر ادا فرمایا بطور تکبر اور فخر کے اپنے کو پیشوا نہیں کہا اور خدا کی نعمت کا اظہار کرنے اور اس کا شکر ادا کرنے[3] کو جتنا درجہ انسان کو حاصل

[1] یہ ہی پہچان سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گروہ کی بتلائی ہے جو امت کے تہتر فرقوں میں سے صرف اکیلا جنتی ہے اور باقی سب دوزخی کیونکہ صحابہؓ نے آپ سے دریافت کیا تھا کہ وہ جنتی فرقہ اتنے فرقوں میں سے کونسا ہے تو ارشاد فرمایا کہ جو میرے طریقہ پر ہے اور میرے صحابہؓ کے طریقہ پر اسی لئے سنت رسول اللہؐ اور سنت صحابہ رضی اللہ عنہم کی تلاش اور اس پر عمل کرنا بہتر اور ضروری ہے ۱۲

[2] جس کو حدی بولتے ہیں ۱۲

[3] بلکہ بعض اوقات اس کا اظہار شکر کے لئے ضروری ہے قرآن مجید میں ہے وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ، اور ایک صحابی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تجھ پر تیرے رب کی نعمت کا اثر ظاہر نظر آنا چاہیے پس جو مالدار لوگ میلے کچیلے اور پھٹے پرانے کپڑے پہنے پھرتے ہیں اور اس سے انکا مقصد تحمل ہے یہ نہایت بری بات ہے ۱۲

ہو اس کا ظاہر کرنا ثواب ہے اور باعتبار فخر و تکبر منع اور حرام ہے، اور حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تم ان غنیمتوں[1] کے مال میں سے ہم سے کیوں نہیں مانگتے پس میں نے عرض کیا میں آپ سے یہ مانگتا ہوں کہ آپ مجھے علم سکھلائیں اس علم میں سے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھلایا ہے سو اتار لیا آپ نے اس کملی کو جو میری پشت پر تھی (یعنی میں اس کو اوڑھے ہوئے تھا) پھر اسے بچھایا میرے اور اپنے درمیان یہاں تک کہ گویا کہ تحقیق میں دیکھتا ہوں جوؤں کی طرف جو چلتی تھیں اس پر پھر آپ نے مجھ سے کچھ کلمات[ل] فرمائے (تبرکاً) یہاں تک کہ جب آپ وہ کلمات پورے فرما چکے تو فرمایا کہ اس کو اکٹھا کر لے اور سمیٹ لے پھر اسکو اپنے سینے سے لگا لے ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ میں ایسا ہو گیا کہ ایک حرف نہیں ساقط کرتا ہوں اس (علم) سے جو مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا (یعنی حافظہ[ع] بہت عمدہ ہو گیا) اور حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار بارہ ہزار بار روز کرتا ہوں یعنی اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ یا اس کی مثل کچھ اور الفاظ بارہ ہزار بار روز پڑھتے تھے اور ان کے پاس ایک ڈورہ[ع] تھا جس میں دو ہزار گرہ لگی تھیں سوتے نہیں تھے، جب تک کہ اس قدر یعنی دو ہزار بار سبحان اللہ نہ پڑھ لیتے یعنی سونے سے پہلے اس قدر سبحان اللہ پڑھتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جو بڑے درجہ کے صحابی اور[ع] عالم ہیں اور سنت کی تابعداری کا اس قدر شوق تھا کہ آپ نے طریقہ سنت کا اس قدر تلاش کیا کہ لوگوں کو یہ اندیشہ تھا کہ اس محنت میں شاید ان کی عقل جاتی رہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ نعم الرجل عبد اللہ لو کان یصلی من اللیل یعنی اچھا مرد ہے عبداللہ ابن عمر کاش کہ نماز پڑھتا تہجد کی (جب سے آپ نے تہجد کی نماز کبھی نہیں چھوڑی اور رات کو کم سوتے تھے سو وہ فرماتے ہیں کہ اے ابو ہریرہؓ تم بیشک زیادہ رہنے والے تھے ہم لوگوں

---

[1] مال غنیمت وہ مال جو اہل اسلام کو جہاد میں کافروں سے ملتا ہے ۱۲ منہ

[ع] یہ حدیث اصل ہے تسبیح متعارف کی ۱۲ منہ

[ل] ان کلمات کو غالباً حدیث میں مصرح نہیں فرمایا بلکہ یوں ذکر کیا ہے کہ فحدثنا حدیثاً کثیراً یعنی اسوقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے کلمات بیان فرمائے نہ معلوم کہ وہ کیا تھے ۱۲ کذا فی رجال المشکوٰۃ

[ع] یہاں تک کہ تمام صحابہ میں زیادہ حدیثیں ان ہی کو یاد تھیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آٹھ سو صحابہ اور تابعینؒ سے زیادہ نے جنمیں ابن عباس اور ابن عمر اور جابر اور انسؓ بھی ہیں ابو ہریرہ سے روایت کی ہے "

[ع] جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی ایسا نہیں تھا کہ جسکی طرف دنیا مائل ہوتی ہو اور وہ دنیا سے منہ پھیرتا ہو سوائے ایک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ اور ان کے صاحبزادہ عبداللہ کے، نافع کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ نے اسوقت تک وفات نہیں پائی جب تک کہ انھوں نے ایک ہزار سے زیادہ غلام آزاد نہیں کر دئے میمون بن مہران کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرؓ سے زیادہ پرہیزگار اور ابن عباس سے زیادہ عالم کوئی نہیں دیکھا ۱۲ اکمال، از عاجز محمد حیات غفرلہٗ سنبھلی

(یعنی صحابہ) میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور زیادہ جاننے والے تھے ہم لوگوں میں آپ کی حدیث کے حضرت طفاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں چھ ماہ تک ابو ہریرہؓ کا مہمان رہا سو نہ دیکھا میں نے کسی مرد کو صحابہ میں سے کہ بہت مستعد ہو اور بہت خدمت کرے مہمان کی ابو ہریرہؓ سے زیادہ اور حضرت ابو عثمان نہدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں سات روز تک حضرت ابو ہریرہؓ کا مہمان رہا سو ابو ہریرہؓ اور آپ کی بیوی اور آپ کا خادم یکے بعد دیگرے رات کے تین حصوں میں نوبت بہ نوبت جاگتے تھے (یعنی ایک شخص) نماز پڑھتا تھا پھر دوسرے کو جگاتا تھا (اور خود آرام کرتا تھا پس (وہ) نماز پڑھتا تھا دوسرا آرام کرتا تھا) اور تیسرے کو جگاتا تھا (اور وہ نماز پڑھتا تھا) یہ قصے تذکرۃ الحفاظ و بخاری وغیرہ سے لکھے گئے ہیں، سو ان سے روایت[1] ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر تم میں کسی کی یہ ستون ملک ہوتا تو وہ شخص اس بات کو برا جانتا کہ وہ ستون خراب کر دیا جائے سو کیونکر تم میں سے کوئی (ایسا کام کرتا ہے) کہ اپنی نماز خراب کرتا ہے ایسی نماز کہ وہ اللہ کے لئے ہے پس تم پورے طور پر (باقاعدہ) اپنی نماز ادا کرو اس لئے کہ بیشک اللہ نہیں قبول کرتا مگر کامل کو (یعنی ناقص نماز اور تمام ناقص عبادتیں مقبول نہیں ہوتیں) رواہ الطبرانی فی الاوسط باسناد حسن

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے (جو صحابی ہیں[2]) روایت ہے کہ تحقیق ایک مرد حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے پوچھا افضل اعمال سے (یعنی افضل عمل دین میں کون سا ہے بعد ایمان کے) سو فرمایا جناب رسول اللہؐ نے نماز (فرض) اس نے عرض کیا پھر (اس کے بعد) کونسا (عمل افضل ہے) فرمایا کہ نماز اس نے عرض کیا پھر کون سا (عمل افضل ہے) فرمایا نماز (یہ ارشاد) تین بار فرمایا (نماز کی فضیلت اس قدر تاکید سے نماز کے عظیم الشان ہونے کی وجہ سے آپ نے بیان فرمائی تاکہ لوگ اس کا خوب اہتمام کریں اور ضایع نہ ہونے دیں) پھر

[1] ان ہی حضرت ابو ہریرہؓ رضی اللہ عنہ سے نماز کے بارہ میں یہ روایت بھی مرفوعاً ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی کے دروازہ پر نہر ہو جس میں وہ ہر روز پانچ دفعہ غسل کرے تو بتلاؤ اس کے بدن کا میل کچھ باقی رہ جائے گا صحابہ نے عرض کیا کچھ بھی باقی نہ رہیگا تو فرمایا ایسی ہی مثال پانچوں وقت کی نماز کی ہے اتنا فرق ہے کہ اس نہر سے بدن کا میل دور ہوتا، نماز سے دل صاف اور بدن پاک اور گناہ محو ہوتے ہیں ۱۲
اور ایک روایت یہ بھی ان ہی سے ہے کہ پانچوں وقت کی اور جمعہ کی نمازیں دوسرے جمعہ تک اور ماہ رمضان کے روزے دوسرے رمضان تک درمیان کے کئے ہوئے گناہوں کو مٹا دیتے ہیں مگر یہ شرط ہے کہ کبیرہ گناہوں سے پرہیز رکھا ہو پہلی روایت بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی میں ہے اور دوسری مسلم شریف اور ترمذی میں ۱۲

[2] اور بچپن ہی میں اپنے والد صاحب کے ہمراہ مکہ معظمہ میں مشرف بہ اسلام ہوئے بڑے عالم و زاہد اور بڑے عابد تھے ۱۲ اکمال محمد حیات غفرلہٗ

جب غلبہ کیا اس نے آپ پر (یعنی بار بار پوچھا کہ اس کے بعد کون سا عمل افضل ہے اور یہ سوال بظاہر چوتھی بار ہوگا) تو فرمایا رسول اللہؐ نے جہاد اللہ کے راستے میں (یعنی نماز کے بعد کافروں سے لڑنا اس لیے کہ خدا کا دین غالب ہو نہ اس لئے کہ مجھے کچھ نفع مال تعریف وغیرہ حاصل ہو اگرچہ مال وغیرہ مل جاوے لیکن نیت یہ نہ ہونی چاہیئے سو یہ سب اعمال سے بعد فرض نماز کے افضل ہے) اس مرد نے عرض کیا پھر یہ گذارش ہے کہ میرے والدین (زندہ) ہیں (ان کے بارے میں کیا ارشاد ہے) فرمایا رسول اللہؐ نے میں تجھے والدین سے بھلائی کرنے کا حکم کرتا ہوں (یعنی ان سے نیکی کر اور ان کو تکلیف نہ پہونچا کہ ان کو تکلیف دینا حرام ہے اس قدر حق والدین کا فرض اور ضروری ہے کہ جس کام میں ان کو تکلیف ہو وہ نہ کرے بشرطیکہ وہ کوئی ایسا کام نہ ہو جس کا درجہ والدین کے حق ادا کرنے سے بڑا ہے اور اسمیںؐ حق تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو اور تکلیف سے مراد وہ تکلیف ہے جس کو شریعت[ٰ] نے تکلیف شمار کیا ہے اور اس سے زیادہ حق ادا کرنا مستحب ہے ضروری نہیں خوب سمجھ لو اس مسئلہ میں عام لوگ بڑی غلطی کرتے ہیں اور اسکو مفصل طور پر رسالہ ازالۃ الرین عن حقوق الوالدین میں بیان کیا ہے) اس (مرد) نے عرض کیا کہ قسم اس ذات کی جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے میں البتہ ضرور جہاد کروں گا اور بیشک ضرور ان دونوں (والد اور والدہ) کو چھوڑ جاؤں گا۔ فرمایا رسول اللہؐ نے تو خوب جاننے والا ہے (یعنی والدین کے ساتھ نیکی کرنے اور جہاد کرنے میں سے جس طرف تیری طبیعت راغب ہو اس کو کر اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جہاد کا درجہ والدین کے ساتھ نیکی کرنے سے بڑھکر ہے اور بعضی حدیثوں میں بعد نماز فرض کے حقوق[ٰ] والدین کے ادا کرنے کا بڑا درجہ وارد ہوا ہے اس کے بعد جہاد کا مرتبہ سو جواب یہ ہے کہ یہاں جہاد سے حقوق والدین کے افضل ہونے کے یہ معنی ہیں کہ حقوق والدین چونکہ بندوں کے حق ہیں جو کہ بغیر معافی بندوں کے معاف نہیں ہو سکتے اس اعتبار سے ان کا مرتبہ جہاد سے بڑھکر ہے کہ اگر کوئی فرض جہاد نہ ادا کرے اور اسکا وقت نکل جاوے تو توبہ کر لینے سے یہ گناہ معاف ہو جاوے گا مگر حق العباد

ؔ کیونکہ خالق کی نافرمانی جس کام میں ہوتی ہو اس کام میں کسی مخلوق کی فرمانبرداری کرنا جائز نہیں خواہ باپ یا ماں ہو یا شوہر یا حاکم خلیفہ ۱۲

ؔ پس اگر کسی کو مثلاً افیون یا چنڈو کی عادت ہو اور وہ بیٹے کو اس کے لاکر دینے کا حکم دے اور وہ نہ لاوے کیونکہ شریعت میں اس کا استعمال حرام ہے تو اس سے جو تکلیف باپ کو ہوگی اسمیں بیٹا گنہگار نہ ہوگا ۱۲

ؔ حقوق والدین کا بڑا مرتبہ ہونا اسی سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ وقضیٰ ربک الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا۔ یعنی خدا تعالیٰ نے حکم فرما دیا ہے کہ سوائے اس کے اور کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اسمیں خدا تعالیٰ نے اپنی عبادت کے بعد ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا ظاہر ہے خدا تعالیٰ کے نزدیک یہ بہت بڑی بات ہے اسکو خوب یاد رکھنے کی ضرورت ہے ۱۲

فقط توبہ[1] سے معاف نہیں ہوتے دوسرا جواب یہ ہے کہ جناب رسول مقبول کی خدمت میں مختلف قسم کے سائل حاضر ہوتے تھے اور آپ ہر شخص کو اس کی حالت کے موافق جواب دیتے تھے رواہ احمد وفیہ ابن لهیعة (علی زنة فضیلة) وھو ضعیف وقد حسن له الترمذی وبقیة رجاله رجال الصحیح کذا فی مجمع الزوائد)

حضرت ابو ایوبؓ انصاری (یہ صحابی ہیں مدینہ میں اوّل ان ہی کے مکان میں حضور سرور عالمؐ نے نزول فرمایا تھا جب مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تھے) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ بیشک ہر نماز (نمازی کے) ان گناہوں کو جو اس نماز کے آگے ہوئے ہیں مٹا دیتی ہے (رواہ احمد باسناد حسن مطلب یہ ہے کہ ہر نماز پڑھنے سے وہ گناہ صغیرہ معاف ہو جاتے ہیں جو اس نماز سے دوسری نماز پڑھنے تک کرے)

حضرت ابو امامہؓ باہلی (صحابی) سے روایت ہے کہ میں نے سنا ہے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے کہ ایک فرض نماز دوسری نماز کے ساتھ مل کر مٹا دیتی ہے ان (گناہوں) کو جو اس (نماز) سے پہلے ہوئے (یعنی اس نماز سے پہلے جو گناہ صغیرہ ہوئے وہ معاف ہو گئے اسی طرح اور دوسری نماز تک جو گناہ صغیرہ ہوتے وہ اس سے معاف ہو گئے) اور (نماز) جمعہ مٹا دیتا ہے ان (گناہوں) کو جو اس (جمعہ) سے پہلے ہوئے یہاں تک کہ دوسرا جمعہ پڑھے (اور بعض حدیثوں میں اس سے تین دن آگے تک گناہ معاف ہو جانا وارد ہے یعنی جمعہ کی نماز سے دس دن کے گناہ صغیرہ معاف کئے جاتے ہیں اور (روزہ) ماہ رمضان کا مٹا دیتا ہے ان (گناہوں) کو جو اس (رمضان) سے پہلے ہوئے یہاں تک کہ دوسرے رمضان کے روزے رکھے اور حج مٹا دیتا ہے ان (گناہوں) کو جو اس سے پہلے ہوئے یہاں تک کہ دوسرا حج کرے پھر کہا (راوی نے) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں جائز ہے کسی مسلمان عورت کو حج کرنا مگر ہمراہ خاوند یا ذی محرم

[1] بلکہ توبہ کے علاوہ جس بندہ کی حق تلفی کی ہے اس سے معافی مانگنے کی بھی ضرورت ہے اگر کسی کا مال مارا ہو تو وہ مال بھی دے اور اس مال مارنے سے جو تکلیف اسکو پہونچی اکی معافی مانگے اور صرف معافی ہی مانگنے پر قناعت نہ کرے بلکہ خدا تعالیٰ سے بھی توبہ کرے کیونکہ جب بندہ کی حق تلفی کوئی کرتا ہے تو اس کے ضمن میں خدا تعالیٰ کی نافرمانی بھی ضرور ہوتی ہے اگر وہ شخص جس کا مال مار لیے زندہ نہ ہو تو اس کے وارثوں کو وہ مال واپس کرے اگر وہ بھی زندہ نہ ہوں یا اس شخص کا مقام و پتہ معلوم نہ ہو تو اتنا مال خیرات کرکے اسکا ثواب صاحب حق کو پہونچا دے اس بارہ میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے اور مختار میں ہے کہ تقریباً ڈھائی پیسہ کے عوض پانچ سو نمازیں جو جماعت سے پڑھی ہیں یا خدا تعالیٰ کے ہاں مقبول ہیں صاحب حق کو دلائی جاویں گی اگر نمازیں نہ پڑھی ہونگی تو اس کے گناہ اسکو دلائے جائیں گے۔ العیاذ باللہ ۱۲

کے[1] (رواہ الطبرانی فی الکبیر وفیہ المفضل بن صدقۃ وھو متروک الحدیث)
اگر کوئی کہے جس شخص سے گناہ صغیرہ نہ ہوں تو اس کو کیا فضیلت حاصل ہوگی دوسرے یہ کہ نمازوں کے ادھر ادھر کے سب گناہ معاف ہوئے تو جمعہ وغیرہ سے کون سے گناہ معاف ہوں گے اب تو کوئی گناہ ہی نہ رہا جو صغیرہ ہو جواب یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں درجے بلند ہوں گے۔

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مثال پانچوں نمازوں کی ایسی ہے جیسے میٹھے (غیر کھاری) پانی کی نہر جو جاری ہو تم میں سے کسی کے دروازے پر اور (وہ) نہاوے اس میں روزمرہ پانچ بار سو کیا باقی رہے گا اس پر کچھ میل (رواہ الطبرانی فی الکبیر وفیہ عفیر بن معدان وھو ضعیف جداً کذا فی مجمع الزوائد)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشک اول وہ چیز کہ اس کا بندہ سے حساب لیا جائیگا (روز قیامت وہ) اس کی نماز ہے پس[2] اگر درست ہوگی (حساب میں) درست ہوں گے اس کے باقی اعمال (اس لئے کہ نمازی کے نماز کے سوا باقی اعمال بھی نماز کی برکت سے درست ہو جاتے ہیں) اور اگر خراب ہوگی تو خراب ہوں گے اس کے باقی اعمال پھر فرمائے گا (حق تعالیٰ) دیکھو (اے فرشتو) کیا میرے بندہ کی کچھ نفل نمازیں (بھی نامۂ اعمال میں) ہیں سو اگر ہوں گی اس کی کچھ نفل نمازیں تو ان نفلوں سے فرض (نماز کی خرابی کو) پورا کیا جائے گا پھر (باقی) فرائض بھی اسی طرح (حساب لئے جاویں گے اور نوافل سے کمی پوری کی جاویگی جیسے فرض روزہ نفل روزہ فرض صدقہ نفل صدقہ وغیرہا) بسبب مہربانی اور رحمت اللہ کے (یعنی یہ خدا کی رحمت ہے کہ فرض کو نفل سے پورا کیا جاوے گا ورنہ

[1] قلت قال ابن عدی ما اری بحدیثہ باساً وکان احمد بن محمد بن شعیب یثنی علیہ ثناءً تاماً وکان عطاء بن مسلم وحقق وقال یحیی بن معین لیس بشئ وقال ہیں متروک، کذا فی المیزان ملخصاً ۱۲

[2] بخاری و مسلم کی حدیث میں صاف آیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی غیر مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی نہ کرے اور نہ کوئی عورت بغیر محرم کے سفر کرے ایک شخص اس پر بولا کہ اے رسول خداؐ میں کیا کروں کیونکہ فلاں جہاد میں میرا نام لکھا جا چکا ہے لہذا مجھے وہاں جانا ضروری ہے اور میری بیوی حج کو جا رہی ہے تو آپ نے فرمایا کہ تمکو جہاد چھوڑ دینا چاہئے اپنی بیوی کے ساتھ حج کرانے کو جانا چاہیے۔ محرم اس شخص کو کہتے ہیں جس سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہو تو کسی عورت کو اپنے بہنوئی کے ساتھ سفر کرنا بھی درست نہیں، پھر محرم بھی وہ ہونا چاہیے جو نیک چلن ہو بدنیت بدخیال بدصحبت نہ ہو اس بلد میں لوگوں کا عمل بہت برا ہے ۱۲

[3] اور حضرت یحیی بن سعیدؒ سے یہ روایت ہے کہ آدمی کے اعمال میں سے سب سے اول نماز پر نظر ڈالی جائے گی، اگر وہ ٹھیک ہے تب باقی نیکیوں کو دیکھا جائے گا، اور اگر وہی ٹھیک نہیں ہے تو پھر کسی اور نیکی کو بھی نہیں دیکھا جائیگا مطلب اسکا یہی ہے کہ جب آدمی کی نماز ہی ٹھیک نہیں ہے تو اسکی اور نیکیاں ہی کیا ہوں گی جو دیکھی جائیں امام مالکؒ نے اس روایت کو بیان فرمایا ہے ۱۲

قاعدہ تو یہی چاہتا ہے کہ فرض نفل سے پورا نہ ہو اور جب پورا نہ ہو تو عذاب دیا جاوے مگر سبحان اللہ کیا رحمت خداوندی ہے اور جس کے فرائض درست نہ ہوں گے اور نوافل بھی نہ ہوں گے تو اسے عذاب دیا جاوے گا ہاں اگر خدا تعالیٰ رحم کر دے تو یہ دوسری بات ہے۔ (رواہ ابن عساکر بسند حسن کذا فی کنز العمال ج ۴)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نماز افضل ان عبادتوں[1] کی ہے جن کو اللہ نے (بندوں پر) مقرر فرمایا ہے سو جو طاقت رکھے بڑھانے کی سو چاہیئے کہ بڑھاوے (یعنی کثرت سے پڑھے تاکہ ثواب کثرت سے ملے)

حضرت۔ عبادہ بنؓ الصامت سے روایت ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے پاس جبرئیل اللہ تبارک و تعالیٰ کے پاس سے آئے پس کہا اے محمدؐ تحقیق اللہ عزوجل فرماتا ہے بیشک میں نے تیری امت پر پانچ نمازیں فرض کر دیں جس شخص نے ان کو پورا (ادا) کیا ان کے وضو کے ساتھ اور ان کے وقتوں[2] کے ساتھ اور ان کے رکوع کے ساتھ اور ان کے سجدہ کے ساتھ ہو گیا اس کے لئے ذمہ بسبب ان نمازوں کے اس بات کا کہ میں اس کو داخل کروں بسبب ان نمازوں کے جنت میں اور جو ملا مجھ سے اس حال میں کہ بیشک کمی کی ہے اس نے اس میں سے کچھ سو نہیں ہے اس کے لئے میرے پاس ذمہ اگر چاہوں اسے عذاب دوں اور اگر چاہوں اس پر رحم کروں (کنز العمال)

حدیث میں ہے کہ جس نے وضو کیا اور اچھا وضو کیا پھر نماز[3] پڑھی دو رکعت اس طرح کہ نہ بھولے اور سہو نہ ہو ان دونوں میں بخشدے گا اللہ اس کے گذشتہ گناہ (رواہ احمد و ابو داؤد و الحاکم عن زید بن الخالد الجہنی کذا فی الکنز) دو رکعت نماز پڑھنی اس اہتمام سے کہ اس میں سہو نہ ہو

[1] امام مالکؒ کی ایک روایت میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سیدھی راہ چلو اور بالکل سیدھی راہ ہر معاملہ میں تم چل نہ سکو گے اور یاد رکھو کہ بہترین عمل تمہارا نماز ہے اور وضو کی محافظت، بجز صاحب ایمان کے اور کوئی نہیں کر سکتا اور ایک روایت میں یوں ہے کہ عمل کیے جاؤ اور سب سے بہتر عمل تمہارا نماز ہے ۱۲ جمع الفوائد

[2] جو لوگ بے وقت نماز پڑھتے ہیں ان کے متعلق خدا تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے کہ فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ ہُمْ عَنْ صَلٰوتِہِمْ سَاہُوْنَ الخ یعنی ان نماز پڑھنے والوں کے لئے ہلاکت یا دوزخ میں سخت ترین عذاب ہے جس کو ویل کہتے ہیں جو اپنی نماز غافل ہو کر ادا کرتے ہیں یعنی انتظار کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب سمجھتے ہیں کہ اب آفتاب غروب ہی ہونے کو ہے تو گھبرا کر اٹھتے ہیں اور جلدی جلدی وضو کر کے نماز بلا تعدیل پڑھتے ہیں اور کوّے کی سی ٹھونگیں مار کر پھر اپنے گھر آ بیٹھتے ہیں ۱۲

[3] یہ نماز نفل تحیۃ الوضوء ہے جس کی بڑی فضیلت ہے جس وقت نفل جائز ہیں اس وقت یہ بھی درست ہیں ورنہ نہیں ۱۲ مگر مشکوٰۃ میں اس حدیث کے صرف یہ الفاظ ہیں مَنْ صَلّٰی سَجْدَتَیْنِ لَا یَسْہُوْ فِیْہِمَا غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ اس میں وضو کرنے کا ذکر نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ مگر جمع الفوائد میں ابو داؤد سے اس حدیث کو جو نقل کیا ہے اس میں وضو کا ذکر ہے ۱۲ محمد حیات غفر لہ

ممکن ہے اور سہولت سے ادا ہو سکتی ہے غرض یہ ہے کہ غفلت سے نہ ہو اکثر سہو غفلت ہی سے ہوتا ہے۔

حدیث میں ہے مرد (و عورت) کی نماز نور (پیدا کرتی) ہے سو جو چاہے تم میں سے روشن کرے اپنے دل کو۔

حدیث میں ہے[2] کہ بیشک اللہ تعالےٰ نے نہیں فرض کی کوئی چیز زیادہ بزرگ توحید (یعنی خدا کو اس کی ذات و صفات و افعال میں یکتا ماننا) اور نماز سے اور اگر اس (مذکور) سے افضل کوئی چیز ہوتی البتہ فرض کرتا اسکو اپنے فرشتوں پر کوئی اُن (فرشتوں) میں سے رکوع کر رہا ہے اور کوئی ان میں سے سجدہ کر رہا ہے۔ یعنی فرشتے چونکہ پاکیزہ اور اللہ کے مقرب بندے ہیں اور ان میں عبادت ہی کا مادہ رکھا گیا ہے جس سے ان کو عبادت سے بہت بڑا تعلق ہے سو اگر کوئی عبادت نماز سے افضل ہوتی تو ان پر فرض کی جاتی اور یہ بھی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مجموعی ہئیت سے نماز جس طرح ہم پر فرض ہے اس طرح ملائکہ پر نہیں بلکہ اس نماز کے بعض اجزا بعض ملائکہ پر فرض ہیں سو ہماری کیسی خوش نصیبی ہے کہ وہ اجزا نفیسہ عبادت کے جو ملائکہ کو تقسیم کئے گئے مجموعی ہئیت سے ہم کو عطا ہوئے سو اس نعمت کی بڑی قدر کرنی چاہیئے۔

حضرت انس رضؓ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اپنی نماز میں موت کو یاد کر اس لئے کہ بیشک مرد (یا عورت) جب موت کو یاد کرے گا اپنی نماز میں البتہ لائق ہے وہ اس بات کے کہ اچھی[1] نماز ادا کرے اور نماز پڑھ اس مرد کی جیسی نماز جو نہیں گمان کرتا ہے نماز پڑھنے کا سوا[2] اس نماز کے (جسے ادا کر رہا ہے) اور بچا تو اپنی ذات کو ایسے کام سے کہ جس

[1] کیونکہ جب آدمی کو اپنی موت یاد آتی ہے تو بوجہ مسلمان ہونے کے یہ بھی فوراً دل میں آتا ہے کہ مرنے کے بعد زندہ کیا جاؤں گا اور پھر حساب وکتاب بھی ہوگا اور جزا اور سزا بھی ملے گی اگر اعمال اچھے ہوں گے تو جنت ورنہ دوزخ ٹھکانا ہوگا۔ اس لئے آدمی کا دل نرم ہوگا اور مارے ڈر کے خشوع اور خضوع خوب ہوگا اور جس نماز میں خشوع وخضوع خوب ہوتا ہے وہی نماز بہتر زیادہ ہوتی ہے ۱۲

[2] یعنی ایسی نماز پڑھو کہ گویا یہ آخری نماز ہے کہ اسکے بعد اب پھر کوئی دوسری نماز تک زندہ نہ رہوں گا اور ظاہر ہے کہ ایسی نماز میں آدمی خوب دل لگاتا ہے تو یہ بھی خوب دل لگائے گا اور وہ نماز بڑے مرتبہ کی ہوگی ۱۲

ملہ ولفظہ صلوٰۃ الرجل نور فی قلبہ فمن شاء منکم فلینور قلبہ رواہ الدیلمی عن ابن عمر مرفوعاً ۱۲

ملہ ولفظہ ان اللہ تعالےٰ لم یفترض شیئاً افضل من التوحید والصلوٰۃ ولو کان شئی افضل منہ لافترضہ اللہ علی ملائکتہ منہم راکع ومنہم ساجد رواہ الدیلمی عن ابی سعید مرفوعاً ۱۲ منہ

سے معذرت کی جاتی ہے (یعنی ایسا کام نہ کر جس سے ندامت ہو اور معذرت کرنی پڑے) (رواہ الدیلمی عن انس مرفوعاً وحسنہ الحافظ ابن حجر)

حدیث میں ہے کہ افضل نماز وہ ہے کہ جس[1] میں قیام زیادہ ہو (یعنی قیام زیادہ ہو اور قرآن زیادہ پڑھا جاوے) (رواہ الطحاوی وسعید[2] ابن منصور)

حدیث میں[3] ہے کہ اس کی نماز (کامل) نہیں ہوتی جو اپنی نماز میں عاجزی نہیں کرتا (خشوع کا لفظ جو حدیث میں ہے جس کا ترجمہ عاجزی سے کیا گیا اصل یہ ہے کہ اس کے معنے سکون کے ہیں مگر چونکہ سکون کے ساتھ نماز پڑھنا بغیر عاجزی کے میسر نہیں ہو سکتا اس لئے عاجزی سے ترجمہ کیا گیا کیونکہ یہ زیادہ مشہور ہے اور سکون بغیر عاجزی اس لئے میسر نہیں ہو سکتا کہ جب آدمی بے دھڑک اور بے باکی سے اٹھے بیٹھے گا تو یہ نہیں ہو سکتا کہ اِدھر اُدھر نہ دیکھے بلا ضرورت ہے جلے نہیں بلکہ آزاد رہے گا اور جب عاجزی ہو گی تو ادب کے ساتھ بغیر ادھر اُدھر دیکھے اچھی طرح نماز ادا کرے گا۔

حضرت علیؓ سے بسند صحیح روایت ہے کہ آخری کلام نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ تھا کہ (اہتمام رکھو) نماز (کا اہتمام رکھو) نماز (کا) اور خدا سے ڈرو لونڈی غلاموں کے بارہ میں (کنز العمال) یہ دونوں باتیں اس قدر اہتمام کے لائق تھیں کہ حضور سرورِ عالم نے دنیا سے روانگی کے وقت بھی اس کا اہتمام فرمایا اسلئے کہ نماز میں لوگ کوتاہی زیادہ کرتے ہیں نیز لونڈی غلاموں (نوکر، بیوی بچوں) کے تکلیف دینے اور ان کو حقیر سمجھنے کو بھی معمولی بات خیال کرتے ہیں (بس) مسلمانوں کو اس طرف بڑا اہتمام کرنا چاہیئے، اللہ پاک کے بعضے نیک اور بزرگ بندوں کو تو نماز سے اس قدر شوق تھا کہ حضرت منصور بن زاذان (تابعی) رضی اللہ عنہ کے حال میں لکھا ہے کہ آفتاب نکلنے سے عصر تک برابر

---

[1] انہیں علماء کا اختلاف ہے کہ وہ نماز زیادہ بہتر ہے جس میں قرأت زیادہ ہو یا وہ جس میں سجدے زیادہ ہوں۔ مگر یہ موقع اس کی تفصیل کا نہیں ہے دوسرے مقام پر اس کی تفصیل دیکھو ۱۲

[2] قرآن شریف میں خشوع کا لفظ نماز کے بارہ میں آیا ہے ارشاد ہے وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۱۲ یعنی بیشک نماز بڑی بھاری چیز ہے مگر خشوع والوں پر (کہ ان پر آسان ہے) آگے خشوع کرنے والوں کا بیان ہے کہ وہ کون لوگ ہیں وہ ہیں جن کو اپنے رب سے ملاقات کرنے کا ظن ہے اور اس کا کہ ہم سب اسی کی طرف رجوع کرنے والے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ ان دو باتوں کا ظن کر کے نماز پڑھتے ہیں ان پر نماز آسان ہوتی ہے ورنہ منافقوں پر نماز دشوار ہے اور جن کو ان دونوں باتوں کا یقین ہے ان پر تو اور بھی آسان ہے اور بغیر خشوع کے نماز کامل نہیں نماز میں خشوع حاصل کرنیکا یہ طریقہ ہے کہ آدمی یہ سوچکر نماز ادا کرے کہ میں کیا کر رہا ہوں اور کیا پڑھ رہا ہوں یعنی الفاظ کی طرف دھیان کرے ان کے معنی سمجھنے کی ضرورت نہیں جو لوگ عربی سے واقف نہیں وہ بھی خشوع حاصل کر سکتے ہیں ۱۲

[3] لفظہ لاصلوٰۃ لمن لا یتخشع فی صلوٰتہ رواہ الدیلمی عن ابی سعید مرفوعاً ۱۲

[1] رواہ الطبرانی مرفوعاً بسند صحیح بلفظ افضل الصلوٰۃ طول القنوت ۱۲

نماز پڑھتے تھے۔ ظاہر ہے کہ فرض تو اس درمیان میں فقط دو نمازیں تھیں ظہر اور عصر باقی نفل پڑھتے تھے پھر بعد عصر مغرب تک سبحان اللہ پڑھتے رہتے تھے پھر مغرب پڑھتے تھے اور ان کی یہ حالت تھی کہ اگر ان سے کہا جاتا کہ ملک الموت دروازے پر ہیں تو اپنے عمل میں کچھ زیادتی نہ فرما سکتے (یعنی اپنے دینی کاموں کو موت کے قریب ہونے سے بڑھا نہیں سکتے تھے اس لئے کہ بڑھا وہ سکتے تھے جو موت سے غافل ہو اور تمام وقت یاد الٰہی میں صرف نہ کرتا ہو تو جب[1] وہ موت کا نزدیک آنا سنے گا عمل میں ترقی کرے گا اور جس کا کوئی وقت ہی خالی نہیں اور ہر وقت یاد حق میں مصروف ہے اور موت کو ہر وقت پاس ہی سمجھتا ہے سو وہ کس طرح ترقی کرے اور یہ عالم بھی بڑے تھے اور بڑے بڑے علماء نے ان سے حدیث حاصل کی ہے اور حضرت منصور بن المعتمر یہ بھی تابعی اور بڑے عالم و پارسا ہیں ان کے حال میں لکھا ہے کہ چالیس سال تک ان کا یہ حال رہا کہ یہ دن کو روزہ رکھتے اور رات کو جاگتے تھے (یعنے عبادت کرتے تھے، اور تمام رات گناہوں کے عذاب کے خوف سے روتے تھے اگر ان کو کوئی نماز پڑھتے دیکھتا تو یہ خیال کرتا کہ ابھی مر جاویں گے (یعنی اس قدر آہ وزاری و اہتمام سے نماز ادا کرتے تھے) اور جب صبح ہوتی تو دونوں آنکھوں میں سرمہ لگاتے اور دونوں ہونٹوں کو آبدار (یعنی تر) کر لیتے اور سر میں تیل ڈالتے پس ان کی ماں اُن سے فرماتیں کہ کیا کسی کو تم نے مار ڈالا ہے جو ایسی صورت بناتے ہو (کہ رات کو عبادت کرنے اور رونے سے جو صورت ہو گئی اس کو بدلتے ہو) سو عرض کرتے میں خوب جانتا ہوں اس چیز کو جو میرے نفس نے کیا ہے (یعنی نفس کو خواہش ہے یا اس کا احتمال ہے کہ یہ خواہش کرے کہ میری شہرت ہو لوگوں میں عبادت کا چرچا ہو لوگ بزرگ سمجھیں اور صورت سے عبادت کرنا ثابت ہو جاوے یا یہ مطلب کہ میرے نفس نے کچھ عبادت ابھی نہیں کی سو وہ کس شمار میں ہے اور میری صورت سے عبادت گذاری معلوم ہوتی ہے سو لوگ دیکھ کر دھوکہ میں پڑیں گے اور مجھے بزرگ سمجھیں گے حالانکہ میں ایسا نہیں اس لئے

[1] مطلب یہ ہے کہ ان کو موت کا یقین اسقدر بڑھا ہوا تھا کہ گویا ہر وقت ملک الموت کو اپنے سامنے سمجھتے تھے تو جس طرح کسی کے سامنے ملک الموت آجائے تو اسوقت اسکا خیال عمل صالح کی طرف خوب ہوگا ان کا ہر وقت یہی حال رہتا تھا اور ہر وقت ایسی ہی عبادت کیا کرتے تھے جسطرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے غالباً منقول ہے کہ اگر مجھے خدا کے وعدہ کا دیدار ہو جائے تو میرے ایمان اور یقین میں کچھ زیادتی نہ ہو کیونکہ جس درجہ کا یقین اس حالت میں ہوگا اس درجہ کا یقین اسوقت بھی موجود ہے پھر زیادتی کیسے ہوگی ۱۲

صورت[1] بدلتا ہوں) اور یہ روتے روتے چند سے ہو گئے تھے امیر عراق نے ان کو بلایا تاکہ ان کو کوفہ (ایک شہر کا نام ہے ملک شام میں اس) کا قاضی بنا دے انھوں نے انکار کیا تو ان کے بیڑیاں ڈالی گئیں پھر چھوڑ دیا گیا اور بعضوں نے کہا ہے کہ دو مہینے (مجبوری[2] کو) قاضی رہے (یہ دونوں قصے تذکرۃ الحفاظ جلد اول میں ہیں) صاحبو ذرا غور کرو کہ ان بزرگ کو خدا کی عبادت سے کیسی کچھ رغبت تھی اور دنیا سے کیسی نفرت تھی کہ حکومت کا عہدہ ان کو بغیر طلب اور بغیر کوششیں کئے ملتا تھا جس میں بہت بڑی عزت اور آمدنی تھی اور جس کے لئے لوگ بڑی بڑی کوشش کرتے ہیں مگر انھوں نے پروا نہ کی اور بیڑیاں ڈلوائی گوارا کیں مسلمان کو ایسا ہی ہونا چاہیے کہ بقدر ضرورت کھانے پہننے کا بندوبست کرلے باقی وقت یاد الٰہی میں صرف کرے۔

حدیث میں ہے کہ جس نے بارہ رکعت نماز دن رات میں ایسی پڑھی جو فرض نہیں ہیں (یہاں سنت مؤکدہ مراد ہیں، دو فجر کی چھ ظہر کی یعنی چار قبل ظہر اور دو بعد ظہر اور دو بعد مغرب اور دو بعد عشا) تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک مکان جنت میں تیار کریں گے (رواہ فی الجامع الصغیر بسند صحیح)

حدیث میں ہے جس نے مغرب اور عشاء کے درمیان چھ رکعت پڑھیں اسطرح کہ ان کے درمیان کوئی بری بات نہ کی تو وہ بارہ برس کی (نفل) عبادت کے برابر (ثواب میں) کیجائیں گی۔ (رواہ فی الجامع الصغیر بسند ضعیف) یعنی ان چھ رکعات پڑھنے کا ثواب بارہ سال کی نفل عبادت کے برابر ہوگا۔

حدیث میں ہے کہ جس نے دو رکعت نماز پڑھی تنہا جگہ میں جہاں نمازی کو اللہ کے سوا اور (ان) فرشتوں کے (جو ہر وقت ساتھ رہتے ہیں اور پیشاب دپاخانہ وجماع کے وقت جدا ہو جاتے ہیں ان کے، سوا کوئی اس (نمازی) کو نہیں دیکھتا لکھی جائے گی اس کے لئے نجات (دوزخ سے۔ (رواہ الامام السیوطی بسند ضعیف) یعنی گناہ سے بچنے کی توفیق ہو جائیگی جس سے جہنم میں نہ جائے گا مگر پڑھتا رہے جب یہ برکت حاصل ہوگی۔

[1] اسمیں بھی خلوص شرط ہے اگر کوئی شخص اپنی صورت اس غرض سے ایسی بنادے اور دلمیں اسکا فخر و ناز کرے کہ میں کیسا اپنے نیک ہونے کو چھپانیوالا ہوں تو یہ بھی بری بات ہے اور ریاکاری کی یہ بھی ایک قسم ہے ۱۲

[2] قاضی بننے سے بزرگ حضرات بہت پرہیز کرتے تھے کیونکہ یہ میدان بڑے خطرہ کا ہے، حاکم بن کر راست پر قائم رہنا اور مقدمات کو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا نہایت دشوار کام ہے ایک جملہ مشہور ہے کہ جو قاضی بنا دیا گیا وہ بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا، ہمارے حضرت امام ابو حنیفہؒ بھی اس عہدہ کو قبول نہ کرنے کی وجہ سے مارے اور پیٹے گئے بلکہ جیلخانہ میں بھیجدیے گئے یہاں تک کہ وہیں وصال ہو گیا۔ اس زمانہ میں لوگ کسقدر بیباکی سے عہدوں کے خواہشمند بنتے ہیں کوئی اسمبلی کی ممبری کا طالب ہے، کوئی میونسپلٹی کی ممبری کا، کوئی چودھری بننا چاہتا ہے کوئی نقبہ کا مکھیا، مگر اسکی ذمہ داریوں سے کوئی خبردار نہیں بلکہ نہایت دلیری سے اسکو قبول کرتے ہیں بلکہ لڑ لڑ کر اس عہدہ کو حاصل کرتے ہیں اور ذرا نہیں ڈرتے خدایا کیسا زمانہ آگیا ۱۲

حدیث میں ہے جو چاشت[1] کی بارہ رکعت نماز پڑھے تو اللہ اس کے لئے ایک محل سونے کا جنت میں تیار فرمادے گا۔

حدیث میں ہے جس نے چار رکعت چاشت اور چار رکعت (سوائے سنت مؤکدہ کے) قبل ظہر پڑھیں اس کے لئے جنت میں ایک مکان بنایا جاوے گا۔ (رواہ الطبرانی باسناد حسن)

حدیث میں ہے جو مغرب[2] اور عشاء کے درمیان بیس رکعت (نفل) پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک مکان جنت میں بنائیں گے (رواہ الامام السیوطی بسند ضعیف)

حدیث میں ہے من صلی قبل العصر اربعا حرمہ اللہ علی النار (یعنی جس نے نماز (نفل) پڑھی عصر سے پہلے چار رکعت حرام کردیگا اس پر اللہ تعالیٰ جہنم کو (رواہ الطبرانی عن ابن عمر مرفوعا باسناد حسن) مطلب یہ ہے کہ اس نماز کو ہمیشہ پڑھنے سے نیکی کرنے اور بدی سے بچنے کی توفیق ہوگی جس کی برکت سے جہنم سے نجات ملیگی مگر یہ ضرور ہے کہ عبادت اس قدر کرے جس کا ہمیشہ نباہ ہوسکے اگرچہ تھوڑی ہی ہو یوں کبھی کسی مجبوری سے ناغہ ہوجاوے وہ دوسری بات ہے سو جب نوافل پڑھنا شروع کرے تو ہمیشہ اسکو نباہنا ضرور ہے شروع کرکے چھوڑ دینا بہت بری بات ہے اور شروع نہ کرنے سے یہ فعل زیادہ برا ہے۔

حدیث میں ہے رحمہ اللہ امرأ صلی قبل العصر اربعا یعنی رحم کرے اللہ اس مرد (و عورت) پر جس نے نماز پڑھی قبل عصر کے چار رکعت (رواہ الامام السیوطی باسناد صحیح) اے مسلمان بھائیو اور اے دینی بہنو اس حدیث کے مضمون پر فدا ہوجاؤ دیکھو تھوڑی سی محنت میں کس قدر درجہ ملتا ہے کہ حضور سرور عالم کی دعا کی برکت اور گناہوں سے بچنے کی توفیق۔ اسکی جو کچھ بھی قدر کیجاوے اور جسقدر بھی ایسی عبادت مقرر کرنے پر حق تعالیٰ کا شکر کیا جاوے وہ کم ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کسی خوش نصیب ہی کو میسر ہوتی ہے

[1] حاکم فرماتے ہیں کہ ائمہ حدیث وحفاظ کی ایک جماعت کی صحبت میں نے حاصل کی وہ چاشت کی نماز کے لئے چار رکعتیں پسند کرتے تھے کیونکہ اس کے متعلق حدیثیں متواتر ہیں اور چاشت کا وقت اسوقت ہوجاتا ہے کہ جب آفتاب چوتھائی حصہ آسمان پر پہونچ جائے، روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت وابراہیم الذی وفیٰ کی تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ تم جانتے ہو انھوں نے کیا کام پورا کیا وہ یہ کہ انھوں نے ہر دن کا عمل چاشت کی چار رکعت پڑھکر پورا کیا، روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کی نماز میں سورہ شمس اور سورہ ضحیٰ پڑھنے کا حکم دیا طحطاوی علی المراقی

[2] یہ نماز صلوٰۃ الاوابین کے نام سے مشہور ہے ۱۲

[3] اور ایک روایت میں ہے کہ اس نماز کے پڑھنے والوں کو آگ نہ چھوئے گی، قدوری میں ہے کہ چاہے چار رکعت پڑھے اور چاہے دو کیونکہ حدیث میں دو رکعتوں کا بھی ثبوت ہے ۱۲ مراقی

دونوں وقت یعنی صبح و شام ہمارے نامۂ اعمال حضرت رسول مکرم نبی معظم محمد مجتبیٰ احمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں جو شخص نیکی کرتا ہے اور آپ کی رغبت دلائی ہوئی عبادت بجالاتا ہے اس سے آپ بہت خوش ہوتے ہیں اور آپ کی خوشنودی اور رضامندی سے دونوں جہاں میں رحمت اور چین میسر ہوتا ہے خوب کہا ہے ؎

فان من جودك الدنيا وضرتها ۔ ومن علومك علم اللوح والقلم

یعنی آپ کی سخاوت اور بخشش میں تو دنیا اور اس کی مقابل یعنی آخرت موجود ہے اور آپ کے علوم میں لوح محفوظ یعنی جس میں قیامت تک جو کچھ ہونیوالا ہے وہ لکھا ہوا ہے، اس کا علم موجود[1] ہے غرض یہ ہے کہ آپ کی توجہ اور سخاوت سے دین و دنیا کی نعمتیں میسر آسکتی ہیں اور آپ کی تعلیم سے لوح محفوظ کا علم میسر ہوسکتا ہے اور اس علم کے میسر ہونے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ آپ کی فرمائی ہوئی حدیثوں میں غیبی اسرار موجود ہیں اور اللہ کے خاص بندوں کو منکشف ہوتے ہیں دوسرے یہ کہ علاوہ ان اسرار کے حق تعالیٰ کی عنایت اور آپ کی احادیث پڑھنے کی برکت اور اس پر عمل کرنے کے سبب اور غیبی بھید بھی طالبان حق پر کھل جاتے ہیں خوب سمجھ لو اور عمل کرو فقط پڑھنے سے بغیر عمل کچھ زیادہ فائدہ نہیں اصل فائدہ تو پڑھنے اور اس پر عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

حدیث میں ہے کہ رات کی نماز یعنی تہجد کی[2]، اپنے اوپر لازم کرلو اگرچہ ایک ہی رکعت ہو (رواہ الامام السیوطی بسند صحیح) مطلب یہ ہے کہ تہجد کی نماز اگرچہ تھوڑی ہی ہو پڑھ ضرور لیا کرو اس لئے کہ اس کا ثواب بہت ہے گو فرض نہیں ہے اور یہ غرض نہیں کہ ایک رکعت پڑھ لو اس لئے کہ ایک رکعت نماز کا پڑھنا درست نہیں کم سے کم دو رکعت پڑھے۔

[1] اس سے کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ پھر تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہوئے کیونکہ علم الغیب اور چیز ہے وہ علم کسی چیز کے واسطے اور ذریعہ سے حاصل نہیں ہوتا۔ دوسرے یہاں جو لوح و قلم کے علم کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے علوم میں داخل کیا تو اسمیں یہ کلام ہے کہ آیا اس سے اس کا مجموعہ علوم جزئی و کلی مراد ہے یا صرف وہی جس کا تعلق شریعت کے ساتھ ہے، اس جگہ اس کی تفصیل کا موقع نہیں ہے ۱۲

[2] خدا تعالیٰ نے قرآن پاک میں ان لوگوں کے لئے جو رات کو اپنے نرم اور گرم بستروں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے لئے خلوص کے ساتھ تہجد کی نماز پڑھتے ہیں ارشاد فرمایا ہے کہ فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین یعنی کوئی نہیں جانتا کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے کیا کچھ آنکھوں کی ٹھنڈک پوشیدہ رکھی ہے۱۲

حدیث میں ہے کہ رات کے قیامؒ کو (یعنی نماز تہجد کو) اپنے ذمہ لازم کر لو اس لئے کہ وہ عادت ان نیکوں کی ہے جو تم سے پہلے تھے اور نزدیکی دکرنیوالی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف اور گناہ سے روکنے کا ذریعہ ہے اور مٹاتی ہے گناہوں (صغیرہ) کو اور ہٹانے والی ہے مرض کو جسم سے (رواہ السیوطی بسند صحیح) ذرا غور کرو کہ کس قدر نفع ہے اس نماز کے پڑھنے میں کہ ثواب بھی گناہوں کی معافی اور گناہوں سے روکدینا بھی اور جسمانی مرض کی شفاء بھی اور باطنی بیماریوں کی تو شفاء ہے ہی اس لئے کہ حدیث میں ہے خدا کا ذکر دلوںؒ کے (بیماری) کے لئے شفا ہے اور نماز اعلیٰ درجہ کا ذکر ہے اور کچھ دشوار بھی نہیں تہجد کے وقت خاص طور پر دعا قبول ہوتی ہے، ضرور پڑھنا چاہیئے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی ہے رات بھر خدا کی عبادت کرتے تھے۔

حدیث میںؒ ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اللہ پاک سے روایت فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں اے ابن آدم تو چار رکعت (نفل) پڑھ میرے لئے (یعنی اخلاص سے) اوّل دن میں تو میں تجھے (تیرے کاموں میں) کفایت کروں گا آخر دن تک (رواہ الترمذی وغیرہ) یہ اشراق کی نماز کی فضیلت ہے اور اس کے پڑھنے کا طریقہ اصل کتاب (بہشتی زیور) میں تحریر ہو چکا ہے دیکھو ثواب بھی ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کاموں کو پورا بھی فرماتے ہیں، دین و دنیا کی نعمتیں میسر آتی ہیں، لوگ مصیبت میں ادھر ادھر مارے پھرتے ہیں مخلوق کی خوشامد کرتے ہیں کاش کہ وہ حق تعالیٰ کی طرف توجہ کریں اور اسکے تبلائے ہوئے وظیفے اور نمازیں پڑھیں تو دنیا کے کام بھی خوب درست ہو جاویں اور ثواب بھی میسر ہو اور مخلوق کی خوشامد کی ذلت سے بھی نجات ملے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ہر قوم کا ایک پیشہ ہے (جس سے وہ لوگ معاش حاصل کرتے

ؒ ولفظہ ذکر اللہ شفاء للقلوب رواہ السیوطی بسند حسن ۱۲ منہ

ؒ علماء اہل اصول کی ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ نماز تہجد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی اس لحاظ سے یہ نماز ہم امتیوں کے لئے مستحب رہی کیونکہ دلیلوں سے یہی نکلتا ہے اور ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ نماز فرض نہ تھی بلکہ نفل تھی لہذا ہم امتیوں کے لئے یہ سنت ہے اور کتاب میں جو حدیث بیان کی ہے صحیح مسلم شریف میں بھی موجود ہے اور تہجد کی نماز کی فضیلتیں بیشمار ہیں ۱۲

ؒ اس حدیث کو علاوہ ترمذی کے ابو داؤد اور دارمی نے بھی روایت کیا ہے مگر ترمذی نے حضرت ابو درداءؓ سے اور دارمی نے ابو ذر و نعیم بن ہمار غطفانی سے روایت کیا ہے اور امام احمد نے بھی اسکو روایت کیا ہے، جب آفتاب کچھ اونچا ہو جائے اسوقت اس نماز کو پڑھنا چاہیئے اور صبح کی نماز پڑھ کر اسی جگہ بیٹھے رہنے اور اس نماز کو پڑھکر اٹھنے کا زیادہ ثواب ہے ۱۲

ہیں، اور ہمارا پیشہ تقویٰ اور توکل[1] ہے۔ تقویٰ پرہیزگاری اور اللہ تعالےٰ کے حکم کی تعمیل کو کہتے ہیں اور توکل کے معنی ہیں خدا پر بھروسہ کرنا اور اسکا مفصل بیان ساتویں حصہ کے ضمیمہ میں آوے گا انشاء اللہ تعالیٰ، غرض یہ ہے کہ دینداری سے دنیا کی مشقتیں اور مصیبتیں بھی جاتی رہتی ہیں۔

مسئلے

(۱) آدمی کے بال[1] اگر اکھاڑے جاویں تو ان بالوں کا سر ناپاک ہے بوجہ اس چکنائی کے جو اس میں لگی ہوتی ہے۔

(۲) جہاں عیدین کی نماز واجب ہے وہاں کے سب[2] مرد و عورت کو قبل نماز عیدین کے بعد نماز فجر کے کوئی نفل وغیرہ پڑھنا مکروہ ہے۔

(۳) حالت جنابت میں ناخن کاٹنا اور ناف کے نیچے کے یا اور کسی مقام کے بال دور کرنا مکروہ ہے۔

(۴) نابالغ بچوں کو نماز وغیرہ ادا کرنے کا ثواب ملتا ہے اور جوان کو تعلیم کرے اسے تعلیم کا ثواب ملتا ہے۔

(۵) جن اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ[3] ہے ان وقتوں میں اگر قرآن مجید[4] کی تلاوت کرے تو مکروہ نہیں یا بجائے تلاوت کے درود شریف پڑھے یا ذکر کرے۔

(۶) اگر نماز میں پہلی رکعت میں[5] کسی سورت کا کچھ حصہ پڑھے اور دوسری رکعت میں اس سورت کا باقی حصہ پڑھے تو بلا کراہت درست ہے اور اسی طرح اگر اول رکعت میں کسی سورت کا درمیانی حصہ یا ابتدائی حصہ پڑھے پھر دوسری رکعت میں کسی دوسری سورت کا درمیانی یا ابتدائی حصہ یا کوئی پوری چھوٹی سورت پڑھے تو بلا کراہت درست ہے مگر اس کی عادت کرنا خلاف اولیٰ ہے بہتر ہے کہ ہر

[1] کذا فی المظفر الجلیل ۱۲ منہ

[4] یہاں عبارت اس مرتبہ درست کی گئی ہے ۱۲ شبیر علی

[1] وکل شی لا یسری فیہ الدم لا ینجس بالموت کالشعر والریش المجز وزلان المقول حدرۃ تنجس والقرن والحافر والعظم المر یکن بہ دسم لے بالعظم، قال المحشی اعاد الضمیر لے کل المذکور قبلہ ممکن او ۱۲ طحطاوی مع الحاشیہ

[2] وکرہ التنفل قبل صلوٰۃ العید فی المصلے اتفاقاً وفی البیت عند عامتہم وہو الاصح ۱۲

[3] سئل البقالی عن قراءۃ القرآن فی الاوقات التی نہی عن الصلوٰۃ فیہا ای افضل ام الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم والذکر والتسبیح فقال الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم والذکر والتسبیح افضل ۱۲ کبیری صہ ۳۶۱

[5] قال فی النہر وینبغی ان یقرء فی الرکعتین آخر سورۃ واحدۃ لا آخر سورتین فانہ یکرہ عند الاکثر اہ ثم قال بعد ذلک ویؤیدہ قول شرح المنیۃ ولکن لو قرء فی ماولی من وسط سورۃ او من اولہا ثم قرء فی الثانیۃ من وسط سورۃ اخری او من اولہا او سورۃ قصیرۃ الاصح انہ لا یکرہ ۱۲ شامی صہ ۵۱۱

رکعت میں مستقل سورت پڑھے۔

(۷) تراویح میں قرآن پڑھتے وقت کوئی آیت یا سورت[1] غلطی سے چھوٹ جاوے اور اس آیت یا سورت کے آگے پڑھنے لگے اور پھر یاد آوے کہ فلاں آیت یا سورت چھوٹ گئی تو مستحب یہ ہے کہ چھوٹی ہوئی آیت یا سورت کو پڑھے پھر جس قدر قرآن شریف چھوٹ جانے کے بعد پڑھ لیا تھا اس کو دوبارہ پڑھے تاکہ قرآن مجید با ترتیب ختم ہو، اور چونکہ ایسا کرنا مستحب ہی ہے لہذا اگر کسی شخص نے بوجہ اس کے کہ بہت زیادہ پڑھنے کے بعد یاد آیا تھا کہ فلاں جگہ کچھ رہ گیا اور اس وجہ سے وہاں سے یہاں تک کل کا پڑھنا گراں ہے اس لئے فقط اسی رہے ہوئے کو پڑھ کر پھر آگے سے پڑھنا شروع کر دیا تب بھی کچھ مضائقہ نہیں

(۸) مرتے وقت پیشانی پر پسینہ آنا اور آنکھوں سے پانی بہنا اور ناک کے نتھنوں کے پردہ کا کشادہ ہو جانا اچھی موت کی علامت ہے اور فقط پیشانی پر پسینہ آنا بھی اچھی موت کی نشانی ہے (تذکرۃ الموتیٰ والقبور از جامع ترمذی وغیرہ)

(۹) راستوں کی کیچڑ اور ناپاک پانی معاف ہے بشرطیکہ اس میں نجاست کا اثر معلوم[2] نہ ہو

(۱۰) مستعمل[3] پانی یعنی ایسا پانی کہ جس سے کسی بے وضو نے وضو کیا ہو یا جس سے کسی نہانے کی حاجت والے نے غسل کیا ہو یا جس سے کسی باوضو شخص نے ثواب کے لئے پھر وضو کیا ہو یا جس سے کوئی شخص بلا غسل واجب ہونے کے نہایا ہو ثواب کے لئے مثلاً جمعہ کے دن محض ثواب کے لئے نہایا ہو حالانکہ اسے نہانے کی حاجت نہ تھی سو ایسے پانی سے وضو، غسل جائز نہیں اور ایسے پانی کا پینا اور کھانے کی چیزوں میں استعمال کرنا مکروہ ہے (شامی)، یہ جو بیان ہوا کہ نہانے کی حاجت والے نے غسل کیا ہو یہ جب ہے کہ نہانے والے کے بدن پر نجاست حقیقیہ نہ لگی ہو اور جو لگی ہو تو اس کا دھوون ناپاک ہے اور اسکا پینا اور کھانے

---

[1] ولو غلط فترک سورۃ او آیۃ وقرء ما بعدہا فالمستحب ان یقرء المتروکۃ ثم بعید المقروءۃ لیکون علی الترتیب ۱۲ صغیری صلہ۲

[2] وطین شارع وبخار نجس وغبار سرقین عفو ۱۲ در مختار صہ۵ قال الشامی والعفو فیہ مقید بما اذا لم یظہر فیہ اثر النجاسۃ ۱۲ العاجز محمد حیات غفرلہ

[3] والثالث طاہر غیر مطہر للحدث بخلاف الخبث وہو المستعمل فی البحد لرفع حدث او قصد استعمالہ لقربۃ کالوضوء علی الوضوء ۱۲ طحطاوی صہ۱

ملہ مؤلفہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رضی اللہ عنہ ۱۲ منہ

کی چیزوں میں استعمال حرام ہے۔

تمام شد ضمیمہ اولیٰ بہشتی زیور

اضافہ جدیدہ

زندگی اور موت کا شرعی دستور العمل

مرنے کا شرعی دستور العمل[۱]

نزع کے[۲] وقت سورۂ یٰسین[۳] شریف پڑھو اور قریب موت داہنی کروٹ پر قبلہ رخ لٹا دو کہ مسنون ہے جبکہ مریض کو تکلیف نہ ہو ورنہ اس کے حال پر چھوڑ دو اور چیت لٹانا بھی جائز ہے کہ پاؤں قبلہ کی طرف ہوں اور سر کسی قدر اونچا کر دیا جائے اور پاس بیٹھنے والے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کسی[۴] قدر بلند آواز سے پڑھتے رہیں۔ میت کو کلمہ پڑھنے کے لئے کہیں نہیں کبھی وہ ضد میں آکر منع کر دے مرنے پر ایک چوڑی پٹی لیکر اور ٹھوڑی کے نیچے کو نکال کر سر پر لا کر گرہ دیدو اور آنکھیں بند کر دو اور پیروں کے انگوٹھے ملا کر دھجی سے باندھ دو اور ہاتھ داہنے بائیں رکھو سینے پر نہ رہیں اور لوگوں کو مرنے کی خبر کر دو اور[۵] دفن میں بہت جلدی کرو سب سے پہلے قبر کا بندوبست کرو۔ اور کفن دفن کے لئے سامان ذیل کی فراہمی کر لو جس کو اپنے اپنے موقع پر صرف کرو تفصیل اس کی آئندہ ہے۔ گھڑے دو عدد داگر گھر میں برتن موجود ہو تو گھڑے کی حاجت نہیں، لوٹا اگر موجود نہ ہو تو حاجت نہیں تختۂ[۶] غسل کا (اکثر مساجد میں رہتا ہے) لوبان ایک پیسہ کا

[۱] یعنی عمل کا قاعدہ کہ اس طرح عمل کرنا چاہیے ۱۲

[۲] ایسے وقت حیض ونفاس والی عورتوں اور جنبی آدمیوں کو اس کے پاس نہ جانے دینا چاہیے اگر ان کے جانے کی ضرورت نہ ہو، اور کافر کو تو ایسکے پاس سے ہٹا دینا ہر حال میں بہتر ہے ۱۲ عاجز محمد حیات عفی اللہ

[۳] اور بعض متاخرین نے سورۂ رعد پڑھنے کو اچھا کہا ہے کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث میں منقول ہے کہ اسکے پڑھنے سے روح نکلنے میں آسانی ہوتی ہے ۱۲ کذا فی المراقی

[۴] اور بہتر یہ ہے کہ یہ کلمہ پڑھنے والے ایسے آدمی ہوں کہ جو مرنے والے آدمی کے خیر خواہ ہوں بدخواہ نہ ہوں جو اس کے مرنے سے خوش ہوں اور اس کہنے کی وجہ یہ حدیث ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے مریض قریب مرگ آدمی کو لا اِلٰہ الا اللہ کی تلقین کرو کیونکہ کوئی مسلمان اس کلمہ کو موت کے وقت نہیں کہتا مگر یہ کلمہ اسکو دوزخ سے نجات دیتا ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جسکا آخر کلام لا اِلٰہ الا اللہ ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا یعنی ان لوگوں کے ساتھ جو پہلے پہل جنت میں جائینگے ورنہ یوں تو سارے مسلمان کبھی نہ کبھی ضرور جنت میں جانے والے ہیں ۱۲

[۵] یہ خبر کرنا مستحب ہے تاکہ نمازی کثرت سے اسکی نماز پڑھیں، اور اس سے نمازیوں کو اور نمازیوں کو اس سے فائدہ پہونچے ۱۲

روئی ایک پیسہ کی۔ گل خیرو ایک پیسہ کا کافور ایک پیسہ کا۔ تختہ یا لکڑی برائے پٹاؤ قبر بقدر پیمائش قبر۔ بوریا ایک عدد بقدر قبر کفن جس کی ترکیب مرد کے لئے یہ ہے کہ مردہ کے قد کے برابر ایک لکڑی کو اور اس میں ایک نشان کندھے کے مقابل لگالو اور ایک تاگہ سینے کے مقابل رکھکر جسم کی گولائی میں کو نکالو کہ دونوں سرے اس تاگے کے دونوں طرف کی پسلیوں پر پہونچ جاویں اور اس کو وہاں سے توڑ کر رکھ لو، پھر ایک کپڑا لو جس کا عرض اسی تاگے کے برابر یا قریب برابر کے ہو اگر عرض اس قدر نہ ہو تو اس میں جوڑ لگا کر پورا کرلو اور اس لکڑی کے برابر ایک چادر پھاڑلو (اسکو ازار کہتے ہیں) اسی طرح دوسری چادر پھاڑ دو جو عرض میں تو اسی قدر ہو البتہ طول میں ازار سے ۴ گرہ زیادہ ہو (اس کو لفافہ کہتے ہیں)، پھر ایک کپڑا لو جس کا عرض بقدر چوڑائی جسم مردہ کے ہو اور لکڑی کے نشان سے اخیر تک جس قدر طول ہے اس کا دگنا پھاڑلو اور دونوں سرے کپڑے کے ملا کر اتنا چاک کھولو کہ سر کی طرف سے گلے میں آجاوے (اسکو قمیص یا کفنی کہتے ہیں) عورت کے لئے یہ کپڑے تو ہیں ہی اس کے علاوہ دو اور ہیں ایک سینہ بند دوسرا سربند جسے اوڑھنی کہتے ہیں، سینہ بند زیر بغل سے گھٹنے تک اور تاگے مذکور کے بقدر چوڑا۔ سربند نصف ازار سے ۳ گرہ زیادہ لمبا اور بارہ گرہ چوڑا۔ یہ تو کفن ہوا اور کفن مسنون اسی قدر ہے اور بعض چیزیں کفن کے متعلقات سے ہیں جن کی تفصیل ذیل میں ہے۔

تہبند، بدن کی موٹائی سے ۳ گرہ زیادہ، بڑے آدمی کے لئے ۱ گز طول کافی ہے اور عرض میں ناف سے پنڈلی تک ۱۴ گرہ عرض کافی ہے۔ یہ دو ہونے چاہئیں۔ دستانہ ۶ گرہ، طول اور ۳ گرہ عرض ہو بقدر پنجۂ دست بنالیں یہ بھی دو عدد ہوں چادر عورت کے گہوارہ کی جو بڑی عورت کے لئے ۳ گز طول اور ۲ گز عرض کافی ہے تنبیہ کفن اور اس کے متعلقات کا بندوبست بھی گھڑوں وغیرہ کے ساتھ کردیں۔ تنبیہ اب مناسب ہے کہ بڑے شخص کے کفن کو یکجائی

ے جس سے مردہ کا ستر چھپا کر غسل دیا جائے گا اور دستانہ غسل دینے والا اپنے ہاتھوں میں پہنے گا اور چادر عورت کے گہوارہ یعنی مسہری وغیرہ پر ڈال کر لوگ قبر پر اسکو اٹھا کر لیجائیں گے، گھڑوں میں یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ کمہار کے ہاں سے ابھی کورے لائے جائیں بلکہ پاک گھڑے اگر گھر میں موجود ہوں خواہ استعمالی ہی ہوں وہ بھی کافی ہیں پھر یہ جو رسم ہے کہ وہ گھڑے قبر کے سرہانے اور پائینتی رکھدیتے ہیں وہ بری ہے اس لئے کہ یہ مسلمان کے مال کو ضائع کرنا ہے بلکہ اگر وہ ناپاک نہ ہوئے ہوں تو یوں ہی ورنہ پاک کرکے چاہے کسی مسجد میں پہونچادئے جائیں یا کسی غریب مسلمان کو دیدئے جائیں۔ ۱۲

طور پر لکھ دیا جاوے تاکہ اور آسانی ہو۔

نام پارچہ	طول	عرض	انداز پیمائش	کیفیت
ازار	۲.گز	۱ گز سے ۱.گز تک	سر سے پاؤں تک	۱۴ یا پندرہ یا ۱۶ گرہ عرض کا کپڑا ہو تو ڈیڑھ پاٹ میں ہوگا
لفافہ	۲.گز	"	ازار سے ۴ گرہ زیادہ	"
قمیص یا کفنی	۲.گز تا ۲.گز	گز	کندھے سے نصف ساق تک	۱۴ گرہ یا ایک گز کے عرض کی تیار ہوتی ہو دو برابر حصے کر کے اور چاک کھول کر گلے میں ڈالتے ہیں
سینہ بند	۲ گز	۱ گز	زیر بغل سے ساق تک	.
سربند	۱.گز	۱۲ گرہ	جہاں تک آ جاوے	سر کے بال دو حصے کر کے اور اس میں لپیٹ کر دائیں بائیں جانب سینہ پر رکھے جاتے ہیں۔

تنبیہ تخمیناً مرد کے کفن مسنون میں ایک گز عرض کا کپڑا دس گز صرف ہوتا ہے اور عورت کے لئے مع چادر گہوارہ ۲۱.گز اور تہ بند اور دستانہ اس سے جدا ہیں اور بچہ کا کفن اس کے مناسب حال مثل سابق لے لو۔ فقط

غسل اور کفنانے کا طریقہ

ایک گھڑے میں دو مٹھی بیری کے پتے ڈال کر پانی جوش دے لو اور اسکے دو گھڑے بنا لو اور ایک گڑھا شمالاً جنوباً لمبا کھود دو یہ ضروری نہیں اگر کوئی ایسا موقع ہو کہ پانی کسی نالی وغیرہ کے ذریعہ سے بہہ جاوے تو اس کے قریب تختہ رکھ لینا کافی ہے اور اس پر تختہ اسی رخ سے بچھا کر تین دفعہ لوبان کی دھونی دے لو اور مردے کو اس پر لٹاؤ اور کرتہ انگرکھا وغیرہ کو چاک کر کے نکال لو اور تہ بند ستر پہ ڈال کر استعمالی پارچہ اندر ہی اندر اتار لو اور پیٹ پر آہستہ آہستہ

ـــــــــــــــــــ

لہ اور اگر بیری کے پتے نہ مل سکیں تو اشنان گھاس بھی پتوں ہی کا کام دیتی ہے مگر اشنان پسی ہوئی نہ ہونی چاہیے اور ان پتوں کو ڈالکر گرم کرنے سے غرض یہ ہے کہ یہ میل کو خوب صاف کرتی ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی کو اور اس محرم کو جو اپنی سواری سے گر کر مر گیا تھا پانی اور بیری ہی سے غسل کرنے کا حکم دیا تھا اور اگر کہیں نہ پتے بیری کے ملیں نہ اشنان کے تو خالص پانی ہی کافی ہے مگر گرم ہونا بہتر ہے، کیونکہ گرم سے میل خوب صاف ہوتا ہے لیکن حد سے زیادہ گرم نہ ہو ۱۲

ہاتھ پھرو نجاست خارج ہو یا نہ ہو دونوں صورت میں مٹی کے تین یا پانچ ڈھیلے سے استنجا کرو پھر پانی[1] سے پاک کرو پھر سر اور ڈاڑھی کو گل خیر یا صابون سے دھو دو پھر دستانہ پہنکر بہ ارادۂ وضو اول دونوں ہاتھ پہونچوں تک دھو دو پھر روئی کا پھایہ تر کرکے ہونٹوں اور دانتوں پر پھیر کر پھینکدو، اسی طرح تین دفعہ کرو اور اسی صورت سے تین دفعہ ناک اور رخساروں پر پھیر دو پھر منھ اور ناک اور کان میں روئی اڑا دو کہ پانی نہ جاوے پھر کہنیوں تک دونوں ہاتھ پھر سر کا مسح پھر دونوں پاؤں دھو دو پھر سارے بدن پر پانی بہاؤ پھر بائیں کروٹ لٹا کر پانی بہاؤ پھر بائیں کروٹ لٹا کر پانی بہاؤ پھر داہنی کروٹ پر ایسا ہی کرو پھر دوسرا دستانہ پہنکر بدن کو صاف کر دو اور تہبند دوسرا بدلدو۔ پھر چارپائی بچھا کر اسپر اول لفافہ اس پر ازار پھر اسپر نیچے کا حصہ کفنی بچھا کر[2] باقی حصہ بالائی کو سمیٹ کر سرہانے کی طرف رکھدو، پھر مردہ کو تختہ سے باہستگی اٹھاکر اسپر لٹاؤ اور کفنی کے حصہ کو سر کی طرف الٹ دو کہ گلے میں آجاوے اور پیروں کی طرف بڑھا دو اور تہبند نکالڈالو اور سر اور داڑھی اور سجدہ کے موقعوں پر (پیشانی ناک۔ دونوں ہتھیلی۔ دونوں گھٹنے دونوں پنجے) مل دو۔ پھر ازار کا بایاں پلہ لوٹ کر اس پر دایاں پلہ لوٹ دو اور لفافہ کو بھی ایسے ہی کرو اور ایک کترن لیکر سرہانے اور پائینتی چادر کے گوشے چنکر باندھدو، سینہ بند سے عورت کی چھاتیاں لپیٹ دو، سربند کا ذکر نقشہ میں ہوگیا۔ عورت کے گہوارہ پر چادر ڈالی جاتی ہے جس کا ذکر اوپر ہو لیا۔

تنبیہ بعض کپڑے لوگوں نے کفن کے ساتھ ضروری سمجھ رکھے ہیں حالانکہ وہ کفن مسنون سے خارج ہیں ترکہ میت سے ان کا خریدنا جائز نہیں وہ یہ ہیں جائے نماز طول ۱ گز عرض ۱۴ گرہ۔ پٹکا طول ۱ گز، عرض ۱۴ گرہ۔ یہ مردے کی قبر میں اتارنے کے لئے ہوتا ہے۔ بچھونا طول ۲ گز عرض ۱ گز یہ چارپائی پہ بچھانے کے لئے ہوتا ہے۔ دامنی طول ۲ گز عرض ۱ گز۔ بقدر استطاعت چار سے سات تک محتاجین کو دیتے ہیں جو محض عورت کے لئے مخصوص ہیں۔ چادر کلاں مرد کے جنازہ پر طول ۳ گز عرض ۱ گز جو چارپائی کو ڈھانک لیتی ہے البتہ عورت کے

[1] اگر نجاست خوب صاف نہ ہوئی اور خدانخواستہ اس سے کفن ناپاک ہوگیا تو نماز اسپر پھر بھی درست رہے گی البتہ اگر پہلے ہی سے کفن ناپاک لایا گیا ہو تو اس کفن کے ساتھ نماز جنازہ درست نہ ہوگی ۱۲ عاجز محمد حیات از طحطاوی علی المراقی

[2] جب تک بدن تر ہو مردہ کو کفن پہنانا بہتر نہیں کیونکہ کفن تر ہو جائے گا بلکہ اگر تولیہ وغیرہ سے اس کے بدن کی تری کو خشک کر دیا جائے تو مستحب ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی ایک رومال ہوتا تھا جب آپ وضو کر چکتے تھے تو اس سے اعضاء کو خشک کر لیتے تھے۔ یہ جو کچھ غسل کے متعلق طریقہ لکھا اس کی اصل فرشتوں کا حضرت آدم علیہ السلام کو غسل دینا ہے کہ انھوں نے اسی طرح غسل دیا تھا ۱۲

لئے ضروری ہے مگر ہے کفن سے خارج اس لئے اس کا ہمرنگ کفن ہونا ضروری نہیں پر دہ کے لئے کوئی ساکپڑا ہو کافی ہے۔

تنبیہ اگر جائے نماز وغیرہ کی ضرورت کبھی خیال میں آئے تو گھر کے کپڑے کارآمد ہو سکتے ہیں ترکہ میت سے ضرورت نہیں یا کوئی عزیز اپنے مال سے خرید دے

مسئلہ سامان غسل و کفن میں[۲] سے اگر کوئی چیز گھر میں موجود ہو اور پاک وصاف ہو تو اس کے استعمال میں حرج نہیں مسئلہ کپڑا کفن کا اسی حیثیت کا ہونا چاہیئے جیسا میت اکثر زندگی میں استعمال کرتا تھا تکلفات فضول ہیں۔

مسئلہ جو بچہ علامت[۳] زندگی کی ظاہر ہو کر مرگیا تو اس کا نام اور غسل اور نماز سب ہوگی اور اگر کوئی علامت نہ پائی گئی تو غسل دے کر اور ایک کپڑے میں لپیٹ کر بدون نماز دفن کر دیں گے اس کے علاوہ بقاعدہ معروف نماز پڑھیں اور دفن کر دیں۔

قبر میں مردے کو قبلہ رخ اسطرح کہ تمام جسم کو کروٹ دی جاوے لٹادیں اور کفن کی گرہ کھول دیں[۴] اور سلف صالحین کے موافق ایصال ثواب کریں۔ وہ اس طرح کہ کسی رسم کی قید اور کسی دن کی تخصیص نہ کریں اپنی ہمت کے موافق حلال مال سے مساکین کی خفیہ مدد کریں، اور جسقدر توفیق ہو بطور خود قرآن شریف وغیرہ پڑھکر اس کو پہونچا دیں اور قبل دفن قبرستان میں جو فضول وقت خرافات باتوں میں گذارتے ہیں اس وقت کلمہ کلام پڑھتے اور ثواب بخشتے رہا کریں۔ فقط

تمام شد

[۱] کیونکہ ہر اس کپڑے میں کفنا نادرست ہے جس کو وہ اپنی زندگی میں جمعہ اور عید کے دن پہنا کرتا تھا البتہ پاک صاف اور کامل اور سفید ہونا بہتر ہے یہ ضروری نہیں کہ بازار سے ہی خرید کر لایا گیا ہو ۱۲

[۲] قال الطحطاوی الحاصل ان الجدد والوسط فی الکفن ہو المستحب الحسن ۱۲ طحطاوی علے المراقی

[۳] اسکی دلیل پہلے گذر چکی ہے مگر یہ بات بھی اس جگہ بتا دینا اچھا ہے کہ اپنا بچہ وارث بھی ہوتا مگر وراثت کے لئے اسکا ثبوت دو مرد یا ایک عورت دو عورتوں کی گواہی سے ضروری ہے اور صاحبین کا قول ہے کہ اس کے متعلق ماں کے سوا دوسری عورتوں کی گواہی بھی کافی ہے یعنی اگرچہ مرد ایک بھی گواہ نہ ہو اور یہ مسئلہ بھی ذکر کرنا مناسب ہے کہ اگر کوئی عورت مرجائے اور اسکے پیٹ میں بچہ حرکت کر رہا ہو یعنی زندہ ہو تو بچہ کو عورت کا پیٹ چاک کر کے نکال لیا جائے ۱۲

[۴] دونوں گرہ کھول دینی چاہئیں لوگ اس سے غافل ہیں اور اسکی وجہ یہ حدیث ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سمرہ کو حکم دیا جبکہ سمرہ کا بیٹا مرگیا تھا یا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ اس کی دونوں گرہ سر کی طرف کی اور پیر کی طرف کی کھولدی جائے۔

دستور العمل[1] تدریس حصہ ھذا

نمبر ۱۔ اگر کوئی لڑکی اس سے پہلے حصوں کے مضامین کسی اور کتاب میں پڑھ چکی ہو تو اس حصہ سے شروع کرا دینے کا مضائقہ نہیں اسی طرح تمام حصص[2] میں ممکن ہے اور اگر حصص کی تقدیم[3] و تاخیر اور ترتیب کا بدلنا کسی مصلحت سے مناسب ہو تو بھی مضائقہ نہیں۔

نمبر ۲۔ اس حصہ کے پڑھانے کے وقت بھی لڑکی سے کہا جاوے کہ وہ بالترتیب اسکو تختی یا کاغذ پر لکھا کرے تاکہ آسانی سے لکھنے کا سلیقہ[4] ہو جاوے اور نیز لکھ لینے سے مضمون بھی خوب محفوظ ہو جاتا ہے۔

نمبر ۳۔ مختلف مسائل کو امتحان کے طور پر وقتاً فوقتاً پوچھتی رہا کریں تاکہ خوب یاد رہیں اور اگر دو تین لڑکیاں ایک جماعت میں ہوں تو انکو تاکید کیجاوے کہ باہم ایکدوسرے سے پوچھا کریں۔

نمبر ۴۔ اگر پڑھانیوالا مرد ہو تو جو شرم کے مسائل اس مرتبہ حصہ کے اخیر میں بذیل سرخی "مسائل ذیل کے پڑھانے کا طریقہ" درج ہیں ان کے متعلق حسب ہدایت مندرجہ عمل کرے۔

نمبر ۵ ضمیمہ اولیٰ کو حصہ کے ساتھ پڑھاوے اور ضمیمہ ثانیہ کے پڑھانیکی ضرورت نہیں۔

نمبر ۶۔ دیباچہ[5] جو پہلے حصہ میں ہے اور شروع میں نہ پڑھایا تھا اگر اب سمجھ سکے تو پڑھا دے ورنہ جب سمجھنے کی امید ہو اسوقت پڑھا دے غرض وہ مضمون ضروری ہے کسی وقت پڑھا دینا چاہئے اسیطرح جو اشعار دیباچہ کے ختم پر لکھے ہیں اگر وہاں یاد نہوئے ہوں تو اب یاد کرا دے۔

نمبر ۷ گھر میں جو لوگ مرد و عورت پڑھنے کے قابل نہ ہوں ان کے لئے ایک وقت مقرر کرکے سبکو جمع کرکے یہ مسائل سنا سنا کر سمجھا دیا کریں تاکہ وہ بھی محروم نہ رہیں۔

نمبر ۸ پڑھانیوالے کو چاہئے کہ پڑھنے والیوں کو ان مسئلوں کے موافق عمل کرنے کی خاص تاکید اور دیکھ بھال رکھے کیونکہ علم سے یہی[6] فائدہ ہے کہ عمل کرے۔

محمد اشرف علی عفی عنہ

[1] یعنی اس حصہ کے پڑھانے کا طریقہ ۱۲

[2] حصہ کی جمع ہے یعنے بہت سے حصے ۱۲

[3] یعنی آگے پیچھے کرنا ۱۲

[4] یعنی لکھنے کی تمیز آ دے ۱۲

[5] یعنی کتاب کا بالکل پہلا مضمون اور سب سے پہلی باتیں ۱۲

[6] ورنہ پڑھنا بے سود اور بے فائدہ ہے بلکہ اس سے اور ضرر ہے کہ اگر اسی بے عملی کی حالت پر مرگئی تو مرنے کے بعد سخت سزا پاویگی ۱۲

ضمیمہ ثانیہ بہشتی زیور حصہ دوم مسمی بہ

تصحیح الاغلاط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اصل ص ۷۷ س ۹ حیض کے زمانہ میں اور تحقیق اس مقام کی یہ ہے کہ جب عورت حائضہ ہو تو اسوقت تمتع[1] کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ متمتع[2] مرد ہو اور فعل اسکی جانب سے پایا جاوے اور دوسرا یہ کہ متمتع عورت ہو اور فعل اسکی جانب سے پایا جاوے۔ سو اگر متمتع مرد ہے تو اسکا حکم یہ ہے کہ اسکو اپنی عورت حائضہ[3] سے جماع کرنا اور مابین السرۃ الی الرکبہ[4] سے بذریعہ مباشرۃ[5] وغیرہ متمتع ہونا ناجائز ہے جیسا کہ بہشتی گوہر میں مصرح ہے اور اگر متمتع عورت ہی جیسا کہ بہشتی زیور میں فرض کیا گیا ہے کیونکہ اسمیں عورتوں کے احکام بیان کئے گئے ہیں تو اسکا حکم یہ ہے کہ جسطرح مرد کو عورت کے مابین السرۃ الی الرکبہ سے بذریعہ مس بالید[6] ونظر وغیرہ کے تمتع ناجائز تھا اسطرح عورت کے لئے ناجائز نہیں ہے بلکہ اسکو مرد کے مابین السرۃ الی الرکبہ کو دیکھنا اس کو ہاتھ لگانا اس کا بوسہ لینا وغیرہ امور جائز ہیں لیکن یہ عورت کے لئے بھی جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی مابین السرۃ الی الرکبہ سے مرد کے کسی عضو کو مس کرے[7]۔ قال فی الشامیۃ[8] فکذا ہی لہا ان تلمس بجمیع بدنہا الا ما تحت الازار جمیع بدنہ حتی ذکرہ والا فلو کان لمسہا لذکرہ حراما لحرم علیہا تمکینہ لمسہ بذکرہ لما عدا تحت الازار منہا واذا حرم علیہ مباشرۃ ما تحت ازارہا حرم علیہ تمکینہ منہا فیحرم علیہا مباشرتہا لہ بما تحت ازارہا بالاولی۔ یہ تو تحقیق تھی اس مسئلہ کی اب ہم بہشتی زیور کے مسئلہ کے متعلق کچھ لکھنا چاہتے ہیں سو واضح ہو کہ مسئلہ مذکور مولوی احمد علی صاحب مرحوم نے جو کہ بہشتی زیور کے جامع ہیں یہ مسئلہ غالباً بحر الرائق سے اخذ

---

[1] نفع اٹھانا اور فائدہ حاصل کرنا ۱۲

[2] نفع اٹھانے والا ۱۲

[3] حیض والی عورت ۱۲

[4] یعنی ناف سے لیکر گھٹنے تک ۱۲

[5] یعنی بدن کو بدن سے چھونا اور صحبت کرنا ۱۲

[6] ہاتھ سے چھونا اور دیکھنا ۱۲

[7] یعنی چھووے اور لگا دے ۱۲

[8] یعنی ایسی ہی عورت کو جائز ہے کہ اپنے بدن سے زیر ناف بند کے علاوہ مرد کے سب بدن کو مس کرے یعنی لگا دے اور چھو دے یہاں تک کہ مرد کے پیشاب کی جگہ کو بھی ورنہ اگر عورت کو مرد کے پیشاب کی جگہ چھونا حرام ہوتا تو عورت پر حرام ہوتا کہ وہ مرد کو اپنے زیر ناف بند کے علاوہ اور بدن سے پیشاب گاہ لگانے دے اور جب مرد پر یہ حرام ہے کہ وہ عورت کے زیر ناف بند سے مباشرت کرے تو عورت پر یہ بھی حرام ہے کہ مرد کو ایسا کرنے دے پس زیر ناف بند کے ساتھ عورت پر مباشرت بھی بدرجہ اولیٰ حرام ہوئی ۱۲ محشی عفی عنہ

گیا ہے اور بحر الرائق کی عبارت علی ما فی الشامی یہ ہے۔ لم ار[1] لہم حکم مباشرتہا لہ ولقائل ان یمنعہ بانہ لما حرم تمکینہا من استمتاعہ بہا حرم فعلہا بہ بالاولی ولقائل ان یجوزہ بان حرمتہ علیہ لکونہا حائضاً وہو مفقود فی حقہ فحل لہا الاستمتاع بہ ولان غایۃ مسہا لذکرہ انہ استمتاع بکفہا وہو جائز قطعاً آہ اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ صاحب بحر کا میلان جواز کی طرف ہے نیز ان کی تعلیل اول سے جسمیں کہ جواب ہے حجت مانعین کا متبادر ہے کہ وہ مباشرۃ[2] حائض للزوج کو مطلقاً جائز کہتے ہیں خواہ بما دون السرۃ ہو یا بما فوق السرۃ باستثنا جماع معہذا یہ عبارت محتمل التاویل بھی ہے اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ مباشرۃ حائض للزوج بغیر ما بین السرۃ والرکبہ جائز ہے جیسا کہ صاحب بہر نے سمجھا ہے گو یہ توجیہ ظاہر تعلیل اول کے خلاف ہے پس اگر عبارت بحر و بہشتی زیور کو اپنے ظاہر پر رکھا جاوے تو کہا جاوے گا کہ مسئلہ بہشتی زیور غلط ہے مگر مصنف بہشتی زیور پر کوئی الزام نہ ہوگا کیونکہ انھوں نے اسمیں بحر الرائق کی تقلید کی ہے اور اگر عبارت بحر الرائق اور بہشتی زیور کو مؤول کہا جاوے تو پھر کوئی اعتراض ہی نہیں ہے اور اگر عبارت بحر الرائق کو مؤول کہا جاوے اور عبارت بہشتی زیور کو ظاہر رکھا جاوے تو یہ مکابرہ صحیح ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ عبارت بحر الرائق اور عبارت بہشتی زیور دونوں کو مصروف[3] عن الظاہر کہا جاوے تاکہ دونوں عبارتیں اعتراض سے محفوظ رہیں اسوقت عبارت بہشتی زیور کا مطلب یہ ہوگا کہ حیض کے زمانہ میں مرد کے پاس جانا یعنی صحبت کرنا درست نہیں اور صحبت کے سوا اور سب باتیں جن میں عورت کے ما بین السرۃ الی الرکبہ کا مرد کے کسی عضو سے مس نہو درست ہیں یعنی کھانا پینا لیٹنا وغیرہ درست ہے فقط واللہ اعلم بالصواب۔ جب یہ بھی معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ حمقار زمانہ کو اس مقام پر التباس ہوا اور انھوں نے اس مسئلہ کو جو کہ فعل عورت سے تعلق رکھتا ہے فعل مرد سے متعلق سمجھ کر اس پر اعتراض کیا کہ یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ علاوہ صحبت کرنے (جماع) کے مباشرت ما بین الرکبہ والسرۃ بمذہب امام اعظم و امام مالک و امام ابو یوسف و امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ ناجائز ہے جیسا

[1] میں نے فقہا کو اس کا حکم لکھتے نہیں دیکھا کہ عورت مرد سے مباشرت کرے مگر کسی قائل کو اس کی حرمت کا قائل ہونا جائز ہے، اس بنا پر کہ جب عورت کو اپنے ساتھ مرد کو فائدہ اٹھانے دینا حرام ہے تو یہ فعل عورت کو مرد کے ساتھ کرنا بدرجہ اولے حرام ہوگا، اور اس کے جواز کا قائل ہونا بھی جائز ہے وہ اس بنا پر کہ مرد پر تو یہ اس وجہ سے حرام ہے کہ عورت حیض میں ہے اور مرد میں یہ مانع موجود نہیں ہے لہذا عورت کو مرد سے نفع اٹھانا حلال ہے دوسرے اسوجہ سے کہ زیادہ سے زیادہ عورت کے مرد کی پیشاب گاہ چھونے سے یہ لازم آسکتا ہے کہ وہ اپنی ہتھیلی سے نفع اٹھا دے اور عورت کا اپنی ہتھیلی لگانا یقیناً جائز ہے ۱۲

[2] حیض والی عورت کا شوہر سے مباشرت کرنا ۱۲

[3] ظاہر سے پھرائی ہوئی اور ہٹائی ہوئی ۱۲

کہ عامہ کتب سے واضح ہوتا ہے یہ مسئلہ مولانا نے خلاف تحقیق و خلاف قول مفتی بہ لکھا ہے آہ انتہی ہذیانہم[1] یہ ان کی نہایت واضح حماقت ہے کیونکہ مذہب امام ابو حنیفہؒ وغیرہ فعل زوج سے متعلق ہے نہ کہ فعل زوجہ سے کیونکہ فعل زوجہ کی نسبت بحر الرائق میں لکھا ہے۔ لم ار لہم[2] حکم مباشرتہا لہ، بلکہ مباشرۃ زوجہ کا حکم متاخرین نے استنباط کیا ہے خلاصہ کلام یہ ہے کہ بہشتی زیور کے مسئلہ میں جو خدشہ تھا اس تک حمقاء زمانہ کی رسائی نہیں ہوئی، اور جو انھوں نے اعتراض کیا ہے وہ مسئلہ بہشتی زیور سے تعلق نہیں رکھتا اسکی بحث تحقیقات مفیدہ میں کیجاوے گی۔

اصل ص۱۰۴ س۵ چمگادڑ کا پیشاب اور بیٹ پاک ہے تحقیق دلیلہ فی در المختار حیث قال الابول الخفاش وخرءہ فطاہر آہ دمافی البدائع وغیرہ حیث قالوا[3] البول الخفافیش وخرءہا لیس بنجس الخ فلا اعتراض علی بہشتی زیور وتمام تحقیقہ[4] فی التحقیقات المفیدہ۔

اصل ص۱۰۴ س۶ اگر ہتھیلی[5] میں روپیہ کے برابر الخ تحقیق روپیہ سے مراد یا تو شرعی روپیہ ہے جسکو درہم کہتے ہیں یا سکہ[6] رائج پہلی صورت میں تو اعتراض حمقاء ساقط ہے رہی دوسری صورت سو اسکی توجیہ یہ ہے کہ سکہ رائج تقریبا مقعر کف[7] کے برابر ہوتا ہے سو اب بھی کوئی اعتراض نہیں اور تفصیل اسکی تحقیقات مفیدہ میں ہے۔

اصل ص۱۰۵ س۱۱۔ اگر پیشاب کی چھینٹیں الخ تحقیق اس مسئلہ میں سوئی کی نوک کی قید احترازی[8] نہیں ہے بلکہ مقصود بیان غایت صغر رشاش ہے اور دیکھنے سے نہ دکھائی دیں اس سے مراد یہ ہے کہ دیکھنے سے بے تکلف نہ دکھائی دیں، بلکہ اگر دکھائی دیں تو غور سے دیکھنے سے دکھائی دیں اور مقصود یہ ہے کہ اگر چھینٹیں بہت چھوٹی ہوں اور بے تکلف نہ دکھائی دیں تو ان کا اعتبار نہیں کیونکہ کرؤس الابر[9] کی تمثیل امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی تھی اور دکھلائی نہ دینے کی قید امام ابو یوسفؒ سے اور مقصود دونوں کا بعنوانات مختلفہ بیان صغر رشاش[10] تھا اس لئے مولوی احمد علی صاحب مرحوم نے جمع بین القولین کے لئے دونوں عبارتیں لے لیں یہ ہے صحیح مطلب بہشتی زیور کا مگر حمقاء زمانہ نے سوئی کی نوک کو قید احترازی قرار دیکر سوئی کے دوسرے

[1] ان کی بکواس ۱۲
[2] اس کے معنی پہلے صفحہ میں گذر گئے ۱۲
[3] مگر چمگادڑ کا پیشاب اور اس کی بیٹ کہ وہ پاک ہیں ۱۲
[4] چمگادڑوں کا پیشاب اور اسکی بیٹ ناپاک نہیں ہے پس بہشتی زیور پر کوئی اعتراض نہیں، اور اس کی پوری تحقیق التحقیقات المفیدہ میں ہے ۱۲
[5] یعنی یہ انگریزی سکہ جسکو چہرہ شاہی کہتے ہیں ۱۲
[6] ہتھیلی کے گڑھے اور گہراؤ کو کہتے ہیں ۱۲
[7] یعنی کسی صورت مخالف کو بچانے کے لئے یعنی سوئی کی دوسری جانب کو جسکو ناک کہتے ہیں ۱۲
[8] سوئی کی نوکیں ۱۲
[9] چھینٹوں کا باریک ہونا ۱۲

سرے کو خارج کیا ہے اور نہ دکھلائی دینے کی قید کو قید احترازی قرار دے کر ان چھینٹوں کو نکالا ہے جو دکھلائی دیتی ہیں خواہ بغور دکھلائی دیں یا بدون غور کے اور اس طرح کلام میں تحریف[1] کر کے اس پر اعتراض کیا ہے سو یہ ان کا جہل ہے مزید بحث اس کی تحقیقات مفیدہ میں کی جاوے گی۔

اصل صہ س ۱۲ اگر پیشاب کے مثل کوئی نجاست لگ گئی الخ **تحقیق** واضح ہو کہ دلدار ترجمہ ہے ذی جرم کا اور ذی جرم کی تعریف در مختار میں یہ کی ہے، ہو کل[2] ما یری بعد الجفاف ولو من غیرہا کخمر و بول اصابہ تراب۔ اس بنا پر غیر ذی جرم کی تعریف یہ ہوگی ہو کل ما لا یری[3] بعد الجفاف، جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سنو کہ غایۃ البیان میں نجاستہ[4] مریٔیہ وغیر مریٔیہ کی تعریف یوں کی گئی ہے۔ المریٔیۃ مایکون مریٔیا بعد الجفاف وغیر المریٔیۃ ما لا یکون مریٔیا بعد الجفاف کالبول ونحوہ پس اس بیان سے معلوم ہو گیا کہ نجاست ذی جرم اور مریٔیہ ایک چیز ہیں اور غیر ذی جرم وغیر مریٔیہ ایک چیز، پس عبارت بہشتی زیور پر یہ اعتراض کرنا حماقت ہے کہ فقہا نے مریٔیہ اور غیر مریٔیہ کا لفظ استعمال کیا ہے لہٰذا بہشتی زیور میں دلدار اور غیر دلدار کا استعمال غلط ہے۔ اس تقریر سے حمقاء زمانہ کا اعتراض اول ساقط ہو گیا جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ نجاست غیر مریٔیہ کی تطہیر کے بارہ میں اصل مذہب تو یہی ہے کہ جب طہارت کا ظن غالب ہو جاوے اس وقت پاک ہو جاوے گا لیکن چونکہ اس میں فی الجملہ دشواری تھی اور اغلب[5] احوال میں تین مرتبہ دھونے سے طہارت کا غلبہ ظن حاصل ہو جاتا تھا بنا بریں تین مرتبہ دھونے کو قائم مقام حصول غلبہ ظن قرار دیا گیا۔ تیسیراً للامر[6] علی الناس وقطعاً للوسوسۃ چنانچہ غنیہ میں ہے۔ فعلم[7] بہذا ان المذہب ہو اعتبار غلبۃ الظن وانہا مقدرۃ بثلث لحصولہا بہا فی الغالب وقطعاً للوسوسۃ فانہ من اقامۃ السبب مقام المسبب الذی فی الاطلاع علی حقیقۃ عسر کالسفر مقام المشقۃ وامثال ذلک الخ اس سے معلوم ہوا کہ بہشتی زیور میں تین مرتبہ دھونے کا حکم خلاف مذہب اور اعتبار غلبہ ظن کے معارض نہیں ہے بلکہ سراسر موافق مذہب اور موافق اعتبار غلبہ ظن ہے، اس تقریر سے

---

[1] اول بدل ۱۲

[2] ہر وہ ناپاکی ہے جو سوکھنے کے بعد بھی نظر آوے اگرچہ نجاست کے سوا کسی اور چیز کے مل جانے کے سبب مثلاً وہ شراب اور پیشاب کہ جس میں مٹی پڑ جائے ۱۲

[3] وہ ہر نجاست ہے کہ سوکھنے کے بعد نظر نہ آئے ۱۲

[4] نجاست مریٔیہ وہ ناپاکی جو نظر آئے اور غیر مریٔیہ جو نظر نہ آئے ۱۲

[5] یعنی اکثر اوقات اور اکثر حالات ۱۲

[6] لوگوں پر آسانی کرنے اور وسوسہ کو دور کرنے کیلئے ۱۲

[7] پس اس سے معلوم ہوا کہ مذہب درست گمان غالب کا معتبر ہونا ہے اور گمان غالب کے لئے تین بار دھو دینے کو کافی سمجھا گیا کیونکہ اکثر تین بار دھونے سے گمان غالب حاصل ہو جاتا ہے اور وسوسہ کا دروازہ بھی بند ہو جاتا ہے گویا یہاں سبب کو مسبب کا قائم مقام کر دیا گیا ہے کیونکہ یہاں حقیقت کا علم دشوار ہے جس طرح سفر کو دشواری کے قائم مقام کر دیا ہے وغیر ذلک ۱۲

حمقاء زمانہ کا دوسرا اعتراض بھی ساقط ہوگیا جب یہ بھی معلوم ہوگیا تو اب سمجھو کہ بہشتی زیور میں صرف تیسری مرتبہ مبالغہ کے ساتھ نچوڑنے کا حکم دیا ہے اور ہر مرتبہ میں مبالغہ کا حکم نہیں دیا سو وجہ اس کی یہ ہے کہ شامی میں ہے، جعلہا فی الدرر شرطا للمرۃ الثالثۃ فقط وکذا فی الایضاح لابن الکمال وصدر الشریعۃ وکافی النسفی وعزاہ فی الحلیۃ الی فتاوی ابی اللیث وغیرہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ صرف تیسری مرتبہ میں مبالغہ شرط ہے نہ کہ ہر مرتبہ میں پس ان فقہا کے خلاف ان لوگوں کی رائے حجت نہ ہوگی جنھوں نے قاضی خاں کی عبارت سے جس میں مبالغہ کی بالکل نفی ہے نہ کہ صرف تیسری مرتبہ میں مبالغہ کی دھوکا کھاکر جمہور فقہاء کے خلاف ایک مسلک نکالا ہے اور ہر مرتبہ میں مبالغہ شرط کیا ہے۔ اس تقریر سے حمقاء زمانہ کا اعتراض ثالث بھی ساقط ہوگیا اور بہشتی زیور کا مسئلہ بے غبار رہا۔ پوری تحقیق اس مسئلہ کی تحقیقات مفیدہ میں کی جاوے گی۔

اصل ص ۷ س ۲۔ کپڑا اور بدن فقط دھونے ہی سے پاک ہوتا ہے تحقیق یعنی اصل حکم یہی ہے رہے مواقع ضرورت وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں بہشتی زیور کا یہ مسئلہ ایسا ہے جیسا کہ فقہاء کہتے ہیں کہ نماز کے لئے طہارت شرط ہے کیونکہ اس کے معنی بھی یہ ہی ہوتے ہیں کہ اصل حکم یہ ہی ہے مگر مواقع ضرورت اس سے مستثنیٰ ہیں بس جس طرح فقہاء کے اس حکم پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا، یوں ہی بہشتی زیور کے مسئلہ پر بھی اعتراض نہیں ہوسکتا اس کی مزید تفصیل تحقیقات مفیدہ میں ہے۔

اصل ص ۸ س ۶ ہاتھ میں کوئی نجس چیز لگی تھی الخ تحقیق اس مسئلہ کی صحت پر حمقاء زمانہ کو اعتراض نہیں ہے بلکہ انھوں نے اور بیہودہ بکواس کی ہے جس کے جواب کے لئے تحقیقات مفیدہ موضوع ہے نہ کہ تصحیح الاغلاط و تنقیح الاخلاط، اس لئے ہم اسکے متعلق اس جگہ کچھ نہیں لکھتے بلکہ تحقیقات مفیدہ میں لکھیں گے۔

اصل ص ۸ س ۱۱ نجس مٹی سے جو برتن کمہار نے بنائے الخ تحقیق اس مسئلہ کا ماخذ تنویر الابصار ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔ کطین تنجس فجعل منہ کوز بعد جعلہ علی النار آہ

[1] یعنی اس طرح ایضاح مصنفہ ابن کمال اور صدر الشریعۃ میں اور کافی نسفی میں ہے اور حلیہ میں اس کو فتاوی ابو اللیث وغیرہ سے نقل کیا ہے ۱۲

[2] یعنی تیار کی گئی ہے اور لکھی گئی ہے ۱۲

[3] جیسے مٹی کہ ناپاک ہوگئی ہو پھر اس سے برتن بنائے جائیں اس کو آگ پر رکھنے کے بعد ۱۲

اور چونکہ اس عبارت میں ذہاب[1] اثر کی قید نہیں ہے اس لئے بہشتی زیور میں بھی نہیں لگائی، پس اگر بہشتی زیور پر اعتراض ہے تو تنویر الابصار پر بھی ہونا چاہیئے۔ اور اگر تنویر الابصار کی عبارت کا کوئی جواب ہے تو بہشتی زیور کی عبارت کا جواب کیوں نہیں خلاصہ یہ کہ تنویر الابصار پر اعتراض نہ کرنا اور بہشتی زیور پر اعتراض کرنا سراسر بے انصافی اور ہٹ دھرمی ہے اگر اعتراض ہو تو دونوں پر ہونا چاہیئے اور اگر نہ ہو تو دونوں پر نہ ہونا چاہیئے۔ یہ گفتگو علیٰ سبیل[2] التنزل ہے۔ اب ہم ترقی کر کے کہتے ہیں کہ بہشتی زیور کی عبارت میں اس قید کی ضرورت ہی نہیں، کیونکہ جب کمہار آوے میں برتن کو پکا لیتے ہیں تو نجاست کا اثر باقی ہی نہیں رہتا تاکہ شرط لگانے کی ضرورت پڑے، اور یہی وجہ ہے کہ تنویر میں یہ شرط نہیں لگائی کیونکہ جعلہ علی[3] النار سے مراد جعل مخصوص ہے یعنی متعارف[4] پکانا نہ کہ مطلق طبخ و جعل۔ اور در مختار میں جو شرط لگائی ہے وہ بالنظر الی المفہوم العام[5] ہے کیونکہ مطلق جعل علی النار اور طبخ شامل ہے پورے طور پر پکانے اور کسی قدر پکانے وغیرہ کو۔ فلا اعتراض مزید بحث اس کی تحقیقات مفیدہ میں ہو گی۔

اصل ص ۱۰ شہد، شیرہ یا گھی تیل ناپاک ہو گیا الخ تحقیق اس مقام کی یہ ہے شامی میں ہے، قال فی الدرر ولو تنجس العسل فتطہیرہ ان یصب[6] فیہ ماء بقدرہ فیغلی حتی یعود الی مکانہ والدہن یصب علیہ الماء فیغلی فیعلو الدہن الماء فیرفع بشیء ہکذا ثلاث مرات اھ[7] ہذا عند ابی یوسفؒ خلافاً لمحمد وہو اوسع وعلیہ الفتوی کما فی الشرح الشیخ اسمٰعیل عن جامع الفتاویٰ اور کبیری میں ہے الایری الی ماروی عن ابی یوسفؒ فی تطہیر الدہن[8] النجس ای المتنجس انہ اذا جعل الدہن فی اناء فصب علیہ الماء فیعلو الدہن علی وجہ الماء، فیرفع بشیء ویراق الماء ثم یفعل ہکذا حتی اذا فعل کذلک ثلث مرات یحکم بطہارۃ الدہن۔ اور مجمع الروایۃ و شرح قدوری میں ہے الیصب علیہ مثلہ ماء وحرک اور در مختار میں ہے ویطہر لبن وعسل ودبس ودہن یغلی ثلاثا وقال فی الفتاوی الخیریۃ ظاہر الخلاصۃ عدم اشتراط التثلیث۔ ان روایات کے مجموعہ

[1] یعنی نشان دور ہو جانا ۱۲
[2] یعنی نیچے درجہ کو اختیار کر کے ۱۲
[3] آگ پر رکھنا ۱۲
[4] جس کا رواج ہے ۱۲
[5] وہ معنی جو عام ہیں جنہیں کوئی قید اور تخصیص نہیں ہے ۱۲
[6] یعنی اگر شہد ناپاک ہو جائے تو اس کو اس طرح پاک کیا جائے کہ شہد کے برابر پانی ڈال کر جوش دیا جائے یہاں تک کہ جیسا تھا ویسا ہی ہو جائے۔ اور تیل پر پانی ڈال کر جوش دیا جائے کہ تیل پانی پر آ جائے پھر اسکو کسی چیز سے اتار لیا جائے اسی طرح تین دفعہ کیا جائے، یہ امام ابو یوسفؒ کا قول ہے، امام محمدؒ کا اس میں خلاف ہے اور یہی قول زیادہ وسعت والا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ شرح شیخ اسمٰعیل میں جامع فتاوی سے منقول ہے ۱۲
[8] یعنی تیل ناپاک ہو جائے تو اس کے بارہ میں امام ابو یوسفؒ سے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کسی برتن میں ڈالکر اس پہ پانی ڈالا جائے پھر وہ تیل اوپر آ جائے گا اسکو کسی چیز سے اتار لیا جائے اسی طرح تین بار کیا جائے ۱۲

سے معلوم ہوتا ہے کہ طہارت دہن وغیرہ کے لئے فی الحقیقۃ نہ غلیان ضروری ہے نہ تحریک بلکہ ان کی ضرورت کسی درجہ میں ہے تو محض اس لئے کہ روغن وغیرہ پانی کے اوپر آجاوے اور پانی سے جدا ہوسکے، پس یہ مقصود جس طریق سے بھی حاصل ہوجاوے کافی ہے اور اس کے سوا دوسرے طریق کی ضرورت نہ ہوگی۔ دلیل ہمارے اس بیان کی یہ ہے کہ بعض فقہا نے غلیان کا ذکر کیا ہے، اور بعض نے تحریک کا اور کسی نے نہ غلیان کا ذکر کیا نہ تحریک کا پس معلوم ہوا کہ غلیان وتحریک مقصود بالذات نہیں ہیں بلکہ اس لئے مقصود ہیں کہ روغن وغیرہ اوپر آجاوے اور تیل اور پانی جدا ہوجاوے ویدل علیہ قول الدرر فیغلی فیعلو الدہن الخ۔ نیز عبارات مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شرط تثلیث مختلف فیہ ہے بعض کے نزدیک ضروری ہے اور بعض کے نزدیک ضروری نہیں پس ہم کو ترجیح کی ضرورت ہے سو ہم دیکھتے ہیں کہ اشتراط[1] تثلیث امام ابو یوسفؒ کا مذہب ہے کما یظہر من[2] الدرر والمنیۃ وشرحہا اور عدم اشتراط[3] خلاصہ وغیرہ کا اور ظاہر ہے کہ صاحب مذہب کا قول دیگر علماء سے مقدم ہے۔ اس لئے اشتراط راجح ہوگا۔ بالخصوص اس وقت جبکہ منشاء عدم اشتراط خود غلط ہو کیونکہ اس کا منشاء قیاس علی الثوب[4] ہے اور یہ دو وجہ سے غلط ہے اول اس لئے کہ ثوب میں بھی تثلیث شرط ہے کما تبین سابقا[5] فی مسئلۃ تطہیر الثوب دوسرے اس لئے کہ قیاس دہن علی الثوب قیاس مع الفارق[6] ہے کیونکہ دہن وغیرہ کی نجاست نجاست ثوب سے اقوی ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ امام محمدؒ تطہیر روغن وغیرہ کو جائز نہیں رکھتے حالانکہ وہ تطہیر ثوب کو جائز رکھتے ہیں۔ نیز صاحب درمختار تطہیر ثوب میں غلبہ ظن کا اعتبار کرتے ہیں مگر روغن میں تثلیث کو شرط کرتے ہیں، پس فرق ظاہر ہے، جب یہ امر معلوم ہوگیا تو اب سمجھو کہ ظاہر روایات مذکورہ بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ مقدار آب میں بھی اختلاف ہے، بعض کے نزدیک مقدار روغن وغیرہ کے برابر ہونا ضروری ہے بعض کے نزدیک برابری شرط نہیں لیکن جب ہم نظر کو غائر کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے

[1] تین بار دھونے کو شرط ٹھیرانا ۱۲
[2] جیسا کہ درر اور منیہ اور انکی شرح سے ظاہر ہے ۱۲
[3] شرط نہ ٹھیرانا ۱۲
[4] کپڑے پر قیاس کرنا ۱۲
[5] جیسا کہ پہلے کپڑا پاک کرنے کے مسئلہ میں گذرا ۱۲
[6] فرق کے باوجود قیاس کرنا ہے ۱۲

جس کسی نے ابتداءً قدرہ من[1] الماء کہا ہے اس نے قید قدرہ کو احترازاً نہیں بیان کیا بلکہ اتفاقاً بیان کیا اور جنھوں نے اسکے بعد اس قید کا ذکر کیا ہے انھوں نے شخص مذکور کی تقلید کی ہے اور جس نے اس قید کا ذکر نہیں کیا اس نے حقیقت پر نظر کی ہے دلیل اس کی دو[2] ہیں اوّل[3] یہ کہ اشتراط مساواۃ بے دلیل ہے دوم یہ کہ بعض روایتوں میں قدراً من الماء منصوص[4] ہے اور اسکو تضعیف[5] قدرہ کہنا بلا دلیل ہے پس ثابت ہوا کہ قید مذکورہ قدرہ من الماء اتفاقی ہے اور جنھوں نے اسکو احترازی سمجھا ہے انھوں نے دھوکا کھایا ہے پس حاصل تحقیق ہذا یہ نکلا کہ تطہیر دہن وغیرہ کے لئے نہ غلیان ضروری ہے اور نہ تحریک نہ مقدار خاص ہاں تثلیث بیشک ضروری ہے جب یہ امر محقق ہو چکا تو اب سمجھو کہ بہشتی زیور کی تحقیق[6] سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ابو یوسفؒ کے نزدیک غلیان[7] یا تحریک ضروری نہیں ہے کما ہو الحق۔ رہی مقدار کی تعیین سو وہ محض اتفاقی ہے نہ کہ احترازی۔ جیسا کہ دیگر فقہاء کے کلام میں موجود ہے اور قید تثلیث ضروری ہے اس تحقیق کے بعد حمقاء زمانہ کے اعتراضات کا خاتمہ ہو گیا اور ان کے کلام کا فساد ظاہر ہو گیا۔ مزید تفصیل اس کی تحقیقات مفیدہ میں ہے۔

اصل ص۹ س۵۔ نجس مہندی ہاتھوں پیروں میں لگائی الخ تحقیق۔ تحقیق اس مقام کی یہ ہے کہ شامی میں ہے قد ذکر سیدی عبد الغنی[6] کلاماً حسناً سبقہ الیہ صاحب الحلیۃ وھو ان مسئلۃ الاختضاب الی قولہ لم نر من رجح خلافہ فافہم۔ یہ عبارت بتلاتی ہے کہ مسئلہ ہٰذا میں دو قول ہیں ایک یہ کہ پانی صاف گرنے لگے تب پاک ہوگا خواہ کتنی ہی مرتبہ میں ہو اور دوسرا یہ کہ تین مرتبہ دھونا کافی ہے خواہ پانی صاف گرنے لگے یا نہ اور مفتی بہ ان میں قول اوّل ہے جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ بہشتی زیور میں جو کہا ہے کہ تین دفعہ خوب دھو ڈالنے سے ہاتھ پیر پاک ہو جائیں گے اس کا[7] مطلب یہ ہے کہ جب تین مرتبہ اس قدر دھو لیا گیا کہ پانی صاف گرنے لگے (کما یدل علیہ قولہ خوب[8] لانہ یدل علی المبالغۃ وھو یستلزم صفو الماء) تو ہاتھ پاؤں پاک ہو جاویں گے

[1] اسی کے برابر پانی ۱۲
[2] صاف صاف لکھا ہے ۱۲
[3] اس سے دونا ۱۲
[4] شقیں اور صورتیں نکالنا ۱۲
[5] جوش دینا ۱۲ اور تحریک ہلانا ۱۲
[6] سیدی عبد الغنی نے ایک بہتر کلام بیان کیا ہے کہ جسکو ان سے پہلے صاحب حلیہ لکھ چکے ہیں اور وہ یہ ہے کہ خضاب لگانے کا مسئلہ یہاں تک کہ کہا ہم نے کسی کو نہیں دیکھا کہ اس کے خلاف کو ترجیح دی ہو خوب سمجھ لو ۱۲
[7] جیسا کہ اس پر ان کا یہ قول دلالت کرتا ہے ۱۲
[8] کیونکہ یہ مبالغہ پر دلالت کرتا ہے اور وہ پانی کے صاف ہو جانے کو مستلزم ہے ۱۲

اور یہیں ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں مسلکوں کی رعایت کی ہے تاکہ دونوں پر عمل ہو جائے اور ہاتھ پاؤں بالاتفاق پاک ہو جاویں فلا اعتراض علیہ کما یفعلہ حمقاء زماننا. شاید کسی کو شبہ ہو صد س میں یہ مسئلہ مذکور ہے. نجس رنگ میں کپڑا رنگا الخ اور اس میں تین مرتبہ کی قید نہیں لگائی، تو اس کا جواب یہ ہے کہ مواقع اختلاف میں رعایت اختلاف اولیٰ ہے نہ کہ واجب، پس وہاں اختلاف کی رعایت نہ کرنا قابل اعتراض نہیں ہو سکتا. اس مسئلہ کی تحقیق مزید تحقیقات مفیدہ میں کی جاوے گی.

اصل ص۳۱ س۔ اگر لکڑی کا تختہ الخ تحقیق. یہ مسئلہ المستملی سے ماخوذ ہے اور عبارت اس کی یہ ہے. ومثلہ ایضاً[۱] مثل الحکم المذکور وھو عدم الفساد اذا حلت النجاسۃ بخشبۃ فقلبھا وصلی علی الوجہ الطاہر ان کان غلظ الخشبۃ بحیث تقبل القطع ای یمکن ان ینشر نصفین فیما بین الوجہ الذی فیہ النجاسۃ والوجہ الآخر فیجوز الصلوٰۃ علیھا حینئذ والا فلا لانھا بمنزلۃ اللبنۃ فی الوجہ الاول وبمنزلۃ الثوب فی الوجہ الثانی آہ ص۲۰۰ لیکن حلیہ میں شبہ بالحق مطلقاً جواز کو کہا ہے اور اس کے انھوں نے دلائل بھی بیان کئے ہیں جن کا ہم کو علم نہیں ہو سکا تاکہ ہم دونوں کے دلائل کو دیکھکر فیصلہ کر سکتے کہ حق صاحب منیہ و غنیہ کی طرف ہے یا صاحب حلیہ کی طرف نیز چونکہ اصل مؤلف بہشتی زیور یعنی مولوی احمد علی صاحب کا انتقال ہو چکا ہے اس لئے ہم کو یہ بھی نہیں معلوم ہو سکتا کہ انھوں نے کس بنا پر صاحب غنیہ کے بیان کو ترجیح دی ہے ہاں اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ اختیار مسلک[۲] صاحب غنیہ اقرب الی الاحتیاط[۳] ہے، ایسی حالت میں اگر کوئی مسئلہ بہشتی زیور پر معترض ہو تو اسکو چاہیئے کہ وہ دلائل سے صاحب غنیہ کے مسئلہ کی غلطی ثابت کرے اور یہ کہدینا کافی نہیں ہے کہ حلیہ میں اسکے خلاف کو حق کہا ہے کیونکہ اس کا جواب یہ ہے کہ غنیہ میں اس کے خلاف کو اختیار کیا ہے لہذا وہ اقرب الی الاحتیاط بھی ہے پس کوئی وجہ نہیں ہے کہ صاحب غنیہ کے بیان کو چھوڑ دیا جائے اس تفصیل سے حمقاء زمانہ کی خرافات کا جواب معلوم ہو گیا. مزید تفصیل اس کی تحقیقات مفیدہ میں ہے.

[۱] اور فاسد نہ ہونے ہی کا حکم اس صورت میں ہے کہ جب کسی تختہ میں نجاست لگ گئی ہو اور نمازی اس لکڑی کو الٹ کر نماز پڑھے جس طرف سے پاک ہے تو اگر وہ لکڑی اتنی موٹی ہے کہ اسکو بیچ سے چیرا جا سکتا ہے کہ ایک تختہ نجاست کی طرف سے نکلے اور دوسرا پاک جانب کی طرف سے تو اس صورت میں اسپر نماز درست ہے ورنہ نہیں کیونکہ وہ پہلی صورت میں اینٹ کے مانند ہے اور دوسری صورت میں کپڑے کے مانند ۱۲ عاجز محمد حیات غفرلہ

[۲] مذہب ۱۲

[۳] احتیاط سے زیادہ نزدیک ۱۲

[۴] یعنی جاڑے اور گرمی کے موسم کے اختلاف سے آگے سے پیچھے کو لانے یا پیچھے سے آگے کو لے جانے کی کوئی تخصیص نہیں ہے ۱۲

اصل ص۱۱ س۶ ڈھیلے سے استنجا کرنے کا الخ تحقیق۔ در مختار میں ہے ولا تقیید
باقبال وادبار شتاء وصیفا۔ اور اس کے ذیل میں شامی نے لکھا ہے۔ ای بناء
علی ما ذکر من[1] ان المقصود ہو الانقاء فلیس لہ کیفیۃ خاصۃ وہذا عند بعضہم وقیل
کیفیۃ فی المقعدۃ فی الصیف للرجل ادبار الحجر الاول والثالث واقبال الثانی
وفی الشتاء بالعکس وہکذا تفعل المرأۃ فی الزمانین کما فی المحیط ولہ کیفیات اخر
فی النظم والظہیریۃ وغیرہما وفی الذکر ان یاخذہ لشمالہ ویمر علی حجر او جدار او مدر کما
فی الزاہدی آہ قہستانی واختار ما ذکرہ الشارح فی المجتبی والفتح والبحر وقال
فی الحلیۃ انہ الاوجہ الخ اور صاحب وقایہ وصاحب شرح وقایہ اور صاحب عمدۃ الرعایہ
نے سنیت عدد کی نفی کی ہے ان تمام باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حق اور مختار
مذہب یہ ہی ہے کہ استنجے کے لئے کوئی کیفیت مخصوص نہیں اور نہ کوئی عدد مسنون
ہے بلکہ مقصود انقاء ہے وہ جس طریق سے بھی حاصل ہو جاوے کافی ہے رہا
بعض فقہا کا کیفیات بتلانا سو ان کا مقصود یہ نہیں ہے کہ یہ کیفیات مقصود ہیں
بلکہ انھوں نے اپنے ذہن میں جس کیفیت کو معین فی الانقاء سمجھا اسکو بتلا دیا
پس حاصل ان کے کلام کا یہ ہے کہ مقصود انقاء ہے اور کوئی کیفیت مقصود نہیں
لیکن ہماری رائے میں یہ کیفیت معین فی الانقاء ہے اس لئے اگر اس کیفیت سے
استنجا کیا جاوے تو اس سے حصول مقصود میں اعانت کی پوری توقع ہے سو یہ
بہشتی زیور کے خلاف نہیں۔ کما ہو ظاہر۔ پس حمقاء زمانہ کا اعتراض ساقط ہو گیا۔ اور
بہشتی زیور کا مسئلہ بے غبار رہا۔ مزید تفصیل اسکی تحقیقات مفیدہ میں ہے۔

اصل ص۱۱ س۱۲ جب تک ہر چیز کا سایہ دونا ہو جاوے الخ تحقیق دلیلہ ما فی التنویر
وقت الظہر من[2] زوالہ الی بلوغ الظل مثلہ فی الوقایۃ وغیرہا وقال فی رد المحتار جوابا
لمن خالف ہذا المسلک فیہ ان الادلۃ تکافأت ولم یظہر ضعف دلیل الامام بل ادلتہ

[3] جب تک اس کی دلیل ضعیف نہ ہو یا اس کے خلاف تعامل نہ ہو مثلاً مزارعہ اگرچہ مشائخ نے صاحبین کے قول
پر فتوی کی تصریح کردی ہو جیسا کہ بیان ہے آہ اور مصنف کے اس قول کے تحت میں کہ سایہ ہر چیز کا دونا آہ منہ

[1] یعنی اس بناء پر کہ مقصود اصلی تو صفائی ہے پھر کیونکر کوئی خاص طریقہ مقرر کیا جائے یہ بعض کا قول ہے اور کہا گیا ہے کہ گرمی کے موسم میں مرد کو بڑا استنجا اسطرح کرنا چاہیے کہ پہلا اور تیسرا پتھر آگے سے پیچھے کو لاوے اور دوسرا پتھر پیچھے سے آگے کو لے جاوے اور سردی کے موسم میں برعکس کرے ایسے ہی عورت بھی دونوں موسموں میں کرے جیسا کہ محیط میں ہے اور نظم وظہیریہ وغیرہ میں اس کی اور ترکیبیں بھی لکھی ہیں اور چھوٹے استنجے کا یہ طریقہ ہے کہ پیشاب گاہ بائیں ہاتھ سے پکڑ کر اسکو پتھر پر گھسے یا دیوار یا ڈھیلے پر ایسے ہی زاہدی میں ہے اور شارح نے جو بیان کیا ہے اسکو مجتبیٰ اور فتح اور بحر میں پسند کیا ہے اور حلیہ میں اسکو اوجہ یعنی دلیل کے مطابق بتلایا ہے ۱۲

[2] ظہر کا وقت زوال آفتاب سے اسوقت تک رہتا ہے کہ جب تک سایہ ہر چیز کا اسکے برابر ہو جائے شامی میں اس مسلک کے مخالف کی تردید کے لئے کہا ہے کہ تمام دلیلیں متفق ہیں اور امام صاحب کی دلیل کا ضعف ظاہر نہیں ہوا بلکہ ان کی دلیلیں بھی قوی ہیں جیسا کہ بڑی کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوگا اور بحر میں ہے کہ امام صاحب یا صاحبین کے قول کو اسوقت تک چھوڑنا درست نہیں کہ[3]

قویۃ ایضا کما یعلم من مراجعۃ المطولات وشرح المنیۃ وقد قال فی البحر لایعدل عن قول الامام الی قولہما او قول احدہما الا لضرورۃ من ضعف دلیل او تعامل بخلافہ کالمزارعۃ وان صرح المشائخ بان الفتوی علی قولہما کما ہنا آہ وقال ایضا تحت قول المصنف الی بلوغ الظل مثلیہ ہذا ظاہر الروایۃ عن الامام نہایہ وہو الصحیح بدائع ومحیط وینابیع وہو المختار غیاثیہ واختارہ الامام المحبوبی وعول علیہ النسفی وصدر الشریعۃ تصحیح قاسم واختارہ اصحاب المتون وارتضاہ الشارحون فقول الطحاوی وبقولہما ناخذ لایدل علی انہ المذہب وما فی الفیض من انہ یفتی بقولہما فی العصر والعشاء مسلم فی العشاء فقط اھ ان روایات سے معلوم ہوا کہ جمہور ائمہ حنفیہ کا مسلک وہی ہے جو بہشتی زیور میں اختیار کیا ہے، فلا یعترض علیہ بما اعترض بہ جہلۃ زماننا. مزید تحقیق اسکی تحقیقات مفیدہ میں ہے۔

اصل ص۵ س۶ جب تک پچھم کی طرف آسمان کے کنارہ الخ تحقیق یہ مسئلہ بھی تنویر الابصار وغیرہ سے ماخوذ ہے چنانچہ تنویر الابصار میں ہے. والمغرب منہ[1] الی الشفق وہو الحمرۃ۔ اور درمختار میں ہے عندہما وبہ قالت الثلثۃ والیہ رجع الامام کما فی شروح المجمع وغیرہا فکان ہو المذہب اور گو ابن الہمام اور علامہ قاسم نے اس میں کلام کیا ہے مگر عامہ فقہا مثل صاحب نہر ونقایہ ووقایہ ودرر واصلاح ودرر البحار وامداد ومواہب وبرہان وغیرہم کا مسلک یہی ہے اور امام صاحب سے ایک روایت بھی اس کے موافق ہے فیکون ہو المعتمد فلا اعتراض علیہ بما اعترض جہلۃ زماننا. مزید تفصیل اس کی تحقیقات مفیدہ میں ہے۔

اصل ص۱۱ س۹ - فقط منھ اور دونوں ہتھیلی اور دونوں پیر کے سوا الخ تحقیق ہتھیلی سے باطن کف اور ظاہر کف دونوں مراد ہیں نہ کہ صرف باطن اور دلیل اس مسئلہ کی یہ ہے، کنز الدقائق میں ہے الا وجہہا وکفیہا وقدمیہا. اور وقایہ میں ہے الا الوجہ والکف والقدم واقرہ فی شرح الوقایہ، اور تنویر الابصار میں ہے فلا الوجہ والکفین والقدمین. مزید تحقیق اس مسئلہ کی تحقیقات مفیدہ میں ہے۔

بقیہ ص۱۳۰

دو مثلوں کے برابر پہونچ جائے کہا ہے کہ یہ امام صاحب سے ظاہر روایت ہے از نہایہ، اور یہی صحیح ہے یہی ینابیع ہے اسی کو امام محبوبی نے پسند کیا ہے تو طحاوی کا یہ قول کہ ہم صاحبین کے قول پر عمل کرتے ہیں اس کے مذہب ہونے پر دلالت نہیں کرتا اور فیض میں جو یہ ہے کہ صاحبین کے قول پر عصر اور عشاء میں فتویٰ ہے سو صرف عشاء کے بارے میں تسلیم ہے ۱۲

صفحہ ہذا

[1] مغرب کا وقت غروب سے شفق یعنی سرخی تک رہتا ہے ۱۲

اصل ص۲۰ س۱۱۔ اگر بے سوچے نماز پڑھ لیوے تو نماز نہ ہوگی الخ تحقیق دلائل اس مسئلہ کے یہ ہیں، تنویر الابصار میں ہے۔ ان شرع بلا تحر لم یجز وان اصاب[1] وشرح وقایہ میں ہے وان شرع بلا تحر لم یجز وان اصاب[2] لان قبلۃ جہتہ تحریہ ولم یتحر اٰہ والیہ قال ابن الہمام[3] فی بعض تحریراتہ وقال تلمیذہ قاسم بن قطلوبغا فی رسالۃ الفوائد المجلۃ فی اشتباہ القبلۃ وصاحب الہدایہ فی مختارات النوازل کما فی عمدۃ الرعایہ وتمام الکلام علی ہذہ المسئلۃ فی التحقیقات المفیدۃ۔

اصل ص۲۳ س۵۔ نماز میں چھ چیزیں فرض ہیں، نیت باندھتے وقت اللہ اکبر کہنا تحقیق مطلب یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ فرض ہے نہ کہ خاص یہ لفظ۔ اور چونکہ نمازیں علی العموم اللہ اکبر سے شروع کی جاتی ہیں اور عام نمازوں میں تکبیر تحریمہ اللہ اکبر ہی ہوتا ہے اس لئے اسکو فرائض میں شمار کیا گیا۔ اور چھ کا عدد فرائض متفق علیہا کے لئے ہے یعنی متفق علیہ فرض چھ ہیں نیز اس سے حصر مقصود نہیں ہے۔ فلا اعتراض۔ اس کی تفصیل تحقیقات مفیدہ میں ہے۔

اصل ص۲۵ س۱۔ سجدہ کے وقت اگر ناک اور ماتھا دونوں زمین پر نہ رکھے فقط ماتھا زمین پر رکھے اور ناک نہ رکھے تو بھی نماز درست ہے الخ تحقیق۔ قال خاتم علماء فرنگی محل فی عمدۃ الرعایہ معلقا علی قول صاحب الوقایہ والسجود بالجبہۃ والانف وبہ اخذ اھ قولہ وبہ[4] اخذ ای اخذ بہ المشائخ وافتوا بہ وہذا الکلام لا یخلو عن سامحۃ لان المفہوم من ظاہر قولہ والسجود بالجبہۃ والانف عند تعداد الفرائض ان وضع الجبہۃ والانف کلیہما فرض وانہ المفتی بہ مع انہ لیس مذہبا لاحد من ائمتنا فان ابا حنیفۃؒ جوز الاکتفاء بالانف وخالفہ فیہ صاحباہ واما الاکتفاء بالجبہۃ فہو متفق بینہم علی جوازہ وبالجملۃ اتفقوا علی ان المسنون وضع الجبہۃ والانف کلیہما وعلی انہ یکفی وضع الجبہۃ فقط الا انہ یکرہ وانما اختلفوا فی الاکتفاء بالانف الی آخر ما قال۔ خاتم علماء فرنگی محل کا یہ قول مسئلہ بہشتی زیور کی واضح دلیل ہے اس مسئلہ کی مزید تفصیل تحقیقات مفیدہ میں کیجاوے گی۔

اصل ص۲۶ س۲۔ کسی نماز کے لئے کوئی سورت مقرر نہ کرے تحقیق قال فی الہدایۃ یکرہ

[1] اگر بغیر سوچے شروع کردی تو نماز جائز نہ ہوگی اگرچہ قبلہ کی طرف ٹھیک پڑی ہو ۱۲

[2] اسکا ترجمہ بھی وہی ہے جو گذرا مگر اسمیں یہ زیادہ ہے اسوجہ سے کہ اس کا قبلہ اسکے سوچنے کی طرف تھا مگر اس نے نہیں سوچا ۱۲

[3] اور اسی طرف ابن ہمام اپنی بعض تحریرات میں مائل ہوئے اور ان کے شاگرد قاسم بن قطلوبغا نے رسالہ الفوائد المجلہ فی اشتباہ القبلہ میں اور صاحب ہدایہ نے مختارات النوازل میں میلان کیا جیسا کہ عمدۃ الرعایہ میں ہے اور پورا کلام اس بارہ میں تحقیقات مفیدہ میں ہے ۱۲

[4] مولوی عبد الحی صاحب نے شارح وقایہ کے اس قول پر کہ بہ اخذ یہ کہا ہے کہ مشائخ نے اس پر فتوی دیا ہے مگر یہ کلام مسامحت سے خالی نہیں کیونکہ ظاہر قول والسجود الخ سے یہ ہے کہ سجدہ میں پیشانی اور ناک دونوں کا رکھنا فرض ہے اور یہی مفتی بہ ہے حالانکہ ہمارے اماموں میں سے کسی کا مذہب نہیں ہے کیونکہ امام ابو حنیفہؒ نے صرف ناک رکھنے کو جائز اور کافی کہا ہے اور صاحبینؒ اس کے خلاف ہیں اور پیشانی کے کافی ہونے میں سب کا اتفاق ہے خلاصہ یہ ہے کہ علماء اس پر متفق ہیں کہ پیشانی اور ناک دونوں کا رکھنا سنت ہے اور اسپر بھی کہ صرف پیشانی رکھنا کافی ہے مگر مکروہ ہے اختلاف صرف ناک رکھنے میں ہے ۱۲

ان یوقت لشئ من القرآن لشئ من الصلوات وقال فی الفتح ان المداومۃ مطلقاً مکروھۃ سواء رآہ حتما یکرہ غیرہ اولا لان دلیل الکراہۃ لایفصل الخ اور درمختار میں ہے یکرہ التعیین کالسجدۃ وہل اتی[1] والفجر کل جمعۃ بل یندب قراتھما احیاناً. اور شامی میں ہے لان الشارع اذا لم یعین علیہ شیئاً تیسیرا علیہ کرہ لان یعین الخ یہ عبارات مسئلہ بہشتی زیور کی واضح دلیل ہیں اور حمقاء زمانہ کا اعتراض ساقط ہے مزید تفصیل اس کی تحقیقات مفیدہ میں کی جاوے گی۔

اصل صفحہ ۳۴ س ۱۶. بلا کسی عذر کے دیر لگانا گناہ ہے تحقیق لعل ہذہ[2] المسئلۃ مبنیۃ علی مذہب الکرخی واختارہ ہہنا للاحتیاط وزجرا للعوام عن التکاسل تبعا لصاحب الدر المختار والشامی۔

اصل صفحہ ۴ س ۹ جتنی دیر میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکتی ہے الخ تحقیق اس پر مولوی احمد حسن صاحب نے لکھا تھا. خدا جانے اسوقت یہ تین دفعہ کی مقدار کہاں سے لکھی تھی طحطاوی اور رد المختار میں ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار لکھی ہے پس اسی پر عمل لازم ہے آہ اس لئے اس مسئلہ کی مفصل تحقیق کیجاتی ہے وہو ہذا. رد المختار میں ایک دفعہ کی مقدار میری نظر سے نہیں گذری. شاید مولوی صاحب نے اس کے کسی مقام سے استنباط کیا ہو اور طحطاوی[a] میرے سامنے نہیں ہے کہ اس میں دیکھا جاتا لیکن رد المختار وغیرہ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہشتی زیور میں جو مقدار لکھی ہے وہ بالکل ٹھیک ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ تفکر موجب سہو اسی لئے ہے کہ وہ مستلزم ہے تاخیر واجب کو اس لئے اس کا اور زیادت علی التشہد کا حکم یکساں ہونا چاہیئے اور یہ صرف میری رائے نہیں ہے بلکہ ان کا تماثل مصرح بھی ہے جیسا کہ آئندہ[b] معلوم ہوگا. نیز فقہ میں واقعہ جہر فی موضع المخافۃ[3] اور مخافتہ فی موضع الجہر کو بھی اس کا مماثل بتایا گیا ہے اس

[a] طحطاوی علی الدر میں دیکھا گیا تو اس میں تو صرف یہ لکھا ہے وہو مقدر بسبحان اللہ پھر جب مراقی الفلاح میں دیکھا گیا تو اس میں صاف تصریح تین تسبیحات کی ملگئی. دیکھو صفحہ ۵» طحطاوی علی المراقی ۱۲ شبیر علی

[b] قال صاحب الغنیۃ فی بحث الزیادۃ علی التشہد فی القعدۃ الاولی کما سنقلہ والصحیح ان زیادۃ الحرف غیر معتبر فی حق ما یجب به سجود السہو وانما المعتبر قدر ما یؤدی فیہ رکن کما فی الجہر فی ما یخافت وعکسہ وکما فی التفکر حالۃ الشک ونحوہ ۱۲ منہ

[1] درمختار میں ہے کہ تعیین مکروہ ہے جیسے سورہ سجدہ اور ہل اتی کو ہر جمعہ کے دن صبح کی نماز میں پڑھنا بلکہ ان کو کبھی کبھی پڑھنا مستحب ہے اور شامی میں ہے کہ شارع جب خود کسی چیز کو معین نہ کرے تو اپنی طرف سے اسکو معین کرنا مکروہ ہوگا کیونکہ شارع کا مقصود معین نہ کرنے سے آسانی ہوتی ہے ۱۲

[2] یعنی شاید یہ مسئلہ مذہب کرخی پر مبنی ہے اور اس جگہ اسی کو احتیاط اور عوام الناس کو سستی سے بچانے کے لئے پسند کیا ہے صاحب درمختار اور شامی کا اتباع کر کے ۱۲

[3] یعنی آہستہ قراۃ کی جگہ آواز سے اور آواز سے پڑھنے کی جگہ آہستہ پڑھنا ۱۲

بنا پر اگر یوں کہا جاوے کہ تلبس بالنجاستہ فی الصلوٰۃ و انکشاف عورت بھی اس کے مماثل ہیں تو صحیح ہے کیونکہ یہ امر سب میں مشترک ہے کہ زمان قلیل بوجہ ضرورت تسہیل[1] علی الائمہ سب میں معفو ہے اور زمان کثیر بوجہ عدم ضرورت کے غیر معفو پس جس زمانہ کو ایک مسئلہ میں کثیر سمجھا جاوے گا اس کو سب میں کثیر ہونا چاہیئے اور جس زمانہ کو ایک میں قلیل سمجھا گیا ہے اسکو سب میں قلیل ہونا چاہیئے ورنہ وجہ فرق ہونی چاہیئے اور وجہ فرق کوئی ہے نہیں تو لامحالہ جو زمانہ ایک میں قلیل سمجھا گیا ہے وہ سب میں قلیل ہوگا اور جو زمانہ ایک میں کثیر سمجھا گیا ہے وہ سب میں کثیر ہوگا اور اگر یہ فرق کیا جاوے کہ بعض میں چونکہ ضرورت کم ہے اس لئے وہاں کم زمانہ کا اعتبار کیا گیا ہے۔ اور بعض میں ضرورت زیادہ ہے اس لئے وہاں زیادہ زمانہ لیا گیا ہے تو یہ فرق اس کو مقتضی ہے کہ تفکر کا زمانہ سب سے زیادہ ہو کیونکہ یہ سب سے زیادہ کثیر الوقوع ہے بہرحال زمانہ تفکر کسی طرح زمانہ زیادہ علی التشہد وجہر موضع مخافتہ[2] و تلبس بالنجاستہ و انکشاف عورت وغیرہ سے کم نہیں ہو سکتا یا ان کے برابر ہوگا یا ان سے زائد۔ جب یہ امر معلوم ہو گیا تو اب ہم ان تمام متشابہ اور متماثل مسائل پر کلام کرتے ہیں۔

بحث مسئلہ تفکر

منیۃ المصلی اور اسکی شرح غنیۃ المستملی ص۴۳۷ میں ہے من شک فی حال القیام[3] انہ ہل کبر للافتتاح ام لا فتفکر فی ذلک وطال تفکرہ مقدار اداء رکن الی ان قال فعلیہ السہو لان تفکرہ یستلزم تاخیر الواجب وہو القرأۃ الی ان قال ثم الاصل فی حکم التفکر انہ ان منعہ عن اداء رکن کقرأۃ آیۃ او ثلث او رکوع او سجود او عن اداء واجب کالقعود یلزمہ السہو لاستلزام ذلک ترک الواجب وہو الاتیان بالرکن او الواجب فی محلہ وان لم یمنعہ عن شئ من ذلک بان کان یؤدی الارکان ویتفکر لا یلزمہ السہو وقال بعض المشائخ وہو الامام الصفار ان منعہ التفکر عن القرأۃ او عن التسبیح یجب علیہ سجود السہو وان کان لا یمنعہ بان کان یقرأ و یتفکر او یسبح ویتفکر لا یجب علیہ سجود السہو فعلی ہذا القول او شغلہ التفکر عن تسبیح الرکوع و

[1] یعنی پیش اماموں پر آسانی کی غرض سے ۱۲

[2] یعنی التحیات سے زیادہ اور آہستہ پڑھنے کی جگہ آواز سے پڑھنا اور نجاست کا لگ جانا اور ستر کا کھل جانا ۱۲

[3] جسکو قیام کی حالت میں شک ہوا کہ آیا تکبیر تحریمہ کہی یا نہیں، تو اسکو سوچنے میں ایک رکن کے برابر دیر لگ گئی تو اس پر سجدہ سہو لازم ہے کیونکہ اس سے واجب میں تاخیر ہو گئی یعنی قرأت اور قاعدہ کلیہ اسمیں یہ ہے کہ یہ توقف قرأت سے یا سجدہ یا کسی اور واجب کے ادا کرنے سے مثلاً تعود سے مانع ہو جائے تو سجدہ سہو لازم ہوگا کیونکہ واجب ترک ہو گیا اور اگر مانع نہ ہو مثلاً ارکان بھی ادا کرتا رہے اور سوچتا بھی رہے تو سجدہ سہو لازم نہ ہوگا اور بعض مشائخ نے کہا کہ اگر اس تفکر کی وجہ سے قرأت سے باز رہے یا تسبیح سے تو اس پر سجدہ سہو لازم ہے اور اگر منع نہ کرے تو واجب نہیں اس بنا پر اگر تفکر کے سبب بحالت رکوع رکوع کی تسبیح سے باز رہا تو سجدہ سہو لازم ہے اور پہلے قول پر لازم نہیں، کیونکہ وہ ایک رکن یا واجب کے ادا کرنے سے باز نہ رہا ۱۲

ہو راکع مثلا یلزمہ السجود وعلی القول الاول لا یلزم لانہ لم یمنعہ عن اداء رکن ولا واجب انتہی بحذف الزوائد۔ واقول فیہ نظر لان ایجاب الصفار سجود السہو علی الراکع الذی شغلہ التفکر عن التسبیح لیس لاجل انہ شغلہ عن التسبیح بل لانہ شغلہ عن القومۃ التی ہی واجبۃ لان اطالۃ الرکوع کان مشروعًا لہ لاجل التسبیح فلما ترکہ لم یکن لہ اطالۃ الرکوع بل کان علیہ ان ینتقل منہ الی القومۃ فلما ترکہ اخر الواجب عن محلہ فیلزم علیہ سجود السہو فتح لا مخالفۃ بین الجمہور والصفار فتدبر من حبیب احمد اور رد المحتار ص ۷۹ میں ہے الحاصلؔ انہ اختلف فی التفکر الموجب السہو فقیل مالزم منہ تاخیر الواجب او الرکن عن محلہ بان قطع الاشتغال بالرکن او الواجب قدر اداء الرکن وہو الاصح انتہی بقدر الضرورۃ۔ ان عبارات سے معلوم ہوا کہ تفکر مطلقًا موجب سہو نہیں ہے بلکہ اسوقت ہے جبکہ وہ تاخیر رکن یا واجب کو مستلزم ہو جاوے اور تاخیر کا زمانہ مقدار اداء رکن ہے مگر اداء رکن کا زمانہ نہیں بتلایا گیا اس لئے ضرورت ہے کہ اس کے نظائر میں غور کیا جاوے سو منجملہ اس کے نظائر کے ایک نظیر مسئلہ انکشاف عورۃ فی الصلوٰۃ ہے اس کی تفصیل یہ ہے درمختار ص ۴۲۳ میں ہے۔ ویمنع حتی انعقادہا کشف ربع عضو قدر اداء رکن۔ شامی نے اس کے تحت میں لکھا ہے اقولہ اداء رکن ای بسنتہؔ منیہ قال شارحہا وذلک قدر ثلث تسبیحات اہ۔ وکانہ قید بذلک حملا للرکن علی القصیر منہ للاحتیاط الی ان قال ثم ما ذکرہ الشارح قول ابی یوسف واعتبر محمد اداء رکن حقیقۃ والاول المختار للاحتیاط کما فی شرح المنیۃ آہ بحذف الزوائد۔ غنیہ شرح منیہ ص ۲۱۳ میں ہےؔ وان انکشف عضو ہو عورۃ فی الصلوٰۃ فستر من غیر لبث لا یضرہ ذلک ولا یفسد صلوٰتہ لان الانکشاف الکثیر فی الزمان القلیل عفو کالانکشاف القلیل فی الزمن الکثیر وان ادی معہ ای مع الانکشاف رکنًاؔ کالقیام ان کان فیہ او الرکوع او غیرہما یفسد ذلک الانکشاف صلوتہ وان لم یؤد مع الانکشاف رکنا ولکن مکث مقدار ما ای زمن یؤدی فیہ رکنا بسنتہ وذلک مقدار ثلث تسبیحات فلم یستر ذلک العضو فسدت صلوٰتہ عند ابی یوسف خلافا لمحمد رحمہ اللہ وکذا اذا وقع الرجل المصلی للمزاحمۃ فی صف النساء او وقع امام

عہ والظاہر ان المراد بالرکن مطلق جزء الصلوٰۃ سواء کان فرضا او واجبا او سنۃ کالتشہد والصلوٰۃ والتسبیح وغیرہا ۱۲ منہ

لہ خلاصہ یہ ہے کہ جس تفکر میں سجدہ سہو واجب ہے اس میں اختلاف ہے کہا گیا ہے کہ وہ ہے کہ جس سے واجب یا رکن میں اپنے مقام سے تاخیر ہو جائے یعنی ایک رکن ادا کرنے کی بقدر مشغولیت کسی رکن میں نہ ہو یہی زیادہ صحیح ہے ۱۲

عہ یعنی ایک رکن سنت کے مطابق ادا کرنے کے برابر چوتھائی عضو کا کھل رہنا اور شارح منیہ نے کہا کہ وہ تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار ہے اور شاید تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار اس لئے لی ہے تاکہ چھوٹے سے چھوٹا رکن مراد ہو احتیاطاً پھر شامی نے کہا کہ شارح نے جو کچھ کہا وہ ابو یوسفؒ کا قول ہے اور امام محمد صاحبؒ نے درحقیقت ایک رکن ادا کر لینے کا اعتبار کیا ہے مگر پہلا قول پسندیدہ ہے احتیاط کی وجہ سے جیسا کہ شرح منیہ میں ہے ۱۲

عہ اور اگر نماز میں ستر کا کوئی عضو کھل جائے اور فورا ڈھک لیا جائے تو کچھ ضرر نہ ہوگا کیونکہ تھوڑی سی دیر تک بہت عضو کا کھل جانا معاف ہے جس طرح تھوڑے سے عضو کا بہت دیر تک کھلا رہنا معاف ہے یعنی اگر ایک رکن اتنی دیر میں ادا کر لیا ہو تو وہ کھلنا مفسد نماز ہے اور اگر ادا تو نہیں کیا مگر اتنی دیر میں کوئی رکن مع سنت کے ادا ہو سکتا تھا تو ابو یوسفؒ کے نزدیک نماز

[illegible]

ای قدام الامام اور فع نجاستہ ثم القی ای تلک النجاستہ فعلی ہذا الخلاف المذکوران مکث قدر اداء رکن من غیر ان یؤدیہ تفسد عند ابی یوسف خلافاً لمحمد وقد تقدم الدلیل من الجانبین فی بحث النجاستہ وان المختار قول ابی یوسفؒ فی الجمیع للاحتیاط انتہی بقدر الضرورۃ۔ ان عبارتوں سے اداء رکن کا زمانہ معلوم ہو گیا کہ مقدار تین تسبیحات ہے اور اس سے زمانہ تفکر کی بھی شرح ہو گئی دوسری نظیر تلبس بالنجاستہ فی الصلوٰۃ ہے اس میں بھی امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا وہی اختلاف ہے جو کشف عورۃ کے بارے میں ہے چنانچہ غنیہ صہ۱۹۹ میں ہے قال محمد تجوز[1] مالم یؤد رکنا علی ذلک الحال لانہ لم یؤد جزء من الصلوٰۃ مع المانع فلا تفسد ولابی یوسفؒ ان المعفو ہو المقدار القلیل من الزمان والذی یمکن فیہ اداء الرکن کثیر فلا یعفی سواء ادی الرکن اولم یؤد آہ اس سے معلوم ہوا کہ مقدار قلیل زمان دونوں کے نزدیک معاف ہے مگر امام محمدؒ کے نزدیک قلیل وہ ہے جو حقیقۃً اداء رکن سے کم ہو اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک قلیل وہ ہے جو تین تسبیحات سے کم ہو پس چونکہ تفکر فی الزمان القلیل بھی معفو ہے اسلئے اس میں بھی یہ ہی اختلاف ہو گا اور چونکہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک قلیل وہ ہے جو تین تسبیحات سے کم ہو اور یہ ہی مختار بھی ہے۔ اس لئے اگر زمان تفکر تین تسبیحات سے کم ہے تو معاف ہو گا اور اگر تین تسبیحات کے برابر یا اس سے زائد ہو تو معاف نہ ہو گا اب تیسری نظیر کو دیکھئے۔ تیسری نظیر جہر فی موضع المخافتہ وبالعکس ہے اسکے متعلق در مختار صہ۶۶ میں ہے والاصح تقدیرہ[2] بقدر ما یجوز بہ الصلوٰۃ فی الفصلین وقیل قائلہ قاضیخان یجب السہو بہما ای بالجہر والمخافتۃ مطلقاً ای قل اوکثر وہو ظاہر الروایۃ التی نقلہ الثقات من اصحاب الفتاویٰ آہ زاد المص فی منحہ وانما عولنا علی الاول تبعاً للہدایۃ وانا اعجب من کثیر من کمل الرجال کیف یعدل عن ظاہر الروایۃ الذی ہو بمنزلۃ النص صاحب المذہب الی ما ہو کالروایۃ الشاذۃ آہ اقول لا عجب من کمل الرجال کصاحب الہدایۃ والزیلعی وابن الہمام حیث عدلوا عن ظاہر الروایۃ لما فیہ من الحرج وصححوا الروایۃ الاخریٰ للتسہیل علی الامۃ وکم لہ من نظیر ولذا قال القہستانی یجب السہو بمخافتہ

[1] امام محمدؒ نے کہا کہ جبتک اس حالت میں ایک رکن نہ ادا کیا ہو تو نماز درست ہے کیونکہ اس نے کوئی جز نماز مانع کے ساتھ ادا نہیں کیا اور امام ابو یوسفؒ کا قول یہ ہے کہ بہت تھوڑے زمانہ تک کھلا رہنا معاف ہے اور جتنی دیر میں ایک رکن ادا ہو سکے وہ کثیر یعنی بہت زمانہ ہے لہذا وہ معاف نہ ہو گا خواہ رکن ادا کیا یا نہ کیا ۱۲

[2] اور زیادہ صحیح قول ان دونوں صورتوں میں اتنی قرأت پڑھ لینا ہے کہ جس سے نماز درست ہوتی ہے اور کہا گیا ہے کہ اسکے قائل قاضی خاں ہیں کہ آواز سے اور آہستہ پڑھ دینے سے ہر صورت میں سجدہ سہو واجب ہے خواہ تھوڑی قرأت پڑھی یا بہت اور یہی ظاہر روایت ہے جسکو اصحاب فتاوی میں سے ثقہ حضرات نے نقل کیا ہے مصنف نے منح الغفار میں یہ عبارت اور زیادہ کی ہے۔ کہ ہم نے پہلے قول پر اس وجہ سے اعتماد کیا کہ ہدایہ میں ایسے ہی ہے اور مجھے بہت سے کامل مردوں سے تعجب ہے کہ انہوں نے ظاہر روایت کو کیسے چھوڑا جو بمنزلہ نص کے ہوتی ہے۔ اور روایت شاذہ کو اختیار کیا آہ میں کہتا ہوں کہ کامل مردوں سے کوئی تعجب نہیں، مثلاً صاحب ہدایہ اور زیلعی اور ابن ہمام کہ ان سب نے دشواری کے سبب ظاہر روایت کو ترک کیا اور دوسری روایت

(باقی آئندہ)

كلمة لكن فيه شدة قال في شرح المنية والصحيح ظاهر الرواية وهو التقدير بما تجوز به الصلوٰة من غير تفرقة لان القليل من الجهر في موضع المخافتة عفو ايضا ففي حديث ابي قتادة في الصحيحين انه عليه الصلوٰة والسلام كان يقرأ في الظهر في الاوليين بام القرآن و سورتين وفي الاخريين بام الكتاب ويسمعنا الآية احيانا آه ففيه التصريح بان ما صحح في الهداية ظاهر الرواية ايضاً فان ثبت ذلك فلا كلام والا فوجه تصحيحه ما قلنا وتاييده بحديث الصحيحين وقد قدمنا في واجبات الصلوٰة عن شرح المنية انه لا ينبغي ان يعدل عن الدراية اي الدليل اذا وافقتها رواية آه ما في الشامي. اس سے معلوم ہوا کہ جہر ومخافتہ کے مسئلہ میں قابل تصحیح یہ امر ہے کہ ما تجوز بہ الصلوٰۃ کثیر ہے اور اس سے کم قلیل اب دیکھنا یہ ہے کہ ما تجوز بہ الصلوٰۃ سے اس جگہ کیا مراد ہے، سو واضح ہو کہ ما تجوز بہ الصلوٰۃ میں اختلاف ہے۔ ایک روایت امام کی تو یہ ہے کہ ایک ایسی آیت جو کم از کم چھ حرف کی ہو خواہ تحقیقاً جیسے ثم نظر یا تقدیراً جیسے لم یلد بشرطیکہ ایک کلمہ نہ ہو، اس سے نماز جائز ہے اور دوسری روایت ان کی یہ ہے کہ جس مقدار پر قرآن کا اطلاق آ سکے اور اس لئے قصد خطاب کا دھوکہ نہ ہو اس سے نماز جائز ہے، اس روایت کو قدوری نے امام کا صحیح مذہب سمجھا ہے اور زیلعی نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ یہ اقرب الی القواعد الشرعیہ ہے اور تیسری روایت امام صاحب کی اور صاحبین کا مذہب یہ ہے کہ تین چھوٹی آیتوں یا ایک بڑی آیت سے نماز جائز ہے ان میں مذہب امام صاحب مرجوح اور اس کا خلاف راجح ہے کیونکہ منشاء عفو تسہیل علی الامۃ ہے اور تسہیل مذہب مخالف میں ہے نہ کہ مذہب امام صاحب میں اس لئے وہی مذہب مختار ہوگا اور کہا جاوے گا کہ اگر تین چھوٹی آیتوں کی برابر جہر یا مخافتہ ہوئی ہے تو سجدہ سہو لازم ہوگا ورنہ نہیں اور تین چھوٹی آیتیں یا تو ثم نظر ثم نظر ثم نظر ہیں جن کے (۱۸) حروف ہیں، یا ثم نظر ثم عبس وبسر ثم ادبر واستکبر، جن کے ملفوظی حروف (۲۹) ہیں. پہلی صورت میں زمانہ جہر ومخافتہ ۲ مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی برابر ہوگا. اور اگر جلدی سبحان اللہ کہا جاوے تو تین مرتبہ بھی کہا

بقیہ صفحہ ۱۲۶

کو امت پر آسانی کرنے کے لئے صحیح بتلایا اور اسکی نظیریں بہت ہیں اسی لئے قہستانی نے کہا کہ صرف ایک کلمہ کو آہستہ پڑھنے سے بھی سجدہ سہو واجب ہوگا مگر اس قول میں سختی زیادہ ہے شرح منیہ میں کہا کہ صحیح قول ظاہر روایت ہے یعنی اتنی قرأت پڑھ لینا کہ جس سے نماز ہو جاتی ہے بغیر کسی تفصیل کے موجب سہو ہے کیونکہ آہستہ قرأت کی جگہ تھوڑی سی قرأت آواز سے پڑھ دینا معاف ہے کیونکہ بخاری ومسلم میں ابو قتادہ رض سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دونوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے اور پچھلی رکعتوں میں صرف فاتحہ اور کبھی کبھی کوئی آیت ہمکو سنا بھی دیتے تھے آہ تو اسمیں تصریح ہے کہ ہدایہ میں جسکو صحیح بتلایا ہے وہ بھی ظاہر روایت ہے پس اگر یہ ثابت ہو جاوے تو کوئی کلام نہیں ورنہ وجہ تصحیح کی وہ ہے جو ہم بیان کر چکے اور اسکی تائید حدیث بخاری ومسلم سے ہوگئی اور واجبات نماز کے بیان میں ہم شرح منیہ سے نقل کر چکے ہیں کہ درایت ودلیل سے عدول نہیں کرنا چاہیئے جبکہ روایت اس کے موافق ثابت ہو جاوے ۱۲ شامی کا کلام ختم ہوا۔

جا سکتا ہے۔ اور دوسری صورت میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی برابر کیونکہ اس کے حروف ملفوظی (۹) ہیں اور گو ۹ × ۳ = ۲۷ ہوتے ہیں مگر ۲۷ اور ۲۹ میں کوئی معتدبہ فرق نہیں ہے اس لئے اس مسئلہ کا حاصل یہ ہوگا کہ اگر جلدی یا اطمینان کے ساتھ تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار جہر و مخافتہ وقوع میں آئی ہیں تو سجدہ سہو لازم ہوگا ورنہ نہیں۔ اس مقام پر ایک شبہ کا ازالہ مناسب معلوم ہوتا ہے جو کہ ہمارے بیان سابق سے پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ مسئلہ انکشاف عورۃ وغیرہ میں امام محمدؒ کے نزدیک ادا رکن حقیقۃً معتبر ہے اور مسئلہ جہر و مخافتہ میں مقدار ماتجوز بہ الصلوٰۃ تو اس سے ہر دو مسائل میں فرق ثابت ہوا اور تم فرق نہیں کرتے بلکہ سب کو یکساں سمجھتے ہو اور ایک کو دوسرے پر قیاس کرتے ہو اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ ان مسائل میں امام محمدؒ کے قول پر فتویٰ نہیں ہے بلکہ امام ابویوسفؒ کے قول پر ہے۔ پس اگر ان کے قول پر فرق ہو بھی تو ہمیں مضر نہیں ہے اور ثانیاً یہ کہ ماتجوز بہ الصلوٰۃ سے امام محمدؒ کے نزدیک تین آیتیں مراد نہیں ہیں بلکہ وہ پوری قرأت مراد ہے جو وہ اس رکعت میں کرتا ہے کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جس قدر قرأت ایک رکعت میں کیجاوے خواہ طویلہ ہو یا قصیرہ سب فرض واقع ہوتی ہے اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک تین چھوٹی آیتوں کی مقدار مراد ہے جو کہ تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کے برابر ہے اس وقت نہ امام محمدؒ کے نزدیک فرق ہوگا اور نہ امام ابویوسفؒ کے نزدیک واللہ اعلم۔ حاصل اس تقریر کا یہ ہے کہ مفتی بہ اور قابل اعتماد مذہب مسئلہ جہر و مخافتہ میں بھی یہی ہے کہ تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی برابر جہر یا مخافتہ ہو تو سجدۂ سہو لازم ہوگا پس اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ مسئلہ تفکر میں مقدار ثلث تسبیحات معتبر ہے چوتھی نظیر اس کی زیادۃ علی التشہد الاولیٰ ہے اسکی تفصیل حسب ذیل ہے۔ غنیہ شرح منیہ صلہ۳۲ میں ہے فان زاد علی قدر التشہد قال بعض المشائخ ان قال اللھم صل علیٰ محمد ساھیا یجب علیہ سجدۃ السہو عن

لہ ترجمہ یہ ہے کہ اگر التحیات سے کچھ زیادہ پڑھا تو بعض مشائخؒ نے کہا کہ اگر بھولکر اللھم صل علیٰ محمد پڑھ دیا تو سجدہ سہو واجب ہوگا اور بروایت حسن ابوحنیفہؒ سے منقول ہے کہ اگر ایک حرف بھی زیادہ پڑھ دے گا تو اسپر سجدہ سہو لازم ہے۔ بقول مصنف اکثر مشائخ اسی پر ہیں اور خلاصہ اور مختار میں ہے کہ اگر اللھم صل علیٰ محمد کہدے تو سجدہ سہو لازم ہے بزازی نے اسکی وجہ یہ بیان کی کہ اس نے سنت مؤکدہ ادا کردی لہذا تاخیر رکن لازم آئی اور تاخیر رکن سے سجدہ سہو لازم ہے اور یہ مطلق ہونے کے سبب ان لوگوں کی دلیل بن سکتا ہے جنھوں نے حسنؒ کی روایت کو پسند کیا ہے کیونکہ مطلق تاخیر رکن زیادتی حرف میں بھی موجود ہے اور جس کو انھوں نے اور صاحب خلاصہ نے پسند کیا یعنی اللھم صل علیٰ محمد کہنے کی تخصیص اسکی تخصیص وہ نہیں کرتے اور صحیح یہ ہے کہ ایک آدھ حرف زیادہ کردینا کوئی بات نہیں ہے اس سے سجدہ سہو لازم نہیں ہوگا البتہ اتنی دیر لگانا کہ جسمیں ایک رکن ادا ہو جائے بات ہے جس طرح آواز سے یا آہستہ قرأت کردینے یا تفکر کے مسئلہ میں یا رنگ کے مسئلہ وغیرہ میں بھی اسکو معتبر مانا ہے اور اللھم صل علیٰ محمد کہنے میں اتنی دیر لگتی ہے کہ جس میں ایک رکن ادا ہو اس سے کم میں اتنی دیر نہیں ہوتی دوسرے اس سے کم بہت کم کلمے ہیں کہ ان سے بچنا دشوار ہے اس سے بزازی کی مراد واضح ہوگئی کہ ان کلمات کا کہہ دینا شرط نہیں ہے بلکہ اگر اتنی دیر بھی لگ جائے تب بھی سجدۂ سہو واجب ہے کیونکہ تاخیر بقدر ایک رکن کے پائی گئی ۱۲

ابی حنیفۃ فیمار واہ عنہ الحسن ان زاد حرفا واحدا فعلیہ سجدتا السہو قال المص و اکثر المشائخ علی ہذا. اے علی انہ یلزمہ السہو بزیادۃ حرف واحد و فی الخلاصۃ و المختار انہ یلزمہ السہو ان قال اللہم صل علی محمد قال البزازی لانہ ادی سنۃ وکیدۃ فیلزم تاخیر الرکن ای وبتاخیر الرکن یجب سجود السہو وہذا باطلاقہ یصلح دلیلا لمن اختار روایۃ الحسن فان مطلق تاخیر الرکن موجود فی زیادۃ الحرف ونحوہ ولا یخص ما اختارہ ہو وصاحب الخلاصۃ من التقلید بقولہ اللہم صل علی محمد والصحیح ان قدر زیادۃ الحرف ونحوہ غیر معتبر فی جنس ما یجب بہ سجود السہو وانما المعتبر قدر ما یودی فیہ رکن کما فی الجہر فیما یخافت وعکسہ وکما فی التفکر حالۃ الشک ونحوہ علی ما عرف فی باب السہو وقولہ اللہم صل علی محمد تشغیل من الزمان ما یمکن ان یودی فیہ رکن بخلاف ما دونہ لانہ زمن قلیل یعسر الاحتراز عنہ فبہذا یتم مراد البزازی ویعلم منہ انہ لا یشترط التکلم بذلک بل لو سکت مقدار ما یقول اللہم صل علی محمد یجب السہو لانہ اخر الرکن بمقدار ما یودی فیہ رکن آہ در مختار ص ۵۳۲ فصل اذا اراد الشروع میں ہے. ولا یزید[1] فی الفرض علی التشہد فی القعدۃ الاولی اجماعاً فان زاد عامداً کرہ فتجب الاعادۃ او ساہیا وجب علیہ سجود السہو اذا قال اللہم صل علی محمد فقط علی المذہب المفتی بہ آہ اور باب سجود السہو ص ۵۵۰ میں ہے. وتاخیر قیام الی الثالثۃ[2] بزیادۃ علی التشہد بقدر رکن وقیل بحرف وفی الزیلعی الاصح وجوبہ باللہم صل علی محمد آہ. شامی میں ہے قولہ وفی الزیلعی جزم بہ المصنف فی متنہ فی فصل اذا اراد الشروع قال انہ المذہب واختارہ فی البحر تبعا للخلاصۃ والظاہر انہ لا ینافی قول المص ہنا بقدر رکن تامل وقدمنا عن القاضی الامام انہ لا یجب ما لم یقل وعلی آل محمد وفی شرح المنیۃ الصغیر انہ قول الاکثر وہو الاصح قال الخیر الرملی فقد اختلف التصحیح کما تری وینبغی ترجیح ما قالہ القاضی الامام آہ وفی التتارخانیہ عن الحاوی وعلی قولہما لا یجب السہو ما لم یبلغ الی قولہ حمید مجید آہ ما فی الشامی ان عبارات سے معلوم ہوا کہ زیادۃ علی التشہد کے موجب سہو ہونے میں چار

[1] ترجمہ یہ ہے کہ فرض نماز میں پہلے قعدہ کے اندر بالاتفاق التحیات سے زیادہ پڑھنا اگر قصداً ہو تو مکروہ ہے اور اعادہ واجب ہے اور بھول کر ہو تو سجدہ سہو واجب ہے یعنی جب صرف اللہم صل علی محمد کہدے ۱۲

قول ہیں ایک یہ کہ ایک حرف کی زیادتی سے سجدۂ سہو لازم ہو جاتا ہے اور دوسرا یہ کہ اللہم صل علی محمد کی زیادتی سے سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے اور تیسرا یہ کہ اللہم صلی علی محمد و علی آل محمد کی زیادتی سے سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے اور چوتھا یہ کہ انک حمید مجید تک پڑھنے سے سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے، ان میں سے مذہب اوّل و رابع تو نا قابل اعتماد ہیں۔ رہے ثانی و ثالث سو میرے نزدیک وہ دونوں ایک ہیں کیونکہ دونوں کا حاصل یہ ہے کہ مقدار ادارکن مؤخر کرنے سے سجدۂ سہو لازم آتا ہے اور مقدار ادا رکن تین تسبیحات کا زمانہ ہے کما صرح بہ الشامی وصاحب الغنیۃ فی مسئلۃ انکشاف العورۃ وغیرہا۔ پس جن لوگوں نے یہ دیکھا کہ جتنی دیر میں مصلی اللہم صل علی محمد کہتا ہے اتنی دیر میں جلدی جلدی تین مرتبہ سبحان اللہ کہا جا سکتا ہے انھوں نے اتنی مقدار پر سجدۂ سہو کو واجب کہا اور جنھوں نے دیکھا کہ اطمینان کے ساتھ تین مرتبہ سبحان اللہ اتنی دیر میں کہا جا سکتا ہے جتنی دیر میں اللہم صل علی محمد و علیٰ آل محمد کہا جاتا ہے (کیونکہ سبحان اللہ کے حرف نو ہیں اور نو کو تین میں ضرب دینے سے ۲۷ ہوتے ہیں، اب اگر اللہم صل علی محمد و علیٰ آل محمد میں دونوں تنوینوں کو حذف کر دیا جاوے تو کل تیس حرف ہوتے ہیں اور اگر دونوں کو پڑھا جاوے تو ۳۲ ہوتے ہیں اور اگر ایک کو پڑھا جاوے تو ۳۱ ہوتے ہیں پہلی صورت میں تین حرف کا فرق ہوگا اور دوسری میں ۵ کا اور تیسری میں چار کا تو یہ تفاوت کوئی تفاوت نہیں ہے)، انھوں نے اللہم صل علی محمد و علیٰ آل محمد کے پڑھنے پر سجدۂ سہو کو واجب کہا۔ حاصل یہ ہے کہ زیادۃ علی التشہد[1] میں بھی مقدار ادا رکن معتبر ہے بعضے کہتے ہیں کہ ادا رکن یعنی تین مرتبہ سبحان اللہ کہنا اتنی دیر میں ممکن ہے جتنی دیر میں اللہم صل علی محمد کہا جاتا ہے۔ نیز وہ تین آیات قصیرہ یعنی ثم نظر ثم نظر ثم نظر کے برابر ہے کیونکہ دونوں کے حروف اٹھارہ ہیں اس لئے اتنی مقدار سے سجدۂ سہو لازم ہو جاوے گا اور بعض کہتے ہیں کہ اطمینان کے ساتھ تین مرتبہ سبحان اللہ اتنی دیر میں کہا جا سکتا ہے جتنی دیر میں اللہم صل علی محمد و علے

[1] التحیات پر کچھ زیادہ پڑھ دینے سے تیسری رکعت کا مؤخر کرنا بقدر ایک رکن کے، اور کہا گیا ہے کہ بقدر ایک حرف کے سجدہ سہو کو واجب کرتا ہے اور زیلعی میں ہے کہ زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ اللہم صل علی محمد کہدینے سے سجدہ سہو واجب ہے شامی میں زیلعی سے نقل کی ہے کہ مصنف نے فصل اذا آراد الشروع میں یقین کے ساتھ اسی کو مذہب بتلایا ہے اور بحر میں بھی اسی کو پسند کیا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ وہ قول اس جگہ کے اس قول کے منافی نہیں ہے کہ بقدر ایک رکن کے تاخیر ہوگی تو سجدہ سہو لازم ہوگا اور ہم قاضی امام سے پہلے نقل کر چکے ہیں کہ جب تک وعلیٰ آل محمد نہ کہے اسوقت تک سجدہ سہو واجب نہیں اور ضیری میں ہے کہ یہی قول اکثر کا ہے اور یہی صحیح ہے اور خیر الرملی نے کہا کہ تصحیح میں اختلاف ہے لہذا قاضی امام کے قول کو ترجیح دینا مناسب ہے اور تتارخانیہ میں حادی سے نقل ہے کہ جب تک حمید مجید بھی نہ کہے سجدہ سہو واجب نہیں ۱۲

آل محمد کہا جاوے نیز وہ تین آیات قصیرہ ثم نظر ثم عبس وبسر ثم ادبر واستکبر کے تقریباً برابر ہے اس لئے اتنی مقدار سے سجدۂ سہو لازم ہوگا۔ یہ اختلاف تخریج ہے نہ کہ اختلاف اصل نیز اول میں احتیاط کو مدنظر رکھا گیا ہے اور ثانی میں تسہیل[1] کا لحاظ کیا گیا ہے۔ پس جبکہ زیادۃ علی التشہد کا حکم معلوم ہوگیا کہ اس میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے یا تین آیات قصیرہ کی تلاوت کا زمانہ معتبر ہے تو اس سے مسئلہ تفکر کا زمانہ بھی معلوم ہوگیا۔ اس تمام تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ طریان مفسد صلوٰۃ مثل تلبس[2] بالنجاستہ وانکشاف عورۃ وغیرہ اور جہر[3] فیما یخافت وبالعکس وتاخیر واجب مثل تفکر فی الصلوٰۃ[4] وزیادۃ تشہد تمام مسائل متشابہ اور متماثل ہیں اور سب کا حکم یکساں ہے اور ان میں امام صاحب کا مذہب مختار نہیں ہے بلکہ صاحبین کا مذہب مختار ہے یعنی اگر قدر اداء الرکن تلبس وتاخیر وغیرہ ہے تو قابل اعتبار ہے اور اگر اس قدر نہیں تو قابل اعتبار نہیں مگر اس کی تشریح میں امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ میں اختلاف ہے امام محمد فرماتے ہیں کہ ادار رکن حقیقۃً معتبر ہے اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ نہیں بلکہ تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے یا تین آیت قصیرہ کی تلاوت کے برابر معتبر ہے ان دونوں مذہبوں میں امام ابو یوسفؒ کا مذہب مختار ہے اس کے بعد امام ابو یوسفؒ کے مذہب کی تفصیل میں علماء کا اختلاف ہوا بعض نے کہا کہ تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے سے مراد جلدی جلدی کہنا ہے اور تین آیات قصیرہ[5] سے مراد ثم نظر ثم نظر ثم نظر مراد ہے اور بعض نے کہا کہ نہیں بلکہ اطمینان سے تین مرتبہ سبحان اللہ کہنا اور ثم نظر ثم عبس وبسر ثم ادبر واستکبر کا تلاوت کر سکنا مراد ہے (ان دونوں مذہبوں میں میرے نزدیک مذہب ثانی مختار ہے اور میں خیر رملی کے ساتھ اتفاق کرتا ہوں) ان تمام باتوں سے یہ نتیجہ نکلا کہ مسئلہ تفکر میں تین تسبیحوں کی مقدار صحیح ہے اور جنھوں نے اس کی مقدار ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنا بتائی ہے وہ نہ امام صاحب کے مسلک پر صحیح ہے کہ وہ ادنیٰ[6] تاخیر وادنیٰ جہر وادنیٰ تلبس کو معتبر کہتے ہیں کما یستفاد[7] من نقل مذہبہ فی زیادۃ التشہد والجہر اور نہ صاحبین کے قول پر بلکہ یہ

[1] یعنی سہولت اور آسانی کر دینا ۱۲
[2] نجاست کا لگ جانا اور ستر کا کھل جانا ۱۲
[3] آہستہ قرأت کی نماز میں آواز سے قرأت کرنا اور اس کا الٹا ۱۲
[4] نماز میں فکر کرنا اور التحیات سے زیادہ پڑھنا ۱۲
[5] چھوٹی آیتیں ۱۲
[6] یعنی کسی رکن کے شروع کرنے میں تھوڑی دیر لگ جانا اور ادنے جہر یعنی تھوڑی سی قرأت آہستہ پڑھنے کی نماز بلند آواز سے کر دینا اور ادنے تلبس یعنی تھوڑی دیر تک نجاست کو اٹھائے رہنا ۱۲
[7] جیسا کہ ان کے مذہب کو التحیات میں زیادہ کر دینے اور بلند آواز سے قرأت کر دینے میں نقل کرنے سے سمجھ میں آیا ۱۲

ان کا ذاتی اجتہاد و استنباط ہے واللہ اعلم۔ اس مقام پر ایک بات اور بھی قابل تنبیہ ہے کیونکہ ناظرین کے مغالطہ میں پڑ جانے کا خطرہ ہے وہ یہ کہ شامی نے زیادۃ تشہد کے بارہ میں اوّل تین قول نقل کئے ہیں ایک یہ کہ زیادۃ حرف واحد موجب سہو ہے دوم یہ کہ اللہم صل علی محمد موجب سہو ہے اور سوم یہ کہ اللہم صل علی محمد و علی آل محمد موجب سہو ہے اس کے بعد کہا ہے ہذا کلہ علی قول ابی حنیفہؒ و الافی التتارخانیۃ عن الحاوی انہ علی قولہما لایجب السہو مالم یبلغ الی قولہ حمید مجید اھ شامی صد۳۲ ۵ لیکن یہ نقل صحیح نہیں ہے کیونکہ اللہم صل علی محمد و علی آل محمد اور اللہم صل علی محمد کا موجب سہو ہونا بنا بر مذہب ابو یوسفؒ ہے نہ کہ بنا بر مذہب ابی حنیفہؒ اور حمید مجید تک کا موجب سہو ہونا بنا بر اصول امام محمد ہے نہ کہ بنا بر مذہب ابی یوسفؒ کیونکہ امام محمدؒ کا یہ اصول ہے کہ جس رکن یعنی جزو صلوٰۃ میں وہ مشغول ہو خواہ سنت ہو یا واجب یا فرض اس کے پورا کرنے تک کا زمانہ کثیر ہے اور اس سے کم قلیل اس لئے جب اس نے درود کو شروع کیا تو جب اس کو پورا کرلے گا تب اس زمانہ کو کثیر سمجھا جاوے گا ورنہ قلیل ہوگا۔

حبیب احمد کیرانوی

تمام

حصۂ دوم بہشتی زیور مع ضمائم قدیمہ و جدیدہ

ؔ یہ سب امام ابوحنیفہؒ کے قول کی بنا پر ہے، ورنہ تتارخانیہ میں حاوی سے نقل کیا ہے کہ صاحبینؒ کے مذہب پر سجدۂ سہو واجب نہیں جب تک کہ حمید مجید تک نہ پڑھ لے ۱۲
حررہٗ العاجز محمد حیات غفرلہ مستعفلی محشی رسالہ ہذا

حصہ سوم

اشرفی ۱۸۶

بہشتی زیور کامل و مکمل مدلل

مع

ضمائم جدیدہ و قدیمہ مفیدہ و تصحیح الاغلاط وغیرہ

(مصنفہ)

حضرت حکیم الامت مولانا و سیدنا الحاج والحافظ شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

(جس کے ہر حصہ کو)

جناب مولانا مولوی ابو سعید محمد حیات صاحب سنبھلی صدر مدرس مدرسہ امدادیہ عربیہ مراد آبادنے

متن کے مطابق مفید ضروری اور اہم حواشی پیچیدہ مسائل کے متعلق سلیس عبارت میں تشریح و صحت

و شبہات کے بارے میں بحث متبحر علمائے کرام کے اسناد۔ فقہائے عظام کے دلائل علمائے متقدمین و

متاخرین کا نظریہ اور بہت سے اہم اور کارآمد اُمور کو حوالۂ قلم کر کے دریا کو کوزہ میں بھر دیا ہے

ناشر: ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی، پاکستان چوک۔ کراچی

مطبوعہ ایجوکیشنل پریس، کراچی

فہرست مضامین حصہ سوم بہشتی زیور

بہشتی زیور

کا

تیسرا حصہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

روزے کا بیان

حدیث شریف میں[1] روزہ کا بڑا ثواب آیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک روزہ دار کا بڑا رتبہ ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جس نے رمضان کے روزے محض اللہ تعالیٰ کے واسطے ثواب سمجھکر رکھے تو اس کے سب اگلے گناہ بخشدئے جاویں گے اور نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ روزہ دار کے منہ کی بدبو[2] اللہ تعالیٰ[3] کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پیاری ہے. قیامت کے دن روزہ کا بیحد ثواب ملے گا روایت ہے کہ روزہ داروں کے واسطے قیامت کے دن عرش کے تلے دسترخوان چنا جاوے گا وہ لوگ اس پر بیٹھکر کھانا کھاویں گے اور سب لوگ ابھی حساب ہی میں پھنسے ہوں گے۔ اس پر وہ لوگ کہیں گے کہ یہ لوگ کیسے ہیں کہ کھانا کھا پی رہے ہیں اور ہم ابھی حساب ہی میں پھنسے ہوئے ہیں ان کو جواب ملے گا کہ یہ لوگ روزہ رکھا کرتے تھے اور تم لوگ روزہ نہ رکھتے تھے یہ روزہ بھی دین اسلام کا بڑا رکن[4] ہے جو کوئی رمضان[5] کے روزے نہ رکھے گا بڑا گناہ ہوگا اور اس کا دین کمزور ہو جاوے گا۔

[1] یعنی قیامت کے روز روزے کی بدبو کے عوض مشک سے زیادہ پاکیزہ خوشبو ان روزہ داروں کو مرحمت ہوگی اور وہ خدا کو محبوب ہوگی اور یہ بدبو اس خوشبو کے حاصل ہونے کا سبب ہے اس لئے یہ بھی حق تعالیٰ کو دنیا میں مشک کی خوشبو سے زیادہ پیاری ہے اس سے یہ غرض نہیں کہ مسواک نہ کرے اور منہ میں بدبو قائم رکھے ۱۲

[2] یہ حدیث بخاری اور مسلم سے صاحب مشکوٰۃ نے نقل کی ہے اس کے راوی حضرت ابوہریرہ رضہ ہیں ۱۲

[3] اس سے کوئی اس بات پر دلیل نہ لاوے کہ روزہ کی حالت میں مسواک نہ کرنی چاہئے کیونکہ حنفیوں کے نزدیک روزہ میں بھی مسواک کرنا خلاف سنت نہیں ہے اس لئے کہ منہ کی بدبو سے دانتوں کا میل مراد نہیں ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کو پسند ہو بلکہ پیٹ خالی ہونے سے جو ایک قسم کا تغیر سانس میں ہو جاتا ہے وہ مراد ہے ۱۲

[4] یعنی بڑا حصہ ہے ۱۲

[5] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس و ذکر منہا صوم رمضان ۱۲ مشکوٰۃ شریف

مسئلہ۔ رمضان شریف کے روزے ہر مسلمان پر جو مجنون اور نابالغ نہ ہو فرض ہیں جب تک کوئی عذر نہ ہو روزہ چھوڑنا درست نہیں ہے۔ اور اگر کوئی روزہ کی نذر کرلے تو نذر کرلینے سے روزہ فرض ہوجاتا ہے۔ اور قضا اور کفارے کے روزے بھی فرض ہیں اور اس کے سوا اور سب روزے نفل ہیں رکھے تو ثواب ہے اور نہ رکھے تو کوئی گناہ نہیں البتہ عید اور بقرعید کے دن اور بقرعید سے بعد تین دن روزہ رکھنا حرام ہے۔

مسئلہ۔ جب سے فجر کی نماز کا وقت آتا ہے اس وقت سے لیکر سورج ڈوبنے تک روزے کی نیت سے سب کھانا اور پینا چھوڑدے اور مرد سے ہم بستر نہ ہو شرع میں اس کو روزہ کہتے ہیں۔

مسئلہ۔ زبان سے نیت کرنا اور کچھ کہنا ضرور نہیں ہے بلکہ جب دل میں یہ دھیان ہے کہ آج میرا روزہ ہے اور دن بھر نہ کچھ کھایا نہ پیا نہ ہم بستر ہوئی تو اس کا روزہ ہوگیا اور اگر کوئی زبان سے بھی کہدے کہ یا اللہ میں کل تیرا روزہ رکھوں گی یا عربی میں کہدے بالصوم غدًا نویت تو بھی کچھ حرج نہیں یہ بھی بہتر ہے۔

مسئلہ۔ اگر کسی نے دن بھر نہ تو کچھ کھایا نہ پیا صبح سے شام تک بھوکی پیاسی رہی لیکن دل میں روزہ کا ارادہ نہ تھا بلکہ بھوک نہیں لگی یا کسی اور وجہ سے کچھ کھانے پینے کی نوبت نہیں آئی تو اس کا روزہ نہیں ہوا اگر دل میں روزہ کا ارادہ کرلیتی تو روزہ ہوجاتا۔

مسئلہ۔ شرع سے روزے کا وقت صبح سے شروع ہوتا ہے اس لئے جب تک صبح نہ ہو کھانا پینا وغیرہ سب کچھ جائز ہے۔ بعضی عورتیں پچھلے کو سحری کھاکر نیت کی دعا پڑھ کے لیٹ رہتی ہیں اور یہ سمجھتی ہیں کہ اب نیت کرلینے کے بعد کچھ کھانا پینا نہ چاہئے یہ غلط خیال ہے۔ جب تک صبح نہ ہو برابر کھاتی پیتی رہے چاہے نیت کرچکی ہو یا ابھی نہ کی ہو۔

حاشیہ:

ملہ وصوم رمضان فرض علی کل مسلم مکلف اداء وقضاء وصوم المنذر والکفارة وغیرہما نفل ۱۲

مٹہ ہو الامساک نہارا عن ادخال شیء عمدا او خطاء بطنا او ادخلہ فیما لہ حکم الباطن وعن شہوة الفرج الی آخرہ مراقی صفحہ ۳۶۸

مٹہ وہی ان یعلم بقلبہ انہ یصوم ولیست النیة باللسان شرطا ۱۲ شامی صفحہ ۸۵

ملہ قال فی الاختیار النیة شرط فی الصوم ۱۲ حوالہ بالا

ملہ وہو ترک الاکل والشرب والوطی من الصبح الی المغرب ۱۲ مختصر وقایہ صفحہ ۵۴

رمضان شریف کے روزے کا بیان

مسئلہ۔ رمضان شریف کے روزہ کی اگر رات سے نیت کرلے تو بھی فرض ادا ہو جاتا ہے اور اگر رات کو روزہ رکھنے کا ارادہ نہ تھا بلکہ صبح ہو گئی تب بھی یہی خیال رہا کہ میں آج کا روزہ نہ رکھوں گی پھر دن چڑھے خیال آگیا کہ فرض چھوڑ دینا بری بات ہے اس لئے اب روزہ کی نیت کرلی تب بھی روزہ ہو گیا لیکن اگر صبح کو کچھ کھا پی چکی ہو تو اب نیت نہیں کرسکتی۔

مسئلہ۔ اگر کچھ کھایا پیا نہ ہو تو دن کو ٹھیک دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے پہلے رمضان کے روزے کی نیت کرلینا درست ہے۔

مسئلہ۔ رمضان شریف کے روزے میں بس اتنی نیت کرلینا کافی ہے کہ آج میرا روزہ ہے یا رات کو اتنا سوچ لے کہ کل میرا روزہ ہے۔ بس اتنی ہی نیت سے بھی رمضان کا روزہ ادا ہو جاوے گا اگر نیت میں خاص یہ بات نہ آئی ہو کہ رمضان کا روزہ ہے یا فرض روزہ ہے تب بھی روزہ ہو جاوے گا۔

مسئلہ۔ رمضان کے مہینے میں اگر کسی نے یہ نیت کی کہ میں کل نفل کا روزہ رکھوں گی رمضان کا روزہ نہ رکھوں گی بلکہ اس روزے کی پھر کبھی قضا رکھ لوں گی تب بھی رمضان ہی کا روزہ ہوا اور نفل کا نہیں ہوا۔

مسئلہ۔ پچھلے رمضان کا روزہ قضا ہو گیا تھا اور پورا سال گذر گیا اب تک اسکی قضا نہیں رکھی پھر جب رمضان کا مہینہ آگیا تو اسی قضا کی نیت سے روزہ رکھا تب بھی رمضان ہی کا روزہ ہو گا اور قضا کا روزہ نہ ہو گا قضا کا روزہ رمضان کے بعد رکھے۔

ع قاعدہ اس کا یہ ہے کہ اول دیکھ لیا جائے کہ صبح صادق کتنے بجے ہوتی ہے اور سورج کتنے بجے غروب ہوتا ہے ان کے درمیان کے گھنٹوں کو شمار کر کے ان کا نصف لے لیا جاوے اس نصف کے اندر اندر اگر نیت کرلی گئی تو روزہ ہو جاویگا اور اگر نصف وقت پورا یا اس سے زیادہ گذر جاوے گا تو روزہ نہ ہو گا ایک گھنٹے کی مقدار احتیاطاً لی گئی ہے اس مسئلہ پر ایک اشکال اور اس کا جواب تتمہ ثانیہ امداد الفتاویٰ ۱۲ صفحہ ۶۷ میں درج ہے تقیم الاغلاط جس سے مسئلہ ہذا کی تائید ہوتی ہے ۱۲

لہ ویصح اداء رمضان بنیۃ قبل نصف النہار الشرعی ۱۲ مختصر صفحہ ۴۴ وقال فی شرح الوقایہ ویصح صوم رمضان والنذر المعین بنیۃ من اللیل الی الضحوۃ الکبریٰ لا عندھا فی الصحیح ۱۲ صفحہ ۴۷

ع فیشترط ان تکون قبل الضحوۃ الکبریٰ ۱۲ حوالہ بالا

ع ویصح اداء رمضان بنیۃ قبل نصف النہار الشرعی وبنیۃ نفل وبنیۃ مطلقۃ الخ ۱۲ حوالہ بالا

ع وبنیۃ مطلقۃ او بنیۃ نفل ۱۲ شرح وقایہ صفحہ ۴۷

ع وہذا الضرب من الصوم یتادیٰ بمطلق النیۃ وبنیۃ النفل وبنیۃ واجب آخر ۱۲ ہدایہ صفحہ ۱۹۳

مسئلہ۔ کسی نے نذر مانی تھی کہ اگر میرا فلاں کام ہو جاوے تو میں اللہ تعالیٰ کے دو روزے یا ایک روزہ رکھوں گی پھر جب رمضان کا مہینہ آیا تو اس نے اسی نذر کے روزے رکھنے کی نیت کی رمضان کے روزے کی نیت نہیں کی تب بھی رمضان ہی کا روزہ ہوا نذر کا روزہ ادا نہیں ہوا نذر کے روزے رمضان کے بعد پھر رکھے۔ سب کا خلاصہ یہ ہوا کہ رمضان کے مہینے میں جب کسی روزے کی نیت کرے گی تو رمضان ہی کا روزہ ہوگا کوئی اور روزہ صحیح نہ ہوگا۔

مسئلہ۔ شعبان کی انتیسویں تاریخ اگر رمضان شریف کا چاند نکل آوے تو صبح کو روزہ رکھو اور اگر نہ نکلے یا آسمان پر ابر ہو اور چاند نہ دکھائی دے تو صبح کو روزہ نہ رکھو حدیث شریف میں اس کی ممانعت آئی ہے بلکہ شعبان کے تیس دن پورے کر کے رمضان کے روزے شروع کرو۔

مسئلہ۔ انتیسویں تاریخ ابر کی وجہ سے رمضان شریف کا چاند نہیں دکھائی دیا تو صبح کو نفل روزہ بھی نہ رکھو ہاں اگر ایسا اتفاق پڑا کہ ہمیشہ پیر اور جمعرات یا اور کسی مقرر دن کا روزہ رکھا کرتی تھی اور کل وہی دن ہے تو نفل کی نیت سے صبح کو روزہ رکھ لینا بہتر ہے پھر اگر کہیں سے چاند کی خبر آگئی تو اسی نفل روزے سے رمضان کا فرض ادا ہو گیا اب اس کی قضا نہ رکھے۔

مسئلہ۔ بدلی کی وجہ سے انتیس ۲۹ تاریخ رمضان کا چاند نہیں دکھائی دیا تو دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے تک کچھ نہ کھاؤ نہ پیو اگر کہیں سے خبر آجاوے تو اب روزہ کی نیت کر لو اور اگر خبر نہ آئے تو کھاؤ پیو۔

مسئلہ۔ انتیسویں تاریخ چاند نہیں ہوا تو یہ خیال نہ کرو کہ کل کا دن رمضان کا تو ہے نہیں لاؤ میرے ذمہ جو پر سال کا ایک روزہ قضا ہے اس کی قضا ہی رکھ لوں یا کوئی نذر مانی تھی اس کا روزہ رکھ لوں اس دن قضا کا روزہ اور کفارہ کا روزہ اور نذر کا روزہ رکھنا بھی مکروہ ہے کوئی روزہ نہ رکھنا چاہیے۔ اگر قضا یا نذر کا روزہ رکھ لیا پھر کہیں سے چاند کی خبر آگئی تو بھی رمضان ہی کا روزہ ادا ہو گیا قضا

۱ حوالہ بالا ۱۲

۲ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تصوموا حتی تروا الہلال ولا تفطروا حتی تروہ فان غم علیکم فاقدروا لہ ۱۲ مشکوۃ شریف عن ابن عمر رضی اللہ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تقدموا رمضان بصوم یوم ولا بصوم یومین ۱۲

۳ وان غم لیلۃ شک ای لیلۃ الثلثین من شعبان لا یصام غدا الا نفلا ولو صامہ لواجب آخر کرہ ویقع عنہ فی الاصح ای یقع عن الواجب الآخر فی الاصح وقیل یقع تطوعا لانہ منہی عنہ فلا یتادی بہ الواجب ان لم یظہر رمضانیتہ والا فعنہ ای عن رمضان وما ذکر فیہ ای فی یوم الشک احب اجماعا ان وافق صوما یعتادہ ۱۲ شرح وقایہ صہ ۲۷

۴ ولیفطر غیرہم بعد الزوال ۱۲ حوالہ بالا

۵ ولو صامہ لواجب آخر کرہ ۱۲

اور نذر کا روزہ پھر سے رکھے۔ اور اگر خبر نہیں آئی تو جس روزہ کی نیت کی تھی وہی ادا ہوگیا۔

چاند دیکھنے کا بیان

مسئلہ۔ اگر آسمان پر بادل ہے یا غبار ہے اس وجہ سے رمضان کا چاند نظر نہیں آیا لیکن ایک دیندار پرہیزگار سچے آدمی نے آکر گواہی دی کہ میں نے[1] رمضان کا چاند دیکھا ہے تو چاند کا ثبوت ہوگیا چاہے وہ مرد ہو یا عورت ہو۔

مسئلہ[2]۔ اور اگر بدلی کی وجہ سے عید کا چاند نہ دکھائی دیا تو ایک شخص کی گواہی کا اعتبار نہیں ہے چاہے جتنا بڑا معتبر آدمی ہو بلکہ جب دو معتبر اور پرہیزگار مرد یا ایک دیندار مرد اور دو دیندار عورتیں اپنے چاند دیکھنے کی گواہی دیویں تب چاند کا ثبوت ہوگا اور اگر چار عورتیں گواہی دیں تو بھی قبول نہیں۔

مسئلہ[3]۔ جو آدمی دین کا پابند نہیں برابر گناہ کرتا رہتا ہے مثلاً نماز نہیں پڑھتا یا روزہ نہیں رکھتا یا جھوٹ بولا کرتا ہے یا اور کوئی گناہ کرتا ہے شریعت کی پابندی نہیں کرتا تو شرع میں اس کی بات کا کچھ اعتبار نہیں ہے چاہے جتنی قسمیں کھا کر کے بیان کرے بلکہ ایسے اگر دو تین آدمی ہوں ان کا بھی اعتبار نہیں۔

مسئلہ[4]۔ یہ جو مشہور ہے کہ جس دن رجب کی چوتھی اس دن رمضان کی پہلی ہوتی ہے شریعت میں اس کا بھی کچھ اعتبار نہیں ہے اگر چاند نہ ہو تو روزہ نہ رکھنا چاہیئے۔

مسئلہ[5]۔ چاند دیکھکر یہ کہنا کہ چاند بہت بڑا ہے کل کا معلوم ہوتا ہے بری بات ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ یہ قیامت[6] کی نشانی ہے جب قیامت قریب ہوگی تو لوگ ایسا کہا کریں گے خلاصہ یہ کہ چاند کے بڑے چھوٹے ہونے کا بھی کچھ اعتبار نہ کرو نہ ہندوؤں کی اس بات کا اعتبار کرو کہ آج دوج ہے آج ضرور چاند ہے شریعت سے یہ سب باتیں واہیات ہیں

---

[1] قبل خبر عدل ولو قنا امر امرءة للصوم مع غیم ۱۲ مختصر صفحہ ۵۵

[2] والشرط مع الغیم للفطر نصاب الشہادۃ ۱۲ مختصر صفحہ ۵۵ وشرط للفطر رجلان او رجل وامرءتان ۱۲ شرح وقایہ صفحہ ۰

[3] لا فاسق اتفاقا لان قوله فی الدیانات غیر مقبول ۱۲ شامی صفحہ ۹۰

[4] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تصوموا حتی تروا الہلال ۱۲

[5] ھو الہلال وفی الحدیث ان بعض القوم حین خرجنا للعمرۃ ونزلنا ببطن نخلۃ فراینا الہلال قال ہو ابن ثلاث وقال بعضہم ہو ابن لیلتین فلقینا ابن عباس وقلنا انا رأینا فقال ای لیلۃ رأیتموہ فقلنا لیلۃ کذا وکذا فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدہ للرؤیۃ فھو للیلۃ رأیتموہ ۱۲ مشکوۃ شریف مع التلخیص مسلم

[6] اس کا مطلب یہ ہے کہ بڑی نشانیاں جو قیامت کے قریب ہونگی ان میں سے ایک یہ بھی ہے ۱۲ محشی

مسئلہ۔ اگر آسمان[1] بالکل صاف ہو تو دو چار آدمیوں کے کہنے اور گواہی دینے سے بھی چاند ثابت نہ ہوگا چاہے رمضان کا چاند ہو چاہے عید کا البتہ اگر اتنی کثرت سے لوگ اپنا چاند دیکھنا بیان کریں کہ دل گواہی دینے لگے کہ یہ سب کے سب بات بنا کر نہیں آئے ہیں اتنے لوگوں کا جھوٹا ہونا کسی طرح نہیں ہوسکتا تب چاند ثابت ہوگا۔

مسئلہ۔ شہر بھر[2] میں یہ خبر مشہور ہے کہ کل چاند ہوا بہت لوگوں نے دیکھا لیکن بہت ڈھونڈا تلاش کیا پھر بھی کوئی ایسا آدمی نہیں ملتا جس نے خود چاند دیکھا ہو تو ایسی خبر کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔

مسئلہ۔ کسی نے رمضان[3] شریف کا چاند اکیلے دیکھا سوائے اس کے شہر بھر میں کسی نے نہیں دیکھا لیکن یہ شرع کی پابند نہیں ہے تو اس کی گواہی سے شہر والے تو روزہ نہ رکھیں لیکن خود یہ روزہ رکھے۔ اور اگر اس اکیلی دیکھنے والی نے تیس[4] روزے پورے کر لئے لیکن ابھی عید کا چاند نہیں دکھائی دیا تو اکتیسواں روزہ بھی رکھے اور شہر والوں کے ساتھ عید کرے۔

مسئلہ۔ اگر کسی[5] نے عید کا چاند اکیلے دیکھا اس لئے اس کی گواہی کا شریعت نے اعتبار نہیں کیا تو اس دیکھنے والے آدمی کو بھی عید کرنا درست نہیں ہے صبح کو روزہ رکھے اور اپنے چاند دیکھنے کا اعتبار نہ کرے اور روزہ نہ توڑے۔

قضا روزے کا بیان

مسئلہ۔ جو روزے[6] کسی وجہ سے جاتے رہے ہوں رمضان کے بعد جہاں تک جلدی ہو سکے ان کی قضا رکھ لے دیر نہ کرے بے وجہ قضا رکھنے میں دیر لگانا گناہ ہے۔

مسئلہ۔ روزے کی قضا میں دن تاریخ مقرر کر کے قضا کی نیت کرنا کہ فلاں تاریخ کے روزے کی قضا رکھتی ہوں یہ ضروری نہیں ہے بلکہ جتنے روزے قضا

[1] ولا غیر جمع عظیم ضبط ۱۲ والجمع العظیم جمع یقع العلم بخبرہم ویحکم العقل بعدم تواطؤہم علی الکذب ۱۲ مختصر شرح وقایہ صفحہ ۱۵۔

[2] لا مجرد الشیوع من غیر علم بمن اشاعہ کما قد تشیع اخبار یتحدث بہا سائر اہل البلدۃ ولا یعلم من اشاعہا ۱۲۔

[3] راٰی ہلال رمضان او الفطر ورد قولہ بدلیل شرعی صام مطلقاً وجوباً وقیل ندبا قال المحشی لو صام راٰی ہلال رمضان واکمل العدۃ لم یفطر الا مع الامام

[4] جی فا بالا

[5] وقضاء رمضان ان شاء فرقہ وان شاء تابعہ لاطلاق النص لکن المستحب المتابعۃ مسارعۃ الی اسقاط الواجب ۱۲

[6] ولو نوی قضاء رمضان ولم یعین الیوم صح ولو عن رمضانین ۱۲ درمختار صفحہ ۲۴۳ ولو کان علیہ قضاء یومین من رمضانین یحتاج الی التعیین ۱۲ قاضی خان صفحہ ۱۰۴ جلد اول

ہوں اتنے روزے رکھ لینا چاہئے البتہ اگر دو رمضان کے کچھ کچھ روزے قضا ہوگئے اس لئے دونوں سال کے روزے کی قضا رکھنا ہے تو سال کا مقرر کرنا ضروری ہے یعنی اس طرح نیت کرے کہ فلاں سال کے روزے کی قضا رکھتی ہوں۔

مسئلہ[۱]۔ قضا روزے میں رات سے نیت کرنا ضروری ہے اگر صبح ہو جانے کے بعد نیت کی تو قضا صحیح نہیں ہوئی بلکہ وہ روزہ نفل ہوگیا قضا کا روزہ پھر سے رکھے۔

مسئلہ[۲]۔ کفارہ کے روزے کا بھی یہی حکم ہے کہ رات سے نیت کرنا چاہئے اگر صبح ہونے کے بعد نیت کی تو کفارہ کا روزہ صحیح نہیں ہوا۔

مسئلہ[۳]۔ جتنے روزے قضا ہوگئے ہیں چاہے سب کو ایکدم سے رکھ لیوے چاہے تھوڑے تھوڑے کر کے رکھے دونوں باتیں درست ہیں۔

مسئلہ[۴]۔ اگر رمضان کے روزے ابھی قضا نہیں رکھے اور دوسرا رمضان آگیا تو خیر اب رمضان کے ادا روزے رکھے اور عید کے بعد قضا رکھے لیکن اتنی دیر کرنا بری بات ہے۔

مسئلہ[۵]۔ رمضان کے مہینے میں دن کو بیہوش ہوگئی اور ایک دن[عہ] سے زیادہ بیہوش رہی تو فقط دو دن کے روزے قضا رکھے جس دن بیہوش ہوئی اس ایک دن کی قضا واجب نہیں ہے کیونکہ اس دن کا روزہ بوجہ نیت کے درست ہوگیا ہاں اگر اس دن روزہ سے نہ تھی یا اس دن حلق میں کوئی دوا ڈالی گئی اور وہ حلق سے اتر گئی تو اس دن کی قضا بھی واجب ہے۔

مسئلہ۔ اور[۶] اگر رات کو بیہوش ہوئی ہو تب بھی جس رات کو بیہوش ہوئی اس ایک دن کی قضا واجب نہیں ہے باقی اور جتنے دن بیہوش رہی

عہ بجائے (تین دن تک برابر بیہوش رہی) کے (ایک دن سے زیادہ) بعد تحقیق لکھا گیا ہے ۱۲ اشرف علی۔

۱ و شرط للقضاء و الکفارة والنذر المطلق ان یبیت ۱۲
۲ حوالہ بالا ۱۲
۳ و قضاء رمضان ان شاء فرقه وان شاء تابعه ۱۲ ہدایہ صفحہ ۲۰۲
۴ و من اخره حتی دخل رمضان آخر صام رمضان الثانی و قضی الاول بعده ۱۲ قدوری صفحہ ۴۷
۵ و من اغمی علیه فی رمضان لم یقض الیوم الذی و قضی ما بعده ۱۲ قال الشارح لوجود الصوم فیه و هو الامساک المقرون بالنیة ۱۲ قدوری صفحہ ۴۷
۶ قضی ایاما اغمی علیه فیها الا یوما حدث فیه او فی لیلته الاغماء ۱۲ شرح وقایہ صفحہ ۲۷

سب کی قضا واجب ہے۔ ہاں اگر اس رات کو صبح کا روزہ رکھنے کی نیت نہ تھی یا صبح کو کوئی دوا حلق میں ڈالی گئی تو اس دن کا روزہ بھی قضا رکھے۔

مسئلہ[1]۔ اگر سارے رمضان بھر بیہوش رہے تب بھی قضا رکھنا چاہیئے یہ نہ سمجھے کہ سب روزے معاف ہو گئے۔ البتہ اگر جنون ہو گیا اور پورے رمضان بھر سڑن دیوانی رہی تو اس رمضان کے کسی روزے کی قضا واجب نہیں اور اگر رمضان شریف کے مہینے میں کسی دن جنون جاتا رہا اور عقل ٹھکانے ہو گئی تو اب سے روزے رکھنا شروع کرے اور جتنے روزے جنون میں گئے ان کی قضا بھی رکھے۔

نذر کے روزے کا بیان

مسئلہ[2]۔ جب کوئی نذر مانے تو اس کا پورا کرنا واجب ہے اگر نہ رکھے گی تو گنہگار ہو گی۔

مسئلہ[3]۔ نذر دو طرح کی ہے ایک تو یہ کہ دن تاریخ مقرر کر کے نذر مانی کہ یا اللہ اگر آج فلاں کام ہو جائے تو کل ہی تیرا روزہ رکھوں گی یا یوں کہ یا اللہ اگر میری فلاں مراد پوری ہو جاوے تو پرسوں جمعہ کے دن روزہ رکھوں گی ایسی نذر میں اگر رات سے روزہ کی نیت کرے تو بھی درست ہے اور اگر رات سے نیت نہ کی تو دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے پہلے نیت کر لیوے یہ بھی درست ہے نذر ادا ہو جاوے گی۔

مسئلہ[4]۔ جمعہ کے دن روزہ رکھنے کی نذر مانی اور جب جمعہ آیا تو بس اتنی نیت کر لی کہ آج میرا روزہ ہے یہ مقرر نہیں کیا کہ نذر کا روزہ ہے یا کہ نفل کی نیت کر لی تب بھی نذر کا روزہ ادا ہو گیا۔ البتہ اس جمعہ کو اگر قضا روزہ رکھ لیا اور نذر کا روزہ رکھنا یاد نہ رہا یا یاد تو تھا مگر قصداً قضا کا روزہ رکھا تو نذر کا روزہ ادا نہ ہو گا بلکہ قضا کا روزہ ہو جاوے گا نذر کا روزہ پھر رکھے۔

[1] ولو جن کلہ لم یقض وان افاق بعضہ تقضی امضی ۱۲ شرح وقایہ صفحہ ۴۳

[2] وصوم المنذور الکفارۃ واجب لقولہ تعالیٰ والیوفوا نذورہم ۱۲ شرح وقایہ صفحہ ۴۳

[3] ویصح صوم رمضان والنذر المعین بنیۃ من اللیل الی الضحوۃ لا عندہا فی الاصح ۱۲ شرح وقایہ صفحہ ۴۳

[4] ویصح اداء رمضان بنیۃ مطلقۃ وکذا النفل والنذر المعین واذا نذر صوم یوم معین ولو نوی فی ذلک الیوم واجباً آخر یقع عن ذلک الواجب ۱۲ شرح وقایہ مع تغیر الترتیب وجعلہ ملخصاً

مسئلہ[1]۔ اور دوسری نذر یہ ہے کہ دن تاریخ مقرر کر کے نذر نہیں مانی بس اتنا ہی کہا یا اللہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو ایک روزہ رکھوں گی یا کسی کام کا نام نہیں لیا ویسے ہی کہدیا کہ پانچ روزے رکھوں گی ایسی نذر میں رات سے نیت کرنا شرط ہے اگر صبح ہو جانے کے بعد نیت کی تو نذر کا روزہ نہیں ہوا بلکہ وہ روزہ نفل ہو گیا۔

نفل روزے کا بیان

مسئلہ[2]۔ نفل روزے کی نیت اگر یہ مقرر کر کے کرے کہ میں نفل کا روزہ رکھتی ہوں تو بھی صحیح ہے اور اگر فقط اتنی نیت کرے کہ میں روزہ رکھتی ہوں تب بھی صحیح ہے۔

مسئلہ[3]۔ دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے تک نفل کی نیت کر لینا درست ہے تو اگر دس بجے دن تک مثلاً روزہ رکھنے کا ارادہ نہ تھا لیکن ابھی تک کچھ کھایا پیا نہیں پھر جی میں آ گیا اور روزہ رکھ لیا تو بھی درست ہے۔

مسئلہ[4]۔ رمضان شریف کے مہینے کے سوا جس دن چاہے نفل کا روزہ رکھے جتنے زیادہ رکھے گی زیادہ ثواب پاوے گی البتہ عید کے دن اور بقر عید کی دسویں گیارھویں بارھویں اور تیرھویں سال بھر میں فقط پانچ دن روزے رکھنے حرام ہیں اس کے سوا سب روزے درست ہیں۔

مسئلہ[5]۔ اگر کوئی شخص عید کے دن روزہ رکھنے کی منت مانے تب بھی اس دن کا روزہ درست نہیں اس کے بدلے کسی اور دن رکھ لیوے۔

مسئلہ[6]۔ اگر کسی نے یہ منت مانی کہ میں پورے سال کے روزے رکھوں گی سال میں کسی دن کا بھی روزہ نہ چھوڑوں گی تب بھی یہ پانچ روزے نہ رکھے باقی سب رکھ لے۔ پھر ان پانچ روزوں کی قضا رکھ لیوے

---

[1] وشرط للقضاء والکفارۃ والنذر المطلق التبییت والتعیین ۱۲ حوالہ بالا

[2] حوالہ بالا ۱۲

[3] والنفل بنیتہ ونیۃ مطلقۃ قبل الزوال لا بعدہٗ ۱۲ حوالہ بالا

[4] عن ابی سعید الخدری قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن صوم یوم الفطر والنحر وعن نبیشۃ الہذلی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایام التشریق ایام اکل وشرب ۱۲ مشکوٰۃ شریف صہ ۱۷۹

[5] نذر لصوم یومی العید او ایام التشریق او لصوم ہٰذہ السنۃ صح وافطر ہٰذہ الایام وقضاہا ۱۲ شرح وقایہ صہ ۷۷

[6] حوالہ بالا ۱۲

مسئلہ[۱]۔ نفل کا روزہ نیت[عہ] کرنے سے واجب ہو جاتا ہے سو اگر صبح کو یہ نیت کی کہ آج میرا روزہ ہے پھر اس کے بعد توڑ دیا تو اب اسکی قضا رکھے

مسئلہ[۲]۔ کسی نے رات کو ارادہ کیا کہ میں کل روزہ رکھوں گی لیکن پھر صبح[عہ] ہونے سے پہلے ارادہ بدل گیا اور روزہ نہیں رکھا تو قضا واجب نہیں۔

مسئلہ[۳]۔ بے شوہر کی اجازت[سہ] کے نفل روزہ رکھنا درست نہیں اگر بے اس کی اجازت روزہ رکھ لیا تو اس کے توڑ ڈالنے سے توڑ دینا درست ہے پھر جب وہ کہے تب اسکی قضا رکھے۔

مسئلہ[۴]۔ کسی کے گھر مہمان گئی یا کسی نے دعوت کر دی اور کھانا نہ کھانے سے اس کا جی برا ہو گا دل شکنی ہو گی تو اس کی خاطر سے نفل روزہ توڑ دینا درست ہے اور مہمان کی خاطر سے گھر والی کو بھی توڑ دینا درست[للعہ] ہے

مسئلہ[۵]۔ کسی نے عید کے دن نفل روزہ رکھ لیا اور نیت کر لی تب بھی توڑ دے اور اس کی قضا رکھنا بھی واجب نہیں۔

مسئلہ[۶]۔ محرم کی دسویں تاریخ روزہ رکھنا مستحب ہے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو کوئی یہ روزہ رکھے اس کے گذرے ہوئے ایک سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں

مسئلہ[۷]۔ اسی طرح بقر عید کی نویں تاریخ روزہ رکھنے کا بھی بڑا ثواب ہے اس سے ایک سال کے اگلے اور ایک سال کے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور اگر شروع چاند سے نویں تک برابر روزے رکھے تو بہت ہی بہتر ہے

عہ صبح سے پہلے صبح صادق مراد ہے ۱۲ تصحیح الاغلاط

عہ یعنی جب دن میں دوپہر سے پہلے نیت کی ہو اور اگر رات کو نیت کی تو واجب نہیں ہوا۔ صبح صادق سے پہلے پہلے اپنے ارادہ کو بدل دینے کا اختیار ہے جیسا کہ اگلے مسئلہ میں بیان کیا گیا ہے ۱۲ تصحیح الاغلاط

سہ یہ حکم جب ہے جبکہ شوہر مکان پر موجود ہو ۱۲

للعہ یعنی جبکہ مہمان کا دل برا ہو میزبان کے ساتھ نہ کھانے سے ۱۲

[۱] ویلزم صوم نفل شرع فیہ اداء و قضاء ۱۲ حوالہ بالا

[۲] ولو نوی من اللیل ثم رجع عن نیتہ قبل طلوع الفجر صح رجوعہ فی الصیامات کلہا ۱۲ عالمگیری جلد ۱ ص ۱۹۵

[۳] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحل للمرءۃ ان تصوم وزوجہا شاہد الا باذنہ ۱۲ مشکوٰۃ شریف۔

[۴] ولا یفطر بلا عذر فی روایۃ ویباح بعذر والضیافۃ عذر ہذا الحکم یشمل المضیف والضیف ۱۲

[۵] فرقوا بین النذر والشروع فی ہذہ الایام فلا یلزم بالشروع لانہ معصیۃ ویلزم بالنذر لا لمعصیۃ فی النذر ۱۲ حوالہ بالا

[۶] عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الصیام بعد رمضان شہر اللہ المحرم و افضل الصلوۃ بعد الفریضۃ صلوۃ اللیل رواہ مسلم ۱۲ مشکوٰۃ صفحہ ۱۷۸

[۷] وصیام یوم عرفۃ احتسب علی اللہ ان یکفر السنۃ التی قبلہ والسنۃ التی بعدہ ۱۲

مسئلہ[۱]۔ شب برات کی پندرھویں اور عید کے چھ دن نفل روزہ رکھنے کا بھی اور نفلوں[ع] سے زیادہ ثواب ہے۔

مسئلہ[۲]۔ اگر ہر مہینے[ع] کی تیرھویں۔ چودھویں۔ پندرھویں تین دن روزہ رکھ لیا کرے تو گویا اس نے سال بھر برابر روزے رکھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ تین روزے رکھا کرتے تھے۔ ایسے ہی ہر دوشنبہ اور جمعرات کے دن بھی روزہ رکھا کرتے تھے اگر کوئی ہمت کرے تو اس کا بھی بہت ثواب ہے۔

جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور جن سے ٹوٹ جاتا ہے اور قضا یا کفارہ لازم آتا ہے ان کا بیان

مسئلہ[۳]۔ اگر روزہ دار بھول کر کچھ کھا لیوے یا پی لیوے یا بھولے سے خاوند سے ہم بستر ہو جاوے تو اس کا روزہ نہیں گیا اگر بھول کر پیٹ بھر بھی کھا پی لیوے تب بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اگر بھول کر کئی دفعہ کھا پی لیا تب بھی روزہ نہیں گیا۔

مسئلہ[۴]۔ ایک شخص کو بھول کر کچھ کھاتے پیتے دیکھا تو اگر وہ اس قدر طاقت دار ہے کہ روزہ سے زیادہ تکلیف نہیں ہوتی تو روزہ یاد دلا دینا واجب ہے اور اگر کوئی ناطاقت ہو کہ روزہ سے تکلیف ہوتی ہے تو اسکو یاد نہ دلاوے کھانے دیوے۔

نوٹ مسئلہ ۳ صفحہ ۹۲ پر درج کیا گیا ہے۔

مسئلہ[۵]۔ دن کو سرمہ لگانا تیل لگانا خوشبو سونگھنا درست ہے اس

ع یعنی ان نفل روزوں سے جنکی کوئی خاص جزئی ثابت نہیں ۱۲

ع پہلے نسخوں میں بارھویں تیرھویں چودھویں چھپ گیا ہے وہ غلط ہے ۱۲

---

[۱] من صام رمضان ثم اتبعہ ستا من شوال کان کصیام الدہر رواہ مسلم ۱۲

[۲] عن معاذۃ العدویۃ انہا سالت عائشۃ اکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصوم من کل شہر ثلثۃ ایام قالت نعم فقلت لہا من ای ایام الشہر کان یصوم قالت لم یکن یبالی من ای ایام الشہر یصوم ۱۲ رواہ مسلم

[۳] ولو اکل او شرب او جامع ناسیا لم یفطر ۱۲ شرح وقایہ صفحہ ۷۹

[۴] وان کان ناسیا لہ قدرۃ علی اتمام الصوم الی اللیل یذکرہ ومن رآہ یاکل وان ذکرہ کرہ عدم تذکیرہ وان لم یکن لہ قوۃ فالاولی عدم تذکیرہ ۱۲ مراقی صفحہ ۳۶۸

[۵] ومالا یفسد الصوم الاکتحال ولو وجد طعمہ فی حلقہ وقال الشارح لا یکرہ للصائم شم رائحۃ المسک والورد ونحوہ ۱۲ حاشیہ

سے روزہ میں کچھ نقصان نہیں آتا چاہے جس وقت ہو۔ بلکہ اگر سرمہ لگانے کے بعد تھوک میں یا رینٹ میں سرمہ کا رنگ دکھائی دے تو بھی روزہ نہیں گیا نہ مکروہ ہوا۔

نوٹ۔ مسئلہ ۵ صہ ۹۲ پر درج ہے۔

مسئلہ ۶۔ حلق[1] کے اندر مکھی چلی گئی یا آپ ہی آپ دھواں چلا گیا یا گرد و غبار چلا گیا تو روزہ نہیں گیا البتہ اگر قصداً ایسا کیا تو روزہ جاتا رہا۔

مسئلہ ۷۔ لوبان[2] وغیرہ کوئی دھونی سلگائی پھر اس کو اپنے پاس رکھ کر سونگھا تو روزہ جاتا رہا۔ اسی طرح حقہ پینے سے بھی روزہ جاتا رہتا ہے البتہ اس دھوئیں کے سوا عطر کیوڑہ گلاب پھول وغیرہ اور خوشبو سونگھنا جس میں دھواں نہ ہو درست ہے۔

مسئلہ ۸۔ دانتوں[3] میں گوشت کا ریشہ اٹکا ہوا تھا یا ڈلی کا ٹکڑا وغیرہ کوئی اور چیز تھی اس کو خلال سے نکال کر کھا گئی لیکن منہ سے باہر نہیں نکالا آپ ہی آپ حلق میں چلی گئی تو دیکھو اگر چنے سے کم ہے تب تو روزہ نہیں گیا اور اگر چنے کے برابر یا اس سے زیادہ ہے تو جاتا رہا۔ البتہ اگر منہ سے باہر نکال لیا تھا پھر اس کے بعد نگل گئی تو ہر حال میں روزہ ٹوٹ گیا چاہے وہ چیز چنے کے برابر ہو یا اس سے بھی کم ہو دونوں کا ایک حکم ہے۔

مسئلہ ۹۔ تھوک[4] نگلنے سے روزہ نہیں جاتا چاہے جتنا ہو۔

مسئلہ ۱۰۔ اگر پان[5] کھا کر خوب کلی غرغرہ کر کے منہ صاف کر لیا لیکن تھوک کی سرخی نہیں گئی تو اس کا کچھ حرج نہیں روزہ ہو گیا۔

نوٹ۔ مسئلہ ۱۱ صہ ۹۲ پر درج ہے۔

مسئلہ ۱۲۔ ناک[6] کو اتنے زور سے سڑک لیا کہ حلق میں چلی گئی تو روزہ نہیں ٹوٹتا اسی طرح منہ کی رال سڑک کر کے نگل جانے سے روزہ نہیں جاتا۔

مسئلہ ۱۳۔ منہ میں[7] پان دبا کر سو گئی اور صبح ہو جانے کے بعد آنکھ کھلی

[1] او دخل حلقہ دخان بلا صنعۃ او غبار الطاحون او دخل حلقہ ذباب لا یفسد صومہ ۱۲

[2] وفیما ذکرنا اشارۃ الی انہ من ادخل بصنعۃ دخانا حلقہ بای صورۃ کان الادخال فسد صومہ سواء کان دخان عنبر او عود او غیرہما ۱۲ حوالہ بالا

[3] اذا اکل ما بین اسنانہ مما بقی فیہ من سحورہ وکان دون الحمصۃ لم یفسد صومہ ولو مثلہا لانہ لو ابتلعہا یفسد صومہ ۱۲ طحطاوی مع المراقی صفحہ ۳۸۶

[4] وفی الکفایۃ ترطب شفتاہ ببزاقہ عند الکلام ونحوہ فابتلعہ لا یفسد صومہ ۱۲ قال المحشی وجمع الریق قصدا ثم ابتلعہ فانہ لا یفسد صومہ فی الاصح الوجیز ۱۲

[5] حوالہ بالا ۱۲

[6] او دخل انفہ مخاطا فاستنشقہ عمدا وابتلعہ لا یفسد صومہ ۱۲ حوالہ بالا

[7] ولو خرج الریق من فمہ فادخلہ وابتلعہ ان کان لم ینقطع من فمہ لم یفطر ۱۲ حوالہ بالا

تو روزہ نہیں ہوا قضا رکھے اور کفارہ واجب نہیں۔

مسئلہ[۱]۔ کلی کرتے وقت حلق میں پانی چلا گیا اور روزہ یاد تھا تو روزہ جاتا رہا قضا واجب ہے کفارہ واجب نہیں۔

مسئلہ[۲]۔ آپ[۳] ہی آپ قے ہو گئی تو روزہ نہیں گیا چاہے تھوڑی سی قے ہوئی ہو یا زیادہ البتہ اگر اپنے اختیار سے قے کی اور بھر منہ قے ہوئی تو روزہ جاتا رہا اور اگر اس سے تھوڑی ہو تو خود کرنے سے بھی نہیں گیا۔

مسئلہ[۴]۔ تھوڑی سی قے آئی پھر آپ ہی آپ حلق میں لوٹ گئی تب بھی روزہ نہیں ٹوٹا البتہ اگر قصداً لوٹا لیتی ہو تو روزہ ٹوٹ جاتا۔

مسئلہ۔ کسی[۵] نے کنکری یا لوہے کا ٹکڑا وغیرہ کوئی ایسی چیز کھالی جس کو نہیں کھایا کرتے اور نہ اس کو کوئی بطور دوا کے کھاتا ہے تو اس کا روزہ جاتا رہا لیکن اس پر کفارہ واجب نہیں اور اگر ایسی چیز کھائی یا پی جس کو لوگ کھایا کرتے ہیں یا کوئی ایسی چیز ہے کہ یوں تو نہیں کھاتے لیکن بطور دوا کے ضرورت کے وقت کھاتے ہیں تو بھی روزہ جاتا رہا اور قضا و کفارہ دونوں واجب ہیں۔

نوٹ مسئلہ نمبر ۱۸ دیکھو ۱۹ صفحہ ۱۰۲۹ پر درج ہے۔

مسئلہ[۶]۔ روزے کے توڑنے سے کفارہ جب ہی لازم آتا ہے جب کہ رمضان شریف میں روزہ توڑ ڈالے اور رمضان شریف کے سوا اور کسی روزہ کے توڑنے سے کفارہ واجب نہیں ہوتا چاہے جس طرح توڑے اگرچہ وہ روزہ رمضان کی قضا ہی کیوں نہ ہو۔ البتہ اگر اس روزہ کی نیت رات سے نہ کی ہو یا روزہ توڑنے کے بعد اسی دن حیض آگیا ہو تو اس کے توڑنے سے کفارہ واجب نہیں۔

مسئلہ[۷]۔ کسی نے روزہ میں ناس لیا یا کان میں تیل ڈالا یا جلاب میں عمل لیا اور پینے کی دوا نہیں پی تب بھی روزہ جاتا رہا لیکن صرف قضا واجب ہے اور کفارہ واجب نہیں اور اگر کان میں پانی ڈالا تو روزہ نہیں گیا۔

[۱] وان افطر خطأ کان تمضمض فسبقہ الماء او شرب نائما فعلیہ القضاء ۱۲ درمختار صفحہ ۱۰۵
[۲] حوالا بالا
[۳] او ذرعہ القئ لم یفطر ۱۲ مراقی صفحہ ۳۸۰
[۴] او ابتلع حصاۃ او حدیدا او نحاسا او ذہبا ۱۲ باب ما یفسد الصوم ویوجب القضاء نور الایضاح مع شرحہ صفحہ ۳۹
[۵] وہو ای التکفیر بافساد صوم رمضان لا غیرہ شرح وقایہ صفحہ ۶۵
[۶] او احتقن او استعط او اقطر فی اذنہ دہنا او اقطر فی اذنہ ماء فالاصح ونی الحیط الصحیح انہ لا یفطر ۱۲ مراقی باب ما یفسد الصوم ویوجب القضاء صفحہ ۳۹

نوٹ: مسئلہ نمبر ۲۲ و نمبر ۲۳ صفحہ ۹۲ و ۹۳ پر درج ہے۔

مسئلہ۲۴۔ منہ سے خون نکلتا ہے اس کو تھوک کے ساتھ نگل گئی تو روزہ ٹوٹ گیا البتہ اگر خون تھوک سے کم ہو اور خون کا مزہ حلق میں معلوم نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔[1]

مسئلہ۲۵۔ اگر زبان سے کوئی چیز چکھ کر تھوک دی تو روزہ نہیں ٹوٹا لیکن بے ضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے۔ ہاں اگر کسی کا شوہر بڑا بدمزاج ہو اور یہ ڈر ہو کہ اگر سالن میں نمک پانی درست نہ ہوا تو ناک میں دم کر دے گا اس کو نمک چکھ لینا درست ہے اور مکروہ نہیں۔[2]

مسئلہ۲۶۔ اپنے منہ سے چبا کر چھوٹے بچہ کو کوئی چیز کھلانا مکروہ ہے البتہ اگر اس کی ضرورت پڑے اور مجبوری و ناچاری ہو جاوے تو مکروہ نہیں۔[3]

مسئلہ۲۷۔ کوئلہ چبا کر دانت مانجھنا اور منجن سے دانت مانجھنا مکروہ ہے اور اگر اس میں سے کچھ حلق میں اتر جاوے گا تو روزہ جاتا رہے گا اور مسواک سے دانت صاف کرنا درست ہے چاہے سوکھی مسواک ہو یا تازی اسی وقت کی توڑی ہوئی۔ اگر نیم کی مسواک ہے اور اس کا کڑوا پن منہ میں معلوم ہوتا ہے تب بھی مکروہ نہیں۔[4]

نوٹ: مسئلہ نمبر ۲۸ صفحہ ۹۳ پر درج ہے۔

مسئلہ۲۹۔ کسی نے بھولے سے کچھ کھا لیا اور یوں سمجھی کہ میرا روزہ ٹوٹ گیا اس وجہ سے پھر قصداً کچھ کھا لیا تو اب روزہ جاتا رہا فقط قضا واجب ہے کفارہ واجب نہیں۔[5]

مسئلہ۳۰۔ اگر کسی کو قے ہوئی اور وہ سمجھی کہ میرا روزہ ٹوٹ گیا اس گمان پر پھر قصداً کھا لیا اور روزہ توڑ دیا تو بھی قضا واجب ہے کفارہ واجب نہیں۔[6]

---

[1] وکذا اذا خرج الدم من بین اسنانہ والبزاق غالب فابتلعہ ولم یجد طعمہ لا یفسد صومہ وان کانت الغلبۃ للدم فسد صومہ وان استویا فسد احتیاطا ۱۲ قاضی خان صفحہ ۱۰۰

[2] وکذا یکرہ للمرأۃ اذا ذاقت شیئا بلسانہا لان فیہ تعریض الصوم للفساد ۱۲ وقال بعضہم اذا کان الزوج سیئ الخلق لا باس للمرأۃ ان تذوق المرقۃ بلسانہا ۱۲ قاضی خان صفحہ ۹۸

[3] ویکرہ للمرأۃ ان تمضغ لصبیہا طعاما اذا کان لہا بدمنہ ۱۲ حوالہ بالا

[4] ویکرہ مضغ العلک للصائم لانہ تعریض الصوم للفساد من غیر ضرورۃ ولا باس بالسواک الرطب والیابس فی الغداۃ والعشی عنی تا ۱۲

[5] او اکل عمدا بعد الاکل ناسیا ۱۲ مراقی باب ما یفسد الصوم ویوجب القضاء لہ ہدایہ صفحہ ۲۹۲

[6] حوالہ بالا و قاضی خان صفحہ

عہ اس مسئلہ پر شبہ اور اس کا جواب صفحہ ۹۶ تتمہ ثالثہ امداد الفتاوی میں درج ہے ۱۲ تصحیح الاغلاط جس سے مسئلہ ہذا کی تائید ہوتی ہے ۱۲ شبیر علی

مسئلہ[۳۱]۔ اگر سرمہ لگایا فصد لی یا تیل ڈالا پھر سمجھی کہ میرا روزہ ٹوٹ گیا اور پھر قصداً کھا لیا تو قضا اور کفارہ دونوں واجب ہیں۔

مسئلہ[۳۲]۔ رمضان[۱] کے مہینے میں اگر کسی کا روزہ اتفاقاً ٹوٹ گیا تو روزہ ٹوٹنے کے بعد بھی دن میں کچھ کھانا پینا درست نہیں ہے سارے دن روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے۔

مسئلہ[۳۳]۔ کسی[۲] نے رمضان میں روزہ کی نیت ہی نہیں کی اس لئے کھاتی پیتی رہی تو اس پر کفارہ واجب نہیں کفارہ جب ہے کہ نیت کر کے توڑ دیوے۔

سحری کھانے اور افطار کرنے کا بیان

مسئلہ۔ سحری[۳] کھانا سنت ہے اگر بھوک نہ ہو اور کھانا نہ کھائے تو کم سے کم دو تین چھوہارے ہی کھا لیوے یا کوئی اور چیز تھوڑی بہت کھا لیوے کچھ نہ سہی تو تھوڑا سا پانی ہی پی لیوے۔

مسئلہ۔ اگر کسی[۴] نے سحری نہ کھائی اٹھکر ایک آدھ پان کھا لیا تو بھی سحری کھانے کا ثواب مل گیا

مسئلہ[۳]۔ سحری میں جہاں تک ہو سکے دیر کر کے کھانا بہتر ہے لیکن اتنی دیر نہ کرے کہ صبح ہونے لگے اور روزہ میں شبہ پڑ جاوے

مسئلہ۔ اگر[۵] سحری بڑی جلدی کھا لی مگر اس کے بعد پان تمباکو چائے پانی دیر تک کھاتی پیتی رہی جب صبح ہونے میں تھوڑی دیر رہ گئی تب کلی کر ڈالی تب بھی دیر کر کے کھانے کا ثواب مل گیا اور اس کا بھی وہی حکم ہے جو دیر کر کے کھانے کا حکم ہے۔

مسئلہ۔ اگر[۶] رات کو سحری کھانے کے لئے آنکھ نہ کھلی سب کے سب سو گئے تو بے سحری کھائے صبح کا روزہ رکھو سحری چھوٹ جانے سے روزہ چھوڑ دینا بڑی کم ہمتی کی بات اور بڑا گناہ ہے۔

---

[۱] اذا اکتحل او ادھن شاربہ فظن ان ذلک فطرہ فافطر فعلیہ الکفارۃ ۱۲ حوالہ بالا

[۲] واجمعوا علی ان من افطر خطاء یلزمہ التشبہ ۱۲

[۳] ومن لم ینو فی رمضان کلہ صوما ولا فطرا فعلیہ قضاءہ ۱۳۵ ہدایہ صفحہ ۲۰۴ حوالہ بالا

[۴] عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تسحروا فان فی السحور برکۃ متفق علیہ قال فی الحاشیۃ لان البرکۃ والثواب فی الفعل بموافقۃ السنۃ ۱۲۔

[۵] عن انس قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا انس انی ارید الصیام اطعمنی شیئا فاتیتہ بتمر وانائیہ ماء ۱۲ ن ای فی تخریجہ صفحہ ۱۰۵

[۶] ویستحب تاخیرہ لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث من اخلاق المرسلین تعجیل الافطار وتاخیر السحور ووضع الیمین علی الشمال ۱۲ طحطاوی

[۷] انما یستحب تاخیرہ الا انہ اذا شک فی الفجر لا یفسد ان یرمع الاکل ۱۲ ہدایہ صفحہ ۳۰۵

[۸] السحر مستحب ۱۲ ہدایہ ادلین صفحہ ۳۰۵

مسئلہ۔ جب تک صبح نہ ہو اور فجر کا وقت نہ آوے جس کا بیان نمازوں کے وقتوں میں گذر چکا ہے تب تک سحری کھانا درست ہے اس کے بعد درست نہیں۔

مسئلہ۔ کسی[1] کی آنکھ دیر میں کھلی اور یہ خیال ہوا کہ ابھی رات باقی ہے اس گمان پر سحری کھالی پھر معلوم ہوا کہ صبح ہو جانے کے بعد سحری کھائی تھی تو روزہ نہیں ہوا قضا رکھے اور کفارہ واجب نہیں لیکن پھر بھی کچھ کھائے پئے نہیں روزہ داروں کی طرح رہے۔ اسی طرح اگر سورج ڈوبنے کے گمان سے روزہ کھول لیا پھر سورج نکل آیا تو روزہ جاتا رہا اس کی قضا کرے کفارہ واجب نہیں اور اب جب تک سورج نہ ڈوب جاوے کچھ کھانا پینا درست نہیں۔

مسئلہ۔ اگر اتنی[2] دیر ہوگئی کہ صبح ہو جانے کا شبہ پڑ گیا تو اب کچھ کھانا مکروہ ہے اور اگر ایسے وقت کچھ کھا لیا یا پانی پی لیا تو برا کیا اور گناہ ہوا پھر اگر معلوم ہو گیا کہ اس وقت صبح ہو گئی تھی تو اس روزہ کی قضا رکھے اور اگر کچھ نہ معلوم ہو شبہ ہی شبہ رہ جاوے تو قضا رکھنا واجب نہیں ہے لیکن احتیاط کی بات یہ ہے کہ اس کی قضا رکھ لیوے۔

مسئلہ۔ مستحب[3] یہ ہے کہ جب سورج یقیناً ڈوب جاوے تو ترت روزہ کھول ڈالے دیر کر کے روزہ کھولنا مکروہ ہے۔

مسئلہ۔ بدلی[4] کے دن ذرا دیر کر کے روزہ کھولو جب خوب یقین ہو جاوے کہ سورج ڈوب گیا ہوگا تب افطار کرو۔ اور صرف گھڑی گھڑیال وغیرہ پر کچھ اعتماد نہ کرو جب تک کہ تمہارا دل گواہی نہ دیدے کیونکہ گھڑی شاید کچھ غلط ہو گئی ہو بلکہ اگر کوئی اذان بھی کہدیوے لیکن ابھی وقت آنے میں کچھ شبہ ہے تب بھی روزہ کھولنا درست نہیں۔

مسئلہ۔ چھوہارے[5] سے روزہ کھولنا بہتر ہے یا اور کوئی میٹھی چیز ہو اس سے کھولے وہ بھی نہ ہو تو پانی سے افطار کرے بعضی عورتیں اور بعضے مرد

---

[1] وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود ۱۲ پارہ سیقول

[1] واذ تسحر وہو یظن ان الفجر لم یطلع فاذا ہو قد طلع او افطر وہو یری ان الشمس قد غربت فاذا ہی لم تغرب امسک بقیۃ یومہ ۱۲ قدوری صفحہ ۴۸

[2] الا انہ اذا شک فی الفجر الافضل ان یدع الاکل قال الشارح ولو اکل فصومہ تام وعن ابی حنیفۃ اذا کان فی موضع لا یستبین الفجر او کانت اللیلۃ مقمرۃ او متغیمۃ او کان ببصرہ علۃ وہو یشک لا یاکل ولو اکل فقد اساء قدوری مع الشرح صفحہ ۲۰۵

[3] قال علیہ السلام ثلث من اخلاق المرسلین تعجیل الافطار ۱۲

[4] ولو شک فی غروب الشمس لا یحل لہ الفطر الخ قدوری صفحہ ۲۰۵

[5] عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا افطر احدکم فلیفطر علی تمر فانہ برکۃ فان لم یجد فلیفطر علی ماء فانہ طہور رواہ احمد مشکوۃ شریف ۱۲ صفحہ ۱۷۵

نمک کی کنکری سے افطار کرتے ہیں اور اس میں ثواب سمجھتے ہیں یہ غلط عقیدہ ہے۔

مسئلہ[۱] - جب تک سورج کے ڈوبنے میں شبہ رہے تب تک افطار کرنا جائز نہیں۔

کفارہ کا بیان

مسئلہ - رمضان[۲] شریف کے روزے توڑ ڈالنے کا کفارہ یہ ہے کہ دو مہینے برابر لگاتار روزے رکھے تھوڑے تھوڑے کر کے روزے رکھنے درست نہیں اگر کسی وجہ سے بیچ میں دو ایک روزے نہیں رکھے تو اب پھر سے دو مہینے کے روزے رکھے ہاں جتنے روزے حیض کی وجہ سے جاتے رہے ہیں وہ معاف ہیں ان کے چھوٹ جانے سے کفارہ میں کچھ نقصان نہیں آیا لیکن پاک ہونے کے بعد ترت پھر روزے رکھنے شروع کرے اور ساٹھ روزے پورے کر لیوے۔

مسئلہ - نفاس[۳] کی وجہ سے بیچ میں روزے چھوٹ گئے پورے روزے لگاتار نہیں رکھ سکی تو بھی کفارہ صحیح نہیں ہوا سب روزے پھر سے رکھے۔

مسئلہ - اگر[۴] دکھ بیماری کی وجہ سے بیچ میں کفارے کے کچھ روزے چھوٹ گئے تب بھی تندرست ہونے کے بعد پھر سے روزے رکھنے شروع کرے۔

مسئلہ - اگر بیچ[۵] میں رمضان کا مہینہ آ گیا تب بھی کفارہ صحیح نہیں ہوا۔

مسئلہ - اگر[۶] کسی کو روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو صبح شام پیٹ بھر کے کھانا کھلا دیوے جتنا ان کے پیٹ میں سما دے خوب تن کے کھا لیویں۔

مسئلہ - ان[۷] مسکینوں میں اگر بعضے بالکل چھوٹے بچے ہوں تو جائز نہیں ان بچوں کے بدلے اور مسکینوں کو پھر کھلا دے۔

مسئلہ - اگر گیہوں[۸] کی روٹی ہو تو روکھی روٹی کھلانا بھی درست ہے

[۹] یعنی کچھ بھی بھوک رہے۔ ۱۲

[۱] مر دلیلہ فی الصفحۃ السابقۃ ۱۲

[۲] والکفارۃ تحریر رقبۃ فان عجز عنہ صام شہرین متتابعین لیس فیہا یوم عید ولا ایام التشریق فان لم یستطع الصوم اطعم ستین مسکینا یغدیہم ویعشیہم عدار دعشار ۱۲

[۳] فان افطر ولو بعذر غیر الحیض استانف ولیز کما لو وصل بعد نہیہا من الحیض حتی لو لم تقبل تستانف ۱۲ طحطاوی صفحہ ۳۹۹

[۴] بالا حوالہ بالا۔

[۵] حوالہ بالا

[۶] حوالہ بالا

[۷] ولو کان فیہن غنا ہم صبی فطیم لایجز ۱۲ قدوری کی الشرح صفحہ ۹۵

[۸] ولابد من الادام خبز کشعیر فی خبز حنطۃ لاتشترط الادام ۱۲ ہدایہ صفحہ ۲۹۰

اور اگر جو، باجرہ، جوار وغیرہ کی روٹی ہو تو اس کے ساتھ کچھ دال وغیرہ دینا چاہئے جس کے ساتھ روٹی کھاویں۔

مسئلہ ۸۔ اگر کھانا نہ کھلاوے بلکہ ساٹھ مسکینوں کو کچا اناج دیدے تو بھی جائز ہے ہر ایک مسکین کو اتنا اتنا دے جتنا صدقۂ فطر دیا جاتا ہے اور صدقۂ فطر کا بیان زکوٰۃ کے باب میں آوے گا انشاء اللہ تعالےٰ۔

مسئلہ ۹۔ اگر اتنے[1] اناج کی قیمت دیدے تو بھی جائز ہے۔

مسئلہ ۱۰۔ اگر کسی[2] اور سے کہدیا کہ تم میری طرف سے کفارہ ادا کردو اور ساٹھ مسکینوں کو کھلا دو اور اس نے اس کی طرف سے کھانا کھلا دیا یا کچا اناج دیدیا تب بھی کفارہ ادا ہو گیا۔ اور اگر بے اسکے کہے کسی نے اس کی طرف سے دیدیا تو کفارہ صحیح نہیں ہوا۔

مسئلہ ۱۱۔ اگر ایک[3] ہی مسکین کو ساٹھ دن تک صبح شام کھانا کھلا دیا یا ساٹھ دن تک کچا اناج یا قیمت دیتی رہی تب بھی کفارہ صحیح ہو گیا۔

مسئلہ ۱۲۔ اگر ساٹھ[4] دن تک لگاتار کھانا نہیں کھلایا بلکہ بیچ میں کچھ دن ناغہ ہو گئے تو کچھ حرج نہیں یہ بھی درست ہے۔

مسئلہ ۱۳۔ اگر ساٹھ[5] دن کا اناج حساب کر کے ایک فقیر کو ایک ہی دن دیدیا تو درست نہیں۔ اسی طرح ایک ہی فقیر کو ایک ہی دن اگر ساٹھ دفعہ کر کے دیدیا تب بھی ایک ہی دن کا ادا ہوا ایک کم ساٹھ مسکینوں کو پھر دینا چاہئے۔ اسی طرح قیمت دینے کا بھی حکم ہے یعنی ایک دن میں ایک مسکین کو ایک روزہ کے بدلے سے زیادہ دینا درست نہیں۔

مسئلہ ۱۴۔ اگر کسی[6] فقیر کو صدقۂ فطر کی مقدار سے کم دیا تو کفارہ صحیح

[1] او اعطی کل فقیر نصف صاع من بر او اعطی قیمتہ ۱۲
[2] حوالہ بالا ۱۲ راقی صفحہ ۳۹۰
[3] وان امر غیرہ ان یطعم عنہ من ظہارہ ففعل اجزاہ ۱۲ ہدایہ صفحہ ۳۹۴
[4] وان اعطی مسکینا واحدا ستین یوما اجزاہ ۱۲ حوالہ بالا
[5] ولو فی اوقات متفرقۃ لحصول الواجب ۱۲ راقی صفحہ ۳۹۰
[6] لو اباح اکل الطعام فی یوم واحد دفعۃ اجزاہ عن یوم ذلک فقط اتفاقا وکذا اذا ملکہ اسعام بدفعات فی یوم واحد علی الاصح ذکرہ الزیلعی ۱۲ طحطاوی
[7] فیعتبر بصدقۃ الفطر ۱۲ ہدایہ صفحہ ۳۹۴

نہیں ہوا۔

مسئلہ۔ اگر ایک[1] ہی رمضان کے دو یا تین روزے توڑ ڈالے تو ایک ہی کفارہ واجب ہے۔ البتہ اگر یہ دونوں روزے ایک رمضان کے نہ ہوں تو الگ الگ کفارہ دینا پڑے گا۔

جن وجہوں سے روزہ توڑ دینا جائز ہے ان کا بیان

مسئلہ۔ اچانک[2] ایسی بیمار پڑ گئی کہ اگر روزہ نہ توڑے گی تو جان پر بن آوے گی یا بیماری بہت بڑھ جاوے گی تو روزہ توڑ دینا درست ہے جیسے دفعتہً پیٹ میں ایسا درد اٹھا کہ بیتاب ہو گئی یا سانپ نے کاٹ کھایا تو دوا پی لینا اور روزہ توڑ دینا درست ہے۔ ایسے ہی اگر ایسی پیاس لگی کہ ہلاکت کا ڈر ہے تو بھی توڑ ڈالنا درست ہے

مسئلہ۔ حاملہ[3] عورت کو کوئی ایسی بات پیش آ گئی جس سے اپنی جان کا یا بچہ کی جان کا ڈر ہے تو روزہ توڑ ڈالنا درست ہے۔

مسئلہ۔[4] کھانا پکانے کی وجہ سے بے حد پیاس لگ آئی اور اتنی بیتابی ہو گئی کہ اب جان کا خوف ہے تو روزہ کھول ڈالنا درست ہے لیکن اگر خود قصداً اتنا کام کیا جس سے ایسی حالت ہو گئی تو گنہگار ہو گی۔ ؏

جن وجہوں سے روزہ نہ رکھنا جائز ہے ان کا بیان

مسئلہ۔ اگر ایسی[5] بیماری ہے کہ روزہ نقصان کرتا ہے اور یہ

[1] وکفت کفارۃ واحدۃ عن جماع واکل متعدد فی ایام لم یتخللہ تکفیر ولو من رمضانین علی الصحیح قال المحشی وفی ظاہر الروایۃ تتعدد ۱۲

[2] وجل یخاف ان لم یفطر یزداد عینہ وجعا او حماہ شدۃ کان لہ ان یفطر ۱۲ قاضی خان صہ ۹۷

[3] وکذا الحامل والمرضع اذا خافت علی نفسہا او ولدہا ۱۲ حوالہ بالا

[4] وکذا الامۃ اذا ضعفت من الطبخ او غسل الثیاب وکو ذلک ان صارت بحال خافت علی نفسہا فافطرت فعلیہا القضاء دون الکفارۃ ۱۲ حوالہ بالا

؏ اس مسئلہ کے متعلق سوال و جواب تتمہ ثانیہ امداد الفتاوی صہ ۳۶ و ۳۷ میں درج ہیں اور ہم نے اس کی تحقیق جواب مذکور کی اصلاح میں کی ہے تصحیح الاغلاط اور اس اصلاح میں مسئلہ ہذا کی تائید ہے ۱۲ شبیر علی

؏ گر روزہ کھول ڈالنا اس حالت میں بھی درست ہے۔ ۱۲

ڈر ہے کہ اگر روزہ رکھے گی تو بیماری بڑھ جاویگی یا دیر میں اچھی ہوگی یا جان جاتی رہے گی تو روزہ نہ رکھے جب اچھی ہو جاوے تو اس کی قضا رکھ لے لیکن فقط اپنے دل سے ایسا خیال کر لینے سے روزہ چھوڑنا درست نہیں ہے بلکہ جب کوئی مسلمان دیندار حکیم طبیب کہدے کہ روزہ تم کو نقصان کرے گا تب چھوڑنا چاہیئے۔

مسئلہ[2]۔ اگر حکیم یا ڈاکٹر کافر ہے یا شرع کا پابند نہیں ہے تو اسکی بات کا اعتبار نہیں ہے فقط اس کے کہنے سے روزہ نہ چھوڑے۔

مسئلہ[3]۔ اگر حکیم نے تو کچھ نہیں کہا لیکن خود اپنا تجربہ ہے اور کچھ ایسی نشانیاں معلوم ہوئیں جن کی وجہ سے دل گواہی دیتا ہے کہ روزہ نقصان کرے گا تب بھی روزہ نہ رکھے اور اگر خود تجربہ کار نہ ہو اور اس بیماری کا کچھ حال معلوم نہ ہو تو فقط خیال کا اعتبار نہیں اگر دیندار حکیم بغیر بتائے اور بے تجربے کے اپنے خیال ہی خیال پر رمضان کا روزہ توڑے گی تو کفارہ دینا پڑیگا اور اگر روزہ نہ رکھے گی تو گنہگار رہوگی۔

مسئلہ[4]۔ اگر بیماری سے اچھی ہو گئی لیکن ابھی ضعف باقی ہے اور یہ غالب گمان ہے کہ اگر روزہ رکھا تو پھر بیمار پڑ جاوے گی تب بھی روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔

مسئلہ[5]۔ اگر کوئی مسافرت میں ہو تو اس کو بھی درست ہے کہ روزہ نہ رکھے پھر کبھی اس کی قضا رکھ لیوے اور مسافرت کے معنی وہی ہیں جس کا نماز کے بیان میں ذکر ہو چکا ہے یعنی تین منزل جانے کا قصد ہو۔

مسئلہ[6]۔ مسافرت میں اگر روزے سے کوئی تکلیف نہ ہو جیسے ریل پر سوار ہے اور یہ خیال ہے کہ شام تک گھر پہونچ جاؤں گی یا اپنے

---

[1] مر دلیلہ فی الصفحۃ السابقۃ ۱۲ و یجوز لہا شرب الدواء اذا اخبر الطبیب انہ یمنع استطلاق بطن الرضیع والفطر بہذا العذر ۱۲ مراقی صفحہ ۳۹۸ و قال بعد ذلک و الخوف المعتبر ما کان مستندا لغلبۃ الظن بتجربۃ سابقۃ او اخبار طبیب مسلم حاذق حوالہ بالا

[2] حوالہ بالا ۱۲

[3] افاد ان الصحیح الذی غلب علی ظنہ المرض بصوم لیس لہ ان یفطر و افاد البدائع فی ذلک خلافا فالزیلعی علی اباحۃ الفطر لہ ۱۲ طحطاوی صفحہ ۱۹۷

[4] و ان کان مسافرا لا یستضر بالصوم فصومہ افضل و ان افطر جاز ۱۲ قدوری مع الشرح صفحہ ۲۰۱

[5] حوالہ بالا

ساتھ سب راحت و آرام کا سامان موجود ہے تو ایسے وقت سفر میں بھی روزہ رکھ لینا بہتر ہے اور اگر روزہ نہ رکھے بلکہ قضا رکھ لیوے تب بھی کوئی گناہ نہیں ہاں رمضان شریف کے روزے کی جو فضیلت ہے اس سے محروم رہے گی اور اگر راستہ میں روزہ کی وجہ سے تکلیف اور پریشانی ہو تو ایسے وقت روزہ نہ رکھنا بہتر ہے۔

مسئلہ[1]۔ اگر بیماری سے اچھی نہیں ہوئی اسی میں مر گئی یا ابھی گھر نہیں پہونچی مسافرت ہی میں مر گئی تو جتنے روزے بیماری کی وجہ سے یا سفر کی وجہ سے چھوٹے ہیں آخرت میں ان کا مواخذہ نہ ہوگا کیونکہ قضا رکھنے کی مہلت ابھی اس کو نہیں ملی تھی۔

مسئلہ[2]۔ اگر بیماری میں دس روزے گئے تھے پھر پانچ دن اچھی رہی لیکن قضا روزے نہیں رکھے تو پانچ روزے تو معاف ہیں فقط پانچ روزوں کی قضا نہ رکھنے پر پکڑی جاوے گی اور اگر پورے دس دن اچھی رہی تو پورے دسوں دن کی پکڑ ہوگی اس لئے ضروری ہے کہ جتنے روزوں کا مواخذہ اس پر ہونے والا ہے اتنے روزوں کا فدیہ دینے کے لئے کہہ مرے جبکہ اس کے پاس مال ہو اور فدیہ کا بیان آگے آتا ہے۔

مسئلہ[3]۔ اسی طرح اگر مسافرت میں روزے چھوڑ دئے تھے پھر گھر پہونچنے کے بعد مر گئی تو جتنے دن گھر میں رہی ہے فقط اتنے دن کی پکڑ ہوگی اس کو بھی چاہیئے کہ فدیہ کی وصیت کر جاوے اگر روزے اس سے زیادہ چھوٹے ہوں تو ان کا مواخذہ نہیں ہے۔

مسئلہ[4]۔ اگر راستہ میں پندرہ دن رہنے کی نیت سے ٹھہر گئی تو اب روزہ چھوڑنا درست نہیں کیونکہ شرع سے اب وہ مسافر نہیں رہی۔ البتہ اگر پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہو تو روزہ نہ

[1] واذا مات المریض والمسافر وهما علی حالهما لم یلزمهما القضاء لانهما لم یدرکا عدۃ من ایام اخر ۱۲ ہدایہ صفحہ ۲۰۱

[2] ولو صح المریض واقام المسافر ثم ماتا لزمهما القضاء بقدر الصحۃ والاقامۃ ۱۲ حوالہ بالا

[3] حوالہ بالا

[4] والمراد بالسفر سفر شرعی الذی تقصر فیہ الصلوۃ ۱۲ طحطاوی مع تغیر صفحہ ۳۹۲

رکھنا درست ہے۔

مسئلہ[۱۱]۔ حاملہ عورت اور دودھ پلانے والی عورت کو جب اپنی جان کا یا بچہ کی جان کا کچھ ڈر ہو تو روزہ نہ رکھے پھر کبھی قضا رکھ لیوے لیکن اگر اپنا شوہر مالدار ہے کہ کوئی انا رکھکر دودھ پلوا سکتا ہے تو دودھ پلانے کی وجہ سے ماں کو روزہ چھوڑنا درست نہیں ہے البتہ اگر وہ ایسا لڑکا ہے کہ سوائے اپنی ماں کے کسی اور کا دودھ نہیں پیتا ہے تو ایسے وقت ماں کو روزہ نہ رکھنا درست ہے۔

مسئلہ[۱۲]۔ کسی انّا نے دودھ پلانے کی نوکری کی پھر رمضان آگیا اور روزہ سے بچہ کی جان کا ڈر ہے تو انا کو بھی روزہ نہ رکھنا درست ہے۔

نوٹ۔ مسئلہ نمبر ۱۳ و ۱۴ اصہ ۹۳ پر درج ہے۔

مسئلہ۔ اسی[۱۳] طرح اگر کوئی دن کو مسلمان ہوئی یا دن کو جوان ہوئی تو اب دن بھر کچھ کھانا پینا درست نہیں ہے اور اگر کچھ کھالیا تو اس روزہ کی قضا رکھنا بھی نئی مسلمان اور نئی جوان کے ذمہ واجب نہیں ہے۔

مسئلہ[۱۴]۔ مسافرت میں روزہ نہ رکھنے کا ارادہ تھا لیکن دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے ہی اپنے گھر پہونچ گئی یا ایسے وقت میں پندرہ دن رہنے کی نیت سے کہیں رہ پڑی اور اب تک کچھ کھایا پیا نہیں تو اب روزہ کی نیت کر لیوے۔

مسئلہ[۱۵]۔ جس کو اتنا بوڑھاپا ہو گیا کہ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رہی یا اتنی بیمار ہے کہ اب اچھے ہونے کی امید نہیں نہ روزہ رکھنے کی طاقت ہے تو وہ روزہ نہ رکھے اور ہر روزہ کے بدلہ ایک مسکین کو صدقۂ فطر کے برابر غلہ دیدے یا صبح شام پیٹ

---

[۱۱] ویجوز الفطر لحامل ومرضع خافت علی نفسہا نقصان العقل او الہلاک والمرض سواء کان علی نفسہا او ولدہا نسبا کان او رضاعا قال المحشی وانما نظر خلافا وجب علیہا بالعقد ولو کان العقد فی رمضان کما فی البرجندی خلافا لما فی صدر الشریعۃ من تقییدہ حل الافطار بما اذا صدرت الاجارۃ قبل رمضان واما الام فلوجوبہ علیہا دیانۃ مطلقا وقضاء اذا کان الاب معسرا او کان الولد لا یرضع من غیرہا طحطاوی صفحہ ۳۹

[۱۲] مر دلیلہ فی الصفحۃ السابقۃ ۱۲

[۱۳] یجب الامساک بقیۃ الیوم علی من فسد صومہ وعلی کافر اسلم ولیس علیہم القضاء الا الصبی اذا بلغ والکافر اذا اسلم ۱۲ مراقی صفحہ ۳۹

[۱۴] واذا نوی المسافر الافطار ثم قدم المصر قبل الزوال فنوی الصوم اجزاہ وان کان فی رمضان فعلیہ ان یصوم لزوال الرخص الخ ۱۲ ہدایہ صفحہ ۲۰۳

[۱۵] والشیخ الفانی الذی لا یقدر علی الصیام یفطر ویطعم لکل یوم مسکینا ۱۲ حوالہ بالا

بھر کے اس کو کھلا دیوے شرع میں اس کو فدیہ کہتے ہیں اور اگر غلہ کے بدلے اسی قدر غلہ کی قیمت دیدے تب بھی درست ہے۔

مسئلہ[۱۸]۔ وہ[عہ] گیہوں اگر تھوڑے تھوڑے کر کے کئی مسکینوں کو بانٹ دیوے تو بھی صحیح ہے۔

مسئلہ[۱۹]۔ پھر اگر کبھی[لہ] طاقت آگئی یا بیماری سے اچھی ہوگئی تو سب روزے قضا رکھنے پڑیں گے۔ اور جو فدیہ دیا ہے اس کا ثواب الگ ملے گا۔

مسئلہ[۲۰]۔ کسی[لہ] کے ذمہ کئی روزے قضا تھے اور مرتے وقت وصیت کر گئی کہ میرے روزوں کے بدلے فدیہ دیدینا تو اس کے مال میں سے اس کا ولی فدیہ دیدے۔ اور کفن دفن اور قرض ادا کر کے جتنا مال بچے اس کی ایک تہائی میں سے اگر سب فدیہ نکل آوے تو دینا واجب[عہ] ہوگا۔

مسئلہ[۲۱]۔ اگر اس[لہ] نے وصیت نہیں کی مگر ولی نے اپنے مال میں سے فدیہ دیدیا تب بھی خدا سے امید رکھے کہ شاید قبول کرلے اور اب روزوں کا مواخذہ نہ کرے اور بغیر وصیت کے خود مردے کے مال میں سے فدیہ دینا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح گر تہائی مال سے زیادہ ہو جاوے تو باوجود وصیت کے بھی زیادہ دینا بدون رضامندی سب وارثوں کے جائز نہیں۔ ہاں اگر سب وارث خوشی دل سے راضی ہو جاویں تو دونوں صورتوں میں فدیہ دینا درست ہے لیکن نابالغ وارث کی اجازت کا شرع میں کچھ اعتبار نہیں ہے بالغ وارث اپنا حصہ جدا کر کے انہیں سے دیدیں تو درست ہے۔

عہ یعنی فدیہ کے گیہوں ۱۲

عہ اور اگر سب فدیہ نہ نکلے تو جسقدر نکلے اس قدر دیدیا جاوے ۱۲

لہ وعن ابی یوسف لو اعطی نصف صاع من بر عن یوم واحد لمساکین یجوز قال الحسن وبہ ناخذ ۱۲ رد المختار صفحہ ۱۶۴

لہ ولو قدر علی الصوم بطل حکم الفداء لان شرطہ استمرار العجز ۱۲ ہدایہ صفحہ ۲۰۲

لہ ومن مات وعلیہ قضاء رمضان فاوصی بہ اطعم عنہ ولیہ لکل یوم مسکینا نصف صاع من بر او تمر ہو تبرع ابتداء حتی یعتبر من الثلث ۱۲ ایضاً

لہ وان لم یوص وتبرع عنہ ولیہ جاز ان شاء اللہ ویکون الثواب للولی ۱۲ در مختار صفحہ ۱۵۳

مسئلہ[۲۲]۔ اگر کسی[۱] کی نمازیں قضا ہو گئی ہوں اور وصیت کر کے مر گئی کہ میری نمازوں کے بدلے میں فدیہ دیدینا تو اس کا بھی یہی حکم ہے

مسئلہ[۲۳]۔ ہر[۲] وقت کی نماز کا اتنا ہی فدیہ ہے جتنا ایک روزے کا فدیہ ہے اس حساب سے دن رات کے پانچ فرض اور ایک وتر چھ نمازوں کی طرف سے ایک چھٹانک کم پونے گیارہ سیر گیہوں اسی روپیہ کے سیر سے دلوے مگر احتیاطاً پورے بارہ سیر دیوے۔

مسئلہ[۲۴]۔ کسی[۳] کے ذمہ زکوٰۃ باقی ہے ابھی ادا نہیں کی تو وصیت کر جانے سے اس کا بھی ادا کر دینا وارثوں پر واجب[عہ] ہے اگر وصیت نہیں کی اور وارثوں نے اپنی خوشی سے دیدی تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی

مسئلہ[۲۵]۔ اگر ولی[۴] مردے کی طرف سے قضا روزے رکھ لیوے یا اس کی طرف سے نمازیں قضا پڑھ لیوے تو یہ درست نہیں یعنی اس کے ذمہ سے نہ اتریں گی۔

مسئلہ[۲۶]۔ بے[۵] وجہ رمضان کا روزہ چھوڑ دینا درست نہیں اور بڑا گناہ ہے یہ نہ سمجھے کہ اس کے بدلے ایک روزہ قضا رکھ لوں گی کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ رمضان کے ایک روزے کے بدلے میں اگر سال بھر برابر روزے رکھتی رہے تب بھی اتنا ثواب نہ ملے گا جتنا رمضان میں ایک روزے کا ثواب ملتا۔

مسئلہ[۲۷]۔ اگر کسی[۶] نے شامتِ اعمال سے روزہ نہ رکھا تو اور لوگوں کے سامنے کچھ نہ کھائے نہ پیئے نہ یہ ظاہر کرے کہ آج میرا روزہ نہیں ہے اس لئے کہ گناہ کر کے اس کو ظاہر کرنا بھی گناہ

عہ بعد کفن دفن و قرض ادا کرنے کے جو مال بچے اس کی تہائی میں سے زکوٰۃ بھی وصیت کر جانے کی صورت میں نکالنا واجب ہے جیسا کہ فدیہ روزہ کا تہائی مال سے نکالا جاتا ہے ۱۲

۱؎ والصلوٰۃ کالصوم باستحسان المشائخ وکل صلوٰۃ تعتبر بصوم یوم ۱۲ ہدایہ صفحہ ۲۰۲

۲؎ حوالہ بالا

۳؎ ثم لابد من الایصاء عندنا خلافا للشافعی وعلی ہذا الزکوٰۃ ۱۲ ہدایہ صفحہ ۲۰۲

۴؎ ولا یصوم عنہ الولی ولا یصلی ۱۲ ایضاً

۵؎ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من افطر یوما من رمضان بغیر رخصۃ ولا مرض لم یقض صوم الدہر کلہ وان صامہ ۱۲ ترمذی صفحہ ۹۰

۶؎ عن ابی ہریرۃ رضی یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کل امتی معافاۃ الا المجاہرین وان من الاجہار ان یعمل العبد باللیل عملا ثم یصبح قد سترہ ربہ فیقول یا فلان عملت البارحۃ کذا وکذا ۱۲ مسلم شریف صفحہ ۱۲

ہے۔ اگر سب سے کہدے گی تو دہرا گناہ ہوگا ایک تو روزہ نہ رکھنے کا دوسرا گناہ ظاہر کرنے کا۔ یہ جو مشہور ہے کہ خدا کی چوری نہیں تو بندے کی کیا چوری یہ غلط بات ہے بلکہ جو کسی عذر سے روزہ نہیں رکھے اس کو بھی مناسب ہے کہ سب کے روبرو نہ کھاوے

مسئلہ ۲۸۔ جب[1] لڑکا یا لڑکی روزہ رکھنے کے لائق ہو جاویں تو ان کو بھی روزہ کا حکم کرے اور جب دس برس کی عمر ہو جاوے تو مار کر روزہ رکھاوے اگر سارے روزے نہ رکھ سکے تو جتنے رکھ سکے رکھاوے۔

مسئلہ ۲۹۔ اگر[2] نابالغ لڑکی لڑکا روزہ رکھ کے توڑ ڈالے تو اس کی قضا نہ رکھاوے البتہ اگر نماز کی نیت کرکے توڑ دے تو اسکو دہراوے

اعتکاف کا بیان

رمضان شریف[3] کی بیسویں تاریخ کے دن چھپنے سے ذرا پہلے سے رمضان کی انتیس یا تیس تاریخ یعنی جس دن عید کا چاند نظر آجاوے اس تاریخ کے دن چھپنے تک۔ اپنے گھر میں[*] جہاں نماز پڑھنے کے لئے جگہ مقرر کر رکھی ہو اس جگہ پابندی سے جم کر بیٹھنا اس کو اعتکاف کہتے ہیں اس کا بڑا ثواب ہے۔ اگر اعتکاف شروع کرے تو فقط پیشاب پاخانہ یا کھانے پینے کی ناچاری سے تو وہاں سے اٹھنا درست ہے اور اگر کوئی کھانا پانی دینے والا ہو تو اسکے لئے بھی نہ اٹھے ہر وقت اسی جگہ رہے اور وہیں سووے اور بہتر یہ ہے کہ بیکار نہ رہے قرآن پڑھتی رہے نفلیں اور تسبیحیں جو توفیق ہو اس میں لگی رہے اور اگر حیض یا نفاس آجاوے تو

[*] اور مردوں کے لئے ایسی مسجد میں درست ہے جسمیں پانچوں وقت جماعت ہوتی ہو ۱۲

[1] ویؤمر الصبی بالصوم اذا اطاق ویضرب علیہ ابن عشر کالصلوٰۃ فی الاصح ۱۲ درمختار صفحہ ۱۸۱

[2] الصبی اذا افسد صومہ لا یقضی ۱۲ ردالمختار

[3] ہو الاقامۃ بنیۃ الاعتکاف فی مسجد وللمرأۃ الاعتکاف فی مسجد بیتہا وہو محل عینتہ للصلوٰۃ فیہ ولا یخرج منہ الا لحاجۃ شرعیۃ او حاجۃ طبعیۃ کالبول والغائط وازالۃ النجاسۃ وشرط الاعتکاف المسجد المخصوص والنیۃ والصوم فی المنذور والاسلام والعقل والطہارۃ من حیض ونفاس والاعتکاف علی ثلثۃ اقسام واجب فی المنذور وسنۃ مؤکدۃ فی العشر الاخیر من رمضان ومستحب فیما سواہ ۱۲ مراقی الفلاح صفحہ ۴۰۷

اعتکاف چھوڑ دے اس میں درست نہیں۔ اور اعتکاف میں مرد سے ہم بستر ہونا۔ لپٹا چمٹنا بھی درست نہیں۔

زکوٰۃ کا بیان

جس کے پاس مال ہو اور اس کی زکوٰۃ نہ نکالتی ہو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی گنہگار ہے قیامت کے دن اس پر بڑا سخت عذاب ہوگا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس کے پاس سونا[1] چاندی ہو اور وہ اس کی زکواۃ نہ دیتا ہو قیامت کے دن اس کے لئے آگ کی تختیاں بنائی جاویں گی پھر ان کو دوزخ کی آگ میں گرم کر کے اس کی دونوں کروٹیں اور پیشانی اور پیٹھ داغی جاوے گی اور جب ٹھنڈی ہو جاویں گی پھر گرم کر لی جاویں گی۔ اور نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے جس کو اللہ نے مال دیا اور اس نے زکوٰۃ نہ ادا کی تو قیامت کے دن اس کا مال بڑا زہریلا گنجا سانپ بنایا جاوے گا وہ اسکی گردن میں لپٹ جاوے گا پھر اس کے دونوں جبڑے نوچے گا اور کہے گا میں ہی تیرا مال ہوں میں ہی تیرا خزانہ ہوں خدا کی پناہ بھلا اتنے عذاب کی کون سہار کر سکتا ہے تھوڑی سی لالچ کے بدلے یہ مصیبت بھگتنا بڑی بیوقوفی کی بات ہے خدا ہی کی دی ہوئی دولت کو خدا ہی کی راہ میں نہ دینا کتنی بیجا بات ہے

مسئلہ[1] جس کے پاس ساڑھے باون تولے[1] چاندی یا ساڑھے سات تولے سونا ہو اور ایک سال تک باقی رہے تو سال گزرنے پر اس کی زکواۃ دینا واجب ہے اور اگر اس سے کم ہو تو اس پر زکواۃ واجب نہیں اور اگر اس سے زیادہ ہو تو بھی زکواۃ واجب ہے۔

ع لیکن بعد پاک ہو جانے کے خاص اس دن کے اعتکاف کی قضا ضروری ہے پھر اگر یہ قضا رمضان میں کی تو رمضان ہی کا روزہ کافی ہوگا۔ اور اگر بعد رمضان کے قضا کی تو اسدن روزہ رکھنا بھی ضروری ہوگا

[1] اور روپیوں کے حساب سے ۵۲½ روپیہ بھر چاندی اور ۷½ روپیہ بھر سونا ہوا۔ اس حساب سے مہر حضرت فاطمہؓ کا تقریباً ۱۵۰ سو ہوا۔

[1] عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان یوم القیمۃ صفحت صفائح من نار فاحمی علیہا فی نار جہنم فتکوی بہا جنبہ وجبینہ وظہرہ الی آخر الحدیث وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من آتاہ اللہ مالا فلم یؤد زکوتہ مثل لہ یوم القیمۃ مالا شجاعا اقرع لہ زبیبتان یطوقہ یوم القیمۃ ثم یاخذ بلہزمتیہ یعنی شدقیہ ثم یقول انا مالک انا کنزک الخ مشکوٰۃ شریف صہ ۱۵۵

مسئلہ۔ کسی کے پاس آٹھ تولہ سونا چار مہینے یا چھ مہینے تک رہا پھر وہ کم ہوگیا اور دو تین مہینے کے بعد پھر مال مل گیا تب بھی زکوٰۃ دینا واجب ہے غرض کہ جب سال کے اول و آخر میں مالدار ہو جاوے اور سال کے بیچ میں کچھ دن اس مقدار سے کم رہ جاوے تو بھی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے بیچ میں تھوڑے دن کم ہو جانے سے زکوٰۃ معاف نہیں ہوتی البتہ اگر سب مال جاتا رہے اس کے بعد پھر مال ملے تو جب سے پھر ملا ہے تب سے سال کا حساب کیا جاوے گا۔

مسئلہ[2]۔ کسی کے پاس آٹھ نو تولہ سونا تھا لیکن سال گذرنے سے پہلے پہلے جاتا رہا پورا سال نہیں گزرنے پایا تو زکوٰۃ واجب نہیں

مسئلہ[3]۔ کسی کے پاس دو سو روپے ہیں اور اتنے ہی روپیوں کی وہ قرضدار بھی ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں چاہے سال بھر تک رہے چاہے نہ رہے۔ اور اگر ڈیڑھ سو روپے کی قرضدار ہے تو بھی زکوٰۃ واجب نہیں۔ کیونکہ ڈیڑھ سو روپیہ قرضے میں چلے گئے تو فقط پچاس رہ گئے اور پچاس روپیہ میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔

مسئلہ۔ اگر[4] دو سو روپے پاس ہیں اور ایک سو روپیوں کی قرضدار

---

[1] الزکوٰۃ واجبۃ علی الحر العاقل البالغ المسلم اذا ملک نصابا ملکا تاما وحال علیہ الحول ۱۲

[2] ونقصان النصاب فی الحول لا یضر اذا کمل فی طرفیہ ای لو کان لہ فی اول الحول عشرون دینارا ثم نقص فی اثناء الحول ثم تم فی آخر الحول تجب الزکوٰۃ ۱۲ شرح وقایہ صفحہ ۶۸ قال فی الہدایۃ بخلاف ما لو ہلک الکل حیث یبطل حکم الحول ۱۲

[3] حوالہ بالا ۱۲

[4] فلا تجب علی مکاتب ومدیون مطالب من جہۃ عبد بقدر دینہ ۱۲

یہ سب حساب قول مشہور پر ہے کہ مثقال ۴½ ماشہ کا ہے اور خود جو حساب کیا گیا ہے اس میں کہیں کہیں کمی بیشی نکلتی ہے اس لئے اگر کوئی احتیاط کرنا چاہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ زکوٰۃ تو چالیس روپیہ بھر چاندی اور پانچ رتی کم چھ روپیہ بھر سونے میں دیدے اور صدقہ فطر میں اسی روپیہ کے سیر سے دو سیر گیہوں دیدے اور نجاست غلیظہ میں ساڑھے تین ماشہ سے بچے اور مہر فاطمی میں عورت کو احتیاط اس میں ہے کہ سو روپیہ سے زیادہ نہ مانگے اور یاد رہے کہ ہم نے سب وزن میں لکھنؤ کے تولہ ماشہ کا اعتبار کیا ہے جس کی رو سے روپیہ سکہ انگریزی ساڑھے گیارہ ماشہ کا ہوتا ہے جن شہروں میں تولہ کا وزن [illegible] ہو اسی سے حساب لگا لیویں [illegible] حساب سے جبکہ روپیہ ۱۱½ ماشہ کا لگایا جاوے [illegible] رتی بھر چاندی ہوتی ہے اور [illegible] رتی یعنی دو رتی کچھ زائد ہوتی ہے اور یہی صحیح ہے ۱۲ [illegible] حساب سے بجائے اس رقم کے [illegible] رتی یعنی [illegible] کے قریب ہوتے ہیں [illegible] غلط ہیں اور اگر ۱۲ ماشہ کا روپیہ ہو تو پورے [illegible] ہوتے ہیں [illegible] حساب باعتبار ۴۰۰ مثقال چاندی کے ہے یعنی مہر حضرت فاطمہؓ کا چار سو مثقال چاندی تھا اور بعض روایات میں چار سو مثقال چاندی سے زیادہ بھی آیا ہے پس احتیاط یہ ہے کہ جب نکاح میں مہر فاطمی مقرر کیا جاوے تو تقریباً [illegible] روپیہ بھی کر دیجائے کہ مہر فاطمی جو مقصد

ہے تو ایک سو روپے کی زکوٰۃ واجب ہے۔

مسئلہ[1]۔ سونے چاندی کے زیور اور برتن اور سچا گوٹا پٹھہ سب پر زکوٰۃ واجب ہے چاہے پہنتی رہتی ہو یا بند رکھے ہوں اور کبھی نہ پہنتی ہو غرضکہ چاندی سونے کی ہر چیز پر زکوٰۃ واجب ہے البتہ اگر اتنی مقدار سے کم ہو جو اوپر بیان ہوئی تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

مسئلہ۔ سونا[2] چاندی اگر کھرا نہ ہو بلکہ اس میں کچھ میل ہو جیسے چاندی میں رانگا ملا ہوا ہے تو دیکھو چاندی زیادہ ہے یا رانگا۔ اگر چاندی زیادہ ہو تو اس کا وہی حکم ہے جو چاندی کا حکم ہے یعنی اگر اتنی مقدار ہو جو اوپر بیان ہوئی تو زکوٰۃ واجب ہے اور اگر رانگا زیادہ ہے تو اسکو چاندی نہ سمجھیں گے بلکہ رانگا سمجھیں گے پس جو حکم پیتل۔ تانبے۔ لوہے رانگے وغیرہ اسباب کا آگے آوے گا وہی اس کا بھی حکم ہے۔

مسئلہ۔ کسی[3] کے پاس نہ تو پوری مقدار سونے کی ہے نہ پوری مقدار چاندی کی بلکہ تھوڑا سونا ہے اور تھوڑی چاندی تو اگر دونوں کی قیمت ملا کر ساڑھے باون[عہ] تولہ چاندی کے برابر ہو جاوے یا ساڑھے سات[عہ] تولہ سونے کے برابر ہو جاوے تو زکوٰۃ واجب ہے اور اگر دونوں چیزیں اتنی تھوڑی ہیں کہ دونوں کی قیمت نہ اتنی چاندی کے برابر ہے نہ اتنے سونے کے برابر تو زکوٰۃ واجب نہیں اور اگر سونے اور چاندی دونوں کی پوری پوری مقدار ہے تو قیمت لگانے کی کوئی ضرورت[5] نہیں۔

[1] حوالہ بالا ۱۲
[2] دورق غلب فضتہ فضۃ وما غلب غشہ تقوم ۱۲
[3] وبضم الذہب الی الفضۃ والعروض الیہا بالقیمۃ ہذا عند ابی حنیفۃ ۱۲

عہ عہ دیکھو حاشیہ صفحہ ۳۱

[5] بلکہ سونے کی زکوٰۃ اس کے نصاب کا حساب کر کے الگ دے اور چاندی کی زکوٰۃ اس کے نصاب کا حساب کر کے الگ دے اور اگر اس صورت میں بھی قیمت لگا کر دینا چاہے تو اس شرط سے جائز ہے کہ جس طرح قیمت لگانے میں غریبوں کا نفع ہو اسطرح قیمت لگاوے اور جو اسمیں بکھیڑا سمجھے تو پھر دونوں کا الگ ہی حساب لگا کر دیدے ۱۲

مسئلہ۔ فرض کرو کہ کسی زمانہ میں پچیس روپیہ کا ایک تولہ سونا ملتا ہے اور ایک روپیہ کی ڈیڑھ تولہ چاندی ملتی ہے اور کسی کے پاس دو تولہ سونا اور پانچ روپے ضرورت سے زائد ہیں اور سال بھر تک وہ رہ گئے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے کیونکہ دو تولہ سونا پچاس روپے کا ہوا اور پچاس روپے کی چاندی پچہتر تولہ ملے گی اور پانچ روپیہ تمہارے پاس ہیں۔ اس حساب سے اتنی مقدار سے بہت زیادہ مال ہو گیا جتنے پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ البتہ اگر فقط دو تولہ سونا ہو اس کے ساتھ روپے اور چاندی کچھ نہ ہو تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

مسئلہ۔ ایک[1] روپیہ کی چاندی دو تولے ملتی ہے اور کسی کے پاس فقط تیس روپے ہیں تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں اور یہ حساب نہ لگا دیں گے کہ تیس روپے کی چاندی ساٹھ تولے ہوئی کیونکہ روپیہ تو چاندی کا ہوتا ہے اور جب فقط چاندی یا فقط سونا پاس ہو تو وزن کا اعتبار ہے قیمت کا اعتبار نہیں۔

مسئلہ۔ کسی[2] کے پاس سو روپے ضرورت سے زائد رکھے تھے پھر سال پورا ہونے سے پہلے پہلے پچاس روپے اور مل گئے تو ان پچاس روپے کا حساب الگ نہ کریں گے بلکہ اسی سو روپے کے ساتھ اس کو ملا دیں گے اور جب ان سو روپے کا سال پورا ہوگا تو پورے ڈیڑھ سو کی زکوٰۃ واجب ہوگی اور ایسا سمجھیں گے کہ پورے ڈیڑھ سو پر برس گذر گیا۔

مسئلہ۔ کسی[3] کے پاس کچھ تولے چاندی رکھی تھی۔ پھر سال گذرنے سے پہلے دو چار تولے سونا آگیا یا نو دس تولے سونا مل گیا تب بھی اس کا حساب جدا نہ کیا جائے گا بلکہ اس چاندی کے ساتھ ملا کر زکوٰۃ کا حساب ہوگا۔ پس جب اس چاندی کا سال پورا ہو جاوے گا تو اس سب مال کی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

[1] حتی ان من کان لہ مائۃ درہم وخمسۃ مثاقیل ذہب تبلغ قیمتہا مائۃ درہم فعلیہ الزکوٰۃ عندہ لا عندہما ۱۲ ہدایہ صفحہ ۲۶

[2] فالمعتبر وزنہما اداء کما اعتبر وجوبا ۱۲ مراقی صفحہ ۱۶۲

[3] وما المستفاد فی اثناء الحول فیضم الی مجانسہ ویزکی بتمام الحول الاصلی سواء استفید بتجارۃ او میراث او غیرہ ۱۲ النقدان فی زکوٰۃ جنس واحد فما استفادہ من احدہما یضم الی ما عندہ منہا ۱۲ حوالہ بالا

مسئلہ[۱] سونے چاندی کے سوا اور جتنی چیزیں ہیں جیسے لوہا۔ تانبا۔ پیتل گلٹ۔ رانگا وغیرہ اور ان چیزوں کے بنے ہوئے برتن وغیرہ اور کپڑے جوتے اور اس کے سوا جو کچھ اسباب ہو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اسکو بیچتی اور سوداگری کرتی ہو تو دیکھو وہ اسباب کتنا ہے اگر اتنا ہے کہ اس کی قیمت ساڑھے باون تولے چاندی یا ساڑھے سات تولے سونے کے برابر ہے تو جب سال گذر جاوے تو اس سوداگری کے اسباب میں زکوٰۃ واجب[ع] ہے اور اگر اتنا نہ ہو تو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ اور اگر وہ مال سوداگری کے لئے نہیں ہے تو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے چاہے جتنا مال ہو اور اگر ہزاروں روپے کا مال ہو تب بھی زکوٰۃ واجب نہیں۔

مسئلہ[۲]۔ گھر کا اسباب جیسے پتیلی۔ دیگچی بڑی دیگ سینی۔ لگن اور کھانے پینے کے برتن اور رہنے سہنے کا مکان اور پہننے کے کپڑے سچے موتیوں کا ہار وغیرہ ان چیزوں میں زکوٰۃ واجب نہیں چاہے جتنا ہو اور چاہے روزمرہ کے کاروبار میں آتا ہو یا نہ آتا ہو کسی طرح زکوٰۃ ایسی واجب نہیں۔ ہاں اگر یہ سوداگری کا اسباب ہو تو پھر اس میں بھی زکوٰۃ واجب ہے خلاصہ یہ کہ سونے چاندی کے سوا اور جتنا مال اسباب ہو اگر وہ سوداگری کا اسباب ہے تو زکوٰۃ واجب ہے۔ نہیں تو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

مسئلہ[۳] کسی کے پاس دس پانچ گھر ہیں ان کو کرایہ پر چلاتی ہے تو ان مکانوں پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں چاہے جتنی قیمت کے ہوں ایسے ہی اگر کسی نے دو چار سو روپے کے برتن خرید لئے اور ان کو کرایہ پر چلاتی رہتی ہے تو اس پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں غرضکہ کرایہ پر چلانے سے مال میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی

ع خواہ رات دن کا ضروری خرچ اسی آمدنی سے چلتا ہو یا کسی اور آمدنی سے اس مال پر ہر صورت میں زکوٰۃ واجب ہے ۱۲

[۱] الزکوٰۃ واجبۃ فی عروض التجارۃ کائنۃ ما کانت اذا بلغت قیمتہا نصابا من الورق او الذہب الخ ۱۲ ہدایہ مع الکفایہ صو ۱۲۹،

[۲] ولیس فی دار السکنیٰ وثیاب البدن واثاث المنازل ودواب الرکوب وعبید الخدمۃ وسلاح الاستعمال زکوٰۃ ۱۲ ہدایہ مع الکفایہ صو

[۳] اذا آجر دارہ او عبدہ بمائتی درہم لا تجب الزکوٰۃ ما لم یحل الحول بعد القبض فی قول ابی حنیفۃ وقال قیل ہذا لو اشتری الرجل دارا و عبدا للتجارۃ ثم آجرہ یخرج من ان یکون للتجارۃ ولو اشتری قدورا من صفر یمسکہا او یؤجرہا لا تجب فیہا الزکوٰۃ کما لا تجب فی بیوت الغلۃ ۱۲ قاضی خاں جلد ۱ صو ۱۲۰ و ۱۲۱

مسئلہ[۱]۔ پہننے کے دھرا جوڑے چاہے جتنے زیادہ قیمتی ہوں اس میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ لیکن اگر ان میں سچا کام ہے اور اتنا کام ہے کہ اگر چاندی چھوڑائی جاوے تو ساڑھے باون تولے یا اس سے زیادہ نکلے گی تو اس چاندی پر زکوٰۃ واجب ہے۔

مسئلہ۔ کسی[۲] کے پاس کچھ چاندی یا سونا ہے اور کچھ سوداگری کا مال بھی تو سب کو ملا کر دیکھو اگر اس کی قیمت ساڑھے باون تولے چاندی یا ساڑھے سات تولے سونے کے برابر ہو جاوے تو زکوٰۃ واجب ہے اور اگر اتنا نہ ہو تو واجب نہیں۔

مسئلہ۔ سوداگری[۳] کا مال وہ کہلاوے گا جس کو اسی ارادے سے مول لیا ہو کہ اس کی سوداگری کریں گے۔ تو اگر کسی نے اپنے گھر کے خرچ کے لئے یا شادی وغیرہ کے خرچ کے لئے چانول مول لئے پھر ارادہ ہو گیا کہ لاؤ اس کی سوداگری کر لیں تو یہ مال سوداگری کا نہیں اور اس پر زکوٰۃ واجب نہیں

مسئلہ۔ اگر کسی[۴] پر تمہارا قرض آتا ہے تو اس قرض پر زکوٰۃ واجب ہے لیکن قرض کی تین قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ نقد روپیہ یا سونا چاندی کسی کو قرض دیا یا سوداگری کا اسباب بیچا اس کی قیمت باقی ہے اور ایک سال کے بعد یا دو تین برس کے بعد وصول ہوا تو اگر اتنی مقدار ہو جتنی پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو ان سب برسوں کی زکوٰۃ دینا واجب ہے اور اگر یکمشت نہ وصول ہو تو جب اس میں سے گیارہ روپے ملیں تب اتنے کی زکوٰۃ واجب ہے اور اگر اس سے کم ملیں تو واجب نہیں پھر جب گیارہ روپے اور ملیں تو اس کی زکوٰۃ دیوے اسی طرح دیتی رہے اور جب دیوے تو سب برسوں کی دیوے اور اگر قرضہ اس سے کم ہے تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ البتہ اگر اس کے پاس کچھ اور مال بھی ہو اور دونوں کو ملا کر مقدار پوری ہو جاوے تو زکوٰۃ واجب ہوگی۔

مسئلہ۔ اور[۵] اگر نقد نہیں دیا نہ سوداگری کا مال بیچا ہے بلکہ کوئی اور چیز

---

[۱] ینظم ولیہ ما مر فی جزء ۵ الصفحۃ نمرۃ ۱ ۱۲

[۲] وتضم قیمۃ العروض الی الثمنین ۱۲ مراقی صـ ۴۱۶

[۳] ثم ما نواہ للخدمۃ لا یصیر للتجارۃ وان نواہ لہا ما لم یبعہ بجنس ما فیہ الزکوٰۃ ۱۲ درمختار صـ ۱۳۱ ج ۱

[۴] قال ابو حنیفۃ رح فی روایۃ الاصل الدیون ثلثۃ دین قوی وہو بدل مال التجارۃ والقرض ودین وسط وہو بدل مال لم یکن للتجارۃ کثمن ثیاب البذلۃ وعبید الخدمۃ ودار السکنی ودین ضعیف وہو بدل ما لیس بمال کالمہر والوصیۃ وبدل الخلع والصلح عن دم العمد والدیۃ ففی الدین القوی تجب الزکوٰۃ اذا حال الحول ویتراخی الاداء الی ان یقبض اربعین درہما وکلما قبض اربعین درہما یلزمہ درہم وفی الدین الوسط لا یجب الاداء ما لم یقبض مائتی درہم ولا یعتبر الحول بعد القبض ویعتد بما مضی من الحول قبل القبض فی الصحیح من روایۃ وفی الدین الضعیف لا تجب الزکوٰۃ ما لم یقبض مأتی درہم ویحول الحول بعد القبض ۱۲ قاضی خان صـ ۱۲۱

بیچی تھی جو سوداگری کی نہ تھی جیسے پہننے کے کپڑے بیچ ڈالے یا گرہستی اسباب بیچ دیا یا اس کی قیمت باقی ہے اور اتنی ہے جتنی میں زکواۃ واجب ہوتی ہے پھر وہ قیمت کئی برس کے بعد وصول ہوئی۔ تو سب برسوں کی زکواۃ دینا واجب[1] ہے اور اگر سب ایک دفعہ کرکے نہ وصول ہو بلکہ تھوڑا تھوڑا کرکے ملے تو جب تک چوّن روپے بارہ آنے نہ وصول ہوں تب تک زکواۃ واجب نہیں ہے جب چوّن روپے بارہ آنے مل جاویں تو سب برسوں کی زکواۃ دینا واجب ہے۔

مسئلہ[۲۱]۔ تیسری[2] قسم یہ ہے کہ شوہر کے ذمہ مہر باقی ہے وہ کئی برس کے بعد ملا تو اس کی زکواۃ کا حساب ملنے کے دن سے ہے پچھلے برسوں کی زکواۃ واجب نہیں ہے بلکہ اگر اب اس کے پاس رکھا رہے اور اس پر سال گذر جاوے تو زکواۃ واجب ہوگی نہیں تو واجب نہیں۔

مسئلہ[۲۲]۔ اگر کوئی[3] مالدار آدمی جس پر زکواۃ واجب ہے سال گذرنے سے پہلے ہی زکواۃ دیدے اور سال کے پورے ہونے کا انتظار نہ کرے تو یہ بھی جائز ہے اور زکواۃ ادا ہو جاتی ہے اور اگر مالدار نہیں ہے بلکہ کہیں سے مال ملنے کی امید تھی۔ اس امید پر مال ملنے سے پہلے ہی زکواۃ دیدی تو یہ زکواۃ ادا نہیں ہوگی جب مال مل جاوے اور اس پر سال گذر جاوے تو پھر زکواۃ دینا چاہیئے۔

مسئلہ[۲۳]۔ مالدار[4] آدمی اگر کئی سال کی زکواۃ پیشگی دیدے یہ بھی جائز ہے لیکن اگر کسی سال مال بڑھ گیا تو بڑھتی کی زکواۃ پھر دینی پڑے گی۔

مسئلہ[۲۴]۔ کسی[5] کے پاس سو روپے ضرورت سے زائد رکھے ہوئے ہیں اور سو روپے کہیں اور سے ملنے کی امید ہے اور اس نے پورے دو سو روپے کی زکواۃ سال پورا ہونے سے پہلے ہی پیشگی دیدی یہ بھی درست ہے۔

مسئلہ[۲۵]۔ کسی[6] کے مال پر پورا سال گذر گیا۔ لیکن زکواۃ ابھی نہیں نکالی تھی کہ

[1] معنی دلیلہ ایضاً مما مر من العبارۃ آنفاً ۱۲

[2] یجوز تعجیل الزکواۃ بعد ملک النصاب ولا یجوز قبلہ الخ حوالہ بالا

[3] ویجوز التعجیل اکثر من سنۃ لوجود السبب ۱۲ ہدایہ صفحہ ۱۷۰

[4] ولو ملک مائتی درہم فعجل خمسۃ دعشرین ثم ہلک ما فی یدہ الا درہما ثم استفاد وتمام الحول دراہم یجزیہ ما عجل ۱۲ قاضی خان صفحہ ۱۲۷

[5] ہلاک النصاب بعد وجوب الزکواۃ یسقط الزکواۃ وقال بعد اسطر ولو عال الحول علی مائتین فاستہلک النصاب قبل اداء الزکواۃ ثم استفاد مائتی درہم وحال الحول علی المستفاد لا یجب علیہ زکواۃ المستفاد لان زکواۃ نصاب الاول دین فی ذمۃ فیمنع زکواۃ المستفاد ۱۲

[6] معنی دلیلہ آنفاً ۱۲

سارا مال چوری ہو گیا۔ یا اور کسی طرح سے جاتا رہا تو زکوٰۃ بھی معاف ہو گئی اگر خود اپنا مال کسی کو دیدیا یا اور کسی طرح سے اپنے اختیار سے ہلاک کر ڈالا تو جتنی زکوٰۃ واجب ہوئی تھی وہ معاف نہیں ہوئی بلکہ دینا پڑے گی۔

مسئلہ۔ سال پورا ہونے کے بعد کسی نے اپنا سارا مال خیرات کر دیا تب بھی زکوٰۃ معاف ہو گئی[1]۔

مسئلہ۔ کسی[2] کے پاس دو سو روپے تھے ایک سال کے بعد اس میں سے ایک سو چوری ہو گئے یا ایک سو خیرات کر دئے تو ایک سو کی زکوٰۃ معاف ہو گئی فقط ایک سو کی زکوٰۃ دینا پڑے گی۔

زکوٰۃ کے ادا کرنے کا بیان

مسئلہ۔ جب[3] مال پر پورا سال گذر جاوے تو فوراً زکوٰۃ ادا کر دے نیک کام میں دیر لگانا اچھا نہیں کہ شاید اچانک موت آجاوے۔ اور یہ مواخذہ اپنی گردن پر رہ جاوے اگر سال گذرنے پر زکوٰۃ ادا نہیں کی یہاں تک کہ دوسرا سال بھی گذر گیا تو گنہگار رہوئی۔ اب بھی توبہ کر کے دونوں سال کی زکوٰۃ دیدے۔ غرض کہ عمر بھر میں کبھی نہ کبھی ضرور دیدے باقی نہ رکھے۔

مسئلہ۔ جتنا[4] مال ہے اس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دینا واجب ہے یعنی سو روپے میں ڈھائی روپیہ اور چالیس روپے میں ایک روپیہ

مسئلہ۔ جس[5] وقت زکوٰۃ کا روپیہ کسی غریب کو دیوے اس وقت اپنے دل میں اتنا ضرور خیال کرلے کہ میں زکوٰۃ میں دیتی ہوں۔ اگر یہ نیت نہ کی یوں ہی دیدیا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی پھر سے دینا چاہئے۔ اور یہ جتنا دیا ہے اس کا ثواب الگ ملے گا۔

مسئلہ۔ اگر فقیر کو[6] دیتے وقت یہ نیت نہیں کی۔ تو جب تک وہ مال فقیر کے پاس رہے اس وقت تک یہ نیت کر لینا درست ہے اب نیت کرنے

---

[1] ولو تصدق بجمیع مالہ ولم ینو الزکوٰۃ سقط عنہ فرضہا ۱۲ مراقی صفہ ۴۱۵

[2] وفی ہلاک البعض یسقط بقدرہ ۱۲ ہدایہ صفہ ۱۷۴

[3] وہل یاثم بتاخیر الزکوٰۃ بعد التمکن ذکر الکرخی انہ یاثم وروی ہشام عن ابی یوسف انہ لا یاثم بتاخیر الزکوٰۃ ویاثم بتاخیر الحج ۱۲ قاضی خان صفہ ۱۲

[4] وزکوٰۃ الذہب والفضۃ ونصابہا ما قال فی الکتاب فی کل مائتی درہم خمسۃ دراہم وفی کل عشرین مثقال ذہب نصف مثقال الخ ۱۲ قاضی خان صفہ ۱۱۹

[5] شرط صحۃ ادائہا نیۃ مقارنۃ لادائہا للفقیر او لوکیلہ او لعزل ما وجب ولو مقارنۃ حکمیۃ کما لو دفع بلا نیۃ ثم نوی والمال قائم بید الفقیر ۱۲ مراقی صفہ ۴۱۹

[6] حوالہ بالا ۱۲

سے بھی زکوٰۃ ادا ہو جاوے گی۔ البتہ جب فقیر نے خرچ کر ڈالا اس وقت
نیت کرنے کا اعتبار نہیں ہے۔ اب پھر سے زکوٰۃ دیوے۔[1]

مسئلہ۔ کسی[2] نے زکوٰۃ کی نیت سے دو روپے نکال کر الگ رکھ لئے کہ جب
کوئی مستحق ملے گا اس کو دیدوں گی۔ پھر جب فقیر کو دیا اس وقت زکوٰۃ کی
نیت کرنا بھول گئی تو بھی زکوٰۃ ادا ہو گئی۔ البتہ زکوٰۃ کی نیت سے نکال کر
الگ نہ رکھتی تو ادا نہ ہوتی۔

مسئلہ۔ کسی[3] نے زکوٰۃ کے دو روپے نکالے تو اختیار ہے چاہے ایک ہی
کو سب دیدے یا تھوڑا تھوڑا کر کے کئی غریبوں کو دیدے اور چاہے اسی دن
سب دیدے یا تھوڑا تھوڑا کر کے کئی مہینے میں دیوے۔

مسئلہ۔ بہتر[4] یہ ہے کہ ایک غریب کو کم سے کم اتنا دیدے کہ اس دن
کے لئے کافی ہو جاوے۔ کسی اور سے مانگنا نہ پڑے۔

مسئلہ۔ ایک[5] ہی فقیر کو اتنا مال دیدینا جتنے مال کے ہونے سے زکوٰۃ واجب
ہوتی ہے مکروہ ہے۔ لیکن اگر دیدیا تو زکوٰۃ ادا ہو گئی۔ اور اس سے کم دینا
جائز ہے مکروہ بھی نہیں۔

مسئلہ۔ کوئی[6] عورت قرض مانگنے آئی اور یہ معلوم ہے کہ وہ اتنی تنگدست
اور مفلس ہے کہ کبھی ادا نہ کر سکے گی یا ایسی نادہند ہے کہ قرض لیکر کبھی ادا
نہیں کرتی اس کو قرض کے نام سے زکوٰۃ کا روپیہ دیدیا اور اپنے دل میں
سوچ لیا کہ میں زکوٰۃ دیتی ہوں تو زکوٰۃ ادا ہو گئی اگرچہ وہ اپنے دل میں یہی
سمجھے کہ مجھے قرض دیا ہے۔

مسئلہ۔ اگر کسی[7] کو انعام کے نام سے کچھ دیا۔ مگر دل میں یہی نیت ہے کہ
میں زکوٰۃ دیتی ہوں تب بھی زکوٰۃ ادا ہو گئی۔

مسئلہ۔ کسی[8] غریب آدمی پر تمہارے دس روپے قرض ہیں اور تمہارے
مال کی زکوٰۃ بھی دس روپے یا اس سے زیادہ ہے اسکو اپنا قرضہ زکوٰۃ کی

[1] حوالہ بالا ۱۲
[2] نقل فی البحر عن فخر الاسلام من اراد ان یتصدق بدرہم فاشتری بہ فلوسا نفرقہا فقد قصر فی امر الصدقۃ لان الجمع اولیٰ من التفریق ۱۲ طحطاوی صفحہ ۱۹۴ قلت فیفہم منہ جواز ذلک ۱۲
[3] وندب اغناءہ عن السوال ۱۲ مراقی صفحہ ۲۱۹
[4] کرہ الاغناء وھو ان یفضل للفقیر نصاب بعد قضاء دینہ الخ ۱۲ حوالہ بالا
[5] ولا یشترط علم الفقیر انہا زکوٰۃ علی الاصح حتی لو اعطاہ شیئا وسماہ ہبۃ او قرضا ونوی بہ الزکوٰۃ صحت ۱۲ حوالہ بالا
[6] حوالہ بالا ۱۲
[7] واعلم ان اداء الدین عن المال الذی عندہ لا یجوز والحیلۃ ان یعطی المدیون زکاتہ ثم یاخذہا عن دینہ ۱۲ طحطاوی صفحہ ۲۱

نیت سے معاف کر دیا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی البتہ اس کو دس روپے زکوٰۃ کی نیت سے دیدو تو زکوٰۃ ادا ہو گئی۔ اب یہی روپیہ اپنے قرضہ میں اس سے لے لینا درست ہے۔

مسئلہ۔ کسی[1] کے پاس چاندی کا اتنا زیور ہے کہ حساب میں تین تولے چاندی دو روپے کو بکتی ہے تو زکوٰۃ میں دو روپے دیدینا درست نہیں کیونکہ دو روپے کا وزن تین تولے نہیں ہوتا اور چاندی کی زکوٰۃ میں جب چاندی دی جاوے تو وزن کا اعتبار ہوتا ہے قیمت کا اعتبار نہیں ہوتا۔ ہاں اس صورت میں اگر دو روپے کا سونا خرید کر کے دیدیا یا دو روپے کے پیسے یا دو روپیہ کا کپڑا یا اور کوئی چیز دیدی یا خود تین تولے چاندی دیدے تو درست ہے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

مسئلہ۔ زکوٰۃ[2] کا روپیہ خود نہیں دیا بلکہ کسی اور کو دیدیا کہ تم کسی کو دیدینا یہ بھی جائز ہے۔ اب وہ شخص دیتے وقت اگر زکوٰۃ کی نیت نہ بھی کرے تب بھی زکوٰۃ ادا ہو جاوے گی۔

مسئلہ۔ کسی[3] غریب کو دینے کے لئے تم نے دو روپے کسی کو دئے لیکن اس نے بعینہ وہی روپے فقیر کو نہیں دئے جو تم نے دئے تھے بلکہ اپنے پاس سے دو روپے تمہاری طرف سے دیدئے اور خیال کیا کہ وہ روپے میں لے لوں گا۔ تب بھی زکوٰۃ ادا ہو گئی بشرطیکہ تمہارے روپے اس کے پاس موجود ہوں اور اب وہ شخص اپنے دو روپے کے بدلے میں تمہارے وہ دونوں روپے لے لیوے البتہ اگر تمہارے دئے ہوئے روپے اس نے پہلے خرچ کر ڈالے اس کے بعد اپنے روپے غریب کو دئے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی اب وہ دونوں روپے پھر زکوٰۃ میں دیوے۔

مسئلہ۔ اگر تم نے[4] روپے نہیں دئے لیکن اتنا کہدیا کہ تم ہماری طرف سے زکوٰۃ دیدینا اس لئے اس نے تمہاری طرف سے زکوٰۃ دیدی تو ادا

---

[1] وصح دفع عرض ومکیل وموزون عن زکوٰۃ النقدین بالقیمۃ وان ادی من عین النقدین فالمعتبر وزنہا ادا کما اعتبر وجوبا ۱۲ حوالہ بالا

[2] نیصح ولو دفع الوکیل بلا نیۃ ای اذا نوی وقت ادفعہا لوکیلہ ۱۲ طحطاوی صفحہ ۱م

[3] لوکیل بدفع الزکوٰۃ اذ امسک دراہم الموکل ودفع من مالہ لیرجع ببدلہا فی دراہم الموکل صح بخلاف ما اذا انفقہا اولا علی نفسہ مثلا ثم دفع من مالہ ۱۲ شامی صفحہ ۱۵ جلد ۲

[4] ولو تصدق عنہ بامرہ جاز ویرجع بما دفع عند ابی یوسف ۱۲ حوالہ بالا

ہوگئی۔ اور جتنا اس نے تمہاری طرف سے دیا ہے اب تم سے لے لیوے۔

مسئلہ ۔ اگر تم نے کسی سے کچھ نہیں کہا اس نے بلا تمہاری اجازت کے تمہاری طرف سے زکوٰۃ دیدی تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی۔ اب اگر تم بھی منظور کرلو تب بھی درست نہیں اور جتنا تمہاری طرف سے دیا ہے تم سے وصول کرنے کا اس کو حق نہیں۔

مسئلہ۔ تم نے ایک شخص کو اپنی زکوٰۃ دینے کے لئے دو روپے دئے تو اس کو اختیار ہے چاہے خود کسی غریب کو دیدے یا کسی اور کے سپرد کردے کہ تم یہ روپیہ زکوٰۃ میں دیدینا اور نام کا بتلانا ضروری نہیں ہے کہ فلانی کی طرف سے یہ زکوٰۃ دینا اور وہ شخص وہ روپیہ اگر اپنے کسی رشتہ دار یا ماں باپ کو غریب دیکھکر دیدے تو بھی درست ہے لیکن اگر وہ خود غریب ہو تو آپ ہی لے لینا درست نہیں۔ البتہ اگر تم نے کہدیا ہو کہ جو چاہو کرو اور جسے جی چاہے دیدو تو آپ بھی لے لینا درست ہے

پیداوار کی زکوٰۃ کا بیان

مسئلہ۔ کوئی شہر کافروں کے قبضہ میں تھا وہی لوگ وہاں رہتے سہتے تھے پھر مسلمان ان پر چڑھ آئے اور لڑ کر وہ شہر ان سے چھین لیا اور وہاں دین اسلام پھیلایا اور مسلمان بادشاہ نے کافروں سے لیکر شہر کی ساری زمین انہی مسلمانوں کو بانٹ دی تو ایسی زمین کو شرع میں عشری کہتے ہیں اور اگر اس شہر کے رہنے والے لوگ سب کے سب اپنی خوشی سے مسلمان ہوگئے لڑنے کی ضرورت نہیں پڑی تب بھی اس شہر کی سب زمین عشری کہلاوے گی۔ اور عرب کے ملک کی بھی ساری زمین عشری ہے۔

مسئلہ اگر کسی کے باپ دادا سے یہی عشری زمین برابر چلی آتی ہو یا کسی ایسے مسلمان سے خریدی جس کے پاس اسی طرح چلی آتی ہو تو ایسی زمین میں جو کچھ پیدا ہو اس میں بھی زکوٰۃ واجب ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے۔۔۔۔۔

ع یعنی وہ مسلمان جنہوں نے وہ ملک فتح کیا تھا اور یہی حکم ہے اگر ان کے سوا دوسرے مسلمانوں میں تقسیم کردے ۱۲

لہ ولو ادی زکوٰۃ غیرہ بغیر امرہ فبلغہ فاجاز لم یجز ۱۲ عالمگیریہ
عہ للوکیل بدفع الزکوٰۃ ان یوکل غیرہ بلا اذن ۱۲ عالمگیریہ
عہ رجل دفع زکوٰۃ مالہ لرجل وامرہ بالاداء فاعطی الوکیل ولد نفسہ الکبیر او الصغیر او امرأتہ وہم محاویج جاز ولا یمسک لنفسہ شیئا ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۱۲۵
عہ وکل بلدۃ فتحت عنوۃ واسلم اہلہا قبل ان یحکم الامام فیہم بشیء کان الامام بالخیار فیہا ان شاء قسمہا بین الغانمین وتکون عشریۃ وان شاء من علیہم ولعبد المن کان الامام بالخیار ان شاء وضع العشر وان شاء وضع الخراج وقال قبل ذلک ارض العرب کلہا عشریۃ وکل بلدۃ فتحت عنوۃ وقسمہا الامام بین الغانمین فہی عشریۃ ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۱۲۹
ھہ فان اخذہا منہ مسلم بالشفعۃ او ردت علی البائع لفساد البیع فہی عشریۃ کما کانت وقال ابو حنیفۃ فی قلیل ما اخرجتہ الارض وکثیرہ العشر سواء سقی سیحا او سقتہ السماء وما سقی بغرب او دالیۃ او سانیۃ ففیہ نصف العشر ۱۲ قدوری ستالہ صفحہ ۱۰۲

کہ اگر کھیت کو سینچنا نہ پڑے فقط بارش کے پانی سے پیداوار ہو گئی یا ندی اور دریا کے کنارے پر ترائی میں کوئی چیز بوئی اور بے سینچے پیداوار ہو گئی تو ایسے کھیت میں جتنا پیدا ہوا ہے اس کا دسواں حصہ خیرات کر دینا واجب ہے یعنی دس من میں ایک من اور دس سیر میں ایک سیر اور اگر کھیت کو پُر[ع] چلا کر کے یا کسی اور طریق سے سینچا ہے تو پیداوار کا بیسواں حصہ خیرات کرے یعنی بیس من میں ایک من اور بیس سیر میں ایک سیر۔ اور یہی حکم ہے باغ کا ایسی زمین میں کتنی ہی تھوڑی چیز پیدا ہوتی ہو بہر حال یہ صدقہ خیرات کرنا واجب ہے کم اور زیادہ ہونے میں کچھ فرق نہیں ہے۔

مسئلہ۔ اناج ساگ ترکاری میوہ پھل پھول وغیرہ جو کچھ پیدا ہو سب کا یہی حکم ہے[۱]۔

مسئلہ۔ عشری[۲] زمین یا پہاڑ یا جنگل سے اگر شہد نکالا تو اس میں بھی یہ صدقہ واجب ہے۔

مسئلہ۔ کسی[۳] نے اپنے گھر کے اندر کوئی درخت لگایا یا کوئی چیز ترکاری کی قسم سے یا اور کچھ بویا اور اس میں پھل آیا تو اس میں یہ صدقہ واجب نہیں ہے۔

مسئلہ۔ اگر عشری[۴] زمین کوئی کافر خرید لے تو وہ عشری نہیں رہتی پھر اگر اس سے مسلمان بھی خرید لے یا کسی اور طور پر اس کو مل جاوے تب بھی وہ عشری نہ ہو گی۔

مسئلہ۔ یہ[۵] بات کہ یہ دسواں یا بیسواں حصہ کس کے ذمہ ہے یعنی زمین کے مالک پر ہے یا پیداوار کے مالک پر ہے اس میں بڑا عالموں کا اختلاف ہے مگر ہم آسانی کے واسطے یہی بتلایا کرتے ہیں کہ پیداوار والے کے ذمہ ہے سو اگر کھیت ٹھیکہ پر ہو خواہ نقد پر یا غلہ پر تو کسان کے ذمہ ہو گا اور اگر کھیت بٹائی پر ہو تو زمیندار اور کسان دونوں اپنے اپنے حصہ کا دیں۔

[ع] یعنی چرسا ۱۲

[۱] حوالہ سابقہ ۱۲

[۲] وفی العسل العشر اذا اخذ من ارض العشر قال الشافع وان وجد فی الجبال من العسل والثمار ففیہ العشر ۱۲ ہدایہ صفحہ ۱۸۲

[۳] رجل فی دارہ شجرۃ مثمرۃ لا عشر فیہ وان کانت البلدۃ عشریۃ ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۱۴۲

[۴] ولو کانت الارض لمسلم باعہا من نصرانی وقبضہا فعلیہ الخراج ۱۲ قدوری مع الہدایہ صفحہ ۱۸۳

[۵] المسلم اذا اعار ارضہ العشریۃ فی ظاہر الروایۃ عن ابی حنیفۃ رح العشر علی المستعیر ان کان المستعیر مسلما وان کان کافرا فعلے رب الارض وان دفع ارضہ العشریۃ مزارعۃ ان کان البذر من قبل العامل فعلے قیاس قول ابی حنیفۃ رح یکون العشر علے صاحب الارض کما فی الاجارۃ وعندہما یکون علی المزارع کما فی الاجارۃ وان کان البذر من قبل صاحب الارض کان العشر علی صاحب الارض فی قولہم ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۱۴۲

جن لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے ان کا بیان

مسئلہ۔ جس[1] کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا یا اتنی ہی قیمت کا سوداگری کا اسباب ہو اس کو شریعت میں مالدار کہتے ہیں ایسے شخص کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست نہیں اور اسکو زکوٰۃ کا پیسہ لینا اور کھانا بھی حلال نہیں اسی طرح جسکے پاس اتنی ہی قیمت کا کوئی مال ہو جو سوداگری کا اسباب تو نہیں لیکن ضرورت سے زائد ہے وہ بھی مالدار ہے ایسے شخص کو بھی زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست نہیں اگرچہ خود اس قسم کے مالدار پر زکوٰۃ بھی واجب نہیں۔

مسئلہ۔ اور[2] جس کے پاس اتنا مال نہیں بلکہ تھوڑا مال ہے یا کچھ بھی یعنی ایک دن کے گذارے کے موافق بھی نہیں اس کو غریب کہتے ہیں ایسے لوگوں کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے اور ان لوگوں کو لینا بھی درست ہے۔

مسئلہ۔ بڑی[3] بڑی دیگیں اور بڑے بڑے فرش فروش اور شامیانے جن کی برسوں میں ایک آدھ دفعہ کہیں شادی بیاہ میں ضرورت پڑتی ہے اور روزمرہ ان کی ضرورت نہیں ہوتی وہ ضروری اسباب میں داخل نہیں۔

مسئلہ۔ رہنے[4] کا گھر اور پہننے کے کپڑے اور کام کاج کے لئے نوکر چاکر اور گھر کی گرہستی جو اکثر کام میں رہتی ہے یہ سب ضروری اسباب میں داخل ہے اسکے ہونے سے مالدار نہیں ہوگی چاہے جتنی قیمت ہو اس لئے اسکو زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے اسی طرح پڑھے ہوئے آدمی کے پاس اس کی سمجھ اور برتاؤ کی کتابیں بھی ضروری اسباب میں داخل ہیں۔

مسئلہ۔ کسی[5] کے پاس دس پانچ مکان ہیں جن کو کرایہ پر چلاتی ہے اور اس کی آمدنی سے گذر کرتی ہے یا ایک آدھ گاؤں ہے جس کی آمدنی آتی ہے لیکن بال بچے اور گھر میں کھانے پینے والے لوگ اتنے زیادہ ہیں کہ اچھی طرح

---

[1] ولا تدفع الى غنى لقوله لا تحل الصدقة لغنى الخ ۱۲ ہدایہ صفحہ ۱۸۶

[2] مصرف الزکوٰۃ ما ذکر اللہ تعالیٰ فی قولہ انما الصدقات الخ والفقير عند ابي حنيفة من ليس له نصاب وعنده ما يكفيه ولا يسأل الناس والمسكين هو الذي يسأل الناس وليس له قوتا ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۱۲۷

[3] ولو كان له ضيعة تساوي ثلثة آلاف ولا يخرج منها ما يكفي له ولعياله اختلفوا فيه قال محمد بن مقاتل يجوز له اخذ الزكوٰۃ ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۱۲۷ وقال الشافعي وما زاد على الحاجة الاصلية من الحلي والاواني والامتعة التي يقصد بها الزينة اذا بلغ نصابا تصير غنية ۱۲ رد المختار صفحہ ۵۰

[4] والشرط ان يكون فاضلا عن حاجته الاصلية وهي مسكنه واثاث مسكنه وثيابه وخادمه ومركبه وسلاحه ۱۲ عالمگیری صفحہ ۱۸۹ وان كانت له كتب تساوي مائتي درهم الا انه يحتاج اليها للتحفظ والتدريس يجوز صرف الزكوٰۃ اليه ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۱۲۷

[5] وكذا لو كان له حوانيت او دار غلة تساوي ثلثة آلاف درهم وغلتها لا تكفي لقوته وقوت عياله يجوز صرف الزكوٰۃ اليه في قول محمد رحمه الله ۱۲ ہو الرابالا

بسر نہیں ہوتی اور تنگی رہتی ہے اور اس کے پاس کوئی ایسا مال بھی نہیں جسمیں زکوٰۃ واجب ہو تو ایسے شخص کو بھی زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے۔

مسئلہ۔ کسی[1] کے پاس ہزار روپے نقد موجود ہیں لیکن وہ پورے ہزار روپے کا یا اس سے بھی زائد کا قرضدار ہے تو اس کو بھی زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے اور قرضہ ہزار روپیہ سے کم ہو تو دیکھو قرضہ دیکر کتنے روپے بچتے ہیں اگر اتنے بچیں جتنے میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو اس کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست نہیں اور اگر اس سے کم بچیں تو دینا درست ہے۔

مسئلہ۔ ایک[2] شخص اپنے گھر کا بڑا مالدار ہے لیکن کہیں سفر میں ایسا اتفاق ہوا کہ اس کے پاس کچھ خرچ نہیں رہا سارا مال چوری ہو گیا یا اور کوئی وجہ ایسی ہوئی کہ اب گھر تک پہونچنے بھر کا بھی خرچ نہیں ہے ایسے شخص کو بھی زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے ایسے ہی اگر حاجی کے پاس راستہ میں خرچ چک گیا اور اسکے گھر میں بہت مال و دولت ہے اس کو بھی دینا درست ہے۔

مسئلہ۔ زکوٰۃ[3] کا پیسہ کسی کافر کو دینا درست نہیں مسلمان ہی کو دیوے اور زکوٰۃ اور عشر اور صدقۂ فطر اور نذر اور کفارہ کے سوا اور خیر خیرات کافر کو بھی دینا درست ہے۔

مسئلہ۔ زکوٰۃ[4] کے پیسے سے مسجد بنوانا یا کسی لاوارث مردہ[ع] کا گور وکفن کر دینا یا مردے کی طرف سے اس کا قرضہ ادا کر دینا یا کسی اور نیک کام میں لگا دینا درست نہیں جب تک کسی مستحق کو دے نہ دیا جاوے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی

مسئلہ۔ اپنی[5] زکوٰۃ کا پیسہ اپنے ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی پردادا

[ع] مردے کا لاوارث ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ اگر وارث والا بھی ہو تب بھی اس کے گور وکفن کرنے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی ہاں اگر روپیہ زکوٰۃ کی نیت سے اس کے غریب وارثوں کو دیدیا جاوے اور وہ اس روپے کو اپنی طرف سے گور وکفن میں صرف کر دیں تو جائز ہے پس لاوارث کی قید بنا بر واقعہ ہے کیونکہ عام طور پر لوگ وارثوں ہی کی اعانت کرتے ہیں ۱۲ تصحیح الاغلاط

[1] ومن مصارف الزکوٰۃ من لزمہ دین ولا یملک نصابا فاضلا عن دینہ او کان لہ مال علی الناس لا یمکن اخذہ ۱۲ عالمگیری صفحہ ۱۸۸

[2] وکذا المسافر الذی لہ مال فی وطنہ یجوز لہ ان یاخذ من الزکوٰۃ مقدار البلاغ الی وطنہ ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۱۲۸

[3] ولا الی ذمی ۱۲ مختصر وقایہ صفحہ ۸۲ ولا یجوز صرف الزکوٰۃ الی کافر حربیا کان او ذمیا ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۱۲۸ وقال القدوری یدفع الیہ ما سوی ذلک قال المحشی اراد بذلک صدقۃ الفطر والنذور والکفارات ۱۲ مع الہدایہ صفحہ ۱۸

[4] ولا یبنی بہا مسجد ولا یکفن بہا میت ولا یقضی بہا دین میت ۱۲ ہدایہ صفحہ ۱۸۹ ولذا الحج والعتق واعتاق العبد ۱۲ قاضی خاں

[5] ولا یدفع المزکی زکوٰۃ مالہ الی ابیہ وجدہ وان علا ولا الی ولدہ وولد ولدہ وان سفل ولا الی امرأتہ ولا تدفع المرأۃ الی زوجہا ۱۲ ہدایہ صفحہ ۱۸۶

وغیرہ جن لوگوں سے یہ پیدا ہوئی ہے ان کو دینا درست نہیں ہے۔ اسی طرح اپنی اولاد اور پوتے پرپوتے نواسے وغیرہ جو لوگ اسکی اولاد میں داخل ہیں ان کو بھی دینا درست نہیں ایسے ہی بی بی اپنے میاں کو اور میاں بی بی کو زکواۃ نہیں دے سکتے۔

مسئلہ[1]۔ ان رشتہ داروں کے سوا اور سب کو زکواۃ دینا درست ہے جیسے بھائی بہن، بھتیجی، بھانجی، چچا، پھوپی، خالہ، ماموں، سوتیلی ماں، سوتیلا باپ، ساس خسر وغیرہ سب کو دینا درست ہے۔

مسئلہ۔ نابالغ[2] لڑکے کا باپ اگر مالدار ہو تو اس کو زکواۃ دینا درست نہیں اور اگر لڑکا لڑکی بالغ ہو گئے اور خود وہ مالدار نہیں لیکن ان کا باپ مالدار ہے تو انکو دینا درست ہے۔

مسئلہ۔ اگر چھوٹے[3] بچے کا باپ تو مالدار نہیں لیکن ماں مالدار ہے تو اس بچے کو زکواۃ کا پیسہ دینا درست ہے۔

مسئلہ[4]۔ سیّدوں کو اور علویوں کو اسی طرح جو حضرت عباسؓ کی یا حضرت جعفرؓ کی یا حضرت عقیلؓ یا حضرت حارثؓ بن عبدالمطلب کی اولاد میں ہوں ان کو زکواۃ کا پیسہ دینا درست نہیں اسی طرح جو صدقہ شریعت سے واجب ہو اس کا دینا بھی درست نہیں جیسے نذر کفارہ عشر صدقہ فطر اور اس کے سوا اور کسی صدقہ خیرات کا دینا درست ہے۔

مسئلہ[5]۔ گھر کے نوکر چاکر خدمتگار، ماما، دائی، کھلائی وغیرہ کو بھی زکواۃ کا پیسہ دیدینا درست ہے لیکن ان کی تنخواہ میں نہ حساب کرے بلکہ تنخواہ سے زائد بطور انعام اکرام کے دیدے اور دل میں زکواۃ دینے کی نیت رکھے تو درست ہے۔

مسئلہ[6]۔ جس لڑکے کو تم نے دودھ پلایا ہے اسکو اور جس نے بچپن میں تمکو دودھ پلایا ہے اس کو بھی زکواۃ کا پیسہ دینا درست ہے۔

مسئلہ[7]۔ ایک عورت کا مہر ہزار روپیہ ہے لیکن اس کا شوہر بہت غریب ہے

[1] ویجوز الی سائر قرابۃ کالاخوۃ والاخوات والاعمام والعمات والاخوال والخالات ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۲۸

[2] ولا الی ولد غنی اذا کان صغیرا لانہ یعد غنیا بمال ابیہ بخلاف ما اذا کان کبیرا فقیرا ۱۲ ہدایہ صفحہ ۱۸۶

[3] بخلاف ولدہ الکبیر وابیہ وامرأتہ الفقیرۃ وطفل الغنیۃ فیجوز ۱۲ درمختار صفحہ ۱۳۱

[4] ولا تدفع الی بنی ہاشم وہم آل علی وآل عباس وآل جعفر وآل عقیل وآل الحارث بن عبدالمطلب ومولیہم ۱۲

[5] وکذا یجوز ما یدفعہ الی الخدم من الرجال والنساء فی الاعیاد وغیرہا بنیۃ الزکواۃ ۱۲ عالمگیری صفحہ ۱۹

[6] دیکھو صفحہ ۴۵ پر حاشیہ ۲

[7] ولو دفع الی اختہ ولہا علی زوجہا مہر یبلغ نصابا وکان الزوج ملیا مقرا ولو طلبت لا یمنع عن الاداء لا یجوز صرف زکواۃ الیہا وان کان فقیرا او غنیا الا انہ لا یعطی لو طلبت جاز الصرف الیہا ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۱۲۸

مہر ادا نہیں کر سکتا تو ایسی عورت کو بھی زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے اور اگر اس کا شوہر امیر ہے لیکن مہر دیتا نہیں یا اس نے اپنا مہر معاف کر دیا تو بھی زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے اور اگر یہ امید ہے کہ جب مانگوں گی تو وہ ادا کر دے گا کچھ تامل نہ کرے گا تو ایسی عورت کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست نہیں۔

مسئلہ۔ ایک شخص کو مستحق سمجھ کر زکوٰۃ دیدی پھر معلوم ہوا کہ وہ تو مالدار ہے یا سید ہے یا اندھیاری رات میں کسی کو دیدیا پھر معلوم ہوا کہ وہ تو میری ماں تھی یا میری لڑکی تھی یا اور کوئی ایسا رشتہ دار ہے جسکو زکوٰۃ دینا درست نہیں تو ان سب صورتوں میں زکوٰۃ ادا ہوگئی دوبارہ ادا کرنا واجب نہیں۔ لیکن لینے والے کو اگر معلوم ہو جاوے کہ یہ زکوٰۃ کا پیسہ ہے اور میں زکوٰۃ لینے کا مستحق نہیں ہوں تو نہ لیوے اور پھیر دیوے اور اگر دینے کے بعد معلوم ہو کہ جسکو دیا ہے وہ کافر ہے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی پھر ادا کرے۔

مسئلہ۔ اگر کسی پر شبہ ہو کہ معلوم نہیں مالدار ہے یا محتاج ہے تو جب تک تحقیق نہ ہو جاوے اسکو زکوٰۃ نہ دیوے۔ اگر بے تحقیق کے دیدیا تو دیکھو دل زیادہ کدھر جاتا ہے۔ اگر دل یہ گواہی دیتا ہے کہ وہ فقیر ہے تو زکوٰۃ ادا ہو گئی اور اگر دل یہ کہے کہ وہ مالدار ہے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی پھر سے دیوے لیکن اگر دینے کے بعد معلوم ہو جاوے کہ وہ غریب ہی ہے تو پھر سے نہ دے زکوٰۃ ادا ہو گئی۔

مسئلہ۔ زکوٰۃ کے دینے میں اور زکوٰۃ کے سوا اور صدقہ خیرات میں سب سے زیادہ اپنے رشتہ ناتے کا لوگوں کا خیال رکھو کہ پہلے ان ہی لوگوں کو دو لیکن اُن سے یہ نہ بتاؤ کہ یہ صدقہ اور خیرات کی چیز ہے تاکہ وہ برا نہ مانیں حدیث شریف میں آیا ہے کہ قرابت والوں کو خیرات دینے سے دہرا ثواب ملتا ہے ایک تو خیرات کا دوسرا اپنے عزیزوں کے ساتھ سلوک و احسان کرنے کا۔ پھر جو کچھ ان سے بچے وہ اور لوگوں کو دو۔

۱ اذا دفع الزکوٰۃ الی رجل یظنہ فقیرا ثم بان انہ غنی او ہاشمی او کافر او دفع فی ظلمۃ فبان انہ ابوہ او ابنہ فلا اعادۃ علیہ وقال ابو یوسف علیہ الاعادۃ ۱۲ قدوری صہ ۸۱

۲ وہذا اذا تحری فدفع واما اذا شک ولم یتحر او تحری فدفع وفی اکبر رایہ انہ لیس بمصرف لا یجزیہ الا اذا علم انہ فقیر ہو الصحیح ۱۲ ہدایہ صہ ۱۸۷

۳ الا ان ینقلہا الانسان الی قرابتہ او الی قوم ہم احوج من اہل بلدہ لما فیہ من الصلۃ او زیادۃ دفع الحاجۃ ۱۲ ہدایہ صہ ۱۸۸

۴ وعن سلیمان بن عامر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصدقۃ علی المسکین صدقۃ وہی علی ذی الرحم ثنتان صدقۃ وصلۃ رواہ احمد والترمذی ۱۲ مشکوٰۃ شریف صہ ۱۷۰

مسئلہ[1]۔ ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر میں بھیجنا مکروہ ہے ہاں اگر دوسرے شہر میں اس کے رشتہ دار رہتے ہیں ان کو بھیجدیا۔ یا یہاں والوں کے اعتبار سے وہاں کے لوگ زیادہ محتاج ہیں یا وہ لوگ دین کے کام میں لگے ہیں ان کو بھیجدیا تو مکروہ نہیں کہ طالب علموں اور دیندار عالموں کو دینا بڑا ثواب ہے۔

صدقۂ فطر کا بیان

مسئلہ[2]۔ جو مسلمان اتنا مالدار ہو کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہو یا اس پر زکوٰۃ تو واجب نہیں لیکن ضروری اسباب سے زائد اتنی قیمت کا مال و اسباب ہے جتنی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو اس پر عید کے دن صدقہ دینا واجب ہے چاہے وہ سوداگری کا مال ہو یا سوداگری کا نہ ہو اور چاہے سال پورا گذر چکا ہو یا نہ گذرا ہو اور اس صدقہ کو شرع میں صدقۂ فطر کہتے ہیں۔

مسئلہ[3]۔ کسی کے پاس رہنے کا بڑا بھاری گھر ہے کہ اگر بیچا جائے تو ہزار پانچسو کا بکے اور پہننے کے بڑے قیمتی قیمتی کپڑے ہیں مگر ان میں گوٹہ لچکہ نہیں اور خدمت کے لئے دو چار خدمتگار رہیں۔ گھر میں ہزار پانسو کا ضروری اسباب بھی ہے مگر زیور نہیں اور وہ سب کام میں آیا کرتا ہے یا کچھ اسباب ضرورت سے زیادہ بھی ہے اور کچھ گوٹہ لچکہ اور زیور بھی ہے لیکن وہ اتنا نہیں جتنے پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو ایسے پر صدقہ فطر واجب نہیں ہے

مسئلہ[4]۔ کسی کے دو گھر ہیں ایک میں خود رہتی ہے اور ایک خالی پڑا ہے یا کرایہ پر دیدیا ہے تو یہ دوسرا مکان ضرورت سے زائد ہے اگر اس کی قیمت اتنی ہو جتنی پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو اس پر صدقۂ فطر واجب ہے۔ اور ایسے کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا بھی جائز نہیں۔ البتہ اگر اسی پر اس کا گذارہ ہو تو یہ مکان بھی ضروری اسباب میں داخل ہو جاوے گا اور اس پر صدقۂ فطر واجب نہ ہوگا اور زکوٰۃ کا پیسہ لینا اور دینا بھی درست ہوگا خلاصہ یہ ہوا کہ جسکو زکوٰۃ

[1] حوالۂ بالا ۱۲

[2] وتجب علی حر مسلم له نصاب الزکوٰۃ وان لم یتم مال الشارح وان کان من غیر هذه الاحوال کذا لا یکون للسکنی ولا للتجارۃ وقیمتها تبلغ النصاب تجب بها صدقۃ الفطر مع انه لا تجب بها الزکوٰۃ ۱۲ شرح وقایہ ص۳۰۳

[3] والغنا الذی هو شرط لوجوب صدقۃ الفطران علیک نصابا اومالا قیمة قیمة نصاب فاضلا عن مسکنه وثیاب بدنه واثاثه وفرسه وسلاحه ولا یعتبر فیه وصف النماء ۱۲ قاضی خاں ص۱۰۹

[4] واذا کان ۔ دار لا یسکنها ولا یؤجرها او لا یؤاجرها یعتبر قیمتها فی الغناء وکذا اذا سکنها وفضل عن سکناه بیتی یعتبر فیه قیمة الفاضل فی النصاب ویتعلق بهذا النصاب احکام وجوب صدقۃ الفطر والاضحیة وحرمة وضع الزکوٰۃ فیه ۱۲ حوالہ بالا

اور صدقہ کا پیسہ لینا درست ہے اس پر صدقہ فطر واجب نہیں اور جسکو صدقہ
اور زکوٰۃ کا لینا درست نہیں اس پر صدقۂ فطر واجب ہے۔ (یعنی صدقۂ واجب)

مسئلہ[1]۔ کسی کے پاس ضروری اسباب سے زائد مال اسباب ہے لیکن وہ قرضدار
بھی ہے تو قرضہ مجرا کرکے دیکھو کہ کیا بچتا ہے اگر اتنی قیمت کا اسباب بچ رہے جتنے
میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو صدقہ فطر واجب ہے اور اگر اس سے کم بچے تو
واجب نہیں۔ (یا انہیں صدقہ فطر واجب ہوتا ہے ۱۲)

مسئلہ۔ عید[2] کے دن جس وقت فجر کا وقت آتا ہے اسی وقت یہ صدقہ واجب
ہوتا ہے تو اگر کوئی فجر کا وقت آنے سے پہلے ہی مر گیا اس پر صدقۂ فطر واجب نہیں
اس کے مال میں سے نہ دیا جاوے گا۔

مسئلہ۔ بہتر[3] یہ ہے کہ جس وقت مرد لوگ نماز کے لئے عیدگاہ جاتے ہیں اس
سے پہلے ہی صدقہ دیدے اگر پہلے نہ دیا تو خیر بعد سہی۔

مسئلہ۔ کسی[4] نے صدقۂ فطر عید کے دن سے پہلے ہی رمضان میں دے دیا
تب بھی ادا ہو گیا اب دوبارہ دینا واجب نہیں۔

مسئلہ۔ اگر کسی[4] نے عید کے دن صدقۂ فطر نہ دیا تو معاف نہیں ہوا
اب کسی دن دیدینا چاہیئے۔

مسئلہ۔ صدقۂ[5] فطر فقط اپنی طرف سے واجب ہے کسی اور[ع] کی طرف سے
ادا کرنا واجب نہیں نہ بچوں کی طرف سے نہ ماں باپ کی طرف سے نہ کسی
اور کی طرف سے۔

مسئلہ[6]۔ اگر چھوٹے بچے کے پاس اتنا مال ہو جتنے کے ہونے سے صدقۂ فطر
واجب ہوتا ہے جیسے اس کا کوئی رشتہ دار مر گیا اس کے مال سے اس بچے
کو حصہ ملا یا کسی اور طرح سے بچے کو مل گیا تو اس بچے کے مال میں سے صدقہ

---

[1] ومن کان علیہ دین یحیط بمالہ فلا زکوٰۃ علیہ وان کان مالہ اکثر عن دینہ زکی الفاضل اذا بلغ نصابا ۱۲ ہدایہ صفحہ ۱۶۶

[2] وجوب الفطرۃ یتعلق بطلوع الفجر من یوم الفطر قال الشارح حتی ان من اسلم او ولد لیلۃ الفطر تجب فطرۃ عندنا عکسہ وعندہ لا تجب وعلی عکسہ من مات فیہا ۱۲ ہدایہ صفحہ ۱۹۱

[3] والمستحب ان یخرج الناس الفطرۃ قبل الخروج الی المصلے ۱۲ قدوری صفحہ ۸۳

[4] ولو اخرت لا یسقط ۱۲ ایضاً

[5] واشار لسان الام لا یجب علیہا صدقۃ اولادہا الصغار کما فی منیۃ المفتی ۱۲ شامی صفحہ ۴۷

[6] قید بالفقیر لان الطفل الغنی تجب صدقۃ فطرہ فی مالہ کما ملعدم وجوب نفقۃ ۱۲ ایضاً

[ع] یہ حکم عورتوں کا ہے اور مرد پر نابالغ اولاد کی طرف سے دینا بھی واجب ہے لیکن اگر وہ اولاد مالدار ہو تو باپ کے ذمہ واجب نہیں بلکہ ان ہی کے مال میں سے دیوے اور بالغ اولاد کی طرف سے بھی دینا واجب نہیں البتہ اگر کوئی لڑکا مجنون ہو تو اسکی طرف سے بھی دے ۱۲

ادا کرے لیکن اگر وہ بچہ عید کے دن صبح ہونے کے بعد پیدا ہوا ہو تو اسکی طرف سے صدقۂ فطر واجب نہیں ہے۔

مسئلہ[۱۱]۔ جس شخص نے کسی وجہ سے رمضان کے روزے نہیں رکھے اسپر بھی یہ صدقہ واجب ہے اور جس نے روزے رکھے اس پر بھی واجب ہے دونوں میں کچھ فرق نہیں۔

مسئلہ[۱۲]۔ صدقۂ فطر میں اگر گیہوں یا گیہوں کا آٹا یا گیہوں کے ستو دیوے تو اسّی کے سیر یعنی انگریزی تول سے آدھی چھٹانک اوپر پونے دو سیر بلکہ احتیاط کے لئے پورے دو سیر یا کچھ اور زیادہ دیدینا چاہئے کیونکہ زیادہ ہونے میں کچھ حرج نہیں ہے بلکہ بہتر ہے اور اگر جو یا جو کا آٹا دیوے تو اس کا دونا دینا چاہئے۔

مسئلہ[۱۳]۔ اگر گیہوں اور جو کے سوا کوئی اور اناج دیا جیسے چنا جوار تو اتنا دیوے کہ اسکی قیمت اتنے گیہوں یا اتنے جو کے برابر ہو جاوے جتنے اوپر بیان ہوئے۔

مسئلہ[۱۴]۔ اگر گیہوں اور جو نہیں دئے بلکہ اتنے گیہوں اور جو کی قیمت دیدی تو یہ سب سے بہتر ہے۔

مسئلہ[۱۵]۔ ایک آدمی کا صدقۂ فطر ایک ہی فقیر کو دیدے یا تھوڑا تھوڑا کرکے کئی فقیروں کو دیدے دونوں باتیں جائز ہیں۔

مسئلہ[۱۶]۔ اگر کئی آدمیوں کا صدقۂ فطر ایک ہی فقیر کو دیدیا یہ بھی درست ہے۔

مسئلہ[۱۷]۔ صدقۂ فطر کے مستحق بھی وہی لوگ ہیں جو زکوٰۃ کے مستحق ہیں۔

قربانی کا بیان

قربانی کرنے کا بڑا ثواب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

ع اور سو روپے کے سیر کے حساب سے ۲۲ چھٹانک ۳/۴ ۴ تولہ یعنی ۲۳ چھٹانک کے قریب بس پورا ۲۳ چھٹانک دیدے۔

[۱] عن نفسہ وان لم یصم لعذر قال المحشی فحینئذ تجب علیہ الفطرۃ وان لم یفطر عامداً ۱۲ ایضاً

[۲] یجب نصف صاع من براو دقیقہ او سویقہ او صاع تمر او شعیر ھو ای الصاع المعتبر مایسع الفاً واربعین درہماً من ماش او عدس قال المحشی اعلم ان الصاع اربعۃ امداد والمد رطلان والرطل نصف من والمن بالدراہم مائتان وستون درہما الخ ۱۲ ایضاً

[۳] ومالم ینص علیہ کذرۃ وخبز یعتبر فیہ القیمۃ ۱۲ شامی صفحہ ۷۶

[۴] ودفع القیمۃ ای الدراہم افضل من دفع العین ۱۲

[۵] وجاز دفع کل شخص فطرتہ الی مسکین او مساکین ۱۲ درمختار الرد صفحہ ۸۰

[۶] کما جاز دفع صدقۃ جماعۃ الی مسکین واحد بلا خوف ۱۲ ایضاً

[۷] عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما عمل ابن آدم من عمل یوم النحر احب الی اللہ تعالیٰ من اہراق الدم وانہ لیاتی یوم القیمۃ بقرونہا واشعارہا واظلافہا وان الدم لیقع من اللہ بمکان قبل ان یقع بالارض فطیبوا بہا نفسہا رواہ الترمذی ۱۲ مشکوٰۃ

قربانی کے دنوں میں قربانی سے زیادہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ اُن دنوں میں یہ نیک کام سب نیکیوںؑ سے بڑھ کر ہے۔ اور قربانی کرتے وقت یعنی ذبح کرتے وقت خون کا جو قطرہ زمین پر گرتا ہے تو زمین تک پہونچنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے پاس مقبول ہو جاتا ہے تو خوب خوشی سے اور خوب دل کھول کر قربانی کیا کرو اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قربانیؐ کے بدن پر جتنے بال ہوتے ہیں ہر ہر بال کے بدلے میں ایک ایک نیکی لکھی جاتی ہے سبحان اللہ بھلا سوچو تو کہ اس سے بڑھ کر اور کیا ثواب ہوگا کہ ایک قربانی کرنے سے ہزاروں لاکھوں نیکیاں ملجاتی ہیں۔ بھیڑی کے بدن پر جتنے بال ہوتے ہیں اگر کوئی صبح سے شام تک گنے تب بھی نہ گن پاوے پس سوچو تو کہ کتنی نیکیاں ہوئیں۔ بڑی دینداری کی بات تو یہ ہے کہ اگر کسی پر قربانی کرنا واجب بھی نہ ہو تب بھی اتنے بے حساب ثواب کے لالچ سے قربانی کر دینا چاہئے کہ جب یہ دن چلے جاویں گے تو یہ دولت کہاں نصیب ہوگی اور اتنی آسانی سے اتنی نیکیاں کیسے کما سکے گی اور اگر اللہ نے مالدار اور امیر بنایا ہو تو مناسب ہے کہ جہاں اپنی طرف سے قربانی کرے جو رشتہ دار مر گئے ہیں جیسے ماں باؐپ وغیرہ ان کی طرف سے بھی قربانی کر دے کہ ان کی روح کو اتنا بڑا ثواب پہنچ جاوے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آپ کی بیبیوں کی طرف سے اپنے پیر وغیرہ کی طرف سے کر دے اور نہیں تو کم سے کم اتنا تو ضرور کرے کہ اپنی طرف سے قربانی کرے کیونکہ مالدار پر تو واجب ہے۔ جس کے پاس مال و دولت سب کچھ موجود ہے اور قربانی کرنا اس پر واجب ہے پھر بھی اس نے قربانی نہ کی اس سے بڑھ کر بدنصیب اور محروم اور کون ہوگا۔ اور گناہ رہا سو الگ جب قربانی کا جانور قبلہؐ رخ لٹاوے تو پہلے یہ دعا پڑھے۔ اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ

ع یعنی فرض کاموں کے علاوہ اور سب نیک کاموں سے بڑھ کر ہے ۱۲

ؑ عن زید بن ارقم قال قال اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا رسول اللہ ما ہذہ الاضاحی قال سنۃ ابیکم ابراہیم علیہ السلام قالوا فما لنا فیہا یا رسول اللہ قال بکل شعرۃ حسنۃ قالوا فالصوف یا رسول اللہ قال بکل شعرۃ من الصوف حسنۃ رواہ احمد وابن ماجہ ۱۲ مشکوٰۃ صفحہ ۱۲۹

ؐ وعن حنش قال رأیت علیا یضحی بکبشین فقلت لہ ما ہذا فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوصانی ان اضحی عنہ فانا اضحی عنہ رواہ ابو داؤد وروی الترمذی نحوہ ۱۲ حوالہ بالا

ؐ عن جابر قال ذبح النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الذبح کبشین اقرنین املحین موجوئین فلما وجہہما قال انی وجہت وجہی الخ ۱۲ مشکوٰۃ صفحہ ۱۲۰

أُمِرْتُ وَاَنَاْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہکے ذبح کرے اور ذبح کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْهُ مِنِّيْ[ع] كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِيْبِكَ مُحَمَّدٍ وَّخَلِيْلِكَ اِبْرٰهِيْمَ عَلَيْهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

مسئلہ۔ جس[۱] پر صدقہ فطر واجب ہے اس پر بقر عید کے دنوں میں قربانی کرنا بھی واجب ہے اور اگر اتنا مال نہ ہو جتنے کے ہونے سے صدقہ فطر واجب ہوتا ہے تو اس پر قربانی واجب نہیں ہے لیکن پھر بھی اگر کر دیوے تو بہت ثواب پاوے

مسئلہ۔ مسافر[۲] پر قربانی کرنا واجب نہیں۔

مسئلہ۔ بقر عید[۳] کی دسویں تاریخ سے لیکر بارھویں تاریخ کی شام تک قربانی کرنے کا وقت ہے چاہے جسدن قربانی کرے لیکن قربانی کرنے کا سب سے بہتر دن بقر عید کا دن ہے پھر گیارھویں تاریخ پھر بارھویں تاریخ۔

مسئلہ۔ بقر عید[۴] کی نماز ہونے سے پہلے قربانی کرنا درست نہیں ہے جب لوگ نماز پڑھ چکیں تب کرے البتہ اگر کوئی کسی دیہات میں اور گاؤں میں رہتی ہو تو وہاں فجر[ع] کی نماز کے بعد بھی قربانی کر دینا درست[ع] ہے شہر کے اور قصبہ کے رہنے والے نماز کے بعد کریں۔

مسئلہ۔ اگر کوئی[۵] شہر کی رہنے والی اپنی قربانی کا جانور کسی گانوں میں بھیجدیوے تو اسکی قربانی نماز سے پہلے بھی درست ہے اگرچہ خود وہ شہر ہی میں موجود ہے لیکن جب قربانی دیہات میں بھیجدی تو نماز سے پہلے قربانی کرنا درست ہو گیا۔ ذبح ہو جانے کے بعد اسکو منگوا لے اور گوشت کھاوے۔

مسئلہ۔ بارھویں[۶] تاریخ سورج ڈوبنے سے پہلے پہلے قربانی کرنا درست ہے جب سورج ڈوب گیا تو اب قربانی کرنا درست نہیں۔

[ع] اگر کسی اور کی طرف سے ذبح کرے تو مِنِّیْ کی جگہ مِنْ فُلَانٍ کہے اور فُلَانٍ کی جگہ اس کا نام لیوے ۱۲

[ع] عبارت میں تسامح ہے مطلب یہ ہے کہ طلوع صبح صادق کے بعد بھی درست ہے ۱۲

[ع] اور نماز بقر عید کے بعد تو قربانی کا گاؤں میں درست ہونا بہت ہی ظاہر ہے۔ ۱۲

---

[۱] ولاتجب الا من علیہ الفطر وانما یجب لقولہ علیہ السلام من وجد سعۃ ولم یضح فلا یقربن مصلانا ۱۲ شرح وقایہ صفحہ ۱۳۶ درمختار صفحہ ۱۰۰ حوالہ بالا

[۲] فلا تجب علی حاج مسافر ۱۲

[۳] فجر یوم النحر الی آخر ایامہ وہی ثلثۃ افضلہا اولہا ۱۲

[۴] واول وقتہا بعد الصلوٰۃ ان ذبح فی مصر وبعد طلوع فجر ان ذبح فی غیرہ ۱۲ ایضاً

[۵] فحیلۃ مصری اراد التعجیل ان یخرجہا لخارج المصر فیضحی بہا اذا طلع الفجر مجتبی ۱۲ حوالہ بالا

[۶] وآخرہ قبل غروب الیوم الثالث ۱۲ شرح وقایہ صفحہ ۲۳۶

مسئلہ۔ دسویں[1] سے بارھویں تک جب جی چاہے قربانی کرے چاہے دن میں چاہے رات میں لیکن رات کو ذبح کرنا بہتر نہیں کہ شاید کوئی رگ نہ کٹے اور قربانی درست نہ ہو۔

مسئلہ۔ دسویں[2] گیارھویں تاریخ سفر میں تھی پھر بارھویں تاریخ سورج ڈوبنے سے پہلے گھر پہنچ گئی یا پندرہ دن کہیں ٹھہرنے کی نیت کرلی تو اب قربانی کرنا واجب ہوگیا اسی طرح اگر پہلے اتنا مال نہ تھا اس لئے قربانی واجب نہ تھی پھر بارھویں تاریخ سورج ڈوبنے سے پہلے کہیں سے مال مل گیا تو قربانی کرنا واجب ہے

مسئلہ۔ اپنی[3] قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا بہتر ہے اگر خود ذبح کرنا نہ جانتی ہو تو کسی اور سے ذبح کروالے۔ اور ذبح کے وقت وہاں جانور کے سامنے کھڑی ہوجانا بہتر ہے اور اگر ایسی جگہ ہے کہ پردہ کی وجہ سے سامنے نہیں کھڑی ہوسکتی تو بھی خیر کچھ حرج نہیں۔

مسئلہ۔ قربانی[4] کرتے وقت زبان سے نیت پڑھنا اور دعا پڑھنا ضروری نہیں ہے اگر دل میں خیال کرلیا کہ میں قربانی کرتی ہوں اور زبان سے کچھ نہیں پڑھا فقط بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کے ذبح کردیا تو بھی قربانی درست ہوگئی لیکن اگر یاد ہو تو وہ دعا پڑھ لینا بہتر ہے جو اوپر بیان ہوئی۔

مسئلہ۔ قربانی[5] فقط اپنی طرف سے کرنا واجب ہے اولاد کی طرف سے واجب نہیں بلکہ اگر نابالغ اولاد مالدار بھی ہو تب بھی اسکی طرف سے کرنا واجب نہیں نہ اپنے مال میں سے نہ اس کے مال میں سے۔ اگر کسی[6] نے اسکی طرف سے قربانی کردی تو نفل ہوگئی لیکن اپنے ہی مال سے کرے اسکے مال میں سے ہرگز نہ کرے۔

مسئلہ۔ بکری[7]۔ بکرا۔ بھیڑ۔ دنبہ۔ گائے۔ بیل۔ بھینس۔ بھینسا۔ اونٹ۔ اونٹنی اتنے جانوروں کی قربانی درست ہے اور کسی جانور کی قربانی درست نہیں۔

مسئلہ۔ گائے[8]۔ بھینس۔ اونٹ میں اگر سات آدمی شریک ہوکر قربانی کریں

---

[1] ولو نحر یوم النحر الی آخر ایام قال المحشی دخل فیہا اللیل وان کرہ ۱۲ شامی صفحہ ۲۰۱ جلد ۵

[2] ولو علیہ تخرج ما اذا صار اہلا للوجوب فی آخرہ بان اسلم او اعتق او ایسر او اقام تمرتاشی ۱۲

[3] والافضل ان یذبح اضحیتہ بیدہ ان کان یحسن الذبح وان کان لا یحسنہ فالافضل ان یستعین بغیرہ واذا استعان بغیرہ ینبغی ان یشہدہا بنفسہ لقولہ علیہ السلام یا فاطمہ الخ ۱۲ ہدایہ صفحہ ۴۴

[4] ولا یشترط ان یقول بلسانہ ما نوی بقلبہ کما فی الصلوٰۃ ۱۲ شامی صفحہ ۲۷۴

[5] لنفسہ لا لطفلہ فی ظاہر الروایۃ ۱۲ شرح وقایہ صفحہ ۲۳۶

[6] وان کان للصغیر مال یضحی عنہ ابوہ او وصیہ من مالہ عند ابی حنیفۃ وابی یوسف رحمہما اللہ وقال محمد وزفر والشافعی رحمہم اللہ یضحی من مال نفسہ لا من مال الصغیر ۱۲ ہدایہ صفحہ ۴۲۸

[7] والاضحیۃ من الابل والبقر والغنم ۱۲ ہدایہ صفحہ مذکور وقال الشامی الجاموس نوع من البقر والمعز نوع من الغنم بدلیل ضمہا فی الزکوٰۃ ۱۲ شامی صفحہ ۲۰۴ جلد ۴

[8] تجب شاۃ او سبع بدنۃ ہی الابل والبقر ولو لاحدہم اقل من سبع لم یجز عن احد ویجزی عما دون سبعۃ بالاولیٰ ۱۲ شامی صفحہ ۲۰۰ جلد ۵ ولو ارادوا القربۃ من القرب اجزاہم سواء کانت القربۃ واجبۃ او تطوعا ۱۲ عالمگیری

تو بھی درست ہے لیکن شرط یہ ہے کہ کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو اور سب کی نیت قربانی کرنے کی یا عقیقہ کی ہو صرف گوشت کھانے کی نیت نہ ہو۔ اگر کسی کا حصہ ساتویں حصے سے کم ہو گا تو کسی کی قربانی درست نہ ہوگی نہ اس کی جس کا پورا حصہ ہے نہ اس کی جس کا ساتویں سے کم ہے۔

مسئلہ۔ اگر جانور میں سات آدمیوں سے کم لوگ شریک ہوئے جیسے پانچ آدمی شریک ہوئے یا چھ آدمی شریک ہوئے اور کسی کا حصہ ساتویں حصے سے کم نہیں تب بھی سب کی قربانی درست ہے اور اگر آٹھ آدمی شریک ہوگئے تو کسی کی قربانی صحیح نہیں ہوئی۔

مسئلہ۔ قربانی کے لئے کسی نے گائے خریدی اور خریدتے وقت یہ نیت کی کہ اگر کوئی اور مل گیا تو اسکو بھی اس گائے میں شریک کرلیں گے اور ساجھے میں قربانی کریں گے اس کے بعد کچھ اور لوگ اس گائے میں شریک ہوگئے تو یہ درست ہے اور اگر خریدتے وقت اس کی نیت شریک کرنے کی نہ تھی بلکہ پوری گائے اپنی طرف سے قربانی کرنے کا ارادہ تھا تو اب اسمیں کسی اور کا شریک ہونا بہتر تو نہیں ہے لیکن اگر کسی کو شریک کرلیا تو دیکھنا چاہیئے جس نے شریک کیا ہے وہ امیر ہے کہ اس پر قربانی واجب ہے یا غریب ہے جسپر قربانی واجب نہیں اگر امیر ہے تو درست ہے اور اگر غریب ہے تو درست نہیں۔

مسئلہ۔ اگر قربانی کا جانور کہیں گم ہوگیا اس لئے دوسرا خریدا پھر وہ پہلا بھی مل گیا اگر امیر آدمی کو ایسا اتفاق ہوا تو ایک ہی جانور کی قربانی اسپر واجب ہے اور اگر غریب آدمی کو ایسا اتفاق ہوا تو دونوں جانور کی قربانی اسپر واجب ہوگی

مسئلہ۔ سات آدمی گائے میں شریک ہوئے تو گوشت بانٹتے وقت انکل سے نہ بانٹیں بلکہ خوب ٹھیک ٹھیک تول کر بانٹیں نہیں تو اگر کوئی حصہ کم زیادہ رہے گا تو سود ہو جاوے گا اور گناہ ہوگا۔ البتہ اگر گوشت کے ساتھ کلہ پائے اور

ع اس مرتبہ عبارت درست کی گئی ہے۔ ۱۲

لہ حوالہ بالا ۱۲

عہ ولو اشترى بقرة يريد ان يضحي بها عن نفسه ثم اشترك فيها ستة معه جاز استحسانا و الاحسن ان يفعل ذلك قبل الشراء ليكون ابعد عن الخلاف ۱۲ ہدایہ صفحہ ۴۲۵

ذكره الا ان يريد حين اشتراها ان يشركهم فيها فلا يكره وهذا اذا كان موسرا وان كان معسرا فقد وجب بالشراء فلا يجوز ان يشرك فيها ۱۲

سہ ولو ضلت او سرقت فشرى اخرى فظهرت فعلى الغني احداهما وعلى الفقير كلاهما شمنى ۱۲ درمختار مع الشامی صفحہ ۲۰۷

عہ دونوں میں سے خواہ کسی کی قربانی کردے لیکن اسمیں اتنی تفصیل ہے کہ اگر پہلے جانور کی قربانی کرے تب تو خیر اور اگر دوسرے جانور کی قربانی کرے تو دیکھنا چاہیئے کہ وہ قیمت میں پہلے جانور سے کم تو نہیں اگر کم ہو تو جتنے دام کم ہوں اتنے دام غریبوں کو خیرات کردینا مستحب ہے ۱۲

ھہ اس مسئلہ پر شبہ اور اس کا جواب صفحہ ۱۶ تتمہ ثالثہ امداد الفتاوی میں موجود ہے ۱۲ تصحیح الاغلاط۔ جس میں مسئلہ ہذا کی تائید ہے ۱۲

تہ واذا جاز على الشركة فقسمة اللحم بالوزن لانه موزون ولو اقتسموا جزافا لا يجوز الا اذا كان معه شئ من الاكارع والجلد اعتبارا بالبيع ۱۲

شہ اور سود کا لینے اور دینے والا دونوں گنہگار ہوتے ہیں اور جو جس کو گوشت زیادہ گیا ہے اسکا کھانا بھی جائز نہیں ۱۲

کھال کو بھی شریک کر لیا تو جس طرف کلہ پائے یا کھال ہو اس طرف اگر گوشت کم ہو
درست ہے چاہے جتنا کم ہو جس طرف گوشت زیادہ تھا اس طرف کلہ پائے
شریک کئے تو بھی سود ہو گیا اور گناہ ہوا۔

مسئلہ ۱۸ - بکری[۱] سال بھر سے کم کی درست نہیں جب پورے سال بھر کی ہو تب
قربانی درست ہے اور گائے بھینس دو برس سے کم کی درست نہیں پورے
دو برس ہو چکیں تب قربانی درست ہے اور اونٹ پانچ برس سے کم کا درست
نہیں ہے۔ اور دنبہ یا بھیڑ اگر اتنا موٹا تازہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو اور سال
بھر والے بھیڑ دنبوں میں اگر چھوڑ دو تو کچھ فرق نہ معلوم ہوتا ہو تو ایسے وقت چھ[۲] مہینے
کے دنبہ اور بھیڑ کی بھی قربانی درست ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو سال بھر کا ہونا چاہیئے۔

مسئلہ ۱۹ - جو[۳] جانور اندھا ہو یا کانا ہو ایک آنکھ کی تہائی روشنی یا اس سے زیادہ
جاتی رہی ہو یا ایک کان تہائی یا تہائی سے زیادہ کٹ گیا یا تہائی دم یا تہائی سے
زیادہ کٹ گئی تو اس جانور کی قربانی درست نہیں۔

مسئلہ ۲۰ - جو[۴] جانور اتنا لنگڑا ہے کہ فقط تین پاؤں سے چلتا ہے چوتھا پاؤں رکھا ہی
نہیں جاتا یا چوتھا پاؤں رکھتا ہے لیکن اس سے چل نہیں سکتا اس کی بھی
قربانی درست نہیں اور اگر چلتے وقت وہ پاؤں زمین پر ٹیک کر چلتا ہے
اور چلنے میں اس سے سہارا لگتا ہے لیکن لنگڑا کر کے چلتا ہے تو اسکی قربانی
درست ہے۔

مسئلہ ۲۱ - اتنا[۵] دبلا بالکل مریل جانور جسکی ہڈیوں میں بالکل گودا نہ رہا ہو
اسکی قربانی درست نہیں ہے اور اگر اتنا دبلا نہ ہو تو دبلے ہونے سے کچھ حرج نہیں
اسکی قربانی درست ہے لیکن موٹے تازے جانور کی قربانی کرنا زیادہ بہتر ہے۔

مسئلہ ۲۲ - جس[۶] جانور کے بالکل دانت نہ ہوں اس کی قربانی درست نہیں اور
اگر کچھ دانت گر گئے لیکن جتنے گرے ہیں ان سے زیادہ باقی ہیں تو اسکی قربانی
درست ہے۔

---

[۱] ویجزی من ذلک کلہ الثنی فصاعدا الا الضان فان الجذع منہ یجزی قالوا وہذا اذا کانت عظیمۃ بحیث لو خلط بالثنیان یشتبہ علی الناظر من بعید والثنی منہا ومن المعز ابن سنۃ ومن البقر ابن سنتین ومن الابل ابن خمس سنین ۱۲

[۲] قولہ چھ مہینے الخ بعض علماء کا اسپر فتوی ہے لیکن مجھکو درمختار کے اس جزئیہ ولا التی لا الیۃ لہا سے اس میں شبہ ہو گیا ناظرین اہل علم خود علماء سے تحقیق کر لیں ۱۲ مولانا صاحب

[۳] ولا یضحی بالعمیاء والعوراء ولا التی ذہب اکثر اذنہا وذنبہا وان بقی اکثر الاذن والذنب جاز لخفۃ الکثرۃ وعن ابی حنیفۃ فی مقدار الاکثر ربع او ثلث لقولہ علیہ السلام فی حدیث الوصیۃ الثلث والثلث کثیر ۱۲ ہدایہ مع التلخیص صفحہ ۴۳۱

[۴] ولا یضحی العرجاء التی لا تمشی الی المنسک ۱۲ حوالہ بالا

[۵] ولا العجفاء لقولہ علیہ السلام والعجفاء التی لا تنقی ۱۲ ایضاً

[۶] والتی لا اسنان لہا ہی تعتلف او لا تعتلف لا یجزی وان بقی لہا بعض الاسنان ۱۲

مسئلہ۔ جس[23] جانور کے پیدائش ہی سے کان نہیں ہیں اسکی بھی قربانی درست نہیں ہے اور اگر کان تو ہیں لیکن بالکل ذرا ذرا سے چھوٹے چھوٹے ہیں تو اسکی قربانی درست ہے۔

مسئلہ۔ جس[24] جانور کے پیدائش ہی سے سینگ نہیں یا سینگ تو تھے لیکن ٹوٹ گئے اسکی قربانی درست ہے البتہ اگر بالکل جڑ سے ٹوٹ گئے ہوں تو قربانی درست نہیں۔

مسئلہ۔ خصی[25] یعنی بدھیا بکرے اور مینڈھے کی بھی قربانی درست ہے جس جانور کے خارش ہو اسکی قربانی درست ہے البتہ اگر خارش کی وجہ سے بالکل لاغر ہو گیا ہو تو درست نہیں۔

مسئلہ۔ اگر[26] جانور قربانی کے لئے خرید لیا تب کوئی ایسا عیب پیدا ہو گیا جس سے قربانی درست نہیں تو اس کے بدلے دوسرا جانور خرید کر کے قربانی کرے ہاں اگر غریب آدمی ہو جسپر قربانی کرنا واجب نہیں تو اس کے واسطے درست ہے کہ وہی جانور قربانی کر دے۔

مسئلہ۔ قربانی[27] کا گوشت آپ کھا دے اور اپنے رشتہ ناتے کے لوگوں کو دیدے اور فقیروں محتاجوں کو خیرات کرے اور بہتر یہ ہے کہ کم سے کم تہائی حصہ خیرات کرے خیرات میں تہائی سے کمی نہ کرے لیکن اگر کسی نے تھوڑا ہی گوشت خیرات کیا تو بھی کوئی گناہ نہیں ہے۔

مسئلہ۔ قربانی[28] کی کھال یا تو یوں ہی خیرات کر دے اور یا بیچکر اسکی قیمت خیرات کر دے وہ قیمت ایسے لوگوں کو دے جنکو زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے اور قیمت میں جو پیسے ملے ہیں بعینہ وہی پیسے خیرات کرنا چاہیئے اگر وہ پیسے کسی کام میں خرچ کر ڈالے اور اتنے ہی پیسے اور اپنے پاس سے دیدے تو بُری بات ہے مگر ادا ہو جاویں گے۔

مسئلہ۔ اس[29] کھال کی قیمت کو مسجد کی مرمت یا اور کسی نیک کام میں لگانا

ع اس مسئلہ کے متعلق استفسار اور اس کا جواب صہ، و تتمہ ثالثہ امداد الفتاویٰ میں درج ہے ۱۲ تقیم الاغلاط جس سے تائید مسئلہ ہذا کی ہوتی ہے۔

---

[1] ویجوز السکاء فی قول ابی حنیفۃ وہی صغیرۃ الاذنین ۱۲
وان لم یکن لہا الیۃ ولا اذن خلقۃ لا یجوز ۱۲ حوالہ بالا

[2] ویجوز الجماء وہی التی لا قرن لہا خلقۃ وکذا لک مکسور القرن ۱۲ حوالہ بالا
ولو بلغ الکسر الی المخ لم یجز ۱۲ شامی صفحہ ۳۰۹

[3] ویضحی بالجماء والخصی والجرباء السمینۃ فلو مہزولۃ لم یجز لان الجرب فی اللحم نقص در المختار شامی رد صفحہ ۳۰۹

[4] ولو اشتراہا سلیمۃ ثم تعیبت بعیب مانع فعلیہ اقامۃ غیرہا مقامہا ان کان غنیا وان کان فقیرا اجزءہ ذلک ۱۲ در مختار

[5] ویاکل من لحم الاضحیۃ ویطعم الاغنیاء والفقراء ویستحب ان لا ینقص الصدقۃ من الثلث ۱۲ ہدایہ صفحہ ۴۳۴

[6] ویتصدق بجلدہا او یعمل منہ آلۃ تستعمل فی البیت کالنطع والجراب والغربال ۱۲
قال الشارح ولو باع الجلد واللحم بالدراہم او بما لا ینتفع بہ الا بعد استہلاکہ تصدق بثمنہ ۱۲ ہدایہ صفحہ ۴۳۴

[7] حوالہ بالا ۱۲

درست نہیں خیرات ہی کرنا چاہیئے۔

مسئلہ۔ اگر کھال کو اپنے کام میں لاوے جیسے اسکی چھلنی بنوالی یا مشک یا ڈول یا جانماز بنوالی یہ بھی درست ہے۔

مسئلہ[31]۔ کچھ گوشت[1] یا چربی یا چھیچھڑے قصائی کو مزدوری میں نہ دیوے بلکہ مزدوری اپنے پاس سے الگ دیوے۔

مسئلہ[32]۔ قربانی[2] کی رسی جھول وغیرہ سب چیزیں خیرات کر دے۔

مسئلہ[33]۔ کسی[3] پر قربانی واجب نہیں تھی لیکن اس نے قربانی کی نیت سے جانور خرید لیا تو اب اس جانور کی قربانی واجب ہو گئی۔

مسئلہ[34]۔ کسی[4] پر قربانی واجب تھی لیکن قربانی کے تینوں دن گذر گئے اور اس نے قربانی نہیں کی تو ایک بکری یا بھیڑ کی قیمت خیرات کر دیوے اور اگر بکری خرید لی تھی تو وہی بکری بعینہٖ خیرات کر دے۔

مسئلہ[35]۔ جس[5] نے قربانی کرنے کی منت مانی پھر وہ کام پورا ہو گیا جس کے واسطے منت مانی تھی تو اب قربانی کرنا واجب[ب] ہے چاہے مالدار ہو یا نہ ہو اور منت کی قربانی کا سب گوشت فقیروں کو خیرات کر دے نہ آپ کھاوے نہ امیروں کو دیوے جتنا آپ کھایا ہو یا امیروں کو دیا ہو اتنا پھر خیرات کرنا پڑے گا۔

مسئلہ[36]۔ اگر اپنی[6] خوشی سے کسی مردے کے ثواب پہونچانے کے لئے قربانی کرے تو اس کے گوشت میں سے خود کھانا کھلانا بانٹنا سب درست ہے جس طرح اپنی قربانی کا حکم ہے۔

[ا] اس مسئلہ پر شبہ اور اس کا جواب صفحہ ۷۹ تتمہ ثالثہ امداد الفتاوی میں درج ہے ۱۲ تصحیح الاغلاط جس سے مسئلہ ہذا کی تائید ہوتی ہے

[ب] اور یہ قربانی بھی قربانی ہی کے دنوں میں کرے لیکن اگر کسی جگہ کا یہ محاورہ ہو کہ صرف ذبح کرنے کو بھی قربانی کہتے ہوں اور اس منت ماننے والے کی نیت میں یہی مطلب ہو تو اس صورت میں قربانی کے دنوں کی قید نہ ہوگی۔ ۱۲

---

[1] حوالہ بالا ۱۲

[2] ولا یعطی اجر الجزار من الاضحیۃ ۱۲

[3] ویتصدق بجلالہا وخطامہا وقلائدہا ۱۲ در المختار مع الرد

[4] لان الوجوب علی الفقیر بشرائہ بنیۃ الاضحیۃ فتعینت ۱۲ ہدایہ صفحہ ۴۳۲

[5] ولو لم یضح حتی مضت ایام النحر ان کان اوجب علی نفسہ او کان فقیرا وقد اشتری الاضحیۃ تصدق بہا حیۃ وان کان غنیا تصدق بقیمۃ شاۃ اشتری او لم یشتر لانہا واجبۃ علی الغنی وتجب علی الفقیر بالشراء بنیۃ التضحیۃ عندنا فاذا فات الوقت یجب علیہ التصدق اخراجا لہ عن العہدۃ ۱۲ حوالہ بالا ۱۲

[6] وان وجبت بالنذر فلا یاکل منہا غنیا ولا یطعم غنیا سواء کان الناذر غنیا او فقیرا ۱۲ شامی صفحہ ۴۶

[7] قال الصدر والمختار انہ ان بامر المیت لا یاکل منہا والا یاکل ۱۲ شامی جلد ۵ صفحہ ۴۶

مسئلہ ۔ لیکن اگر کوئی مردہ وصیت کر گیا ہو کہ میرے ترکہ میں سے میری طرف سے قربانی کیجاوے اور اسکی وصیت پر اسی کے مال سے قربانی کی گئی تو اس قربانی کے تمام گوشت وغیرہ کا خیرات کر دینا واجب ہے۔

مسئلہ ۔ اگر کوئی شخص موجود نہیں اور دوسرے شخص نے اس کی طرف سے بغیر اس کے امر کے قربانی کر دی تو یہ قربانی صحیح نہیں ہوئی۔ اور اگر کسی جانور میں کسی غائب کا حصہ بدون اس کے امر کے تجویز کر لیا تو اور حصہ داروں کی قربانی بھی صحیح نہ ہوگی۔

مسئلہ ۔ اگر کوئی جانور کسی کو حصہ پر دیا ہے تو یہ جانور اس پرورش کرنے والی کی ملک نہیں ہوا بلکہ اصل مالکہ کا ہی ہے اس لئے اگر کسی نے اس پالنے والی سے خرید کر قربانی کر دی تو قربانی نہیں ہوئی۔ اگر ایسا جانور خریدنا ہو تو اصل مالک سے جس نے حصہ پر دیا ہے خرید لیں۔

مسئلہ ۔ اگر ایک جانور میں کئی آدمی شریک ہیں اور وہ سب گوشت کو آپس میں تقسیم نہیں کرتے بلکہ یکجا ہی فقراء و احباب کو تقسیم کرنا یا پکا کر کھانا کھلانا چاہیں تو بھی جائز ہے اگر تقسیم کریں گے تو اسمیں برابری ضروری ہے۔

مسئلہ ۔ قربانی کی کھال کی قیمت کسی کو اجرت میں دینا جائز نہیں کیونکہ اس کا خیرات کرنا ضروری ہے۔

مسئلہ ۔ قربانی کا گوشت کافر کو بھی دینا جائز ہے بشرطیکہ اجرت میں نہ دیا جاوے۔

مسئلہ ۔ اگر کوئی جانور گابھن ہو تو اسکی قربانی جائز ہے پھر اگر بچہ بھی زندہ نکلے تو اسکو بھی ذبح کر دیں۔

عہ یہ مسئلہ نمبر ۲ پہلے حاشیہ میں درج تھا اس مرتبہ داخل متن کیا گیا ۱۲

عہ یہاں سے آخر تک مسائل اس مرتبہ اضافہ ہوئے۔ ۱۲

سہ قلت المصرح حکم الذمی ز المعاہد کالذمی فی جواز الاحسان آہ ۱۲ محشی

لہ حوالہ بالا ۱۲

لہ واصل ہذا ان من ذبائح اضحیۃ غیرہ بغیر اذنہ لا یحل لہ ذلک وقال فی الشامی ان فعل بامرہم جاز عن الکل وان فعل بغیر امرہم او بغیر امر بعضہم لا تجوز عنہ ولا عنہم ۱۲ شامی صفحہ ۳۲۴ وہدایہ صفحہ ۴۳۳ وکتب فی قاضی خان صفحہ ۳۳۶

لہ وکذا المشترکۃ بغیر اجمع یعنی انہا امانۃ لا یجوز ان یعیب شریکہ امانۃ فی یدہ ای فلا یجزی کالودیعۃ ۱۲

لہ انظر اہل ہذہ القسمۃ متعینۃ ولا جنۃ لو اشتری البقرۃ لروحہ واولادہ الکبار بدنۃ ولم یقسمۃ تجزیہم اولا ونظر انہا لا تجزئہ ۱۲ شامی صفحہ ۳۴۲ ج ۵

لہ فان بیع الجلد بالدراہم لتصدق بثمنہ ۱۲ حوالہ بالا

لہ ویہب منہا ما شاء للغنی والفقیر والمسلم والذمی ۱۲ عالمگیری

لہ اضحیۃ متعرج من بطنہا ولد حی قال عامۃ العلماء یفعل بالولد ما یفعل بالام ۱۲ قاضی خان صفحہ ۳۳۲ ج ۵

عقیقے کا بیان

مسئلہ۔ جس[1] کے کوئی لڑکا یا لڑکی پیدا ہو تو بہتر ہے کہ ساتویں دن اس کا نام رکھ دے اور عقیقہ کر دے۔ عقیقہ کر دینے سے بچے کی سب الا بلا دور ہو جاتی ہے اور آفتوں سے حفاظت[2] رہتی ہے۔

مسئلہ۔ عقیقہ[3] کا طریقہ یہ ہے کہ اگر لڑکا ہو تو دو بکری یا دو بھیڑ اور لڑکی ہو تو ایک بکری یا بھیڑ ذبح کرے یا قربانی کی گائے میں لڑکے کے واسطے دو حصے اور لڑکی کے واسطے ایک حصہ لے لیوے اور سر کے بال منڈوا دیوے اور بال کے برابر چاندی یا سونا تول کر خیرات کر دے اور لڑکے کے سر میں اگر دل چاہے زعفران لگا دیوے۔

مسئلہ۔ اگر ساتویں[4] دن عقیقہ نہ کرے تو جب کرے ساتویں دن ہونے کا خیال کرنا بہتر ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ جس دن بچہ پیدا ہوا ہو اس سے ایک دن پہلے عقیقہ کر دے یعنی اگر جمعہ کو پیدا ہوا ہو تو جمعرات کو عقیقہ کر دے اور اگر جمعرات کو پیدا ہوا ہو تو بدھ کو کرے۔ چاہے جب کرے وہ حساب سے ساتواں دن پڑے گا۔

مسئلہ۔ یہ جو دستور ہے کہ جس وقت بچے کے سر پر استرہ رکھا جاوے اور نائی سر مونڈنا شروع کرے فوراً اسی وقت بکری ذبح ہو یہ محض مہمل رسم ہے شریعت سے سب جائز ہے چاہے سر مونڈنے کے بعد ذبح کرے یا ذبح کر لے تب[ع] سر مونڈے بے وجہ ایسی باتیں تراش لینا برا ہے۔

مسئلہ۔ جس جانور کی قربانی جائز نہیں اس کا عقیقہ بھی درست نہیں اور جس کی قربانی درست ہے اس کا عقیقہ بھی درست ہے۔[5]

مسئلہ۔ عقیقہ[6] کا گوشت چاہے کچا تقسیم کرے چاہے پکا کر کے بانٹے چاہے دعوت کر کے کھلا دے سب درست ہے۔

مسئلہ۔ عقیقہ[7] کا گوشت باپ دادا دادی نانا نانی وغیرہ سب کو کھانا درست ہے

ع جائز دونوں ہیں مگر علماء نے فرمایا ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ ذبح سے پہلے سر مونڈا جائے ۱۲

---

[1] یستحب لمن ولد له ولد ان یسمیه یوم السبوع ویحلق راسه ویتصدق عند الائمة الثلاثة بزنة شعره فضة او ذهبا ثم یعق عند الحلق عقیقة اباحة ۱۲ شامی صفحہ ۲۱۳ ج ۵

[2] الغلام مرتهن بعقیقته تذبح عنه ۱۲ مشکوٰۃ صفحہ ۳۶۲

[3] وہی شاۃ تصلح للاضحیة تذبح للذکر والانثی ۱۲ وعن بریدۃ قال کنا فی الجاہلیة اذا ولد لاحدنا غلام ذبح شاۃ ولطخ راسه بدمها فلما جاء الاسلام کنا نذبح الشاۃ یوم السابع ونحلق راسه ونلطخه بزعفران رواہ ابو داؤد ۱۲ مشکوٰۃ صفحہ ۳۶۳ قال فی المرقات وذہب جماعة الی انه یذبح عن الغلام شاتین وعن الجاریة بشاۃ حوالہ بالا ۱۲

[4] وغالب بحکم احادیث بایدکہ عقیقہ روز ہفتم است چنانچہ معلوم شد ونزد شافعی واحمد اگر ہفتم روز میسر نہ شود در روز چہاردہم کنند واگر چہاردہم نیز میسر نگردد بست ویکم والا بیست و ہفتم علی ہذا القیاس ۱۲

[5] وہی شاۃ تصلح للاضحیة شامی

[6] سواء فرق لحمہا نیا او طبخه واتخاذ دعوۃ اولا ۱۲ حوالہ بالا

[7] اور عقیقہ میں ان باتوں کی رعایت بھی مستحب ہے کہ ایک ٹانگ (یعنی ران کی جڑ سے پیر تک پوری ٹانگ) دائی کو اور ایک تہائی گوشت کچا یا پکا خیرات کرے اور دو تہائی عزیزوں میں تقسیم کرے اگر چاہے ان دو حصوں میں سے خود بھی کھاوے اور بہتر ہے کہ عقیقہ کی ہڈیاں توڑی نہ جاویں اور سر کے حجام بال لے۔

مسئلہ۔ کسی[1] کو زیادہ توفیق نہیں اس لئے اس نے لڑکے کی طرف سے ایک ہی بکری کا عقیقہ کیا تو اس کا بھی کچھ حرج نہیں جائز ہے اور اگر بالکل عقیقہ ہی نہ کرے تو بھی کچھ حرج نہیں۔

حج کا بیان

جس شخص[2] کے پاس ضروریات سے زائد اتنا خرچ ہو کہ سواری پر متوسط گذران سے کھاتا پیتا چلا جاوے اور حج کر کے چلا آوے اس کے ذمہ حج فرض ہو جاتا ہے اور حج کی بڑی بزرگی آئی ہے چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو حج گناہوں اور خرابیوں سے پاک ہو اس کا بدلہ بجز بہشت کے اور کچھ نہیں اسی طرح عمرہ پر بھی بڑے ثواب کا وعدہ فرمایا گیا ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حج اور عمرہ دونوں کے دونوں گناہوں کو اس طرح دور کرتے ہیں جیسے بھٹی لوہے کے میل کو دور کر دیتی ہے اور جسکے ذمہ[3] حج فرض ہو اور وہ نہ کرے اس کے لئے بڑی دھمکی آئی ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص کے پاس کھانے پینے اور سواری کا اتنا سامان ہو جس سے وہ بیت اللہ شریف تک جا سکے اور پھر وہ حج نہ کرے تو وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے خدا کو اس کی کچھ پروا نہیں اور یہ بھی فرمایا ہے کہ حج کا ترک کرنا اسلام کا طریقہ نہیں ہے۔

مسئلہ۔ عمر بھر[4] میں ایک مرتبہ حج کرنا فرض ہے اگر کئی حج کئے تو ایک فرض ہوا اور سب نفل ہیں اور ان کا بھی بہت بڑا ثواب ہے۔

مسئلہ۔ جوانی[5] سے پہلے لڑکپن میں اگر کوئی حج کیا ہے اسکا کچھ اعتبار[6] نہیں ہے اگر مالدار ہے تو جوان ہونیکے بعد پھر حج کرنا فرض ہے اور جو حج لڑکپن میں کیا ہے وہ نفل ہے۔

مسئلہ۔ اندھے[7] پر حج فرض نہیں چاہے جتنی مالدار ہو۔

مسئلہ۔ جب[8] کسی پر حج فرض ہو گیا تو فوراً اسی سال حج کرنا واجب ہے بلا عذر

---

[1] ومن ذلک قول المالکی والشافعی ان عقیقۃ مستحبۃ مع قول ابی حنیفۃ انہا مباحۃ ولاالقول انہا مستحبۃ او تطوعا علی مافی شرح الطحاوی وہی شاۃ تصلح للاضحیۃ ۱۲

[2] الحج واجب علی الاحرار البالغین العقلاء الاصحاء اذا قدروا علی الزاد والراحلۃ فاضلا عن المسکن ومالا بد منہ وعن نفقۃ عیالہ الی حین عودہ وکان الطریق آمنا ۱۲ ہدایہ صہ ۲۱۲ وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العمرۃ الی العمرۃ کفارۃ لما بینہما والحج المبرور لیس لہ جزاء الا الجنۃ ۱۲ متفق علیہ وعن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تابعوا بین الحج والعمرۃ فانہما ینفیان الفقر والذنوب کما ینفی الکیر خبث الحدید والذہب والفضۃ ولیس للحجۃ المبرورۃ ثواب الا الجنۃ ۱۲ رواہ الترمذی وغیرہ وعن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ملک زادا وراحلۃ تبلغہ الی بیت اللہ ولم یحج فلا علیہ ان یموت یہودیا او نصرانیا الخ رواہ الترمذی ۱۲ مشکوٰۃ صہ ۲۲۲

[3] یہاں عبارت درست کی گئی ہے ۱۲

[4] الحج مرۃ واحدۃ فریضۃ عند اجتماع الشرائط ۱۲ قاضی خاں صہ ۳۴ ج ۱

[5] ولو حج الصبی کان علیہ حجۃ الاسلام اذا بلغ ۱۲ قاضی خاں صہ ۱۳۴ ج ۱

[6] یعنی اس سے فرض ادا نہ ہوگا یہ غرض نہیں کہ ثواب بھی نہ ہوگا بلکہ نفل حج کا بہت بڑا ثواب ملے گا ۱۲

[7] فلا یجب علی المقعد والمفلوج والزمن والاعمی وان ملک الزاد والراحلۃ ۱۲ حوالہ بالا

[8] عن ابی حنیفۃ یجب علی الفور حتی لا یسع لہ التاخیر بعد الامکان الی العام الثانی ومن اخر کان

دیر کرنا اور یہ خیال کرنا کہ ابھی عمر پڑی ہے پھر کسی سال حج کر لیں گے درست نہیں ہے پھر دو چار برس کے بعد بھی اگر حج کر لیا تو ادا ہو گیا لیکن گنہگار رہوئی۔

مسئلہ۔ حج کرنے[1] کے لئے راستہ میں اپنے شوہر کا یا کسی محرم کا ساتھ ہونا بھی ضروری ہے بغیر اس کے حج کے لئے جانا درست نہیں ہے۔ ہاں البتہ اگر مکہ سے اتنی دور پر رہتی ہو کہ اس کے گھر سے مکہ تک تین منزل نہ ہو تو بے شوہر اور محرم کے ساتھ ہوئے بھی جانا درست ہے۔

مسئلہ۔ اگر وہ[2] محرم نابالغ ہو یا ایسا بد دین ہو کہ ماں بہن وغیرہ سے بھی اسپر اطمینان نہیں تو اس کے ساتھ جانا درست نہیں۔

مسئلہ۔ جب[3] کوئی محرم قابل اطمینان ساتھ جانے کے لئے ملجاوے تو اب حج کو جانے سے شوہر کا روکنا درست نہیں ہے اگر شوہر روکے بھی تو اسکی بات نہ مانے اور چلی جاوے۔

مسئلہ۔ جو لڑکی[4] ابھی جوان نہیں ہوئی لیکن جوانی کے قریب ہو چکی ہے اسکو بھی بغیر شرعی محرم کے جانا درست نہیں اور غیر محرم کے ساتھ جانا بھی درست نہیں

مسئلہ۔ جو[5] محرم اسکو حج کرانے کے لیجاوے اس کا سارا خرچ اسی پر واجب ہے کہ جو کچھ خرچ ہو دیوے۔

مسئلہ۔ اگر[6] ساری عمر ایسا محرم نہ ملا جس کے ساتھ سفر کرے تو حج نہ کرنیکا گناہ نہ ہوگا لیکن مرتے وقت یہ وصیت کر جانا واجب ہے کہ میری طرف سے حج کرا دینا مر جانے کے بعد اس کے وارث اسی کے مال میں سے کسی آدمی کو خرچ دیکر بھیجیں کہ وہ جا کر مردہ کی طرف سے حج کر آوے اس سے اس کے ذمے کا حج اتر جاویگا اور اس حج کو جو دوسرے کی طرف سے کیا جاتا ہے حج بدل کہتے ہیں۔

مسئلہ۔ اگر[7] کسی کے ذمے حج فرض تھا اور اس نے سستی سے دیر کر دی پھر وہ اندھی ہو گئی یا ایسی بیمار ہو گئی کہ سفر کے قابل نہ رہی تو اس کو بھی حج بدل کی وصیت کر جانا چاہئے۔

[1] ولا یثبت الاستطاعۃ للمرأۃ اذا کان بینہا وبین مکۃ سیرۃ سفر شابۃ کانت او عجوزۃ الا بمحرم وھو الزوج او من لا یجوز نکاحہ علی التابید الرحم او رضاع او صہریۃ ویکون امونا عاقلا بالغا حرا کان او عبدا کافرا کان او مسلما ۱۲ حوالہ بالا

[2] مرآنفا ۱۲

[3] وعند وجود المحرم کان علیہا ان تخرج لحجۃ الاسلام وان لم یاذن زوجہا ۱۲ ایضاً

[4] والصبیۃ التی بلغت حد الشہوۃ بمنزلۃ البالغۃ حتی لا تسافر من غیر محرم ۱۲ ہدایہ صفحہ ۲۰۳

[5] ویجب علیہا النفقۃ والراحلۃ فی مالہا للمحرم لیحج بہا ۱۲ قاضی خان

[6] وامن الطریق ووجود المحرم للمرأۃ من شرائط الوجوب ومن شرائط الاداء فعلی قول من یجعلہا من شرائط الوجوب اذا مات قبل الحج لا یلزمہ الاحجاج بالمال وعلی قول من یجعلہا من شرائط الاداء یلزمہ الاحجاج بالمال اذا مات قبل الحج ۱۲ حوالہ بالا

[7] ولا لازم ان لا یتحقق الوجوب الا قبیل الموت وان لا یجب الاحجاج علی من کان صحیحا ثم مرض او عمی وان لا یاثم المفرط بالتاخیر اذا مات قبل الاداء وکل ذلک خلاف الاجماع فتدبر ۱۲

مسئلہ[۱۱]۔ اگر وہ[۱] اتنا مال چھوڑ کر مری ہو کہ قرض وغیرہ دیکر تہائی مال میں سے حج بدل کرا سکتے ہیں تب تو وارث پر اسکی وصیت کا پورا کرنا اور حج بدل کرانا واجب ہے اور اگر مال تھوڑا ہے کہ ایک تہائی میں سے حج بدل نہیں ہو سکتا تو اس کا ولی[عہ] حج نہ کراوے ہاں اگر ایسا کرے کہ تہائی مال مردے کا دیوے اور جتنا زیادہ لگے وہ خود دیدے تو البتہ حج بدل کرا سکتا ہے۔ غرض یہ ہے کہ مردے کا تہائی مال سے زیادہ نہ دیوے ہاں اگر اس کے سب وارث بخوشی راضی ہو جاویں کہ ہم اپنا حصہ نہ لیویں گے تم حج بدل کرادو تو تہائی مال سے زیادہ لگا دینا بھی درست ہے لیکن نابالغ وارثوں کی اجازت کا شرع میں کچھ اعتبار نہیں ہے اس لئے ان کا حصہ ہرگز نہ لیوے۔

مسئلہ[۱۲]۔ اگر وہ[۲] حج بدل کی وصیت کر کے مرگئی لیکن مال کم تھا اس لئے تہائی مال میں حج بدل نہ ہو سکا اور تہائی سے زیادہ لگانے کو وارثوں نے خوشی سے منظور نہ کیا اس لئے حج نہیں کرایا گیا تو اس بیچاری پر کوئی گناہ نہیں۔

مسئلہ[۱۳]۔ سب[۳] وصیتوں کا یہی حکم ہے سو اگر کسی کے ذمے بہت روزے یا نمازیں قضا باقی تھیں یا زکوٰۃ باقی تھی اور وصیت کر کے مرگئی تو فقط تہائی مال سے یہ سب کچھ کیا جاوے گا تہائی سے زیادہ بغیر وارثوں کی دلی رضامندی کے لگانا جائز نہیں ہے اور اس کا بیان پہلے بھی آچکا ہے۔

مسئلہ[۱۴]۔ بغیر وصیت[۴] کئے اس کے مال میں سے حج بدل کرانا درست نہیں ہے ہاں اگر سب وارث خوشی سے منظور کرلیں تو جائز ہے اور انشاء اللہ حج فرض ادا ہو جائے گا مگر نابالغ کی اجازت کا کچھ اعتبار نہیں۔

مسئلہ[۱۵]۔ اگر یہ[۵] عورت عدت میں ہو تو عدت چھوڑ کر حج کو جانا درست نہیں

مسئلہ[۱۶]۔ جس[۶] کے پاس مکہ کی آمد و رفت کے لائق خرچ ہو اور مدینہ کا خرچ نہ ہو اس کے ذمے حج فرض ہو گا۔ بعضے آدمی سمجھتے ہیں کہ جب تک مدینہ کا

عہ یہ عبارت اس مرتبہ بعد تحقیق درست کی گئی ۱۲

---

[۱] ولو اوصی المیت ان یحج عنہ ولم یمت وکان للوصی ان یحج فان کان الوصی وارث المیت او دفع المال الی وارث المیت لیحج من حیث فان اجازت الورثۃ وہم کبار جاز وان لم یجیزوا لا یجوز لان ہذا بمنزلۃ التبرع بالمال ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۱۴۶

[۲] ولا تجوز الوصیۃ بما زاد علی الثلث الا ان یجیزہا الورثۃ بعد موتہ وہم کبار ۱۲ ہدایہ صفحہ ۳۹۰

[۳] مطلب یہ کہ اس شہر سے نہ کراوے البتہ جس شہر سے اس قدر خرچ میں حج کو کوئی جا سکے وہاں سے بھیجدے مثلاً وہ مال جس میں وصیت کی ہے اتنا ہے کہ جدہ سے اس میں حج کو جانا ممکن ہے تو وہ روپے کسی حاجی کے ہاتھ جدہ بھیجدے کہ وہاں سے کسی جانے والے کو تجویز کرلیا جاوے

[۴] یعنیم ولیہ مما مر آنفا بعبارۃ قاضی خاں والہدایۃ فتذکر ۱۲

[۵] حوالہ بالا ۱۲

[۶] وقد قدمنا ان الوارث لیس لہ ان یحج بمال المیت الا ان تجیز الورثۃ وہم کبار الخ ۱۲

[۷] ولا تخرج المرأۃ الی الحج فی عدۃ الطلاق او الموت ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۳۵ جلد ۱ شامی صفحہ ۱۴۶

[۸] قال اللہ تعالیٰ وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا ۱۲ قرآن کریم

بھی خرچ نہ ہو جانا فرض نہیں یہ بالکل غلط خیال ہے

مسئلہ[۱]۔ احرام[۲] میں عورت کو منہ ڈھانکنے میں منہ سے کپڑا لگانا درست نہیں آج کل اس کام کے لئے ایک جالیدار پنکھا بکتا ہے اسکو چہرہ پر باندھ لیا جاوے اور آنکھوں کے روبرو جالی رہے اس پر برقع پڑا رہے یہ درست ہے۔

مسئلہ[۱]۔ باقی مسائل حج کے بدون حج کئے نہ سمجھ میں آسکتے ہیں نہ یاد رہ سکتے ہیں اور جب حج کو جاتے ہیں وہاں معلم لوگ سب بتلا دیتے ہیں اس لئے لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی اسی طرح عمرہ کی ترکیب بھی وہاں جاکر معلوم ہو جاتی ہے

زیارت مدینہ کا بیان

اگر گنجایش ہو تو حج کے بعد یا حج سے پہلے مدینہ منورہ حاضر ہو کر جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک اور مسجد نبوی[۳] کی زیارت سے برکت حاصل کرے اس کی نسبت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی اس کو وہی برکت ملے گی جیسے میری زندگی میں کسی نے زیارت کی اور یہ بھی فرمایا ہے کہ جو شخص خالی حج کرلے اور میری زیارت کو نہ آوے اس نے میرے ساتھ بڑی بے مروتی کی اور اس مسجد کے حق میں آپ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اس میں ایک نماز پڑھے اس کو پچاس ہزار نماز کے برابر ثواب ملے گا اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ دولت نصیب کرے اور نیک کاموں کی توفیق عطا فرماوے آمین یارب العالمین۔

منت ماننے کا بیان

مسئلہ۔ کسی[۴] کام پر عبادت[۵] کی بات کی کوئی منت مانی پھر وہ کام پورا ہو گیا جس واسطے منت مانی تھی تو اب منت کا پورا کرنا واجب ہے اگر منت پوری نہ کریگی تو بہت گناہ ہوگا۔ لیکن اگر کوئی واہیات منت ہو جس کا کہ

[۱] ای وانما تستر وجهها من الاجانب بامر ال شيء متجافٍ لا يمس الوجه ۱۲ در المختار صفحہ ۱۹۲

[۲] فانه صلی اللہ علیہ وسلم حرض علیها وبالغ فی الندب الیها فقال من وجد سعة ولم یزرنی فقد جفانی وقال صلی اللہ علیہ وسلم من زار قبری وجبت له شفاعتی وقال صلی اللہ علیہ وسلم من زارنی بعد مماتی فکانما زارنی فی حیاتی ۱۲ مراقی صفحہ ۴۴۹

[۳] یعنی مسجد نبوی ۱۲

[۴] عن عائشة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من نذر ان یطیع اللہ فلیطعه ومن نذر ان یعصیه فلا یعصه رواه البخاری قال الشیخ فی المرقات فی شرح السنة فیه دلیل علی ان من نذر طاعة یلزم الایفاء به وان لم یکن معلقا بشیء وان نذر معصیة لا یجوز الوفاء به ۱۲ مرقات شرح مشکوٰة۔ وقال فی المراقی اذا نذر شیئا من القربات لزمه الوفاء به لقوله تعالیٰ ولیوفوا نذورهم اذا اجتمع فیه ثلاثة شروط الخ مراقی صفحہ ۴۰۲

[۵] بشرطیکہ وہ عبادت ایسی جنس سے ہو جس کا کرنا کسی وقت میں فرض یا واجب ہو کبھی ۱۲

شرع میں کچھ اعتبار نہیں تو اس کا پورا کرنا واجب نہیں جیسا کہ ہم آگے بیان کرتے ہیں۔

مسئلہ۔ کسی نے[1] کہا یا اللہ اگر میرا فلانا کام ہو جاوے تو پانچ روزے رکھوں گی تو جب کام ہو جاوے گا پانچ روزے رکھنے پڑیں گے اور اگر کام نہیں ہوا تو نہ رکھنا پڑیں گے۔ اگر فقط اتنا ہی کہا ہے کہ پانچ روزے رکھوں گی تو اختیار ہے چاہے پانچوں روزے ایک دم سے لگاتار رکھے اور چاہے ایک ایک دو دو کر کے پانچ پورے کر لے دونوں باتیں درست ہیں۔ اور اگر نذر کرتے وقت یہ کہدیا کہ پانچوں روزے لگاتار رکھوں گی یا دل میں یہ نیت تھی تو سب ایک دم سے رکھنے پڑیں گے اگر بیچ میں ایک آدھ چھوٹ جاوے تو پھر سے رکھے۔

مسئلہ۔ اگر یوں[2] کہا کہ جمعہ کا روزہ رکھوں گی یا محرم کی پہلی تاریخ سے دسویں تاریخ تک روزے رکھوں گی تو خاص جمعہ کو روزہ رکھنا واجب نہیں اور محرم کی خاص ان ہی تاریخوں میں روزہ رکھنا واجب نہیں جب چاہے دس روزے رکھ لے لیکن دسوں لگاتار رکھنا پڑیں گے۔ چاہے محرم میں رکھے چاہے کسی اور مہینے میں سب جائز ہے۔ اسی طرح اگر یہ کہا اگر آج میرا کام ہو جاوے تو کل ہی روزہ رکھوں گی جب بھی اختیار ہے جب چاہے رکھے۔

مسئلہ۔ کسی نے[3] نذر کرتے وقت یوں کہا محرم کے مہینے کے روزے رکھوں گی تو محرم کے پورے مہینے کے روزے لگاتار رکھنے پڑیں گے اگر بیچ میں کسی وجہ سے دس پانچ روزے چھوٹ جاویں تو اس کے بدلے اتنے روزے اور رکھ لے ساری روزے نہ دہراوے اور یہ بھی اختیار ہے کہ محرم کے مہینے میں نہ رکھے کسی اور مہینے میں رکھے لیکن سب لگاتار رکھے۔

مسئلہ۔ کسی نے منت مانی کہ میری کھوئی ہوئی چیز مل جاوے تو میں آٹھ

[1] رجل قال ان فعلت کذا فعلی صوم شہر کصوم شہر رمضان وجنث قال بعضہم یلزمہ صوم شہر ونتابع، قال بعضہم لا یلزمہ التتابع الا ان نیوی التتابع ۱۲ قاضی خاں صہ ۲ج ۲۹۲ فان نذر نذرا مطلقا کقولہ للہ علی او معلقا بشرط کقولہ ان رزقنی اللہ غلاما فعلی حج کام عشرۃ ووجد الشرط لزمہ الوفاء ۱۲ مراقی صہ ۴۰۴

[2] قال فی التنویر وشرحہ والنذر من اعتکاف او حج او صلوۃ او صیام او غیرہا غیر المعلق ولو معینا لا یختص بزمان ومکان ودرہم ۱۲ طحطاوی علی المراقی صہ ۴۰۵

[3] نیز یہ صوم شہر رجب عن نذر صوم شعبان ۱۲ حوالہ بالا

[4] نذر صوم شہر معین لزمہ متتابعا لکن ان افطر فیہ یوما قضاہ وحدہ ۱۲ در مختار مع الرد صہ ۱۶۰ج ۲

رکعت نماز پڑھوں گی تو اس کے مل جانے پر آٹھ رکعت نماز پڑھنا پڑے گی چاہے ایک دم سے آٹھوں رکعتوں کی نیت باندھ لے یا چار چار کی نیت باندھے یا دو دو کی سب اختیار ہے اور اگر چار رکعت[عہ] کی منت مانی تو چاروں ایک ہی سلام سے پڑھنا ہوں گی الگ الگ دو دو پڑھنے سے نذر ادا نہ ہوگی۔

مسئلہ۔ کسی[۱] نے ایک رکعت پڑھنے کی منت مانی تو پوری دو رکعتیں پڑھنی پڑیں گی۔ اگر تین کی منت کی تو پوری چار اگر پانچ کی منت کی تو پوری چھ رکعتیں پڑھے اسی طرح آگے کا بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ۔ یوں[۲] منت مانی کہ دس روپے خیرات کروں گی یا ایک روپیہ خیرات کروں گی تو جتنا کہا ہے اتنا خیرات کرے۔ اگر یوں کہا پچاس روپے خیرات کرونگی اور اسکے پاس اس وقت فقط دس ہی روپے کی کائنات ہے تو دس ہی روپے دینا پڑینگے البتہ اگر دس روپے کے سوا کچھ مال اسباب[سامان ۱۲] بھی ہے تو اس کی قیمت بھی لگا لیویں گے اس کی مثال یہ سمجھو کہ دس روپے نقد ہیں اور سب مال اسباب پندرہ روپے کا ہے یہ سب پچیس روپے ہوئے تو فقط پچیس روپے خیرات کرنا واجب ہے اس سے زیادہ واجب نہیں۔

مسئلہ۔ اگر یوں[۳] منت مانی کہ دس[عہ] مسکین کھلاؤں گی تو اگر دلمیں کچھ خیال ہے کہ ایک وقت یا دو وقت کھلاؤں گی تب تو اسی طرح کھلاوے اور اگر کچھ خیال نہیں تو دو وقتہ دس مسکین کھلاوے اور اگر کچا اناج دیوے تو اس میں بھی یہی بات ہے کہ اگر دل میں کچھ خیال تھا کہ اتنا اتنا ہر ایک کو دوں گی تو اسی قدر دے اور اگر کچھ خیال نہ تھا تو ہر ایک کو اتنا دیوے جتنا ہم نے صدقہ فطر میں بیان کیا ہے۔

عہ لفظ اور اگر چار رکعت سے آخر تک عبارت بعد تحقیق اس مرتبہ اضافہ ہوئی ۱۲ شبیر علی

عہ اس صورت میں اگر دس کی تخصیص مراد نہیں ہے بلکہ مقصود دس آدمیوں کی خوراک کا صرف کرنا ہے تو دس آدمیوں کی خوراک ایک آدمی کو بھی دے سکتی ہے کذا فی العالمگیریہ ۱۲

---

۱ لو نذر ان یصلی بتسلیمۃ فصلاہا بتسلیمتین لا یخرج عن النذر بخلاف عکسہ ۱۲ شامی ستنبول صفحہ ۶۴ ج ۳

۲ ولو قال للہ علی ان اصلی نصف رکعۃ او رکعۃ یلزمہ رکعتان ولو قال ثلث رکعات یلزمہ اربع رکعات ۱۲ عالمگیری صفحہ ۱۶

۳ ان کفلت کفالۃ بمال الف فلہ علی ان التصدق بغلس ثم کفل بمال او نفس یلزمہ التصدق بغلس ۱۲ وقال فی موضع آخر رجل قال ان فعلت کذا فالف درہم من مالی صدقۃ ثم فعل ولیس لہ الا مائۃ درہم تکلموا فیہ قال الفقیہ ابو اللیث لا یلزمہ الصدقۃ الا بما کان عندہ وان کان عندہ عروض او خادم لیساوی مائۃ فانہ یبیع ویتصدق بخمسۃ

۴ ولو قال للہ علی اطعام عشرۃ مساکین ولم یرد شیئا اطعام عشرۃ مساکین لکل مسکین نصف صاع ۱۲ جوہرہ صفحہ ۲۶۳ وشرح قدوری

مسئلہ۔ اگر یوں[1] کہا ایک روپے کی روٹی فقیروں کو بانٹوں گی تو اختیار ہے چاہے ایک روپے کی روٹی دیوے چاہے ایک روپے کی کوئی اور چیز یا ایک روپیہ نقد دیدے۔

مسئلہ۔ کسی[2] نے یوں کہا کہ دس روپے خیرات کروں گی ہر فقیر کو ایک ایک روپیہ پھر دسوں روپے ایک ہی فقیر کو دیدے تو بھی جائز ہے ہر فقیر کو ایک ایک روپیہ دینا واجب نہیں۔ اگر دس روپے بیس فقیروں کو دیدے تو بھی جائز ہے اور اگر یوں کہا دس روپے دس فقیروں پر خیرات کرونگی تو بھی اختیار ہے چاہے دس کو دیوے چاہے کم زیادہ کو۔

مسئلہ۔ اگر یوں[3] کہا دس نمازی کھلاؤں گی یا دس حافظ کھلاؤں گی تو دس فقیر کھلاوے چاہے وہ نمازی اور حافظ ہوں یا نہ ہوں۔

مسئلہ۔ کسی[4] نے یوں کہا کہ مکہ میں دس روپے خیرات کروں گی تو مکہ میں خیرات کرنا واجب نہیں جہاں چاہے خیرات کرے یا یوں کہا تھا جمعہ کے دن خیرات کروں گی۔ فلانے فقیر کو دوں گی تو جمعہ کے دن خیرات کرنا اور اسی فقیر کو دینا ضروری نہیں۔ اسی طرح اگر روپیہ مقرر کرکے کہا کہ یہی روپیہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں دوں گی تو بعینہ وہی روپے دینا واجب نہیں چاہے وہ دیوے یا اتنا ہی اور دیدے۔

مسئلہ۔ اسی[5] طرح اگر منت مانی کہ جمعہ مسجد میں نماز پڑھوں گی یا مکہ میں نماز پڑھوں گی تو بھی اختیار ہے جہاں چاہے پڑھے۔

مسئلہ۔ کسی[6] نے کہا اگر میرا بھائی اچھا ہو جاوے تو ایک بکری ذبح کروں گی یا یوں کہا ایک بکری کا گوشت خیرات کروں گی تو منت ہوگئی اگر یوں کہا کہ قربانی[7] کروں گی تو قربانی کے دنوں میں ذبح کرنا چاہیئے اور دونوں صورتوں میں اس کا گوشت فقیروں کے سوا اور کسی کو دینا اور خود کھانا درست نہیں جتنا خود کھاوے یا امیروں کو دیدے اتنا پھر

---

[1] رجل قال ان نجوت من ہذا الغم الذی انا فیہ فعلی ان اتصدق بعشرۃ دراہم خبزا فتصدق بغیر الخبز ادثمن الخبز یجزیہ ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۲۹۳

[2] رجل قال ان تزوجت اجنبی فالف درہم من مالی صدقۃ لکل مسکین درہم فتزوج اجنبۃ ودفع الالف جملۃ الی مسکین واحد جاز ۱۲ حوالہ بالا

[3] والنذر من اعتکاف او حج او صلاۃ او صیام او غیرہا

[4] غیر المعلق لا یختص بزمان ومکان ودرہم وفقیر فلو نذر التصدق یوم الجمعۃ بمکۃ بہذا الدرہم علی فلان فخالف جاز ۱۲ رد المختار ملخصاً صفحہ ۷۰ ج ۳

[5] حوالہ بالا ۱۲

[6] حوالہ بالا ۱۲

[7] اس صورت میں اگر قربانی کرنے سے مطلق ذبح کرنا مراد ہو تو پھر بقرعید کے زمانہ کی تخصیص نہ ہوگی واللہ اعلم ۱۲ تصحیح الاغلاط

[6] ولو قال ان برئت من مرضی ہذا ذبحت شاۃ او علی شاۃ اذبحہا فبرئ لا یلزمہ شئی الا اذا زاد واتصدق بلحمہا فیلزمہ ۱۲ وان وجبت بالنذر فلا یاکل منہا شیئا ولا یطعم غنیا سواء کان الناذر غنیا او فقیرا ۱۲ شامی صفحہ ۲۸۶

خیرات کرنا پڑے گا۔

مسئلہ۔ ایک گائے قربانی کرنے کی منت مانی پھر گائے نہیں ملی تو سات بکریاں کر دے۔[۱]

مسئلہ۔ یوں[۲] منت مانی تھی کہ جب میرا بھائی آوے تو دس روپے خیرات کروں گی پھر آنے کی خبر پا کر اس نے آنے سے پہلے ہی روپے خیرات کر دئے تو منت پوری نہیں ہوئی آنے کے بعد پھر خیرات کرے۔

مسئلہ۔ اگر[۳] ایسے کام کے ہونے پر منت مانی جس کے ہونے کو چاہتی اور تمنا کرتی ہو کہ یہ کام ہو جاوے جیسے یوں کہے اگر میں اچھی ہو جاؤں تو ایسا کروں۔ اگر میرا بھائی خیریت سے آ جائے تو ایسا کروں اگر میرا باپ مقدمہ سے بری ہو جاوے یا نوکر ہو جاوے تو ایسا کروں۔ تو جب وہ کام ہو جائے منت پوری کرے اور اگر اس طرح کہا اگر میں تجھ سے بولوں تو دو روزے رکھوں یا یہ کہا اگر آج میں نماز نہ پڑھوں تو ایک روپیہ خیرات کروں۔ پھر اس سے بول دی یا نماز پڑھی تو اختیار ہے چاہے قسم کا کفارہ دیدے اور چاہے دو روزے رکھے اور ایک روپیہ خیرات کرے۔

مسئلہ۔ یہ[۴] منت مانی کہ ہزار مرتبہ درود شریف پڑھوں گی یا ہزار دفعہ کلمہ پڑھوں گی تو منت ہوگئی اور پڑھنا واجب ہو گیا اور اگر کہا ہزار دفعہ سبحان اللہ سبحان اللہ پڑھوں گی یا ہزار دفعہ لاحول پڑھوں گی تو منت نہیں ہوئی اور پڑھنا واجب نہیں۔

مسئلہ۔ منت[۵] مانی دس کلام مجید ختم کروں گی یا ایک پارہ پڑھوں گی تو منت ہوگئی۔

مسئلہ۔ یہ منت[۶] مانی کہ اگر فلانا کام ہو جاوے تو مولود پڑھواؤں گی تو منت نہیں ہوئی۔ یا یہ منت کی کہ فلانی بات ہو جاوے تو فلانے

---

[۱] ولو قال للہ علی ان اذبح جزورا و اتصدق بلحمہ فذبح مکانہ سبع شیاہ جاز ۱۲

[۲] بخلاف النذر المعلق فانہ لا یجوز تعجیلہ قبل وجود الشرط ۱۲

[۳] فان نذر نذرا مطلقا او معلقا علی الشرط یرید کونہ ووجد الشرط لزمہ الوفاء بہ وان علق النذر بما لا یرید کونہ کقولہ ان کلمت زیدا فللہ علی عتق رقبۃ ثم کلمہ فانہ یتخیر بین الوفاء بما نذرہ من العتق وبین کفارۃ یمین علی الصحیح ۱۲ مراقی صفحہ ۲۸۳ ج ۲

[۴] ولو نذر التسبیحات دبر الصلوۃ لم یلزمہ ولو نذر ان یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کل یوم کذا لزمہ وقیل لا ۱۲ درمختار مع الرد صفحہ ۹۹ ج ۳ وکذا فی الطحطاوی صفحہ ۳۰۳

[۵] المنذور اذا کان لہ اصل فی الفروض لزم الناذر ۱۲ شامی صفحہ ۲۸ ج ۳

[۶] وما لا اصل لہ فی الفروض فلا یلزم الناذر کعیادۃ المریض وتشییع الجنازۃ ودخول المسجد وبناء القنطرۃ والرباط والسقایۃ ونحوہا وقولہ ان لا یکون معصیۃ لذاتہ قال فی الفتح والا کون المنذور معصیۃ یمنع انعقاد النذر فیجب ان یکون معناہ اذا کان حراما لعینہ او لیس فیہ جہۃ قربۃ ۱۲ شامی صفحہ ۶۵

[۷] ومنہ النذر بقراءۃ المولود فی المنابر مع اشتمالہ علی الغناء ۱۲ شامی استنبولی صفحہ ۱۷۹

مزار پر چادر چڑھاؤں گی یہ منت بھی نہیں ہوئی یا شاہ عبدالحق صاحب کا توشہ مانا یا سہ منی یا سید کبیر کی گائے مانی۔ یا مسجد میں گلگلے چڑھانے اور اللہ میاں کے طاق بھرنے کی منت مانی یا بڑے پیر کی گیارھویں کی منت مانی تو یہ منت صحیح نہیں ہوئی اس کا پورا کرنا واجب نہیں۔

مسئلہ[۲۱]۔ مولیٰ مشکل کشا کا روزہ۔ اس بی بی کا کونڈہ یہ سب واہیات خرافات ہے اور مشکل کشا کا روزہ[۲] ماننا شرک ہے

مسئلہ[۲۲]۔ یہ منت[۳] مانی کہ فلانی مسجد جو ٹوٹی پڑی ہے اس کو بنوا دوں گی یا فلانا پل بندھوا دوں گی تو یہ منت بھی صحیح نہیں ہے اس کے ذمہ کچھ واجب نہیں ہوا۔

مسئلہ[۲۳]۔ اگر یوں[۴] کہا میرا بھائی اچھا ہو جاوے تو ناچ کراؤں گی یا باجہ بجواؤں گی تو یہ منت گناہ ہے۔ اچھے ہونے کے بعد ایسا کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ[۲۴]۔ اللہ تعالیٰ[۵] کے علاوہ کسی اور سے منت ماننا مثلاً یوں کہنا اے بڑے پیر اگر میرا کام ہو جاوے تو میں تمہاری یہ بات کروں گی یا قبروں اور مزاروں پر جانا یا جہاں جن رہتے ہوں وہاں جانا اور درخواست کرنا حرام اور شرک ہے بلکہ اس منت کی چیز کا کھانا بھی حرام ہے اور قبروں پر جانے کی عورتوں کے لئے حدیث میں ممانعت آئی ہے حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔

قسم کھانے کا بیان

مسئلہ[۱]۔ بے ضرورت بات بات میں قسم کھانا بری بات ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے نام کی بڑی بے تعظیمی اور بے حرمتی ہوتی ہے جہاں تک ہو سکے سچی بات پر بھی قسم نہ کھانا چاہئے۔

[۱] حوالہ بالا ۱۲

[۲] یوں ہی اس بی بی کا کونڈہ ماننا بھی شرک ہے ۱۲

[۳] حوالہ بالا ۱۲

[۴] حوالہ بالا ۱۲

[۵] ومنہ یؤخذ عدم صحۃ النذر للاموات قال فی الدر واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یؤخذ من الدراہم والشمع والزیت ونحوہا الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیہم فہو بالاجماع باطل حرام قال فی البحر لوجوہ منہا انہ نذر لمخلوق والنذر للمخلوق لا یجوز لانہ عبادۃ والعبادۃ لا تکون لمخلوق الخ ۱۲ طحطاوی صفحہ ۲ ج ۲ واعلم بانہا کلما قصدت الخروج کانت فی لعنۃ اللہ وملائکتہ واذا خرجت تحفہا الشیاطین من کل جانب واذا اتت القبور تلعنہا روح المیت کذا فی الشرح عن التتارخانیہ وفی الحدیث الصحیح لعن اللہ زائرات القبور ۱۲

مسئلہ۔ جس نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی اور یوں کہا اللہ قسم۔ خدا کی قسم خدا کی عزت و جلال کی قسم۔ خدا کی بزرگی اور بڑائی کی قسم۔ تو قسم ہوگئی اب اس کے خلاف کرنا درست نہیں۔ اگر خدا کا نام نہیں لیا فقط اتنا کہہ دیا میں قسم کھاتی ہوں کہ فلاں کام نہ کروں گی تب بھی قسم ہوگئی۔

مسئلہ۔ اگر یوں کہا خدا گواہ ہے۔ خدا کو گواہ کر کے کہتی ہوں۔ خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتی ہوں تب بھی قسم ہوگئی۔

مسئلہ۔ قرآن کی قسم۔ کلام اللہ کی قسم۔ کلام مجید کی قسم کھا کر کوئی بات کہی تو قسم ہوگئی۔ اور اگر کلام مجید کو ہاتھ میں لیکر یا اس پر ہاتھ رکھکر کوئی بات کہی لیکن قسم نہیں کھائی تو قسم نہیں ہوئی۔

مسئلہ۔ یوں کہا اگر فلانا کام کروں تو بے ایمان ہو کر مروں مرتے وقت ایمان نہ نصیب ہو۔ بے ایمان ہو جاؤں یا اس طرح کہا اگر فلانا کام کروں تو میں مسلمان نہیں تو قسم ہوگئی اس کے خلاف کرنے سے کفارہ دینا پڑیگا اور ایمان نہ جاوے گا۔

مسئلہ۔ اگر فلانا کام کروں تو ہاتھ ٹوٹیں۔ دیدے پھوٹیں۔ کوڑھی ہو جائے بدن پھوٹ نکلے۔ خدا کا غضب ٹوٹے۔ آسمان پھٹ پڑے۔ دانے دانے کی محتاج ہو جائے۔ خدا کی مار پڑے۔ خدا کی پھٹکار پڑے۔ اگر فلانا کام کروں تو سور کھاؤں مرتے وقت کلمہ نصیب نہ ہو۔ قیامت کے دن خدا رسول کے سامنے زرد رو ہوں ان باتوں سے قسم نہیں ہوتی اس کے خلاف کرنے سے کفارہ نہ دینا پڑیگا۔

مسئلہ۔ خدا کے سوا کسی اور کی قسم کھانے سے قسم نہیں ہوتی جیسے رسول اللہ کی قسم۔ کعبہ کی قسم اپنی آنکھوں کی قسم۔ اپنی جوانی کی قسم۔ اپنے ہاتھ پیروں کی قسم اپنے باپ کی قسم۔ اپنے بچے کی قسم۔ اپنے پیاروں کی قسم تمہارے سر کی قسم تمہاری جان کی قسم۔ تمہاری قسم۔ اپنی قسم۔ اس طرح قسم کھا کر پھر اس کے خلاف کرے تو کفارہ نہ دینا پڑے گا لیکن اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم

لہ قال اللہ تعالیٰ ولکن یواخذکم بما عقدتم الایمان ۱۲ والیمین باللہ او باسم آخر من اسماء اللہ تعالیٰ کالرحمن الرحیم او بصفة من صفاته التی یحلف بہا عرفا کعزة اللہ وجلاله وکبریائه ۱۲ ہدایہ صفحہ ۴۵۹ ولو قال احلف او احلف باللہ او اقسم او اقسم باللہ ان لا افعل کذا یکون یمینا ۱۲ قاضی خاں بخفا صفحہ ۲

ٹہ ولو قال اشہد ان لا افعل کذا و اشہد باللہ یکون یمینا ولو قال ۱۲ حوالہ بالا

ٹہ ولا یخفی ان الحلف بالقرآن الآن متعارف فیکون یمینا والحلف بکلام اللہ فیدور مع العرف وقال العینی وعندی ان المصحف یمین لاسیما فی زماننا وعند الثلثة المصحف والقرآن وکلام اللہ یمین ۱۲

ٹہ لیکن فقہائے ایسی قسم سے روکا ہے ۱۲

ٹہ ولو قال ہو یہودی او نصرانی او مجوسی او بری من الاسلام او بری من اللہ ان فعل کذا عندنا یکون یمینا ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۲۸ ولان حلف بہذہ الالفاظ علی امر مستقبل ثم ما فعل ذلک قال بعضہم لا یکفر ویلزمہ الکفارة ۱۲

ٹہ مگر ایسی قسم سے نہایت بچنا چاہیے اور ہرگز ایسی قسم نہ کھانی چاہیے ۱۲ تصحیح الاغلاط

ٹہ وان قال فعلیہ غضبہ او سخطہ او لعنة اللہ او ہو زان او سارق او شارب خمر او آکل ربوا لا یکون قسما قال العینی ای لا یکون یمینا الخ لانہ دعاء علی نفسہ ولا یستلزم وقوع المدعو بل ذلک متعلق باستجابة دعائہ ولانہ غیر متعارف ۱۲

ٹہ اس عبارت کا مطلب ہے کہ اگر تو

کھانا بڑا گناہ ہے حدیث شریف میں اس کی بڑی ممانعت آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اور کسی قسم کی قسم کھانا شرک کی بات[1] ہے اس سے بہت بچنا چاہیے۔

مسئلہ۔ کسی[2] نے کہا تیرے گھر کا کھانا مجھ پر حرام ہے یا یوں کہا فلانی چیز میں نے اپنے اوپر حرام کر لی تو اس کہنے سے وہ چیز حرام نہیں ہوئی۔ لیکن یہ قسم ہو گئی اب اگر کھاوے گی تو کفارہ دینا پڑے گا۔

مسئلہ۔ کسی[3] دوسرے کی قسم دلانے سے قسم نہیں ہوتی جیسے کسی نے تم سے کہا تمہیں خدا قسم یہ کام ضرور کرو تو یہ قسم نہیں ہوئی اس کے خلاف کرنا درست ہے۔

مسئلہ۔ قسم[4] کھا کر اس کے ساتھ ہی انشاء اللہ کا لفظ کہدیا جیسے کوئی اس طرح کہے خدا کی قسم فلانا کام انشاء اللہ نہ کروں گی تو قسم نہیں ہوئی۔

مسئلہ۔ جو[5] بات ہو چکی ہے اس پر جھوٹی قسم کھانا بڑا گناہ ہے جیسے کسی نے نماز نہیں پڑھی اور جب کسی نے پوچھا تو کہدیا خدا قسم میں نماز پڑھ چکی یا کسی سے گلاس ٹوٹ گیا اور جب پوچھا گیا تو کہدیا خدا قسم میں نے نہیں توڑا۔ جان بوجھ کے جھوٹی قسم کھائی تو اس کے گناہ کی کوئی حد نہیں اور اس کا کوئی کفارہ نہیں۔ بس دن رات اللہ سے توبہ استغفار کر کے اپنا گناہ معاف کراوے سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا اور اگر غلطی اور دھوکے میں جھوٹی قسم کھالی جیسے کسی نے کہا خدا قسم ابھی فلانا آدمی نہیں آیا اور اپنے دل میں یقین کے ساتھ یہی سمجھتی ہے کہ سچی قسم کھا رہی ہوں پھر معلوم ہوا کہ اسوقت آگیا تھا تو یہ معاف ہے اس میں گناہ نہ ہوگا اور کچھ کفارہ بھی نہیں۔

مسئلہ۔ اگر ایسی[6] بات پر قسم کھائی جو ابھی نہیں ہوئی بلکہ آئندہ ہوگی جیسے کوئی کہے خدا قسم آج پانی برسے گا۔ خدا قسم آج میرا بھائی آوے گا

[1] مطلب یہ ہے کہ یہ ہلکا سا شرک ہے وہ شرک نہیں جو کبھی نہ بخشا جاوے گا پس ایسے شخص کو جو خدا کے سوا کسی اور کی قسم کھائے اسلام سے خارج نہ کہیں گے اور اسکا نکاح بھی قائم رہے گا ۱۲

[2] ذکر فی المنتقی لو قال کل طعام فمقتضی القیاس لا یحنث اذا اکلہ لہٰذا ولہٰ ابن سماعة عن ابی یوسف وفی الاستحسان یحنث والناس یریدون بہذا ان اکلہ حرام ۱۲ شامی صفحہ ۶۳

[3] رجل قال لآخر اقسم علیک لتفعلن کذا وکذا ولم ینو استحلاف المخاطب ولا مباشرة الیمین علی نفسہ فلا شیٔ علی واحد منہما اذا لم یفعل المخاطب ذلک ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۲۸۹

[4] ومن وصل انشاء اللہ بحلفہ بطل ۱۲ شرح وقایہ صفحہ ۱۳۴

[5] فحلفہ علی فعل او ترک ماض کاذبا عمدا یأثم بہ اذ ظانا انہ حق وہو ضدہ لغو یرجی عفوہ وعلی آت منعقدة وکفر فیہ فقط ان حنث ۱۲ حوالہ بالا

[6] حوالہ بالا ۱۲

پھر وہ نہیں آیا اور پانی نہیں برسا تو کفارہ دینا پڑے گا۔

مسئلہ[۱۳]۔ کسی نے[۱] قسم کھائی خدا قسم آج قرآن ضرور پڑھوں گی تو اب قرآن پڑھنا واجب ہو گیا نہ پڑھے گی تو گناہ ہو گا اور کفارہ دینا پڑے گا اور کسی نے قسم کھائی خدا قسم آج فلانا کام نہ کروں گی تو اب وہ کام کرنا درست نہیں اگر کرے گی تو قسم توڑنے کا کفارہ دینا پڑے گا

مسئلہ[۱۴]۔ کسی[۲] نے گناہ کرنے کی قسم کھائی کہ خدا قسم آج فلانے کی چیز چرا لاؤں گی۔ خدا قسم آج نماز نہ پڑھوں گی۔ خدا قسم اپنے ماں باپ سے کبھی نہ بولوں گی تو ایسے وقت قسم کا توڑ دینا واجب ہے توڑ کے کفارہ دیدے نہیں تو گناہ ہو گا۔

مسئلہ[۱۵]۔ کسی[۳] نے قسم کھائی کہ آج میں فلانی چیز نہ کھاؤں گی پھر بھولے سے کھالی اور قسم یاد نہ رہی یا کسی نے زبردستی منہ چیر کر کھلا دی تب بھی کفارہ دیوے

مسئلہ[۱۶]۔ غصے[۴] میں قسم کھائی کہ تجکو کبھی ایک کوڑی نہ دوں گی پھر ایک پیسہ یا ایک روپیہ دیدیا تب بھی قسم ٹوٹ گئی کفارہ دیوے۔

قسم کے کفارے کا بیان

مسئلہ[۱]۔ اگر کسی[۵] نے قسم توڑ ڈالی تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ دس محتاجوں کو دو وقتہ کھانا کھلا دیوے یا کچا اناج دیدے اور ہر فقیر کو انگریزی تول سے آدھی چھٹانک اوپر پونے دو سیر گیہوں دینا چاہیے بلکہ احتیاطاً پورے دو سیر دیدے۔ اور اگر جو دیوے تو اس کے دونے دیوے۔ باقی اور سب ترکیب فقیر کھلانے کی وہی ہے جو روزے کے کفارے میں بیان ہو چکی یا دس فقیروں کو کپڑا پہنا دیوے۔ ہر فقیر کو اتنا بڑا کپڑا دیوے جس سے بدن کا زیادہ حصہ ڈھک جاوے جیسے چادر یا بڑا لمبا کرتا دیدیا تو کفارہ ادا ہو گیا لیکن وہ کپڑا بہت پرانا نہ ہونا چاہیے۔ اگر ہر فقیر کو فقط ایک ایک لنگی یا فقط ایک ایک پاجامہ

[۱] والمنعقدة ما يحلف على امر في المستقبل ان يفعله او لا يفعله واذا حنث في ذلك لزمته الكفارة ۱۲ لقوله تعالى ولكن يؤاخذكم بما عقدتم الايمان هدايه ص ۴۵۸

[۲] ومن حلف على معصية كعدم الكلام مع الابوين حنث وكفر ۱۲

[۳] يعني تجب الكفارة وان كان الحلف بطريق السهو وبالاكراه وكذا ان كان الحنث بطريق السهو والاكراه ۱۲ شرح وقايه ص ۲۳۳

[۴] والقاصد في اليمين والمكره والناسي سواء حتى تجب الكفارة لقوله عليه السلام ثلث جدهن جد وهزلهن جد النكاح والطلاق واليمين الخ ۱۲ هدايه ص ۴۵۹

[۵] كفارة اليمين منصوص الشرع تعالى في كتابه ۱۲ وقال في هداية كفارة اليمين عتق رقبة يجزي فيها ما يجزي في الظهار وان شاء كسا عشرة مساكين كل واحد ثوبا فما زاد وادناه ما يجوز فيه الصلوة وان شاء اطعم عشرة مساكين كالاطعام في كفارة الظهار فان لم يقدر على احد الاشياء الثلثة صام ثلثة ايام متتابعات ثم المذكور في الكتاب في بيان ادنى الكسوة مروي عن محمد وعن ابي يوسف وابي حنيفة ان ادناه ما يستر عامة بدنه حتى لا يجوز السراويل وهدايه ص ۴۶۱ المطلق المراد على طمراة فلا يجوز عنده ۱۲

دیدیا تو کفارہ ادا نہیں ہوا اور اگر لنگی کے ساتھ کرتا بھی ہو تو ادا ہو گیا۔ ان دونوں باتوں میں اختیار ہے چاہے کپڑا دیوے اور چاہے کھانا کھلادے ہر طرح کفارہ ادا ہو گیا اور یہ حکم جو بیان ہوا جب ہے کہ مرد کو کپڑا دیوے اور کسی غریب عورت کو کپڑا دیا تو اتنا بڑا کپڑا ہونا چاہیئے کہ سارا بدن ڈھک جاوے اور اس سے نماز پڑھ سکے۔ اس سے کم ہو گا تو کفارہ ادا نہ ہو گا

مسئلہ[۱]۔ اگر کوئی ایسی غریب ہو کہ نہ تو کھانا کھلا سکتی ہے نہ کپڑا دے سکتی ہے تو لگاتار تین روزے رکھے اگر الگ الگ کر کے تین روزے پورے کر لئے تو کفارہ ادا نہیں ہوا تینوں لگاتار رکھنا چاہیئے اگر دو روزے رکھنے کے بعد بیچ میں کسی عذر سے ایک روزہ چھوٹ گیا تو اب پھر سے تینوں رکھے۔

مسئلہ[۲]۔ قسم توڑنے سے پہلے ہی کفارہ ادا کر دیا اسکے بعد قسم توڑی تو کفارہ صحیح نہیں ہوا اب قسم توڑنے کے بعد پھر کفارہ دینا چاہیئے اور جو کچھ فقیروں کو دے چکی ہے اسکو پھیر لینا درست نہیں۔

مسئلہ[۳]۔ کسی نے کئی دفعہ قسم کھائی جیسے ایک دفعہ کہا خدا قسم فلانا کام نہ کروں گی۔ اس کے بعد پھر کہا خدا قسم فلانا کام نہ کروں گی اسی دن یا اسکے دوسرے تیسرے دن غرض اسی طرح کئی مرتبہ کہا یا یوں کہا خدا کی قسم، اللہ کی قسم، کلام اللہ کی قسم فلانا کام ضرور کروں گی پھر وہ قسم توڑ دی تو ان سب قسموں کا ایک ہی کفارہ دیدے۔

مسئلہ[۴]۔ کسی کے ذمے قسموں کے بہت کفارے جمع ہو گئے تو بقول[۵] مشہور ہر ایک کا جدا کفارہ دینا چاہیئے زندگی میں نہ دے تو مرتے وقت وصیت کر جانا واجب ہے۔

مسئلہ[۶]۔ کفارے میں ان ہی مساکین کو کپڑا یا کھانا دینا درست ہے جن کو زکوٰۃ دینا درست ہے

[۱] حوالہ بالا ای مامر فی الصفحۃ السابقۃ ۱۲

[۲] وان قدم الکفارۃ علی الحنث لم یجزہ ۱۲ ہدایہ صفحہ ۴۶۱ وعن عمر بن الخطاب فی حدیث طویل فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فان العائد فی صدقۃ کالکلب یعود فی قیئہ ۱۲ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۷۳

[۳] وفی البغیۃ کفارات الایمان اذا کثرت تداخلت ویخرج بالکفارۃ الواحدۃ عن عہدۃ الجمیع وقال شہاب الائمۃ ہذا قول محمد قال صاحب الاصل ہو المختار عندی ۱۲ رد المحتار صفحہ ۵۳ جلد ۳

[۴] تتعدد الکفارۃ لتعدد الیمین والمجلس والمجالس سواء ۱۲ ا شلمی

[۵] بقول المشہور کی قید اس مرتبہ اضافہ ہوئی ۱۲

[۶] ومصرفہا مصرف الزکوٰۃ ۱۲ در مختار مع الرد صفحہ ۶۳ جلد ۳

عہ ولا بد للمرأۃ من خمار مع الثوب لان صلوتہا لا تصح بدونہ ۱۲ شامی صفحہ ۶۱ جلد ۳

گھر میں جانے کی قسم کھانے کا بیان

مسئلہ۔ کسی[1] نے قسم کھائی کبھی تیرے گھر نہ جاؤں گی پھر اس کے دروازہ کے دہلیز پر کھڑی ہو گئی یا دروازے کے چھجے کے نیچے کھڑی ہو گئی اندر نہیں گئی تو قسم نہیں ٹوٹی اور اگر دروازے کے اندر چلی گئی تو قسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ۔ کسی[2] نے قسم کھائی کہ اس گھر میں نہ جاؤں گی پھر جب وہ گھر گر کر بالکل کھنڈر ہو گیا تب اس میں گئی تو بھی قسم ٹوٹ گئی اور اگر بالکل میدان ہو گیا زمین برابر ہو گئی اور گھر کا نشان بالکل مٹ گیا یا اس کا کھیت بن گیا یا مسجد بنائی گئی یا باغ بنا لیا گیا تب اس میں گئی تو قسم نہیں ٹوٹی۔

مسئلہ۔ قسم کھائی[3] کہ اس گھر میں نہ جاؤں گی پھر جب وہ گر گیا اور پھر سے بنوا لیا گیا تب اس میں گئی تو قسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ۔ کسی[4] نے قسم کھائی کہ تیرے گھر نہ جاؤں گی پھر کوٹھا پھاند کر آئی اور چھت پر کھڑی ہو گئی تو قسم ٹوٹ گئی اگرچہ نیچے نہ اترے۔

مسئلہ۔ کسی[5] نے گھر میں بیٹھے ہوئے قسم کھائی کہ اب یہاں کبھی نہ آؤں گی اس کے بعد تھوڑی دیر بیٹھی رہی تو قسم نہیں ٹوٹی چاہے جے دن وہیں بیٹھی رہے جب باہر جا کر پھر آوے گی تب قسم ٹوٹے گی اور اگر قسم کھائی کہ یہ کپڑا نہ پہنونگی یہ کہکر فوراً اتار ڈالا تو قسم نہیں ٹوٹی۔ اور اگر فوراً نہیں اتارا کچھ دیر پہنے رہی تو قسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ۔ قسم کھائی[6] کہ اس گھر میں نہ رہوں گی اس کے بعد فوراً اس گھر سے اسباب اٹھا لیجانا بند و بست کرنا شروع کر دیا تو قسم نہیں ٹوٹی۔ اور اگر فوراً نہیں شروع کیا کچھ دیر ٹھہر گئی تو قسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ۔ قسم[7] کھائی کہ اب تیرے گھر میں قدم نہ رکھوں گی تو مطلب یہ ہے کہ نہ آؤں گی اگر میانے پر سوار ہو کر آئی اور گھر میں اسی میانے پر بیٹھی رہی قدم

---

[1] من حلف لا یدخل بیتا فدخل دہلیزا او ظلۃ باب الدار لم یحنث ۱۲

[2] رجل حلف ان لا یدخل ہذا البیت فانہدم سقفہ وبقی حیطانہا فدخل حنث وان انہدم سقفہ وحیطانہ فدخل العرصۃ لم یحنث ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۳۱۹ وان جعلت مسجدا او حماما او بستانا او بیتا فدخلہ لم یحنث ۱۱ قدوری

[3] وکذا لو بنی بیتا بعد ذلک فدخلہ لا یحنث ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۳۱۹

[4] ومن حلف لا یدخل ہذہ الدار فوقف علی سطحہا حنث ۱۲ قدوری مع الشرح صفحہ ۳۶۲

[5] ومن حلف لا یدخل ہذہ الدار وہو فیہا لم یحنث بالقعود حتی یخرج ثم یدخل ۱۲ قدوری صفحہ ۲۸۲

[6] او حلف لا یسکن ہذہ الدار وہو ساکنہا فاخذ فی النقلۃ من ساعتہ فان لبث علی حالہ ساعۃ حنث ۱۲ متن ہدایہ صفحہ ۴۶۵

[7] رجل حلف ان لا یضع قدمہ فی دار فلان یحنث بدخولہا مطلقا ولو حافیا او راکبا ۱۲ در مختار

زمین پر نہیں رکھے تب بھی قسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ۔ کسی[1] نے قسم کھا کر کہا تیرے گھر کبھی نہ کبھی ضرور آؤں گی پھر آنے کا اتفاق نہیں ہوا تو جب تک زندہ ہے قسم نہیں ٹوٹی مرتے وقت قسم ٹوٹ جاوے گی اس کو چاہیئے کہ اس وقت وصیت کر جاوے کہ میرے مال میں سے قسم کا کفارہ دے دینا۔

مسئلہ۔ قسم[2] کھائی کہ فلانی کے گھر نہ جاؤں گی تو جس گھر میں وہ رہتی ہو وہاں نہ جانا چاہیئے چاہے خود اسی کا گھر ہو یا کرایہ پر رہتی ہو یا مانگ لیا ہو اور بے کرایہ دیے رہتی ہو۔

مسئلہ۔ قسم[3] کھائی کہ تیرے یہاں کبھی نہ آؤں گی پھر کسی سے کہا تو مجھے گود میں لیکر وہاں پہونچا دے اس لئے اس نے گود میں لیکر پہونچا دیا تب بھی قسم ٹوٹ گئی البتہ اگر اس نے نہیں کہا بغیر اس کے کہے کسی نے اسکو لاد کے وہاں پہونچا دیا تو قسم نہیں ٹوٹی۔ اسی طرح اگر قسم کھائی کہ اس گھر سے کبھی نہ نکلوں گی پھر کسی سے کہا کہ تو مجھکو لاد کر نکال لے چل اور وہ لے گیا تو قسم ٹوٹ گئی اور اگر بے کہے کوئی لاد لے گیا تو قسم نہیں ٹوٹی۔

کھانے پینے کی قسم کھانے کا بیان

مسئلہ۔ قسم کھائی کہ یہ دودھ نہ کھاؤں گی پھر دہی دودھ جما کر دہی بنا لیا تو اس کے کھانے سے قسم نہ ٹوٹے گی۔

مسئلہ۔ بکری[4] کا بچہ پلا ہوا تھا اس پر قسم کھائی اور کہا کہ اس بچے کا گوشت نہ کھاؤں گی پھر وہ بڑھ کر پوری بکری ہو گئی تب اس کا گوشت کھایا تب بھی قسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ۔ قسم[5] کھائی کہ گوشت نہ کھاؤں گی پھر مچھلی کھائی یا کلیجی یا اوجھڑی کھائی تو قسم نہیں ٹوٹی۔

---

[1] ومن حلف لیاتین البصرة فلم یات حتی مات حنث فی آخر جزء من اجزاء حیاته ۱۲ قدوری

[2] رجل حلف ان لا یدخل دار فلان فدخل دارا یسکنها فلان باجارة او اعارة حنث عندنا ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۳۲۱ جز ۲

[3] ولو کان علی دابة فادخلة فی دار ان کان یقدر علی منعها والامساک لا حنث والا فلا وان ادخله انسان بکرها فخرج منها ثم دخل بعد ذلک مختارا اختلفوا فیه والصحیح انه یحنث وقال قبل ذلک وان احتمله انسان وادخله فیها فان کان الحالف لا یقدر علی الامتناع لا یحنث فی قولهم وان کان یقدر ولم یمتنع وهو راض لابد به اختلفوا فیه والصحیح انه لا یحنث اذا کان لا یقدر علی الامتناع ۱۲ صفحہ ۳۰۸

[4] ولو حلف لا یخرج من المسجد فامر انسانا فحمله فاخرجه حنث ولو اخرجه مکرها لم یحنث ولو حمله برضاه لا بامره لا یحنث ۱۲ جامع صغیر

[5] لم یحنث اذا حلف لا یاکل من هذا اللبن فاکل من جبن صنع منه او مصل او اقط او شیراز ۱۲

[6] اذا حلف لا یاکل لحم هذا الحمل فصار کبشا فاکله حنث ۱۲ هدایہ بالا

مسئلہ۔[1] قسم کھائی کہ یہ گیہوں نہ کھاؤں گی پھر ان کو پسوا کر روٹی کھائی یا ان کے ستو کھائے تو قسم نہیں ٹوٹی۔ اور اگر خود گیہوں اُبال کر کھالئے یا بھنوا کر چبائے تو قسم ٹوٹ گئی ہاں اگر یہ مطلب لیا ہو کہ ان کے آٹے کی کوئی چیز بھی نہ کھاؤں گی تو ہر چیز کے کھانے سے قسم ٹوٹ جاوے گی۔

مسئلہ۔ اگر[2] یہ قسم کھائی کہ یہ آٹا نہ کھاؤں گی تو اسکی روٹی کھانے سے قسم ٹوٹ جاوے گی اور اگر اس کا لپٹا یا حلوا یا کچھ اور پکا کر کھایا تب بھی قسم ٹوٹ گئی اور اگر ویسا ہی کچا آٹا پھانک گئی تو قسم نہیں ٹوٹی۔

مسئلہ۔ قسم[3] کھائی کہ روٹی نہ کھاؤں گی تو اس دیس میں جن چیزوں کی روٹی کھائی جاتی ہے نہ کھانا چاہیئے نہیں تو قسم ٹوٹ جاوے گی۔

مسئلہ۔ قسم کھائی[4] کہ سری نہ کھاؤں گی تو چڑیا۔ بیٹر۔ مرغ وغیرہ چڑیوں کا سر کھانے سے قسم نہ ٹوٹے گی۔ اگر بکری یا گائے کی سری کھائی تو قسم ٹوٹ گئی

مسئلہ۔ قسم[5] کھائی کہ میوہ نہ کھاؤں گی تو انار سیب۔ انگور۔ چھوارا۔ بادام اخروٹ۔ کشمش۔ منقی۔ کھجور کھانے سے قسم ٹوٹ جاوے گی اور اگر خربوزہ۔ تربوز ککڑی۔ کھیرا۔ آم کھائے تو قسم نہیں ٹوٹی۔

نہ بولنے کی قسم کھانے کا بیان

مسئلہ۔ قسم[6] کھائی کہ فلانی عورت سے نہ بولوں گی پھر جب وہ سوتی تھی اس وقت سوتے میں اس سے کچھ کہا اور اس کی آواز سے وہ جاگ پڑی تو قسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ۔ قسم کھائی[7] کہ بغیر ماں کی اجازت کے فلانی سے نہ بولوں گی۔ پھر ماں نے اجازت دیدی لیکن اجازت کی خبر ابھی اس کو نہیں ملی تھی کہ اس سے بول دی اور بولنے کے بعد معلوم ہوا کہ ماں نے اجازت دیدی تھی تب بھی قسم ٹوٹ گئی۔

[1] رجل حلف ان لا یاکل من ہذہ الحنطۃ ان نوی اکلہا حبا فہو علی ما نوی وان لم ینو شیئا فاکل من خبزہا لا یحنث عند ابی حنیفۃ وعند صاحبیہ یحنث وان اکل عین الحنطۃ یحنث عندہما فالصحیح انہ یحنث والیہ اشار فی الجامع الصغیر وان اکل سویقہا لا یحنث عند ابی حنیفۃ وابی یوسف وہو الصحیح من قول محمد وان حلف ان لا یاکل من ہذا الدقیق فاکل من خبزہ حنث عندہم وان اکل عین الدقیق اختلفوا فیہ والصحیح انہ لا یحنث ۱۲ قاضی صفحہ ۳۱۰ ج ۲

[2] لو حلف ان لا یاکل ہذا الدقیق فاکل عجینہ فانہ لا یکون حانثا وقال بعد ہذا من الکلام اما الدقیق لا یوکل کذا لکن انعقد الیمین لما اتخذ منہ ۱۲ بحر ۱۲ منہ

[3] رجل حلف ان لا یاکل خبزا فاکل خبز حنطۃ او شعیر کان حانثا وان اکل خبز الذرۃ والارز ان کان الحالف فی بلد خبزہم من الذرۃ والارز یکون حانثا والا فلا ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۳۲۰

[4] ومن حلف ان لا یاکل الرؤس فیمینہ علی ما یکبس فی التنانیر ویباع فی مصر ۱۲ قدوری صفحہ ۲۰

[5] وان حلف لا یاکل فاکہۃ فاکل عنبا او رمانا او رطبا او قثاء او خیارا لم یحنث وان اکل تفاحا او بطیخا او مشمشا حنث الی آخرہ ۱۲ ہدایہ

[6] ولو ناداہا الحالف وہو نائم فایقظتہ حنث وان لم یستیقظ بدعائہ فیہ روایتان ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۳۲ ج ۲

[7] لو حلف لا یکلمہ الا باذنہ فاذن ولم یعلم بالاذن حتی کلمہ حنث ۱۲ ہدایہ صفحہ ۳ ج ۲

مسئلہ۔ قسم کھائی کہ اس لڑکی سے کبھی نہ بولوں گی پھر جب وہ جوان ہوگئی یا بڑھیا ہوگئی تب بولی تو بھی قسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ۔ قسم کھائی کہ کبھی تیرا منہ نہ دیکھوں گی۔ تیری صورت نہ دیکھوں گی تو مطلب یہ ہے کہ تجھ سے ملاقات نہ کروں گی میل جول نہ رکھوں گی۔ اگر کہیں دور سے صورت دیکھ لی تو قسم نہیں ٹوٹی۔

بیچنے اور مول لینے کی قسم کھانے کا بیان

مسئلہ۔ قسم کھائی کہ فلانی چیز میں نہ خریدوں گی پھر کسی سے کہدیا کہ تم مجھے خرید دو اس نے مول لے دیا تو قسم نہیں ٹوٹی۔ اسی طرح اگر یہ قسم کھائی کہ میں فلانی چیز نہ بیچوں گی پھر خود نہیں بیچا دوسرے سے کہا کہ تم بیچدو اس نے بیچدیا تو قسم نہیں ٹوٹی۔ اسی طرح کرایہ پر لینے کا حکم ہے اگر قسم کھالی کہ میں یہ مکان کرایہ پر نہ لوں گی پھر کسی دوسرے کے ذریعہ سے کرایہ پر لے لیا تو قسم نہیں ٹوٹی۔ البتہ اگر قسم کھانے کا یہی مطلب تھا کہ نہ تو خود یہ کام کرونگی نہ کسی دوسرے کے ذریعے سے کروں گی تو دوسرے آدمی کے کر دینے سے بھی قسم ٹوٹ جاوے گی۔ غرض جو مطلب ہوگا اسی کے موافق سب حکم لگائی جاویں گے۔ یا یہ کہ قسم کھانے والی عورت پردہ نشین یا امیر زادی ہے کہ خود اپنے ہاتھ سے نہیں بیچتی نہیں خریدتی تو اس صورت میں اگر یہ کام دوسرے سے کہکر کرائے تب بھی قسم ٹوٹ جاوے گی۔

مسئلہ۔ قسم کھائی کہ میں اپنے اس لڑکے کو نہ ماروں گی پھر کسی اور سے کہکر پٹوا دیا تو قسم نہیں ٹوٹی۔

روزے نماز کی قسم کھانے کا بیان

مسئلہ۔ کسی نے بے وقوفی سے قسم کھائی کہ میں روزہ نہ رکھوں گی پھر روزہ

[1] ومن حلف لا یکلم ہذا الشاب فکلمہ وقد صار شیخا حنث ۱۲ ہدایہ صفہ ۴۷۵

[2] ومن حلف لا یبیع او لا یشتری او لا یواجر فوکل من فعل ذلک لم یحنث ۱۲ ہدایہ صفہ ۴۷۹ ج ۲

[3] وان حلف علی حر لا یفعلہ بغیرہ نامر غیرہ ففعلہ المامور لا یحنث ۱۲

[4] ومن حلف لا یصوم فنوی الصوم وصام ساعۃ ثم افطر من یومہ حنث ۱۲ ولو حلف لا یصوم یوما او صوما فصام ساعۃ ثم افطر لا یحنث ۱۲ ہدایہ صفہ ۴۸۲ وحنث بصوم ساعۃ بنیتہ فی لا یصوم کما لو ضم یوما او صوما حتی تم یوما ۱۲ شرح وقایہ صفہ ۱۵

کی نیت کرلی تو دم بھر گذرنے سے بھی قسم ٹوٹ گئی پورے دن گذرنے کا انتظار نہ کریں گے۔ اگر تھوڑی دیر بعد روزہ توڑ دے گی تب بھی قسم ٹوٹنے کا کفارہ دینا پڑے گا اور اگر یوں کہا کہ ایک روزہ بھی نہ رکھوں گی تو روزہ ختم ہونے کے وقت قسم ٹوٹے گی جب تک پورا دن نہ گذرے اور روزہ کھولنے کا وقت نہ آوے تب تک قسم نہ ٹوٹے گی اگر وقت آنے سے پہلے ہی روزہ توڑ ڈالا تو قسم نہیں ٹوٹی۔

مسئلہ۔ قسم کھائی کہ میں نماز نہ پڑھوں گی پھر پشیمان ہوئی اور نماز پڑھنے کھڑی ہوئی تو جب پہلی رکعت کا سجدہ کیا اسی وقت قسم ٹوٹ گئی اور سجدہ کرنے سے پہلے قسم نہیں ٹوٹی۔ اگر ایک رکعت پڑھ کر نماز توڑ دے تب بھی قسم ٹوٹ گئی۔ اور یاد رکھو کہ ایسی قسمیں کھانا بڑا گناہ ہے اگر ایسی بے وقوفی ہوگئی تو اس کو فوراً توڑ ڈالے اور کفارہ دے۔

کپڑے وغیرہ کی قسم کھانے کا بیان

مسئلہ۔ قسم کھائی کہ اس قالین پر نہ لیٹوں گی پھر قالین بچھا کر اس کے اوپر چادر لگائی اور لیٹی تو قسم ٹوٹ گئی اور اگر اس قالین کے اوپر ایک اور قالین یا کوئی دری بچھالی اس کے اوپر لیٹی تو قسم نہیں ٹوٹی۔

مسئلہ۔ قسم کھائی کہ زمین پر نہ بیٹھوں گی پھر زمین پر بوریا یا کپڑا یا چٹائی یا ٹاٹ وغیرہ بچھا کر بیٹھ گئی تو قسم نہیں ٹوٹی اور اگر اپنا دوپٹہ جو اوڑھے ہوئے ہے اسی کا آنچل بچھا کے بیٹھ گئی تو قسم ٹوٹ گئی البتہ اگر دوپٹہ اتار کر بچھا لیا تب بیٹھی تو قسم نہیں ٹوٹی۔

مسئلہ۔ قسم کھائی کہ اس چارپائی یا اس تخت پر نہ بیٹھوں گی پھر اس پر دری یا قالین وغیرہ کچھ بچھا کر بیٹھ گئی تو قسم ٹوٹ گئی۔ اگر اس چارپائی کے اوپر ایک اور چارپائی بچھائی اور تخت کے اوپر ایک اور تخت بچھا لیا پھر اس چارپائی

لہ وبرکعۃ فی لا یصلی لا بما دونہا ولو ضم صلوٰۃ فیشفع لا باقلہ ۱۲ شرح وقایہ صہ ۱۵۰

لہ ومن حلف لا ینام علی فراش فنام علیہ وفوقہ قرام حنث وان جعل فوقہ فراشا آخر فنام علیہ لا یحنث ۱۲ ہدایہ صہ ۴۸۳ ولو کر میری شرح مختصر وقایہ صہ ۳۰۳

لہ ولا من حلف لا یجلس علی الارض فجلس علی بساط او حصیر ولو حال بینہ وبینہا لباسہ حنث ۱۲ مختصر وقایہ صہ ۱۲۶

لہ کمن حلف لا یجلس علی ہذا السریر فجلس علی بساط فوقہ بخلاف جلوسہ علی سریر آخر فوقہ ۱۲ حوالہ بالا

اور تخت پر بیٹھی تو قسم نہیں ٹوٹی۔

مسئلہ۔[1] قسم کھائی کہ فلانی کو کبھی نہ نہلاؤں گی پھر اسکے مرجانے کے بعد نہلایا تو قسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ۔[2] شوہر نے قسم کھائی کہ تجھ کو کبھی نہ ماروں گا پھر غصہ میں جھونٹا پکڑ کے گھسیٹا یا گلا گھونٹ دیا یا زور سے کاٹ کھایا تو قسم ٹوٹ گئی اور جو دل لگی اور پیار میں کاٹا ہو تو قسم نہیں ٹوٹی۔

مسئلہ۔[3] قسم کھائی کہ فلانی کو ضرور ماروں گی اور وہ اس کہنے سے پہلے ہی مرچکی ہے تو اگر اس کا مرنا معلوم نہ تھا اس وجہ سے قسم کھائی تو قسم نہ ٹوٹے گی۔ اور اگر جان بوجھ کے قسم کھائی تو قسم کھاتے ہی قسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ۔ اگر کسی[4] نے کسی بات کے کرنے کی قسم کھائی جیسے یوں کہا خدا قسم انار ضرور کھاؤں گی تو عمر بھر میں ایک دفعہ کھا لینا کافی ہے اور اگر کسی بات کے نہ کرنے کی قسم کھائی جیسے یوں کہا خدا کی قسم انار نہ کھاؤں گی تو ہمیشہ کے لئے چھوڑنا پڑے گا جب کبھی کھاوے گی تو قسم ٹوٹ جاوے گی۔ ہاں اگر ایسا ہوا کہ گھر میں انار انگور وغیرہ آئے اور خاص ان اناروں کے لئے کہا کہ نہ کھاؤں گی تو یہ اور بات ہے وہ نہ کھاوے اس کے سوا اور منگا کر کھاوے تو کچھ حرج نہیں۔

دین سے پھر جانے کا بیان

مسئلہ۔ اگر خدانخواستہ[5] کوئی اپنے ایمان اور دین سے پھر گئی تو تین دن کی مہلت دی جاوے گی اور جو اسکو شبہ پڑا ہو اس شبہ کا جواب دیدیا جاویگا اگر اتنی مدت میں مسلمان ہو گئی تو خیر نہیں تو ہمیشہ کے لئے قید کر دیں گے جب توبہ کرے گی تب چھوڑ دیں گے۔[6]

مسئلہ۔ جب[7] کسی نے کفر کا کلمہ زبان سے نکالا تو ایمان جاتا رہا اور جتنی نیکیاں اور عبادت اس نے کی تھی سب اکارت گئی۔ نکاح ٹوٹ گیا۔ اگر فرض

---

[1] لا انفل یعنی سوگند دی کہ نشوید زید را مقید بحیات نیست ۱۲ کوریری صفحہ ۲۸

[2] رجل حلف ان لا یضرب امرءتہ فقرصہا او عضہا او شعرہا حنث فی یمینہ قالوا ہذا ان لم یکن فی الملاعبۃ فان کان فی الملاعبۃ لا یحنث وہو الصحیح ۱۲ قاضی خاں

[3] رجل حلف لیضربن فلانا الیوم وفلان میت ان علم بموتہ لا یحنث وان لم یعلم یحنث کذلک ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۳۳ ج ۳ قاضی خاں وقال فی المختصر اولیقتلن فلانا عالما بموتہ انعقد لتصور البر وحنث للعجز وان لم یعلم فلا ۱۲ المختصر وقایہ صفحہ ۳۱۲

[4] ولا یفعل یقع علی الابد ولیفعلن علی مرۃ ۱۲ مختصر صفحہ ۱۲۸ وکذا لو حلف ان لا یاکل ہذہ الرمانۃ لا یحنث حتی یاکلہا ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۱۴ ج ۳

[5] ومن ارتد والعیاذ باللہ عرض علیہ السلام وکشفت شبہتہ فان استمہل حبس ثلثۃ ایام فان تاب فیہا والا قتل ولا تقتل مرتدۃ وتحبس حتی تسلم ۱۲ مختصر صفحہ ۳۵۸

[6] یہ حکم فقط عورتوں کے لئے ہے اور نعوذ باللہ مرد بے دین ہو جاوے تو تین دن کے بعد گردن مار دی جاوے گی ۱۲

[7] وفی شرح اجراء کلمۃ الکفر علی لسانہ بعد الایمان ۱۲ مختار ہی ہذا بالنسبۃ الی النظر ولی فقد ترد بدونہ کما لو عرض لہ اعتقاد باطل او نوی ان یکفر بعد حین افادہ ۱۲ شامی اجمع اصحابنا علی ان الردۃ تبطل عصمۃ النکاح وتقع الفرقۃ بینہما بنفس الردۃ قاضی خان لان التوبۃ طاعۃ وقد حبطت طاعاتہ ۱۲ شامی ولا یقضی من العبادات الا الحج ۱۲ درمختار

حج کر چکی ہے تو وہ بھی ٹوٹ گیا۔ اب اگر توبہ کر کے پھر مسلمان ہوئی تو اپنا نکاح پھر سے پڑھوا وے اور پھر دوسرا حج کرے۔

مسئلہ۔ اسی[2] طرح اگر کسی کا میاں توبہ توبہ بے دین ہو جاوے تو بھی نکاح جاتا رہا اب وہ جب تک توبہ کر کے پھر سے نکاح نہ کرے عورت اس سے کچھ واسطہ نہ رکھے۔ اگر کوئی معاملہ میاں بی بی کا سا ہوا تو عورت کو بھی گناہ ہوگا اور اگر وہ زبردستی کرے تو اسکو سب سے ظاہر کر دے شرماوے نہیں دین کی بات میں کیا شرم۔

مسئلہ۔ جب[3] کفر کا کلمہ زبان سے نکالا تو ایمان جاتا رہا اگر ہنسی دل لگی میں کفر کی بات کہے اور دل میں نہ ہو تب بھی یہی حکم ہے جیسے کسی نے کہا کیا خدا کو اتنی قدرت نہیں جو فلانا کام کر دے اس کا جواب دیا ہاں نہیں ہے تو اس کہنے سے کافر ہو گئی۔

مسئلہ۔ کسی[4] نے کہا اٹھو نماز پڑھو جواب دیا کون اٹھک بیٹھک کرے یا کسی نے روزہ رکھنے کو کہا تو جواب دیا کون بھوکا مرے یا کہا روزہ وہ رکھے جس کے گھر کھانا نہ ہو یہ سب کفر ہے۔

مسئلہ۔ اس[5] کو کوئی گناہ کرتے دیکھ کر کسی نے کہا خدا سے نہیں ڈرتی جواب دیا ہاں نہیں ڈرتی تو کافر ہو گئی۔

مسئلہ۔ کسی[6] کو برا کام کرتے دیکھ کر کہا کیا تو مسلمان نہیں ہے جو ایسی بات کرتی ہے جواب دیا ہاں نہیں ہوں تو کافر ہو گئی۔ اگر ہنسی میں کہا ہو تب بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ۔ کسی[7] نے نماز پڑھنا شروع کی اتفاق سے اس پر کوئی مصیبت پڑ گئی اس لئے کہا کہ یہ سب نماز ہی کی نحوست ہے تو کافر ہو گئی۔

مسئلہ۔ کسی[8] کافر کی کوئی بات اچھی معلوم ہوئی اس لئے تمنا کر کے کہا ہم بھی کافر ہوتے تو اچھا تھا کہ ہم بھی ایسا کرتے تو کافر ہو گئی۔

مسئلہ۔ کسی کا لڑکا مر گیا اس لئے یوں کہا یا اللہ یہ ظلم مجھ پر کیوں کیا مجھے کیوں

---

[1] جبکہ مسلمان ہونے کے بعد مالدار ہوا اور اس قدر مال ہو جس پر کہ حج فرض ہوتا ہے ۱۲

[2] حوالہ بالا ۱۲

[3] والطوع ای الاختیار احترازا عن الاکراہ ودخل فیہ الہازل کما مر لانہ یعد مستخفا لتعمدہ التلفظ بہ وان لم یعتقد معناہ ۱۲ شامی صفحہ ۲۸۵

[4] وکذا اذا قیل لرجل لا تخشی اللہ تعالی فقال لہ فی حالۃ الغضب لا یصیر کافرا ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۲۶۳

[5] رجل ضرب امرأتہ فقالت لست علی فقال ہب انی لست بمسلم ۱۲ قال الشیخ الامام ابوبکر بن الفضل لا یصیر کافرا بذلک ۱۲ قاضی خاں

قالت امرأۃ لزوجہا لیس لک حمیۃ ولا دین الاسلام ترضی بخلوتی مع الاجانب فقال الزوج لیس لی حمیۃ ولا دین الاسلام فقد قیل انہ یکفر ۱۲

[6] قیل لرجل صل فقال ان اللہ نقص من مالی فانا انقص من حقہ فہو کافر ۱۲ عالمگیری صفحہ

[7] لانہ تمنی الکفر وذلک کفر ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۲۶۴ ج ۴

[8] وکذا الرجل اذا ابتلی بمصیبات فقال اخذت مالی واخذت کذا وکذا فما ذا تفعل ایضا وماذا بقی لم تفعلہ وما اشبہ ذلک من الالفاظ الخ ۱۲ حوالہ بالا ۱۲

ستایا تو اس کہنے سے کافر ہو گئی۔

مسئلہ: کسی[1] نے یوں کہا اگر خدا بھی مجھ سے کہے تو یہ کام نہ کروں یا یوں کہا جبرئیل بھی اتر آویں تو ان کا کہنا نہ مانوں تو کافر ہو گئی۔

مسئلہ: کسی[2] نے کہا میں ایسا کام کرتی ہوں کہ خدا بھی نہیں جانتا[ع] تو کافر ہو گئی۔

مسئلہ: جب[3] اللہ تعالیٰ کی یا اس کے کسی رسولؐ کی کچھ حقارت کی یا شریعت کی بات کو بڑا جانا عیب نکالا کفر کی بات پسند کی ان سب باتوں سے ایمان جاتا رہتا ہے۔

اور کفر کی باتوں کو جن سے ایمان جاتا رہتا ہے ہم نے پہلے ہی حصے میں سب عقیدوں کے بیان کرنے کے بعد بھی بیان کیا ہے وہاں دیکھ لینا چاہیئے اور اپنے ایمان کے سنبھالنے میں بہت احتیاط کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا ایمان ٹھیک رکھے اور ایمان ہی پر خاتمہ کرے۔ آمین یارب العالمین۔

ذبح کرنے کا بیان

مسئلہ: ذبح کرنے[4] کا طریقہ یہ ہے کہ جانور کا منہ قبلہ کی طرف کر کے تیز چھری ہاتھ میں لیکر بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کے اس کے گلے کو کاٹے یہاں تک کہ چار رگیں کٹ جاویں ایک نرخرہ جس سے سانس لیتا ہے دوسری وہ رگ جس سے دانہ پانی جاتا ہے اور دو شہ رگیں جو نرخرہ کے داہنے بائیں ہوتی ہیں اگر ان چار میں سے تین ہی رگیں کٹیں تب بھی ذبح درست ہے اس کا کھانا حلال ہے اور اگر دو ہی رگیں کٹیں تو وہ جانور مردار ہو گیا اس کا کھانا درست نہیں۔

مسئلہ: ذبح[5] کے وقت بسم اللہ قصداً نہیں کہا تو وہ مردار ہے اور اس کا کھانا حرام ہے اور اگر بھول جاوے تو کھانا درست ہے۔

مسئلہ: کند چھری[6] سے ذبح کرنا مکروہ ہے اور منع ہے کہ اس میں جانور کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔ اسی طرح ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس کی کھال کھینچنا ہاتھ پاؤں

[ع] یہاں یہ لفظ بھی تھا کراماً کاتبین بھی جانتے۔ بعد تحقیق کے کاٹ دیا گیا۔

[1] کما لو قال لو امرنی اللہ بکذا لم افعل ۱۲ حوالہ بالا

[2] ان کان اللہ یعلم فعلت کذا اخاطبہ غیر عالم وقد کان فعل ذلک وتعلیم بہ قالوا یکون ذلک کفرا ۱۲ حوالہ بالا

[3] وقد حقق فی المسایرۃ انہ لابد فی حقیقۃ الایمان من عدم مایدل علی الاستخفاف من قول او فعل۔ ثم قال ولاعتبار التعظیم المنافی للاستخفاف کفر الحنفیۃ بالفاظ کثیرۃ وافعال تصدر من المتہتکین لدلالتہا علی الاستخفاف بالدین قلت ویظہر من ہذا ان ماکان دلیل الاستخفاف یکفر بہ وان لم یقصد الاستخفاف الخ ۱۲ شامی صفحہ ۴۰۳ ج ۳

[4] حرم ذبیحۃ لم تذک ذکوۃ الضرورۃ جرح این کان من البدن والاختیار ذبح بین الحلق واللبۃ وعروقہ الحلقوم والمری والودجان فلم یجز فوق العقدۃ وحل بقطع ای ثلاث منہا ۱۲ شرح وقایہ ملخصا ۱۲ صفحہ ۲۳ ج ۴

وکرہ ترک التوجہ الی القبلۃ لمخالفۃ سنۃ ۱۲

[5] لا تارک التسمیۃ عمداً ان نسی حل ۱۲ مختصر صفحہ ۲۰۹

[6] وکرہ النخع والسلخ قبل ان یبرد وکل تعذیب بلا فائدۃ ۱۲ مختصر صفحہ ۲۰۸ ویذب احداد شفرۃ قبل الاضجاع ۱۲ شرح وقایہ صفحہ ۴۳

توڑنا کاٹنا اور ان چاروں رگوں کے کٹ جانے کے بعد بھی گلا کاٹے جانا یہ سب مکروہ ہے۔

مسئلہ۔ ذبح کرتے[1] میں مرغی کا گلا کٹ گیا تو اس کا کھانا درست ہے مکروہ بھی نہیں البتہ اتنا زیادہ ذبح کر دینا یہ بات مکروہ ہے مرغی مکروہ نہیں ہوئی۔

مسئلہ۔ مسلمان[2] کا ذبح کرنا بہر حال درست ہے چاہے عورت ذبح کرے یا مرد اور چاہے پاک ہو یا ناپاک ہر حال میں اس کا ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے اور کافر کا ذبح کیا ہوا جانور کھانا حرام ہے۔

مسئلہ۔ جو چیز[3] دھار دار ہو جیسے دھار دار پتھر۔ گنے یا بانس کا چھلکا سب سے ذبح کرنا درست ہے۔

حلال و حرام چیزوں کا بیان

مسئلہ۔ جو جانور[4] اور جو پرندے شکار کر کے کھاتے پیتے رہتے ہیں یا انکی غذا فقط گندگی ہے ان کا کھانا جائز نہیں جیسے شیر۔ بھیڑیا۔ گیدڑ۔ بلی۔ کتا۔ بندر۔ شکرا۔ باز۔ گدھ وغیرہ اور جو ایسے نہ ہوں جیسے طوطا۔ مینا۔ فاختہ۔ چڑیا۔ بٹیر۔ مرغابی۔ کبوتر۔ نیل گائے۔ ہرن۔ بطخ۔ خرگوش وغیرہ سب جائز ہیں۔

مسئلہ۔ بجو۔[5] گوہ۔ کچھوا۔ بھڑ۔ خچر۔ گدھا۔ گدھی کا گوشت کھانا اور گدھی کا دودھ پینا درست نہیں۔ گھوڑے کا کھانا جائز ہے لیکن بہتر نہیں۔ دریائی جانوروں میں سے فقط مچھلی حلال ہے باقی سب حرام۔

مسئلہ۔ مچھلی[6] اور ٹڈی بغیر ذبح کئے ہوئے بھی کھانا درست ہے ان کے سوا اور کوئی جاندار چیز بغیر ذبح کئے کھانا درست نہیں جب کوئی چیز مر گئی تو حرام ہو گئی۔

مسئلہ۔ جو مچھلی[7] مر کر پانی کے اوپر الٹی تیرنے لگے اس کا کھانا درست نہیں

مسئلہ۔ اوجھڑی[8] کھانا حلال ہے نہ حرام ہے نہ مکروہ۔

[1] ومن بلغ بالسکین النخاع او قطع الراس کرہ لہ ذلک و توکل ذبیحتہ ۱۲ ہدایہ صفحہ ۴۲۲

[2] المرءۃ المسلمۃ والکتابیۃ فی الذبح کالرجل ۱۲ قاضی خاں ولا یجوز ذبیحۃ المرتد و ذبیحۃ المجوس حرام ۱۲ حوالہ بالا

[3] وقیل یجوز بکل ما فیہ حدۃ الا سنا و ظفرا ۱۲ مختصر صفحہ ۲۰۸

[4] ویحرم کل ذی ناب من السباع وہو الاسد والذئب والنمر والفہد والثعلب والضبع والکلب والسنور الاہلی والوحشی والسنجاب والفنک وجمیع الہوام مما یکون سکناہ فی الارض کالفارۃ والوزغۃ وکل ذی مخلب من الطیر کالصقر والبازی والنسر ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۳۴۳

[5] ویحرم کل ذی ناب من السباع کالکلاب والقرود والیربوع والضب وابن عرس وابن عادی وجمیع الہوام وکل ما لا دم لہ کالزنبور والبرغوث الخ وقال قبل ذلک ولا یوکل الحمار والبغل ویکرہ لحم الخیل ولبنہ کلحمہ ۱۲ قاضی خاں مع تغیر الترتیب صفحہ ۳۴۷

[6] وحل الجراد وانواع السمک بلا ذکوۃ ۱۲ وقایہ صفحہ

[7] حتی ان طفا ۱۲ لماء میتا حرام ۱۲ حوالہ بالا

[8] ما یحرم اکلہ من اجزاء الحیوان الماکول سبعۃ الدم المسفوح والذکر والانثیان والقبل والغدۃ والمثانۃ والمرارۃ بدائع ۱۲ شامی صفحہ ۱۹۷

مسئلہ۔ کسی چیز میں چیونٹیاں مرگئیں تو بغیر نکالے کھانا جائز نہیں۔ اگر ایک آدھ چیونٹی حلق میں چلی گئی تو مردار کھانے کا گناہ ہوا۔ بعضے بچے بلکہ بڑے بھی گولر کے اندر کے بھنگے سمیت گولر کھا جاتے ہیں اور یوں سمجھتے ہیں کہ اس کے کھانے سے آنکھیں نہیں آتیں یہ حرام ہے مردار کھانے کا گناہ ہوتا ہے۔

مسئلہ۔ جو گوشت ہندو بیچتا ہے اور یوں کہتا ہے کہ میں نے مسلمان سے ذبح کرایا ہے اس سے مول لیکر کھانا درست نہیں۔ البتہ جس وقت سے مسلمان نے ذبح کیا ہے اگر اسی وقت سے کوئی مسلمان برابر بیٹھا دیکھ رہا ہے یا وہ جانے لگا تو دوسرا اس کی جگہ بیٹھ گیا تب درست ہے۔

مسئلہ۔ جو مرغی گندی پلید چیزیں کھاتی پھرتی ہو اسکو تین دن بند رکھکر ذبح کرنا چاہیئے بغیر بند کئے کھانا مکروہ ہے۔

نشہ کی چیزوں کا بیان

مسئلہ۔ جتنی شرابیں ہیں سب حرام اور نجس ہیں۔ تاڑی کا بھی یہی حکم ہے دوا کے لئے بھی ان کا کھانا پینا درست نہیں بلکہ جس دوا میں ایسی چیز پڑی ہو اس کا لگانا بھی درست نہیں۔

مسئلہ۔ شراب کے سوا اور جتنے نشے ہیں جیسے افیون۔ جائے پھل۔ زعفران وغیرہ ان کا حکم یہ ہے کہ دوا کے لئے اتنی مقدار کھالینا درست ہے کہ بالکل نشہ نہ آوے اور اس دوا کا لگانا بھی درست ہے جس میں یہ چیزیں پڑی ہوں اور اتنا کھانا کہ نشہ ہو جاوے حرام ہے۔

مسئلہ۔ تاڑی اور شراب کے سرکہ کا کھانا درست ہے۔

مسئلہ۔ بعضی عورتیں بچوں کو افیون دیکر لٹا دیتی ہیں کہ نشہ میں پڑے رہیں رودیں دھوویں نہیں یہ حرام ہے۔

ع فتحبس الدجاجۃ ثلثۃ ایام ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۲۵۶ ج ۴

ط دلا یحل الحشرات ۱۲ شامی وجمیع الہوام مما یکون سکناہ فی الارض ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۳۴۷ ج ۴

ک من اشتری لحما فعلم انہ مجوسی دارا دالرد فقال ذبحہ مسلم یکرہ اکلہ شامی استنبولی ۱۲

ث وقدر ثلثۃ ایام للدجاجۃ ۱۲ ومار دی ان الدجاج تحبس ثلثۃ ایام ثم یذبح فذلک علی سبیل التنزہ لان ذلک شرط ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۳۴۳ ج ۴

ع حرم الخمر وہی النی من ماء العنب علی داشتد وقذف بالزبد وان قلت کالطلاء وہو ماء عنب قد طبخ فذہب اقل من ثلثیہ وغلظا نجاستہ ونقیع التمر ای السکر ونقیع الزبیب نیئین اذا غلت واشتدت ۱۲ شرح وقایہ صفحہ ۴۴۵

شہ الاکل قلیل للتقوی نیاو ابنج مباح للتداوی ومازاد علی ذلک واذا کان للقتل اذ یذہب العقل حرام ۱۲ شامی استنبولی صفحہ ۴۴ ج ۴

ث ویجوز تخلیلہا ۱۲ شرح وقایہ صفحہ ۴۴۶

شہ کما ان شرب الخمر حرام فکذا شربہا حرام ۱۲ حوالہ بالا

قلت وفی حکم الخمر الافیون کما فی الدر یحرم اکل البنج والحشیشۃ والافیون ۱۲ العبد العاجز محمد حیات غفرلہ

چاندی سونے کے برتنوں کا بیان

مسئلہ[1]۔ سونے چاندی کے برتن میں کھانا پینا جائز نہیں بلکہ ان کی چیزوں کا کسی طرح سے استعمال کرنا درست نہیں جیسے چاندی سونے کے چمچے سے کھانا پینا۔ خلال سے دانت صاف کرنا۔ گلاب پاش سے گلاب چھڑکنا۔ سرمہ دانی یا سلائی سے سرمہ لگانا۔ عطردان سے عطر لگانا۔ خاصدان میں پان رکھنا۔ ان کی پیالی سے تیل لگانا۔ جس پلنگ کے پائے چاندی کے ہوں اس پر لیٹنا بیٹھنا۔ چاندی سونے کی آرسی میں منہ دیکھنا یہ سب حرام ہے البتہ آرسی کا زینت کے لئے پہنے رہنا درست ہے مگر منہ ہرگز نہ دیکھے۔ غرض ان کی چیز کا کسی طرح استعمال کرنا درست نہیں۔

لباس اور پردے کا بیان

مسئلہ۔ چھوٹے[2] لڑکوں کو کڑے۔ ہنسلی وغیرہ کوئی زیور اور ریشمی کپڑا پہنانا مخمل پہنانا جائز نہیں اسی طرح ریشمی اور چاندی سونے کا تعویذ بنا کر پہنانا اور کسم و زعفران کا رنگا ہوا کپڑا پہنانا بھی درست نہیں۔ غرض جو چیزیں مردوں کو حرام ہیں وہ لڑکوں کو بھی نہ پہنانا چاہیئے۔ البتہ اگر بانا سوت کا ہو اور تانا ریشمی ایسا کپڑا لڑکوں کو پہنانا جائز ہے اسی طرح اگر کسی مخمل کا رُواں ریشم کا نہ ہو وہ بھی درست ہے اور یہ سب مردوں کو بھی درست ہے۔ اور گوٹا لچکہ لگا کر کپڑے پہنانا بھی درست ہے لیکن وہ لچکہ[3] چار انگل سے زیادہ چوڑا نہ ہونا چاہیئے۔

مسئلہ۔ بچی کامدار[4] ٹوپی یا اور کوئی کپڑا لڑکوں کو اس وقت جائز ہے جب بہت گھنا کام نہ ہو اگر اتنا زیادہ کام ہے کہ ذرا دور سے دیکھنے سے سب کام ہی کام معلوم ہوتا ہے کپڑا بالکل دکھائی نہیں دیتا تو اس کا پہنانا جائز نہیں

---

[1] والاکل والشرب والادھان والتطیب من اناء ذہب وفضۃ ای للرجال والنساء قال علیہ السلام انما یجرجر فی بطنہ نار جہنم ۱۲ شرح وقایہ صفحہ ۲۳۸

[2] وکرہ الباس الصبی ذہبا او حریرا ۱۲ وکرہ للرجال ان یلبس الثوب المصبوغ بالعصفر والزعفران والورس ولا باس بلبس الخز للرجل اذا کان لحمتہ غیر حریر ولا باس بالعلم فی الثوب من الحریر اذا کان اربعۃ اصابع او دونہا ولم یحک فیہ خلافا ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۳۷ وکذا المنسوج بذہب یحل اذا کان ہذا المقدار اربع اصابع ۱۲ درمختار مع ردالمحتار صفحہ ۲۲۲

[3] لا باس بالعلم المنسوج بالذہب للنساء فاما للرجل فقدر اربع اصابع وما فوقہ یکرہ ۱۲ شامی صفحہ ۲۲۲

[4] وظاہر المذہب عدم جمع المتفرق ای لولا اذا کان خط منہ قزا وخط منہ غیرہ بحیث یری کلہ قزا فلا یجوز الخ شامی صفحہ ۲۲۳ ج ۵

یہی حال ریشمی کام کا ہے کہ اگر اتنا گھنا ہو تو لڑکوں کو پہنانا جائز نہیں۔

مسئلہ۔ بہت باریک کپڑا جیسے ململ۔ جالی۔ بک۔ آب رواں ان کا پہننا اور ننگے رہنا دونوں برابر ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بہتیری کپڑا پہننے والیاں قیامت کے دن ننگی سمجھی جاویں گی۔ اگر کرتہ دوپٹہ دونوں باریک ہوں تو یہ اور بھی غضب ہے۔

مسئلہ۔ مردانہ جوتا پہننا اور مردانی صورت بنانا جائز نہیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔

مسئلہ۔ عورتوں کو زیور پہننا جائز ہے لیکن زیادہ نہ پہننا بہتر ہے جس نے دنیا میں نہ پہنا اسکو آخرت میں بہت ملیگا اور بجتا زیور پہننا درست نہیں جیسے جھانجھ چھاگل۔ پازیب وغیرہ اور بجتا زیور چھوٹی لڑکی کو پہنانا بھی جائز نہیں۔ چاندی سونے کے علاوہ اور کسی چیز کا زیور پہننا بھی درست ہے جیسے پیتل۔ گلٹ۔ رانگا وغیرہ مگر انگوٹھی سونے چاندی کے علاوہ اور کسی چیز کی درست نہیں۔

مسئلہ۔ عورت کو سارا بدن سر سے پیر تک چھپائے رکھنے کا حکم ہے غیر محرم کے سامنے کھولنا درست نہیں۔ البتہ بوڑھی عورت کو صرف منھ اور ہتھیلی اور ٹخنے سے نیچے پیر کھولنا درست ہے باقی اور بدن کا کھولنا کسی طرح درست نہیں۔ ماتھے پر سے اکثر دوپٹہ سرک جاتا ہے اور اسی طرح غیر محرم کے سامنے آجاتی ہے یہ جائز نہیں۔ غیر محرم کے سامنے ایک بال بھی نہ کھولنا چاہیئے۔ بلکہ جو بال کنگھی میں ٹوٹتے ہیں اور کٹے ہوئے ناخن بھی کسی ایسی جگہ ڈالے کہ کسی غیر محرم کی نگاہ نہ پڑے نہیں تو گنہگار ہوگی۔ اسی طرح اپنے کسی بدن کو یعنی ہاتھ پیر وغیرہ کسی عضو کو نامحرم مرد کے بدن سے لگانا بھی درست نہیں۔

مسئلہ۔ جوان عورت کو غیر مرد کے سامنے اپنا منھ کھولنا درست نہیں نہ ایسی جگہ کھڑی ہو جہاں کوئی دوسرا دیکھ سکے۔ اسی سے معلوم ہوگیا کہ نئی دلہن کی منھ دکھائی کا جو دستور ہے کہ کنبے کے سارے مرد آکر منھ دیکھتے ہیں یہ ہرگز جائز

لہ ابن حبان فی صحیحہ واللفظ للحاکم وقال صحیح علی شرط مسلم یکون فی آخر امتی رجال یرکبون علی سروج کاشباہ الرجال ینزلون علی ابواب المساجد نساؤہم کاسیات عاریات علی رؤسہن کاسنمۃ البخت العجاف فالعنوہن فانہن ملعونات الخ وفی العالمگیریۃ واما اذا کان رقیقا لا یصلح لذلک فان ذلک مکروہ بالاجماع ۱۲ فتاوٰی لحاج صفحہ ۱۲

سلہ عن ابن ابی ملیکۃ قال قیل لعائشۃ ان امراۃ تلبس النعل قالت لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الرجلۃ من النساء رواہ ابوداؤد ۱۲ مشکوٰۃ صفحہ ۳۸۳

سلہ عن ابن ابی الزبیر ان مولاۃ لہم ذہبت بابنۃ الزبیر الی عمر بن الخطاب وفی رجلہا اجراس فقطعہا عمر وقال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع کل جرس شیطان ۱۲ مشکوٰۃ

سلہ مردوں کو چاندی کے سوا کسی اور چیز کی انگوٹھی بھی درست نہیں نہ سونا نہ کوئی اور چیز صرف چاندی کی جائز ہے بشرطیکہ ۴½ ماشہ سے کم ہو ۱۲ منہ

ھ وحل للمرأۃ کلہا والتختم بالحجر والحدید والصفر ۱۲ شرح وقایہ صفحہ ۳۳۹

لہ وللحرۃ ولو خنثی جمیع بدنہا حتی شعرہا النازل فی الاصح خلا الوجہ والکفین والقدمین ۱۲ درمختار ج ۱ صفحہ ۶۶ ولا یکرہ النظر الیہا من ذوات المحارم لا باس بان یمسہا ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۶۷۳ ج ۴ وکل عضو لا یجوز النظر الیہ قبل الانفصال لا یجوز بعدہ ولو بعد

بلوغ ۱۲ درمختار صفحہ ۲۴۳ ج ۵ [illegible]

نہیں اور بڑا گناہ ہے۔

مسئلہ۔ اپنے محرم کے سامنے منہ اور سر اور سینہ اور باہیں اور پنڈلی کھل جاویں تو کچھ گناہ نہیں اور پیٹ اور پیٹھ اور ران ان کے سامنے بھی نہ کھلنا چاہیئے۔

مسئلہ۔ ناف سے لیکر زانو کے نیچے تک کسی عورت کے سامنے بھی کھولنا درست نہیں بعضی عورتیں ننگی سامنے نہاتی ہیں یہ بڑی بے غیرتی اور ناجائز بات ہے۔ چھوٹی جلیے میں ننگی کر کے نہلانا اور اس پر مجبور کرنا ہرگز درست نہیں ناف سے زانو تک ہرگز بدن کو ننگا نہ کرنا چاہیئے۔

مسئلہ۔ اگر کوئی مجبوری ہو تو ضرورت کے موافق اپنا بدن دکھلا دینا درست ہے مثلاً ران میں پھوڑا ہے تو صرف پھوڑے کی جگہ کھولو زیادہ ہرگز نہ کھولو۔ اس کی صورت یہ ہے کہ پورانا پائجامہ یا چادر پہن لو اور پھوڑے کی جگہ کاٹ دو یا پھاڑ دو اس کو جراح دیکھ لے۔ لیکن جراح کے سوا اور کسی کو دیکھنا جائز نہیں نہ کسی مرد کو نہ عورت کو البتہ اگر ناف اور زانو کے درمیان نہ ہو کہیں اور ہو تو عورت کو دکھلانا درست ہے اسی طرح عمل لیتے وقت صرف ضرورت کے موافق اتنا ہی بدن کھولنا درست ہے زیادہ کھولنا درست نہیں۔ یہی حکم دائی جنائی کا ہے کہ ضرورت کے وقت اس کے سامنے بدن کھولنا درست ہے لیکن جتنی ضرورت ہے اس سے زیادہ کھولنا درست نہیں بچہ پیدا ہونے کے وقت یا کوئی دوا لیتے وقت فقط اتنا ہی بدن کھولنا چاہیئے بالکل ننگی ہو جانا جائز نہیں اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی چادر وغیرہ بندھوا دی جاوے اور ضرورت کے موافق دائی کے سامنے بدن کھول دیا جائے رانیں وغیرہ نہ کھلنے پاویں اور دائی کے سوا کسی اور کو بدن دیکھنا درست نہیں بالکل ننگا کر دینا اور ساری عورتوں کا سامنے بیٹھکر دیکھنا بالکل حرام ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ستر دیکھنے والی اور دکھلانے

ؔ لا باس للرجل ان ینظر من امہ و ابنتہ البالغۃ و اختہ و کل ذات محرم منہ الی شعرھا و صدرھا و راسھا و ثدیھا و عضدھا و ساقھا ولا ینظر الی ظہرھا و بطنہا ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۳۶۶ ج ۴

ؔ و تنظر المرأۃ کنظر الرجل الی الرجل ۱۲ حوالہ بالا

ؔ ینظر الطبیب الی موضع مرضھا بقدر الضرورۃ ۱۲ در مختار صفحہ ۲۳۷ ج ۵ و کذا القابلۃ ان تنظر الی فرج المرأۃ عند اخذ الولد لمکان الضرورۃ ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۳۶۵ ج ۴

والی دونوں پر خدا کی لعنت ہو۔ اس قسم کے مسئلوں کا بہت خیال رکھنا چاہیے۔
مسئلہ[۱]۔ زمانۂ حمل وغیرہ میں اگر دائی سے پیٹ ملوانا ہو تو ناف سے نیچے بدن کا کھولنا درست نہیں دوپٹہ وغیرہ ڈال لینا چاہیے بلا ضرورت دائی کو بھی دکھانا جائز نہیں۔ یہ دستور ہے کہ پیٹ ملتے وقت دائی بھی دیکھتی ہے اور دوسری گھر والی ماں۔ بہن وغیرہ بھی دیکھتی ہیں یہ جائز نہیں۔
مسئلہ[۲]۔ جتنے بدن[۳] کا دیکھنا جائز نہیں وہاں ہاتھ لگانا بھی جائز نہیں اس لئے نہاتے وقت اگر بدن بھی نہ کھولے تب بھی نائن وغیرہ سے رانیں ملوانا درست نہیں اگرچہ کپڑے کے اندر ہاتھ ڈال کر ملے۔ البتہ اگر نائن اپنے ہاتھ میں کیسہ[۴] پہنکر کپڑے کے اندر ہاتھ ڈال کے ملے تو جائز ہے۔
مسئلہ۔ کافر عورتیں جیسے اہیرن۔ تنبولن تیلن۔ کولن[۵]۔ دھوبن۔ بھنگن چماری وغیرہ جو گھروں میں آجاتی ہیں ان کا حکم یہ ہے کہ جتنا پردہ[۶] نامحرم مرد سے ہے اتنا ہی ان عورتوں سے بھی واجب ہے سوائے منہ اور گٹے تک ہاتھ اور ٹخنے تک پیر کے اور کسی ایک بال کا کھولنا بھی درست نہیں اس مسئلہ کو خوب یاد رکھو سب عورتیں اس کے خلاف کرتی ہیں غرض سر اور سارا ہاتھ اور پنڈلی ان کے سامنے مت کھولو اور اس سے یہ بھی سمجھ لو کہ اگر دائی جنائی ہندو یا مسیم ہو تو بچہ پیدا ہونے کا مقام تو اس کو دکھلانا درست ہے اور سر وغیرہ اور اعضا اس کے سامنے کھولنا درست نہیں۔
مسئلہ۔ اپنے شوہر سے کسی جگہ کا پردہ نہیں ہے تم کو اس کے سامنے اور اسکو تمہارے سامنے سارے بدن کا کھولنا درست ہے مگر بے ضرورت ایسا کرنا اچھا نہیں۔
مسئلہ۔ جس[۷] طرح خود مردوں کے سامنے آنا اور بدن کھولنا درست نہیں اسی طرح جھانک تاک کے مردوں کو دیکھنا بھی درست نہیں۔ عورتیں یوں سمجھتی ہیں کہ مرد ہم کو نہ دیکھیں ہم ان کو دیکھ لیں تو کچھ حرج نہیں یہ بالکل غلط ہے۔ کواڑ کی

[۱] حوالہ بالا ۱۲
[۲] وما جاز النظر الیہا جاز مسہا من غیر شہوۃ ۱۲ قاضی خاں صہ ۳۶۷ ج ۴
[۳] یعنی تھیلی ۱۲
[۴] والذمیۃ کالرجل الاجنبی قال المحشی ناقلا عن شرح الاستاذ عبد الغنی لایحل للمسلمۃ ان تنکشف بین یدی یہودیۃ او نصرانیۃ او مشرکۃ ۱۲ شامی صہ ۲۳۸ ج ۵
[۵] کولی قوم مشہور ہے ۱۲
[۶] مطلب یہ کہ جتنا پردہ ہر نامحرم عورت کو ہر نامحرم مرد سے ہے حتی کہ بڑھیا کو بھی بوڑھے سے اتنا ہی پردہ فرض ہے کہ سوائے منہ اور گٹوں تک ہاتھ اور ٹخنے کے نیچے تک پیر کے ایک بال کھولنا بھی درست نہیں یہ مطلب ہے اس کہنے کا کہ جتنا پردہ نامحرم مرد سے ہے ورنہ جوان عورت کو غیر محرم کے سامنے بدن کی کسی جگہ کا کھولنا بھی درست نہیں بلکہ سب بدن ڈھک کر بھی اس کے سامنے نہ آوے جبکہ زینت کے کپڑے پہنے ہوئے ہو ہاں اگر بالکل میلے کچیلے کپڑے جو زینت کے نہ ہوں تو وہ پہنکر اور سب بدن کو ڈھک کر سامنے آنا درست ہے ۱۲
[۷] وکذا تنظر المرأۃ من الرجل کنظر الرجل للرجل ان امنت شہوتہا فلو لم تامن او خافت او شکت حرم استحسانا کالرجل ہو الصحیح ۱۲ در مختار صہ ۳۲۲

راہ سے یا کوٹھے پر سے مردوں کو دیکھنا دولہا کے سامنے آ جانا یا اور کسی طرح دولہا کو دیکھنا یہ سب ناجائز ہے۔

مسئلہ۔ نامحرم کے ساتھ تنہائی کی جگہ بیٹھنا لیٹنا درست نہیں۔ اگرچہ دونوں الگ الگ اور کچھ فاصلہ پر ہوں تب بھی جائز نہیں۔

مسئلہ۔ اپنے پیر کے سامنے آنا ایسا ہی ہے جیسے کسی غیر محرم کے سامنے آنا اس لئے یہ بھی جائز نہیں۔ اسی طرح لے پالک لڑکا بالکل غیر ہوتا ہے لڑکا بنانے سے سچ مچ لڑکا نہیں بن جاتا سب کو اس سے وہی برتاؤ کرنا چاہیئے جو بالکل غیر وں کے ساتھ ہوتا ہے اسی طرح جو نامحرم رشتہ ہیں جیسے دیور۔ جیٹھ۔ بہنوئی۔ نندوئی۔ چچازاد۔ پھوپھی زاد۔ ماموں زاد بھائی وغیرہ یہ سب شرع میں غیر ہیں سب سے گہرا پردہ ہونا چاہیئے۔

مسئلہ۔ ہیجڑے۔ خوجے۔ اندھے کے سامنا آنا بھی جائز نہیں۔

مسئلہ۔ بعضی بعضی منہیار سے چوڑیاں پہنتی ہیں یہ بڑی بیہودہ بات ہے بلکہ جو عورتیں باہر نکلتی ہیں ان کو بھی ان سے چوڑیاں پہننا جائز نہیں۔

متفرقات

مسئلہ۔ ہر ہفتہ نہا دھو کر ناف سے نیچے اور بغل وغیرہ کے بال دور کر کے بدن کو صاف ستھرا کرنا مستحب ہے ہر ہفتہ نہ ہو تو پندرھویں دن ہی زیادہ سے زیادہ چالیس دن اس سے زیادہ کی اجازت نہیں۔ اگر چالیس دن گذر گئے اور بال صاف نہ کئے تو گناہ ہوا۔

مسئلہ۔ اپنے ماں باپ شوہر وغیرہ کو نام لیکر پکارنا مکروہ اور منع ہے کیونکہ اسمیں بے ادبی ہے لیکن ضرورت کے وقت جس طرح ماں باپ کا نام لینا درست ہے اسی طرح شوہر کا نام لینا بھی درست ہے۔ اسی طرح اٹھنے بیٹھنے بات چیت ہر بات میں ادب تعظیم کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔

---

۱ الخلوۃ بالاجنبیۃ حرام ۱۲ در مختار صفحہ ۲۴۱

۲ عن عمرؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یخلون رجل بامرأۃ الا کان ثالثہما الشیطان رواہ الترمذی عن عقبۃ بن عامرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایاکم والدخول علی النساء فقال رجل یا رسول اللہ ارایت الحمو قال الحمو الموت متفق علیہ ۱۲ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۶۸

۳ والخصی والمجبوب والمخنث فی النظر الی الاجنبیۃ کالفحل ۱۲ در مختار صفحہ ۲۴۲ واما المجبوب الذی جف ماؤہ فبعض مشائخنا رخصوا اختلاطہ بالنساء والاصح انہ لا یرخص ویمنع ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۳۶۷ ج ۴

۴ حوالجات بالا ۱۲

۵ وغیرہ کا لفظ مردوں کے خیال سے بڑھ گیا یعنی لبیں بھی ترشوالے اور اسی حکم میں ہے ناخن ترشنا بھی ۱۲

۶ لیکن جو قربانی کرنے کا ارادہ کرے تو اس کے لئے مستحب ہے کہ ذی الحجہ کے شروع سے تا فراغت اپنی قربانی کے ناخن اور بال وغیرہ اپنے بدن سے جدا نہ کرے لیکن اگر زیادہ دنوں کے ہوگئے ہوں تو جدا کر دے اور چالیس دن سے بڑھنے لگیں تو پھر جدا کر دینا واجب ہے ۱۲

۷ قال ابن الملک قد جاء فی بعض الروایات عن ابن عمرؓ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یاخذ اظفارہ وشاربہ فی کل جمعۃ ویحلق العانۃ فی عشرین یوما وینتف الابط فی اربعین

مسئلہ۔ کسی جاندار[1] چیز کو آگ میں جلانا درست نہیں جیسے بھڑوں کا پھونکنا کھٹمل وغیرہ پکڑ کے آگ میں ڈال دینا یہ سب ناجائز ہے البتہ اگر مجبوری ہو کہ بغیر پھونکے کام نہ چلے تو بھڑوں کا پھونک دینا یا چارپائی میں کھولتا پانی ڈال دینا درست ہے۔

مسئلہ۔ کسی بات[2] کی شرط بدنا جائز نہیں جیسے کوئی کہے سیر بھر مٹھائی کھا جاؤ تو ہم ایک روپیہ دیں گے اور نہ کھا سکے تو ایک روپیہ ہم تم سے لے لیں گے غرض جب دونوں طرف سے شرط ہو تو جائز نہیں البتہ اگر ایک ہی طرف سے ہو تو درست ہے۔

مسئلہ۔ جب[3] کوئی دو آدمی چپکے چپکے باتیں کرتے ہوں تو ان کے پاس نہ جانا چاہیئے چھپ کے ان کو سننا بڑا گناہ ہے حدیث شریف میں آیا ہے جو کوئی دوسروں کی بات کی طرف کان لگا دے اور ان کو ناگوار ہو تو قیامت کے دن اس کے کان میں گرم گرم سیسہ ڈالا جاوے گا اس سے معلوم ہوا کہ بیاہ شادی میں دولھا دولہن کی باتیں سننا دیکھنا بہت بڑا گناہ ہے۔

مسئلہ۔ شوہر[4] کے ساتھ جو باتیں ہوئی ہوں جو کچھ معاملہ پیش آیا ہو کسی اور سے کہنا بڑا گناہ ہے حدیث میں آیا ہے کہ ان بھیدوں[5] کے بتلانے والے پر سب[6] سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا غصہ اور غضب ہوتا ہے

مسئلہ۔ اسی[7] طرح کسی کے ساتھ ہنسی اور چہل کرنا کہ اسکو ناگوار ہو یا تکلیف ہو درست نہیں آدمی وہیں تک گدگدائے جہاں تک ہنسی آئے۔

مسئلہ۔ مصیبت[8] کے وقت موت کی تمنا کرنا اپنے کو کوسنا درست نہیں۔

مسئلہ۔ پچیسی[9]۔ چوسر۔ تاش وغیرہ کھیلنا درست نہیں اور اگر بازی بد کر کھیلے تو یہ صریح جوا اور حرام ہے۔

مسئلہ۔ جب[10] لڑکا لڑکی دس برس کے ہو جاویں تو لڑکوں کو ماں۔ بہن۔ بھائی وغیرہ کے پاس اور لڑکیوں کو بھائی اور باپ کے پاس لٹانا درست نہیں۔ البتہ

[1] کرہ تحریما احراق جرادۃ وقملۃ وعقرب ولا باس باحراق حطب فیہا نمل ۱۲ در مختار صفحہ ۳۵۰ ج ۵

[2] لا باس بالمسابقۃ فی الرمی والفرس والابل وعلی الاقدام وعلی الجمل ان شرط المال فی المسابقۃ من جانب واحد وحرم لو شرط فیہا من الجانبین بان یقول ان سبق فرسک فلک علی کذا وان سبق فرسی فلی علیک کذا از زیلعی ۱۲ شامی صفحہ ۲۵ ج ۵

[3] من استمع الی حدیث قوم وھم لہ کارھون صب فی اذنیہ الآنک یوم القیمۃ ۱۲ ترغیب ومشکوۃ وعن حذیفۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یدخل الجنۃ قتات متفق علیہ مشکوۃ صفحہ ۴۱۱

[4] اسی طرح مرد کو بھی اپنی بی بی کا حال کہنا درست نہیں ۱۲

[5] عن ابی سعید الخدری رضی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من اشر الناس عند اللہ منزلۃ یوم القیمۃ الرجل یفضی الی امرأۃ وتفضی الیہ ثم ینشر احدھما سر صاحبہ ۱۲ ترغیب وترہیب

[6] یعنی بہت بڑا غصہ ہوتا ہو ۱۲

[7] عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تمار اخاک ولا تمازحہ ولا تعدہ موعدا فتخلفہ رواہ الترمذی قال المحشی لا تمازحہ ای مازحا یؤذی ۱۲ مشکوۃ صفحہ ۴۱۷

[8] عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یتمنین احدکم الموت من ضر اصابہ الخ مشکوۃ شریف صفحہ ۱۳۹

[9] وکرہ تحریما اللعب بالنرد وکذا الشطرنج ۱۲ وحرم فیہا لو شرط من الجانبین ۱۲ شامی صفحہ ۳۵۲ وصفحہ ۳۵۱

[10] واذا بلغ الصبی او الصبیۃ عشر سنین یجب التفریق بینہما بین اخیہ واختہ وامہ وابیہ فی المضجع قال المحشی فالمراد عموم کلا من ان ازاد التفرق بینہما عند النوم خوفا من الوقوع فی المحذور ۱۲ رد المحتار صفحہ ۳۴۵

لڑکا اگر باپ کے پاس اور لڑکی ماں کے پاس لیٹے تو جائز ہے۔

مسئلہ ۔ جب[1] کسی کو چھینک آوے تو الحمد للہ کہہ لینا بہتر ہے اور جب الحمد للہ کہہ لیا تو سننے والی پر اس کے جواب میں یرحمك الله کہنا واجب ہے نہ کہے گی تو گنہگار ہوگی اور یہ بھی خیال رکھو کہ اگر چھینکنے والی عورت یا لڑکی ہے تو کاف کا زیر کہو اور اگر مرد یا لڑکا ہے تو کاف کا زبر کہو پھر چھینکنے والی اس کے جواب میں کہے یغفر اللہ لنا ولکم لیکن چھینکنے والی کے ذمے یہ جواب واجب نہیں بلکہ بہتر ہے۔

مسئلہ ۔ چھینک[2] کے بعد الحمد للہ کہتے کئی آدمیوں نے سنا تو سب کو یرحمك الله کہنا واجب نہیں اگر ان میں سے ایک کہدے تو سب کی طرف سے ادا ہو جاویگا لیکن اگر کسی نے جواب نہ دیا تو سب گنہگار رہوں گی۔

مسئلہ ۔ اگر کوئی[3] بار بار چھینکے اور الحمد للہ کہے تو فقط تین بار یرحمك الله کہنا واجب ہے اس کے بعد واجب نہیں

مسئلہ ۔ جب[4] حضور صلی اللہ[عہ] علیہ وسلم کا نام مبارک لیوے یا پڑھے یا سنے تو درود شریف پڑھنا واجب ہو جاتا ہے اگر نہ پڑھا تو گناہ ہوا لیکن اگر ایک ہی جگہ کئی دفعہ نام لیا تو ہر دفعہ درود پڑھنا واجب نہیں ایک ہی دفعہ پڑھ لینا کافی ہے البتہ اگر جگہ بدل جانے کے بعد پھر نام لیا یا سنا تو پھر درود پڑھنا واجب ہو گیا۔

مسئلہ ۔ بچوں[5] کی بابری[عہ] وغیرہ بنوانا جائز نہیں یا تو سارا سر منڈوا دو یا سارے سر پر بال رکھواؤ۔

مسئلہ ۔ عطر[6] وغیرہ کسی خوشبو میں اپنے کپڑے بسانا اس طرح کہ غیر مردوں تک اس کی خوشبو جاوے درست نہیں۔

مسئلہ ۔ ناجائز[7] لباس کا سی کر دینا بھی جائز نہیں مثلاً شوہر ایسا لباس

عہ اسی طرح جب اللہ کا نام لیا جاوے تو تعالیٰ یا جل شانہ وغیرہ کوئی کلمہ تعظیم کا کہنا واجب ہے ۱۲ عالمگیریہ

عہ بابری جسکو بعضے آدمی کھڈی کہتے ہیں ۱۲

[1] وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا عطس احدکم فلیقل الحمد للہ ولیقل اخوہ او صاحبہ یرحمک اللہ فاذا قال یرحمک اللہ فلیقل یہدیکم اللہ ویصلح بالکم رواہ البخاری ۱۲ مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۵

[2] والاکثرون علی انہ فرض کفایۃ وھو الاولیٰ فی الحدیث لان المراد بہ انہ یجب علی کل احد لکن یسقط بفعل البعض لدلیل آخر او بالقیاس علی رد السلام ۱۲ مرقات شرح مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۵

[3] اذا حصل الحدیث ان التشمیت واجب وسنۃ موکدۃ علی الخلاف فی ثلث مرات وما زاد فہو مخیر بین السکوت وہو رخصۃ وبین التشمیت وہو مستحب واللہ اعلم بالصواب مرقات شرح مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۶ بر حاشیہ مشکوٰۃ

[4] اختلف الطحاوی والکرخی فی وجوبہا علی السامع والذاکر کلما ذکر صلی اللہ علیہ وسلم والمختار عند الطحاوی تکرارہ کل ذکر والمذہب استحبابہ ای التکرار ۱۲ قال المحشی لکن صحح فی الکافی وجوب الصلوٰۃ مرۃ فی کل مجلس کسجود التلاوۃ ۱۲ شامی صفحہ ۳۸۱ ج ۱ بتغیر

[5] عن نافع عن ابن عمر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینہی عن القزع قال یحلق بعض راس الصبی ویترک البعض متفق علیہ ۱۲ مشکوٰۃ صفحہ ۳۸۰

[6] عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طیب الرجال ما ظہر ریحہ وخفی لونہ وطیب النساء ما ظہر لونہ وخفی ریحہ

[7] دیکھو رواہ الترمذی مشکوٰۃ صفحہ ۳۸۱ ۔ اذ خیاطاً امرہ ان تخذلہ ثوباً علی زی الفساق یکرہ لانہ سبب التشبہ بالفسقۃ ۱۲ شامی جو بتغیر صفحہ ۲۴ وکذا الاسکاف والخیاط اذا استوجر علی

سلوا دے جو اس کو پہننا جائز نہیں تو عذر کردے۔ اسی طرح درزن سلائی پر ایسا کپڑا نہ سیئے۔

مسئلہ[۱] ۔ جھوٹے قصے اور بے سند حدیثیں جو جاہلوں نے اردو کتابوں میں لکھدیں اور معتبر کتابوں میں ان کا کہیں ثبوت نہیں جیسے نورنامہ وغیرہ اور حسن و عشق کی کتابیں دیکھنا اور پڑھنا جائز نہیں اسی طرح غزل اور قصیدوں کی کتابیں خاصکر آجکل کے ناول عورتوں کو ہرگز نہ دیکھنا چاہیئے ان کا خریدنا بھی جائز نہیں۔ اگر اپنی لڑکیوں کے پاس دیکھو جلا دو۔

مسئلہ[۲] ۔ عورتوں میں بھی السلام علیکم اور مصافحہ کرنا سنت ہے اس کو رواج دینا چاہیئے آپس میں کیا کرو۔

مسئلہ[۳] ۔ جہاں تم مہمان جاؤ کسی فقیر وغیرہ کو روٹی کھانا مت دو بغیر اس سے پوچھے اجازت لئے دینا گناہ ہے۔

کوئی چیز پڑی پانے کا بیان

مسئلہ[۴] ۔ کہیں راستہ گلی میں یا بیبیوں کی محفل میں یا اپنے یہاں کوئی مہانداری ہوئی تھی یا وعظ کہلوایا تھا سب کے جانے کے بعد کچھ ملا یا اور کہیں کوئی چیز پڑی پائی تو اس کو خود لے لینا درست نہیں حرام ہے اگر اٹھا دے تو اس نیت سے اٹھاوے کہ اس کے مالک کو تلاش کرکے دیدوں گی۔

مسئلہ[۵] ۔ اگر کوئی چیز پائی اور اسکو نہ اٹھایا تو کوئی گناہ نہیں لیکن اگر یہ ڈر ہو کہ اگر میں نہ اٹھاؤں گی تو کوئی اور لے لیگا اور جس کی چیز ہے اسکو نہ ملے گی تو اس کا اٹھا لینا اور مالک کو پہونچا دینا واجب ہے۔

مسئلہ[۶] ۔ جب کسی نے پڑی ہوئی چیز اٹھالی تو اب مالک کا تلاش کرنا اور تلاش کرکے دیدینا اس کے ذمے ہوگیا اب اگر پھر وہیں ڈال دیا یا اٹھا کر اپنے گھر لے آئی لیکن مالک کو تلاش نہیں کیا تو گنہگار ہوئی خواہ ایسی جگہ پڑی ہو کہ

---

[۱] شاذ فی الفرع عن المجتبی ان القصص المکروہ ان یحدث الناس بما لیس لہ اصل معروف من احادیث الاولین او یزید او ینقص لیزین بہ قصص الخ صہ ۲۵۹

[۲] وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تدخلون الجنۃ حتی تؤمنوا ولا تؤمنوا حتی تحابوا اولا ادلکم علی شئ اذا فعلتموہ تحاببتم افشوا السلام بینکم ۱۲ رواہ مسلم وعن البراء بن عازب قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما من مسلمین یلتقیان فیتصافحان الا غفر لہما قبل ان یتفرقا رواہ احمد ۱۲ مشکوٰۃ صہ ۴۰۱

[۳] واذا کان الرجل علی مائدۃ فناول غیرہ من طعام المائدۃ ان علم ان صاحبہ لا یرضی بہ لا یحل لہ ذلک وان علم انہ یرضی فلا باس بہ واذا اشتبہ علیہ لا یناول ولا یعطی سائلا ۱۲ قاضی خاں صہ ۳۶۶ ج ۴

[۴] ورفع اللقطۃ افضل من ترکہا عند عامۃ العلماء ۱۲ قاضی خاں صہ ۳۵۵ ج ۴

[۵] واجب عند خوف ضیاعہا ۱۲ درمختار مع رد المحتار صہ ۳۱۸ ج ۳

[۶] واذا رفع اللقطۃ یعرفہا فیقول التقطت لقطۃ او وجدت ضالۃ او عندی شئ فمن سمعتموہ یطلب فدلوہ علی ۱۲ قاضی خاں صہ ۳۹۵ ج ۴

اٹھانا اس کے ذمے واجب نہ تھا یعنی کسی محفوظ جگہ پڑی تھی کہ ضایع ہو جانے کا ڈر نہیں تھا یا ایسی جگہ ہو کہ اٹھا لینا واجب ہے دونوں کا یہی حکم ہے کہ اٹھا لینے کے بعد مالک کو تلاش کر کے پہونچانا واجب ہو جاتا ہے پھر وہیں ڈال دینا جائز نہیں۔

مسئلہ۔ مخفلوں میں مردوں اور عورتوں کے جماؤ جمگھٹے میں خوب پکارے تلاش کرے اگر مردوں میں خود نہ جا سکے نہ پکار سکے تو اپنے میاں وغیرہ کسی اور سے پکروا دے اور خوب مشہور کرا دے کہ ہم نے ایک چیز پائی ہے جسکی ہو آکر ہم سے لیوے لیکن یہ ٹھیک پتہ نہ دے کہ کیا چیز پائی ہے تاکہ کوئی جھوٹ فریب کر کے نہ لے سکے۔ البتہ کچھ گول مول ادھورا پتہ بتلا دینا چاہیئے مثلاً یہ کہ ایک زیور ہے یا ایک کپڑا ہے یا ایک بٹوا ہے جس میں کچھ نقد ہے۔ اگر کوئی آوے اور اپنی چیز کا ٹھیک ٹھیک پتہ دیدے تو اس کے حوالہ کر دینا چاہیئے۔

مسئلہ۔ بہت تلاش کرنے اور مشہور کرنے کے بعد جب بالکل مایوسی ہو جاوے کہ اب اس کا کوئی وارث نہ ملے گا تو اس چیز کو خیرات کر دے اپنے پاس نہ رکھے البتہ اگر وہ خود غریب محتاج ہو تو خود ہی اپنے کام میں لا دے لیکن خیرات کرنے کے بعد اگر اس کا مالک آگیا تو اس کے دام لے سکتا ہے اور اگر خیرات کرنے کو منظور کر لیا تو اس کو اس خیرات کا ثواب مل جاوے گا۔

مسئلہ۔ پالو کبوتر یا طوطا مینا یا اور کوئی چڑیا اس کے گھر گر پڑی اور اس نے اس کو پکڑ لیا تو مالک کو تلاش کر کے پہونچانا واجب ہو گیا خود لے لینا حرام ہے۔

مسئلہ۔ باغ میں آم یا امرود وغیرہ پڑے ہیں تو ان کو بلا اجازت اٹھانا اور کھانا حرام ہے۔ البتہ اگر کوئی ایسی کم قدر چیز ہے کہ ایسی چیز کو کوئی تلاش نہیں کرتا اور نہ اس کے لینے کھانے سے کوئی برا مانتا ہے تو اس کو خرچ میں لانا درست ہے مثلاً راہ میں ایک بیر پڑا ملا یا ایک مٹھی چنے کے بوٹ ملے۔

[1] حوالہ بالا

[2] فبعد ذلک فی القلیل ان جاء صاحبہا دفع الیہ وان لم یجیٔ فہو بالخیار ان شاء امسکہا حتی یجیٔ صاحبہا وان شاء تصدق بہا فان تصدق ثم جاء صاحبہا کان صاحبہا بالخیار ان شاء اجاز الصدقۃ ویکون الثواب لہ وان لم یجز الصدقۃ فان کانت اللقطۃ قائمۃ فی ید الفقیر یاخذھا من الفقیر وان لم تکن قائمۃ کان لہ الخیار ان شاء ضمن الفقیر وان شاء ضمن الملتقط وایہما ضمن لا یرجع صاحبہ بشیٔ ۱۲ قاضی خاں صد ۳۵۶

[3] سواء کان اللقطۃ دراہم او دنانیر او عروضا او شاۃ او حمارا او بغلا او فرسا او ابلا ۱۲ حوالہ بالا

[4] قال الفقیہ ابو بکر البلخی اذا ترکہا صاحبہا لیاخذ من شاء فلا باس بہ کما لو دفع الزرع وترک فی الارض سنابل لیلتقطہا الناس ۱۲ حوالہ بالا

مسئلہ۔ کسی مکان یا جنگل میں خزانہ یعنی کچھ گڑا ہوا مال نکل آیا تو اس کا بھی وہی حکم ہے جو پڑی ہوئی چیز کا حکم ہے خود لے لینا جائز نہیں تلاش و کوشش کرنے کے بعد اگر مالک کا پتہ نہ چلے تو اس کو خیرات کر دے اور غریب ہو تو خود بھی لے سکتی[۲] ہے۔

وقف کا بیان

مسئلہ۔ اپنی کوئی جائداد جیسے مکان، باغ، گاؤں وغیرہ خدا کی راہ میں فقیروں، غریبوں مسکینوں کے لئے وقف کر دیا کہ اس گاؤں کی سب آمدنی فقیروں محتاجوں پر خرچ کر دی جائے یا باغ کے سب پھل پھول غریبوں کو دیدے جائیں اس مکان میں مسکین لوگ رہا کریں کسی اور کے کام میں نہ آوے تو اس کا بڑا ثواب ہے جتنے نیک کام ہیں مرنے سے بند ہو جاتے ہیں لیکن یہ ایسا نیک کام ہے کہ جب تک وہ جائداد باقی رہے گی برابر قیامت[۳] تک اس کا ثواب ملتا رہے گا جب تک فقیروں کو راحت اور نفع ملتا رہے گا برابر نامہ اعمال میں ثواب لکھا جاوے گا

مسئلہ۔ اگر اپنی[۴] کوئی چیز وقف کر دے تو کسی نیک بخت دیانت دار آدمی کے سپرد کر دے کہ وہ اس کی دیکھ بھال کرے کہ جس کام کے لئے وقف کیا ہے اسی میں خرچ ہوا کرے کہیں بیجا خرچ نہ ہونے پاوے۔

مسئلہ۔ جس چیز[۵] کو وقف کر دیا اب وہ چیز اس کی نہیں رہی اللہ تعالیٰ کی ہو گئی اب اس کو بیچنا کسی کو دینا درست نہیں۔ اب اس میں کوئی شخص اپنا دخل نہیں دے سکتا۔ جس بات کے لئے وقف ہے وہی کام اس سے لیا جاویگا اور کچھ نہیں ہو سکتا

مسئلہ۔ مسجد[۶] کی کوئی چیز جیسے اینٹ۔ گارا۔ چونا۔ لکڑی۔ پتھر وغیرہ کوئی چیز اپنے کام میں لانا درست نہیں چاہے کتنی ہی نکمی ہو گئی ہو لیکن گھر کے

---

[۱] اشتری دارا فوجد فیہ بعض الجدار دراہم قال ابوبکر انہا کاللقطۃ ۱۲ شامی التنوی صد ۴۳۷ جو ۳

[۲] اگر خواہ خود لے یا دوسرے کو خیرات کرے اگر مالک آکر اس خیرات کرنے پر یا اسکے رکھ لینے پر راضی نہ ہوا تو اسکو اپنے پاس سے وہ چیز دینی پڑے گی ۱۲ منہ

[۳] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا مات الانسان انقطع عنہ عملہ الا من ثلثۃ صدقۃ جاریۃ او علم ینتفع بہ او ولد صالح یدعو لہ رواہ مسلم ۱۲ مشکوۃ شریف صد ۳۲ اور جتنے کام ایسے ہیں جن کا نفع جاری رہتا ہے ان سب کا یہی حکم ہے کہ برابر ثواب جاری رہتا ہے ۱۲ منہ

[۴] ولا یولی الا امین قادر بنفسہ او بنائبہ لان الولایۃ مقیدۃ بشرط النظر ولیس من النظر تولیۃ الخائن لانہ یخل بالمقصود ۱۲ شامی صد ۵۵۲ ج ۳

[۵] الا ان عند ابی یوسف ومحمد اذا صح الوقف یزول عن ملک الواقف لا الی مالک وعند ابی یوسف یزول بمجرد قول الواقف ولا یجوز بیعہ ولو باشا لا یورث عنہ ۱۲ قاضی خاں صد ۲۹۳ ج ۴

[۶] وصرف الحاکم نقضہ الی عمارتہ ان احتاج والا حفظہ لیحتاج الا اذا خاف ضیاعہ فیبیعہ ویمسک ثمنہ ۱۲ در مختار مع الحاشیہ صد ۳۸۲ ج ۳ حشیش المسجد اذا طرح فی ایام

کام میں نہ لانا چاہیئے بلکہ اس کو بیچکر مسجد کے ہی خرچ میں لگا دینا چاہیئے۔
مسئلہ۔ وقف[1] میں یہ شرط ٹھہرالینا بھی درست ہے کہ جب تک میں زندہ ہوں اس وقف کی آمدنی خواہ سب کی سب یا آدھی تہائی اپنے خرچ میں لایا کروں گی پھر میرے بعد فلاں نیک جگہ خرچ ہوا کرے اگر یوں کہہ لیا تو اتنی آمدنی اس کو لے لینا جائز اور حلال ہے اور یہ بڑا آسان طریقہ ہے کہ اس میں اپنے آپ کو بھی کسی طرح کی تکلیف اور تنگی ہونے کا اندیشہ نہیں اور جائداد بھی وقف ہوگئی۔ اسی طرح اگر یوں شرط کر دے کہ اول اس کی آمدنی میں سے میری اولاد کو اتنا دیدیا جایا کرے پھر جو بچے وہ اس نیک جگہ میں خرچ ہو جاوے یہ بھی درست ہے اور اولاد کو اسی قدر دیدیا جایا کرے گا۔

مسائل فرائض کے پڑھانے کا طریقہ

اگر پڑھانے والا مرد ہو تو ان مسائل کو خود نہ پڑھاوے یا تو اپنی بی بی کی معرفت سمجھا دے یا پڑھنے والی کو ہدایت کر دے کہ ان مسائل کو بطور خود دیکھ لینا اور اگر پڑھنے والا کم عمر لڑکا ہو اسکو بھی نہ پڑھاویں بلکہ ہدایت کر دیں کہ بعد کو دیکھ لے۔

---

[1] وجاز جعل غلة الوقف او الولاية لنفسه عند الثاني وعليه الفتوى قال المحشي اى كلها او بعضها ۱۲ شامی صفحہ ۳۸ العبد المسكين المهين محمد حيات غفرله الهنبلي السمعي

مسائل

جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور جن سے ٹوٹ جاتا ہے اور قضا یا کفارہ لازم آتا ہے انکا بیان

مسئلہ [۱۷]۔ دن[1] کو سو گئی اور ایسا خواب دیکھا جس سے نہانے کی ضرورت ہو گئی تو روزہ نہیں ٹوٹا۔

مسئلہ [۱۸]۔ مرد[2] اور عورت کا ساتھ لیٹنا ہاتھ لگانا پیار کرنا یہ سب درست ہے لیکن اگر جوانی کا اتنا جوش ہو کہ ان باتوں سے صحبت کرنے کا ڈر ہو تو ایسا نہ کرنا چاہیے مکروہ ہے۔

مسئلہ [۱۹]۔ رات[3] کو نہانے کی ضرورت ہوئی مگر غسل نہیں کیا دن کو نہائی تب بھی روزہ ہو گیا بلکہ اگر دن بھر نہ نہاوے تب بھی روزہ نہیں جاتا البتہ اس کا گناہ الگ ہو گا۔

مسئلہ [۲۰]۔ اگر مرد[4] سے ہمبستر ہوئی تب بھی روزہ جاتا رہا اسکی قضا بھی رکھے اور کفارہ بھی دیوے۔ جب مرد کے پیشاب کے مقام کی سپاری اندر چلی گئی تو روزہ ٹوٹ گیا اور قضا و کفارہ واجب ہو گئے چاہے منی نکلے یا نہ نکلے۔

مسئلہ [۲۱]۔ اگر مرد[5] نے پاخانہ کی جگہ اپنا عضو کر دیا اور سپاری اندر چلی گئی تب بھی عورت مرد دونوں کا روزہ جاتا رہا قضا و کفارہ دونوں واجب ہیں۔

مسئلہ [۲۲]۔ روزے[6] میں پیشاب کی جگہ کوئی دوا رکھنا یا تیل وغیرہ کوئی چیز ڈالنا درست نہیں اگر کسی نے دوا رکھ لی تو روزہ جاتا رہا[ع] قضا واجب ہے اور

[ع] یہ حکم عورتوں کا ہے اور مرد اگر اپنے پیشاب کی جگہ سوراخ میں تیل وغیرہ ڈال لے تو روزہ نہیں ٹوٹتا ۱۲ منہ

[1] الخلیۃ لاتفسد صومہ وکذا الاحتلام ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۱۰۱ ج ۱

[2] وتکرہ القبلۃ والمباشرۃ ان لم یامن علی نفسہ ماسوی ذلک ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۹۹ ج ۱

[3] اذا صبح جنبا ولو استمر یوما بالجنابۃ لاتفسد صومہ لوزالالیضاح صفحہ ۱۲۶

[4] اما ما یوجب القضاء والکفارۃ اذا اصبح صائما فی رمضان فجامع امرأتہ متعمدا فعلیہ القضاء والکفارۃ اذا توارت الحشفۃ انزل اولم ینزل وعلی المرأۃ مثل ما علی الرجل ان کانت مطاوعۃ عندنا ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۱۰۲ ج ۱

[5] وان جامعہا فی دبرہا او جامع امتہ فی دبرہا متعمدا علیہ القضاء والکفارۃ انزل اولم ینزل فی قول ابی یوسف ومحمد ۱۲ حوالہ بالا

[6] وان اقطر فی قبل المرأۃ نفسد اجماعا ۱۲ جوہرہ مجتبائی صفحہ ۱۴۵

کفارہ واجب نہیں۔

مسئلہ ۲۳ [1]۔ کسی ضرورت سے دائی نے پیشاب کی جگہ انگلی ڈالی یا خود اس نے اپنی انگلی ڈالی پھر ساری انگلی یا تھوڑی سی انگلی نکالنے کے بعد پھر کر دی تو روزہ جاتا رہا لیکن کفارہ واجب نہیں اور اگر نکالنے کے بعد پھر نہیں کی تو روزہ نہیں گیا ہاں اگر پہلے ہی سے پانی وغیرہ کسی چیز میں انگلی بھیگی ہوئی ہو تو اول ہی دفعہ کرنے سے روزہ جاتا رہے گا۔

مسئلہ ۲۴ [2]۔ کوئی عورت غافل سو رہی تھی یا بیہوش پڑی تھی اس سے کسی نے صحبت کی تو روزہ جاتا رہا فقط قضا واجب ہے کفارہ واجب نہیں اور مرد پر کفارہ بھی واجب ہے۔

جن جن وجہوں سے روزہ نہ رکھنا جائز ہے اُن کا بیان

مسئلہ ۱۔ عورت کو [3] حیض آگیا یا بچہ پیدا ہوا اور نفاس ہو گیا تو حیض اور نفاس رہنے تک روزہ رکھنا درست نہیں۔

مسئلہ ۲۔ اگر رات کو [4] پاک ہو گئی تو اب صبح کا روزہ نہ چھوڑے اگر رات کو نہ نہائی ہو تب بھی روزہ رکھ لیوے اور صبح کو نہا لیوے اور اگر صبح ہونے کے بعد پاک ہوئی تو اب پاک ہونے کے بعد روزے کی نیت کرنا درست نہیں لیکن کچھ کھانا پینا بھی درست نہیں ہے اب دن بھر روزہ داروں کی طرح رہنا چاہیے۔

تیسرا حصہ تمام ہوا

[1] عبارة الشرح وکذا اذا ادخل اصبعه فی استه او المرأة فی فرجها علی المختار الا ان تکون مبتلة بالماء او الدهن اھ ۱۲ طحطاوی صفحہ ۳۵۴ ج ۳

[2] وکذا النائمة والمجنونة اذا جامعها زوجها علیها القضاء دون الکفارة ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۱۰۱ ج ۱

[3] ویحرم بالحیض والنفاس ثمانیة اشیاء الصلوٰة والصوم ولا الصبیان لفوات شرط الصحة ۱۲ مراقی صفحہ ۸

[4] والاخیران یمسکان وجوبا بقیة یومهما کمسافر اقام وحائض ونفساء طهرتا ۱۲ تنویر متن درمختار صفحہ ۱۵ ج ۲

ضمیمۂ اولیٰ بہشتی زیور

مسماۃ بہ بہشتی جوہر

تیسرا حصہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

روزے کی فضیلت کا بیان

حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ دار کا سونا عبادت ہے اور اس کا خاموش رہنا تسبیح ہے (یعنی روزہ دار اگر خاموش رہے تو اسے تسبیح یعنی سبحان اللہ پڑھنے کا ثواب ملتا ہے) اور اسکا عمل (ثواب میں) بڑھایا جاتا ہے (یعنی اس کے اعمال کا ثواب بہ نسبت اور دنوں کے ان مبارک دنوں میں زیادہ ہوتا ہے) اور اسکی دعا مقبول ہے (یعنی روزے کی حالت کو قبولیت دعا میں خاص دخل ہے) اور اس کے گناہ بخشدئے جاتے ہیں (یعنی گناہ صغیرہ معاف ہوجاتے ہیں)۔

حدیث میں ہے کہ روزہ ڈھال ہے اور مضبوط قلعہ ہے دوزخ سے بچانے کے لئے (یعنی جس طرح ڈھال اور مضبوط قلعہ سے انسان پناہ لیتا ہے اور دشمن سے بچتا ہے اسی طرح روزے کے ذریعے سے دوزخ سے نجات حاصل ہوتی ہے اس طرح کہ انسان کی قوت گناہ ہونے کی کمزور ہوجاتی ہے اور نیکی کا مادہ بڑھتا ہے سو جب انسان باقاعدہ روزہ دار رہے گا اور اچھی طرح روزے کے آداب بجالادیگا تو گناہ اس سے

ل یہ خاص روزہ ہی کو بزرگی اور فضیلت حاصل ہے کہ دنیا کے سب کاموں میں بھی آدمی لگا رہے اور ثواب عبادت لکھی جاتی رہے اور عبادتوں میں یہ بات نہیں ہے بلکہ جب تک وہ عبادت آدمی کررہا ہے صرف اسی وقت تک اس عبادت کا ثواب لکھا جاتا ہے لیکن روزہ کی عبادت ایسی ہے کہ دنیا کے کاروبار بھی بند کرتا رہے تب بھی عبادت لکھی جاتی ہے ۱۲

ل رمضان شریف کے ایام میں ایک فرض کا ثواب ستر فرضوں کے برابر اور نفل کا ثواب فرض کی برابر ملتا ہے اور گناہ کبیرہ کسی عبادت سے معاف نہیں ہوتے ہیں بجز توبہ کے قرآن شریف میں ارشاد ہے ان تجتنبوا کبائر ما تنہون عنہ نکفر عنکم سیاٰتکم الخ ۱۲

ل رواہ البیہقی ۱۲

چھوٹ جائیں گے اور دوزخ سے نجات[1] ملے گی۔)
حدیث میں ہے کہ روزہ ڈھال ہے جب تک کہ نہ پھاڑے (یعنی برباد نہ کرے روزہ دار) اس کو جھوٹ یا غیبت[2] سے (یعنی روزہ ڈھال کا کام دیتا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا مگر جبکہ اسکو گناہوں سے محفوظ رکھے اور اگر روزہ رکھا اور غیبت اور جھوٹ وغیرہ گناہوں سے نہ باز آئی تو گو فرض ادا ہو جاوے گا مگر بہت بڑا گناہ ہوگا اور روزے کی جو برکت حاصل ہوتی اس سے محرومی ہوگی۔)
حدیث میں ہے روزہ ڈھال ہے دوزخ سے سو جو شخص صبح کرے اس حال میں کہ وہ روزہ دار ہو پس نہ جہالت کرے اس روز اور جبکہ کوئی آدمی اس سے جہالت سے پیش آوے تو اسے (بدلہ میں) برا نہ کہے اور اس سے بری گفتگو نہ کرے اور چاہیے کہ کہہ دے تحقیق میں روزہ دار ہوں اور قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے بیشک بدبو روزے دار کے منھ کی زیادہ محبوب ہے خدا کے نزدیک مشک کی خوشبو[3] سے (یعنی قیامت کے روز اس بدبو کے عوض جو روزے کی حالت میں پیدا ہوتی ہے روزے دار کے منھ کے اندر مشک سے زیادہ پاکیزہ خوشبو آوے گی اور وہ محبوب ہوگی خدا کو اور یہ بدبو جو روزہ دار کے منھ کے اندر دنیا میں پیدا ہوتی ہے وہ سبب ہے اس خوشبو کے حاصل ہونے کا جو قیامت کو میسر ہوگی۔)
حدیث میں ہے کہ روزے دار کو ہر افطار کے وقت ایک ایسی دعا کی اجازت[4] ہوتی ہے جس کے قبول کرنے کا (خاص) وعدہ ہے۔
حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں سے فرمایا تم دونوں روزہ رکھو اس لئے کہ روزہ ڈھال ہے دوزخ سے بچنے کے لئے اور زمانہ کی مصیبتوں سے بچنے کے لئے (یعنی روزے کی برکت سے دوزخ اور مصائب و تکالیف سے نجات ملتی ہے۔)
حدیث میں[5] ہے کہ تین ایسے آدمی ہیں کہ ان سے کھانے کا حساب (قیامت

عہ اخرجہ الطبرانی بسند فیہ مجہولان۔ کذا فی العزیزی

سلہ رواہ البیہقی ۱۲
سکہ اس کے عربی الفاظ یہ ہیں عن ابی عبیدۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الصیام جنۃ مالم یخرقہا رواہ النسائی وابن ماجۃ وابن خزیمۃ والحاکم وصححہ علی شرط البخاری الفاظہم مختلفۃ حکاہا المنذری فی الترغیب ۱۲ ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ روزہ حفاظت ہے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے دوسری روایت میں ہے کہ یا رسول اللہ روزہ کس چیز سے پھٹ جاتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جھوٹ اور غیبت سے ان روایتوں کے علاوہ اور بہت سی روایتوں میں ان برائیوں سے بچنے کی تاکید شدید آئی ہے ۱۲ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دو عورتوں نے روزہ رکھا تھا ان کو روزہ کی وجہ سے بھوک و پیاس کی اتنی سختی ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا تذکرہ صحابہ نے کیا آپ نے فرمایا کہ یہ پیالہ ان کے پاس لیجاؤ اور ان کو قے کرنے کا حکم دو چنانچہ دونوں نے قے کی تو ان کی قے میں گوشت کے ٹکڑے اور تازہ خون نکلا لوگوں کو حیرت ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا انھوں نے اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیز سے تو روزہ رکھا مگر حرام چیز یعنی کو کھایا یعنی غیبت لوگوں کی کی جو حرام تھی ۱۲

سمہ رواہ ابن خزیمہ ۱۲ سمہ رواہ الحاکم ۱۲ ھہ رواہ النسائی ۱۲ ھہ رواہ الطبرانی ۱۲

میں) نہ ہوگا جو کچھ بھی کھادیں جبکہ وہ کھانا حلال ہو (اور وہ، روزہ دار (ہے) اور سحری کھانے والا اور محافظ خدا تعالیٰ کے راستہ میں (یعنی جو اسلام کی سرحد میں مقیم ہو اور کافروں سے ملک اسلام کی حفاظت کرے یہاں سے بہت بڑی رعایت روزہ دار کی اور سحری کھانے والے کی اور محافظ اسلام کی ثابت ہوئی کہ ان سے کھانے کا حساب ہی معاف کر دیا گیا لیکن اس رعایت پر بہت سے لذیذ کھانوں میں مصروف[1] نہ ہونا چاہیے بہت سی لذتوں میں مصروف ہونے سے خدا کی یاد سے غفلت پیدا ہوتی ہے اور گناہوں کی قوت کو ترقی ہوتی ہے خوب سمجھ لو بلکہ خدا کی اس نعمت کی بیحد قدر کرنی چاہیے اور اس کا شکر اس طرح ادا کرنا چاہیے کہ حق تعالیٰ کی خوب اطاعت کرے)

حدیث میں ہے کہ جو روزے دار کو روزہ افطار کرائے تو اس (روزہ افطار کرانے والے) کو اس روزہ رکھنے والے کے ثواب کی برابر ثواب ملیگا بغیر اس بات کے کہ روزہ دار کا کچھ ثواب کم ہو (یعنی روزے دار کا ثواب کچھ کم نہ ہوگا بلکہ حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اپنی طرف سے روزہ افطار کرانے والے کو اس روزے دار کی برابر ثواب مرحمت فرمائیں گے۔ اگرچہ کسی معمولی ہی کھانے سے روزہ افطار کرا دے گو وہ[2] پانی ہی ہو)

حدیث میں ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے (ثواب مقرر کیا ہے بنی آدم کی نیکیوں کا دس گنے سے سات سو گنے تک۔ فرماتا ہے اللہ تعالیٰ مگر روزہ (یعنی روزے میں سات سو کی حد نہیں ہے) اور روزہ خاص میرے لئے ہے اور میں ہی اسکی جزا دوں گا (اس سے روزے کے ثواب کی عظمت کا اندازہ کرنا چاہیے کہ جس کا حساب ہی نہیں معلوم کہ وہ ثواب کس قدر ہے اور خود حق تعالیٰ اسکو عطا فرماویں گے۔ اور اس کا بند و بست ملائک کے ذریعہ سے نہ ہوگا سبحان اللہ کیا قدر دانی ہے حق تعالیٰ کی تھوڑی سی محنت پر کس قدر عوض مرحمت فرماتے ہیں مگر یہ ضرور ہے کہ روزے کی یہ تمام فضیلتیں جب ہی اپنا اثر دکھلا دیں گی جبکہ روزے کا

[1] بلکہ اس بات کا لحاظ زیادہ ضروری ہے کہ کوئی لقمہ پیٹ میں حرام کا نہ چلا جائے پہلے صفحہ میں یہ حدیث گذر گئی کہ روزہ دار کو افطار کے وقت ایک ایسی دعا کی اجازت ہوتی ہے جس کے قبول کرنے کا خاص وعدہ ہے لیکن اسپر شاید اس زمانہ کے بعض نکتہ چیں اعتراض کریں کہ ہم نے تو کتنی دعائیں افطار کے وقت کیں کوئی بھی قبول نہ ہوئی تو جاننا چاہئے اسکا جواب بھی یہی ہے کہ ہمارا کھانا غذا خالص حلال نہیں دعائیں کیسے قبول ہوں کو فرمیر چند لوگ ایسے تھے کہ ان کو مستجاب الدعوات کہتے تھے جب کوئی ظالم چڑھائی کرتا وہ ان کی بددعا سے ہلاک ہو جاتا جب حجاج ظالم کا وہاں غلبہ ہوا تو اس نے ایک دعوت کی اور ان بزرگوں کو بھی اس میں شامل کیا کھانا کھلانے کے بعد حجاج بولا کہ بس اب میں انکی بددعا سے امن میں ہو گیا کیونکہ میں نے ان کے پیٹ میں حرام غذا پہونچا دی اب انکی دعا قبول نہ ہوگی ۱۲ محمد حیات عفی عنہ

[2] رواہ احمد وغیرہ ۱۲

حق ادا کرے اور اسمیں جھوٹ، غیبت اور تمام گناہوں سے بچے بعضے لوگ بالکل اور بعضے صبح کی نماز رمضان میں بے پروائی سے قضا کر دیتے ہیں ان کو اس قدر برکت اور ایسا ثواب میسر نہ ہوگا اور اس حدیث سے یہ شبہہ نہ ہو کہ روزہ نماز سے بھی افضل ہے اس لئے کہ نماز تمام عبادات میں افضل ہے (مراد اس مضمون سے یہ ہے کہ روزے کا بہت بڑا ثواب ہے اور بس یہ غرض نہیں ہے کہ تمام عبادتوں سے روزہ[۲] افضل ہے) اور بیشک روزے دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی جب ہوتی ہے جبکہ روزہ افطار کرتا ہے اور دوسری خوشی قیامت کو ہوگی (خدا تعالیٰ سے ملنے کے وقت جیسا کہ بعض احادیث میں تصریح بھی آئی ہے)

حدیث میں ہے جبکہ رمضان (مبارک) کی پہلی رات ہوتی ہے کھول دیئے جاتے ہیں دروازے آسمان کے اور ان دروازوں میں سے کوئی دروازہ رمضان کی آخر رات آنے تک بھی بند نہیں کیا جاتا اور ایسا کوئی مسلمان نہیں ہے کہ نماز پڑھے کسی رات میں رمضان کی راتوں میں سے مگر (یہ بات ہے کہ) لکھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے ڈھائی ہزار نیکیاں عوض ہر رکعت کے (یعنی ایک رکعت کے عوض ڈھائی ہزار نیکیوں کا ثواب لکھا جاتا ہے) اور بنا دے گا (حق تعالیٰ اسکے لئے ایک مکان جنت میں سرخ یاقوت سے جس کے ساٹھ دروازے ہوں گے اور ہر دروازے کے لئے ایک سونے کا محل ہوگا جو آراستہ ہوگا سرخ یاقوت سے پھر جب (روزے دار) روزہ رکھتا ہے رمضان کے پہلے دن کا تو اس کے گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں جو رمضان (گذشتہ) کی اس تاریخ تک کے ہیں پچھلے رمضان کی پہلی تاریخ تک (یعنی گناہ صغیرہ اس سال کے جو گذر گیا معاف کر دئے جاتے ہیں) اور مغفرت طلب کرتے ہیں اس کے لئے روزمرہ ستر ہزار فرشتے صبح کی نماز سے آفتاب چھپنے تک اور ملے گا اس کو بدلے میں ہر رکعت کے جس کو پڑھتا ہے رمضان کے مہینے میں رات میں یا دن میں ایک درخت (جنت میں) ایسا ہے جس کے سایہ میں سوار پانچ سو برس چل سکتا ہے (کس قدر بڑی فضیلت

[۱] چھ چیزیں بزرگوں نے روزہ کے آداب میں سے شمار کی ہیں کہ جنکی رعایت نہ کرنے سے اسکی برکتیں حاصل نہیں ہوتیں پہلی چیز نظر کو ناجائز مقام دیکھنے سے بچانا یہاں تک کہ بیوی کو بھی شہوت سے نہ دیکھے دوسرے زبان کی حفاظت جھوٹ غیبت چغلی بیہودہ فحش بے حیائی لڑائی جھگڑے کی باتوں سے الگ رہے تیسرے کان کی حفاظت کہ ان سے ناجائز باتیں اور ناجائز آواز نہ سنے چوتھے سب اعضا کو ناجائز کاموں سے بچانا پیٹ کو افطار کے وقت شبہہ کی چیزوں سے محفوظ رکھنا بھی اسمیں داخل ہے پانچویں افطار کے وقت اسقدر نہ کھانا کہ بالکل پیٹ بھر جائے چاہے کھانا حلال ہی نہ ہو ورنہ روزہ سے جو مقصود ہے یعنی قوت بہیمیہ اور قوت شہوانیہ کو کمزور کرنا وہ فوت ہو جائے گا چھٹی چیز یہ ہے کہ روزہ رکھنے کے بعد دل میں یہ کھٹکا لگا رہے کہ نہ معلوم یہ روزہ مقبول ہے یا مردود اور یہ بات روزہ ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر عبادت کے لئے ہونا چاہیئے کیونکہ بہت سی عبادتیں ایسی ہیں کہ جب انکو بندہ ناقص طور پر ادا کرتا ہے تو وہ الٹا باعث وبال و نکال ہوتی ہیں ۱۲

[۲] ولا یخفی ان الفضل الجزئی لا ینافی الفضل الکلی و فضل ۱۲

[illegible] الصلوٰۃ ... ۱۲ ... رواہ ... ۱۲ ... البیہقی ۱۲

ہے روزے کی مسلمانوں کبھی قضا نہ ہونے دو بلکہ ہمت ہو تو نفل روزہ سے بھی مشرف ہو لیا کرو اور اللہ تعالیٰ سے پوری طور پر محبت کرو جس نے اس قدر رحمت سے کام لیا کہ معمولی محنت میں اس قدر ثواب مرحمت فرمایا کم سے کم اپنے مطلب ہی کے لئے کہ جنت میں بڑی بڑی نعمتیں ہیں خدا کو اپنا محبوب بنالو۔)

حدیث میں[۱] ہے کہ بیشک جنت سجائی جاتی ہے ابتدا ر سال سے آخر سال تک رمضان کے مہینے کے لئے اور بیشک حوریں بڑی بڑی آنکھوں والی بناؤ سنگار کرتی ہیں ابتدا ر سال سے آخر سال تک رمضان کے روزہ داروں کے لئے پس جبکہ رمضان آتا ہے جنت کہتی ہے اے اللہ میرے اندر داخل کر دے اس مہینے میں اپنے بندوں کو (یعنی حکم فرما دیجئے کہ قیامت کو میرے اندر داخل ہوں۔) اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں کہتی ہیں اے اللہ مقرر فرما دے ہمارے لئے اس مہینے میں خاوند اپنے بندوں میں سے سو جس شخص نے نہ لگائی اس مہینے میں کسی مسلمان کو تہمت اور نہ پی اس مہینے میں کوئی نشہ لانے والی چیز مٹا دے گا اللہ تعالیٰ اس کے گناہ اور جس شخص نے تہمت لگائی اس ماہ میں کسی مسلمان کو یا پی اس مہینے میں کوئی نشہ لانے والی چیز مٹا دے[۲] گا حق تعالیٰ اس کے سال بھر کے نیک اعمال (یعنی بہت گناہ ہوگا کیونکہ بزرگ زمانہ میں جس طرح نیکیوں کا ثواب زیادہ ملتا ہے اسی طرح گناہوں کا عذاب بھی زیادہ ہوتا ہے ان لفظوں میں کسقدر دھمکی ہے غور تو کرو) سو ڈرو رمضان کے مہینے سے اس لئے کہ تحقیق وہ مہینہ اللہ کا ہے (جسمیں بندوں کو حکم ہوتا ہے کہ اللہ کی عادت اختیار کریں کھانا پینا چھوڑ دیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ کھانے پینے سے پاک رہتا ہے اسی واسطے یہ مہینہ خاص کیا گیا حق تعالیٰ کے ساتھ ورنہ سب مہینے اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں) تمہارے لئے گیارہ مہینے خدا تعالیٰ نے مقرر کر دئے ہیں جن میں تم (کھانا) کھاتے ہو اور (پانی) پیتے ہو اور لذت حاصل کرتے ہو اور اپنی ذات کے لئے ایک مہینہ مقرر کیا ہے (جس میں کھانے پینے وغیرہ سے تم کو روکا گیا ہے) پس ڈرو رمضان

---

[۱] اور ایک حدیث میں یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی بندہ روزہ رکھتا ہے تو ہر دن اور ہر روزہ کے عوض اسکا نکاح ایک حور سے کر دیا جاتا ہے جو ایک موتی کے کمرہ میں بستی ہے خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں بھی تعریف فرمائی ہے کہ حور مقصورات فی الخیام ہر حور کو ستر جوڑے ایسے عطا کئے ہیں کہ ہر حلہ کا رنگ جداگانہ ہے اور ستر ہی قسم کی خوشبوئیں ہوگئی ہیں کہ ہر خوشبو جداگانہ ہے اور ستر ہی تخت ہیں جنمیں سرخ یاقوت کے تیار کئے ہوئے ہیں اور موتیوں سے جڑے ہیں اور ہر تخت کے ستر ہی فرش ہیں اور ہر فرش کا تکیہ الگ ہے ہر حور کے ستر ہی خادم ہیں اور اس کے شوہر کے ستر خادم الگ ہیں ہر خادم کے سامنے سونے کا پیالا ہے جسمیں ایسا کھانا ہے کہ ہر لقمہ نیا مزہ دیتا ہے اسی طرح اسکے شوہر کے لئے الگ سامان ہیں یہ بدلہ صرف روزہ کا ہے اور جو روزہ کی حالت میں اور نیکیاں کرتا ہے انکے بدلے الگ ہیں ۱۲ غنیۃ الطالبین للشیخ عبدالقادر الجیلانی ۱۲

[۲] ایک لمبی حدیث میں رمضان شریف کی پانچ خصوصیتیں بیان فرمائی ہیں جو بجز امت محمدیہ کے اور کسی کے لئے نہیں ہیں ایک یہ کہ روزہ دار کی منہ کی بدبو جو بھوک کی حالت میں معدہ کے خالی ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے بھی زیادہ پسند ہے دوسری یہ کہ روزہ دار کے لئے مچھلیاں

۴ رمضان کے مہینے میں کیوں لوگوں سے گناہ ہوتے ہیں تو جواب ہے کہ رمضان شریف سے پیشتر جو اثر شیطان نے دلوں پر کر دیا اس کی وجہ سے گناہ سرزد ہوتے ہیں پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ رمضان المبارک کی خیرات میں سارے روزے دار بخشدئے جاتے ہیں

کے مہینے سے اس لئے کہ بیشک وہ مہینہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ہے (تو اچھی طرح اس میں اطاعت حق بجالاؤ اور گناہ نہ کرو اگرچہ اطاعت ہمیشہ ضروری ہے لیکن خاص جگہ جیسے مکہ معظمہ و مدینہ منورہ اور خاص ایام مثلاً رمضان مبارک وغیرہ میں نیکیوں کے کرنے اور گناہوں سے بچنے کا خاص اہتمام کرنا چاہیئے کہ بزرگ جگہ اور بزرگ دنوں میں نیکیوں کا ثواب زیادہ اور اسی طرح گناہوں کا عذاب بھی زیادہ ہوتا ہے۔)

حدیث میں ہے کہ جب تم میں سے کسی کے سامنے کھانا قریب کیا جائے اس حال میں کہ وہ روزہ دار ہو (یعنی روزہ افطار کرنے کے لئے کوئی چیز اس کے پاس رکھی جائے) تو چاہیئے کہ کہے (یعنی افطار سے پہلے یہ دعا پڑھے)[ع] بِسْمِ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ سُبْحَانَکَ وَبِحَمْدِکَ تَقَبَّلْ مِنِّیْ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔[۱]

حدیث میں ہے کہ جب تم میں سے کوئی روزہ افطار کرے تو مناسب ہے کہ چھوہارے سے افطار کرے اس لئے کہ وہ برکت ہے پھر اگر نہ پاوے چھوہارے تو مناسب ہے کہ افطار کرے پانی سے اس لئے کہ تحقیق وہ پاک کرنے والی چیز ہے (بعض احادیث میں پانی ملے ہوئے دودھ سے افطار کرنے کا بھی حکم وارد ہوا ہے)[۲]

حدیث میں ہے کہ جس نے روزے رکھے چالیس دن اس حال میں کہ وہ نہیں طلب کرتا ہے اس (روزہ رکھنے) سے مگر خدا کی رضامندی (یعنی فقط رضائے الٰہی مطلوب ہو کوئی اور غرض ریار وغیرہ مطلوب نہ ہو) تو نہ مانگے گا وہ اللہ سے کچھ مگر (یہ بات ہے کہ) دے گا اللہ اس کو (وہ چیز یعنی چالیس دن محض حق تعالیٰ کے راضی کرنے کے لئے روزے رکھنے سے دعا قبول ہونے لگتی ہے اور ایسا شخص حق تعالیٰ کا ایسا مقبول ہو جاتا ہے کہ اس کی ہر دعا جو اللہ کے نزدیک اس کے لئے

ع یعنی شروع اللہ کے نام سے سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اے خدا میں نے تیرے لئے روزہ رکھا اور تیرے رزق پر افطار کیا اور تجھی پر بھروسہ کیا تو پاک ہے میں تیری تعریف کرتا ہوں تو میرا روزہ قبول فرما کیونکہ تو ہی سننے جاننے والا ہے ۱۲ محمد حیات غفرلہٗ

[۱] رواہ البیہقی وابن عساکر ۱۲

[۲] اب ہم دنیا داروں کی یہ کیفیت ہے کہ جب افطار کا وقت آتا ہے تو کھانے پر ایسے پلتے ہیں کہ گویا بدحواس ہو جاتے ہیں دعا کرنے کی فرصت ہی کب ہوتی ہے کھانے کے سوا اور کسی بات کا اس وقت ہوش نہیں ہوتا حدیثوں میں دعاؤں کے الفاظ مختلف آئے ہیں کوئی دعا خاص نہیں ہے صرف یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ اور یہ بھی آئے ہیں کہ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِرَحْمَتِکَ الَّتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ اَنْ تَغْفِرَلِیْ یعنی اے خدا میں تیری اس رحمت کے طفیل میں جو ہر چیز کو شامل ہے یہ مانگتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے اور یہ دعا بھی آئی ہے کہ یَا وَاسِعَ الْفَضْلِ اغْفِرْلِیْ یعنی اے فراخ دینے والے تو مجھے بخش دے ۱۲

[۳] رواہ الدارقطنی فی الافراد عن انس ۱۲

[۴] رواہ ابن خزیمۃ وغیرہ ۱۲ منہ

بہتر ہوگی ضرور قبول ہوگی حضرات صوفیہ رضی اللہ عنہم نے چلہ نشینی تجویز فرمائی ہے یعنی چالیس روز تک تمام تعلقات دنیا کو چھوڑ کر کسی مسجد میں عبادت کرنا اور روزے سے رہنا اس سے بہت بڑا نفع ہوتا ہے دین کا اور نیکیوں کی عمدہ قوت پیدا ہوتی ہے اور اس کی برکت سے اللہ پاک کی طرف سے خاص خاص علوم عطا ہوتے ہیں اور فہم عمدہ ہو جاتا ہے) رواہ الدیلمی عن واثلۃ ولفظہ من صیام اربعین صباحاً ما یرید بہ الا وجہ اللہ تعالیٰ لم یسأل اللہ تعالے شیئاً الا اعطاہ

حدیث میں ہے کہ جس نے[1] روزہ رکھا ہر محترم مہینے میں جمعرات اور جمعہ اور سینچر کو لکھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے سات سو برس کی عبادت (یعنی سات سو برس کی عبادت کا ثواب اس کے لئے لکھا جاتا ہے اور محترم مہینے یعنی عزت کے مہینے چار ہیں. رجب ذی قعدہ عشرہ ذی الحجہ یعنی بقر عید کے مہینے کے اول دس دن اور محرم مگر دسویں ذی الحجہ کو روزہ رکھنا منع ہے.) رواہ ابن شاہین فی الترغیب وابن عساکر عن انس بسند ضعیف ولفظہ من صام فی کل شہر ام الخمیس والجمعۃ والسبت کتب اللہ تعالیٰ لہ عبادۃ سبع مائۃ سنۃ

حدیث میں ہے کہ جس نے روزہ رکھا تین دن کسی محترم مہینے میں جمعرات اور جمعہ اور سینچر کے دن لکھے گا حق تعالیٰ اس کے لئے دو سال کی عبادت (یعنی اللہ تعالیٰ اسکو دو سال کی عبادت کا ثواب ان تین روزوں کے عوض قیامت کے دن مرحمت فرمائیں گے اور اس وقت یہ ثواب نامہ اعمال میں لکھ لیا جاویگا) رواہ الطبرانی فی الاوسط عن ابن عباس بلفظ من صام ثلثۃ ایام من شہر حرام الخمیس والجمعۃ والسبت کتب اللہ تعالیٰ لہ عبادۃ سنتین انتہی

اعتکاف کی فضیلت کا بیان

حدیث میں ہے کہ جس نے اعتکاف کیا دس دن (اخیر عشرہ) رمضان میں ہوگا وہ (اعتکاف) مثل دو حج اور دو عمروں کے یعنی اسکو دو حج اور دو عمروں[ع] کا

ع رواہ البیہقی ۱۲

[1] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھا کرتے تھے اس کو ترمذی اور نسائی نے روایت کیا اور دسویں تاریخ ماہ محرم کو روزہ رکھنے کی بڑی فضیلت حدیث میں آئی ہے کہ طرح عرفہ یعنی ذی الحجہ کی نویں تاریخ کے روزہ کی بھی بڑی فضیلت ہے اور ہر مہینہ میں تیرہ چودہ پندرہ تاریخ کے روزوں کی بھی بڑی فضیلت ہے اور ماہ رمضان کے بعد شوال میں چھ روزے رکھنے کی بھی بڑی فضیلت ہے اور فقط سینچر اور فقط جمعہ کے دن روزہ کی تخصیص کی ممانعت حدیث میں آئی ہے بہتر یہ ہے کہ ان کے ساتھ ایک دن کا روزہ اور ملالے ورنہ یہود کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے اور فقط ان ہی دنوں میں روزہ رکھنا حرام یا مکروہ تحریمی نہیں ہے بلکہ مکروہ تنزیہی ہے ۱۲

ثواب ملے گا۔)

حدیث میں ہے جس نے اعتکاف کیا[1] اسکو، دین کی عبادت یقین کرکے اور ثواب حاصل کرنے کے لئے تو اس کے گذشتہ گناہ بخشدئے[2] جاویں گے (یعنی گناہ صغیرہ)

حدیث میں ہے کہ پوری حفاظت سرحد اسلام کی چالیس دن تک ہوتی ہے اور جو چالیس دن تک سرحد اسلام کی حفاظت کرے اس طرح کہ نہ فروخت کرے (کچھ) اور نہ خریدے اور نہ کرے کوئی بدعت پاک ہو جائیگا اپنے گناہوں سے مثل (دور ہونے) اس دن کے جسدن اسکو اس کی ماں نے جنا تھا (یعنی گناہوں سے بالکل پاک ہو جاویگا) اور اس حدیث میں حفاظت سرحد اسلام کی تشبیہاً اس کو فرمایا ہے کہ رباط سے اسلامی سرحد پر ملک اسلام کے تمام علاقہ دنیا کے چھوڑکر روزہ نماز وغیرہ میں مشغول ہونا اور نفس کی ظاہری و باطنی حفاظت کرنا اور گناہوں سے بچنا مراد ہے اور گناہوں سے صغیرہ گناہ مراد ہیں اور یہی صورت چلہ نشینی کی صوفیہ کرام میں متعارف ہے (رواہ الطبرانی عن ابی امامۃ بلفظ تمام الرباط قال المناوی ای المرابطۃ یعنی مرابطۃ النفس بالاقامۃ علی مجاھدتھا لتبدل اخلاقھا الردیئۃ بالحسنۃ) اربعون یوما ومن رابط اربعین یوما لم یبع ولم یحدث حدثا ای لم یفعل شیئا من الامور الدنیویۃ لغیر الضرورۃ خرج من ذنوبہ کیوم ولدتہ[3] امہ۔ کذا فی شرح الجامع الصغیر العزیزی۔

لیلۃ القدر کی فضیلت کا بیان

حق تعالیٰ فرماتے ہیں لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ ط یعنی لیلۃ القدر بہتر ہے ہزار مہینوں سے مطلب یہ ہے کہ اس رات میں عبادت کرنا اس قدر ثواب ہے کہ اسکے سوا اور ایام میں ہزار مہینے عبادت کرنے سے بھی اسقدر ثواب نہیں میسر ہو سکتا جتنا ثواب کہ اس ایک رات عبادت کرنے میں مل جاتا ہے اس آیت کا شان نزول امام سیوطیؒ نے لباب النقول میں یہ نقل کیا ہے کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] اعتکاف کی فضیلتیں بہت زیادہ ہیں اور اس سے زیادہ فضیلت کیا ہوگی کہ نبی علیہ السلام ہمیشہ اس کا اہتمام فرمایا کرتے تھے معتکف کی مثال اس شخص کی سی ہے کہ کسی کے در پر جا پڑے کہ جب تک میری درخواست قبول نہ ہوگی اسوقت تک یہاں سے نہ ٹلوں گا اور اعتکاف اگر خلوص کے ساتھ کیا جائے تو وہ بہترین عمل ہے اس کے اندر جو خاص خاص باتیں ہیں انکی گنتی نہیں ہو سکتی اول اسمیں دل دنیا و مافیہا سے یکسو ہو جاتا ہے دوسرے آدمی اپنے آپ کو اس میں مولا کے سپرد کر دیتا ہے اور ہر وقت اس میں آدمی عبادت گذاری میں لگا رہتا ہے اور اسکا سونا جاگنا سب عبادت ہی عبادت ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بڑی نزدیکی ہوتی ہے عورت کو یہ اعتکاف اپنے گھر کی مسجد میں کرنا چاہیئے اگر گھر میں کوئی مسجد متعین ہو تو ایک طرف کوئی جگہ اسکے لئے مقرر کرے حالانکہ عورتوں کو اعتکاف کرنا بہت آسان ہے کہ گھر میں اعتکاف بھی کرلیں اور اپنے بچوں سے گھر کا کام بھی لیتی ہیں مگر افسوس ہے کہ وہ اس عبادت سے بالکل ہی محروم ہیں ۱۲

[2] رواہ الدیلمی ۱۲

[3] ورد فی ابن ابی شیبۃ والدیلمی مرفوعا من زھد فی الدنیا اربعین یوما واخلص فیہا العبادۃ اجری اللہ علی لسانہ ینابیع الحکمۃ من قلبہ ورد فی ابو نعیم فی الحلیۃ من اخلص للہ اربعین یوما ظہرت ینابیع الحکمۃ من قلبہ علی لسانہ ۱۲

نے ذکر فرمایا ایک مرد کا جو نبی اسرائیل کی قوم میں سے تھا اور جس نے ہزار مہینے اللہ تعالیٰ کے راستے (یعنی جہاد) میں ہتھیار لگائے تھے پس تعجب کیا مسلمانوں نے اس بات سے (اور افسوس کیا کہ ہم کو یہ نعمت کس طرح میسر ہو سکتی ہے) سو نازل فرمائیں اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ڇ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ڇ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ یعنی یہ شب قدر بہتر ہے ان ہزار مہینوں سے جن میں اس مرد نے اللہ کے راستے میں ہتھیار لگائے تھے (یعنی جہاد کیا تھا) اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک مرد تھا جو رات کو عبادت کرتا تھا صبح تک پھر جہاد کرتا تھا یعنی لڑتا تھا دشمن دین سے دن میں شام تک سو عمل کیا اس نے ہزار مہینے (یہی عمل کہ رات کو عبادت کرتا تھا اور دن کو جہاد کرتا تھا) پس نازل فرمائی اللہ تعالیٰ نے (آیت) لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ یعنی ان ہزار مہینوں سے جن میں اس مرد نے عبادت و جہاد کیا تھا یہ رات بہتر ہے آخر تک۔ اے بھائیو و بہنو اس مبارک رات کی قدر کرو کہ تھوڑی سی محنت میں کسقدر ثواب میسر ہوتا ہے اور اس رات میں خاص طور پر دعا قبول ہوتی ہے اگر تمام رات نہ جاگ سکو تو جسقدر بھی ہو سکے جاگو یہ نہ کرو کہ پست ہمتی سے بالکل ہی محروم رہو۔

حدیث میں ہے کہ یہ مہینہ (یعنی رمضان) تمہارے پاس آ گیا اور اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے جو شخص اس رات (کی برکت و اطاعت و عبادت) سے محروم کیا گیا وہ تمام بھلائیوں سے محروم کیا گیا (اور نہیں محروم کیا جاتا ہے اس رات کی برکتوں سے مگر محروم (یعنی ایسی بے بہا رات کی برکت جسے نہ ملی اور جس نے کچھ بھی عبادت اس شب میں نہ کی تو وہ بڑا بھاری محروم ہے جو ایسی نعمت سے محروم رہا)

حدیث میں ہے کہ بیشک اگر اللہ چاہتا تو تم کو لیلۃ القدر پر مطلع کر دیتا (لیکن بعض حکمتوں سے بالتعین اس پر مطلع نہیں کیا) اس کو رمضان کی سات اخیر راتوں میں تلاش کرو۔

عـہ رواہ ابن ماجہ ۱۲

عـہ رواہ الحاکم ۱۲

لـہ ہزار مہینے کے تراسی سال چار ماہ ہوتے ہیں تو جسنے ایک شب قدر میں عبادت کی گویا اس نے تراسی برس چار مہینے سے زیادہ عبادت کی اور زیادتی کی کوئی حد نہیں بتلائی درمنثور میں حضرت انس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ شب قدر اللہ جل شانہ نے میری امت کو مرحمت فرمائی اور پہلی امتوں کو نہیں دی شاید اس تخصیص کی وجہ یہ ہو کہ اس امت کے لوگوں کی عمریں کم تھیں واللہ تعالیٰ اعلم اور ایک روایت میں یوں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے چار بزرگوں کا ذکر فرمایا حضرت ایوب حضرت ذکریا حضرت حزقیل حضرت یوشع علیہ السلام کہ یہ اسی اسی برس تک عبادت میں مشغول رہے اور ایک پل کو بھی خدا تعالیٰ کی انھوں نے نافرمانی نہیں کی اس پر صحابہ کرام کو حسرت ہوئی تب جبرئیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور سورۂ قدر سنائی اسکے علاوہ شان نزول میں اور بھی روایات آئی ہیں ۱۲

عـہ فی لباب النقول واخرج ابن ابی حاتم والواحدی عن مجاہد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر رجلا من بنی اسرائیل لبس السلاح فی سبیل اللہ الف شہر فعجب المسلمون من ذلک فانزل اللہ۔ انا انزلناہ فی لیلۃ القدر وما ادراک ما لیلۃ القدر لیلۃ القدر خیر من الف شہر۔ التی لبس ذلک الرجل السلاح فیہا فی سبیل اللہ واخرج ابن جریر عن مجاہد قال کان فی بنی اسرائیل رجل یقوم اللیل حتی یصبح ثم یجاہد العدو بالنہار حتی یمسی فعمل ذلک الف شہر فانزل اللہ لیلۃ القدر خیر من الف شہر عملہا ذلک الرجل ۱۲ منہ

عـہ شب قدر یہ کہ اگر اس رات کو ظاہر کر دیا جاتا تو گناہوں کے عادی لوگ اس رات میں بھی گناہ ضرور کرتے اور اس شب میں گناہ کرنے سے خدا تعالیٰ ۴

کرو کہ ان راتوں میں غالب گمان شب قدر کا ہے اور تلاش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان راتوں میں جاگو اور عبادت کرو تاکہ لیلۃ القدر میسر ہو جاوے۔)

حدیث میں ہے کہ لیلۃ القدر ہر رمضان میں ہوتی ہے۔ [عـہ]

حدیث میں ہے کہ لیلۃ القدر ستائیسویں شب (رمضان) کو ہوتی ہے [عـہ] (اس رات کی تعیین میں بڑا اختلاف ہے مگر مشہور قول یہی ہے کہ ستائیسویں شب کو ہوتی ہے بہتر یہ ہے کہ اگر ہمت اور قوت ہو تو اخیر کی دس راتوں میں جاگے اور اسمیں یہ ضرور نہیں کہ کچھ نظر آوے جب ہی اس کی برکت میسر ہو بلکہ کچھ نظر آوے یا نہ آوے عبادت کرے اور برکت حاصل کرے اور مقصود یہی ہے کہ اس رات کی برکت اور اس قدر ثواب جو مذکور ہوا حاصل کرے کسی چیز کا نظر آنا مقصود نہیں

تراویح کی فضیلت

حدیث میں ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے تم پر رمضان کا روزہ [۳] اور سنت کیا ہے اس (کی رات) کا قیام (یعنی تراویح پڑھنا) پس جو شخص اسکا روزہ رکھے اور اسکی رات) میں قیام کرے (یعنی تراویح) پڑھے ایمان کے اعتبار سے (یعنی روزے اور تراویح کو دین کا حکم سمجھے) اور ثواب طلب کرنے کی نیت سے اور یقین (ثواب کا) سمجھکر تو ہو گا وہ (یعنی روزہ اور تراویح [۱]) کفارہ (یعنی مٹانے والا) اس کے لئے جو گذرا [۲] (یعنی جو اس سے صغیرہ گناہ ہوئے وہ سب معاف ہو جاویں گے پس اس مہینے میں بہت نیکیاں کرنی چاہئیں کہ ایک فرض ادا کرنے سے ستر فرض کا اور نفل کام کرنے سے فرض کام کرنیکے برابر ثواب ملتا ہے۔

عـہ ابو داؤد ۱۲

عـہ ابو داؤد ۱۲

سـہ رواہ النسائی والبیہقی ۱۲

لـہ تراویح نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہی ایک رات اور بقول بعض دو اور بقول بعض تین راتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نماز پڑھی بعد کو لوگوں نے آپ کا انتظار کیا مگر آپ نہیں نکلے اور یہ ارشاد فرمایا کہ اگر میں بعد کو بھی اس نماز کے لئے نکل آتا تو وہ تم پر فرض ہو جاتی ہے لیکن پھر حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اس پر ہمیشگی کی گئی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر نے اس نماز تراویح کو اسی حدیث سے نکالا کہ جو انھوں نے مجھ سے سنی وہ یہ کہ عرش کے قریب ایک مقام حظیرۃ القدس خدا تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے وہاں اسقدر فرشتے رہتے ہیں کہ جنکی گنتی سوائے خدائے تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا اور وہ ہر دم عبادت میں مشغول رہتے ہیں جب ماہ رمضان کی راتیں آتی ہیں تو وہ خدا تعالیٰ کی اجازت سے زمین پر اترتے ہیں تو امت محمدیہ میں سے جس کا بدن فرشتوں سے لگتا ہے وہ ہمیشہ کے لئے خوش نصیب مانا جاتا ہے یعنی کبھی اس کے بعد بدنصیبی دیکھتا اسکو نصیب نہیں ہوتا اسوقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم فرشتوں سے عبادت کے زیادہ مستحق ہیں لہذا لوگوں کو تراویح کے لئے اکٹھا کیا اور ہمیشہ کے لئے اسکو سنت قرار دے دیا ۱۲ محمد حیات

عیدین کی راتوں کی فضیلت

حدیث میں ہے جو بیدار رہا (عید الفطر) کی رات اور (عید الضحیٰ) کی رات میں نہ مردہ ہوگا اس کا دل جسدن دل مردہ[ع] ہوں گے (یعنی قیامت کے دن کی دہشتوں سے محفوظ رہے گا جس روز کہ لوگ قیامت کی سختیوں سے پریشان ہوں گے۔)

خیرات کرنے کے ثواب کا بیان

حدیث میں ہے کہ سخاوت اللہ پاک کی بہت بڑی عادت[ع] ہے (یعنی حق تعالیٰ بہت بڑے سخی ہیں)

حدیث میں ہے کہ تحقیق بندہ صدقہ کرتا ہے روٹی کا ٹکڑا (بھر) وہ بڑھتا ہے اللہ کے نزدیک یہاں تک کہ ہو جاتا ہے مثل احد[لہ] (پہاڑ) کے (یعنی اللہ پاک اسکا ثواب بڑھاتے ہیں اور اسقدر ثواب بڑھ جاتا ہے جیسے کہ احد کی برابر خرچ کرتا اور اس کا ثواب اس کو ملتا لہذا تھوڑے بہت کا خیال نہ چاہیئے جو کچھ میسر ہو خیرات کردے)

حدیث میں ہے کہ دوزخ سے بچو اگرچہ ایک چھوہارے کا ٹکڑا ہی دیکر[للعہ] (یعنی اگرچہ تھوڑی ہی چیز ہو اسکو خیرات کردو اور یہ نہ خیال کرو کہ تھوڑی چیز کیا خیرات کریں یہ بھی ذریعہ بن جائے گی دوزخ سے نجات حاصل کرنے کا)

حدیث میں ہے کہ روزی طلب کرو (اللہ سے) صدقہ کے ذریعہ سے (یعنی خیرات

عہ رواہ الطبرانی ۱۲

عہ رواہ ابن النجار ۱۲

سہ رواہ الطبرانی ۱۲

للعہ کنز العمال ۱۲

لہ اس سے معلوم ہوا کہ ایک نیکی کے عوض سات سو نیکیوں تک بدلہ کا دیا جانا ہی مقرر نہیں ہے کیونکہ احد پہاڑ کے اگر حصے کئے جائیں تو اونکی کوئی شمار نہ ہوگی اور قرآن شریف میں اسطرف اشارہ بھی ہے۔ ارشاد ہے کہ واللہ یضاعف لمن یشاء مگر یہ زیادہ خلوص اور ریا سے دوری پر منحصر ہے جسقدر مقبولیت کی شرطیں کامل پائی جاتی ہیں اسی قدر زیادہ ثواب ملتا ہے اور یہ تجربہ کی بات ہے کہ آدمی جب تنگدستی کی حالت میں خیرات کرتا ہے تو خدا تعالیٰ فراخی دیتا ہے اور اس کے علاوہ صدقہ کی بہت سی برکتیں ہیں جو خاص صدقہ ہی سے حاصل ہوتی ہیں اور صدقہ کرنے سے مال کی کمی کا ذرا خطرہ بھی نہ لانا کیونکہ حدیث شریف میں صاف آیا ہے کہ صدقہ مال کو نہیں گھٹاتا اور بندہ اپنا حق کسی کو معاف کر دینے سے عزت زیادہ پاتا ہے اور جب کوئی شخص اللہ کے واسطے تواضع کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اسکو اونچا اور بلند مرتبہ کرتا ہے ۱۲ مشکوٰۃ شریف

کرو اس کی برکت سے روزی میں ترقی ہوگی،
حدیث میں ہے کہ احسان کے کام بری ہلاکتوں سے بچاتے ہیں اور پوشیدہ خیرات دینا اللہ تعالیٰ کے غصہ کو بجھاتا ہے اور اہل قرابت سے سلوک کرنا عمر بڑھاتا ہے (اگر نیک کام کرتے دیکھکر دوسرے کو رغبت ہو تو ایسے موقع پر اس کام کا ظاہر طور پر کرنا بہتر ہے اور جو یہ امید نہ ہو تو خفیہ کرنا افضل ہے بشرطیکہ کوئی اور بھی خاص وجہ خفیہ یا ظاہر کرنے کی نہ ہو۔)
حدیث میں ہے کہ سائل کا حق ہے (اس پر جس سے کہ وہ سوال کرے اگرچہ وہ گھوڑے پر (سوار) آوے (یعنی اگر گھوڑے سوار سوال کرے اسکو بھی دینا چاہیے اس لئے کہ ایسا شخص بظاہر کسی مجبوری سے سوال کرے گا یہ خیال نہ کرے کہ اس کے پاس تو گھوڑا ہے سو یہ کیسے محتاج ہو سکتا ہے پھر ہم اسکو کیوں دیں ہاں اگر کسی قوی قرینہ سے معلوم ہو جاوے کہ یہ شخص حقیقت میں محتاج نہیں ہے بلکہ اس نے کھانے کمانے کا یہی پیشہ کر لیا ہے کہ بھیک مانگتا ہے تو ایسے شخص کو خیرات دینا حرام[۱] ہے اور اسکو مانگنا بھی حرام ہے خوب سمجھ لو)
حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کریم ہے کرم کو پسند کرتا ہے اور دوست رکھتا ہے عالی اخلاق کو (یعنی ہمت کے نیک کاموں کو جیسے خیرات کرنا ذلت سے بچنا دوسرے کی وجہ سے اپنی ذات پر تکلیف برداشت کرنا وغیرہ) اور ناپسند کرتا ہے حقیر اخلاق (و عادتوں) کو (جیسے پست ہمتی دینی امور میں)
حدیث میں ہے کہ بیشک صدقہ بجھاتا ہے اپنے اہل سے (یعنی صدقہ کرنیوالے سے) گرمی قبر کی اور ضرور یہی بات ہے کہ سایہ حاصل کرے گا مسلمان اپنے صدقہ کے سایہ میں[۲] قیامت کے روز (یعنی صدقہ کی برکت سے قبر کی گرمی دور ہوتی[۳] ہے اور قیامت کے دن سایہ میسر ہوگا۔)
حدیث میں ہے کہ بتحقیق اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں جن کو (اس لئے) خاص کیا ہے لوگوں کی حاجتوں (کے پورا کرنے) کے لئے (اور) مضطر ہوتے ہیں انکی طرف

---

[۱] تنبیہ اور بلا ضرورت دیکھ کو سوال کرنیکی بڑی سزائیں حدیث میں بیان فرمائی ہیں ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے روز ایسے بھیک مانگنے والوں کے چہرہ پر گوشت نہ ہوگا اور چہرہ کھسوٹا ہوا معلوم ہوگا۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ جو آدمی بلا ضرورت محض مال کی زیادتی کے لئے سوال کرتا ہے وہ درحقیقت آگ کا سوال کرتا ہے تو آدمی کو چاہیے یہ آگ کم کرے یا زیادہ اور ایک حدیث میں ہے کہ تم میں سے کوئی آدمی اپنی رسی لیکر ایک گٹھ لکڑیوں کا باندھ کر اپنی پشت پر لئے فروخت کرے اس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے سوال کرتا پھرے خواہ دیویں یا منع کر دیں اس کے علاوہ اور بہت سی حدیثیں موجود ہیں ۱۲ از مشکوٰۃ شریف

[۲] رواہ احمد و الحاکم وغیرہ ۱۲

[۳] صدقہ صرف مال ہی خرچ کرنیکو نہیں کہتے ہیں بلکہ اگر آدمی دو شخصوں میں منصفانہ فیصلہ کر دے وہ بھی صدقہ ہے کسی تھکے ماندے آدمی کو اپنے جانور پر سوار کر دے اوسکا سامان اوسپر لاد دیوے وہ بھی صدقہ ہے اور پاکیزہ کلمہ اور بھلی بات کہدینا بھی صدقہ ہے اور جب نمازی نماز کے ارادہ سے جاتا ہے تو اسکا ہر قدم بھی صدقہ ہوتا ہے لیکن مالدار لوگوں کو صرف اسی قسم کے صدقوں پر قناعت نہ کرنی چاہیے بلکہ اس سے خدا تعالیٰ کو مال ہی مطلوب ہے لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون ۱۲

لوگ اپنی حاجتوں میں (یعنی لوگ مجبور ہوکر ان کے پاس جاتے ہیں اور حق جل شانہ نے ان حضرات کو لوگوں کی نفع رسانی کے لئے منتخب فرمالیا ہے) یہ لوگ (حاجتوں کے پورا کرنے والے) امن پانے والے ہیں اللہ کے عذاب[1] سے۔

حدیث میں ہے کہ خرچ کرلے بلال اور مت اندیشہ کر عرش کے مالک سے کمی[2] کا (یعنی مناسب موقعوں پر خوب خرچ کرو اور تنگی کا اندیشہ حق تعالیٰ سے نہ کرو اور اس جگہ عرش کی ملکیت اللہ تعالیٰ کی خاص طور پر فرمائی گئی اگرچہ وہ تمام چیزوں کا مالک ہے سو یہ خصوصیت اس لئے فرمائی گئی کہ عرش نہایت عظیم الشان مخلوق ہے پس اسکو ذکر میں خاص کیا اور بتلا دیا کہ جس ذات کے قبضے و تحت میں ایسی عظیم[3] الشان چیز ہے اور وہ ایسی بڑی چیز کا مالک ہے تو اس سے تنگی کا اندیشہ نہ چاہیئے۔ کیا یہ گمان ہو سکتا ہے کہ ایسا بادشاہ اپنے کسی بندے کو دو روٹی نہ دیگا ہرگز یہ گمان نہیں ہو سکتا اور اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بے حد ہر شخص خرچ کر ڈالے اور پھر پریشان ہو اور گھبرا دے غرض یہ ہے کہ جو لوگ دل کے پختہ ہیں اور صبر کی ان میں پوری قوت ہے۔ وہ تو جسقدر چاہیں نیک کاموں میں صرف کریں کیونکہ وہ تکلیف سے پریشان نہیں ہوتے اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ جو قسمت میں لکھا ہے وہ تو ہم کو ضرور ملیگا خیرات سے کمی نہ ہوگی بلکہ برکت ہوگی تو ایسی ہمت کی حالت میں بشرطیکہ کسی کی حق تلفی بھی نہ ہو ان کو اجازت ہے اور ان کے لئے یہی اچھا ہے کہ ہر طرح کے نیک کاموں میں خوب صرف کریں اور جن کا دل کمزور ہے صبر کی ان میں قوت کم ہے آج خرچ کر دیں گے کل کو تنگی سے پریشان ہوں گے دل ڈانواں ڈول ہوگا اور نیت خراب ہوگی تو ایسے لوگ فقط ضروری موقعوں پر جیسے زکوٰۃ و صدقۂ فطر وغیرہ اور مروت کے موقعوں پر صرف[4] کریں اس سے کمی نہ کریں خوب سمجھ لو حضرت سیدنا ابوبکر صدیق خلیفۂ اول جناب رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک بار حضور کی خدمت میں تمام مال چندہ اسلامی میں پیش کر دیا حضور نے فرمایا کہ کچھ گھر بھی باقی رکھا ہے یا نہیں عرض کیا گھر تو اللہ و رسول

[1] رواہ الطبرانی ۱۲

[2] رواہ البزار وغیرہ ۱۲

[3] جیسے قرآن شریف میں ہے کہ فان تولوا فقل حسبی اللہ لا الہ الا ہو علیہ توکلت وہو رب العرش العظیم یعنی اگر کفار ایمان اور اسکی دلیلیں نہ مانیں تو آپ کہدیں کہ مجھے اللہ کی ذات کافی ہے جسکے سوا کوئی معبود نہیں میں نے اسی پر بھروسہ کیا ہے اور وہ عرش عظیم کا رب ہے یعنی اتنی بڑی ذات پر بھروسہ کیا ہے جس نے اتنا بڑا جسم پیدا کیا ہے پھر میں اسپر بھروسہ کرنے میں کیونکر خسارہ اٹھا سکتا ہوں ۱۲

[4] کیونکہ ان چیزوں میں خرچ کرنا ضروری اور فرض ہے اور اس سے زیادہ خرچ کرنا مستحب ہے اگر کرینگے ثواب پائیں گے اور نہیں کریں گے تو عذاب کچھ نہ ہوگا اور زکوٰۃ اور صدقۂ فطر اور قربانی میں اگر خرچ نہ کرینگے تو عذاب ہوگا اور یہ ہم پہلے حدیث سے ثابت کر چکے ہیں کہ صدقہ خیرات میں مال خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتا ہے آج تک تم نے بھی نہ سنا ہوگا کہ کوئی آدمی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے بگڑ گیا ہو البتہ زنا مقدمہ بازی اور پیر پرستی میں اکثر لوگ بگڑتے سنے ہوں گے۔ ۱۲

کا نام چھوڑ آیا ہوں اور بس آپ نے وہ تمام مال قبول کر لیا کیونکہ حضرت خلیفہ اول نہایت دل کے پختہ اور باہمت اور اعلیٰ درجہ کے خدا تعالیٰ کی راہ میں مال و جان نثار کرنیوالے تھے ان سے یہ اندیشہ نہ تھا کہ پریشان ہوں گے اور ایک دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ نے تھوڑا سونا اللہ کی راہ میں پیش کیا آپ نے قبول نہ فرمایا اس وجہ سے کہ وہ کمزور دل کے تھے اور اسقدر باہمت نہ تھے جیسے کہ حضرت ابو بکرؓ تھے خوب سمجھ لو۔)

حدیث میں ہے کہ ایک سائل ایک عورت کے پاس اس حالت میں آیا کہ اس عورت کے منہ میں لقمہ تھا سو اس عورت نے وہ لقمہ منہ میں نکالا اور اس سائل کو دیدیا (اس کے پاس اور کچھ دینے کو نہ تھا اس لئے ایسا کیا) پھر تھوڑی ہی مدت میں ایک لڑکا اس عورت کے پیدا ہوا پھر جب وہ لڑکا کچھ بڑا ہوا ایک بھیڑیا آیا اور اس کو اٹھالے گیا پس نکلی وہ عورت دوڑتی ہوئی بھیڑئے کے پیچھے اور کہتی ہوئی میرا بیٹا میرا بیٹا (میرے بیٹے کو بھیڑیا لئے جاتا ہے جو مدد کر سکے اس کی سو وہ مدد کرے) سو حکم فرمایا اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو کہ بھیڑئے کے پاس جا اور لڑکے کو اس کے منہ سے چھڑالے اور فرمایا (حق عز شانہ نے فرشتہ سے) اس کی ماں سے کہہ کہ اللہ تجھکو سلام فرماتا ہے اور (یہ بھی) کہ یہ لقمہ بدلہ (اس) لقمہ کا ہے (دیکھو صدقہ کی یہ برکت ہوئی کہ لڑکا جان سے بچ گیا اور ثواب بھی ہوا خوب صدقہ کیا کرو تاکہ دین و دنیا میں چین سے رہو۔)

حدیث میں ہے کہ نیکی (کی جگہ) بتلانے والا مثل نیکی کرنیوالے کے (ثواب میں) ہے (یعنی جو شخص خود کوئی سلوک نہ کرے مگر اہل ضرورت کو ایسی جگہ کا پتہ بتلادے یا اس کی سفارش کردے جہاں اس کا کام ہو جاوے تو اس بتلانے والے کو مثل اس نیکی کرنیوالے کے ثواب ملیگا جو خود اپنی ذات سے کسی کی مدد کرے)

حدیث میں ہے کہ تین آدمی تھے جن میں سے ایک کے پاس دس دینار تھے سو صدقہ کردیا اس نے ان میں سے ایک دینار اور دوسرے کے پاس دس اوقیہ تھے

ملے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر صبح کو دو فرشتے نازل ہوتے ہیں تو ایک تو یہ کہتا ہے کہ الٰہی خرچ کرنیوالے کو عوض (در بدلہ) دے دوسرا کہتا ہے کہ الٰہی کنجوس کا مال تلف کر اور ان ہی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم تو میری راہ میں خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا ۱۲ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام کہتے ہیں کہ حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک ٹکڑا گوشت کا بطور ہدیہ آیا چونکہ حضور کو گوشت زیادہ پسند تھا اس لئے انھوں نے خادمہ سے فرمایا کہ اس کو گھر میں رکھدو شاید حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسکو کھائیں چنانچہ انھوں نے طاق میں رکھدیا اتنے میں ایک سائل نے دروازہ پر صدا بلند کی کہ صدقہ کرو خدا تم کو برکت دے انھوں نے جواب میں کہدیا کہ اللہ تجھے بھی برکت دے یعنی اس وقت کچھ نہیں ہے سائل چلا گیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ارشاد فرمایا کہ اے ام سلمہ کچھ کھانے کو تمہارے پاس ہے ام سلمہ نے عرض کیا کہ ہاں ہے اور خادمہ سے فرمایا جا وہ گوشت اٹھالا وہ اٹھانے گئی تو طاق پر گوشت کا نشان بھی نہ تھا صرف ایک پتھر کا ٹکڑا رکھا تھا آپ نے فرمایا کہ تم نے

۲۰ سائل کو جو نہیں دیا اس لئے یہ تھیں ترغیب ہوئی ۱۲ . ملکہ ۱۳ ، ابن عمر کی نے صحابی سے یوں تا عن ابن عباس ۱۲ ملکہ دارد ابو داؤد وغیرہ ۱۲ منہ

سو صدقہ کر دیا اس نے اس میں سے ایک اوقیہ اور تیسرے کے پاس سو اوقیہ تھے سو صدقہ کر دئے اس نے ان میں سے دس اوقیہ (تو) یہ سب لوگ ثواب میں برابر ہیں اس لئے کہ ہر ایک نے دسواں حصہ اپنے مال کا خیرات کیا ہے (یعنی اگرچہ بظاہر خیرات ان میں سے بعضوں نے زیادہ کی ہے اور بعض نے کم مگر حق تعالیٰ تو نیت پر ثواب دیتے ہیں[1] چونکہ ہر ایک نے اپنے مال کے اعتبار سے دسواں حصہ خیرات کیا اس لئے سب کو برابر ثواب ملیگا ایک دینار دس درہم کا ہوتا ہے اور ایک درہم چار آنے سے کچھ زائد کا اور اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔

حدیث میں ہے بڑھ گیا ایک درہم ایک لاکھ درہم سے (اور وہ یہ صورت ہے کہ) ایک شخص ہے کہ اس کے پاس دو درہم ہیں ان میں سے ایک درہم اس نے خیرات کر دیا اور دوسرا شخص ہے کہ اس کے پاس بہت سا مال ہے پس اس نے اپنے مال میں سے ایک لاکھ درہم صدقہ کر دئے[عہ] (یعنی دونوں کے ثواب میں یہ فرق ہوا کہ پہلا شخص باوجود تھوڑا خیرات کرنے کے ثواب میں بڑھ گیا کیونکہ اپنا آدھا مال اس نے خیرات کر دیا اور دوسرے نے اگرچہ ایک لاکھ صدقے کئے لیکن چونکہ یہ عدد اس کے مال کثیر کے مقابلہ میں آدھے سے کم تھا اس لئے اسکو پہلے شخص سے کم ثواب ملا خوب سمجھ لو۔ حق تعالیٰ کی کیسی رحمت ہے اس کی قدر کرو جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی سائل سے انکار نہیں فرمایا اگر ہوا دیدیا ورنہ وعدہ فرمالیا کہ جب حق تعالیٰ دیگا اس وقت تمکو دیں گے تاحیات آپ نے اور آپ کے اہل بیت نے دو روز برابر بھی شکم سیر ہو کر جو کی روٹی بھی نہیں کھائی کیسی بیرحمی کی بات ہے کہ باوجود گنجائش کے اپنے بھائی مسلمانوں کی مدد نہ کرو اور خود چین کرو حدیث میں ہے کہ اللہ کا ہدیہ[2] ہے مومن کے لئے سائل اس کے دروازے پر اور

عہ رواہ الطبرانی ۱۲

عہ رواہ النسائی ۱۲

سہ رواہ الخطیب ۱۲

[1] اس لحاظ سے غریب لوگ جو کچھ صدقہ خیرات اس زمانہ میں کرتے ہیں چونکہ وہ بنسبت مالداروں کے صدقہ خیرات سے زیادہ ہوتا ہے اس لئے اس کا ثواب انکو زیادہ ملتا ہے اور دوسری بڑی وجہ زیادتی ثواب کی خلوص اور للہیت ہے جو غریبوں میں زیادہ پائی جاتی ہے اسی لئے حدیث میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میرے ادنیٰ درجہ کا صحابی اگر اللہ تعالیٰ کے راستے میں آدھ سیر جو خیرات کرے تو بعد کے لوگوں میں سے کوہ احد کے برابر سونا اللہ کے راستے میں دینے والا اس صحابی کے برابر ثواب نہیں پا سکے گا اسکی وجہ وہی خلوص ہے جو قرب وصحبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے حاصل ہوا ہے اور یہ بات کسی اور کو کیونکر حاصل ہو سکتی ہے ۱۲

[2] اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہدیہ کو واپس کر دینا قبول نہ کرنا بڑی گستاخی ہے اور اسکو قبول نہ کرنا یہ ہے کہ خالی ہاتھ سائل کو واپس کرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت مبارک تھی کہ چیز موجود ہوتی اور نہ دیتے بلکہ اگر موجود نہ ہوتی تب بھی یہ فرماتے کہ اچھا جب خدا دیگا تو تمکو بھی دیں گے اسی پر کسی شاعر نے کہا ہے کہ + نرفت لا بزبان مبارکش ہرگز + مگر بہ اشہدان لا الہ الا اللہ + یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زبان پر کبھی لفظ لا نہیں آیا کہ آپ نے دینے سے انکار فرمایا ہو اگر لا زبان مبارک [illegible]

ظاہر ہے کہ ہدیہ اچھی طرح قبول کرنا چاہیئے خصوصاً اللہ تعالیٰ کا ہدیہ پس سائل کی خوب خدمت کرنی چاہیئے)

حدیث میں ہے کہ صدقہ کرو اور اپنے مریضوں کی دوا کرو صدقہ کے ذریعے سے اس لئے کہ صدقہ دفع کرتا ہے مرضوں کو اور بیماریوں کو اور وہ زیادتی (کرتا) ہے تمہاری عمروں اور نیکیوں عہ میں۔

حدیث میں ہے کہ کوئی ولی اللہ عزّ وجل کا نہیں پیدا کیا گیا مگر سخاوت اور اچھی عادت پر (یعنی اللہ کے دوستوں میں سخاوت اور اچھی عادت ضرور ہوتی ہے)

حج کی فضیلت کا بیان

حدیث میں ہے کہ ملائکہ مصافحہ کرتے ہیں ان حاجیوں سے جو سواری میں جاتے ہیں اور معانقہ کرتے ہیں ان حاجیوں سے جو پیدل آ جاتے ہیں۔ عہ

حدیث میں ہے کہ سوار حاجی کے لئے ہر قدم پر کہ جسکو اسکی اونٹنی طے کرتی ہے (اونٹنی ہو یا کوئی دوسری سواری سب کا یہی حکم ہے) ستر نیکیاں (یعنی ستر نیکیوں کا ثواب) لکھی جاتی ہیں اور پیدل کے لئے ہر قدم پر جسکو وہ طے کرتا ہے سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں ععہ (یعنی پیدل چلنے والے کو ہر قدم پر سات سو نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔

(پس معلوم ہوا کہ پیادہ حج کرنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے جبکہ اسکی قدرت ہو ۱۲)

حدیث میں ہے کہ حج کرنیوالے اور جہاد کرنیوالے اللہ عزّ وجل کے مہمان ہیں اگر اس سے (یعنی اللہ سے) دعا کریں تو ان کی دعا قبول فرمائے اور اگر اس سے مغفرت طلب کریں تو ان کو بخشدے۔ عہ

عہ رواہ البیہقی ۱۲

عہ رواہ الدیلمی ۱۲

عہ رواہ ابن ماجہ ۱۲

ععہ رواہ الطبرانی ۱۲

عہ رواہ ابن ماجہ ۱۲

لہ اور ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل عرفات پر فخر فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ میرے فرشتو دیکھو میرے بندوں کو کہ کیسے غبار آلود دور دراز مقامات سے سفر کر کے میری عبادت کیلئے حاضر ہوئے ہیں تو تم گواہ رہو کہ میں نے ان کی دعا قبول کی اور جو ان میں سے گنہگار ہیں ان کو ان میں کے نیکوں کے طفیل میں میں نے بخشدیا اور حقوق العباد کے سوا میں نے انکی سب دعائیں قبول کیں اھ جب حاجی لوگ مزدلفہ میں اکٹھے ہو کر دعا مانگتے ہیں تو اس وقت بھی خدا تعالیٰ فرشتوں سے وہی ارشاد فرماتا ہے اور وہاں یہ اور زیادہ فرماتا ہے کہ انکے حقوق العباد کا میں کفیل اور ذمہ دار ہوں یعنی کوئی نہ کوئی سبیل حقدار اور مظلوم سے معافی کی کر دوں گا ۱۲ محشی غفرلہٗ

حدیث میں ہے کہ حج کرنیوالا چار سو آدمیوں کی اپنے اہل قرابت میں سے (قیامت کے روز) شفاعت کرے گا اور وہ پاک ہو جاتا ہے اپنے گناہوں سے اس طرح جیسا کہ اس دن پاک تھا جس دن کہ اس کو اس کی ماں نے جنا تھا (بشرطیکہ حج قبول ہو جاوے[1] پس چاہیئے کہ ایسی بڑی نعمت کو حلال روپیہ صرف کرکے اور عمدہ طور پر اس کے احکام بجا لا کر حاصل کرے اے اللہ مجھکو بھی ایسا ہی حج نصیب فرما آمین اور معافی سے یہ مراد نہیں ہے کہ جو اعمال ایسے فوت ہو گئے تھے جن کی قضا ادا کر سکتا ہے یا اس پر قرض ہے ان سے بھی سبکدوش ہو گیا ان کی تو قضا کرنا ضرور ہے اس لئے کہ یہ حقوق ہیں گناہ نہیں ہیں)

حدیث میں ہے جو حج کرے مال حرام سے پس کہے لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ یہ دعا ہے کہ جو حج میں پڑھی جاتی ہے یعنی تیری تابعداری میں حاضر ہوں (فرماتا ہے اللہ عزوجل لَا لَبَّيْكَ وَلَا سَعْدَيْكَ وَحَجُّكَ مَرْدُوْدٌ عَلَيْكَ (یعنی نہ تیری لبیک قبول ہے اور نہ سعدیک قبول ہے اور تیرا حج تیرے منہ پر مارا گیا مطلب یہ ہے کہ تو ہماری اطاعت میں حاضر نہیں ہے اس لئے کہ اگر ہماری اطاعت میں حاضر ہوتا تو مال حلال خرچ کرکے آتا اور تیرا حج ہمارے عالی اور پاک دربار میں نجس مال کی وجہ سے مقبول نہیں اور اس کا پورا ثواب نہ ملے گا گو فرض ادا ہو جاوے گا۔[2]

حدیث میں ہے کہ جب[3] تو حاجی سے ملے تو اس کو سلام کر اور اس سے مصافحہ کر اور اس سے درخواست کر اس بات کی وہ تیرے لئے مغفرت کی دعا کرے اس سے پہلے کہ وہ اپنے مکان میں داخل ہو اس لئے کہ اسکے گناہ بخشدئے گئے[4] (پس وہ مقبول بارگاہ الٰہی ہے اس کی دعا قبول ہونے

ف[1] رواہ البزار ۱۲

ف[2] اور ایک حدیث میں ہے کہ جیسا شیطان نو تاریخ ذی الحجہ کو ذلیل اور خوار اور شرمندہ ہوتا ہے ایسا کسی دن ذلیل نہیں ہوتا اور اسکی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ دیکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اسکے بندوں پر کیسی کچھ نازل ہو رہی ہے اور کسقدر گناہوں سے اللہ تعالیٰ درگذر فرما رہا ہے مگر ہاں اس سے بھی زیادہ ذلت اس کو جنگ بدر کے دن ہوئی تھی کیونکہ اسدن شیطان خود جبرئیل علیہ السلام کو دیکھ رہا تھا کہ وہ فرشتوں کی صفیں ہموار کر رہے تھے ۱۲ از بندۂ ناچیز محمد حیات غفرلہ

غرض ہے کہ حج کی عبادت کے بعد اکثر حاجیوں کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے حج کے اظہار کو اچھا سمجھتے ہیں مناسب ہے کہ اس سے پرہیز کریں بلکہ ہر عبادت میں ریا اور نمود سخت ترین ضرر دینے والی چیز ہے ۱۲ محشی غفرلہ

عہ[3] رواہ الشیرازی وابو مطیع ۱۲

عہ[4] رواہ احمد ۱۲

کی خاص طور پر امید ہے اور جو دعا چاہے اس سے وہ دعا کرا دے دین کی یا دنیا کی مگر اس کے مکان میں پہونچنے سے پہلے۔)

ضمیمۂ اولیٰ ختم ہوا

دستور العمل تدریس حصہ ھٰذا

حصۂ دُوم کا جو دستور العمل ہے وہی اِس کا ہے ملاحظہ ہو

ضمیمہ ثانیہ بہشتی زیور حصہ سوم

مسمیٰ بہ

تصحیح الاغلاط و تنقیح الاختلاط

اصل ص۹ س۵ اگر و رمضان کے کچھ کچھ روزے الخ تحقیق وجوب تعیین سال کا حکم مختلف فیہ ہے اور بہشتی زیور میں احتیاط کو مدنظر رکھکر قول وجوب کو اختیار کیا ہے پس اگر کسی نے بلا تعیین بہت سے روزے رکھ لئے اور اعادہ دشوار ہے تو دفعاً للحرج قول عدم وجوب کو اختیار کیا جاوے گا اس مسئلہ کے متعلق سوال وجواب تتمہ ثالثہ امداد الفتاویٰ ص۲۲ میں درج ہے۔

اصل ص۶۵ س۱۵۔ اگر فلانا کام کروں الخ و ص۲۷ س۴۔ خدا کے سوا آخر۔ تحقیق۔ درمختار میں ہے الاصل ان الایمان[1] مبنیۃ عند الشافعی علی الحقیقۃ اللغویۃ وعند مالک علی الاستعمال القرآنی وعند احمد علی النیۃ وعندنا علی العرف مالم ینو ما یحتملہ اللفظ فلا حنث فی لایھدم الا بیت العنکبوت الا بالنیۃ فتح والایمان مبنیۃ علی الالفاظ لا علی الاغراض فلو اغتاظ علی غیرہ وحلف ان لایشتری لہ شیئا بفلس فاشتری لہ بدرھم او اکثر شیئا لم یحنث اھ شامی نے لکھا ہے۔ الخ[2] قاعدۃ بناء الایمان علی العرف معناہا ان المعتبر ھو المعنی المقصود فی العرف من اللفظ المسمی وان کان فی اللغۃ او الشرع اعم من المعنی المتعارف ولما کانت ھذہ القاعدۃ موھمۃ اعتبار الغرض العرفی وان کان زائدا علی اللفظ المسمی وخارجا عن مدلولہ کما فی المسئلۃ الاخرۃ وکما فی المسائل الاربعۃ التی ذکرھا المص دفعوا ذالک الوھم بذکر القاعدۃ الثانیۃ وھی بناء الایمان علی الالفاظ لا علی الاغراض فقولھم لا علی الاغراض دفعوا بہ توھم اعتبار الغرض الزائد علی اللفظ المسمی واراد وا بالالفاظ الالفاظ العرفیۃ بقرینۃ القاعدۃ الاولیٰ ولولا بالتوھم اعتبار الالفاظ ولو لغویۃ او شرعیۃ فلا تنافی بین القاعدتین کما یتوھمہ کثیر من الناس حتی الشرنبلالی فحمل الاولیٰ علی دیانۃ والثانیۃ

[1] اس عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ امام شافعی کے نزدیک ایمان یعنی قسمیں لغوی حقیقی معنے پر مبنی ہیں اور امام مالک کے نزدیک قرآن کے استعمالات پر اور امام احمد کے نزدیک نیت پر اور حنفیوں کے نزدیک عرف پر ان کی بنا ہے بشرطیکہ ایسے معنے کی نیت نہ کرے کہ جس کا لفظ احتمال نہ رکھتا ہو تو اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں کسی گھر کو نہ ڈھاؤں گا تو مکڑی کا گھر ڈھانے سے قسم میں جھوٹا نہ ہوگا مگر اس وقت کہ گھر سے مکڑی کا گھر ہی مراد لیا ہو از فتح القدیر قسموں کی بنا الفاظ پر ہے نہ مقصدوں پر پس اگر کسی پر غصہ ہوا اور قسم کھائی کہ اس کے لئے ایک پیسہ کی کوئی چیز نہ خریدوں گا پھر ایک درہم کی یا اس سے بھی زیادہ کی کوئی چیز خریدی تو قسم میں جھوٹا نہ ہوگا ۱۲

[2] اس کا ترجمہ یہ ہے کہ قسموں کی بنا عرف پر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہی معنے معتبر ہونگے جو لفظ کے عرف میں معنے ہوتے ہوں گے اگرچہ لغت یا شرع میں اس لفظ کے معنی اس معنے سے عام ہوتے ہوں جو عرف میں ہوتے ہیں اور چونکہ اس قاعدہ سے یہ وہم ہوتا ہے کہ عرفی غرض کا اعتبار ہے اگرچہ اس معنے سے زیادہ اور خارج ہو کہ جس کے لئے لفظ وضع ہوا ہے جیسا کہ پچھلے مسئلہ میں ہے اور ان چار مسئلوں میں کہ جن کو مصنف علیہ الرحمۃ نے (باقی آئندہ صفحہ)

علی القضاء ولا تناقض بین المفروع التی ذکرناہا ثم اعلم ان ہذا کلہ حیث لم یجعل اللفظ فی العرف مجازا عن معنی آخر کما فی لا اضع قدمی فی دار فلان فانہ صار مجازا عن الدخول مطلقا کما سیأتی ففی ہذا لایعتبر اللفظ اصلا حتی لو وضع قدمہ ولم یدخل لایحنث لان اللفظ ہجر وصار المراد بہ معنی آخر الخ

اس تفصیل سے چند باتیں معلوم ہوئیں (۱) الفاظ کے مقابلہ میں نیت کا کچھ اعتبار نہیں یعنی اگر کوئی اگر ایسی نیت کرے جس کے الفاظ اصلا مساعدت نہ کرتے ہوں تو اس کا کچھ اعتبار نہ ہوگا (۲) اگر کسی نے ایسے معنی مراد لئے جو الفاظ سے زائد ہوں یعنی الفاظ جزئی ہوں اور معنی مراد کلی یا معنی مراد کل ہوں اور الفاظ جزو تو یہ مراد لینا بیکار ہوگا اور اگر ایسے معنی مراد لئے جو الفاظ کا فرد یا جزو ہیں تو وہ معنی معتبر ہوسکتے ہیں (۳) مجاز عرفی اگر ایسا ہو کہ حقیقت بالکل چھوٹ گئی ہو تو اس مجاز عرفی کا اعتبار ہوگا اور حقیقت لغویہ کا اعتبار نہ ہوگا۔

لیکن میرے نزدیک یہ تینوں باتیں صحیح نہیں امر اول اس لئے کہ ایمان کا تعلق قصد وارادہ سے بھی ہے نہ کہ طلاق وعتاق وغیرہ کی طرح صرف الفاظ سے کما یدل علیہ قولہ تعالیٰ ولکن یواخذکم بما کسبت قلوبکم وقولہ ولکن یواخذکم بما عقدتم الایمان پس اگر کسی نے کسی خاص نیت سے کوئی قسم کھائی اور ایسے الفاظ بولے جو اس نیت کے مطابق نہیں ہیں تو دیانۃً اس قسم کا اعتبار ہونا چاہیئے گو قضاءً نہ ہو کیونکہ اس وقت یہ اس کی اصطلاح خاص ہوگی اور اصطلاح خاص کے مقرر کرنے کا اسے اختیار ہے امر دوم اس لئے کہ مجاز عرفی حقیقۃ لغویہ کے مباین ہو تو اس وقت اس کا اعتبار تو ہوسکتا ہے لیکن اگر معنی مجازی عرفی معنی حقیقی لغوی سے عام ہوں تو ان کا اعتبار نہیں ہوسکتا دونوں صورتوں میں وجہ فرق معلوم نہیں ہوتی کیونکہ دونوں صورتوں میں معنی حقیقی بالکل چھوٹ گئے ہیں مگر ایک صورت میں معنی حقیقی معنی مجازی کا فرد یا اس کا جزو ہیں اور دوسری صورت میں اس کے مباین سو یہ فرق کوئی مؤثر فرق نہیں ہے اسی سے امر سوم کا مخدوش ہونا بھی ظاہر ہوگیا پس جبکہ وہ

بیان کیا ہے تو اس وہم کو دور کرنے کے لئے فقہا نے ایک دوسرا قاعدہ بیان کیا ہے وہ یہ کہ قسموں کی بنا الفاظ پر ہے اغراض پر نہیں ہے اس سے یہ وہم دور ہوگیا کہ قسم کے اندر اس غرض کا لحاظ ہوتا ہے جو لفظ موضوع سے زیادہ ہے اور اسمیں الفاظ سے عرفی الفاظ مراد لیتے ہیں اس کا قرینہ پہلا قاعدہ ہے اور اگر پہلا قاعدہ نہ ہوتا تو یہاں الفاظ سے لغوی اور شرعی الفاظ مراد ہونے کا وہم ہوجاتا پس دونوں قاعدوں میں کوئی باہم منافات نہ رہی جیساکہ اکثر لوگوں کو یہ وہم ہوا ہے یہاں تک کہ شرنبلالی کو بھی جس سے انھوں نے پہلے قاعدہ کو دیانت پر اور دوسرے کو قضاء پر محمول کیا ہے اور نہ ان فروع میں باہم تناقض ہے جنکو انھوں نے بیان کیا ہے پھر جاننا چاہیئے کہ یہ سب بیان اسی صورت میں ہے کہ جب لفظ کو عرف میں دوسرے معنے سے مجاز نہ ٹھہرایا ہو جس طرح اس لفظ میں مجاز ٹھہرایا ہے کہ میں اپنا قدم فلاں آدمی کے گھر میں نہ رکھوں گا کیونکہ یہ بالکل کسی طرح اس گھر میں داخل ہونے سے مجاز ہے جیساکہ اس کا بیان عنقریب آجائے گا تو اس صورت میں لفظ کا اعتبار بالکل نہ ہوگا یہاں تک کہ اگر صرف قدم اندر رکھ دیا اور خود باہر رہا تو قسم میں جھوٹا نہ ہوگا کیونکہ ایسے لفظ

ــہ متروک ہیں دوسرے معنی مراد ہیں ۱۲ محمد غفرلہٗ

عمل مخدوش ہو گئے جوان قواعد کے لئے علامہ شامی وغیرہ نے تجویز کئے تھے تو اب کہا جاوے گا کہ الایمان مبنیۃ علی العرف اور الایمان مبنیۃ علی الالفاظ لا علی الاغراض دونوں متعلق بہ قضا ہیں اور الایمان مبنیۃ علی الالفاظ علی الاغراض کے معنی یہ ہیں کہ ایمان قضاءً الفاظ عرفیہ پر مبنی ہیں نہ کہ ان اغراض پر جو کہ خلاف عرف ہوں۔ پس ان دونوں قاعدوں میں کوئی تناقض نہیں ہے۔ رہا یہ امر کہ بعض جزئیات ان کا مل کی تائید نہیں کرتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض اس وقت ہو سکتا ہے جبکہ دو امر ثابت ہو جائیں اول یہ کہ وہ جزئیات انھیں فقہاء نے نکالے ہیں جنہوں نے یہ قواعد بنائے ہیں یا جن فقہاء نے یہ قواعد قائم کئے ہیں انکو ان سے اتفاق ہے دوم یہ کہ اس وقت سے اب تک عرف نہیں بدلا اور جو اس وقت عرف تھا جس وقت وہ نکالے گئے ہیں وہی عرف اب بھی ہے لیکن ان باتوں کا ثابت ہونا مشکل ہے اس لئے مخالفت بعض جزئیات سے ہمارے محامل کی تردید نہیں کی جا سکتی خصوصاً اس حالت میں جبکہ وہ مؤید بالدلائل ہوں اور جو محامل انکے بیان کئے گئے ہیں محض بے دلیل ہوں ایسی حالت میں مسائل بہشتی زیور متعلق بایمان کو عرف زمانہ حال کا لحاظ رکھ کے اصول مذکورہ سے استخراج کی ضرورت ہے اس کی ضرورت اس سے ظاہر ہو سکتی ہے کہ فقہاء نے کہا ہے کہ اگر کسی نے قسم کھائی۔ ان فعلہ[1] فعلیہ غضب اللہ او سخطہ او لعنتہ او ہو زان او سارق او شارب خمر او آکل ربا لا یکون قسما لعدم التعارف فلو تعورف ہل یکون یمینا ظاہر کلامہم نعم وظاہر کلام الکمال لا وتمامہ فی النہر آہ درمختار۔ اسپر شامی نے لکھا ہے قولہ ظاہر کلامہم نعم فیہ نظر لانہم لم یقتصروا علی التعلیل بالتعارف بل عللوا بما یقتضی عدم کونہ یمینا مطلقا وہو کون علیہ غضبہ دعاء علی نفسہ ولان الدعاء لا یستلزم الاجابۃ فلا یقتضی الامتناع عن الفعل فلا یکون یمینا) وکون ہو زان یحتمل النسخ (ای الاباحۃ فلا یکون حرمہ حرمۃ اسم اللہ فلا یلحق بہ) ثم عللوا بعدم التعارف لانہ عند عدم التعارف لا یکون یمینا وان کان مما یمکن الحلف بہ فی غیر الاسم فکیف اذا کان مما لا یمکن آہ بزیادۃ العبارات المقوسۃ۔ ان عبارات سے معلوم

[1] کسی نے قسم کھائی کہ اگر میں فلاں کام کروں تو مجھ پر خدا تعالیٰ کا غضب ٹوٹے یا اس کا غصہ یا اسکی لعنت پڑے یا میں زناکار ہوں یا چور یا شرابخور یا سود خور تو یہ قسم نہ ہوگی کیونکہ عرف میں اس طرح کی قسم کا دستور نہیں پس اگر دستور ہو جاوے تو کیا اس کہنے سے قسم ہو جائے گی یا نہیں تو فقہاء کے کلام سے ظاہر یہی ہے کہ ہاں ہو جائیگی لیکن کمال کے کلام سے ظاہر یہ ہے کہ نہیں اور پورا بیان اس کا نہر میں ہے اور شامی نے اسپر یہ کہا کہ فقہاء کے ہاں کہنے میں یہ شبہ ہے کہ اس کہنے سے قسم نہ ہونے کی دلیل فقہاء نے صرف یہ ہی نہیں بیان کی ہے کہ اس طرح قسم کھانے کا عرف میں دستور نہیں بلکہ انھوں نے اسکی دلیل ایسی بیان کی ہے جس سے یہ نکلتا ہے کہ یہ کسی حالت میں قسم نہیں ہو سکتا وہ یہ کہ یہ کہنا کہ مجھ پر خدا کا غضب ٹوٹے اپنے لئے بد دعا ہے کیونکہ نیک عاقبت کو مستلزم نہیں اس لئے اس کام کے نہ کرنیکو بھی نہیں چاہتی تو وہ قسم نہیں ہو سکتی اور یہ کہنا کہ میں زانی ہوں نسخ کا احتمال رکھتا ہے یعنی اس کا کہ زنا مباح ہو جائے اسکی حرمت خدا تعالیٰ کے نام کی حرمت کے مثل نہ ہوئی دکہ اسکی حرمت ابدی ہے) لہٰذا یہ لفظ خدا تعالیٰ کے نام کے ساتھ قسم ہونے کے مشابہ

ہوا کہ الفاظ مذکورہ اس وقت میں قسم کے لئے متعارف نہ تھے اور اسوقت ان سے معنی وصفی یعنی مفہومات تعلیقیہ مفہوم ہوتے تھے لہذا انھوں نے ان کو یمین نہیں کہا۔ مگر ہمارے زمانہ میں الفاظ اگر میں تیرے یہاں کھانا کھاؤں تو گوہ کھاؤں سور کھاؤں کہ غیر قسم کے لئے متعارف ہیں اور ان سے معنی تعلیقی مقصود نہیں ہوتے بلکہ ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ تیرے گھر کا کھانا میرے لئے سور اور گوہ کے مانند حرام ہے اور چونکہ سور اور گوہ ان کے نزدیک اغلظ المحرمات ہیں اس لئے تغلیظ حرمت کے لئے ان الفاظ کو ذکر کرتے ہیں۔ پس یہ الفاظ اپنے معانی عرفیہ کے لحاظ سے طعامک علی حرام سے زیادہ اغلظ ہیں اس لئے ان کو بالاولی قسم ہونا چاہیئے پس ان کو فقہاء کی جزئیات مصرحہ پر قیاس کر کے ان پر قسم نہ ہونے کا حکم لگانا صحیح نہ ہوگا۔

اس مقام پر یہ بتلا دینا بھی ضروری ہے کہ بعض فقہائے یمین کے معنی یہ بیان کئے ہیں۔ معنی الیمین ان یعلق الحالف ما یوجب امتناعہ من الفعل بسبب لزوم وجودہ ای وجودا علقہ کالکفر عند وجود الفعل المحلوف علیہ کدخول الدار اور وجہ اس کی یہ ہے کہ انھوں نے امر معلق کے اندر دو باتوں کا ہونا لازم سمجھا ہے اول یہ کہ امر معلق محلوف علیہ کے لئے لازم ہو۔ اور دوسرا امر یہ کہ نا قابل اباحت ہو کیونکہ جب یہ دونوں باتیں پائی جائیں گی اس وقت امتناع حالف عن المحلوف علیہ متحقق ہوگا ورنہ نہیں اور بدون امتناع کے حلف نہیں ہو سکتا اس بناء پر انھوں نے ان فعل فعلیہ غضب اللہ وغیرہ کو یمین نہیں قرار دیا لیکن یہ صحیح نہیں اولاً اس لئے کہ امتناع واقعی تو کسی حلف میں بھی نہیں ہوتا وہو ظاہر رہا التزام امتناع سو وہ جسطرح اور قسموں میں ہوتا ہے یونہی اگر میں ایسا کروں تو مجھ پر خدا کا قہر ٹوٹے مجھے مرتے وقت کلمہ نصیب نہ ہو وغیرہ وغیرہ سے بھی ثابت ہوتا ہے اس لئے دونوں میں کچھ فرق نہیں اسپر اگر کہا جاوے کہ گو اسکی غرض امتناع ہے مگر اس کے الفاظ مستلزم امتناع نہیں ہیں تو اس کے دو جواب

ہیں اول یہ کہ الفاظ گو اپنے معانی وضعیہ کے لحاظ سے مستلزم امتناع نہیں ہیں مگر معانی عرفیہ کے لحاظ سے ضرور مستلزم امتناع ہیں کیونکہ ان کے معنی عرفاً یہ ہوتے ہیں کہ میں عہد کرتا ہوں کہ یہ فعل نہ کروں گا اگر میں ایسا کروں تو میں اس سزا کا مستحق ہوں گا اور میں اسے بخوشی قبول کرتا ہوں ان معنی کا مستلزم امتناع ہونا ظاہر ہے بلکہ عقلاً ان کا موجب امتناع ہونا حلف بالطلاق والعتاق کے بموجب امتناع ہونے سے زیادہ ہے کیونکہ لزوم طلاق وعتاق برتقدیر وقوع فعل محلوف علیہ اس قدر ضرر رساں نہیں ہے جسقدر کہ استحقاق غضب الٰہی اور اس پر رضامندی اور اس کا التزام پس ان کو بالاولیٰ قسم ہونا چاہیئے اور ثانیاً اس لئے کہ جن باتوں کی بنا پر یمین کی یہ تعریف کی گئی ہے ان میں بھی کلام ہے امر اول میں تو اس لئے کہ لزوم امر معلق للمحلوف علیہ کی ضرورت اس لئے ہے کہ اس کے سبب فعل ممتنع ہو جائے گا لیکن جب ہم حلف بالطلاق پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس میں لزوم طلاق موجب امتناع نہیں کیونکہ اگر کسی نے حلف بالطلاق کیا اور اس کے بعد اس نے اپنی عورت کو تین طلاقیں بطور خود دیدیں یا عورت نے مطاوعت ابن الزوج سے حرمت موبدہ حاصل کر لی ایسی صورت میں یہ تعلیق اسی فعل محلوف علیہ کے کرنے سے مانع نہیں ہو سکتی تو اب بتلایا جاوے کہ یہ لزوم کیا مفید ہو سکتا ہے۔ اور اب وہ اس کے لزوم کی وجہ سے اس فعل سے کیسے باز رہ سکتا ہے پس معلوم ہوا کہ اس امر کی ضرورت نہیں اور امر دوم پر اس لئے کہ ابن ہمام نے کہا ہے کون الحرمۃ تحتمل الارتفاع اولاتحتملہ لا اثر لہ فانہ ان کان یرجع الی تحریم المباح فھو یمین مع ان ذلک المباح یحتمل تحریمہ الارتفاع وان لم یرجع الیہ لایکون یمینا ولامعنی لزیادۃ کلام لادخل[1] مطلب یہ ہے کہ یمین کا حاصل تحریم مباح ہے پس جہاں تحریم مباح ہوگی خواہ موقت ہو یا موبد یمین ہو جاوے گی اور جہاں تحریم نہ ہوگی یمین نہ ہوگی پس جبکہ حرمت محلوف علیہ موبد نہیں تو حرمت امر معلق کے موبد ہونے کی شرط لگانا کیا معنی

[1] اس کا ترجمہ یہ ہے کہ حرمت دور ہونے کی قابل ہونے نہ ہونے کو کوئی دخل نہیں کیونکہ اگر اس کلام کا حاصل کسی مباح چیز کو حرام کر دینا ہے تب تو یمین یعنی قسم ہے حالانکہ اس مباح کی حرمت دور ہونے کے قابل ہے (کہ دور ہو سکتی ہے) اور اگر اس کلام کا حاصل یہ نہ ہو تو وہ قسم نہ ہوگی اور کسی ایسے کلام کی زیادتی کے کوئی معنے نہیں جسکو کوئی دخل نہ ہو ۱۲

مگر میں کہتا ہوں کہ امر معلق کا موبد الحرمۃ ہونا تو درکنار خود محرم ہونا بھی ضروری نہیں کیونکہ حلف بالطلاق والعتاق میں امر معلق مباح بلکہ بعض صورتوں میں واجب ہے۔ پس جبکہ باوجود اباحۃ ووجوب معلق کے بھی یمین ہوسکتی ہے تو حرمت قابل ارتفاع کی صورت میں یمین کیوں نہ ہوگی پس خلاصہ کلام یہ ہے کہ یمین کے معنی ہیں تحریم[1] المباح ای التزام الامتناع عن الامر المباح بلفظ یدل علی ذلک الامتناع عرفاً او فی اصطلاح الحالف فقط پس ضرورت ہے کہ عرف حال اور تعریف مذکور کو پیش نظر رکھکر بہشتی زیور کے مسائل پر غور کیا جاوے اور جنمیں عرف عرب اور عرف اہل ہند میں اختلاف ہے ان میں جزئیات فقہیہ کا اتباع نہ کیا جاوے بلکہ اصول استنباط پر نظر کی جاوے۔

تنبیہ۔ یہ میری ذاتی رائے ہے جس کے ماننے کے لئے میں کسی کو مجبور نہیں کرتا فانی لست فی نفسی بفوق ان اخطی الا ان یعصمنی اللہ اور اس کے درج کرنے سے مقصود یہ ہے کہ جن لوگوں کو غور کرنے کے بعد یہ امر حق معلوم ہو وہ اس کو مان لیں اور جن کو حق نہ معلوم ہو وہ اپنے فہم پر عمل کریں۔

اصل صہ۶۵ س۱۲۔ خدا کے سوا اور کسی کی قسم کھانے سے قسم نہیں ہوتی۔

تحقیق۔ تم اوپر پڑھ چکی ہو قرآن کی۔ کلام اللہ کی۔ کلام مجید کی قسم کھانے سے قسم ہو جاتی ہے سو اس کی وجہ یہ ہے کہ کلام خدا کی صفت ہے اس لئے اسکی قسم کھانا گویا خدا ہی کی قسم کھانا ہے اور خدا کے سوا کسی اور کی قسم کھانے سے مراد یہ ہے کہ نہ اس کی ذات کی قسم کھاوے اور نہ اس کی کسی صفت کی بلکہ کسی اور شے کی قسم کھاوے جیسے سر کی یا آنکھوں کی وغیرہ وغیرہ اب رہی یہ بات کہ خدا کی ذات یا اس کی کسی صفت کی قسم کھاوے قسم ہوگی یا نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر خدا کی ذات کی قسم کھائے جیسے خدا کی قسم اللہ کی قسم تب تو قسم ہو ہی جائے گی جیسا کہ تم نے پڑھا ہے اور اگر خدا کی صفت کی قسم کھائی ہے تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر ایسی صفت کی قسم کھائی ہے جس کی قسم کا رواج ہے

[1] ترجمہ یہ ہوا کہ مباح شے کو حرام کر دینا یعنی کسی مباح کام سے باز رہنے کو لازم کر لینا ایسے الفاظ کے ساتھ جو عرف یا قسم کھانے والے کی اصطلاح میں باز رہنے پر دلالت کریں۔ ۱۲ محشی غفرلہ

جیسے کلام اللہ کی قسم تب تو قسم ہو جاوے گی جیسا کہ بہشتی زیور میں مذکور ہے اور اگر ایسی صفت کی قسم کھائی ہے جس کی قسم کا رواج نہیں ہے تو قسم نہ ہوگی جیسے خدا کے غضب کی قسم. اس کی رحمت کی قسم۔ اس مسئلہ کو بہشتی زیور میں بوجہ ضرورت نہ ہونے کے ذکر نہیں کیا کیونکہ ایسی قسم کوئی کھاتا نہیں ہے۔

حبیب احمد کرانوی

تمام شد حصہ سوم بہشتی زیور مع ضمائم قدیمہ وجدیدہ

۴۸۶

اشرفی

بہشتی زیور کمل و مکمل و مدلل

(مع)

ضمائم جدیدہ و قدیمہ مفیدہ و تصحیح الاغلاط وغیرہ

(مصنفہ)

حضرت حکیم الامت مولانا و سیدنا الحاج والحافظ شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

(جس کے ہر حصہ کو)

جناب مولانا مولوی ابو سعید محمد حیات صاحب سنبھلی صدر مدرس مدرسہ امدادیہ عربیہ مرادآبادنے

متن کے مطابق مفید ضروری اور اہم حواشی پیچیدہ مسائل کے متعلق سلیس عبارت میں تشریح و صحت

و شبہات کے بارے میں بحث متبحر علمائے کرام کے اسناد. فقہائے عظام کے دلائل علمائے متقدمین و

متاخرین کا نظریہ اور بہت سے اہم اور کارآمد امور کو حوالۂ قلم کرکے دریا کو کوزہ میں بھر دیا ہے

ناشر: ایچ - ایم - سعید کمپنی، پاکستان چوک - کراچی

مطبوعۂ ایجوکیشنل پریس، کراچی

فہرست مضامین حصہ چہارم بہشتی زیور

فہرست مضامین ضمیمہ اولیٰ حصہ ہذا

بہشتی زیور

کا

چوتھا حصہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نکاح کا بیان

مسئلہ۔ نکاح بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ دین اور دنیا دونوں کے کام اس سے درست ہو جاتے ہیں اور اسمیں بہت فائدے اور بے انتہا مصلحتیں ہیں آدمی گناہ سے بچتا ہے دل ٹھکانے ہو جاتا ہے۔ نیت خراب اور ڈانواں ڈول نہیں ہونے پاتی اور بڑی بات یہ ہے کہ فائدہ کا فائدہ اور ثواب کا ثواب کیونکہ میاں بیوی کا پاس بیٹھ کر محبت پیار کی باتیں کرنا ہنسی دل لگی میں دل بہلانا نفل نمازوں سے بھی بہتر ہے۔

مسئلہ۔ نکاح فقط دو لفظوں سے بندھ جاتا ہے جیسے کسی نے گواہوں کے روبرو کہا میں نے اپنی لڑکی کا نکاح تمھارے ساتھ کیا۔ اس نے کہا میں نے قبول کیا بس نکاح بندھ گیا اور دونوں میاں بیوی ہو گئے۔ البتہ اگر اس کی کئی لڑکیاں ہوں تو فقط اتنا کہنے سے نکاح نہ ہو گا بلکہ نام لیکر یوں کہے کہ میں نے اپنی لڑکی قدسیہ کا نکاح تمھارے ساتھ کیا وہ کہے میں نے قبول کیا۔

لہ عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا تزوج العبد فقد استکمل نصف الدین فلیتق اللہ فی النصف الباقی ۱۲ مشکوٰۃ شریف صد ۲۶۷
ثم النکاح عندنا افضل من التخلی للعبادۃ خلافا للائمۃ والخلاف انما یکون فی غیر صورۃ الوجوب ۱۲ لمعات للشیخ الدہلوی بر حاشیہ مشکوٰۃ صفحہ سابقہ

ٹہ رجل لہ ابنۃ واحدۃ فزوجہا من رجل وقال زوجتک ابنتی ولم یذکر اسمہا فقال الزوج قبلت جاز رجل لہ ابنتان اسم الکبریٰ منہما عائشۃ واسم الصغریٰ فاطمۃ فقال الاب فی نکاح الکبریٰ زوجتک ابنتی فاطمۃ جاز النکاح علی الصغریٰ ولو قال زوجت ابنتی الکبریٰ فاطمۃ فقال الزوج قبلت قالوا لا یجوز نکاح واحدۃ منہما ۱۲ قاضی خان ج ۱ صد ۱۵۲

مسئلہ۔ کسی نے کہا اپنی فلانی لڑکی کا نکاح میرے ساتھ کر دو اس نے[1] کہا میں نے اس کا نکاح تمہارے ساتھ کر دیا تو نکاح ہو گیا چاہے پھر وہ یوں کہے کہ میں نے قبول کیا یا نہ کہے نکاح ہو گیا۔

مسئلہ۔[2] اگر خود عورت وہاں موجود ہو اور اشارہ کر کے یوں کہدے کہ میں نے اس کا نکاح تمہارے ساتھ کیا وہ کہے میں نے قبول کیا تب بھی نکاح ہو گیا نام لینے کی ضرورت نہیں اور اگر وہ خود موجود نہ ہو تو اس کا بھی نام لیوے[3] اور اس کے باپ کا نام بھی اتنے زور سے لیوے کہ گواہ لوگ سن لیویں اور اگر باپ کو بھی لوگ نہ جانتے ہوں اور فقط باپ کے نام لینے سے معلوم نہ ہو کہ کس کا نکاح کیا جاتا ہے تو دادا کا نام بھی لینا ضروری ہے غرض یہ ہے کہ ایسا پتہ مذکور ہونا چاہیے کہ سننے والے سمجھ لیویں کہ فلانی کا نکاح ہو رہا ہے۔

مسئلہ۔ نکاح ہونے کے لئے یہ بھی شرط[3] ہے کہ کم سے کم دو مردوں کے یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے کیا جائے اور وہ لوگ اپنے کانوں سے نکاح ہوتے اور وہ دونوں لفظ کہتے سنیں تب نکاح ہو گا۔ اگر تنہائی میں ایک نے کہا میں نے اپنی لڑکی کا نکاح تمہارے ساتھ کیا دوسرے نے کہا میں نے قبول کیا تو نکاح نہیں ہوا۔ اسی طرح اگر فقط ایک آدمی کے سامنے نکاح کیا تب بھی نہیں ہوا۔

مسئلہ۔ اگر مرد کوئی[4] نہیں صرف عورتیں ہی عورتیں ہیں تب بھی نکاح درست نہیں ہے چاہے دس بارہ کیوں نہ ہوں دو عورتوں کے ساتھ ایک مرد ضرور ہونا چاہیے۔

مسئلہ۔ اگر دو مرد تو ہیں لیکن[5] مسلمان نہیں ہیں تو بھی نکاح نہیں ہوا اسی طرح اگر مسلمان تو ہیں لیکن وہ دونوں[6] یا ان میں سے ایک ابھی جوان نہیں تب بھی نکاح درست نہیں اسی طرح اگر ایک مرد اور دو عورتوں

[1] اذا قال زوجنی ابنتک فقال اب البنت زوجت او فعلت فانہ یکون نکاحا ۱۲ قاضی خاں صہ ۱۵۱ ج ۱

[2] ولو کانت المرءۃ حاضرۃ فقال الاب زوجتک ابنتی فاطمۃ ہذہ واشار الی عائشۃ وغلط فی اسمہا وقال الزوج قبلت جاز النکاح وقال قبل ذلک امرءۃ اکلت رجلا ان یزوجہا فزوجہا وغلط فی اسم ابیہا لا ینعقد النکاح اذا کانت غائبۃ وان کان غائبا لا یجوز مالم یذکر اسمہ واسم ابیہ واسم جدہ قال والاحتیاط ان ینسب الی المحلۃ ایضا قیل لہ فان کان الغائب معروفا عند الشہود قال وان کان معروفا ۱۲ حوالہ بالا

[3] ولا یصح النکاح مالم یسمع کل واحد من العاقدین کلام صاحبہ ویسمع الشاہدان کلامہما معا ۱۲ حوالہ بالا ولا ینعقد نکاح المسلمین الا بحضور شاہدین الخ ۱۲ ہدایہ صہ ۲۸۶

[4] ولا ینعقد بشہادۃ المرءتین بغیر رجل ۱۲ قاضی خاں صہ ۱۵۶ ج ۱

[5] ولا یصح نکاح المسلمین بشہادۃ الکافرین ولا بشہادۃ الصبیین ۱۲ قاضی خاں صہ ۱۵۶ ج ۱ الا بحضور شاہدین حرین عاقلین بالغین مسلمین رجلین او رجل وامرءتین ۱۲ ہدایہ صہ ۲۸۶ ج ۱

[6] اما الغائبۃ لا تعرف الا بالاسم والنسب ۱۲ قاضی خاں صہ ۱۵۲ ج ۱

کے سامنے نکاح ہوا لیکن وہ عورتیں ابھی جوان نہیں ہوئیں یا ان میں سے ایک ابھی جوان نہیں ہوئی ہے تو نکاح صحیح نہیں ہے۔

مسئلہ۔ بہتر یہ ہے کہ بڑے مجمع میں نکاح کیا جائے[1] جیسے نماز جمعہ کے بعد جمعہ مسجد میں یا اور کہیں تاکہ نکاح کی خوب شہرت ہو جاوے۔ اور چھپ چھپا کے نکاح نہ کرے لیکن اگر کوئی ایسی ضرورت پڑ گئی کہ بہت آدمی نہ جان سکے تو خیر کم سے کم دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں ضرور موجود ہوں جو اپنے کانوں سے نکاح ہوتے سنیں۔

مسئلہ۔ اگر مرد بھی جوان ہے اور عورت بھی[2] جوان ہے تو وہ دونوں اپنا نکاح خود کر سکتے ہیں دو گواہوں کے سامنے ایک کہدے کہ میں نے اپنا نکاح تیرے ساتھ کیا دوسرا کہے میں نے قبول کیا بس نکاح ہو گیا۔

مسئلہ۔ اگر کسی نے اپنا نکاح خود نہیں کیا بلکہ کسی سے کہدیا کہ تم میرا نکاح[3] کسی سے کر دو یا یوں کہا کہ میرا نکاح فلانے سے کر دو۔ اور اس نے دو گواہوں کے سامنے کر دیا تب بھی نکاح ہو گیا اب اگر وہ انکار بھی کرے تب بھی کچھ نہیں ہو سکتا

جن لوگوں سے نکاح کرنا حرام ہے اُن کا بیان

مسئلہ۔ اپنی اولاد کے ساتھ اور پوتے[4] پرپوتے اور نواسے وغیرہ کے ساتھ نکاح درست نہیں اور باپ دادا پر دادا نانا پر نانا وغیرہ سے بھی درست نہیں۔

مسئلہ۔ اپنے بھائی اور ماموں اور چچا اور بھتیجے بھانجے کے ساتھ نکاح درست[5] نہیں اور شرع میں بھائی وہ ہے جو ایک ماں باپ سے ہو یا ان دونوں کا باپ ایک ہو اور ماں دو ہوں یا ان دونوں کی ماں ایک ہو اور باپ دو ہوں یہ سب بھائی ہیں اور جس کا باپ بھی الگ ہو اور ماں بھی الگ ہو وہ بھائی نہیں اس سے نکاح درست ہے۔

[1] وعن عائشہؓ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلنوا ہذا النکاح واجعلوہ فی المساجد واضربوا علیہ بالدفوف رواہ الترمذی ۱۲ مشکوٰۃ صہ ۲۷۲

[2] نحو ان تقول المرءۃ زوجت نفسی منک بکذا بحضرۃ الشہود فیقول الرجل قبلت ۱۲ قاضی خان صہ ۱۵۱

[3] ویصح التوکیل بالنکاح وان لم یحضرہ الشہود ۱۲ عالمگیری صہ ۲۹۴ ج ۱

[4] وحرم اصلہ وفرعہ ۱۲ مختصر وقایہ صہ ۴۷

[5] وکذا الاخوات من ای جہۃ کن وبنات الاخوات وان سفلن وکذلک بنات الاخ وان سفلن ۱۲ قاضی خان صہ ۱۶۷

یعنی حرام پدر ست و مادر وی و فرزند وے بخواہر وے و برادر وے و فرزند خواہر وے و فرزند برادر وے ہر چند کہ پایان رود و دیگر حرام ست صلبیہ اصل بعید وے و اصل بعید پدر کلاں و مادر کلاں است و صلبیہ ایشان عم و عمہ و خال و خالہ است خواہ پدر و مادر وی باشند خواہ نباشند ۱۲ اکو امیری شرح مختصر صہ ۱۸۴

مسئلہ[۱]۔ داماد کے ساتھ بھی نکاح درست نہیں ہے چاہے لڑکی کی رخصتی ہو چکی ہو اور دونوں میاں بیوی ایک ساتھ رہے ہوں یا ابھی رخصتی نہ ہوئی ہو ہر طرح نکاح حرام ہے۔

مسئلہ[۲]۔ کسی کا باپ[۳] مر گیا اور ماں نے دوسرا نکاح کیا لیکن ماں ابھی اس کے پاس رہنے نہ پائی تھی کہ مر گئی یا اس نے طلاق دیدی تو اس سوتیلے باپ سے نکاح کرنا درست ہے۔ ہاں اگر ماں اس کے پاس رہ چکی ہو تو اس سے نکاح درست نہیں۔

مسئلہ۔ سوتیلی اولاد سے نکاح درست[۴] نہیں یعنی ایک مرد[۵] کے کئی بیبیاں ہیں تو سوت کی اولاد سے کسی طرح نکاح درست نہیں چاہے اپنے میاں کے پاس رہ چکی ہو یا نہ رہی ہو ہر طرح نکاح حرام ہے۔

مسئلہ[۶]۔ خسر اور خسر کے باپ دادا کے ساتھ[عہ] بھی نکاح درست نہیں۔

مسئلہ۔ جب تک اپنی بہن نکاح میں رہے[۷] تب تک بہنوئی سے نکاح درست نہیں البتہ اگر بہن مر گئی یا اس نے چھوڑ دیا اور عدت پوری ہو چکی تو اب بہنوئی سے نکاح درست ہے اور طلاق کی عدت پوری ہونے سے پہلے نکاح درست نہیں

مسئلہ۔ اگر دو بہنوں نے ایک ہی شخص[۸] مرد سے نکاح کیا تو جس کا نکاح پہلے ہوا[عہ] وہ صحیح ہے اور جس کا بعد میں کیا گیا وہ نہیں ہوا۔

مسئلہ[۹]۔ ایک عورت[۱۰] کا نکاح ایک مرد سے ہوا تو اب جب تک وہ عورت اس کے نکاح میں رہے اس کی پھوپھی اور اس کی خالہ اور بھانجی اور بھتیجی کا نکاح اس مرد سے نہیں ہو سکتا۔

مسئلہ[۱۱]۔ جن دو عورتوں میں ایسا رشتہ ہو کہ اگر ان دونوں[۱۲] میں سے کوئی عورت مرد ہوتی تو آپس میں دونوں کا نکاح نہ ہو سکتا ایسی دو عورتیں ایک

عہ قال اللہ تعالیٰ ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم ۱۲ قرآن کریم

عہ اور اگر دونوں کا ایک دم سے نکاح کیا گیا تو دونوں کا نہیں ہوا ۱۲

لہ وحلائلکم التی فی حجورکم من نسائکم التی دخلتم بہن فان لم تکونوا الے آخر الآیۃ ۱۲ قرآن مجید

لہ حوالہ بالا

لہ ولا بام امرأۃ ۱۲ قلت قال الشامی فیوخذ فی جانب المرأۃ نظیر ما یوخذ فی جانب الرجل ۱۲ صہ ۲۷۷

لہ ولا یجمع بین اختین نکاحاً ۱۲ متن ہدایہ صہ ۲۸۸ واذا طلق امرأۃ طلاقاً بائناً او رجعیاً لم یجز لہ ان یتزوج باختہا حتی تنقضی عدتہا ۱۲ حوالہ بالا

لہ ولو تزوج امرأۃ ثم نکح اختہا جاز نکاح الاولی وبطل نکاح الثانی ۱۲ قاضی خاں صہ ۱۶۹ ج ۱

لہ لا یجوز لہ ان یتزوج امرأۃ علی عمتہا ولا علی خالتہا ولا علی ابنۃ اختہا ولا علی ابنۃ اخیہا ۱۲ قاضی خاں صہ ۱۶۹ ج ۱

لہ قالوا کل امرأتین لو کانت احداہما ذکرا لا لاخری انثی حرم النکاح بینہما لا یجوز ان یجمع بینہما فی النکاح الا فی مسئلۃ اذا جمع بین امرأۃ وبنت زوج کان لہا من قبل ذلک فانہ یجوز ذلک ۱۲ حوالہ بالا

ساتھ ایک مرد کے نکاح میں نہیں رہ سکتیں جب ایک مر جاوے یا طلاق مل جائے اور عدت گذر جائے تب دوسری عورت اس مرد سے نکاح کرے

مسئلہ۔ ایک عورت ہے اور اس کی سوتیلی لڑکی ہے یہ دونوں ایک ساتھ اگر کسی مرد سے نکاح کرلیویں تو درست ہے۔

مسئلہ۔ لے پالک کا شرع میں کچھ اعتبار نہیں لڑکا بنانے سے سچ مچ وہ لڑکا نہیں ہو جاتا اس لئے متبنیٰ سے نکاح کرلینا درست ہے۔

مسئلہ۔ سگا ماموں نہیں ہے بلکہ کسی رشتہ سے ماموں لگتا ہے تو اس سے نکاح درست ہے اسی طرح کسی دور کے رشتہ سے چچا یا بھانجا یا بھتیجا ہوتا ہو اس سے بھی نکاح درست ہے ایسے ہی اگر اپنا بھائی نہیں ہے بلکہ چچازاد بھائی ہے یا ماموں زاد یا پھوپھی زاد خالہ زاد بھائی ہے اس سے بھی نکاح درست ہے

مسئلہ۔ اسی طرح دو بہنیں اگر سگی نہ ہوں ماموں زاد یا چچازاد یا پھوپھی زاد یا خالہ زاد بہنیں ہوں تو وہ دونوں ایک ساتھ ہی ایک مرد سے نکاح کرسکتی ہیں۔ ایسی بہن کے رہتے بھی بہنوئی سے نکاح درست ہے۔ یہی حال پھوپھی اور خالہ وغیرہ کا ہے کہ اگر کوئی دور کا رشتہ نکلتا ہو تو پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی کا ایک ساتھ ہی ایک مرد سے نکاح درست ہے۔

مسئلہ۔ جتنے رشتے نسب کے اعتبار سے حرام ہیں وہ رشتے دودھ پینے کے اعتبار سے بھی حرام ہیں یعنی دودھ پلانے والی کے شوہر سے نکاح درست نہیں کیونکہ وہ اس کا باپ ہوا اور دودھ شریکی بھائی سے نکاح درست نہیں جسکو اس نے دودھ پلایا ہے اس سے اور اس کی اولاد سے نکاح درست نہیں کیونکہ وہ اس کی اولاد ہوئی دودھ کے حساب سے ماموں بھانجا چچا بھتیجا سے نکاح حرام ہے۔

ہاشیہ:

لہ حوالہ بالا

ےلہ ولا تحرم صلبیۃ الابن المتبنی وکذا عکسہ ۱۲ عالمگیری ص ۲۸۴ ج ۱

سلہ لقولہ تعالیٰ واحل لکم ما وراء ذالکم ۱۲ قرآن کریم

غےلہ لکن بنات ہولاء ان لم یکن صلبیۃ لا تحرم کبنت العم والعمۃ وبنت الخال والخالۃ ۱۲ شرح وقایہ ص ۱۱ مجتبائی ج ۲ وہمچنیں است عم وعمہ وخال وخالہ وپدر کلاں ولیکن فرزندان ایشان حرام نیست ۱۲ کورمیری شرح مختصر ص ۱۵۴

ےلہ وکل ہذہ رضاعا یعنی ہمہ ایں جماعت حرام اند وقتیکہ رضاعی باشند وایں عبارت متناول اقسام کثیرہ است دختر خواہر مثلاً متناول است دختر رضاعی خواہر نسبی را ودختر خواہر رضاعی را ودختر رضاعی خواہر رضاعی را وبریں قیاس است دختر برادر وغیرہ ۱۲ کورمیری ص ۱۵۹

عہ ودکر الاصلاب لاخراج المتبنی ۱۲ ہدایہ مع الفتح ص ۲۰۸

عہ ماں کا تینوں قسم کا بھائی خواہ ماں شریک ہو یا باپ شریک ہو یا ماں باپ دونوں میں شریک ہو سگا ماموں ہے ۱۲ تتمیم الاغلاط

مسئلہ[16]۔ دودھ شریکی دو بہنیں ہوں تو وہ[1] دونوں ایک ساتھ ایک مرد کے نکاح میں نہیں رہ سکتیں غرضکہ جو حکم اوپر بیان ہو چکا دودھ کے رشتوں میں بھی وہی حکم ہے۔

نوٹ: مسئلہ ١٧ و ١٨ و ١٩ و ٢٠ صفحہ پر درج کر دیئے گئے ہیں ١٢

مسئلہ[21]۔ مسلمان عورت[2] کا نکاح مسلمان کے سوا کسی اور مذہب والے مرد سے درست نہیں ہے۔

مسئلہ[22]۔ کسی عورت کے میاں نے طلاق دیدی[3] یا مر گیا تو جب تک طلاق کی عدت اور مرنے کی عدت پوری نہ ہو چکے تب تک دوسرے مرد سے نکاح کرنا درست نہیں۔

مسئلہ[23]۔ جس عورت کا نکاح کسی مرد سے ہو چکا ہو تو اب[4] بے طلاق لئے اور عدت پوری کئے دوسرے سے نکاح کرنا درست نہیں۔

نوٹ: مسئلہ نمبر ٢٤ صفحہ پر درج کر دیا گیا ہے ١٢

مسئلہ[25]۔ جس مرد کے نکاح میں[5] چار عورتیں ہوں اب اس سے پانچویں عورت کا نکاح درست نہیں۔ اور ان چار میں سے اگر اس نے ایک کو طلاق دیدی تو جب تک طلاق کی عدت پوری نہ ہو چکے کوئی اور عورت اس سے نکاح نہیں کر سکتی۔

مسئلہ[26]۔ سنی لڑکی کا نکاح شیعہ[6] مرد کے ساتھ بہت سے عالموں کے فتوے میں درست[7] نہیں ہے۔

ولی کا بیان

لڑکی اور لڑکے کے نکاح کرنے کا جس کو اختیار ہوتا ہے اس کو ولی کہتے ہیں۔

---

[1] حوالہ بالا

[2] وحرم نکاح الوثنیۃ ویدخل فی عبدۃ الاوثان عبدۃ الشمس والنجوم والصلوٰۃ الخ ١٢ شامی ج ٢ صہ ٢٨٨

[3] ولا یجوز نکاح منکوحۃ الغیر ومعتدۃ الغیر عند الکل ١٢ قاضی خاں صہ ١٦٩

[4] حوالہ بالا

[5] العدد والمشروع للاحرار ہو الاربع ١٢ قاضی خاں صہ ١٦٨ فان طلق الحر احدی الاربع طلاقا بائنا لم یجز لہ ان یتزوج رابعۃ حتی تنقضی عدتہا ١٢ ملتقط ہدایہ صہ ٢٩٢

[6] وبہذا ظہر ان الروافض ان کان ممن یعتقد الالوہیۃ فی علی وان جبرئیل غلط فی الوحی کان کافرا وان کان ینکر صحبۃ الصدیق او یقذف عائشۃ فہو کافر انتہی ١٢ از فتاوی عبدالحی صہ ٦٨ ج ٢

[7] اس لئے ہرگز سنی عورت کا شیعی مرد سے نکاح نہ کرے ١٢

مسئلہ۔ لڑکی اور لڑکے کا ولی سب سے پہلے اس کا باپ ہے اگر باپ نہ ہو تو دادا وہ نہ ہو تو پردادا اگر یہ لوگ کوئی نہ ہوں تو سگا بھائی۔ سگا بھائی نہ ہو تو سوتیلا یعنی باپ شریک بھائی پھر بھتیجا پھر بھتیجے کا لڑکا پھر بھتیجے کا پوتا یہ لوگ نہ ہوں تو سگا چچا پھر سوتیلا چچا یعنی باپ کا سوتیلا بھائی پھر سگے چچا کا لڑکا پھر اس کا پوتا پھر سوتیلے چچا کا لڑکا اور پوتا یہ کوئی نہ ہوں تو باپ کا چچا ولی ہے پھر اس کی اولاد اگر باپ کا چچا اور اس کے لڑکے پوتے پرپوتے کوئی نہ ہوں تو دادا کا چچا پھر اس کے لڑکے پوتے پھر پرپوتے وغیرہ یہ کوئی نہ ہوں تب ماں ولی ہے پھر دادی پھر نانی پھر نانا پھر حقیقی بہن پھر سوتیلی بہن جو باپ شریک ہو پھر جو بھائی بہن[ع] ماں شریک ہوں پھر پھوپھی پھر ماموں پھر خالہ وغیرہ

مسئلہ۔ نابالغ شخص کسی کا ولی نہیں ہو سکتا اور کافر کسی مسلمان کا ولی نہیں ہو سکتا اور مجنون[۲] پاگل بھی کسی کا ولی نہیں ہے۔

مسئلہ۔ بالغ یعنی جوان عورت[۳] خود مختار ہے چاہے نکاح کرے چاہے نہ کرے اور جس کے ساتھ جی چاہے کرے کوئی شخص اس پر زبردستی نہیں کر سکتا اگر وہ خود اپنا نکاح کسی سے کرلے تو نکاح ہو جاوے گا چاہے ولی کو خبر ہو چاہے نہ ہو۔ اور ولی چاہے خوش ہو یا ناخوش ہر طرح نکاح درست ہے۔ ہاں البتہ اگر اپنے میل میں نکاح نہیں کیا اپنے سے کم ذات والے سے نکاح کرلیا اور ولی ناخوش ہے تو فتویٰ[ع] اس پر ہے کہ نکاح درست نہ ہوگا اور اگر نکاح تو اپنے میل میں ہی کیا لیکن جتنا مہر اس کے ددھیالی خاندان میں باندھا جاتا ہے جس کو شرع میں مہر مثل کہتے ہیں اس سے بہت کم پر نکاح کرلیا تو ان صورتوں میں نکاح تو ہو گیا لیکن اس کا ولی اس نکاح کو توڑ دا سکتا ہے مسلمان حاکم کے پاس فریاد کرے وہ نکاح توڑ دے۔ لیکن اس فریاد کا حق اس ولی کو ہے جس کا

---

[۱] قال محمد الاب حق لانہ یملک التصرف فی المال والنفس والابن لا یملک التصرف فی مالها وکذلک ابن الابن وان سفل ثم الاخ لاب وام ثم الاخ لاب ثم بنوهما علی هذا الترتیب ثم العم لاب وام ثم العم لاب ثم بنوهما علی هذا الترتیب ثم عم الاب لاب وام ثم عم الاب لاب ثم بنوهما علی هذا الترتیب وعند عدم العصبۃ کل قریب یرث الصغیر والصغیرۃ من ذوی الارحام یملک تزویج الصغیر والصغیرۃ والاقرب عند ابی حنیفۃ الام ثم البنت ثم بنت الابن ثم بنت البنت الخ قاضی خاں صـ ۱۶۵ ج ۱ قلت وقد اصل فی الدرر فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام ثم لام الاب وفی التغیۃ عکسہ فتدبر صـ ۲۱۲ شامی ج ۲ العبد المسکین محمد حیات غفرلہ السنبھلی

[۲] بشرط حریۃ وتکلیف واسلام ۱۲ در المختار مع رد المحتار صـ ۲۱۲

[۳] واذا تزوجت المرأۃ ونقصت عن مہر مثلها فللاولیاء الاعتراض علیها ۱۲ متن ہدایہ صـ ۳۰۱ نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بکفو ولو من غیر کفو بلا ولی ولہ الاعتراض حق ہہنا ورد فی لطلانہ بلا کفو ولا یجبر الولی بالغۃ ولو بکرا ۱۲ مختصر الوقایہ مع الشرح صـ ۱۸۸

عہ یعنی جن دو بھائی بہن کی ماں ایک ہو اور باپ دو ہوں ۱۲

عہ فتویٰ اس پر ہے سے اور اگر تک عبارت اس مرتبہ اضافہ ہوئی ۱۲ شبیر علی

ذکر ماں سے پہلے آیا ہے یعنی باپ سے لیکر دادا کے چچا کے بیٹوں[۵] پوتوں تک۔

مسئلہ[۶]۔ کسی ولی نے جوان[۷] لڑکی کا نکاح بے اس سے پوچھے اور اجازت[۸] لئے کر دیا تو وہ نکاح اس کی اجازت پر موقوف ہے اگر وہ لڑکی اجازت دے تو نکاح ہو گیا اور اگر وہ راضی نہ ہو اور اجازت نہ دے تو نہیں ہوا اور اجازت[۹] نہ دے تو نہیں ہوا اور اجازت کا طریقہ آگے آتا ہے۔

مسئلہ۔ جوان کنواری[۱۰] لڑکی سے ولی نے آکر کہا کہ میں تمہارا نکاح فلانے کے ساتھ کئے دیتا ہوں یا کر دیا ہے اس پر وہ چپ ہو رہی یا مسکرا دی یا رونے لگی تو بس یہی اجازت ہے اب وہ ولی نکاح کر دے تو صحیح ہو جاویگا یا کر چکا تھا تو صحیح ہو گیا۔ یہ بات نہیں ہے کہ جب زبان سے کہے تب ہی اجازت سمجھی جائے جو لوگ زبردستی کر کے زبان سے قبول کراتے ہیں برا کرتے ہیں۔

مسئلہ[۱۱]۔ ولی نے اجازت لیتے وقت شوہر کا نام نہیں[۱۲] لیا نہ اسکو پہلے سے معلوم ہے تو ایسے وقت چپ رہنے سے رضامندی ثابت نہ ہو گی اور اجازت نہ سمجھیں گے بلکہ نام و نشان تبلانا ضروری ہے جس سے لڑکی اتنا سمجھ جائے کہ یہ فلانا شخص ہے۔ اسی طرح اگر مہر نہیں تبلایا اور مہر مثل سے بہت[۱۳] کم پر نکاح پڑھ دیا تو بدون اجازت عورت کے نکاح نہ ہو گا اس کے لئے قاعدہ کے موافق پھر اجازت لینی چاہیئے۔

مسئلہ[۱۴] اگر وہ لڑکی کنواری نہیں ہے بلکہ ایک نکاح پہلے ہو چکا ہے یہ دوسرا[۱۵] نکاح ہے اس سے اس کے ولی نے اجازت لی اور پوچھا تو فقط چپ رہنے سے اجازت نہ ہو گی بلکہ زبان سے کہنا چاہیئے۔ اگر اس نے زبان سے نہیں کہا فقط چپ رہنے کی وجہ سے ولی نے نکاح کر دیا تو نکاح موقوف رہا بعد میں اگر وہ زبان سے منظور کر لے تو نکاح ہو گیا اور اگر منظور نہ کرے تو نہیں ہوا۔

لہ وینعقد نکاح الحرۃ البالغۃ العاقلۃ برضاہا ۱۲ متن ہدایہ صہ ۲۹۴

سہ ولو زوجہا فبلغہا الخبر فسکتت فہو علی ما ذکرنا ۱۲ متن ہدایہ صہ ۲۹۵

سہ فاذا استاذنہا الولی نسکتت او ضحکت فہو اذن ۱۲ حوالہ بالا

سہ وتعتبر فی الاستیمار تسمیۃ الزوج علی وجہ تقع بالمعرفۃ لتظہر رغبتہا فیہ من رغبتہا عنہ ۱۲ ہدایہ صہ ۲۹۵

او زوج ابنتہ الصغیرۃ باقل من مہر مثلہا او وضعہا فی غیر کفو جاز فی قول ابی حنیفۃ وقال لایجوز واجمعوا علی انہ لایجوز ذلک من غیر الاب والجد ۱۲ قاضی خاں صہ ۱۶۶ ج ۱

شہ بخلاف ثیب کہ سکوت وے رضا نیست تا تصریح نکند زیرا کہ او شرم نمی دارد ۱۲ کور میری صہ ۱۹۰

عہ وجواز انکاحہا فلاب والجد بالغبن الفاحش مذہب ابی حنیفۃ خلافا لہما ۱۲ شرح وقایہ صہ ۹۶

مسئلہ۔ باپ کے ہوتے ہوئے چچا یا بھائی وغیرہ کسی اور ولی[1] نے کنواری لڑکی سے اجازت مانگی تو اب فقط چپ رہنے سے اجازت نہ ہوگی بلکہ زبان سے اجازت دیوے تب اجازت ہوگی ہاں اگر باپ ہی نے ان کو اجازت لینے کے واسطے بھیجا ہو تو فقط چپ رہنے سے اجازت ہو جاوے گی خلاصہ یہ ہے کہ جو ولی سب سے مقدم ہو اور شرع سے اسی کو پوچھنے کا حق ہو جب وہ خود یا اس کا بھیجا ہوا آدمی اجازت لیوے تب چپ رہنے سے اجازت ہوگی۔ اور اگر حق تھا دادا کا اور پوچھا بھائی نے یا حق تو تھا بھائی کا اور پوچھا چچا نے تو ایسے وقت چپ رہنے سے اجازت نہ ہوگی۔

مسئلہ[9]۔ ولی نے بے پوچھے اور بے اجازت[2] لئے نکاح کر دیا پھر نکاح کے بعد خود ولی نے یا اس کے بھیجے ہوئے کسی آدمی نے آ کر خبر کر دی کہ تمہارا نکاح فلانے کے ساتھ کر دیا گیا تو اس صورت میں بھی چپ رہنے سے اجازت ہو جاوے گی اور نکاح صحیح ہو جاوے گا اور اگر کسی اور نے خبر دی تو اگر وہ خبر دینے والا نیک معتبر آدمی ہے یا دو شخص ہیں تب بھی چپ رہنے سے نکاح صحیح ہو جاوے گا اور اگر خبر دینے والا ایک شخص اور غیر معتبر ہے تو چپ رہنے سے نکاح صحیح نہ ہوگا بلکہ موقوف[3] رہے گا جب زبان سے اجازت دیدے یا کوئی اور ایسی بات پائی جائے جس سے اجازت سمجھ لی جائے تب نکاح صحیح ہوگا۔

نوٹ مسئلہ نمبر ۱ صہ ۲۷ پر درج کر دیا گیا ہے ۱۲

مسئلہ۔ یہی[4] حکم لڑکے کا ہے کہ اگر جوان ہو تو اس پر زبردستی نہیں کر سکتے اور ولی بے اس کی اجازت کے نکاح نہیں کر سکتا۔ اگر بے پوچھے نکاح کر دیگا تو اجازت پر موقوف رہے گا اگر اجازت دیدی تو ہو گیا نہیں تو نہیں ہوا۔ البتہ اتنا فرق ہے کہ لڑکے کے فقط چپ رہنے سے اجازت نہیں ہوتی زبان سے کہنا اور بولنا چاہیئے۔

مسئلہ[12]۔ اگر لڑکی یا لڑکا نابالغ ہو تو وہ خود مختار نہیں ہے بغیر ولی کے اس کا

[1] ولو استاذنہا غیر ولی اقرب فرضاہا بالقول کالثیب یعنی اگر اذن طلبید غیر ولی اقرب خواہ ولی بعید و خواہ اجنبی اگر رضائی دے بقول اوست وبس ۱۲ کرد میری صہ ۱۸۹ بخلاف مستاذنے کہ ہول اقرب بود کہ سکوت رضا است زیرا کہ قائم مقام ولی اقرب است ۱۲ حوالہ بالا

[2] ثم المخبران کان فضولیا یشترط فیہ العدد او العدالۃ عند ابی حنیفۃ خلافا لہما ولو کان رسولا لا یشترط اجماعا ۱۲ ہدایہ صہ ۲۹۵

[3] وہو ای الولی بشرط صحۃ نکاح صغیر قال المحشی الموصوف محذوف ای شخص صغیر فیشمل الذکر والانثی ۱۲ شامی صہ ۲۹۶

[4] وللولی انکاح الصغیر والصغیرۃ ولو ثیبا ۱۲ شرح وقایہ صہ ۱۹۱

نکاح نہیں ہوتا اگر اس نے بے ولی کے اپنا نکاح کر لیا یا کسی اور نے کر دیا تو ولی کی اجازت پر موقوف ہے اگر ولی اجازت دے گا تو نکاح ہو گا نہیں تو نہ ہو گا۔ اور ولی کو اس کے نکاح کرنے نہ کرنے کا پورا اختیار ہے جس سے چاہے کر دے نابالغ لڑکیاں اور لڑکے اس نکاح کو اس وقت رد نہیں کر سکتے چاہے وہ نابالغ لڑکی کنواری ہو یا پہلے کوئی اور نکاح ہو چکا ہو اور رخصتی بھی ہو چکی ہو دونوں کا ایک حکم ہے۔

مسئلہ۔ نابالغ[۱] لڑکی یا لڑکے کا نکاح اگر باپ نے یا دادا نے کیا ہے تو جوان ہونے کے بعد بھی اس نکاح کو رد نہیں کر سکتے چاہے اپنے میل میں کیا ہو یا بے میل کم ذات والے سے کر دیا ہو اور چاہے مہر مثل پر نکاح کیا ہو یا اس سے بہت کم پر نکاح کر دیا ہو ہر طرح نکاح صحیح ہے اور جوان ہونے کے بعد بھی وہ کچھ نہیں کر سکتے

مسئلہ۔ اور اگر باپ[۲] دادا کے سوا کسی اور ولی نے نکاح کیا ہے اور جس کے ساتھ نکاح کیا ہے وہ لڑکا ذات میں برابر درجہ کا بھی ہے اور مہر بھی مہر مثل مقرر کیا ہے اس صورت میں اس وقت تو نکاح صحیح ہو جاویگا لیکن جوان ہونے کے بعد ان کو اختیار ہے چاہے اس نکاح کو باقی رکھیں چاہے مسلمان حاکم کے پاس نالش کر کے توڑ ڈالیں۔ اور اگر اس ولی نے لڑکی کا نکاح کم ذات والے مرد سے کر دیا یا مہر مثل سے بہت کم پر نکاح کر دیا ہے یا لڑکے کا نکاح جس عورت سے کیا ہے اس کا مہر اس عورت کے مہر مثل سے بہت زیادہ مقرر کر دیا تو وہ نکاح نہیں ہوا۔

نوٹ مسئلہ نمبر ۱۵ و نمبر ۱۶ صفحہ و صفحہ پر درج کئے گئے ۱۲

مسئلہ[۳]۔ قاعدہ سے جس ولی کو نابالغہ کے نکاح کرنے کا حق ہے وہ پردیس میں ہے اور اتنی دور ہے کہ اگر اس کا انتظار کریں اور اس سے مشورہ لیں تو یہ موقع ہاتھ سے جاتا رہے گا اور پیغام دینے والا اتنا انتظار نہ کرے گا اور پھر ایسی جگہ مشکل سے ملے گی تو ایسی صورت میں اس کے بعد والا ولی بھی نکاح کر سکتا

[۱] ولہما ای لصغیر وصغیرۃ ولمحق بہما خیار الفسخ بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ ان کان المزوج غیرہما ای غیر الاب وابیہ ولزم النکاح ولو بغبن فاحش او بغیر کفو ان کان الولی ابا او جدا لم یعرف منہما سوء الاختیار مجانۃ وفسقا ۱۲ درمختار مع رد المختار بالتغیر القلیل وہو تغیر الترتیب نحسب ۱۲ محمد حیات عفرلہ

[۲] وفی غیرہما فسخ الصغیران حین بلغا او علما بالنکاح بعد ۱۲ شرح وقایہ صفحہ ۴۹ لان عندہما الاب والجد لا یملکان النکاح باقل من مہر المثل نقصانا فاحشا کما لا یملک غیر الاب والجد عند الکل ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۱۶۷ ج ۱ قال فی الہدایۃ ویشترط فیہ الفضار ۱۲ صفحہ ۲۹۷

[۳] وان کان الاقرب غائبا غیبۃ منقطعۃ جاز نکاح الابعد عندنا وتکلموا فی الغیبۃ المنقطعۃ بعضہم قدرہا بانقطاع الخبر القوافل وبعضہم قدرہا بسیرۃ سنۃ وقال اکثرہم الغائب فی موضع لا ینتظر الکفو الحاضر الخبر منہ فہی منقطعۃ ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۱۶۶ ج ۱

ہے اگر اس نے بے اس[1] کے پوچھے نکاح کر دیا تو نکاح ہو گیا۔ اور اگر اتنی دور نہ ہو تو بغیر اس کی رائے لئے دوسرے ولی کو نکاح نہ کرنا چاہیے اگر کرے گا تو اسی ولی کی اجازت پر موقوف رہیگا۔ جب وہ اجازت دیگا تب صحیح ہوگا۔

مسئلہ[۱۸]۔ اسی طرح اگر حقدار ولی کے ہوتے دوسرے[1] ولی نے نابالغ کا نکاح کر دیا جیسے حق تو تھا باپ کا اور نکاح کر دیا دادا نے اور باپ سے بالکل رائے نہیں لی تو وہ نکاح باپ کی اجازت پر موقوف رہے گا یا حق تو تھا بھائی کا اور نکاح کر دیا چچا نے تو بھائی کی اجازت پر موقوف ہے

مسئلہ[۱۹]۔ کوئی عورت[2] پاگل ہو گئی اور عقل جاتی رہی اور اس کا جوان لڑکا بھی موجود ہے اور باپ بھی ہے اس کا نکاح کرنا اگر منظور ہو تو اس کا ولی لڑکا ہے کیونکہ ولی ہونے میں لڑکا باپ سے بھی مقدم ہے۔

کون کون لوگ اپنے برابر کے اور اپنے میل کے ہیں اور کون کون برابر کے نہیں

مسئلہ۔ شرع میں[3] اس کا بڑا خیال کیا گیا ہے کہ بے میل اور بے جوڑ نکاح نہ کیا جاوے یعنی لڑکی کا نکاح کسی ایسے مرد سے مت کرو جو اس کے برابر درجہ کا اور اسکی ٹکر کا نہیں عـه۔

مسئلہ۔ برابری[4] کئی قسم کی ہوتی ہے۔ ایک تو نسب میں برابر ہونا۔ دوسرے مسلمان ہونے میں تیسرے دینداری میں چوتھے مال میں پانچویں پیشہ میں۔

مسئلہ۔ نسب[5] میں برابری تو یہ ہے کہ شیخ اور سید اور انصاری علوی یہ سب ایک دوسرے کے برابر ہیں یعنی اگرچہ سیدوں کا رتبہ اوروں سے بڑھکر ہے لیکن اگر سید کی لڑکی شیخ کے یہاں بیاہ گئی تو یہ نہ کہیں گے کہ اپنے میل میں نکاح نہیں ہوا بلکہ یہ بھی میل ہی ہے۔

ف

نسب میں برابری کا بیان

عـه یعنی بغیر ولی قریب کے پوچھے ہوئے ولی بعید نے نکاح کر دیا ۱۲ منہ

عـه اور اسی طرح جو مرد دین میں عورت کی برابر کا نہ ہو اس سے بھی نکاح کرنا مناسب نہیں ۱۲

[1] فان زوجها الابعد والاقرب حاضر یتوقف علی اجازۃ الاقرب ۱۲ حوالہ بالا

[2] واختلف اصحابنا فی الاب والابن اذا اجتمعا للمجنونۃ قال ابوحنیفۃ وابو یوسف الابن احق بتزویجہا ۱۲ قاضی خاں صـ ۱۶۵ ج ۱

[3] الکفاءۃ معتبرۃ فی النکاح خلافا لمالک وسفیان وجماعۃ من الصحابۃ رضوان اللہ علیہم اجمعین ۱۲ حوالہ بالا

[4] ثم الکفاءۃ تتعلق بخمسۃ منہا وہی النسب ومنہا الاسلام ومنہا الحریۃ ومنہا الکفاءۃ فی المال والثروۃ ومنہا الحرفۃ ومما یتعلق بہ الکفاءۃ عند البعض الدیانۃ ۱۲ حوالہ بالا

[5] فقریش بعضہم اکفاء کیف کانوا حتی ان القرشی الذی لیس بہاشمی یکون کفوا للہاشمی ۱۲ حوالہ بالا

مسئلہ۔ نسب[ع۱] میں اعتبار باپ کا ہے ماں[۱] کا کچھ اعتبار نہیں اگر باپ سید ہے تو لڑکا بھی سید ہے اور اگر باپ شیخ ہے تو لڑکا بھی شیخ ہے ماں چاہے جیسی ہو اگر کسی سید نے کوئی باہر کی عورت گھر میں ڈال لی ہے اور اس سے نکاح کر لیا تو لڑکے سید ہوئے اور درجہ میں سب سیدوں کے برابر ہیں ہاں یہ اور بات ہے کہ جس کے ماں باپ دونوں عالی خاندان ہوں اس کی زیادہ عزت ہے لیکن شرع میں سب ایک ہی میل کے کہلاویں گے۔

مسئلہ۔ مغل پٹھان سب[۲] ایک قوم ہیں اور شیخوں سیدوں کی ٹکر کے نہیں اگر شیخ یا سید کی لڑکی ان کے یہاں بیاہ آئی تو کہیں گے کہ بے میل اور گھٹکر نکاح ہوا۔

مسئلہ۔ مسلمان[۳] ہونے میں برابری کا اعتبار فقط مغل پٹھان وغیرہ اور قوموں میں ہے شیخوں سیدوں علویوں انصاریوں میں اس کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ تو جو شخص خود مسلمان ہوگیا اور اس کا باپ کافر تھا وہ شخص اس عورت کے برابر کا نہیں جو خود بھی مسلمان ہے اور اس کا باپ بھی مسلمان تھا۔ اور جو شخص خود مسلمان ہے اور اس کا باپ بھی مسلمان ہے لیکن اس کا دادا مسلمان نہیں وہ اس عورت کے برابر کا نہیں جس کا دادا بھی مسلمان ہے۔

مسئلہ۔ جس کے باپ دادا دونوں مسلمان ہوں لیکن[۴] پردادا مسلمان نہ ہو تو وہ شخص اس عورت کے برابر سمجھا جاویگا جس کی کئی پشتیں مسلمان ہوں خلاصہ یہ کہ دادا تک مسلمان ہونے میں برابری کا اعتبار ہے اس کے بعد پردادا اور نگڑدادا میں برابری ضروری نہیں ہے۔

مسئلہ۔ دینداری کا یہ مطلب[۵] ہے کہ ایسا شخص جو دین کا پابند نہیں لچا شہدا شرابی، بدکار آدمی نیک بخت پارسا دیندار عورت کے برابر کا نہ سمجھا جاویگا۔

مسئلہ۔ مال[۶] میں برابری کے یہ معنی ہیں کہ بالکل مفلس محتاج مالدار

ع۱ اس مسئلہ کے متعلق سوال و جواب تتمہ ثانیہ امداد الفتاوی ص ۱۵۷ میں درج ہے ۱۲ تقسیم الاغلاط جس سے مسئلہ ہذا کی تائید ہوتی ہے ۱۲ شبیر علی

۱؎ ویؤخذ من ہذا ان من کانت امہا علویۃ مثلاً وابوہا عجمی یکون العجمی کفوا لہا وان کان لہا شرف ما لان النسب للآباء ولہذا جاز دفع الزکوٰۃ الیہا ۱۲ شامی ص ۳۱۹ ج ۲

۲؎ العرب بعضہم اکفاء لبعض قبیلۃ بقبیلۃ والموالی بعضہم اکفاء لبعض ۱۲ ہدایہ ص ۳۰۰

۳؎ واما فی العجم فتعتبر حریۃ واسلاما فمسلم بنفسہ او معتق غیر کفو لمن ابوہا مسلم او حر او معتق وامہا حرۃ الاصل ومن ابوہ مسلم او حر غیر کفو لذات ابوین ۱۲ شامی ص ۳۱۹ ج ۲

۴؎ والجد فیہما کالاب لتمام النسب بالجد ۱۲ در مختار مع الحاشیہ ص ۳۱۹ ج ۲

۵؎ فلیس فاسق کفوا لبنت صالح ۱۲ مختصر ص ۷۷

۶؎ فالعاجز عن المعجل والنفقۃ غیر کفو للفقیرۃ والقادر علیہا کفو للغنیۃ ۱۲ حوالہ بالا قال فی شرح الوقایہ انما قال للفقیرۃ وکذا للغنیۃ بالطریق الاولی ۱۲ شرح وقایہ ص ۹۵ مع الچلپی

ف ۱ مسلمان ہونے میں برابری کا بیان

ف ۲ دینداری میں برابری کا بیان

ف ۳ مال میں برابری کا بیان

عورت کے برابر کا نہیں ہے اور اگر وہ بالکل مفلس نہیں بلکہ جتنا مہر پہلی رات کو دینے کا دستور ہے اتنا مہر دے سکتا ہے تو اپنے میل اور برابر کا ہے اگرچہ سارا مہر نہ دے سکے اور یہ ضروری نہیں کہ جتنے مالدار لڑکی والے ہیں لڑکا بھی اتنا ہی مالدار ہو یا اس کے قریب قریب مالدار ہو۔

مسئلہ۔ پیشہ میں برابری یہ ہے کہ جولاہے درزیوں کے میل اور جوڑ کے نہیں اسی طرح نائی دھوبی وغیرہ بھی درزی کے برابر کے نہیں۔

مسئلہ۔ دیوانہ پاگل آدمی ہوشیار سمجھدار عورت کے میل کا نہیں۔

مہر کا بیان

مسئلہ۔ نکاح میں چاہے مہر کا کچھ ذکر کرے چاہے نہ کرے ہر حال میں نکاح ہو جاویگا لیکن مہر دینا پڑے گا بلکہ اگر کوئی یہ شرط کرلے کہ ہم مہر نہ دیویں گے بے مہر کا نکاح کرتے ہیں تب بھی مہر دینا پڑے گا۔

مسئلہ کم سے کم مہر کی مقدار تخمیناً پونے تین روپیہ بھر چاندی ہے اور زیادہ کی کوئی حد نہیں چاہے جتنا مقرر کرے لیکن مہر کا بہت بڑھانا اچھا نہیں سو اگر کسی نے فقط ایک روپیہ بھر چاندی یا ایک روپیہ یا ایک اٹھنی مہر مقرر کر کے نکاح کیا تب بھی پونے تین روپیہ بھر چاندی دینی پڑے گی۔ شریعت میں اس سے

ف پیشہ میں برابری کا بیان

لہ وحرفۃ فمثل حائک او حجام او کناس او دباغ لیس بکفو للعطار ونحوہ ۱۲ مختصر وقایہ

لہ والمجانین لا یعد فی الکفاءۃ واختلفوا فی العقل قال بعضہم لا یعتبر ۱۲ قاضی خاں صـ ۱۰

لہ نہ مہر کہ ذکر مہر کردن حین اذن شرط نیست لقول اصح زیرا کہ بے ذکر مہر جائز ہست ۱۲ کورمیری شرح مختصر الوقایہ و اصح الوقایہ بلا ذکر مہر ومع نفیہ وبخمر وخنزیر اھ وقال بعد ذلک لزمہ مہر مثلہا فی جمیع عند وطی او موت ۱۲ شرح وقایہ صـ ۹۶

لہ اقلہ عشرۃ دراہم وتجب ہی ان سمی دونہا ۱۲ حوالہ بالا

عہ مراد یہ ہے کہ کل پر قدرت شرط نہیں رہا یہ امر کہ نفقہ پر قدرت بھی شرط ہے یا نہیں اس سے اس جگہ تعرضاً یا اثباتاً تعرض نہیں کیا گیا لیکن واقع یہ ہے کہ نفقہ پر قدرت بھی شرط ہے اس مسئلہ کے متعلق سوال و جواب امداد الفتاویٰ ج ۲ صـ ۳ میں درج ہیں ۱۲ تصحیح الاغلاط

عہ یعنی جہاں اس کا دستور ہو ۱۲

سہ اصل مقدار دس درہم ہیں اور یہ مسلم ہے کہ دس درہم کا وزن ۷ مثقال ہے اور مثقال کا وزن زکوٰۃ کے بیان میں ۴ ½ ماشہ بتلایا گیا ہے اسلئے دس درہم کا وزن ۱ تولہ ۷ ماشہ ۴ سرخ ہوتا ہے صورت عمل یہ ہے ۴ ½ × ۷ = ۹/۲ × ۷ = ۶۳/۲ = ۳۱ ½ ÷ ۲ = تولہ ۷ ½ ماشہ اور روپیہ کا وزن ۱۱ ½ ماشہ ہے اس لئے پونے تین روپیہ کا وزن ۲ تولہ ۸ ماشہ ۵ رتی ہے جو کہ مقدار شرعی سے ایک ماشہ ایک رتی زائد ہے یہ زیادتی احتیاط اور حساب کی آسانی کی غرض سے ہے ۱۲ تصحیح الاغلاط

کم مہر نہیں ہو سکتا اور اگر رخصتی سے پہلے ہی طلاق دیدے تو اسکا آدھا دیوے

نوٹ مسئلہ ۳ و ۴ و ۵ و ۶ صد … پر درج کئے گئے ہیں ۱۲

مسئلہ. اگر نکاح کے وقت[1] مہر کا بالکل ذکر ہی نہیں کیا گیا کہ کتنا ہے یا اس شرط پر نکاح کیا کہ بغیر مہر کے نکاح کرتا ہوں کچھ مہر نہ دوں گا پھر دونوں میں سے کوئی مر گیا یا ویسی تنہائی اور یکجائی ہو گئی جو شرع میں معتبر ہے تب بھی مہر دلا دیا جاویگا اور اس صورت میں مہر مثل دینا ہو گا اور اگر اس صورت[2] میں ویسی تنہائی سے پہلے مرد نے طلاق دیدی تو مہر پانے کی مستحق نہیں ہے بلکہ فقط ایک جوڑا کپڑا پاوے گی اور یہ جوڑا دینا مرد پر واجب ہے نہ دیگا تو گنہگار ہو گا۔

مسئلہ. جوڑے میں فقط چار کپڑے مرد پر واجب[3] ہیں ایک کرتہ ایک سربند یعنی اوڑھنی ایک پائجامہ یا ساڑھی جس چیز کا دستور ہو ایک بڑی چادر جس میں سر سے پیر تک لپٹ سکے اس کے سوا اور کوئی کپڑا واجب نہیں۔

مسئلہ. مرد کی جیسی حیثیت ہو ویسے کپڑے دینا چاہیئے اگر معمولی غریب آدمی ہو تو سوتی[4] کپڑے اور اگر بہت غریب نہیں لیکن بہت امیر بھی نہیں تو ٹسر کے اور جو بہت امیر کبیر ہو تو عمدہ ریشمی کپڑے دینا چاہیئے لیکن ہر حال میں یہ خیال رہے کہ اس جوڑے کی قیمت مہر مثل کے آدھے سے نہ بڑھے اور ایک روپیہ چھ آنے یعنے ایک روپیہ اور ایک چونی اور ایک دونی بھر چاندی کے جتنے دام ہوں اس سے کم قیمت بھی نہ ہو یعنی بہت قیمتی کپڑے جن کی قیمت مہر مثل کے آدھے سے بڑھ جاوے مرد پر واجب نہیں یوں اپنی خوشی سے اگر وہ بہت قیمتی اس سے زیادہ بڑھیا کپڑے دیدے تو اور بات ہے۔

مسئلہ. نکاح[5] کے وقت تو کچھ مہر مقرر نہیں کیا گیا لیکن نکاح کے بعد میاں بیوی دونوں نے اپنی خوشی سے کچھ مقرر کر لیا تو اب مہر مثل نہ دلایا جاوے گا بلکہ دونوں نے اپنی خوشی سے جتنا مقرر کر لیا ہے وہی دلایا جاوے گا البتہ اگر ویسی تنہائی و یکجائی ہونے سے پہلے ہی طلاق مل گئی تو اس صورت میں

---

[1] مرجی الصفحۃ السابقۃ فی المرۃ الثالثۃ ۱۲ محمد حیات عفرلہ

[2] وہی ذرع و خمار و ملحفۃ لطلاق قبل الوطی و الخلوۃ ۱۲ شرح وقایہ صہ ۹۶ و کذا قال فی کور میری کہ در کفایہ از شرح طحاوی نقل کردہ کہ متعہ سر جامہ است باعتبار حال زن ۱۲ صہ ۱۹۶

[3] حوالہ بالا

[4] و صحیح آنست کہ معتبر بحال مرد است از جہت قول خدا تعالی و علی الموسع قدرہ و علی المقتر قدرہ و در کفایہ از شرح طحاوی نقل کردہ کہ متعہ سر جامہ است باعتبار حال زن اگر زن از ادنیٰ است ایں سر جامہ از کرباس است و اگر زن از اعلیٰ است از ابریشم است ۱۲ ۱۲ مختصر وقایہ صہ ۱۹۶

[5] و للمفوضۃ ما فوض لہا ان وطئت او مات عنہا و المتعۃ ان طلقت قبل الوطی المفوضۃ ہی التی نکحت نفسہا بلا ذکر المہر او علی ان لا مہر لہا ثم ان تراضیا علی مقدار فلہا ذلک المفروض ان وطیہا او مات عنہا و المتعۃ ان طلقہا قبل الوطی ۱۲ شرح وقایہ صہ ۹۷

مہر پانے کی مستحق نہیں ہے بلکہ صرف وہی جوڑا کپڑا ملیگا جس کا بیان اوپر ہو چکا ہے

مسئلہ[۱۱]۔ سو روپیہ[۱] یا ہزار روپیہ اپنی حیثیت کے موافق مہر مقرر کیا پھر شوہر نے اپنی خوشی سے کچھ مہر اور بڑھا دیا اور کہا کہ ہم سو روپیہ کی جگہ ڈیڑھ سو دیدیں گے تو جتنے روپے زیادہ دینے کو کہے ہیں وہ بھی واجب ہو گئے نہ دیگا تو گنہگار ہو گا۔ اور اگر ویسی تنہائی و یکجائی سے پہلے طلاق مل گئی تو جسقدر اصل مہر تھا اسی کا آدھا دیا جاوے گا جتنا بعد میں بڑھایا تھا اس کو شمار نہ کریں گے اسیطرح عورت نے اپنی خوشی و رضامندی سے اگر کچھ مہر معاف کر دیا تو جتنا معاف کیا ہے اتنا معاف ہو گیا اور اگر پورا معاف کر دیا تو پورا مہر معاف ہو گیا اب اس کے پانے کی مستحق نہیں ہے۔

مسئلہ[۱۲]۔ اگر شوہر نے کچھ دباؤ ڈال کر دھمکا[۲] کر دق کر کے معاف کرا لیا تو اس معاف کرانے سے معاف نہیں ہوا اب بھی اس کے ذمہ ادا کرنا واجب ہے۔

مسئلہ[۱۳]۔ مہر میں روپیہ پیسہ[۳] سونا چاندی کچھ مقرر نہیں کیا بلکہ کوئی گاؤں یا کوئی باغ یا کچھ زمین مقرر ہوئی تو یہ بھی درست ہے جو باغ مقرر کیا ہے وہی دینا پڑے گا۔

مسئلہ[۱۴]۔ مہر میں[۴] کوئی گھوڑا یا ہاتھی یا اور کوئی جانور مقرر کیا لیکن یہ مقرر نہیں کیا کہ فلاں گھوڑا دوں گا یہ بھی درست ہے ایک منجھولا گھوڑا جو نہ بہت بڑھیا ہو نہ بہت گھٹیا دینا چاہیے یا اس کی قیمت دیدے۔ البتہ اگر فقط اتنا ہی کہا کہ ایک جانور دیدوں گا اور یہ نہیں بتلایا کہ کون سا جانور دیوے گا تو یہ مہر مقرر کرنا صحیح نہیں ہوا مہر مثل دینا پڑے گا۔

لوٹ مسئلہ ۱۵ و ۱۶ صفحہ ... پر درج کئے گئے ۱۲

مسئلہ[۱۷]۔ جہاں کہیں پہلی ہی رات[۵] کو سب مہر دیدینے کا دستور ہے وہاں اول ہی دن سارا مہر لے لینے کا عورت کو اختیار ہے اگر اول دن نہ مانگا تو جب مانگے تب مرد کو دینا واجب ہے دیر نہیں کر سکتا۔

[۱] وان زاد في المهر بعد العقد لزمته الزيادة ان دخل بها او مات عنها وتسقط الزيادة بالطلاق قبل الدخول فان حطت من مهرها صح الحط ۱۲ قدوری قیومی صہ ۲۱۰

[۲] والا بد من رضاها ففي هبة الخلاصة خوفها بضرب حتى وهبت مهرها لم يصح لو قادرا على الضرب اھ شامی صہ ۳۸۹ ج ۲

[۳] المهر لا يكون الا من مال متقوم ۱۲ قاضی خان صہ ۱۴۳ ج ۱

[۴] ولو تزوجها على فرس او عبد او ثوب هروي فالواجب الوسط او قيمته ۱۲ درمختار مع المختصر مع الرد صہ ۴۸۱ ج ۲

[۵] وقبل اخذ المعجل لها منعه من الوطي ۱۲ مختصر صہ ۸۰

مسئلہ ۱۸۔ ہندوستان میں دستور ہے کہ مہر کا لین دین طلاق[1] کے بعد یا مر جانے کے بعد ہوتا ہے کہ جب طلاق مل جاتی ہے تب مہر کا دعویٰ کرتی ہے یا مرد مر گیا اور کچھ مال چھوڑ گیا تو اس مال میں سے لے لیتی ہے اور اگر عورت مر گئی تو اسکے وارث مہر کے دعویدار ہوتے ہیں اور جب تک میاں بیوی ساتھ رہتے ہیں تب تک نہ کوئی دیتا ہے نہ وہ مانگتی ہے تو ایسی جگہ اس دستور کی وجہ سے طلاق ملنے سے پہلے مہر کا دعویٰ نہیں کر سکتی البتہ پہلی رات کو جتنے مہر کے پیشگی دینے کا دستور ہے اتنا مہر پہلے دینا واجب ہے ہاں اگر کسی قوم میں یہ دستور نہ ہو تو اس کا یہ حکم نہ ہوگا۔

نوٹ مسئلہ ۱۹ صـ پر درج کیا گیا ۱۲

مسئلہ ۲۰۔ مہر کی نیت سے شوہر نے کچھ دیا تو جتنا دیا ہے اتنا مہر[2] ادا ہو گیا دیتے وقت عورت سے یہ بتلانا ضروری نہیں ہے کہ میں مہر دے رہا ہوں۔

مسئلہ ۲۱۔ مرد نے[3] کچھ دیا لیکن عورت تو کہتی ہے کہ یہ چیز تم نے مجھکو یوں ہی دی مہر میں نہیں دی اور مرد کہتا ہے کہ یہ میں نے مہر میں دیا ہے تو مرد کی بات کا اعتبار کیا جاوے گا۔ البتہ اگر کھانے پینے کی کوئی چیز تھی تو اسکو مہر میں نہ سمجھیں گے اور مرد کی اس بات کا اعتبار نہ کریں گے۔

مہر مثل کا بیان

خاندانی مہر یعنی[4] مہر مثل کا مطلب یہ ہے کہ اس عورت کے باپ کے گھرانے میں سے کوئی دوسری عورت دیکھو جو اس کے مثل ہو یعنے اگر یہ کم عمر ہے تو وہ بھی نکاح کے وقت کم عمر ہو اگر یہ خوبصورت ہے تو وہ بھی خوبصورت ہو اس کا نکاح کنوارے پن میں ہوا اور اس کا نکاح بھی کنوارے پن میں ہوا ہو نکاح کے وقت جتنی مالدار یہ ہے اتنی ہی وہ بھی تھی جس دیس کی یہ رہنے والی ہے اسی دیس کی وہ بھی ہے اگر یہ دیندار ہوشیار سلیقہ دار پڑھی لکھی ہے تو وہ

[1] والمعجل والمؤجل ان بينا فذاک والا فالمتعارف یعنی مہر معجل اگر بیان کردہ شدہ باشد ہمان معین واجب می شود واما اگر معین شدہ باشد ہر چہ معروف ومشہور ست درمیان مردم ہمان واجب می شود ۱۲ کو رمیری شرح مختصر فارسی صـ ۲۰ کلکت

[2] وان بعث الیہا شیئا فقالت ہو ہدیۃ وقال ہو مہر فالقول لہ الا فیما ہیی للاکل ۱۲ مختصر مع الشرح صـ ۲۰۱

[3] مر فی الصفحۃ السابقۃ فی المرۃ الاخیرۃ فتذکر ۱۲ محمد حیات غفرلہ

[4] ای مہر مثلہا من قوم ابیہا سنا وجمالا ومالا وعقلا ودینا وبلدا وعصرا وبکارۃ وثیابۃ ۱۲ مختصر صـ ۱۹۹

بھی ایسی ہی ہو غرض جس وقت اس کا نکاح ہوا ہے اس وقت ان باتوں میں وہ بھی اسی کے مثل تھی جس کا اب نکاح ہوا تو جو مہر اس کا مقرر ہوا تھا وہی اسکا مہر مثل ہے۔

مسئلہ۔ باپ کے گھرانے کی عورتوں سے مراد[1] جیسے اس کی بہنیں پھوپھی چچا زاد بہن وغیرہ یعنے اس کی دادھیالی لڑکیاں۔ مہر مثل کے دیکھنے میں ماں کا مہر نہ دیکھیں گے ہاں اگر ماں بھی باپ ہی کے گھرانے میں سے ہو جیسے باپ نے اپنے چچا کی لڑکی سے نکاح کر لیا تھا تو اس کا مہر بھی مہر مثل کہا جاوے گا۔

کافروں کے نکاح کا بیان

مسئلہ۔ کافر لوگ اپنے اپنے[2] مذہب کے اعتبار سے جس طریقہ سے نکاح کرتے ہوں شریعت اس کو بھی معتبر رکھتی ہے اگر وہ دونوں ساتھ مسلمان ہو جاویں تو اب نکاح دہرانے کی کچھ ضرورت نہیں وہی نکاح اب بھی باقی ہے۔

مسئلہ۔ اگر دونوں میں سے ایک مسلمان[3] ہو گیا دوسرا نہیں ہوا تو نکاح جاتا رہا اب میاں بیوی کی طرح رہنا سہنا درست نہیں۔

نوٹ مسئلہ ۳۱ صفحہ ۱۳۷ پر درج کیا گیا ۱۲

بیبیوں میں برابری کرنے کا بیان

مسئلہ۔ جس کے کئی بیبیاں[4] ہوں تو مرد پر واجب ہے کہ سب کو برابر رکھے جتنا ایک عورت کو دیا ہے دوسری بھی اتنے کی دعویدار ہو سکتی ہے چاہے دونوں کنواری ہوں یا دونوں بیاہی ہوں یا ایک تو کنواری ہے اور دوسری بیاہی بیاہی لایا سب کا ایک حکم ہے اگر ایک کے پاس ایک رات رہا تو دوسری کے پاس بھی ایک رات رہے اس کے پاس دو راتیں رہا تو اس کے پاس بھی دو راتیں رہے جتنا مال زیور کپڑے اسکو دے اتنے ہی کی دوسری عورت بھی دعویدار ہے۔

[1] ومہر مثلہا یعتبر باخواتہا وعماتہا وبنات عمہا ولا یعتبر بامہا وخالتہا اذا لم تکونا من قبیلتہا ۱۲ قدوری صفحہ ۲۱۵

[2] واذا تزوج الکافر بغیر شہود او فی عدۃ کافر وذلک فی دینہم جائز ثم اسلما اقرا علیہ ۱۲ قدوری صفحہ ۲۲

[3] وفی اسلام زوج المجوسیۃ واسلام امرءۃ الکافر یعرض الاسلام علی الآخر فان اسلم فہی لہ والا فرق ۱۲ شرح وقایہ صفحہ ۱۰۱

[4] وان کان للرجل امرأتان حرتان فعلیہ ان یعدل بینہما فی القسم بکرین کانتا او ثیبین او احداہما بکرا والاخری ثیبا ۱۲

مسئلہ[۲]. جس کا نیا نکاح ہوا اور جو پرانی ہو چکی دونوں کا حق[۱] برابر ہے کچھ فرق نہیں ہے۔

مسئلہ[۳]. برابری فقط رات کے رہنے میں ہے دن[۲] کے رہنے میں برابری ہونا ضروری نہیں اگر دن میں ایک کے پاس زیادہ رہا اور دوسری کے پاس کم رہا تو کچھ حرج نہیں اور رات میں برابری واجب ہے اگر ایک کے پاس مغرب کے بعد ہی آ گیا اور دوسری کے پاس عشاء کے بعد آیا تو گناہ ہوا۔ البتہ جو شخص رات کو نوکری میں لگا رہتا ہو اور دن کو گھر میں رہتا ہو جیسے چوکیدار پہرہ[۳] دار اس کے لئے برابری کا حکم ہے۔

نوٹ[۱]. مسئلہ ۴ صہ ۳ پر درج کیا گیا ۱۲

مسئلہ[۵]. مرد چاہے[۴] بیمار ہو چاہے تندرست بہر حال رہنے میں برابری کرے۔

مسئلہ[۶]. ایک عورت[۵] سے زیادہ محبت ہے دوسری سے کم تو اس میں کچھ گناہ نہیں کیونکہ دل اپنے اختیار میں نہیں ہوتا۔

مسئلہ[۷]. سفر میں جاتے وقت برابری واجب نہیں جس کو جی[۶] چاہے ساتھ لیجاوے اور بہتر یہ ہے کہ نام[ع] نکال لے جس کا نام نکلے اس کو لیجاوے تاکہ کوئی اپنے جی میں ناخوش نہ ہو۔

دودھ پینے اور پلانے کا بیان

مسئلہ[۱]. جب[۷] بچہ پیدا ہو تو ماں پر دودھ پلانا واجب ہے البتہ اگر باپ[۸] مالدار ہو اور کوئی انا تلاش کر سکے تو دودھ نہ پلانے میں کچھ گناہ بھی نہیں۔

مسئلہ[۲]. کسی اور[۹] کے لڑکے کو بغیر میاں کی اجازت لئے دودھ پلانا درست نہیں ہاں البتہ اگر کوئی بچہ بھوک کے مارے تڑپتا ہو اور اس کے ضائع ہو جانے

ع آسان طریقہ اس کا یہ ہے کہ دو کاغذ کے برابر پرچوں پر دونوں بی بیوں کے نام لکھ کر دونوں کی ایک طرح کی گولیاں بنا لے اور ایک چھوٹے بچہ کو بلا کر اس کے سامنے دونوں گولیاں رکھ دے اور اس سے کہے کہ ان میں سے ایک اٹھا لے جس کا نام ہو اسی کو ساتھ لیجاوے یا جو طریقہ سب کی رضامندی سے تجویز کیا جاوے ۱۲

[۱] والقدیمۃ والجدیدۃ سواء ۱۲ متن ہدایہ صہ ۳۲۹

[۲] ای بالتسویۃ فی البیتوتۃ ولم یذکر الاقامۃ فی النہار لانہا تجب فی الجملۃ بلا تقدیر ۱۲ شامی صہ ۵۲۹ ج ۲

[۳] ولو کان عملہ لیلا کالحارس ذکر الشافعیۃ انہ یقسم نہارا وہو حسن ۱۲ در مختار بر حاشیہ رد مختار صہ ۴۰۲ ج ۲

[۴] بلا فرق بین فحل وخصی وعنین ومجبوب ومریض وصحیح ۱۲ متن در مختار یعنی تنویر الابصار مع الشرح صہ ۳۹۹ ج ۲

[۵] عن عائشۃ رض ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یعدل بین نسائہ وکان یقول اللہم ہذا قسمی فیما املک فلا تواخذنی فیما لا املک یعنی زیادۃ المحبۃ ۱۲ ہدایہ صہ ۳۲۹ ج ۱

[۶] ویسافر الزوج عن شاء منہن والاولی ان یقرع بینہن فیسافر بمن خرجت قرعتہا ۱۲ قدوری صہ ۲۲۱

[۷] ولیس علی امہ ارضاعہ الا اذا تعینت بان لا توجد من ترضعہ او لا تشرب لبن غیرہا ویستاجر الاب من ترضعہ عندہا ای اذا لم تتعین الام ۱۲ شرح وقایہ صہ ۱۳۰

[۸] فان لم یکن للاب مال ولا للولد الصغیرۃ یجبر الام علی الارضاع عند الکل ۱۲ عالمگیری صہ ۴۴ ج ۱

[۹] ویکرہ للمرءۃ ان ترضع صبیا بلا اذن زوجہا الا اذا خافت ہلاکہ ۱۲ شامی ج ۲ صہ ۵۵۷

کا ڈر ہو تو ایسے وقت بے اجازت بھی دودھ پلادے۔

مسئلہ[1]۔ زیادہ سے زیادہ دودھ پلانے کی مدت دو برس ہے دو سال کے بعد دودھ پلانا حرام ہے بالکل[2] درست نہیں۔

مسئلہ۔ اگر بچہ کچھ کھانے پینے لگا اور اس وجہ[3] سے دو برس سے پہلے ہی دودھ چھڑا دیا تب بھی کچھ حرج نہیں۔

مسئلہ۔ جب بچے نے کسی اور عورت کا دودھ پیا[3] تو وہ عورت اسکی ماں بن گئی اور اس انا کا شوہر جس کے بچہ کا یہ دودھ ہے اس بچہ کا باپ ہو گیا اور اسکی اولاد اس کے دودھ شریک بھائی بہن ہو گئے اور نکاح حرام ہو گیا۔ اور جو جو رشتے نسب کے اعتبار سے حرام ہیں وہ رشتے دودھ کے اعتبار سے بھی حرام ہو جاتے ہیں لیکن بہت سے عالموں کے فتوے میں یہ حکم جب ہی ہے کہ بچہ نے دو برس کے اندر ہی اندر دودھ پیا ہو اگر بچہ دو برس کا ہو چکا اس کے بعد کسی عورت کا دودھ پیا تو اس پینے کا کچھ اعتبار نہیں نہ وہ پلانے والی ماں بنی نہ اس کی اولاد اس بچہ کے بھائی بہن ہوئے اس لئے اگر آپس میں نکاح کر دیں تو درست ہے لیکن امام اعظم جو بہت بڑے امام ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اگر ڈھائی برس کے اندر اندر بھی دودھ پیا ہو تب بھی نکاح درست نہیں البتہ اگر ڈھائی برس کے بعد دودھ پیا ہو تو اس کا بالکل اعتبار نہیں بے کھٹکے سب کے نزدیک نکاح درست ہے۔

مسئلہ[4]۔ جب بچہ کے حلق میں دودھ[5] چلا گیا تو سب رشتے جو ہم نے اوپر لکھے ہیں حرام ہو گئے چاہے تھوڑا دودھ گیا ہو یا بہت اس کا کچھ اعتبار نہیں۔

مسئلہ۔ اگر بچہ نے چھاتی سے[5] دودھ نہیں پیا بلکہ اس نے اپنا دودھ نکال کر اس کے حلق میں ڈال دیا تو اس سے بھی وہ سب رشتے حرام ہو گئے اسی طرح اگر بچہ کی ناک میں دودھ ڈال دیا تب بھی سب رشتے حرام ہو گئے اور اگر کان میں ڈالا تو اس کا کچھ اعتبار نہیں۔

مسئلہ۔ اگر عورت کا دودھ پانی میں[6] یا کسی دوا میں ملا کر بچہ کو پلایا تو دیکھو

[1] ومدة الرضاع عند ابی حنیفة ثلثون شهرا وعندهما سنتان ۱۲ قدوری صد ۲۲۱

[2] ونقل ایضا قبله عن اجارة القاعدی انه واجب الی لا ستفطار ومستحب الی الحولین وجائز الی حولین ونصف ۱۲ شامی صد ۴۰۴ ج ۲

[3] الرضاع فی اثبات حرمة المناکحة بمنزلة النسب والصهرة کما ان الحرمة بالنسبت اذا ثبت فی الامهات والبنات تتعدی الی الجدات هکذا اذا ثبت بالرضاع یتعدی الی اصول المرضعة وفروعها واخوتها واخواتها وهذه الحرمة کما تثبت فی جانب الام تثبت فی جانب الاب وهذه المسئلة لبن الفحل فتعدنا الفحل اب الرضیع ام الفحل جدة واخواته عماته واولاد الفحل اخوة لا یحل للرضیع ان تزوج واحدة منهن ۱۲ قاضی خاں صد ۱۹۱ ج ۱

[4] قلیل الرضاع وکثیره اذا حصل فی مدة الرضاع تعلق به التحریم ۱۲ قدوری صد ۲۲۱

[5] وکما یحصل الرضاع بالمص من الثدی یحصل بالصب والسقوط والوجور ولا یحصل بالاقطار فی الاذن ۱۲ قاضی خاں صد ۱۹۱ ج ۱

[6] وان خلط لبن المرأة بالماء وسقی صبی ان کان اللبن غالبا ثبت الحرمة فی قولهم وان کان اللبن مغلوبا لا یثبت وکذا لو جعل الدواء فی لبن المرأة الخ ۱۲ قاضی خاں صد ۱۹۱ ج ۱

کہ دودھ زیادہ ہے یا پانی یا دونوں برابر اگر دودھ زیادہ ہو یا دونوں برابر ہوں تو جس عورت کا دودھ ہے وہ ماں ہو گئی اور سب رشتے حرام ہو گئے اور اگر پانی یا دوا زیادہ ہے تو اس کا کچھ اعتبار نہیں وہ عورت ماں نہیں بنی۔

مسئلہ۔ عورت[2] کا دودھ بکری یا گائے کے دودھ میں مل گیا اور بچہ نے کھا لیا تو دیکھو زیادہ کون ہے اگر عورت کا دودھ زیادہ یا دونوں برابر ہوں تو سب رشتے حرام ہو گئے اور جس عورت کا دودھ ہے یہ بچہ اس کی اولاد بن گیا اور اگر بکری یا گائے کا دودھ زیادہ ہے تو اس کا کچھ اعتبار نہیں ایسا سمجھیں گے کہ گویا اس نے پیا ہی نہیں

مسئلہ۔ اگر کسی کنواری[3] لڑکی کے دودھ اتر آیا اس کو کسی بچہ نے پی لیا تو اس سے بھی سب رشتے حرام ہو گئے۔

مسئلہ۔ مردہ عورت کا دودھ دوہ کر کسی بچہ کو پلا[4] دیا تو اس سے بھی سب رشتے حرام ہو گئے۔

مسئلہ۔ دو لڑکوں نے ایک بکری[5] یا ایک گائے کا دودھ پیا تو اس سے کچھ نہیں ہوتا وہ بھائی بہن نہیں ہوئے۔

مسئلہ۔ جوان مرد نے اپنی بیوی کا دودھ پی لیا تو وہ حرام نہیں[6] ہوئی البتہ بہت گناہ ہوا کیونکہ دو برس کے بعد دودھ کا پینا بالکل حرام ہے۔

مسئلہ۔ ایک لڑکا ایک لڑکی ہے دونوں نے ایک ہی عورت کا دودھ پیا ہے تو ان میں نکاح نہیں ہو سکتا خواہ ایک ہی زمانہ میں پیا ہو یا ایک نے پہلے دوسرے نے کئی برس کے بعد دونوں کا ایک حکم ہے۔

مسئلہ۔ ایک لڑکی نے باقر کی بیوی کا دودھ پیا تو اس لڑکی کا نکاح نہ باقر سے ہو سکتا ہے نہ اس کے باپ دادا کے ساتھ نہ باقر کی اولاد کے ساتھ۔ بلکہ باقر کے جو اولاد دوسری بیوی سے ہے اس سے بھی درست نہیں۔

مسئلہ۔ عباس نے خدیجہ کا دودھ[8] پیا اور خدیجہ کے شوہر قادر کی ایک دوسری

[7] بفتح خا و کسر دال و سکون یا و فتح جیم ۱۲

[1] کما لو خلط لبن الآدمی بلبن الشاۃ و لبن آدمی غالبا ثبتت الحرمۃ ۱۲ حوالہ بالا

[2] و اذا نزل للبکر لبن فارضعت صبیا تعلق بہ التحریم ۱۲ قدوری صہ ۲۲۳

[3] و اذا حلب اللبن من المرأۃ بعد موتہا فاوجر بہ الصبی تعلق بہ التحریم ۱۲ حوالہ بالا

[4] اذا ارتضع الصبیان من لبن بہیمۃ لا یثبت بہ حرمۃ الرضاع بینہما ۱۲ قاضی خاں صہ ۱۹۱ ج ۱

[5] و اذا مضت مدۃ الرضاع لم یتعلق بالرضاع التحریم ۱۲ قدوری صہ ۲۲۱ و لم یبح الارضاع بعدہ لانہ جزء آدمی و الانتفاع بہ بغیر ضرورۃ حرام علی الصحیح ۱۲ درمختار بر شامی صہ ۴۰۴ ج ۲

[6] و لا حل بین رضیعی امرأۃ لکونہما اخوین و ان اختلف الزمن و الاب ۱۲ قال المحشی کان ارضعت الولد الثانی بعد الاول بعشرین سنۃ مثلا و کان کل منہما فی مدۃ الرضاع ۱۲ شامی صہ ۴۰۸

[7] و ہو ان ترضع المرأۃ صبیۃ فتحرم ہذہ الصبیۃ علی زوجہا و علی آبائہ و ابنائہ و لصیر الزوج الذی نزل منہ اللبن ابا للمرضعۃ ۱۲ قدوری صہ ۲۲۳

[8] و تثبت حرمۃ المصاہرۃ فی الرضاع حتی ان امرأۃ الرجل حرام علی الرضیع ۱۲ عالمگیری صہ ۳۴۳ ج ۲ و لا یحل البوالرضیع و اخوانہ عمانہ ۱۲ قاضی خاں صہ ۱۹۱ و قس علیہ اخت ابنۃ ۱۲ درمختار صہ ۴۰۷

بی بی زینب تھی جس کو طلاق مل چکی ہے تو اب زینب بھی عباس سے نکاح نہیں کر سکتی کیونکہ عباس زینب کے میاں کی اولاد ہے اور میاں کی اولاد سے نکاح درست نہیں اسی طرح اگر عباس اپنی عورت کو چھوڑ دے تو وہ عورت قادر کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتی کیونکہ اس کا خسر ہوا۔ اور قادر کی بہن اور عباس کا نکاح نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ دونوں پھوپھی بھتیجے ہوئے چاہے وہ قادر کی سگی بہن ہو یا دودھ شریکی بہن ہو دونوں کا ایک حکم ہے البتہ عباس کی بہن سے قادر نکاح کر سکتا ہے۔

مسئلہ[۱۷]۔ عباس کی ایک بہن ساجدہ ہے۔ ساجدہ نے ایک عورت کا دودھ[۱] پیا لیکن عباس نے نہیں پیا تو اس دودھ پلانے والی عورت کا نکاح عباس سے ہو سکتا ہے۔

مسئلہ[۱۸]۔ عباس[۲] کے لڑکے نے زاہدہ کا دودھ پیا تو زاہدہ کا نکاح عباس کے ساتھ ہو سکتا ہے۔

مسئلہ[۱۹]۔ قادر اور ذاکر دو بھائی ہیں اور ذاکر کی ایک دودھ[۳] شریکی بہن ہے تو قادر کے ساتھ اس کا نکاح ہو سکتا ہے البتہ ذاکر کے ساتھ نہیں ہو سکتا خوب اچھی طرح سمجھ لو چونکہ اس قسم کے مسئلے مشکل ہیں کم سمجھ میں آتے ہیں اس لئے ہم زیادہ نہیں لکھتے جب کبھی ضرورت پڑے تو کسی سمجھدار بڑے عالم سے سمجھ لینا چاہیئے۔

مسئلہ[۲۰]۔ کسی مرد کا کسی عورت[۴] سے رشتہ لگا پھر ایک عورت آئی اور اس نے کہا کہ میں نے تو ان دونوں کو دودھ پلایا ہے اور سوائے اس عورت کے کوئی اور اس دودھ پینے کو بیان نہیں کرتا تو فقط اس عورت کے کہنے سے دودھ کا رشتہ ثابت نہ ہو گا ان دونوں کا نکاح درست ہے بلکہ جب دو معتبر اور دیندار مرد یا ایک دیندار مرد اور دو دیندار عورتیں دودھ پینے کی گواہی دیویں تب اس رشتے کا ثبوت ہو گا اب البتہ نکاح حرام ہو گیا۔ بے ایسی گواہی کے ثبوت نہ ہو گا۔ لیکن اگر فقط ایک مرد یا ایک عورت کے کہنے سے یا دو تین عورتوں کے کہنے سے دل گواہی دینے لگے کہ یہ سچ کہتی ہو گی ضرور ایسا ہوا ہو گا تو ایسے وقت نکاح نہ کرنا چاہیئے کہ خواہ مخواہ شک میں پڑنے

[۱] وکذا اخو ابن المرضعۃ لہا ۱۲ حوالہ بالا

[۲] قال الشامی تحت قول الدرر قولہ باعتبار الذکورۃ والانوثۃ وام ولد ابنہ ۱۲ ص ۴۰۷

[۳] وتحل اخت اخیہ رضاعا ۱۲ در مع الرد ص ۴۰۴

[۴] واذا اراد الرجل ان یخطب امرأۃ فشہدت امرأۃ قبل النکاح انہا ارضعتہما کان فی سعۃ من تکذیبہا کما لو شہدت بعد النکاح ولو شہد رجلان عدلان او رجل وامرأتان بعد النکاح عندہما لا یسعہما المقام مع الزوج لان ہذہ شہادۃ لو قامت عند القاضی یثبت الرضاع فکذا اذا قامت عندہا ۱۲ ص ۱۹۳ قاضی خاں ج ۱

سے کیا فائدہ اور اگر کسی نے کر لیا تب بھی خیر ہو گیا۔
مسئلہ[۲۱]۔ عورت کا دودھ کسی دوا میں ڈالنا جائز نہیں اور اگر ڈال دیا تو اب اس کا کھانا اور لگانا جائز نہیں اور حرام ہے اسی طرح دوا کے لئے آنکھ میں یا کان میں دودھ ڈالنا بھی جائز نہیں۔ خلاصہ یہ کہ آدمی کے دودھ سے کسی طرح کا نفع اٹھانا اور اس کو اپنے کام میں لانا درست نہیں۔

طلاق کا بیان

مسئلہ[۱]۔ جو شوہر جوان[۲] ہو چکا ہو اور دیوانہ پاگل نہ ہو اس کے طلاق دینے سے طلاق پڑ جاوے گی۔ اور جو لڑکا ابھی جوان نہیں ہوا اور دیوانہ پاگل جس کی عقل ٹھیک نہیں ان دونوں کے طلاق دینے سے طلاق نہیں پڑتی۔
مسئلہ[۲]۔ سوتے ہوئے[۳] آدمی کے منھ سے نکلا کہ تجھکو طلاق ہے یا یوں کہدیا کہ میری بیوی کو طلاق۔ تو اس بڑانے سے طلاق نہ پڑے گی۔
مسئلہ[۳]۔ کسی نے زبردستی کسی سے طلاق دلوا دی بہت مارا کوٹا دھمکایا[۴] کہ طلاق دیدے نہیں تو تجھے مار ڈالوں گا اس مجبوری سے اس نے طلاق دیدی تب بھی طلاق پڑ گئی۔
مسئلہ[۴]۔ کسی نے شراب وغیرہ کے نشہ میں اپنی بیوی[۵] کو طلاق دیدی جب ہوش آیا تو پشیمان ہوا تب بھی طلاق ہو گئی اسی طرح غصے میں طلاق دینے سے بھی طلاق ہو جاتی ہے
مسئلہ۔ شوہر کے سوا کسی اور کو طلاق دینے[۶] کا اختیار نہیں ہے البتہ اگر شوہر نے کہدیا ہو کہ تو اس کو طلاق دیدے تو وہ بھی دے سکتا ہے۔

طلاق دینے کا بیان

مسئلہ[۱]۔ طلاق دینے کا اختیار فقط مرد کو ہے جب مرد[۷] نے طلاق دیدی تو

[۱] وفی البحر لا یجوز التداوی بالمحرم فی ظاہر المذہب ۱۲ درمختار بر رد المختار صہ ۴۰۴
[۲] یعنی طلاق کردہ میشود از عاقل بالغ وبس وقید فقط بنا بر آنست کہ اگر عاقل و بالغ نہ بودہ باشد طلاق واقع نمی شود ۱۲ کو رسیری صہ ۲۰۸
[۳] ولا یقع طلاق النائم لانتفاء الارادۃ ۱۲ درمختار صہ ۴۲۷
[۴] ولو عبدا او مکرہا حوالہ بالا
[۵] او ہازلا او سفیہا او سکران ۱۲ درمختار صہ
قال الشامی وفی الواجبۃ ان کان بحال لو غضب یجری علی لسانہ ما لا یحفظ بعدہ جاز لہ الا عتماد علی قول الشاہدین فقولہ لا یحفظ بعدہ صریح فیما قلناہ واللہ اعلم ۱۲ صہ ۲۰۴ والشامی
[۶] ویقع طلاق کل زوج قال المحشی تم کلامہ شامل لما اذا وکل بہ او اجازہ من الفضولی ۱۲ شامی صہ ۴۲۱
[۷] لان الزوج یستبد بالطلاق تنجیزا او تعلیقا ۱۲ ہدایہ صہ ۳۸۵

پڑ گئی عورت کا اس میں کچھ بس نہیں چاہے منظور کرے چاہے نہ کرے ہر طرح طلاق ہو گئی اور عورت اپنے مردعہ کو نہیں طلاق دے سکتی۔

مسئلہ۔ مرد کو فقط تین طلاق دینے کا اختیار ہے اس سے زیادہ کا اختیارلہ نہیں تو اگر چار یا پانچ طلاق دیدیں تب بھی تین ہی طلاقیں ہوئیں۔

مسئلہ۔ جب مرد نے زبان سے کہدیا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور اتنے زور سےعہ کہا کہ خود ان الفاظ کو سن لیا بس اتنا کہتے ہی پڑ گئی چاہے کسی کے سامنے کہے چاہے تنہائی میں اور چاہے بی بی سنے یا نہ سنے ہر حال میں طلاق ہو گئی

مسئلہ۔ طلاقعہ تین قسم کی ہے ایک تو ایسی طلاق جس میں نکاح بالکل ٹوٹ جاتا ہے اب بے نکاح کئے اس مرد کے پاس رہنا جائز نہیں اگر پھر اسی کے پاس رہنا چاہے اور مرد بھی اس کے رکھنے پر راضی ہو تو پھر سے نکاح کرنا پڑیگا ایسی طلاق کو بائن طلاق کہتے ہیں۔ دوسری وہ جسمیں نکاح ایسا ٹوٹا کہ دوبارہ نکاح بھی کرنا چاہیں تو کسی دوسرے سے اول نکاح کرنا پڑے گا اور جب وہاں طلاق ہو جاوے تب بعد عدت اس سے نکاح ہو سکے گا ایسی طلاق کو مغلظہ کہتے ہیں تیسری وہ جس میں نکاح ابھی نہیں ٹوٹا صاف لفظوں میں ایک یا دو طلاق دینے کے بعد اگر مرد پشیمان ہوا تو پھر سے نکاح کرنا ضروری نہیں بے نکاح کئے بھی اس کو رکھ سکتا ہے پھر میاں بی بی کی طرح رہنے لگیں تو درست ہے البتہ اگر مرد طلاق دے کر اسی پر قائم رہا اور اس سے نہیں پھرا تو جب طلاق کی عدت گذر جاوے گی تب نکاح ٹوٹ جاوے گا اور عورت جدا ہو جاوے گی اور جب تک عدت نہ گزرے تب تک رکھنے نہ رکھنے دونوں باتوں کا اختیار ہے ایسی طلاق کو رجعی کہتے ہیں۔ البتہ اگر تین طلاقیں دیدیں تو اب اختیار نہیں۔

لہ وطلاق الحرۃ ثلثۃ ۱۲ مختصر صـ ۸۴

عـہ وتجری ذلک المذکور یعنی کون ادنی ما یتحقق الکلام اسماع نفسہ او من بقربہ فی کل ما یتعلق بنطق کتسمیۃ علے ذبیحۃ ووجوب سجدۃ تلاوۃ وعتاق وطلاق واستثنار وغیرہا فلو طلق اواستثنیٰ ولم یسمع نفسہ لم تصیح فی الاصح ۱۲ شامی صـ ۴۹۹ استنبولی ج ا

عـہ الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان الی آخر الآیۃ سورہ البقرہ ۱۲ ہی فی العدۃ لا بعدہا لمن طلقت دون الثلاث ای فی الحرۃ ونکاح المبانۃ بلا ثلث فی عدتہا وبعدہا ولا تحل حرۃ بعد ثلث ولا امۃ بعد ثنتین حتی یطاہا غیرہ بنکاح صحیح وتمضی عدۃ طلاقہ ۱۲ شرح وقایہ صـ ۱۱۵

عـہ المرءۃ اذا ظاہرت عن زوجہا کان باطلا لا یلزمہا الکفارۃ کما لو اضافت الطلاق الی زوجہا ۱۲ قاضی خاں صـ ۲۶۵ جلد ۲

عـہ لفظ اور اتنے سے خود سن لیا تک اس مرتبہ اضافہ ہوا ۱۲ شبیر علی

مسئلہ۔ طلاق دینے کی دو قسمیں ہیں ایک تو یہ کہ صاف صاف لفظوں میں کہدیا[1] کہ میں نے تجکو طلاق دی یا یوں کہا میں نے اپنی بی بی کو طلاق دی غرضکہ ایسی صاف بات کہدی جس میں طلاق دینے کے سوا کوئی اور معنی نہیں نکل سکتے ایسی طلاق کو صریح کہتے ہیں۔ دوسری قسم یہ کہ صاف صاف لفظ نہیں کہے بلکہ ایسے گول گول لفظ کہے جس میں طلاق کا مطلب بھی بن سکتا ہے اور طلاق کے سوا اور دوسرے معنی بھی نکل سکتے ہیں جیسے کوئی کہے میں نے تجکو دور[ع] کر دیا تو اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ میں نے تجکو طلاق دیدی دوسرا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ طلاق تو نہیں دی لیکن تجکو اب اپنے پاس نہ رکھوں گا ہمیشہ اپنے میکے میں پڑی رہ تیری خبر نہ لوں گا۔ یا یوں کہے مجھ سے تجھ سے کچھ واسطہ نہیں مجھ سے تجھ سے کچھ مطلب نہیں تو مجھ سے جدا ہو گئی۔ میں نے تجھکو الگ کر دیا جدا کر دیا میرے گھر سے چلی جا۔ نکل جا۔ ہٹ دور ہو۔ اپنے ماں باپ کے سر جاکے بیٹھ۔ اپنے گھر جا میرا تیرا نباہ نہ ہو گا اسی طرح کی اور لفظیں جن میں دونوں مطلب نکل سکتے ہیں ایسی طلاق کو کنایہ کہتے ہیں۔

مسئلہ[2]۔ اگر صاف صاف لفظوں میں طلاق دی تو زبان سے نکلتے[ع] ہی طلاق پڑ گئی چاہے طلاق دینے کی نیت ہو چاہے نہ ہو بلکہ ہنسی دل لگی میں کہا ہو ہر طرح طلاق ہو گئی اور صاف لفظوں میں طلاق دینے سے تیسری قسم کی طلاق پڑتی ہے یعنی عدت کے ختم ہونے تک اس کے رکھنے نہ رکھنے کا اختیار رہے اور ایک مرتبہ کہنے سے ایک ہی طلاق پڑے گی نہ دو پڑیں گی نہ تین البتہ اگر تین دفعہ کہے یا یوں کہے تجکو تین طلاق دی تو تین طلاقیں پڑیں۔

مسئلہ۔ کسی ایک نے طلاق دی تو جب تک[3] عورت عدت میں رہے تب تک دوسری طلاق اور تیسری طلاق اور دینے کا اختیار رہتا ہے اگر دیگا تو پڑ جاوے گی۔

ع یہاں کے الفاظ اس مرتبہ درست کیے گئے ۱۲

[1] صریح ما استعمل فیہ دون غیرہ مثل انت طالق الخ وکنایۃ مالم یوضع لہ واحتملہ وغیرہ فلا تطلق الا بنیۃ او بدلالۃ حال ومنہا اعتدی واستبرئی رحمک حبلک علے غاربک اغربی اذہبی الخ ۱۲ شرح وقایہ ملخصا صہ ۱۰۷

[2] صریحہ مالم یستعمل الا فیہ کطلقتک او انت طالق مطلقۃ یقع بہا واحدۃ رجعیۃ وان الذی خلافہا او لم ینو شئیا ۱۲ در مختار مع الحاشیہ صہ ۴۳۱ ج ۲

[3] والصریح یلحق الصریح البائن بائن بان قال للمدخول بہا انت طالق او بائن ثم قال لہا انت طالق وہی فی العدۃ تقع الثانیۃ الخ والبائن یلحق الصریح بان قال للمدخول بہا انت طالق ثم قال انت حرام وہی فی العدۃ تقع الثانیۃ الخ ۱۲ غایۃ البیان شرح کنز صہ ۹۴

ف صریح طلاق کا بیان

مسئلہ۔ کسی نے یوں کہا تجھکو طلاق دیدوں گا تو اس سے طلاق نہیں ہوئی اسی طرح اگر کسی بات پر یوں کہا کہ اگر تو فلانا کام کریگی تو طلاق دیدوں گا تب بھی طلاق نہیں ہوئی چاہے وہ کام کرے چاہے نہ کرے ہاں اگر یوں کہدے اگر فلانا کام کرے تو طلاق ہے تو اس کے کرنے سے طلاق پڑ جاوے گی۔

مسئلہ[۹]۔ کسی نے طلاق دیکر اس کے ساتھ ہی انشاء اللہ بھی کہدیا تو طلاق نہیں پڑی۔ اسی طرح اگر یوں کہا اگر خدا چاہے تو تجھکو طلاق۔ اس سے بھی کسی قسم کی طلاق نہیں پڑتی البتہ اگر طلاق دیکر ذرا ٹھہر گیا پھر انشاء اللہ کہا تو طلاق پڑ گئی۔

مسئلہ[۱۰]۔ کسی نے اپنی بیوی کو طلاقن کہہ کے پکارا تب بھی طلاق پڑ گئی اگرچہ ہنسی میں کہا ہو۔

مسئلہ[۱۱]۔ کسی نے کہا جب تو لکھنؤ جاوے تو تجھکو طلاق ہے تو جب تک لکھنؤ نہ جاویگی طلاق نہ پڑے گی جب وہاں جاوے گی تب پڑے گی۔

مسئلہ[۱۲]۔ اور اگر صاف صاف طلاق نہیں دی بلکہ گول گول الفاظ کہے اور اشارہ کنایہ سے طلاق دی تو ان لفظوں کے کہنے کے وقت اگر طلاق دینے کی نیت تھی تو طلاق ہو گئی اور اول قسم کی یعنی بائن طلاق ہوئی اب بے نکاح کئے نہیں رکھ سکتا اور اگر طلاق کی نیت نہ تھی بلکہ دوسرے معنی کے اعتبار سے کہا تھا تو طلاق نہیں ہوئی البتہ اگر قرینہ سے معلوم ہو جائے کہ طلاق ہی دینے کی نیت تھی اب وہ جھوٹ بکتا ہے تو اب عورت اس کے پاس نہ رہے اور یہی سمجھے کہ مجھے طلاق مل گئی۔ جیسے بی بی نے غصہ میں کہا میرا تیرا نباہ نہ ہوگا مجکو طلاق دیدے اس نے کہا اچھا میں نے چھوڑ دیا تو یہاں عورت یہی سمجھے کہ مجھے طلاق دے دی۔

مسئلہ[۱۳]۔ کسی نے تین دفعہ کہا تجھکو طلاق طلاق طلاق تو تینوں طلاقیں

---

[۱] ولیس منہ ای من الصریح الطلقک بصیغۃ المضارع الا اذا غلب استعمالہ فیہ ۱۲ بحر صہ ۲۰۲ ولو قال اردت طلاقک لا یقع ۱۲ قاضی خاں صہ ۲۰۲ ج ۲

[۲] والتعلیق فی قولہ انت طالق انشاء اللہ متصلا فلو سکت بلا عذر طلقت ۱۲ غایۃ البیان شرح کنز صہ ۵۱

[۳] رجل قال لامرءۃ یا طلقۃ ان لم یکن لہا زوج قبلہ او کان لہا زوج لکن مات ذلک الزوج ولم یطلق یقع الطلاق علیہا وان کان لہا زوج قبلہ وقد کان طلقہا ذلک الزوج ان لم ینو بکلامہ الاخبار طلقت وان قال عنیت بہ الاخبار دین بینہ وبین اللہ وفی القضاء ففیہ اختلاف ۱۲ قاضی خاں صہ ۲۰۹

[۴] وان قال لہا انت طالق اذا دخلت مکۃ لم تطلق حتی تدخل مکۃ ۱۲ قدوری صہ ۲۲۸

[۵] الکنایۃ لا تطلق بہا الا بالنیۃ او دلالۃ الحال کمذاکرۃ الطلاق والغضب ۱۲ غایۃ البیان شرح کنز صہ ۹

ف

کنایہ کا بیان

پڑ گئیں یا گول الفاظ میں تین مرتبہ کہا تب بھی تین پڑ گئیں لیکن اگر نیت ایک ہی[۱] طلاق کی ہے فقط مضبوطی کے لئے تین دفعہ کہا تھا کہ بات خوب پکی ہو جائے تو ایک ہی طلاق ہوئی لیکن عورت کو اس کے دل کا حال تو معلوم نہیں اس لئے یہی سمجھے کہ تین طلاقیں مل گئیں۔

رخصتی سے پہلے طلاق ہو جانے کا بیان

مسئلہ۔ ابھی میاں[۲] کے پاس نہ جانے پائی تھی کہ اس نے طلاق دیدی یا رخصتی تو ہو گئی لیکن ابھی میاں بی بی میں ویسی تنہائی نہیں ہونے پائی جو شرع میں معتبر ہے جس کا بیان مہر کے باب میں آچکا ہے تنہائی و یکجائی ہونے سے پہلے ہی طلاق دیدی تو طلاق بائن پڑی جاہے صاف لفظوں سے دی یا گول لفظوں میں ایسی عورت کو جب طلاق دی جائے تو پہلے ہی قسم کی یعنی بائن طلاق پڑتی ہے۔ اور ایسی عورت کے لئے طلاق کی عدت بھی کچھ نہیں ہے طلاق ملنے کے بعد فوراً دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے اور ایسی عورت کو ایک طلاق دینے کے بعد اب دوسری تیسری طلاق بھی دینے کا اختیار نہیں اگر دیوے گا تو نہ پڑے گی البتہ اگر پہلے ہی دفعہ یوں کہدے کہ تجکو دو طلاق یا تین طلاق تو جتنی دی ہیں سب پڑ گئیں اور اگر یوں کہا تجکو طلاق ہے طلاق ہے طلاق ہے تب بھی ایسی عورت کو ایک ہی طلاق پڑے گی۔

مسئلہ[۳]۔ ایسی عورت سے یوں کہا کہ اگر فلانا کام کرے تو طلاق ہے طلاق ہے طلاق ہے اور اس نے وہ کام کر لیا تو اس کے کرتے ہی تینوں طلاقیں پڑ گئیں۔

نوٹ۔ مسئلہ نمبر ۳ صہ پر درج کیا گیا ہے ۱۲

تین طلاق دینے کا بیان

مسئلہ۔ کسی نے اپنی عورت[۴] کو تین طلاقیں دیدیں تو اب وہ عورت بالکل

[۱] وان فرق بانت بالاولی ولم تقع الثانیۃ بخلاف الموطوءۃ حیث یقع الکل الخ قال المحشی ای فی جمیع الصور المتقدمۃ لبقاء العدۃ الخ ۱۲ شامی ج ۲ ص ۴۵۵

[۲] واذا طلق الرجل امرأۃ قبل الدخول بہا ثلثا وقعن جمیعا علیہا وان فرق الطلاق بانت بالاولی ولم تقع الثانیۃ والثالثۃ الخ ۱۲ قدوری ص ۲۲۳

[۳] ولو قال ان دخلت الدار فانت طالق واحدۃ وواحدۃ فدخلت تقع واحدۃ وعندہما ثنتان ۱۲ کنز مع الشرح ص ۱۴ وقال الشامی ہذا عندہ وعندہما ثنتان الصحیح ورجحہ الکمال واقرہ فی البحر ص ۴۵

[۴] ولا تحل حرۃ بعد ثلث ولا امۃ بعد ثنتین حتی یطأہا بالغ او مراہق بنکاح صحیح وتمضی عدۃ طلاقہ او موتہ ۱۲ مختصر ص ۹۳

اس مرد کے لئے حرام ہو گئی اب اگر پھر سے نکاح کرے تب بھی عورت کو اس مرد کے پاس رہنا حرام ہے اور یہ نکاح نہیں ہوا چاہے صاف لفظوں میں تین طلاقیں دی ہوں یا گول لفظوں میں سب کا ایک حکم ہے۔

نوٹ۔ تین طلاق کے بعد پہلے ہی شوہر سے نکاح کرنے کا طریقہ صٹ پر درج کیا گیا ہے ۱۲

مسئلہ[۲]۔ تین طلاقیں ایک[1] دم سے دیدیں جیسے یوں کہدیا تجکو تین طلاق یا یوں کہا تجکو طلاق ہے طلاق ہے طلاق ہے یا الگ کر کے تین طلاقیں دیں جیسے ایک آج دی ایک کل ایک پرسوں یا ایک اس مہینہ میں ایک دوسرے مہینہ میں ایک تیسرے میں یعنی عدت کے اندر اندر تینوں طلاقیں دیدیں سب کا ایک حکم ہے اور صاف لفظوں میں طلاق دیکر پھر روک رکھنے کا اختیار اس وقت ہوتا ہے جب تین طلاق نہ دے فقط ایک یا دو دیوے۔ جب تین طلاقیں دیدیں تو اب کچھ نہیں ہو سکتا۔

مسئلہ[۳]۔ کسی نے اپنی عورت[2] کو ایک طلاق رجعی دی پھر میاں راضی ہو گیا اور روک رکھا پھر دو چار برس میں کسی بات پر غصہ آیا تو ایک طلاق رجعی اور دیدی جس میں روک رکھنے کا اختیار رہوتا ہے پھر جب غصہ اترا تو روک رکھا اور نہیں چھوڑا یہ دو طلاقیں ہو چکیں اب اس کے بعد اگر کبھی ایک طلاق اور دیدے گا تو تین پوری ہو جاویں گی اور اس کا وہی حکم ہو گا جو ہم نے صٹ پر بیان کیا ہے کہ بے دوسرا خاوند کئے اس مرد سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ اسی[3] طرح اگر کسی نے طلاق بائن دی جس میں روک رکھنے کا اختیار نہیں ہوتا نکاح ٹوٹ جاتا ہے پھر پشیمان ہوا اور میاں بی بی نے راضی ہو کر پھر سے نکاح پڑھوا لیا کچھ زمانہ کے بعد پھر غصہ آیا اور ایک طلاق بائن دیدی اور غصہ اترنے کے بعد پھر نکاح پڑھوا لیا یہ دو طلاقیں ہوئیں اب تیسری دفعہ اگر طلاق دیگا تو پھر وہی حکم ہے کہ بے دوسرا خاوند کئے اس سے نکاح نہیں کر سکتی۔

[1] وطلاق السنة ان یطلق المدخول بہا ثلثا فی ثلث اطہار وطلاق البدعة ان یطلقہا ثلثا بکلمة واحدة او ثلثا فی طہر واحد فاذا فعل ذلک وقع الطلاق ۱۲ قدوری صـ ۲۲۴

[2] اذا طلق الرجل امرءة تطلیقة رجعیة او تطلیقتین فلہ ان یراجعہا فی عدتہا الخ قدوری صـ ۲۳۰

[3] وان کان طلاقا بائنا دون الثلث فلہ ان تزوجہا فی عدتہا وبعد انقضاء عدتہا وان کان الطلاق ثلثا فی الحرة او ثنتین فی الامة لم تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ ۱۲ صـ ۲۳۱ قدوری

نوٹ: مسئلہ نمبر ۲ صفحہ پر درج کیا گیا ۱۲

کسی شرط پر طلاق دینے کا بیان

مسئلہ۔ نکاح کرنے سے[1] پہلے کسی عورت کو کہا اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تجکو طلاق ہے تو جب اس عورت سے نکاح کریگا تو نکاح کرتے ہی طلاق بائن پڑ جاوے گی اب بے نکاح کئے اس کو نہیں رکھ سکتا اگر یوں کہا ہو اگر تجھ سے نکاح کروں تو تجھ پر دو طلاق تو دو طلاق بائن پڑ گئیں اور اگر تین طلاق کو کہا تھا تو تینوں پڑ گئیں اور اب طلاق مغلظ ہو گئی۔

مسئلہ[2]۔ نکاح ہوتے ہی جب اس پر طلاق پڑ گئی تو اس نے اسی عورت[3] سے پھر نکاح کرلیا تو اب اس دوسرے نکاح کرنے سے طلاق نہ پڑے گی ہاں اگر یوں کہا ہو جے دفعہ تجھ سے نکاح کروں ہر مرتبہ تجکو طلاق ہے تو جب نکاح کرے گا ہر دفعہ طلاق پڑ جایا کرے گی اب اس عورت کو رکھنے کی کوئی صورت نہیں و وسرا خاوند کرکے اگر اس مرد سے نکاح کرے گی تب بھی طلاق پڑ جاوے گی۔

مسئلہ۔ کسی نے کہا جس عورت سے نکاح کروں اس کو طلاق تو جس سے نکاح کرے گا اس پر طلاق پڑ جاوے[4] گی۔ البتہ طلاق پڑنے کے بعد اگر پھر اسی عورت سے نکاح کرلیا تو طلاق نہیں پڑی۔

مسئلہ[4]۔ کسی غیر عورت سے جس[5] سے ابھی نکاح نہیں کیا ہے اس طرح کہا اگر تو فلاں کام کرے تو تجھ کو طلاق اس کا کچھ اعتبار نہیں اگر اس سے نکاح کرلیا اور نکاح کے بعد اس نے وہی کام کیا تب بھی طلاق نہیں پڑی۔ کیونکہ غیر عورت کو طلاق دینے کی یہی صورت ہے کہ یوں کہے اگر تجھ سے نکاح کروں تو طلاق کسی اور طرح طلاق نہیں پڑ سکتی

مسئلہ[5]۔ اور اگر بی بی سے[6] کہا اگر تو فلاں کام کرے تو تجکو طلاق۔ اگر تو میرے پاس سے جاوے تو تجکو طلاق۔ اگر تو اس گھر میں جاوے تو تجکو طلاق یا اور کسی

---

[1] لقولہ لمنکوحۃ ان زرت فلانا فانت طالق او مضافا الیہ ای الی سبب الملک کان نکحتک فانت طالق فیقع الطلاق بعدہ ای لعد کل من الزیارۃ والنکاح ۱۲

[2] فلا یقع ان نکحہا بعد زوج آخر الا اذا دخلت کلما الخ قال المحشی وفیہ عن الکافی وغیرہ لو قال کلما نکحتک فانت طالق فنکحہا فی یوم ثلاث مرات ووطئہا فی کل مرۃ طلقت طلقتین وعلیہ مہران ونصف قال محمد بانت بثلاث الخ ۱۲ شامی صہ ۵۰۱ ج ۲

[3] قولہ وکذا امرأۃ ای اذا قال کل امرأۃ اتزوجہا طالق والحیلۃ فیہ ما فی البحر من انہ یزوجہ فضولی ویجیز بالفعل الخ ۱۲ شامی صہ ۵۹۴ ج ۲

[4] قلنا قولہ لاجنبیۃ ان زرت زیدا فانت طالق فنکحہا فزارت ۱۲ حوالہ بالا

[5] انما یصح التعلیق فی الملک کقولہ لمنکوحۃ ان زرت فلانا فانت طالق فیقع الطلاق بعدہ ۱۲ کنز مع الشرح صہ ۴۹

[6] ولو قال ان دخلت الدار فانت بائن ثم قال ان کلمت زیدا فانت بائن ثم دخلت وبانت ثم کلمت یقع اخری ذخیرہ ۱۲ درمختار مع الرد صہ ۴۷۲ ج ۲

بات کے ہونے پر طلاق دی تو جب وہ کام کرے تب طلاق پڑ جاوے گی اگر نہ کرے گی تو نہ پڑیگی اور طلاق رجعی پڑے گی جس میں بے نکاح بھی روک رکھنے کا اختیار ہوتا ہے۔ البتہ اگر کوئی گول لفظ کہتا جیسے یوں کہے اگر تو فلانا کام کریگی تو مجھ سے تجھ سے کچھ واسطہ نہیں تو جب وہ کام کرے گی تب طلاق بائن پڑیگی بشرطیکہ مرد نے اس لفظ کے کہتے وقت طلاق کی نیت کی ہو۔

مسئلہ۔ اگر یوں کہا اگر فلانا کام کرے تو تجکو دو طلاق یا تین طلاق تو جے طلاق کہی اتنی پڑیں گی۔

مسئلہ۔ اپنی بی بی سے کہا تھا اگر اس گھر میں جاوے تو تجکو طلاق اور وہ چلی گئی اور طلاق پڑ گئی پھر عدت کے اندر اندر اس نے روک رکھا یا پھر سے نکاح کر لیا تو اب پھر گھر میں جانے سے طلاق نہ پڑے گی البتہ اگر یوں کہا ہو جے مرتبہ اس گھر میں جاوے ہر مرتبہ تجکو طلاق یا یوں کہا جب کبھی تو گھر میں جاوے ہر مرتبہ تجکو طلاق تو اس صورت میں عدت کے اندر یا پھر نکاح کر لینے کے بعد دوسری مرتبہ گھر میں جانے سے دوسری طلاق ہو گئی پھر عدت کے اندر یا تیسرے نکاح کے بعد اگر تیسری دفعہ گھر میں جاوے گی تو تیسری طلاق پڑ جاوے گی۔ اب تین طلاق کے بعد اس سے نکاح درست نہیں البتہ اگر دوسرا خاوند کر کے پھر اسی مرد سے نکاح کرے تو اب اس گھر میں جانے سے طلاق نہ پڑے گی۔

مسئلہ۔ کسی نے اپنی عورت سے کہا اگر تو فلانا کام کرے تو تجکو طلاق۔ ابھی اس نے وہ کام نہیں کیا تھا کہ اس نے اپنی طرف سے ایک اور طلاق دیدی اور چھوڑ دیا اور کچھ مدت بعد پھر اسی عورت سے نکاح کیا اور اس نکاح کے بعد اب اس نے وہی کام کیا تو پھر طلاق پڑ گئی۔ البتہ اگر طلاق پانے اور عدت گذر جانے کے بعد اس نکاح سے پہلے اس نے وہی کام کر لیا ہو تو اب اس نکاح کے بعد اس کام کے کرنے سے طلاق نہ پڑے گی اور اگر طلاق پانے کے بعد عدت کے اندر اس نے وہی کام کیا ہو تب بھی دوسری طلاق پڑ گئی۔

ملہ وان قال لہا ان دخلت الدار فانت طالق واحدۃ وواحدۃ فدخلت الدار وقعت علیہا واحدۃ عند ابی حنیفۃ وقال تقع ثنتان ۱۲ قدوری صہ ۲۲۸ محمد حیات غفرلہ

ملہ ففی ہذہ الالفاظ اذا وجد الشرط انحلت وانتہت الیمین الا فی کلمۃ کلما فان الطلاق یتکرر بتکرر الشرط حتی یقع ثلث تطلیقات فان تزوجہا بعد ذلک وتکرار الشرط لم یقع شئ ۱۲ قدوری فیوقی صہ ۲۳۷

ملہ وان قال لہا ان کلمت ابا عمرو وابا یوسف فانت طالق ثلثا ثم طلقہا واحدۃ فبانت وانقضت عدتہا فکلمت ابا عمرو ثم تزوجہا فکلمت ابا یوسف فہی طالق ثلثا مع الواحدۃ الاولی وقال زفر لا یقع وان قال لہا ان دخلت الدار فانت طالق ثلثا فطلقہا ثنتین وتزوجت زوجا آخر ودخل بہا ثم عادت الی الاول فدخلت الدار طلقت ثلثا عند ابی حنیفۃ وابی یوسف وقال محمد رح طالق ما بقی من التطلیقات ۱۲ ہدایہ صہ ۳۶۸

نوٹ: مسئلہ نمبر ۹ صفحہ پر درج کیا گیا ہے۔ ۱۲

مسئلہ۔ اگر کسی نے بی بی سے کہا اگر تو روزہ رکھے تو تجکو طلاق تو روزہ رکھتے ہی فوراً طلاق پڑ گئی۔ البتہ اگر یوں کہا اگر تو ایک روزہ رکھے یا دن بھر کا روزہ رکھے تو تجھ کو طلاق تو روزہ کے ختم پر طلاق پڑے گی اگر روزہ توڑ ڈالے تو طلاق نہ پڑے گی۔

مسئلہ۔ عورت نے گھر سے باہر جانے کا ارادہ کیا مرد نے کہا ابھی مت جاؤ عورت نہ مانی اس پر مرد نے کہا اگر تو باہر جائے تو تجکو طلاق تو اس کا حکم یہ ہے کہ ابھی اگر باہر جاوے گی تو طلاق پڑے گی اور اگر ابھی نہ گئی کچھ دیر میں گئی تو طلاق نہ پڑے گی کیونکہ اس کا مطلب یہی تھا کہ ابھی نہ جاؤ پھر جانا یہ مطلب نہیں تھا کہ عمر بھر کبھی نہ جانا۔

مسئلہ۔ کسی نے یوں کہا جس دن تجھ سے نکاح کروں تجکو طلاق پھر رات کے وقت نکاح کیا تب بھی طلاق پڑ گئی کیونکہ بول چال میں اس کا مطلب یہ ہے کہ جس وقت تجھ سے نکاح کروں تجھکو طلاق۔

بیمار کے طلاق دینے کا بیان

مسئلہ۔ بیماری کی حالت میں کسی نے اپنی عورت کو طلاق دیدی پھر عدت ابھی ختم نہ ہونے پائی تھی کہ اس بیماری میں مر گیا تو شوہر کے مال میں سے بی بی کا جتنا حصہ ہوتا ہے اتنا اس عورت کو بھی ملے گا چاہے ایک طلاق دی ہو یا دو تین اور چاہے طلاق رجعی دی ہو یا بائن سب کا ایک حکم ہے اگر عدت ختم ہو چکی تھی تب وہ مرا تو حصہ نہ پاویگی اسی طرح اگر مرد اس بیماری میں نہیں مرا بلکہ اس سے اچھا ہو گیا تھا پھر بیمار ہوا اور مر گیا تب بھی حصہ نپاوے گی چاہے عدت ختم ہو چکی ہو یا نہ ختم ہوئی ہو۔

مسئلہ۔ عورت نے طلاق مانگی تھی اس لئے مرد نے طلاق دیدی تب

ے اس سے مراد طلاق بائن ہے ۱۲

حاشیہ:

۱ے وفی ان صمت یوما فانت طالق تطلق حین من یوم صامت بخلاف ان صمت فانہ یقع علی صوم ساعۃ ۱۲ شرح وقایہ صہ ۱۱۱

۲ے رجل قال لامرءتہ عند خروج المرءۃ من المنزل ان رجعت الے منزلی فانت طالق فجلست ولم تخرج زمانا ثم خرجت ورجعت الی منزل الرجل یقول لو نیت الفور قال بعضہم الا لیصدق وقال بعضہم یصدق ہو الصحیح ۱۲ قاضی خاں صہ ۲۲۳ ج ۲

۳ے ولو قال انت کذا یوم اتزوجک فنکحہا لیلا حنث ۱۲ کنز صہ ۴ھ مع الشرح

۴ے فلو ابان زوجتہ وہو کذلک ومات بذلک السبب او بغیرہ ترث خلافا للشافعی واعلم ان الخلاف فی ما اذا طلقہا ثلثا لانہ ان طلقہا صریحا ترث اتفاقا وکذا ان طلقہا بالکنایات وخص ارثہا بموتہ فی عدتہا اما اذا انقضت عدتہا ثم مات لا ترث اجماعا ۱۲ شرح وقایہ مع الحذف من البین ۱۲ صہ ۱۱۳

۵ے وان خالعہا لا ترث اتفاقا وقال بعد ذلک فی المتن وفی الرجعی ترث فی الاحوال اجمع ۱۲ شرح وقایہ صہ ۱۱۳

بھی عورت حصہ پانے کی مستحق نہیں چاہے عدت کے اندر مرے یا عدت کے بعد دونوں کا ایک حکم ہے البتہ اگر طلاق رجعی دی ہو اور عدت کے اندر مرے تو حصہ پاوے گی۔

مسئلہ۔ بیماری کی حالت[1] میں عورت سے کہا اگر تو گھر سے باہر جاوے تو تجکو بائن طلاق ہے پھر عورت باہر گئی اور طلاق بائن پڑ گئی تو اس صورت میں حصہ نہ پاوے گی کہ اس نے خود ایسا کام کیوں کیا جس سے طلاق پڑی اور اگر یوں کہا اگر تو کھانا کھاوے تو تجھ کو طلاق بائن ہے یا یوں کہا اگر تو نماز پڑھے تو تجکو طلاق بائن ہے ایسی صورت میں اگر وہ عدت کے اندر مر جاے گا تو عورت کو حصہ ملیگا کیونکہ عورت کے اختیار سے طلاق نہیں پڑی کھانا کھانا اور نماز پڑھنا تو ضروری ہے اس کو کیسے چھوڑتی۔ اور اگر طلاق رجعی دی ہو تو پہلی صورت میں بھی عدت کے اندر اندر مرنے سے حصہ پاوے گی۔ غرضکہ طلاق رجعی میں بہرحال حصہ ملتا ہے بشرطیکہ عدت کے اندر مرا ہو۔

مسئلہ۔ کسی بھلے چنگے آدمی[2] نے کہا جب تو گھر سے باہر نکلے تو تجکو طلاق بائن ہے پھر جس وقت وہ گھر سے باہر نکلی اس وقت وہ بیمار تھا اور اسی بیماری میں عدت کے اندر مر گیا تب بھی حصہ نپاوے گی۔

مسئلہ۔ تندرستی کے زمانہ میں کہا جب تیرا باپ پردیس[3] سے آوے تو تجکو بائن طلاق جب وہ پردیس سے آیا اس وقت مرد بیمار تھا اور اسی بیماری میں مر گیا تو حصہ نہ پاوے گی اور اگر بیماری کی حالت میں یہ کہا ہو اور اسی میں عدت کے اندر مر گیا ہو تو حصہ پاوے گی۔

طلاق رجعی میں رجعت کر لینے یعنی روک رکھنے کا بیان

مسئلہ۔ جب کسی نے رجعی[4] ایک طلاق یا دو طلاقیں دیں تو عدت ختم ہونے

ع۵ خواہ خود عورت کے مانگنے سے اور خواہ اس نے رجعی مانگی ہو یا بائن مانگی ہو ۱۲

[1] ولو علق الثلث بشرط ووجد فی مرضہ ان علقہ بمجی وقت کرجب اوفعل اجنبی ترث الا اذا علق فی صحتہ وان علق لفعل نفسہ ترث سواء کان التعلیق فی مرضہ اولا والفعل مالہ منہ بد کالکلام مع الاجنبی اولا بدلہ منہ کاکل الطعام وصلوٰۃ الظہر وکلام الابوین وان علق لفعلہا فان کان ای التعلیق والفعل فی مرضہ والفعل لہا منہ بدلا ترث وان لم یکن لہا منہ بد ترث وان کان فی صحتہ لا ترث الا فی مالا بد لہا منہ ۱۲ شرح وقایہ ص ۱۱۳

[2] حوالہ بالا

[3] حوالہ بالا

[4] ہی فی العدۃ لا بعدہا لمن طلقت دون الثلث ای فی الحرۃ وان ابیت بخو راجعتک الخ حوالہ بالا عاجز محمد حیات غفرلہ

سے پہلے پہلے مرد کو اختیار ہے کہ اس کو روک رکھے پھر سے نکاح کرنے کی ضرورت نہیں اور عورت چاہے راضی ہو یا راضی نہ ہو اس کو کچھ اختیار نہیں ہے اور اگر تین طلاقیں دیدیں تو اس کا حکم اوپر بیان ہو چکا اس میں یہ اختیار نہیں ہے

مسئلہ۔ رجعت کرنے یعنی روک رکھنے کا طریقہ یہ[ع] ہے کہ یا تو صاف صاف زبان سے کہدے کہ میں تجکو پھر رکھے لیتا ہوں تجکو نہ چھوڑونگا[عہ] یا یوں کہدے کہ میں اپنے نکاح میں[سے] تجکو رجوع کرتا ہوں یا عورت سے نہیں کہا کسی اور سے کہا کہ میں نے اپنی بی بی کو پھر رکھ لیا اور طلاق[للعہ] سے باز آیا بس اتنا کہدینے سے وہ پھر اس کی بی بی ہو گئی۔

نوٹ۔ رجعت کا ایک طریقہ صہ پر درج ہے ۱۲

مسئلہ[۲]۔ جب[۳] عورت کا روک رکھنا منظور ہو تو بہتر ہے کہ دو چار لوگوں کو گواہ بنالے کہ شاید کبھی کچھ جھگڑا پڑے تو کوئی مکر نہ سکے۔ اگر کسی کو گواہ نہ بنایا تنہائی میں ایسا کر لیا تب بھی صحیح ہے مطلب تو حاصل ہی ہو گیا۔

مسئلہ۔ اگر عورت کی عدت[۴] گذر چکی تب ایسا کرنا چاہا تو کچھ نہیں ہو سکتا اب اگر عورت منظور کرے اور راضی ہو تو پھر سے نکاح کرنا پڑیگا بے نکاح کئے نہیں رکھ سکتا اگر وہ رکھے بھی تو عورت کو اس کے پاس رہنا درست نہیں۔

نوٹ۔ مسئلہ نمبر ۵ و نمبر ۶ و نمبر ۷، صہ پر درج کئے گئے ۱۲

مسئلہ۔ جس عورت[۵] کو ایک یا دو طلاق رجعی ملی ہوں جس میں مرد کو طلاق سے باز آنے کا اختیار ہوتا ہے ایسی عورت کو مناسب ہے کہ خوب بناؤ سنگار

ع رجعت کا طریقہ موافق سنت یہ ہے کہ زبان سے رجعت کے الفاظ کہے اور دو گواہ کرلے ۱۲

عہ اگر صرف لفظ "تجکو نہ چھوڑونگا" کہا تو رجعت نہ ہوگی اور اگر یہ الفاظ "تجکو پھر رکھے لیتا ہوں" کے ساتھ کہے تو رجعت ہو جاوے گی ۱۲

سے یہ لفظ اس سے پہلے نسخوں میں غلط چھپ گیا ہے یہاں صحیح کر دیا گیا ۱۲

للعہ اگر صرف لفظ "میں طلاق سے باز آیا" کہا تو مفید رجعت نہیں اور اگر لفظ "اپنی بیوی کو پھر رکھ لیا" کے ساتھ کہا تو رجعت ہو جاوے گی ۱۲

لہ یجوز راجعتک ولو طیہا ومسہا بشہوۃ ونظرہ الی فرجہا بشہوۃ ۱۲ شرح وقایہ

۲؎ وندب اشہادہ علی الرجعۃ واعلامہا بہا ۱۲ حوالہ بالا

۳؎ ہی فی العدۃ لا بعدہا فان قال راجعتک فقالت مضت عدتی فلا رجعۃ ۱۲ حوالہ بالا

۴؎ والمطلقۃ الرجعی تتزین بیرغب الزوج فی رجعتہا ۱۲ وان لا یدخل علیہا حتی یوذنہا ان لم یقصد رجعتہا ۱۲ حوالہ بالا

کرکے رہا کرے کہ شاید مرد کا جی اس کی طرف جھک پڑے اور رجعت کرلے اور مرد کا قصد اگر باز آنے کا نہ ہو تو اس کو مناسب ہے کہ جب گھر میں آوے تو کھانس کھنکھار کے آوے کہ وہ اپنا بدن اگر کچھ کھلا ہو تو ڈھک لیوے اور کسی بے موقع جگہ نگاہ[عہ] نہ پڑے اور جب عدت پوری ہو چکے تو عورت کہیں اور جا کے رہے۔

مسئلہ[۱]۔ اگر ابھی رجعت نہ کی ہو تو اس عورت کو اپنے ساتھ سفر میں لے جانا جائز نہیں اور اس عورت کو اس کے ساتھ جانا بھی درست نہیں۔

مسئلہ[۲]۔ جس عورت کو ایک یا دو[۳] طلاق بائن دیدیں جس میں روک رکھنے کا اختیار نہیں ہوتا اس کا حکم یہ ہے کہ اگر کسی اور مرد سے نکاح کرنا چاہے تو عدت کے بعد نکاح کرے عدت کے اندر نکاح درست نہیں اور خود اسی سے نکاح کرنا منظور ہو تو عدت کے اندر بھی ہو سکتا ہے۔

نوٹ بی بی کے پاس نہ جانے کی قسم کھانے کا بیان صلا تا صلا پر درج کیا گیا ہے

خلع کا بیان

مسئلہ۔ اگر میاں[۴] بی بی میں کسی طرح نباہ نہ ہو سکے اور مرد طلاق بھی نہ دیتا ہو تو عورت کو جائز ہے کہ کچھ مال دے کر یا اپنا مہر دے کر اپنے مرد سے کہے کہ اتنا روپیہ لے کر میری جان چھوڑ دے۔ یا یوں کہے جو میرا مہر تیرے ذمہ ہے اس کے عوض میں میری جان چھوڑ دے اس کے جواب میں مرد کہے میں نے چھوڑ دی تو اس سے عورت پر ایک طلاق بائن پڑ گئی روک رکھنے کا اختیار مرد کو نہیں ہے البتہ اگر مرد نے اسی جگہ بیٹھے بیٹھے جواب نہیں دیا بلکہ اٹھ کھڑا ہوا یا مرد تو نہیں اٹھا عورت اٹھ کھڑی ہوئی تب مرد نے کہا اچھا میں نے چھوڑ دی تو اس سے کچھ نہیں ہوا جواب سوال دونوں ایک ہی جگہ ہونے چاہئیں اس طرح جان چھوڑانے کو

عہ کیونکہ شرمگاہ کے اندر دنی حصے پر بہ شہوت نظر کرنے سے رجعت ہو جاتی ہے سو چونکہ اس کا ارادہ رجعت کا نہیں ہے اس لئے اس کی احتیاط رکھی جاوے کہ نگاہ ہی نہ پڑنے پاوے ۱۲

[۱] ولا یسافر بها حتی یشهد علی رجعتها ۱۲

[۳] وینکح مبانته بما دون الثلث فی العدة و بعدها بالاجماع و منع غیره فیها لاشتباه النسب ۱۲ در مختار ص ۲۴۰ ج ۱

[۴] و اذا تشاق الزوجان و خافا ان لا یقیما حدود اللہ فلا باس بان تفتدی نفسها منه بمال یخلعها به فاذا فعل ذلک وقع بالخلع تطلیقة بائنة و لزمها المال ۱۲ هدایه ص ۳۴۴ ج ۲

الخلع و الطلاق بمال بمنزلة الیمین فی جانب الزوج و کذا العتق بمال فی جانب المولی و هو معاوضة فی جانب المرأة و العبد فیراعی احکام الیمین فی جانب الزوج حتی لو قال خالعتک علی کذا ثم رجع قبل قبول المرأة لا یصح رجوعه کذا لو قام الزوج قبل قبول المرأة صح قبولها یصح کلام و ان کانت المرأة غائبة و اذا بلغها الخبر کان لها خیار القبول فی مجلسها ۱۲ قاضی خان ص ۲۵۶ ج ۲

[۵] و ما جاز ان یکون مهرا جاز ان یکون بدلا فی الخلع ۱۲ هدایه ص ۳۴۵ ج ۲

شرع میں خلع کہتے ہیں۔

مسئلہ۔ مرد نے کہا میں نے عہ تجھ سے خلع کیا عورت نے کہا میں نے قبول کیا تو خلع ہو گیا البتہ اگر عورت نے اسی جگہ جواب نہ کہا ہو وہاں سے کھڑی ہو گئی ہو یا عورت نے قبول ہی نہیں کیا تو کچھ نہیں ہوا لیکن اگر عورت اپنی جگہ بیٹھی رہی اور مرد یہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا اور عورت نے اس کے اٹھنے کے بعد قبول کیا تب بھی خلع ہو گیا۔

مسئلہ۔ مرد نے فقط اتنا کہا میں نے تجھ سے خلع کیا اور عورت نے قبول کر لیا روپیہ پیسہ کا ذکر نہ مرد عہ نے کیا نہ عورت نے تب بھی جو حق مرد کا عورت پر ہے اور جو حق عورت کا مرد پر ہے سب معاف ہوا۔ اگر مرد کے ذمہ مہر باقی ہو تو وہ بھی معاف ہو گیا اور اگر عورت پا چکی ہے تو خیر۔ اب اس کا پھیرنا واجب نہیں البتہ عدت کے ختم ہونے عہ تک روٹی کپڑا اور رہنے کا گھر دینا پڑیگا ہاں اگر عورت نے کہہ دیا ہو کہ عدت کا روٹی کپڑا اور رہنے کا گھر بھی تجھ سے نہ لونگی تو وہ بھی معاف ہو گیا

مسئلہ۔ اور اگر اس کے ساتھ کچھ مال بھی عہ ذکر کر دیا جیسے یوں کہا سو روپیہ کے عوض میں نے تجھ سے خلع کیا پھر عورت نے قبول کر لیا تو خلع ہو گیا اب عورت کے ذمہ سو روپے دینا واجب ہو گئے۔ اپنا مہر پا چکی تب بھی سو روپے دینے پڑیں گے اور اگر مہر ابھی نہ پایا ہو تب بھی دینے پڑیں گے اور مہر بھی نہ ملیگا کیونکہ وہ بوجہ خلع معاف ہو گیا۔

مسئلہ۔ خلع میں عہ اگر مرد کا قصور ہو تو مرد کو روپیہ اور مال لینا یا جو مہر مرد کے ذمہ ہے اس کے عوض میں خلع کرنا بڑا گناہ اور حرام ہے۔ اگر کچھ مال لے لیا تو اسکو اپنے خرچ میں لانا بھی حرام ہے اور اگر عورت ہی کا قصور ہو تو جتنا مہر دیا ہے اس سے زیادہ مال نہ لینا چاہیے بس مہر ہی کے عوض میں خلع کر لیوے۔ اگر مہر سے زیادہ لے لیا تو بھی خیر بیجا تو ہوا لیکن کچھ گناہ نہیں۔

لہ يفهم دليله لما مر في الضميمة في السابقة في المرة الاخيرة ۱۲

سے والمبارأة كالخلع كلاهما يسقطان كل حق لكل واحد من الزوجين على الآخر مما يتعلق بالنكاح عند ابي حنيفة رح ۱۲ هدايه صـ۳۸۵ ج۲

سہ فان خالعها على مال معلوم ولم يذكر المهر فقبلت المرأة يلزمها البدل واما حكم المهر فان كانت المرأة مدخولة فقد قبضت المهر يلزمها البدل ولا يرجع احدهما على صاحبه وان لم تكن المرأة مدخولة وقد قبضت مهرها عند ابي حنيفة يرجع الزوج عليها بالبدل لا غير وعند صاحبيه يرجع الزوج عليها بنصف المهر والبدل وان لم يكن المهر مقبوضا عند ابي حنيفة رح لا ترجع المرأة عليه بشيء من المهر ۱۲ قاضي خان صـ۲۵۶ ج۲

سہ ذكره اخذه ان نشز بحو اخذ الفضل ان نشزت ۱۲ شرح وقايه صـ۶۶ ۱۱

عہ امرأة اختلعت من زوجها بكل حق لها عليه كانت لها النفقة ما دامت في العدة لان نفقة العدة لم تكن حقا لها عند الخلع ۱۲ قاضي خان صـ۲۸۸

عسہ قال في قاضي خان ان اختلعت على نفقة العدة والسكنى تسقط نفقة العدة وكان لها السكنى ۱۲ تدبر صـ۲۰۲

مسئلہ[6]۔ عورت خلع کرنے پر راضی نہ تھی مرد نے[1] اس پر زبردستی کی اور خلع کرنے پر مجبور کیا یعنی مار پیٹ کر دھمکا کر خلع کیا تو طلاق پڑ گئی لیکن مال عورت پر واجب نہیں ہوا اور اگر مرد کے ذمہ مہر باقی ہو تو وہ بھی معاف نہیں ہوا۔

مسئلہ۔ یہ سب باتیں اس وقت ہیں جب خلع کا لفظ کہا ہو یا یوں کہا ہو سو روپیہ[2] پر یا ہزار روپیہ کے عوض میں میری جان چھوڑ دے یا یوں کہا میرے مہر کی عوض میں مجھکو چھوڑ دے اور اگر اسطرح نہیں کہا بلکہ طلاق کا لفظ کہا جیسے یوں کہے سو روپے کے عوض میں مجھے طلاق دیدے تو اس کو خلع نہ کہیں گے اگر مرد نے اس مال کے عوض طلاق دیدی تو ایک طلاق بائن پڑ گئی۔ اور اس میں کوئی حق معاف نہیں ہوا نہ وہ حق معاف ہوئے جو مرد کے اوپر ہیں نہ وہ جو عورت پر ہیں۔ مرد نے اگر مہر نہ دیا ہو تو وہ بھی معاف نہیں ہوا عورت اسکی دعویدار ہو سکتی ہے اور مرد یہ سو روپے عورت سے لیگا۔

مسئلہ۔ مرد نے کہا میں نے سو روپیہ کے عوض میں طلاق[3] دی تو عورت کے قبول کرنے پر موقوف ہے اگر نہ قبول کرے تو نہ پڑے گی اور اگر قبول کرلے تو ایک طلاق بائن پڑ گئی لیکن اگر جگہ بدل[ع1] جانے کے بعد قبول کیا تو طلاق نہیں پڑی۔

مسئلہ۔ عورت نے کہا مجھے طلاق[4] دیدے مرد نے کہا تو اپنا مہر وغیرہ اپنے سب حق معاف کردے تو طلاق دیدوں اس پر عورت نے کہا اچھا میں نے معاف کیا اس کے بعد مرد نے طلاق نہیں دی تو کچھ معاف نہیں ہوا۔ اور اگر اسی[ع2] مجلس میں طلاق دیدی تو معاف ہو گیا۔

مسئلہ۔ عورت نے کہا تین سو روپیہ کے عوض[5] میں مجکو تین طلاق دیدے اس پر مرد نے ایک ہی طلاق دی تو فقط ایک سو روپیہ مرد کو ملیگا اور اگر دو طلاقیں دی ہوں تو دو سو اور اگر تینوں دیدیں تو پورے تین سو روپے عورت سے دلائے جاویں گے اور سب صورتوں میں طلاق بائن پڑے گی کیونکہ مال کے بدلے ہے۔

ع1 ویقتصر قبولہا علی مجلس علمہا ۱۲ درمختار صہ ۵۵۸ مع الرد

ع2 اسی مجلس کی قید اس مرتبہ اضافہ ہوئی ۱۲

---

[1] اکرہہا الزوج علیہ تطلق بلا مال لان الرضا شرط للزوم المال ۱۲ درمختار صہ ۵۶۲ ج ۲

[2] وان طلقہا علی مال فقبلت وقع الطلاق ولزمہا المال وکان الطلاق بائنا ۱۲ ہدایہ صہ ۳۸۵

[3] حوالہ بالا وقال فی موضع آخر ولو قال انت طالق علی الف فقبلت طلقت وعلیہا الالف وہو کقولہ انت طالق بالف ولابد من القبول فی الوجہین ۱۲ ہدایہ صہ ۳۸۷

[4] وعلی ہذا یکون ابراء بشرط فاذا لم یطلقہا لم یبرء اذا علمت ذلک فقد ظہر لک ان صحۃ ہذہ البراءۃ موقوفۃ علی الطلاق فورا ای فی المجلس ۱۲ شامی صہ ۵۸۰ ج ۲

[5] وان طلبت ثلثا بالف درہم او علی الف درہم فطلقہا واحدۃ تقع فی الاولی بائنۃ بثلث الالف وفی الثانیۃ رجعیۃ بلا شئ عند ابی حنیفۃ رح واما عندہما فتقع بائن بثلث الالف فانہا اذا قالت طلقنی ثلثا بالالف جعلت الالف عوضا عن الثلاث فاذا طلقہا واحدۃ یجب ثلث الالف الخ ۱۲ شرح وقایہ صہ ۱۱۷

مسئلہ۔ نابالغ لڑکا اور دیوانہ پاگل آدمی اپنی بی بی سے خلع نہیں کر سکتا۔

نوٹ بی بی کو ماں کی برابر کہنے کا بیان اور کفارہ کا بیان اور لعان کا بیان صـــ پر درج ہیں۔

میاں کے لاپتہ ہو جانے کا بیان

جس کا شوہر بالکل لاپتہ ہو گیا معلوم نہیں مر گیا یا زندہ ہے تو وہ عورت[۱] اپنا دوسرا نکاح نہیں کر سکتی بلکہ انتظار کرتی رہے کہ شاید آجاوے جب انتظار کرتے کرتے اتنی مدت گذر جاوے کہ شوہر کی عمر نوے برس کی ہو جاوے تو اب حکم لگا دیں گے کہ وہ مر گیا ہوگا۔ سو اگر وہ عورت ابھی جوان ہو اور نکاح کرنا چاہے تو شوہر کی عمر نوے برس کی ہونے کے بعد عدت پوری کر کے نکاح کر سکتی ہے مگر شرط[ع] یہ ہے کہ اس لاپتہ مرد کے مرنے کا حکم کسی شرعی حاکم نے لگایا ہو۔

نوٹ۔ عدت کا بیان اور موت کی عدت کا بیان صـــ پر درج کیا گیا ۱۲

سوگ کرنے کا بیان

مسئلہ۔ جس عورت[۳] کو طلاق رجعی ملی ہے اس کی عدت تو فقط یہی ہے کہ اتنی مدت تک گھر سے باہر نہ نکلے نہ کسی اور مرد سے نکاح کرے اس کو بناؤ سنگار وغیرہ درست ہے اور جس کو تین طلاقیں مل گئیں یا ایک طلاق بائن ملی یا اور کسی طرح سے نکاح ٹوٹ گیا یا مرد مر گیا ان سب صورتوں کا حکم یہ ہے کہ جب تک عدت میں رہے تب تک نہ تو گھر سے باہر نکلے نہ اپنا دوسرا نکاح کرے نہ کچھ بناؤ سنگار کرے یہ سب باتیں اس پر حرام ہیں اس سنگار نہ کرنے اور میلے کچیلے رہنے کو سوگ کہتے ہیں

مسئلہ۔ جب تک عدت ختم نہ ہو تب تک خوشبو[۴] لگانا کپڑے بسانا زیور گہنا پہننا پھول پہننا سرمہ لگانا پان کھا کر منہ لال کرنا مسی ملنا سر میں تیل ڈالنا کنگھی کرنا

ع لفظ مگر شرط یہ ہے سے لفظ لگایا ہو تک پہلے حاشیہ میں تھا اس مرتبہ داخل متن ہوا ۱۲

[۱] وشرطہ کالطلاق وہو اہلیۃ الزوج وکون المرءۃ محلا للطلاق ۱۲ در مختار صـــ ۵۵۹ ج ۲

[۲] فلا نیکح عرسہ الی تسعین سنۃ فان ظہر حیا فلہ ذلک بعدہا یحکم بموتہ فیما لہ یوم مضت المدۃ فتعتد عرسہ للموت الخ ۱۲ مختصر ملخصا ۱۲ صـــ ۲۱۸

[۳] وتحد معتدۃ البائن والموت کبیرۃ مسلمۃ بترک الزینۃ ولبس المزعفر والمعصفر والدہن والبخار والطیب والکحل الا لعذر ولا تخرج معتدۃ الرجعی والبائن عن بیتہا اصلا وتخرج معتدۃ الموت فی الملوین وتبیت فی منزلہا وتعتد فی منزلہا وقت الفرقۃ والموت الا ان تخرج او خافت تلف مالہا ۱۲ مختصر الوقایہ صـــ

[۴] حوالہ بالا

منہدی لگانا اچھے کپڑے پہننا ریشمی اور رنگے ہوئے بہار دار کپڑے پہننا۔ یہ سب باتیں حرام ہیں البتہ اگر بہار دار نہ ہوں تو درست ہے چاہے جیسا رنگ ہو مطلب یہ ہے کہ زینت کا کپڑا نہ ہو۔

مسئلہ[1]۔ سر میں درد ہونے کی وجہ سے تیل ڈالنے کی ضرورت پڑے تو جس میں خوشبو نہ ہو وہ تیل ڈالنا درست ہے۔ اسی طرح دوا کے لئے سرمہ لگانا بھی ضرورت کے وقت درست ہے لیکن رات کو لگا وے اور دن کو پونچھ ڈالے۔ اور سر ملنا اور نہانا بھی درست ہے ضرورت کے وقت کنگھی کرنا بھی درست ہے جیسے کسی نے سر ملا یا جوں پڑ گئی لیکن پٹی نہ جھکاوے نہ باریک[ع] کنگھی سے کنگھی کرے جس میں بال چکنے ہو جاتے ہیں بلکہ موٹے دندانے والی کنگھی کرے کہ خوبصورتی نہ آنے پاوے

مسئلہ[2]۔ سوگ کرنا اسی عورت پر[3] واجب ہے جو بالغ ہو۔ نابالغ لڑکی پر واجب نہیں۔ اس کو یہ سب باتیں درست ہیں۔ البتہ گھر سے نکلنا اور دوسرا نکاح کرنا اس کو بھی درست نہیں۔

مسئلہ۔ جس کا نکاح صحیح نہیں ہوا تھا بے قاعدہ[4] ہو گیا تھا وہ توڑ دیا گیا یا مرد مر گیا تو ایسی عورت پر بھی سوگ کرنا واجب نہیں۔

مسئلہ[5]۔ شوہر کے علاوہ کسی اور[6] کے مرنے پر سوگ کرنا درست نہیں۔ البتہ اگر شوہر منع نہ کرے تو اپنے عزیز اور رشتہ دار کے مرنے پر بھی تین دن تک بناؤ سنگار چھوڑ دینا درست ہے۔ اس سے زیادہ بالکل حرام ہے۔ اور اگر منع کرے تو تین دن بھی نہ چھوڑے۔

روئی کپڑے کا بیان

ع یعنی جس وقت موٹی کنگھی سے ضرورت رفع ہو جاوے اس وقت باریک کنگھی نہ کرے کیونکہ باریک کنگھی سے خوبصورتی پیدا ہوتی ہے پس اگر ضرورت نہیں ہے تو حصول زینت کے سبب ممنوع ہوگی اور اگر ضرورت ہے تو زینت کے مقصود نہ ہونے کے سبب جائز ہوگی لعل ہذا ہو محمل کلام المبسوط والحدیث فلیتدبر فیہ بحث الفتح وتقیید الجوہرۃ فتنبہ لہ ۱۲ تصحیح الاغلاط

[1] حوالہ بالا فان اکتحلت لا للزینۃ کان لہا ذلک کذا اذا لبست الحریر وادہنت لاجل الوجع لا للزینۃ وان امتشطت قالوا لان امتشطت بالطرف الذی اسنانہ منفرجۃ لا باس بہ وانما یکرہ الا متشاط بالطرف الآخر لان ذلک یکون للزینۃ ۱۲ قاضی خاں صہ ۲۷۲ ج ۲

[2] [3] ولتحد معتدۃ البائن والموت کبیرۃ مسلمۃ ۱۲ مختصر صہ ۱۰۳

[4] وعلی المعتدۃ ان تعتد فی المنزل الذی یضاف الیہا ۱۲ متن ہدایہ صہ ۴۰۸

[5] [6] لقولہ علیہ السلام لا یحل لامرأۃ تؤمن باللہ والیوم الآخر ان تحد علی میت فوق ثلثۃ ایام الا علی زوجہا اربعۃ اشہر وعشرا ۱۲ اخرجہ الجماعۃ الا الترمذی ویباح احداد علی قرابۃ ثلاثۃ ایام فقط وللزوج منعہا ۱۲ درمختار مع الشامی صہ ۹۱۸ ج ۲

مسئلہ۔ بی بی[1] کا روٹی کپڑا مرد کے ذمہ واجب ہے عورت چاہے کتنی ہی مالدار ہو مگر خرچ مرد ہی کے ذمہ ہے اور رہنے کے لئے گھر دینا بھی مرد ہی کے ذمہ ہے۔

مسئلہ۔ نکاح[2] ہو گیا لیکن رخصتی نہیں ہوئی تب بھی روٹی کپڑے کی دعویدار ہو سکتی ہے لیکن اگر مرد نے رخصت کرانا چاہا پھر بھی رخصتی نہیں ہوئی تو روٹی کپڑا پانے کی مستحق نہیں۔

نوٹ مسئلہ نمبر ۳ صہ پر درج کیا گیا ہے ۱۲

مسئلہ۔ جتنا مہر پہلے دینے کا دستور ہے وہ مرد نے نہیں دیا اس[4] لئے وہ مرد کے گھر نہیں جاتی تو اس کو روٹی کپڑا دلایا جاوے گا اور اگر یوں ہی بے وجہ مرد کے گھر نہ جاتی ہو تو روٹی کپڑا پانے کی مستحق نہیں ہے جب سے جاوے گی تب سے دلایا جاوے گا۔

مسئلہ۔ جتنے زمانہ تک شوہر کی اجازت سے اپنے ماں باپ کے گھر رہے اتنے زمانہ کا روٹی کپڑا بھی مرد سے لے سکتی ہے۔

مسئلہ۔ عورت بیمار پڑ گئی تو بیماری کے زمانہ کا روٹی کپڑا پانے کی مستحق[5] ہے چاہے مرد کے گھر بیمار پڑے یا اپنے میکے میں لیکن اگر بیماری کی حالت میں مرد نے بلایا پھر بھی نہیں آئی تو اب اس کے پانے کی مستحق نہیں رہی اور بیماری کی حالت میں فقط روٹی کپڑے کا خرچ ملے گا دوا علاج[6] حکیم طبیب کا خرچہ مرد کے ذمہ واجب نہیں اپنے پاس سے خرچ کرے اگر مرد دیدے اسکا احسان ہے۔

مسئلہ۔ عورت حج[7] کرنے گئی تو اتنے زمانہ کا روٹی کپڑا مرد کے ذمہ نہیں۔ البتہ اگر شوہر بھی ساتھ ہو تو اس زمانہ کا خرچ بھی ملے گا لیکن روٹی کپڑے کا جتنا خرچ گھر میں ملتا تھا اتنا ہی پانے کی مستحق ہے جو کچھ زیادہ لگے اپنے پاس سے لگا دے اور ریل اور جہاز وغیرہ کا کرایہ بھی مرد کے ذمہ نہیں ہے۔

مسئلہ۔ روٹی کپڑے میں[8] دونوں کی رعایت کی جاوے گی اگر دونوں مالدار

---

[1] النفقة واجبة للزوجة على زوجها مسلمة كانت او كافرة اذا سلمت نفسها الى منزله فعليه نفقتها وكسوتها وسكناها ۱۲ قدوری صہ ۲۴۲

[2] فان امتنعت من تسليم نفسها حتى يعطيها مهرها فلها النفقة وان نشزت فلا نفقة لها حتى يعود الى منزله ۱۲ قدوری صہ ۲۴۳

[3] حوالہ بالا

[4] ولو هى فى بيت ابيها اذا لم يطالبها الزوج بالنقلة به يفتى كذا اذا طالبها ولم تمتنع او امتنعت للمهر ۱۲ درمختار صہ ۴۴ مع الرد

[5] قالوا انما تجب النفقة على الزوج للمرأة المريضة فى بيته والصغيرة التى لا تجامع اذا كان تمكن الزوج من الاستمتاع بها من ذلك المرض بوجه ما فان كان لا يمكن لا نفقة لها ولو مرضت المرأة فى بيت زوجها بعد الدخول فانتقلت الى دار ابيها قالوا ان كانت بحال يمكنها النقل الى منزل الزوج بمحفة او نحوها فلم تنتقل لا نفقة لها وان كان لا يمكن نقلها فلها النفقة ۱۲ قاضی خاں صہ ۱۹۵ ج ۱

[6] قوله كما لا يلزمه مداواتها اى اتيانه لها بدواء المرض ولا اجرة الطبيب الخ ۱۲ شامی صہ ۶۴۶ ج ۲

[7] لا نفقة حاجة ولو نفلا لا معه ولو بمحرم ولو معه فعليه نفقة الحضر خاصة لا نفقة السفر ۱۲ صہ ۶۴۳ در مع الرد ج ۲

[8] [illegible]

ہوں تو امیروں کی طرح کا کھانا کپڑا ملیگا اور اگر دونوں غریب ہوں تو غریبوں کی طرح اور مرد غریب ہو اور عورت امیر یا عورت غریب ہے اور مرد امیر تو ایسا روٹی کپڑا دیوے کہ امیری سے کم ہو اور غریبی سے بڑھا ہوا۔

مسئلہ۔ عورت[1] اگر بیمار ہے کہ گھر کا کاروبار نہیں کر سکتی یا ایسے بڑے گھر کی ہے کہ اپنے ہاتھ سے پیسنے کوٹنے کھانا پکانے کا کام نہیں کرتی بلکہ عیب[عہ] سمجھتی ہے تو پکا پکایا کھانا دیا جاوے اور اگر دونوں باتوں میں سے کوئی بات نہ ہو تو گھر کا سب کام کاج اپنے ہاتھ سے کرنا واجب ہے۔ یہ سب کام خود کرے۔ مرد کے ذمہ فقط اتنا ہے کہ چولھا چکی کچا اناج لکڑی کھانے پینے کے برتن وغیرہ لا دیوے وہ اپنے ہاتھ سے پکاوے اور کھاوے۔

مسئلہ۔ تیل[2] کنگھی، کھلی، صابون وضو اور نہانے دھونے[3] کا پانی مرد کے ذمہ ہے اور سرمہ مسی[4] پان تمباکو مرد کے ذمہ نہیں۔ دھوبی کی تنخواہ مرد کے ذمہ نہیں اپنے ہاتھ سے دھووے اور پہنے اور اگر مرد دیدے تو اس کا احسان ہے۔

مسئلہ۔ دائی[5] جنائی کی مزدوری اس پر ہے جس نے بلوایا۔ مرد نے بلوایا ہو تو مرد پر اور عورت نے بلوایا ہو تو اس پر اور جو بے بلائے آگئی تو مرد پر۔

مسئلہ۔ روٹی کپڑے[6] کا خرچ ایک سال کا یا اس سے کچھ کم زیادہ پیشگی دیدیا اب اس میں سے کچھ لوٹا نہیں سکتا۔

رہنے کے لئے گھر ملنے کا بیان

مسئلہ۔ مرد کے ذمہ[7] یہ بھی واجب ہے کہ بی بی کے رہنے کے لئے کوئی ایسی جگہ دیوے جس میں شوہر کا کوئی رشتہ دار نہ رہتا ہو بالکل خالی ہو تاکہ میاں بی بی بالکل بے تکلفی سے رہ سکیں۔ البتہ اگر عورت خود سب کے ساتھ رہنا گوارا کرلے تو ساجھے کے گھر میں بھی رکھنا درست ہے۔

[عہ] یعنی وہاں کے رواج میں لوگ اس کو ہلکی بات سمجھتے ہیں۔ ۱۲

[1] قال الفقیہ ابو اللیث رح اذا امتنعت المرءة عن الطبخ والخبز انما یجب علی الزوج ان یاتیہا بطعام مہیئ اذا کانت المرءة من بنات الاشراف لا تخدم بنفسہا فی اہلہا او لم تکن من بنات الاشراف ولکن بہا علۃ لا تقدر علی الطبخ والخبز اما اذا لم تکن کذلک لا یجب علی الزوج ان یاتیہا بطعام مہیئ ۱۲ قاضی خاں ص ۱۹۵

[2] ویجب علیہ آلۃ طحن وخبز وآنیۃ شراب وطبخ ککوز وجرۃ وقدر ومغرفۃ وکذا سائر ادوات البیت کحصیر ولبد وطنفسۃ وما تنظف بہ وتزیل الوسخ کمشط واشنان وما یمنع الصنان ومدرس الخ در مختار ص ۶۴۶ ج ۲

[3] اما الخضاب والکحل فلا یلزمہ الخ

[4] تنبیہ قد علم مما ذکرنا انہ لا یلزمہ القہوۃ والدخان الخ ۱۲ شامی ج ۲ ص ۶۴۹

[5] وفیہ اجرۃ القابلۃ علی من استاجرہا من زوجۃ وزوج ولو جاءت بلا استیجار قیل علیہ وقیل علیہا ۱۲ حوالہ بالا

[6] ولا استرد معجلۃ مدۃ مات احدہما قبلہا ۱۲ مختصر ص ۱۰۶

[7] ویجب سکناہا فی بیت لیس فیہ احد من اہلہ ولو ولدہ من غیرہا برضاہا وبیت مفرد من دار لہ غلق کفاہا ۱۲ شرح وقایہ ص ۲۹

مسئلہ۔ گھر میں سے ایک جگہ عورت کو الگ کر دے[1] کہ وہ اپنا مال اسباب حفاظت سے رکھے اور خود اس میں رہے سہے اور اس کی قفل کنجی اپنے پاس رکھے کسی کو اس میں دخل نہ ہو فقط عورت ہی کے قبضہ میں رہے تو بس حق ادا ہو گیا۔ عورت کو اس سے زیادہ کا دعویٰ نہیں ہو سکتا اور یہ نہیں کہہ سکتی کہ پورا گھر میرے لئے الگ کر دو۔

مسئلہ۔ جس طرح عورت کو اختیار ہے کہ اپنے لئے کوئی الگ گھر مانگے جس میں مرد[2] کا کوئی رشتہ دار نہ رہنے پاوے فقط عورت ہی کے قبضہ میں رہے اسی طرح مرد کو اختیار ہے کہ جس گھر میں عورت رہتی ہے وہاں اس کے رشتہ داروں کو نہ آنے دے نہ ماں کو نہ باپ کو نہ بھائی کو نہ کسی اور رشتہ دار کو۔

مسئلہ۔ عورت اپنے ماں باپ کو دیکھنے کے لئے ہفتہ میں ایک دفعہ[3] جا سکتی ہے اور ماں باپ کے سوا اور رشتہ داروں کے لئے سال بھر میں ایک دفعہ اس سے زیادہ کا اختیار نہیں۔ اسی طرح اس کے ماں باپ بھی ہفتہ میں فقط ایک مرتبہ یہاں آ سکتے ہیں مرد کو اختیار ہے کہ اس سے زیادہ جلدی جلدی نہ آنے دے اور ماں باپ کے سوا اور رشتہ دار سال بھر میں فقط ایک دفعہ آ سکتے ہیں اس سے زیادہ آنے کا اختیار نہیں لیکن مرد کو اختیار ہے کہ زیادہ نہ ٹھہرنے دے نہ ماں باپ کو نہ کسی اور کو اور جاننا چاہیئے کہ رشتہ داروں سے مطلب وہ رشتہ دار ہیں جن سے نکاح ہمیشہ کے لئے حرام ہے اور جو ایسے نہ ہوں وہ شرع میں غیر کے برابر ہیں

مسئلہ۔ اگر باپ[ع] بہت بیمار ہے[4] اور اس کا کوئی خبر لینے والا نہیں تو ضرورت کے موافق وہاں روز جایا کرے اگر باپ بے دین کافر ہو تب بھی یہی حکم ہے بلکہ اگر شوہر منع بھی کرے تب بھی جانا چاہیئے لیکن شوہر کے منع کرنے پر جانے سے روٹی کپڑے کا حق نہ رہیگا۔

مسئلہ۔ غیر لوگوں کے گھر نہ جانا چاہیئے[5] اگر بیاہ شادی وغیرہ کی کوئی محفل ہو

[ع] یا ماں یا جن کے ان ہی کے مثل حقوق ہوں ۱۲

[1] حوالہ بالا

[2] ولہ منع ولدہا وولدہا من غیرہ من الدخول علیہا بنارعلی ان البیت ملکہ فلہ المنع من الدخول فیہ ۱۲ حوالہ بالا

[3] لا من النظر الیہا وکلامہا حتی نشار وقیل لا تمنع من الخروج الی الوالدین ولا من دخولہا علیہا کل جمعۃ وفی محرم غیرہما کل سنۃ ہو الصحیح وعلیہ الفتویٰ ۱۲ شرح وقایہ ص ۱۲۹

[4] ولو ابوہا زمنا مثلا فاحتاجہا فعلیہا تعاہدہ ولو کافرا وان ابی الزوج ۱۲ فتح القدیر شامی ص ۶۶۴ ج ۲

ولیس لہ النفقۃ الظاہر لا حوالہ بالا

[5] ویمنعہا من زیارۃ الاجانب وعیادتہم والولیمۃ وان اذن کانا عاصیین الخ ۱۲ در مختار ص ۶۶۵

قال الشامی قولہ والولیمۃ ظاہرہ ولو کانت عند المحارم الخ ۱۲ صفحہ بالا

اور شوہر اجازت بھی دیدے تو بھی جانا درست نہیں شوہر اجازت دے گا تو وہ بھی گنہگار ہوگا بلکہ محفل کے زمانے میں اپنے محرم رشتہ دار کے یہاں جانا بھی درست نہیں۔

مسئلہ۔ جس عورت کو طلاق مل گئی[1] وہ بھی عدت تک روٹی کپڑا اور رہنے کا گھر پانے کی مستحق ہے۔ البتہ جس کا خاوند مر گیا اس کو روٹی کپڑا اور گھر ملنے کا حق نہیں ہاں اس کو میراث سب چیزوں میں ملے گی۔

نوٹ مسئلہ نمبر ۸ صفحہ ۹ پر درج ہے ۱۲

لڑکے کے حلالی ہونے کا بیان

مسئلہ۔ جب کسی شوہر والی عورت[2] کے اولاد ہوگی تو وہ اسی شوہر کی کہلاوے گی کسی شبہ پر یہ کہنا کہ یہ لڑکا اس کے میاں کا نہیں ہے بلکہ فلانے کا ہے درست نہیں اور اس لڑکے کو حرامی کہنا بھی درست نہیں اگر اسلام کی حکومت ہو تو ایسا کہنے والے کو کوڑے مارے جاویں۔

مسئلہ۔ حمل کی مدت کم سے کم چھ مہینے ہیں اور زیادہ سے زیادہ[3] دو برس یعنی کم سے کم چھ مہینے لڑکا پیٹ میں رہتا ہے پھر پیدا ہوتا ہے چھ مہینے سے پہلے نہیں پیدا ہوتا اور زیادہ سے زیادہ دو برس پیٹ میں رہ سکتا ہے اس سے زیادہ پیٹ میں نہیں رہ سکتا ہے۔

مسئلہ۔ شریعت کا قاعدہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے تب تک لڑکے[4] کو حرامی نہ کہیں گے جب بالکل مجبوری ہو جاوے تب حرامی ہونے کا حکم لگا دیں گے اور عورت کو گنہگار ٹھہرا دیں گے۔

مسئلہ۔ کسی نے اپنی بی بی کو طلاق رجعی دیدی پھر دو برس سے کم میں[5] اسکے کوئی لڑکا پیدا ہوا تو لڑکا اسی شوہر کا ہے اس کو حرامی کہنا درست نہیں شریعت سے اس کا نسب ٹھیک ہے۔ اگر دو برس سے ایک دن بھی کم ہو تب بھی یہی حکم ہے

[1] والمطلقة الرجعي والبائن والمفرقة بلا معصية كخيار العتق والبلوغ والتفريق لعدم الكفاءة النفقة والسكنى اي ما دامت في العدة لا لمعتدة الموت ۱۲ شرح وقایہ مختصا صہ ۱۳۰

[2] الولد للفراش وللعاهر الحجر ۱۲ مشکوٰۃ شریف صہ ۲۶۱

[3] واکثر مدة الحمل سنتان واقلها ستة اشهر ۱۲ شرح وقایہ صہ ۱۳۶

[4] والحكم فيه لا يثبت النسب من غير دعوة الا ينتفي بمجرد النفي وانما ينتفي باللعان ۱۲ عالمگیری صہ ۵۳۶

[5] ويثبت نسب لمعتدة الرجعي وان جاءت به لاكثر من سنتين ما لم تقر بانقضاء العدة لاحتمال العلوق في العدة وجواز كون المرأة ممتدة الطهر اما لو اقرت بانقضاء العدة ثم ولدت وبين الطلاق والولادة اكثر من سنتين لا يثبت النسب على ما يأتي من انه انما يثبت اذا كان بين المدتين اقل من نصف سنة ۱۲ شرح وقایہ صہ ۱۲۴ ج ۲

ایسا سمجھیں گے کہ طلاق سے پہلے کا پیٹ ہے۔ اور دو برس تک بچہ پیٹ میں رہا اور اب بچہ ہونے کے بعد اس کی عدت ختم ہوئی اور نکاح سے الگ ہوئی ہاں اگر وہ عورت اس جننے سے پہلے خود ہی اقرار کر چکی ہو کہ میری عدت ختم ہو گئی تو مجبوری ہے اب یہ لڑکا حرامی ہے۔ بلکہ ایسی عورت کے اگر دو برس کے بعد لڑکا ہوا اور ابھی تک عورت نے اپنی عدت ختم ہونے کا اقرار نہیں کیا ہے تب بھی وہ لڑکا اسی شوہر ہی کا ہے چاہے جے برس میں ہوا ہو اور ایسا سمجھیں گے کہ طلاق دیدینے کے بعد عدت میں صحبت کی تھی اور طلاق سے باز آ گیا تھا اس لئے وہ عورت اب لڑکا پیدا ہونے کے بعد بھی اسی کی بیوی ہے اور نکاح دونوں کا نہیں ٹوٹا۔ اگر مرد[1] کا لڑکا نہ ہو تو وہ کہدے کہ میرا نہیں ہے اور جب انکار کرے گا تو لعان کا حکم ہوگا۔

مسئلہ۔ اگر طلاق بائن[2] دیدی تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر دو برس[عـ] کے اندر اندر لڑکا پیدا ہو تب اسی مرد کا ہوگا اور اگر دو برس کے بعد ہو تو وہ حرامی ہے۔ ہاں اگر دو برس کے بعد پیدا ہونے پر بھی مرد دعویٰ کرے کہ لڑکا میرا ہے تو حرامی نہ ہوگا اور ایسا سمجھیں گے کہ عدت کے اندر دھوکہ سے صحبت کر لی ہوگی اس سے پیٹ رہ گیا۔

مسئلہ[3]۔ اگر نابالغ لڑکی کو طلاق مل گئی[عـ] جو ابھی جوان تو نہیں ہوئی لیکن جوانی کے قریب قریب ہو گئی ہے پھر طلاق کے بعد پورے نو مہینے میں لڑکا پیدا ہوا تو وہ حرامی ہے اور اگر نو مہینے سے کم میں پیدا ہوا تو شوہر کا ہے۔ البتہ وہ لڑکی عدت کے اندر رہی یعنی تین مہینے سے پہلے اقرار کرلے کہ مجکو پیٹ ہے تو وہ لڑکا حرامی نہ ہوگا دو برس کے اندر اندر پیدا ہونے سے باپ کا کہلاوے گا۔[عـ]

[1] او نفی ولدہا وطالبت بہ لاعن ۱۲ شرح وقایہ صـ۱۳۰

[2] ومبتوتۃ ولدت لاقل منہا وان ولدت لتمامہما لا الا بدعوۃ ویحمل علی وطیہا بشبہۃ فی العدۃ ۱۲ حوالہ بالا

[3] ومراہقۃ اتت بہ لاقل من تسعۃ ولتسعۃ لا ۱۲ شرح وقایہ صـ۱۳۵ وان کانت الصغیرۃ ادعت الحبل فی العدۃ فالجواب فیہا وفی الکبیرۃ سواء لان باقرارہا یحکم ببلوغہا ۱۲ ہدایہ صـ۴۱۱ ج ۲

عـ یعنی بشرطیکہ عورت نے مدت گذر جانے کا اقرار نہ کیا ہو ۱۲ تصحیح الاغلاط

عـ یہ حکم اس عورت کا ہے جس کو طلاق بائن دی گئی ہو اور اگر طلاق رجعی دی گئی ہے تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر ستائیس مہینے سے کم میں پیدا ہوا ہے تو بھی باپ ہی کا کہلاوے گا ۱۲ تصحیح الاغلاط

مسئلہ۔ کسی عــہ کا شوہر مر گیا تو مرنے کے وقت سے[1] اگر دو برس کے اندر لڑکا پیدا ہو تو وہ حرامی نہیں بلکہ شوہر کا لڑکا ہے۔ ہاں اگر وہ عورت اپنی عدت ختم ہو جانے کا اقرار کر چکی ہو تو مجبوری ہے اب حرامی کہا جاوے گا اور اگر دو برس کے بعد پیدا ہو تب بھی حرامی ہے۔

تنبیہ ان مسئلوں سے معلوم ہوا کہ جاہل لوگوں کی جو عادت ہے کہ اگر کسی کے مرے پیچھے نو مہینے سے ایک دو مہینے بھی زیادہ گذر کر لڑکا پیدا ہو تو اس عورت کو بدکار سمجھتے ہیں یہ بڑا گناہ ہے۔

مسئلہ۔ نکاح کے بعد چھ مہینے عــہ سے[2] کم میں لڑکا پیدا ہوا تو حرامی ہے اور اگر پورے چھ مہینے یا اس سے زیادہ مدت میں ہوا تو وہ شوہر کا ہے۔ اس پر بھی شبہ کرنا گناہ ہے البتہ اگر شوہر انکار کرے اور کہے کہ میرا نہیں ہے تو لعان کا حکم ہوگا۔

مسئلہ۔ نکاح ہو گیا لیکن ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی[3] کہ لڑکا پیدا ہو گیا تو وہ لڑکا شوہر ہی سے عــہ ہے حرامی نہیں۔ اور اس کا حرامی کہنا درست نہیں اگر شوہر کا نہ ہو تو انکار کرے اور انکار کرنے پر لعان کا حکم ہوگا۔

لوٹ۔ مسئلہ نمبر ۱۰ صفحہ پر درج کیا گیا ۱۲

اولاد کی پرورش کا بیان

مسئلہ۔ میاں بی عــہ بی میں[4] جدائی ہو گئی اور طلاق مل گئی اور گود میں بچہ ہے تو اس کی پرورش کا حق ماں کو ہے باپ اس کو نہیں چھین سکتا لیکن لڑکے کا

عــہ یہ حکم جوان عورت کا ہے لڑکی کا حکم دوسرا ہے ۱۲ تصحیح الاغلاط

عــہ یہ مطلب نہیں کہ واقع میں وہ شوہر کے نطفہ سے ہے تاکہ اس پر شبہ ہو سکے کہ یہ بات عقل کے خلاف ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ قانون شرعی کی رو سے اس لڑکے کو شوہر کا کہیں گے اس کی ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص اپنے قاتل ہونے کا اقرار کرے اور اس تاریخ میں اس مقام پر موجود نہ تھا اور واقع بھی اس کا صحیح ہے تو قانون کی رو سے وہ قاتل ہوگا خواہ واقع میں نہ ہو اس مسئلہ کی بحث رسالہ رفع الارتیاب میں مفصل طور پر لکھی گئی ہے ضرور دیکھ لیا جاوے ۱۲

[1] ای ان کانت العدۃ عدۃ وفاۃ والمدۃ بین الموت والولادۃ اقل من سنتین ثبت نسب ولدہا التی ولا تسعہ بشرط اقرار الورثۃ بہا ۱۲ شرح وقایہ مع التغیر قال قبل ذلک ومعتدۃ اقرت بمضی العدۃ وولدت لاقل من نصف سنۃ ولنصفہا ۱۲ حوالہ بالا

[2] من قال ان نکحتہا فہی طالق فنکحہا فولدت لنصف سنۃ منذ نکحہا لزم نسبہ ومہرہا ۱۲ شرح وقایہ صفحہ ۱۲

[3] ومنکوحۃ اتت بہ لستۃ اشہر ای من وقت النکاح یثبت نسب ولدہا اقر بہ الزوج او سکتت فان ثبوت نسب ولد المنکوحۃ لایحتاج الی الاقرار ولا اقل منہا لایثبت فانہ اذا کان بین النکاح والولادۃ اقل من ستۃ اشہر لایکون منہ ۱۲ حوالہ بالا

[4] والحضانۃ للام بلا جبرہا طلقت اولا ثم لامہا ان علت الخ وقال فی باب النفقۃ ونفقۃ الطفل نفقیر اعلی ابیہ ۱۲ شرح وقایہ صفحہ ۱۳۰ وصفحہ ۱۲۶

سارا خرچ باپ ہی کو دینا پڑے گا۔ اور اگر ماں خود پرورش نہ کرے باپ کے حوالے کر دے تو باپ کو لینا پڑے گا عورت کو زبردستی نہیں دے سکتا۔

مسئلہ۔ اگر ماں نہ ہو یا[1] ہے تو لیکن اس نے بچہ کے لینے سے انکار کر دیا تو پرورش کا حق نانی اور پرنانی[ع] کو ہے ان کے بعد دادی پر دادی یہ بھی نہ ہوں تو سگی بہنوں کا حق ہے کہ وہ اپنے بھائی کی پرورش کریں۔ سگی بہنیں نہ ہوں تو سوتیلی بہنیں مگر جو بہنیں ایسی ہوں کہ ان کی اور اس بچہ کی ماں ایک ہو وہ پہلے ہیں اور جو بہنیں ایسی ہوں کہ ان کا اور اس بچہ کا باپ ایک ہے وہ پیچھے ہیں پھر خالہ پھر پھوپھی۔

مسئلہ۔ اگر ماں[2] نے کسی ایسے مرد سے نکاح کر لیا جو بچہ کا محرم رشتہ دار نہیں یعنی اس رشتہ میں ہمیشہ کے لئے نکاح حرام نہیں ہوتا تو اب اس بچہ کی پرورش کا حق نہیں رہا۔ البتہ اگر اس بچہ کے کسی ایسے رشتہ دار سے نکاح کیا جس میں نکاح درست نہیں ہوتا جیسے اس کے چچا سے نکاح کر لیا یا ایسا ہی کوئی اور رشتہ ہو تو ماں کا حق باقی ہے۔ ماں کے سوا کوئی اور عورت جیسے بہن خالہ وغیرہ غیر مرد سے نکاح کر لے اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اب اس بچہ کی پرورش کا حق نہیں رہا۔

مسئلہ۔ غیر مرد[3] سے نکاح کر لینے کی وجہ سے حق جاتا رہا تھا لیکن پھر اس مرد نے چھوڑ دیا یا مر گیا تو اب پھر اس کا حق لوٹ آوے گا اور بچہ اس کے حوالہ کر دیا جاوے گا۔

مسئلہ۔ بچہ کے رشتہ[4] داروں میں سے اگر کوئی عورت بچہ کی پرورش کے لئے نہ ملے تو اب باپ زیادہ مستحق ہے پھر دادا وغیرہ اسی ترتیب سے جو ہم ولئ نکاح کے بیان میں ذکر کر چکے ہیں لیکن اگر نامحرم رشتہ دار ہو اور لڑکی کو اسے دینے میں آئندہ چل کر کسی خرابی کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں ایسے

ع یعنی جب کہ نانی نہ ہو یا لینے سے انکار کرے اور اسی طرح دادی اور پر دادی میں سمجھنا چاہیے۔ ۱۲

[1] ثم لابیہا وان علت ثم لام ابیہ ثم لاخت لاب وام ثم لام ثم بخالۃ کذلک ثم عمۃ کذلک ۱۲ شرح وقایہ ص ۱۲۷

[2] و بنکاح غیر محرم منہ یسقط حقہا ای فی الحضانۃ المحرم لاکام نکحت عمہ وجدۃ جدۃ ای جدۃ نکحت جدہ الخ ۱۲ شرح وقایہ ص ۱۱

[3] ویعود الحق بزوال نکاح سقط بہ ۱۲ حوالہ بالا

[4] ثم العصبات علی ترتیبہم لکن لاتدفع صبیۃ الی عصبۃ غیر محرم کولی العتاقۃ وابن العم ولا فاسق ماجن الخ ہدایہ ۱۲

شخص کے سپرد کر دیں گے جہاں ہر طرح اطمینان ہو۔

مسئلہ[۱]۔ لڑکا جب[۲] تک سات برس کا نہ ہو تب تک اس کی پرورش کا حق رہتا ہے جب سات برس کا ہو گیا تو اب باپ اس کو زبردستی لے سکتا ہے اور لڑکی کی پرورش کا حق نو برس تک رہتا ہے جب نو برس کی ہو گئی تو باپ لے سکتا ہے اب اس کو روکنے کا حق نہیں ہے۔

شوہر کے حقوق کا بیان

اللہ تعالیٰ نے شوہر کا بڑا حق بنایا ہے اور بہت بزرگی دی ہے شوہر کا راضی اور خوش رکھنا بڑی عبادت ہے اور اس کا ناخوش اور ناراض کرنا بہت گناہ ہے حضرت رسول[۲] اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو عورت پانچوں وقت کی نماز پڑھتی رہے اور رمضان کے مہینے کے روزے رکھے اور اپنی آبرو کو بچائے رہے یعنی پاکدامن رہے اور اپنے شوہر کی تابعداری اور فرمانبرداری کرتی رہے تو اس کو اختیار ہے جس دروازہ سے چاہے جنت میں چلی جائے مطلب یہ ہے کہ جنت کے آٹھ دروازوں میں سے جس دروازے سے اس کا جی چاہے جنت میں بے کھٹکے چلی جاوے اور حضرت[۳] نے فرمایا ہے کہ جس کی موت ایسی حالت پر آئے کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہے تو وہ جنتی ہے اور حضرت[۴] نے فرمایا ہے کہ اگر میں خدا کے سوا کسی اور کو سجدہ کرنے کو کہتا تو عورت کو ضرور حکم دیتا کہ اپنے میاں کو سجدہ کیا کرے[۵] اگر مرد اپنی عورت کو حکم دے کہ اس پہاڑ کے پتھر اٹھا کر اس پہاڑ تک لیجاوے اور اس پہاڑ کے پتھر اٹھا کر تیسرے پہاڑ تک لیجاوے تو اس کو یہی کرنا چاہیے حضرت[۶] نے یہی فرمایا ہے کہ جب کوئی مرد اپنی بی بی کو اپنے کام کے لئے بلاوے تو ضرور اس کے پاس آوے اگر چولھے پر بیٹھی ہو تب بھی چلی آئے مطلب یہ ہے کہ چاہے جتنے ضروری کام پر بیٹھی ہو

[۵] اور یہ عبادت کا سجدہ نہ ہوتا محض ادب کا ہوتا اور اب کسی طرح کا بھی درست نہیں ۱۲

[۱] والام والجدة احق بالانثیٰ حتی یا کل وحدہ ویشرب وحدہ ویلبس وحدہ وقدر الخصاف بسبع سنین وعلیہ الفتویٰ وبالبنت حتی تحیض وعن محمد حتی تشتہی وہو المعتمد الخ شرح وقایہ صہ ۱۲۷

[۲] ہو مروی عن انس رض کما ہو مفصل فی المشکوٰۃ صہ ۲۸۱

[۳] ہو مروی عن ابی ہریرہ بحوالہ بالا

[۴] ہو مروی عن طلق بن علی رضی اللہ عنہ فی المشکوٰۃ صہ ۲۸۱

سب چھوڑ چھاڑ کر چلی آوے اور حضرتؐ نے فرمایا ہے کہ جب کسی مرد نے اپنی عورت[1] کو اپنے پاس لیٹنے کے لئے بلایا اور وہ نہ آئی پھر وہ اسی طرح غصہ میں لیٹ رہا تو صبح تک سارے فرشتے اِس عورت پر لعنت کرتے رہتے ہیں اور حضرتؐ[2] نے فرمایا ہے کہ دنیا میں جب کوئی عورت اپنے میاں کو ستاتی ہے جو حور قیامت میں اِس کی بی بی بنے گی یوں کہتی ہے تیرا خدا ناس کرے تو اسکو مت ستا یہ تو تیرے پاس مہمان ہے تھوڑے ہی دنوں میں تجھ کو چھوڑ کر ہمارے پاس چلا آوے گا اور حضرت نے فرمایا[3] ہے کہ تین طرح کے آدمی ایسے ہیں جن کی نہ تو نماز قبول[ع] ہوتی ہے نہ کوئی اور نیکی منظور ہوتی ہے ایک تو وہ لونڈی غلام جو اپنے مالک سے بھاگ جائے دوسرے وہ عورت جس کا شوہر اس سے ناخوش ہو تیسرے وہ جو نشہ میں مست ہو کسی[4] نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ سب سے اچھی کون عورت ہے تو آپ نے فرمایا کہ وہ عورت کہ جب اس کا میاں اس کی طرف دیکھے تو خوش کر دے[عـہ] اور جب کچھ کہے تو کہا مانے اور اپنی جان و مال[سہ] میں کچھ اس کے خلاف نہ کرے جو اس کو ناگوار ہو ایک حق مرد کا یہ ہے کہ اس کے پاس ہوتے ہوئے بے اسکی اجازت کے نفل روزے نہ رکھا کرے اور بے اسکی اجازت کے نفل نماز نہ پڑھے۔ ایک حق اس[5] کا یہ ہے کہ اپنی صورت بگاڑ کے اور میلی کچیلی نہ رہا کرے بلکہ بناؤ سنگار سے رہا کرے یہاں تک کہ اگر مرد کے کہنے پر بھی عورت سنگار نہ کرے تو مرد کو مارنے کا اختیار ہے ایک حق یہ ہے کہ بے میاں کی اجازت گھر سے باہر کہیں جاوے نہ عزیز اور رشتہ دار کے گھر نہ کسی غیر کے گھر۔

ع یعنی پورا ثواب نہ ملیگا ۱۲

عـہ یعنی وہ ہر وقت ایسے افعال و اخلاق کو اختیار کئے رہتی ہے کہ جب اسکو دیکھتا ہے جی بھلا ہوتا ہے ۱۲

سہ اپنے مال سے مراد شوہر کا مال ہے اس کے پاس ہونے کے سبب اسکا مال فرما دیا مطلب یہ ہے کہ شوہر نے جو اپنا مال اس کو سپرد کر رکھا ہے اس میں کوئی ایسا تصرف نہ کرے جو شوہر کو ناگوار ہو ۱۲

[1] ہو مروی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ فی المشکوٰۃ ص ۲۸۱

[2] ہو مروی عن معاذ بن جبل رضہ بالفاظ فی الصفحۃ ۲۸۱ من المشکوٰۃ

[3] ہو مروی عن ابی ہریرۃ رضہ مرفوعا علی الصفحۃ السابقۃ ۱۲

[4] ہو مروی عن جابر رضی اللہ عنہ فی المشکوٰۃ علی ص ۲۸۳

[5] اس کے علاوہ بہت سے حقوق عورت پر مرد کے ہیں چنانچہ کچھ حقوق انکے علاوہ یہ خاکسار بتلاتا ہے کہ شوہر عورت کو چار باتوں پر مار سکتا ہے ایک تو ترک زینت پر جب مرد زینت کرانا چاہے اور وہ نہ کرے دوسرے صحبت کی اجازت نہ دینے پر حالانکہ عورت پاک ہو تیسرے نماز ترک کرنے پر اور بعض روایتوں میں امام محمد صاحب سے یہ بھی منقول ہے کہ نماز ترک کرنے پر نہیں مار سکتا مگر پہلا قول صحیح ہے کہ مار سکتا ہے اسی طرح جنابت اور حیض کا غسل نہ کرنے پر بھی مار سکتا ہے چوتھے بلا اجازت شوہر کے مکان سے باہر جانے پر بشرطیکہ شوہر اس کا مہر ادا کر چکا ہو اگر کسی کی بیوی نماز نہ پڑھتی ہو تو اس کو جائز ہے کہ طلاق دیدے اور اگر مالدار ہو تو اس کا مہر ادا کر دے کیونکہ ابو حفص بخاری رضہ سے منقول ہے کہ انھوں نے کہا کہ اگر کوئی

بقیہ صفحہ آئندہ

میاں کیساتھ نباہ کرنے کا طریقہ

یہ خوب سمجھ لو کہ میاں بی بی کا ایسا سابقہ ہے کہ ساری عمر اسی میں تیر کرنا ہے اگر دونوں کا دل ملا ہوا رہا تو اس سے بڑھ کر کوئی نعمت[1] نہیں اور اگر خدانخواستہ دلوں میں فرق آگیا تو اس سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں اس لئے جہاں تک ہو سکے میاں کا دل ہاتھ میں لئے رہو اور اس کی آنکھ کے اشارہ پر چلا کرو۔ اگر وہ حکم کرے کہ رات بھر ہاتھ باندھے کھڑی رہو تو دنیا اور آخرت کی بھلائی اسی میں ہے کہ دنیا کی تھوڑی سی تکلیف گوارا کر کے آخرت کی بھلائی اور سرخروئی حاصل کرو۔ کسی وقت کوئی بات ایسی نہ کرو جو اس کے مزاج کے خلاف ہو اگر وہ دن کو رات بتلائے[2] تو تم بھی دن کو رات کہنے لگو۔ کم سمجھی اور انجام نہ سوچنے کی وجہ سے بعضی بی بیاں ایسی باتیں کر بیٹھتی ہیں جس سے مرد کے دل میں میل آجاتا ہے کہیں بے موقع زبان چلادی کوئی بات طعنہ و تشنیع کی کہہ ڈالی غصہ میں جلی کٹی باتیں کہہ دیں کہ خوامخواہ سن کر بُرا لگے پھر جب اس کا دل پھر گیا تو روتی پھرتی ہیں۔ یہ خوب سمجھ لو کہ دل پر میل آجانے کے بعد اگر دو چار دن میں تم نے کہہ سن کر منا بھی لیا تب بھی وہ بات نہیں رہتی جو پہلے تھی۔ پھر ہزار باتیں بناؤ عذر معذرت کرو لیکن جیسے پہلا دل صاف تھا اب ویسی محبت نہیں رہتی جب کوئی بات ہوتی ہے تو یہی خیال آجاتا ہے کہ یہ وہی ہے جس نے فلانے فلانے دن ایسا کہا تھا۔ اس لئے اپنے شوہر کے ساتھ خوب سوچ سمجھ کر رہنا چاہیئے کہ خدا اور رسول ؐ کی بھی خوشی ہو اور تمہاری دنیا اور آخرت دونوں درست ہو جائیں۔ سمجھدار بی بیوں کو کچھ بتلانے کی تو کوئی ضرورت نہیں ہے وہ خود ہی ہر بات کے نیک و بد کو دیکھ لیویں گی لیکن پھر بھی ہم بعضی ضروری باتیں

---

[1] یعنی بہت بڑی نعمت ہے ۱۲

[2] اس کا ظاہری مطلب مراد نہیں بلکہ مقصود مبالغہ ہے اطاعت اور موافقت کرنے میں ۱۲

بقیہ صفحہ گذشتہ

بندہ اس حال میں خدا تعالےٰ سے ملاقات کرے کہ اس کی گردن میں مہر کا قرضہ لٹکا ہو تو میرے نزدیک اس سے یہ بہتر ہے کہ کسی ایسی عورت سے صحبت کرے جو نماز نہ پڑھتی ہو اور ایک حق یہ ہے کہ اگر کوئی عورت یہ چاہے کہ کسی علمی مجلس میں بلا اجازت شوہر کے جائے تو ہرگز ایسا نہ کرے اور اگر عورت کو کوئی ضرورت مسئلہ پوچھنے کی پیش آئے تو اگر اس کا شوہر خود عالم ہے تو اسی سے دریافت کرلے اور باہر نہ جائے اور اگر جاہل ہے لیکن کسی عالم سے وہ مسئلہ دریافت کر کے بتا سکتا ہے تب بھی نہ جائے البتہ اگر خود بھی شوہر عالم نہیں اور نہ کسی عالم سے دریافت کر کے بتاتا ہے تو اس کو بلا اجازت شوہر کے عالم سے مسئلہ پوچھنے جانا جائز ہے اس لئے کہ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے لہٰذا یہ شوہر کے حق پر بھی مقدم ہے اور اگر کوئی ضرورت تو پیش نہیں آئی ہے یونہی کسی عورت کا جی چاہتا ہے کہ نماز اور وضو کے مسائل سیکھنے کسی علمی مجلس میں جائے تو اگر شوہر ان مسائل کو جانتا ہے اور عورت کو بتا تا رہتا ہے یا بتا سکتا ہے تو بھی بلا اجازت نہ جائے اور اگر خاوند کو وہ مسائل نہ یاد ہوں تو خاوند کے

بقیہ صفحہ آئندہ

بیان کرتے ہیں جب تم ان کو خوب سمجھ لوگی تو اور باتیں بھی اسی سے معلوم ہو جایا کریں گی شوہر کی حیثیت سے زائد خرچ نہ مانگو جو کچھ جڑے اُسے اپنا گھر سمجھ کر چٹنی روٹی کھا کے بسر کرو۔ اگر کبھی کوئی زیور یا کپڑا پسند آیا تو اگر شوہر کے پاس خرچ نہ ہو اس کی فرمائش نہ کرو نہ اس کے ملنے پر حسرت کرو بالکل منھ سے نہ نکالو خود سوچو کہ اگر تم نے کہا تو وہ اپنے دل میں کہے گا کہ اس کو ہمارا کچھ خیال نہیں کہ ایسی بے موقع فرمائش کرتی ہے بلکہ اگر میاں امیر ہو تب بھی جہاں تک ہو سکے خود کبھی کسی بات کی فرمائش ہی نہ کرو البتہ اگر وہ خود پوچھے کہ تمھارے واسطے کیا لادیں تو خیر بتلا دو کہ فرمائش کرنے سے آدمی نظروں سے گھٹ جاتا ہے اور اس کی بات ہلکی ہو جاتی ہے۔ کسی بات پر ضد اور ہٹ نہ کرو اگر کوئی بات تمھارے خلاف بھی ہو تو اس وقت جانے دو پھر کسی دوسرے وقت مناسب طریقہ سے طے کر لینا اگر میاں کے یہاں تکلیف سے گذرے تو کبھی زبان پر نہ لاؤ اور ہمیشہ خوشی ظاہر کرتی رہو کہ مرد کو رنج نہ پہونچے اور تمھارے اس نباہ سے اس کا دل بس تمھاری مٹھی میں ہو جاوے اگر تمھارے لئے کوئی چیز لاوے تو پسند آوے نہ آوے ہمیشہ اس پر خوشی ظاہر کرو یہ نہ کہو کہ یہ چیز بُری ہے ہمارے پسند نہیں ہے اس سے اس کا دل تھوڑا ہو جائے گا اور پھر کبھی کچھ لانے کو نہ چاہے گا اور اگر اس کی تعریف کر کے خوشی سے لے لوگی تو دل اور بڑھے گا اور پھر اس سے زیادہ چیز لادے گا۔ کبھی غصہ میں آکر خاوند کی ناشکری نہ کرو اور یوں نہ کہنے لگو کہ اس موے اجڑے گھر میں آکر میں نے دیکھا کیا بس ساری عمر مصیبت اور تکلیف ہی سے کٹی۔ میا بابا نے میری قسمت پھوڑ دی کہ مجھے ایسی بلا میں پھنسا دیا ایسی آگ میں جھونک دیا کہ ایسی باتوں سے پھر دل میں جگہ نہیں رہتی۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے دوزخ میں عورتیں بہت دیکھیں کسی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ دوزخ میں عورتیں کیوں زیادہ جاویں گی؟ تو حضرتؐ نے فرمایا کہ یہ اوروں پر لعنت بہت کیا کرتی ہیں اور اپنے خاوند کی ناشکری بہت کیا کرتی

بقیہ صفحہ گزشتہ
لئے بہتر ہے کہ اسکو علمی مجلس میں مسائل سیکھنے کے لئے جانے دے یعنی پردہ اور انتظام کے ساتھ مگر اگر اجازت نہ دے تو کچھ گناہ نہیں عورت کو بلا اجازت شوہر کے گھر سے نکلنا صرف اسی صورت میں جائز ہو سکتا ہے کہ جب کوئی بات مسئلہ دریافت کرنے کی پیش آجائے۔ اگر کسی عورت کا باپ اپاہج یا مدت کا بیمار ہے اور کوئی آدمی اسکی ٹہل کرنے والا نہیں ہے اور شوہر عورت کو باپ کے پاس جانے اور اس کی خبرگیری سے منع کرتا ہے تو عورت کو جائز ہے کہ اپنے شوہر کی نافرمانی کرے اور اپنے باپ کی فرمانبرداری اور اطاعت کرے خواہ باپ کافر ہو یا مسلمان کیونکہ باپ کی خبرگیری اس عورت پر فرض ہے لہذا شوہر کے حق پر مقدم ہے فقہا نے بیان کیا ہے کہ عورت کو بلا شوہر کی اجازت کے شوہر کے گھر سے باہر جانا جائز نہیں مگر چند وجوہ سے جن میں سے ایک یہ ہے کہ جس گھر میں رہتی ہے وہ گرا ہوا ہو دوسرے عورت کو کسی مسئلہ پوچھنے کے لئے علمی مجلس میں جانے کی ضرورت پڑ جائے اور شوہر فقیہ نہ ہو تیسرے یہ کہ عورت پر حج فرض ہو اور کوئی محرم ساتھ جانے کے لئے تیار ہو ایسی صورت میں شوہر کو جائز ہے کہ عورت کو حج کے لئے
بقیہ صفحہ آئندہ

ہیں تو خیال کرو کہ یہ ناشکری کتنی بری چیز ہے اور کسی پر لعنت کرنا یا یوں کہنا
فلانی پر خدا کی مار۔ خدا کی پھٹکار۔ فلانی کا لعنتی چہرہ ہے۔ منہ پر لعنت برس
رہی ہے یہ سب باتیں بہت بُری ہیں۔ شوہر کو کسی بات پر غصہ آگیا تو ایسی بات
مت کہو کہ غصہ اور زیادہ ہو جاوے۔ ہر وقت مزاج دیکھ کر کے بات کرو اگر
دیکھو کہ اس وقت ہنسی دل لگی میں خوش ہے تو ہنسی دل لگی کرو اور نہیں تو ہنسی
نہ کرو جیسا مزاج دیکھو ویسی باتیں کرو کسی بات پر تم سے خفا ہو کر روٹھ گیا
ہو تو تم بھی گال پھلا کر نہ بیٹھ رہو بلکہ خوشامد کر کے عذر معذرت کر کے ہاتھ جوڑ
کے جس طرح بنے اس کو منالو چاہے تمہارا قصور نہ ہو شوہر ہی کا قصور ہو تب
بھی تم ہرگز نہ روٹھو اور ہاتھ جوڑ کے قصور معاف کرانے کو اپنا فخر اور اپنی عزت
سمجھو اور خوب سمجھ لو کہ میاں بی بی کا ملاپ فقط خالی خولی محبت سے نہیں ہوتا
بلکہ محبت کے ساتھ میاں کا ادب بھی کرنا ضرور ہے میاں کو اپنے برابر درجہ میں
سمجھنا بڑی غلطی ہے۔ میاں سے ہرگز کبھی کوئی کام مت لو۔ اگر وہ محبت میں
آکر کبھی ہاتھ یا سر دابنے لگے تو تم نہ کرنے دو بھلا سوچو کہ اگر تمہارا باپ ایسا
کرے تو کیا تم کو گوارا ہو گا پھر شوہر کا رتبہ تو اس سے بھی زیادہ ہے اٹھنے بیٹھنے
میں بات چیت میں غرضکہ ہر بات میں ادب تمیز کا پاس اور خیال رکھو۔ اور اگر
خود تمہارا ہی قصور ہو تو ایسے وقت اینٹھ کر الگ بیٹھنا تو اور بھی پوری بیوقوفی
اور نادانی ہے ایسی باتوں سے دل پھٹ جاتا ہے جب کبھی پردیس سے آوے
تو مزاج پوچھو۔ خیریت دریافت کرو کہ وہاں کس طرح رہے تکلیف تو نہیں ہوئی
ہاتھ پاؤں پکڑ لو کہ تم تھک گئے ہو گے بھوکا ہو تو روٹی پانی کا بندوبست کرو۔
گرمی کا موسم ہو تو پنکھا جھل کر ٹھنڈا کرو۔ غرضکہ اس کی راحت و آرام کی باتیں
کرو روپیہ پیسہ کی باتیں ہرگز نہ کرنے لگو کہ ہمارے واسطے کیا لائے۔ کتنا خرچ
لائے۔ خرچ کا بٹوا کہاں ہے دیکھیں کتنا ہے جب وہ خود دیوے تو لے لو یہ
حساب نہ پوچھو کہ تنخواہ تو بہت ہے اتنے مہینے میں بس اتنا ہی لائے۔ تم بہت

بقیہ صفحہ گزشتہ

جانے کی اجازت دے چوتھے یہ کہ ماں باپ سے ملنے کو جائے یا ان کی تعزیت یا عیادت بیمار پرسی کو یا ماں باپ کے علاوہ اور کسی محرم سے ملنے کو جائے تو بلا اجازت شوہر کے جا سکتی ہے۔ اگر کوئی عورت دائی کا پیشہ کرتی ہو تو وہ یا کوئی مردہ شوئی کا کام کرتی ہے تو وہ یا کسی کا کسی پر کچھ قرض ہے یا اس پر کسی کا قرض ہے تو وہ لینے دینے کو جائے یا کوئی عورت علمی مجلس یعنی وعظ وغیرہ میں جانا چاہے تو وہ شوہر کی اجازت سے جائے ایک حق عورت پر شوہر کا یہ ہے کہ بلا اجازت شوہر کے اس کے گھر کی کوئی چیز کسی کو نہ دے کسی شخص کی ماں جوان ہے اور اس کا شوہر نہیں ہے تو وہ شخص ماں کو شادی غمی کی مجلسوں میں جانے سے نہیں روک سکتا جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ یہ کسی برے قصد سے جاتی ہے اور جب یہ معلوم ہو جائے تو اس کی درخواست قاضی کے یہاں دیوے اگر قاضی اس شخص کو اس کے روکنے کا حکم دیدے تو روک سکتا ہے کیونکہ اب وہ قاضی کے قائمقام ہو گیا اگر کسی عورت کا شوہر بے نمازی ہو اسلئے وہ اس کے پاس رہنے سے انکار کرے تو بعض علمائنے کہا کہ یہ اسکے لئے جائز نہیں

بقیہ صفحہ آئندہ

خرچ کر ڈالتے ہو کاہے میں اٹھایا۔ کیا کر ڈالا۔ کبھی خوشی کے وقت سلیقہ کے ساتھ باتوں باتوں میں پوچھ لو تو خیر اس کا کچھ حرج نہیں۔ اگر اس کے ماں باپ زندہ ہوں اور روپیہ پیسہ سب ان ہی کو دیوے تمہارے ہاتھ پر نہ رکھے تو کچھ برا نہ مانو بلکہ اگر تم کو دیوے بھی تب بھی عقلمندی کی بات یہ ہے کہ تم اپنے ہاتھ میں نہ لو اور یہ کہو اُن ہی کو دیوے تاکہ اُن کا دل میلا نہ ہو اور تم کو برا نہ کہیں کہ بھولے لڑکے کو اپنے ہی پھندے میں کر لیا۔ جب تک ساس خسر زندہ ہیں ان کی خدمت کو ان کی تابعداری کو فرض جانو اور اسی میں اپنی عزت سمجھو اور ساس نندوں سے الگ ہو کر رہنے کی ہر گز فکر نہ کرو کہ ساس نندوں سے بگاڑ ہو جانے کی یہی جڑ ہے خود سوچو کہ ماں باپ نے اسے پالا پوسا اور اب بڑھاپے میں اس آسرے پر اس کی شادی بیاہ کی کہ ہم کو آرام ملے اور جب بہو آئی تو ڈولی سے اترتے ہی یہ فکر کرنے لگی کہ میاں آج ہی ماں باپ کو چھوڑ دیں۔ پھر جب ماں کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیٹے کو ہم سے چھڑاتی ہے تو فساد پھیلتا ہے کنبے کے ساتھ مل جل کے رہو اپنا معاملہ شروع سے ادب لحاظ کا رکھو چھوٹوں پر مہربانی بڑوں کا ادب کیا کرو۔ اپنا کوئی کام دوسروں کے ذمے نہ رکھو اور اپنی کوئی چیز پڑی نہ رہنے دو کہ فلانی اس کو اٹھا لیوے گی۔ جو کام ساس نندیں کرتی ہیں تم اس کے کرنے سے عار نہ کرو تم خود بے کہے ان سے لے لو اور کر دو اس سے ان کے دلوں میں تمہاری محبت پیدا ہو جاوے گی جب دو آدمی چپکے چپکے باتیں کرتے ہوں تو ان سے الگ ہو جاؤ اور اس کی ٹوہ مت لگاؤ کہ آپس میں کیا باتیں ہوتی تھیں اور خوامخواہ یہ بھی خیال نہ کرو کہ کچھ ہماری ہی باتیں ہوتی ہوں گی۔ یہ بھی ضرور خیال رکھو کہ سسرال میں بے دلی سے مت رہو اگرچہ نیا گھر نئے لوگ ہونے کی وجہ سے جی نہ لگے لیکن جی کو سمجھانا چاہیئے نہ کہ وہاں رونے بیٹھ گئی اور جب دیکھو تو بیٹھی رو رہی ہیں جاتے دیر نہیں ہوئی اور آنے کا تقاضا شروع کر دیا۔ بات چیت میں خیال رکھو۔ نہ تو آپ ہی آپ اتنی بک بک کرو جو بری لگے نہ اتنی کم

بقیہ صفحہ گزشتہ

جس طرح کسی مرد پر کسی کا قرضہ ہو اور جس کا قرضہ ہے وہ زکوٰۃ اور صدقہ فطر اور حج وغیرہ ادا نہیں کرتا تو مقروض کے لئے جائز نہیں کہ وہ اسکا قرضہ نہ دے اور یہ کہے کہ وہ خدا کا حق ادا نہیں کرتا اگر کوئی فاسق مرد بدمعاشوں کی دعوت کرے اور اپنی نیک بیوی سے ان کے لئے کھانا پکوائے تو اس کو ان کے لئے کھانا پکانا جائز ہے مگر اس نیت سے پکائے کہ جب تک یہ بدمعاش لوگ کھانا کھانے میں لگے رہیں گے اس وقت تک شراب خواری اور قماربازی وغیرہ سے بچے رہیں گے جس طرح کسی نیک آدمی کو فاسقوں کے پاس اس نیت سے بیٹھنا درست ہے کہ جب تک میں ان کے پاس بیٹھا ہوں اس وقت تک یہ گناہوں کے کام سے بچے ہوئے ہیں بلکہ اس نیت سے ان کے پاس بیٹھنا باعث ثواب ہے یہاں تک کہ جس قدر حقوق بندہ نے بیان کئے یا درمیان میں کوئی اور مسئلہ ذکر کیا تو وہ فتاوی قاضی خان سے نقل کیا ہے

محمد حیات عفی عنہ
سنبھلی محشی

کہ منت خوشامد کے بعد بھی نہ بولو کہ یہ بھی برا ہے اور غرور سمجھا جاتا ہے اگر سسرال
میں کوئی بات ناگوار اور بری لگے تو میکے میں آکر چغلی نہ کھاؤ سسرال کی ذرا ذرا
سی بات آکر ماں سے کہنا اور ماں کا کھود کھود کر پوچھنا بڑی بری بات ہے
اسی سے لڑائیاں پڑتی ہیں اور جھگڑے کھڑے ہوتے ہیں اس کے سوا اور کوئی
فائدہ نہیں ہوتا۔ شوہر کی چیزوں کو خوب سلیقہ اور تمیز سے رکھو رہنے کا کمرہ صاف
رکھو گندہ نہ رہے۔ بستر میلا کچیلا نہ ہو شکن نکال ڈالو تکیہ میلا ہو گیا ہو تو غلاف
بدل دو۔ نہ ہو تو سی ڈالو۔ جب خود اس کے کہنے پر تم نے کیا تو اس میں کیا بات
رہی لطف تو اسی میں ہے کہ بے کہے سب چیزیں ٹھیک کر دو۔ جو چیزیں تمھارے
پاس رکھی ہوں ان کو حفاظت سے رکھو۔ کپڑے ہوں تو تہ کر کے رکھو یونہی ملگونج
کے نہ ڈالو ادھر ادھر نہ ڈالو کہیں قرینہ سے رکھو۔ کبھی کسی کام میں حیلہ حوالہ نہ کرو
نہ کبھی جھوٹی باتیں بناؤ کہ اس سے اعتبار جاتا رہتا ہے پھر سچی بات کا بھی یقین
نہیں آتا۔ اگر غصہ میں کبھی کچھ برا بھلا کہے تو تم ضبط کرو اور بالکل جواب نہ دو
وہ چاہے جو کچھ کہے تم چپکی بیٹھی رہو۔ غصہ اترنے کے بعد دیکھنا خود پشیمان ہوگا
اور تم سے کتنا خوش رہیگا اور پھر کبھی انشاء اللہ تعالیٰ تم پر غصہ نہ کریگا اور اگر
تم بھی بول اٹھیں تو بات بڑھ جائے گی پھر نہیں معلوم کہاں تک نوبت پہنچے
ذرا ذرا سے شبہ پر تہمت نہ لگاؤ کہ تم فلانی کے ساتھ بہت ہنسا کرتے ہو۔ وہاں
زیادہ جایا کرتے ہو۔ وہاں بیٹھے کیا کرتے ہو کہ اس میں اگر مرد بے قصور ہوا
تو تم ہی سوچو کہ اس کو کتنا برا لگے گا اور اگر سچ مچ اس کی عادت ہی خراب
ہے تو یہ خیال کرو کہ تمھارے غصہ کرنے اور بکنے جھکنے سے کوئی دباؤ ڈال کر زبردستی
کرنے سے تمھارا ہی نقصان ہے اپنی طرف سے دل میلا کرانا ہو تو کرالو ان باتوں
سے کہیں عادت چھوٹتی ہے عادت چھڑانا ہو تو عقلمندی سے رہو تنہائی میں
چپکے سے سمجھاؤ بجھاؤ اگر سمجھانے بجھانے اور تنہائی میں غیرت دلانے سے بھی
عادت نہ چھوٹے تو خیر صبر کرکے بیٹھی رہو۔ لوگوں کے سامنے گاتی مت پھرو اور

اس کو رسوا نہ کرو نہ گرم ہو کر اس کو زیر کرنا چاہو کہ اس میں زیادہ ضد ہو جاتی ہے اور غصہ میں آکر زیادہ کرنے لگتا ہے۔ اگر تم غصہ کرو گی اور لوگوں کے سامنے بک جھک کے رسوا کرو گی تو جتنا تم سے بولتا تھا اتنا بھی نہ بولے گا پھر اس وقت روتی پھرو گی اور یہ خوب یاد رکھو کہ مردوں کو خدا نے شیر بنایا ہے دباؤ اور زبردستی سے ہرگز زیر نہیں ہو سکتے ان کے زیر کرنے کی بہت آسان ترکیب خوشامد اور تابعداری ہے ان پر غصہ گرمی کر کے دباؤ ڈالنا بڑی غلطی اور نادانی ہے اگرچہ اس کا انجام ابھی سمجھ میں نہیں آتا لیکن جب فساد کی جڑ پڑ گئی تو کبھی نہ کبھی ضرور اس کا خراب نتیجہ پیدا ہو گا لکھنؤ میں ایک بی بی کے میاں بڑے بدچلن ہیں دن رات باہر ہی بازاری عورت کے پاس رہا کرتے ہیں گھر میں بالکل نہیں آتے اور طرہ یہ کہ وہ بازاری فرمائشیں کرتی ہے کہ آج پلاؤ پکے آج فلانی چیز پکے بیوی بیچاری دم نہیں مارتی جو کچھ میاں کہلا بھیجتے ہیں روزمرہ برابر پکا کر کھانا باہر بھیج دیتی ہے؏ اور کبھی کچھ سالن نہیں لیتی ہے۔ دیکھو ساری خلقت اس بی بی کی کیسی واہ واہ کرتی ہے اور خدا کے یہاں جو اس کو رتبہ ملیگا وہ الگ رہا اور جس دن میاں کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور بدچلنی چھوڑ دی اس دن سے بس بی بی کے غلام ہی ہو جاویں گے۔

اولاد کے پرورش کرنے کا طریقہ

جاننا چاہیئے کہ یہ امر بہت ہی خیال رکھنے کے قابل ہے کیونکہ بچپن میں جو عادت بھلی یا بری پختہ ہو جاتی ہے وہ عمر بھر نہیں جاتی اس لئے بچپن سے جوان ہونے تک ان باتوں کا ترتیب وار ذکر کیا جاتا ہے **نمبر ۱** نیکبخت دیندار عورت کا دودھ پلاویں دودھ کا بڑا اثر ہوتا ہے **نمبر ۲** عورتوں کی عادت ہے کہ

؏ اس بی بی کی نیت اس بازاری کی خدمت کرنا نہیں ہے اس کا اصل مطلب شوہر کی فرمانبرداری ہے آگے اس شوہر کا فعل ہے جو چاہے جھک مارے ہاں اگر عورت کو کوئی اندیشہ نہ ہو تو اتنا کہدے کہ آپ اس فاحشہ کو کھانا نہ کھلادیں ۱۲

بچوں کو کہیں سپاہی سے ڈراتی ہیں کہیں اور ڈراؤنی چیزوں سے سو یہ بری بات ہے اس سے بچہ کا دل کمزور ہو جاتا ہے نمبر۳ اس کے دودھ پلانے کے لئے اور کھانا کھلانے کے لئے وقت مقرر رکھو کہ وہ تندرست رہے نمبر۴ اسکو صاف ستھرا رکھو کہ اس سے تندرستی رہتی ہے نمبر۵ اس کا بہت بناؤ سنگار مت کرو نمبر۶ اگر لڑکا ہو اس کے سر پر بال مت بڑھاؤ نمبر۷ اگر لڑکی ہے اس کو جب تک پردہ میں بیٹھنے کے لائق نہ ہو جاوے زیور مت پہناؤ اس سے ایک تو ان کی جان کا خطرہ ہے دوسرے بچپن ہی سے زیور کا شوق دل میں ہونا اچھا نہیں نمبر۸ بچوں کے ہاتھ سے غریبوں کو کھانا کپڑا پیسہ اور ایسی چیزیں دلوایا کرو اسی طرح کھانے پینے کی چیز ان کے بھائی بہنوں کو یا اور بچوں کو تقسیم کرایا کرو تاکہ ان کو سخاوت کی عادت ہو مگر یہ یاد رکھو کہ تم اپنی چیزیں ان کے ہاتھ سے دلوایا کرو خود جو چیز شرع سے ان ہی کی ہو اس کا دلوانا کسی کو درست نہیں نمبر۹ زیادہ کھانے والوں کی برائی اس کے سامنے کیا کرو مگر کسی کا نام لیکر نہیں بلکہ اس طرح کہ جو کوئی بہت کھاتا ہے لوگ اس کو حبشی سمجھتے ہیں اس کو بیل جانتے ہیں نمبر۱۰ اگر لڑکا ہو سفید کپڑے کی رغبت اس کے دل میں پیدا کرو اور رنگین اور تکلف کے لباس سے اس کو نفرت دلاؤ کہ ایسے کپڑے لڑکیاں پہنتی ہیں تم ماشاء اللہ مرد ہو ہمیشہ اس کے سامنے ایسی باتیں کیا کرو نمبر۱۱ اگر لڑکی ہو تب بھی زیادہ مانگ چوٹی بہت تکلف کے کپڑوں کی اسکو عادت مت ڈالو نمبر۱۲ اس کی سب ضدیں پوری مت کرو اس سے مزاج بگڑ جاتا ہے نمبر۱۳ چلا کر بولنے سے روکو خاص کر اگر لڑکی ہو تو چلانے پر خوب ڈانٹو ورنہ بڑی ہو کر وہی عادت ہو جاوے گی نمبر۱۴ جن بچوں کی عادتیں خراب ہیں یا پڑھنے لکھنے سے بھاگتے ہیں یا تکلف کے کھانے کپڑے کے عادی ہیں ان کے پاس بیٹھنے سے ان کے ساتھ کھیلنے سے ان کو بچاؤ نمبر۱۵ ان باتوں سے اس کو نفرت دلاتی رہو۔ غصہ۔ جھوٹ بولنا۔ کسی کو دیکھ کر جلنا یا حرص کرنا

چوری چغلی کھانا اپنی بات کی پچ کرنا خواہ مخواہ اس کو بنانا بے فائدہ بہت باتیں کرنا بے بات ہنسنا یا زیادہ ہنسنا دھوکہ دینا بھلی بری بات کا نہ سوچنا اور جب ان باتوں میں سے کوئی بات ہو جاوے فوراً اس کو روکو اس پر تنبیہ کرو نمبر ۱۶ اگر کوئی چیز توڑ پھوڑ دے یا کسی کو مار بیٹھے مناسب سزا دو تاکہ پھر ایسا نہ کرے ایسی باتوں میں پیار دلار ہمیشہ بچہ کو کھو دیتا ہے نمبر ۱۷ بہت سویرے مت سونے دو نمبر ۱۸ سویرے جاگنے کی عادت ڈالو نمبر ۱۹ جب سات برس کی عمر ہو جاوے نماز کی عادت ڈالو نمبر ۲۰ جب مکتب میں جانے کے قابل ہو جاوے اول قرآن مجید پڑھواؤ[1] نمبر ۲۱ جہاں تک ہو سکے دیندار استاد سے پڑھواؤ نمبر ۲۲ مکتب میں جانے میں کبھی رعایت مت[2] کرو نمبر ۲۳ کسی کسی وقت ان کو نیک لوگوں کی حکایتیں سنایا کرو نمبر ۲۴ ان کو ایسی کتابیں مت دیکھنے دو جن میں عاشقی معشوقی کی باتیں یا شرع کے خلاف مضمون یا اور بیہودہ قصے یا غزلیں وغیرہ ہوں نمبر ۲۵ ایسی کتابیں پڑھواؤ جس میں دین کی باتیں اور دنیا کی ضروری کارروائی آجاوے نمبر ۲۶ مکتب سے آنے کے بعد کسی قدر دل بہلانے کے لئے اس کو کھیلنے کی اجازت دو تاکہ اس کی طبیعت کند نہ ہو جاوے لیکن کھیل ایسا ہو جس میں کوئی گناہ نہ ہو چوٹ لگنے کا اندیشہ نہ ہو نمبر ۲۷ آتشبازی یا باجہ یا فضول چیزیں مول لینے کے لئے پیسے مت دو نمبر ۲۸ کھیل تماشے دکھلانے کی عادت مت ڈالو نمبر ۲۹ اولاد کو ضرور کوئی ایسا ہنر سکھلا دو جس سے ضرورت اور مصیبت کے وقت چار پیسے حاصل کر کے اپنا اور اپنے بچوں کا گذارہ کر سکے نمبر ۳۰ لڑکیوں کو اتنا لکھنا سکھا دو کہ ضروری خط اور گھر کا حساب کتاب لکھ سکیں نمبر ۳۱ بچوں کو عادت ڈالو کہ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کیا کریں اپاہج اور سست نہ ہو جاویں ان سے کہو کہ رات کا بچھونا اپنے ہاتھ سے بچھاویں[3] صبح کو سویرے اٹھ کر تہ کر کے احتیاط سے رکھ دیں کپڑوں کی گٹھری اپنے انتظام میں رکھیں ادھڑا پھٹا خود

[1] بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ پہلے اردو پڑھوانے سے قرآن شریف پڑھنا آسان ہو جاتا ہے اسلئے پہلے اردو پڑھوانا چاہیے سو ہمیں یہ بات سمجھ میں آئی ہے کہ بہت مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ بچہ کو اردو میں لگا دیا جب اردو پڑھ چکا اور وقت آیا کہ اب قرآن شریف پڑھوایا جائے تو اب ایسے حوادث پیش آگئے کہ پڑھنا چھوڑنا پڑا تو ہمیشہ کے لئے قرآن شریف سے بچہ محروم ہو گیا اس لئے اول ہی سے قرآن شریف پڑھوانا چاہیے کہ اگر سب نہ پڑھے گا تو جو کچھ پڑھ لے گا وہی کام کا ہے ۱۲

[2] یعنی اگر بچہ کوئی معمولی سا عذر بیان کرے تو اسکو قبول نہ کرنا چاہیے بلکہ سختی کے ساتھ اس کو مدرسہ بھیجنا چاہیے البتہ اگر کوئی معقول عذر ہو تو وہ اور بات ہے ۱۲

[3] اس کے ساتھ یہ بھی کہ جب بستر پر چڑھیں تو پاؤں صاف کر کے چڑھیں کیونکہ اکثر بچے ننگے پاؤں پھرتے ہیں اور ویسے ہی بستر پر چڑھ جاتے ہیں۔ اگر ہر وقت جوتہ پہنے رہنے کی تاکید کی جائے تو اور بھی اچھا ہے اس میں اور بھی بہت سے فائدے ہیں ۱۲

سی لیا کریں کپڑے خواہ میلے ہوں خواہ اُجلے ہوں ایسی جگہ رکھیں جہاں کپڑے ادیچوہے کا اندیشہ نہ ہو۔ دھوبن کو خود گن کر دیں اور لکھ لیں اور گن کر پڑتال کر کے لیں **نمبر ۳۲** لڑکیوں کو تاکید کرو کہ جو زیور تمھارے بدن پر ہے رات کو سونے سے پہلے اور صبح کو جب اٹھو دیکھ بھال لیا کرو **نمبر ۳۳** لڑکیوں سے کہو کہ جو کام کھانے پکانے سینے پرونے کپڑے رنگنے چیز بننے کا گھر میں ہو اکرے اس میں غور کر کے دیکھا کرو کہ کیونکر ہو رہا ہے **نمبر ۳۴** جب بچہ سے کوئی بات خوبی کی ظاہر ہو اس پر خوب شاباش دو پیار کرو بلکہ اس کو کچھ انعام دو تاکہ اس کا دل بڑھے اور جب اس کی کوئی بری بات دیکھو اول تنہائی میں اس کو سمجھاؤ کہ دیکھو یہ بُری بات ہے دیکھنے والے دل میں کیا کہتے ہوں گے اور جس جس کو خبر ہوگی وہ دل میں کیا کہیگا خبردار پھر ایسا مت کرنا۔ نیک بخت لڑکے ایسا نہیں کیا کرتے اور پھر وہی کام کرے تو مناسب سزا دو **نمبر ۳۵** ماں کو چاہیئے کہ بچہ کو باپ[1] سے ڈراتی رہے **نمبر ۳۶** بچہ کو کوئی کام چھپا کر مت کرنے دو کھیل ہو یا کھانا ہو یا اور کوئی شغل ہو۔ جو کام چھپا کر کریگا سمجھ جاؤ کہ وہ اس کو برا سمجھتا ہے سو اگر وہ برا ہے تو اس سے چھڑ داؤ اور اگر اچھا ہے جیسے کھانا پینا تو اس سے کہو کہ سب کے سامنے کھائے پیئے **نمبر ۳۷** کوئی کام محنت کا اس کے ذمہ مقرر کرو جس سے صحت اور ہمت رہے سستی نہ آنے پاوے مثلاً لڑکوں کے لئے ڈنڈ مگدر کرنا ایک آدھ میل چلنا اور لڑکیوں کے لئے چکی یا چرخہ چلانا ضرور ہے اس میں بھی یہ فائدہ ہے کہ ان کاموں کو عیب نہ سمجھیں گی **نمبر ۳۸** چلنے میں تاکید کرو کہ بہت جلدی نہ چلے نگاہ اوپر اٹھا کر نہ چلے **نمبر ۳۹** اس کو عاجزی اختیار کرنے کی عادت ڈالو زبان سے چال سے برتاؤ سے شیخی نہ بگھارنے پاوے یہاں تک کہ اپنے ہم عمر بچوں میں بیٹھکر اپنے کپڑے یا مکان یا خاندان یا کتاب وقلم دوات تختی تک کی تعریف نہ کرنے پاوے **نمبر ۴۰** کبھی کبھی اس کو دو چار پیسے[2] دیدیا کرو کہ اپنی مرضی کے موافق خرچ کیا کرے۔ مگر اس کو یہ عادت ڈالو کہ کوئی چیز تم سے چھپا کر نہ خریدے

[1] کیونکہ باپ ہی کا ڈر زیادہ مفید ہے اتنا ماں کا ڈر مفید نہیں کیونکہ جو فائدے اور کام کی باتیں باپ بتاتا ہے ماں نہیں بتلاتی مگر ساتھ میں باپ کو بھی چاہیے کہ ماں کی تابعداری اور اس کا کہنا ماننے کی ہدایت اور تنبیہ کرتا رہے کیونکہ اکثر بچے ماں کی نافرمانی کیا کرتے ہیں ۱۲

[2] پیسے دیتے رہنا اور پھر ان کو قاعدے کے موافق خرچ کرانا تو بہت کام کی بات ہے لیکن کبھی اس کے خلاف کرنے سے بڑا نقصان ہوتا ہے اس کا لحاظ رکھنا ضروری ہے ایک بات تو یہ ہی ظاہر ہے کہ آج ماں باپ کے پاس پیسے دینے کو ہیں کل کو نہ ہوئے تو بچہ پیسوں کا عادی ہونے کی وجہ سے مانگے گا اگر نہ دوگے تو روئے گا چلائے گا اور عجب نہیں کہ دوسروں سے مانگنے چوری کرنے لگے اس سے تم کو بھی افسوس کرنا پڑے گا یا تم کہیں سے ادھار لیکر دوگے یہ بھی اچھا نہیں ۱۲

نمبر ۱۸ اس کو کھانے کا طریقہ اور محفل میں اٹھنے بیٹھنے کا طریقہ سکھلاؤ جب تھوڑا تھوڑا ہم لکھے دیتے ہیں۔

کھانے کا طریقہ

داہنے ہاتھ سے کھاؤ شروع میں بسم اللہ کہو اپنے سامنے سے کھاؤ اوروں سے پہلے مت کھاؤ کھانے کو گھور کر مت دیکھو کھانے والوں کی طرف مت دیکھو بہت جلدی جلدی مت کھاؤ خوب چبا کر کھاؤ جب تک لقمہ نہ نگل لو دوسرا لقمہ منہ میں مت رکھو شوربا وغیرہ کپڑے پر نہ ٹپکنے پاوے انگلیاں ضرورت سے زیادہ سننے نہ پاویں۔

محفل میں اٹھنے بیٹھنے کا طریقہ

جس سے ملو ادب سے ملو نرمی سے بولو محفل میں تھوکو نہیں وہاں ناک صاف مت کرو اگر ایسی ضرورت ہو وہاں سے الگ چلی جاؤ۔ وہاں اگر جمائی یا چھینک آوے منہ پر ہاتھ رکھ لو آواز پست کرو کسی کی طرف پشت مت کرو کسی کی طرف پاؤں مت کرو ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ دیکر مت بیٹھو انگلیاں مت چٹخاؤ بلا ضرورت بار بار کسی کی طرف مت دیکھو ادب سے بیٹھی رہو بہت مت بولو بات بات میں قسم مت کھاؤ۔ جہاں تک ممکن ہو خود کلام مت شروع کرو جب دوسرا شخص بات کرے خوب توجہ سے سنو تاکہ اس کا دل نہ بجھے البتہ اگر گناہ کی بات ہو مت سنو یا تو منع کر دو یا وہاں سے اٹھ جاؤ جب تک کوئی شخص بات پوری نہ کرلے بیچ میں مت بولو جب کوئی آوے اور محفل میں جگہ نہ ہو ذرا اپنی جگہ سے کھسک جاؤ مل کر بیٹھ جاؤ کہ جگہ ہو جاوے جب کسی سے ملو یا رخصت ہونے لگو السلام علیکم کہو اور جواب میں وعلیکم السلام کہو اور طرح طرح کے الفاظ[۲] مت کہو۔

[۱] چپ چپ کی آواز کھانے میں نہ نکالو یہ عادت بری ہے ۱۲ محشی عفرلہٗ

[۲] جیسے آداب عرض ہے یا تسلیمات یا فقط سلام اکثر لوگوں کی عادت ہوتی ہے وہ صرف سلام کہتے ہیں کہ نواب صاحب سلام عورتوں کو بھی اس سلام کا رواج ڈالنا چاہیے اور اسکی صورت یہ ہے کہ لڑکیوں کو اسکی تعلیم دی جائے اور اکثر عورتیں جو یوں کہا کرتی ہیں میں سلام کردوں بوا اور دوسری جواب دیتی ہے کہ ٹھنڈی سہاگن رہو یہ عادت جہالت کی رسم ہے اسکو چھوڑ کر سنت کا اتباع کرنا چاہیے ۱۲

حقوق کا بیان

ماں باپ کے حقوق نمبر۱ ان کو تکلیف نہ پہونچاوے اگرچہ ان کی طرف سے کچھ زیادتی ہو نمبر۲ زبان سے برتاؤ سے ان کی تعظیم کرے نمبر۳ جائز کاموں میں ان کی اطاعت کرے نمبر۴ اگر ان کو حاجت ہو مال سے ان کی خدمت کرے اگرچہ وہ دونوں کافر ہوں۔ ماں باپ کے انتقال کے بعد ان کے یہ حقوق ہیں نمبر۱ ان کے لئے دعائے مغفرت و رحمت کرتا رہے نفل عبادت اور خیرات کا ثواب ان کو پہونچاتا رہے نمبر۲ ان کے ملنے والوں کے ساتھ احسان اور خدمت سے اچھی طرح پیش آوے نمبر۳ ان کے ذمہ جو قرضہ ہو۔ یا کسی جائز کام کی وصیت کر گئے ہوں اور خدا نے مقدور دیا ہو تو اسکو ادا کرے نمبر۴ ان کے مرنے کے بعد خلاف شرع رونے اور چلانے سے بچے ورنہ انکی روح کو تکلیف ہوگی۔ اور دادا دادی اور نانا نانی کا حکم شرع میں مثل ماں باپ کے ہے۔ ان کے حقوق بھی مثل ماں باپ کے سمجھنا چاہیئے۔ اسی طرح خالہ اور ماموں مثل ماں کے اور چچا اور پھوپھی مثل باپ کے ہیں۔ حدیث کے اشارہ سے معلوم ہوتا ہے۔

انا کے حقوق یہ ہیں نمبر۱ اس کے ساتھ ادب سے پیش آنا نمبر۲ اگر اس کو مال کی حاجت ہو اور اپنے پاس گنجائش ہو۔ اس کا خیال کرنا۔

سوتیلی ماں چونکہ باپ کی دوست ہے اور باپ کے دوست کے ساتھ احسان کرنے کا حکم آیا ہے اس لئے سوتیلی ماں کے بھی کچھ حقوق ہیں جیسا ابھی مذکور ہوا

بڑا بھائی حدیث کی رو سے مثل باپ کے ہے اس لئے معلوم ہوا کہ چھوٹا بھائی مثل اولاد کے ہے پس ان کے آپس میں ویسے ہی حقوق ہوں گے جیسے ماں باپ

ع حدیث میں ہے کہ جب حضرت حلیمہ آپ کے پاس آیا کرتی تھیں تو آپ ان کے لئے اپنی چادر بچھا دیا کرتے تھے ۱۲ مشکوٰۃ

لہ اگر ماں باپ کسی ناجائز کام کو کرانا چاہیں تو ایسی تو ان کا کہنا نہ کرے مگر یوں دنیوی معاملات میں اگر ان کی خطا ہو تو بھی ان سے نیچا اور ان کا تابعدار ہو کر رہے مقابلہ ہرگز نہ کرے ۱۲ محشی غفرلہ

ع حدیث شریف میں ابو اسید ساعدی سے روایت ہے کہ ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص بنو سلمہ کے قبیلہ کا آیا اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا ماں باپ کے مرجانے کے بعد بھی ان کے ساتھ احسان کرنے کا کوئی طریقہ ہے تو آپ نے فرمایا کہ ہاں یہ کہ تو ان کے لئے دعا اور استغفار کرے اور ان کا وعدہ جو انھوں نے کسی سے کیا ہو پورا کرے اور ان کے رشتہ داروں سے ان ہی کی وجہ سے سلوک کے ساتھ پیش آوے اور انکے دوستوں کی عزت کرے ۱۲ مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۰

اور اولاد کے ہیں اسی طرح بڑی بہن اور چھوٹی بہن کو سمجھ لینا چاہیئے۔

قرابت داروں کے حقوق نمبر ۱: اپنے سگے اگر محتاج ہوں۔ اور کھانے کمانے کی قدرت نہ رکھتے ہوں تو گنجائش کے موافق ان کے ضروری خرچ کی خبر گیری رکھے نمبر ۲: گاہ گاہ ان سے ملتا رہے نمبر ۳: ان سے قطع قرابت نہ کرے[1] بلکہ اگر کسی قدر ان سے ایذا بھی پہونچے تو صبر افضل ہے۔

علاقۂ مصاہرۃ یعنی سسرالی رشتہ کو قرآن میں خدا تعالیٰ نے نسب میں ذکر فرمایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ ساس اور سسر اور سالے اور بہنوئی داماد اور بہو اور بیوی کی پہلی اولاد اور اسی طرح میاں کی پہلی اولاد کا بھی کسی قدر حق ہوتا ہے اس لئے ان علاقوں میں بھی رعایت احسان و اخلاق کی اوروں سے زیادہ رکھنا چاہیئے۔

عام مسلمانوں کے حقوق نمبر ۱: مسلمان کی خطا کو معاف کرے نمبر ۲: اس کے رونے پر رحم کرے نمبر ۳: اس کے عیب کو ڈھانکے نمبر ۴: اس کے عذر کو قبول کرے نمبر ۵: اس کی تکلیف کو دور کرے نمبر ۶: ہمیشہ اس کی خیر خواہی کرتا رہے نمبر ۷: اس کی محبت نباہے نمبر ۸: اس کے عہد کا خیال رکھے نمبر ۹: بیمار ہو تو پوچھے نمبر ۱۰: مر جاوے تو دعا کرے نمبر ۱۱: اس کی دعوت قبول کرے نمبر ۱۲: اس کا تحفہ قبول کرے نمبر ۱۳: اس کے احسان کے بدلے احسان کرے نمبر ۱۴: اس کی نعمت کا شکر گذار ہو نمبر ۱۵: ضرورت کے وقت اس کی مدد کرے نمبر ۱۶: اس کے بال بچوں کی حفاظت کرے نمبر ۱۷: اس کا کام کر دیا کرے نمبر ۱۸: اس کی بات کو سنے نمبر ۱۹: اس کی سفارش قبول کرے نمبر ۲۰: اس کو مراد سے نا امید نہ کرے نمبر ۲۱: وہ چھینک کر الحمد للہ کہے تو جواب میں یرحمک اللہ کہے نمبر ۲۲: اس کی گم ہوئی چیز اگر مل جاوے اس کے پاس پہونچا دے نمبر ۲۳: اس کے سلام کا جواب دے نمبر ۲۴: نرمی و خوش خلقی کے ساتھ اس سے گفتگو کرے نمبر ۲۵: اس کے ساتھ احسان کرے نمبر ۲۶: اگر

[1] یعنی اپنی طرف سے کوئی بات ایسی نہ کرے جس سے محبت ٹوٹ جائے بلکہ ہمیشہ معاملات میں اس کا لحاظ رکھے اگر اسی صورت سے عمر تمام ہو جائے تو بڑی خوبی کی بات ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلعم نے ارشاد فرمایا کہ جب خدا تعالیٰ کسی بندہ کو دوست رکھتا ہے تو حضرت جبرئیلؑ کو بلا کر ارشاد فرماتا ہے کہ دیکھ میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تو وہ بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور آسمان والوں کو بھی اس کے ساتھ محبت کرنے کا اعلان کر دیتے ہیں اسی طرح زمین والوں کو اور اگر کسی بندہ سے خدا تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں تو بھی اسی طرح اس سے ناراضی کا اعلان کر دیتے ہیں ۱۲ مشکوٰۃ شریف

وہ اس کے بھر دسہ قسم کھا بیٹھے تو اس کو پورا کر دے نمبر ۲۷ اگر اس پر کوئی ظلم کرتا ہو اس کی مدد کرے اگر وہ کسی پر ظلم کرتا ہو روک دے نمبر ۲۸ اس کے ساتھ محبت کرے دشمنی نہ کرے نمبر ۲۹ اس کو رسوا نہ کرے نمبر ۳۰ جو بات اپنے لئے پسند کرے اس کے لئے بھی پسند کرے نمبر ۳۱ ملاقات کے وقت اسکو سلام کرے اور مرد سے مرد اور عورت سے عورت مصافحہ بھی کرے تو اور بہتر ہے نمبر ۳۲ اگر باہم اتفاقاً کچھ رنجش ہو جاوے تین روز سے زیادہ کلام ترک نہ کرے نمبر ۳۳ اس پر بدگمانی نہ کرے نمبر ۳۴ اس پر حسد و بغض نہ کرے نمبر ۳۵ اس کو اچھی بات بتلا دے بری بات سے منع کرے نمبر ۳۶ چھوٹوں پر رحم بڑوں کا ادب کرے نمبر ۳۷ دو مسلمانوں کے رنج ہو جاوے ان کے آپس میں صلح کرادے نمبر ۳۸ اس کی غیبت نہ کرے نمبر ۳۹ اسکو کسی طرح کا نقصان نہ پہونچاوے نہ مال میں نہ آبرو میں نمبر ۴۰ اس کو اٹھا کر اسکی جگہ نہ بیٹھے۔

ہمسایہ کے حقوق[1] نمبر ۱ اس کے ساتھ احسان اور رعایت سے پیش آوے نمبر ۲ اس کی بیوی بچوں کی آبرو کی حفاظت کرے نمبر ۳ کبھی کبھی اس کے گھر تحفہ وغیرہ بھیجتا رہے بالخصوص جب وہ فاقہ زدہ ہو تو ضرور تھوڑا بہت کھانا اس کو دے نمبر ۴ اس کو تکلیف نہ دے ہلکی ہلکی باتوں میں اس سے نہ الجھے اور جیسے شہر میں ہمسایہ ہوتا ہے۔ اسی طرح سفر میں بھی ہوتا ہے یعنی سفر کا رفیق جو گھر سے ساتھ ہوا ہو یا راہ میں اتفاقاً اس کا ساتھ ہو گیا ہو اسکا حق بھی مثل اسی ہمسایہ کے ہے۔ اس کے حقوق کا خلاصہ یہ ہے کہ اسکی راحت کو اپنی راحت پر مقدم رکھے بعض آدمی ریل میں یا بہلی میں دوسری سواریوں کے ساتھ بہت آپا دھاپی کرتے ہیں یہ بہت بری بات ہے۔

اسیطرح جو دوسروں کا محتاج ہو۔ جیسے یتیم[2] اور بیوہ یا عاجز و ضعیف یا مسکین و بیمار اور ہاتھ پاؤں سے معذور یا مسافر یا سائل ان لوگوں کے یہ حقوق

[1] ہمسایہ کے حقوق کی نسبت حدیثیں بہت آئی ہیں ایک حدیث میں تو یہاں تک ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیل مجھے پڑوسی کی نسبت جو باتیں اچھے معاملے اس کے ساتھ رکھنے کی بیان کرتے رہے تو میں یہ سمجھا کہ شاید اسکو اس کے پڑوسی کا وارث بھی نہ بنا دیں ۱۲

[2] یتیم کے بارے میں حدیث میں ہے کہ میں اور یتیم کا ذمہ دار جنت میں اسقدر قریب قریب رہیں گے کہ جیسے شہادت کی انگلی کے پاس بیچ کی انگلی قریب ہے اور حدیث میں ہے کہ جو آدمی بیوہ اور مسکین کے لئے سعی کرے یعنی اسکی امداد میں کوشاں ہے وہ ایسا ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ کے راستے میں کوشش کرنیوالا اور اسکو اس قدر ثواب ہے کہ جسقدر تہجد گذار کو ثواب ملتا ہے جو کبھی سستی نہ کرے اور جسقدر روزہ دار کو ثواب ملتا ہے جو کبھی ختم نہ کرے ۱۲ محشی غفرلہ

زائد ہیں نمبر۱ ان لوگوں کی خدمت مال سے کرنا نمبر۲ ان لوگوں کا کام اپنے ہاتھ پاؤں سے کر دینا نمبر۳ ان لوگوں کی دلجوئی و تسلی کرنا۔ نمبر۴ ان کی حاجت اور سوال کو رد نہ کرنا۔

بعضے حقوق صرف آدمی ہونیکی وجہ سے ہیں گو وہ مسلمان نہ ہو وہ یہ ہیں نمبر۱ بے خطا کسی کو جان یا مال کی تکلیف نہ دے نمبر۲ بے وجہ شرعی کسی کے ساتھ بدزبانی نہ کرے نمبر۳ اگر کسی کو مصیبت اور فاقہ اور مرض میں مبتلا دیکھے اس کی مدد کرے کھانا پانی دیدے علاج معالجہ کر دے نمبر۴ جس صورت میں شریعت نے سزا کی اجازت دی ہے اس میں بھی ظلم و زیادتی نہ کرے۔

حیوانات کے حقوق نمبر۱ جس جانور سے کوئی فائدہ متعلق نہ ہو[1] اسکو مقید نہ کرے بالخصوص بچوں کو آشیانہ سے نکال لانا ان کے ماں باپ کو پریشان کرنا بڑی بے رحمی ہے نمبر۲ جو جانور قابل کھانے کے ہیں ان کو بھی محض دل بہلانے کے طور پر قتل نہ کرے[2] نمبر۳ جو جانور اپنے کام میں[3] ہیں ان کے کھلانے پلانے و راحت رسانی و خدمت کا پورے طور سے اہتمام کرے ان کی قوت سے زیادہ ان سے کام نہ لے ان کو حد سے زیادہ نہ مارے نمبر۴ جن جانوروں کو ذبح کرنا ہو یا بوجہ موذی ہونے کے قتل کرنا ہو تیز اوزار سے جلدی کام تمام کر دے اسکو تڑپاوے نہیں بھوکا پیاسا رکھکر جان نہ لے۔

[1] مثلاً کوئی پرند ایسا ہو کہ اسکو لوگ نہیں پالتے اور اس کے پالنے سے کوئی لطف ہاتھ نہیں آتا نہ اسکی آواز بہتر ہے اور نہ اسکی شکل اچھی ہے نہ اس میں کوئی اور صفت ہے جسکو بہتر سمجھا جاتا ہو تو اس کو پنجرے میں بند کر کے نہ رکھے ۱۲

[2] البتہ اگر کھانے کے لئے ان کا شکار کرے تو اس کا کچھ مضائقہ نہیں ۱۲

[3] جیسے گھوڑا گدھا خچر اونٹ بیل وغیرہ ان سے ان کی قوت سے زیادہ کام یا بے مناسب کام نہ لینا چاہیئے مثلاً بیل سے سواری کا کام نہ لے اور گھوڑے سے ہل نہ چلادے ۱۲

ضروری بات[4]

اگر کسی آدمی کے حق میں کچھ کمی ہو گئی ہو تو ان میں جو حق ادا کرنے کے قابل ہوں ادا کرے یا معاف کرالے۔ مثلاً کسی کا قرض رہ گیا تھا یا کسی کی خیانت وغیرہ کی تھی

[4] اس بات کا ضروری ہونا بالکل ظاہر ہے اس لئے کہ حقوق العباد توبہ سے بھی معاف نہ ہوں گے ان کی توبہ یہی ہے کہ صاحب حق کو اسکا حق دے یا اس سے حق معاف کرالے ۱۲ محشی غفرلہٗ

اور جو صرف معاف کرانے کے قابل ہوں ان کو فقط معاف کرا لے مثلاً غیبت وغیرہ کی تھی یا مارا تھا۔ اور اگر کسی وجہ سے حق داروں سے نہ معاف کرا سکتا ہے نہ ادا کر سکتا ہے تو ان لوگوں کے لئے ہمیشہ بخشش کی دعا کرتا رہے۔ عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں ان لوگوں کو رضامند کر کے معاف کرا دیں۔ مگر اس کے بعد بھی جب موقع ادا کرنے کا یا معاف کرانے کا ہو اس وقت اس میں بے پروائی نہ کرے اور جو حقوق خود اس کے اوروں کے ذمہ رہ گئے ہوں جن سے امید وصول کی ہو نرمی کے ساتھ ان سے وصول کرے اور جن سے امید نہ ہو یا وہ حقوق قابل وصول نہ ہوں جیسے غیبت وغیرہ سو اگرچہ قیامت میں ان کے عوض نیکیاں ملنے کی امید ہے مگر معاف کر دینے میں اور زیادہ ثواب آیا ہے اس سے بالکل معاف کر دینا زیادہ بہتر ہے۔ خاص کر جب کوئی شخص منت خوشامد کر کے معافی چاہے۔

تجوید یعنی قرآن کو اچھی طرح سنوار کر صحیح پڑھنے کا بیان

مسئلہ۔ اس میں کوشش کرنا واجب[1] ہے۔ اسمیں بے پروائی اور سستی کرنے سے گناہ ہوتا ہے۔

فائدہ۔ اس کے قاعدے بہت سے ہیں مگر تھوڑے سے قاعدے جو بہت ضروری اور آسان ہیں لکھے جاتے ہیں۔ **تنبیہ** ان حرفوں میں خوب اہتمام سے فرق کرنا چاہیئے اور اچھی طرح ادا کرنا چاہیئے۔ ا۔ ع۔ ء میں اور ت۔ ط میں اور ث۔ س۔ ص میں اور ح۔ ہ میں اور د ض میں اور ذ ظ ز میں کہ ت پُر[2] نہیں ہوتی ہے ط پُر ہوتی ہے اور ث نرم[3] ہوتی ہے س سخت ہوتا ہے ص پُر ہوتا ہے اور ض کے نکالنے میں زبان کی کروٹ بائیں طرف کی داڑھ سے لگتی ہے

[1] قرآن شریف میں خدا تعالےٰ کا ارشاد ہے وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ۱۲

[2] پُر فارسی کا لفظ ہے اس کے معنی بھرے ہوئے کے ہیں یہاں مراد یہ ہے کہ ت کو منہ بھر کر ادا نہ کرنا چاہیئے اور ط کو منہ بھر کر ادا کرنا چاہیئے

[3] کہ پھوکے پھوکے ادا کی جاتی ہے ۱۲

[a] کیونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ صفت بہت پسندیدہ ہے اس سے یہ بھی امید ہے کہ خدا تعالیٰ اسکی اس صفت کو دیکھکر اس شخص کو کہ جسکا حق اس کے ذمہ ہے اس پر شفیق اور مہربان کر دے اور وہ اپنا حق اُسے معاف کر دے ۱۲

[b] بعضی باتیں جو باریک تھیں وہ سمجھ میں نہ آتیں۔ یا جو بہت ظاہر تھیں کہ خود بخود انکے موافق پڑھتے ہیں ایسی باتیں لکھیں ۱۲

سامنے کے دانتوں سے اس کا پڑھنا غلط ہے اور اس کی زیادہ مشق کرنا چاہیئے۔
اور ذ نرم ہوتی ہے ز سخت ہوتی ہے[1] ظ پر ہوتی ہے قاعدہ ن م پر جب
تشدید ہو غنہ سے پڑھو یعنی اسی آواز کو ذرا دیر تک ناک میں نکالتی رہو فائدہ
جس حرف پر زبر یا زیر یا پیش ہو اور اس کے آگے الف یا ی یا واؤ نہ ہو اسکو
بڑھا کر مت پڑھو۔ جیسے اکثر لڑکیوں کی عادت پڑ جاتی ہے اس طرح پڑھنا غلط
ہے جیسے اَلْحَمْدُ کو اس طرح پڑھنا اَلْحَمَادُ یا مٰلِكِ کو اس طرح پڑھنا مٰلِكِي یا
اِيَّاكَ کو اس طرح پڑھنا اِيَّاكَا اور جہاں الف یا ی یا واؤ ہو اس کو گھٹا و مت
غرض کھڑے پڑے کا بہت خیال رکھو قاعدہ پیش کو واؤ کی بو[2] دیکر پڑھو اور
زیر کو ی کی بو دیکر قاعدہ جہاں نون پر جزم ہو اور اُس نون کے بعد ان حرفوں
میں سے کوئی حرف ہو اس نون کو غنہ سے پڑھو۔ وہ حروف یہ ہیں ت ث ج
د ذ ز س ش ص ض ط ظ ف ق ك جیسے اَنْتُمْ مِنْ ثَمَرَةٍ فَاَنْجَيْنٰكُمْ۔ اَنْدَادًا۔
اَنْذَرْتَهُمْ اَنْزَلَ مِنْسَاَتَهٗ مَنْشُرُ لِمَنْ صَبَرَ۔ مَنْضُوْدٍ۔ فَاِنْ طِبْنَ فَانْظُرْ يُنْفِقُوْنَ
مِنْ تَبٰلِكَ اِنْ كُنْتُمْ۔ قاعدہ اسی طرح اگر کسی حرف پر دو زبر یا دو زیر یا دو
پیش ہوں جس سے نون کی آواز پیدا ہوتی ہے اور اس حرف کے بعد ان پندرہ
حرفوں میں سے کوئی حرف آجاوے تب بھی اس نون کی آواز پر غنہ[3] کرو جیسے
جَنّٰتٍ تَجْرِيْ جَمِيْعًا۔ ثُمَّ اسْتَوٰى۔ مِنْ نَّفْسٍ شَيْئًا۔ رِزْقًا قَالُوْا۔ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ
اسی طرح اور مثالیں ڈھونڈھ لو۔ قاعدہ جہاں نون پر جزم ہو اور اس کے بعد
حرف ر یا حرف ل آوے تو اس نون میں نون کی آواز بالکل نہیں رہتی بلکہ
بالکل ر یا ل میں ملجاتا ہے جیسے مِنْ رَّبِّهِمْ[4] وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ۔ قاعدہ
اسی طرح اگر کسی حرف پر دو زبر یا دو زیر یا دو پیش ہوں جس سے نون کی آواز
پیدا ہوتی ہے اور اس حرف کے بعد ر یا ل ہو جب بھی اس نون کی آواز[5] نہ
رہے گی ر یا ل میں مل جاوے گا جیسے غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ قاعدہ
اگر نون پر جزم ہو اور اس کے بعد حرف ب ہو تو اس نون کو میم کی طرح

[1] یعنی سختی سے ادا ہوتی ہے پھو کے پھو کے ادا نہیں ہوتی ۱۲ محشی عفرلہ
[2] یعنی حرکت کو معروف پڑھو مجہول نہ پڑھو بلکہ پیش والے حرف کو اسطرح پڑھنا چاہیئے کہ اسکا پیش قدرے واؤ کی طرف مائل ہوجائے اور زیر والے حرف کو اس طرح کہ قدرے زیر یا کی طرف مائل ہوجائے ۱۲
[3] اسکی وجہ بھی اصل میں وہی ہے جو اس سے پہلے قاعدہ بیان کیا اس لئے کہ تینوں یعنی دو زبر یا دو زیر یا دو پیش حقیقت میں جزم والا نون ہوتا ہے ۱۲
[4] اسکو یوں پڑھنا چاہیئے مِرَّبِّهِمْ وَلٰكِلَّا يَشْعُرُوْنَ ۱۲
[5] اسی وجہ سے کہ تنوین یعنی دو زبر یا دو پیش یا زبر بھی حقیقت میں جزم دار نون ہوتا ہے ۱۲

پڑھیں گے اور اس پر غنہ بھی کریں گے جیسے اَنْۢبِئْهُمْ[1] اس کو اس طرح پڑھیں
گے اَمْبِئْهُمْ اسی طرح اگر کسی حرف پر دو زبر یا دو زیر یا دو پیش ہوں[2] جس سے
نون کی آواز پیدا ہوتی ہے اور اس کے بعد ب ہو وہاں بھی اس نون کی آواز
کو میم کی طرح پڑھیں گے جیسے اَلِیْمٌۢ بِمَا اس کو اس طرح پڑھیں گے اَلِیْمُمْ بِمَا
بعضے قرآنوں میں ایسے موقع پر ننھی سی میم لکھدیتے ہیں اور بعضوں میں نہیں لکھتے
مگر پڑھنا سب جگہ چاہیے جہاں جہاں یہ قاعدہ پایا جاوے قاعدہ جہاں میم پر
جزم ہو اور اس کے بعد حرف ب ہو تو اس میم پر غنہ کرو جیسے یَعْتَصِمْ بِاللّٰهِ قاعدہ
جس حرف پر دو زبر یا دو زیر یا دو پیش ہوں اور اس کے بعد والے حرف پر جزم
ہو تو وہاں دو زبر کی جگہ ایک زبر پڑھیں گے اور وہاں جو الف[3] لکھا ہے اسکو
نہ پڑھیں گے اور ایک نون زیر والا اپنی طرف سے نکال کر اس جزم والے حرف
سے ملا دیں گے جیسے خَیْرًا الْوَصِیَّةُ اس کو اس طرح پڑھیں گے خَیْرَنِ الْوَصِیَّةُ
اسی طرح دو زیر کی جگہ ایک زیر پڑھیں گے اور ویسا ہی نون پچھلے حرف سے
ملا دیں گے جیسے فَخُوْرِ الَّذِیْنَ اس کو اس طرح پڑھیں گے فَخُوْرِنِ الَّذِیْنَ اسی
طرح دو پیش کی جگہ ایک پیش پڑھیں گے اور ویسا ہی نون پچھلے حرف سے ملا
دیں گے جیسے نُوْحُ ابْنَهٗ اس کو اس طرح پڑھیں گے نُوْحُنِ ابْنَهٗ بعضے قرآنوں
میں ننھا سا نون بیچ[4] میں لکھدیتے ہیں لیکن اگر کسی قرآن میں نہ لکھا ہو جب بھی
پڑھنا چاہیے۔ قاعدہ ر پر اگر زبر یا پیش ہو پُر پڑھنا چاہیے جیسے رَبِّ[5]
الْعٰلَمِیْنَ اَمْرُهُمْ اور اگر ر کے نیچے زیر ہو تو باریک پڑھو جیسے غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ
اور اگر ر پر جزم ہو تو اس سے پہلے والے حرف کو دیکھو اگر اس پر زبر یا پیش ہے
تو ر کو پُر پڑھو جیسے اَنْذَرْتَهُمْ مُرْسَلٌ اور اگر اس سے پہلے والے حرف
پر زیر ہو تو اس جزم والی ر کو باریک پڑھو جیسے لَمْ تُنْذِرْهُمْ اور کہیں کہیں
یہ قاعدہ نہیں چلتا۔ مگر وہ موقع تمہاری سمجھ میں نہ آویں گے زیادہ جگہ یہی قاعدہ
ہے تم یوں ہی پڑھا کرو۔ قاعدہ اَللّٰهُ اور اَللّٰهُمَّ میں جو لام ہے اس لام سے

[1] اسکی بھی وہی وجہ ہے کہ یہ حقیقت میں جزم دار نون ہے ۱۲

[2] اسکی بھی وہی وجہ ہے کہ یہ حقیقت میں جزم دار نون ہے ۱۲

[3] یعنی دو زبر یا دو زیر یا دو پیش والے حرف کے بعد کیونکہ یہ قاعدہ اکثر وہیں جاری پایا جاتا ہے کہ جہاں اس دو زبر یا دو زیر یا دو پیش والے حرف کے بعد الف بھی ہو چنانچہ مثالوں سے ظاہر ہے ۱۲

[4] اس نون کو نون قطنی کہتے ہیں جب دو زبر یا دو زیر یا دو پیش کے بعد حرف ساکن ہوتا ہے تو اس نون پر زیر ہی پڑھا جاتا ہے ۱۲

[5] اگر رائے سے پہلے حرف پر زیر ہو اور سب کلمہ ایک ہی ہو اور زیر اصلی ہو تو اگر اس را کے بعد کوئی حرف مستعلیہ حروف میں سے ایک کلمہ کے اندر نہ ہو تو باریک پڑھیں گے جیسے فرعون اور اگر رائے ساکن سے پہلے زیر عارضی ہو تو را پُر پڑھی جائے گی جیسے ارجعوا اور جب رائے ساکن سے پہلے زیر اور راء کے بعد کوئی حرف حروف مستعلیہ میں سے ہو اور سب کلمہ ایک ہو تو بھی رائے پُر ہوگی جیسے لبالمرصاد مگر لفظ فرق میں راکو باریک اور پُر دونوں طرح پڑھنا جائز ہے حروف مستعلیہ سات ہیں۔ خ ص ض۔ ط۔ ظ غ۔ ق ۱۲ ضیاء القرأت۔

پہلے والے حرف پر اگر زبر یا پیش ہو تو لام کو پُر پڑھو جیسے خَتَمَ اللّٰهُ قُلْ هُوَ اللّٰهُ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اور اگر پہلے والے حرف پر زیر ہو تو اس لام کو باریک پڑھو جیسے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ قاعدہ جہاں گول ۃ لکھی ہو چاہے الگ ہو اس طرح ۃ چاہے ملی ہوئی اس طرح ـة اور اس پر ٹھہرنا ہو تو اس ۃ کو ہ کی طرح پڑھیں گے جیسے قَسْوَةٌ اس کو اس طرح پڑھیں گے قَسْوَہ اسی طرح اٰتُوا الزَّکٰوۃَ اور طَیِّبَةً میں بھی ہ پڑھیں گے قاعدہ جس حرف پر دو زبر ہوں اور اس پر ٹھہرنا ہو تو اس حرف سے آگے الف پڑھیں گے جیسے نِدَاۤءً کو اس طرح پڑھیں نِدَاۤءَا قاعدہ جس جگہ قرآن میں ایسی نشانی لکھی ہوئی ہو ~ وہاں فرا بڑھا دو جیسے وَلَا الضَّآلِّیْنَ[عہ] یہاں الف کو اور الفوں سے بڑھا کر پڑھو یا جیسے قَالُوْۤا اٰمَنَّا یہاں واؤ کو اور جگہوں کے واؤ سے بڑھا دو یا جیسے فِیْۤ اٰذَانِهِمْ اس ی کو دوسری جگہ کی ی سے بڑھا دو قاعدہ جہاں ایسی نشانیاں بنی ہوں ٹھہر جاؤ ۝ ط ق قف ک اور جہاں س یا سکتہ یا وقفہ ہو وہاں سانس نہ توڑو مگر ذرا رک کر آگے پڑھتی چلی جاؤ اور جہاں ایک آیت میں دو جگہ تین نقطے بنے ہوں اس طرح ∴ وہاں ایک جگہ ٹھہرو ایک جگہ نہ ٹھہرو چاہے پہلی جگہ ٹھہرو چاہے دوسری جگہ ٹھہرو اور جہاں لا لکھا ہو وہاں مت ٹھہرو اور جہاں اور نشانیاں بنی ہوں وہاں جی چاہے ٹھہرو جی چاہے نہ ٹھہرو اور جہاں اوپر نیچے دو نشانیاں بنی ہوں تو جو اوپر لکھی

عہ یہ قاعدے وقف کے ہیں اور وقف کے متعلق ایک بہتر بات یہ ہے کہ باوجود دم ہونے کے ہر وقف پر سانس نہ توڑنا چاہئے قاری کی مثال ایسی ہو کہ جیسے مسافر اور اوقاف کی ایسی کہ جیسے منزلیں ہوتی ہیں پس جس طرح مسافر کا ہر منزل پر بلا ضرورت ٹھہرنا فضول ہے اسی طرح قاری کا ہر ہر وقف پر ٹھہرنا بیکار ہے بلکہ حتی الامکان آیت پر ٹھہرے جتنی دیر وقف کرے گا اتنی دیر میں ایک دو کلمہ ہو جائیں گے البتہ لازم مطلق پر اور ایسے ہی جس آیت کو مابعد سے تعلق لفظی نہ ہو ایسی جگہ وقف کرنا ضروری اور مستحسن ہے اور کلمہ کو محض ساکن کرنا یا اور جو احکام وقف کے ہیں انکو کرنا بلا سانس توڑے اس کو وقف نہیں کہتے یہ سخت غلطی ہے ۱۲ فوائد مکیہ۔

ہو اسپر عمل کرو قاعدہ جس حرف پر جزم ہو اور اسکے بعد والے حرف پر تشدید ہو تو اس جگہ پہلا حرف نہ پڑھیں گے جیسے قَدْ تَّبَيَّنَ میں دال نہ پڑھیں گے اور قَالَتْ طَّآئِفَةٌ میں ت نہ پڑھینگے اور لَئِنْ بَسَطْتَّ میں ط نہ پڑھینگے اور اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ میں ت نہ پڑھینگے اور اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا میں ت نہ پڑھینگے اور اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ میں ق[ٰ] نہ پڑھیں گے البتہ اگر یہ جزم والا حرف ن ہو یا دو زبر دو زیر دو پیش سے نون پیدا ہو گیا ہو اور اس کے بعد تشدید والا حرف ی یا واو ہو تو وہاں پڑھنے میں نون کی بو رہے گی جیسے مَنْ يَّقُوْلُ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ میں نون کی آواز ناک میں پیدا ہوگی فائدہ پارہ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ کے چوتھے رکوع میں چھٹی آیت میں جو یہ بول آیا ہے مَجْرٖىهَا اس ر کے زیر کو اور زیروں کی طرح نہ پڑھیں گے بلکہ جس طرح لفظ "ستارے" کی ر کا زیر پڑھا جاتا ہے اس طرح اس کو پڑھیں گے فائدہ پارہ حٰم میں سورہ حجرات کے دوسرے رکوع کی پہلی آیت میں جو یہ بول آیا ہے۔ بِئْسَ الِاسْمُ اس میں بِئْسَ کا سین کسی حرف سے نہیں ملتا اور اس کے بعد کا لام اگلے سین سے ملتا ہے اور اس طرح پڑھا جاتا ہے بِئْسَ لِسْمُ فائدہ پارہ تِلْكَ الرُّسُلُ سورہ آل عمران کے شروع میں جو الٓمّٓ آیا ہے اس کی میم کو اگلے لفظ اللہ کے لام سے اس طرح سے ملایا جاتا ہے جس کے ہجے یوں ہوتے ہیں می زیر مِی مل زبر مَل مِيْمَلْ اور بعضی پڑھنے والی جو اس طرح پڑھتی ہیں مِیْمِ مل یہ غلط ہے فائدہ یہ چند مقام ایسے ہیں کہ لکھا جاتا ہے اور طرح اور پڑھا جاتا ہے اور طرح ان کا بہت خیال رکھو اور قرآن میں یہ مقامات نکال کر لڑکیوں کو دکھلا دو اور سمجھا دو مقام اول قرآن مجید میں جہاں کہیں لفظ اَنَا آیا ہے اس میں نون کے بعد کا الف نہیں پڑھا جاتا بلکہ فقط پہلا الف اور نون زبر کے ساتھ پڑھتے ہیں اس کو بڑھاتے نہیں اس طرح اَنَ مقام ۲ پارہ سیقول کے سولھویں

؎ بلکہ لام کو ک سے ملا کر پڑھیں گے اس طرح اَلَمْ نَخْلُكُّمْ ۱۲

؎ اگر الٓمّٓ اللہ شروع آل عمران کے میم کو لفظ اللہ سے ملا کر پڑھا جائے تو میم پر زبر دے کر اور لفظ اللہ کا ہمزہ گرا کر پڑھنا چاہیے اور اس وقت میم میں مد کرنا نہ کرنا دونوں جائز ہیں لیکن میم پر تشدید نہ ہونے پاوے ۱۲ حوالہ بالا

رکوع کی تیسری آیت میں یَبۡصُۜطُ ص سے لکھا جاتا ہے مگر س سے پڑھا جاتا ہے اسطرح یَبۡسُطُ اکثر قرآنوں میں ایک ننھا سا سین بھی لکھدیتے ہیں لیکن اگر نہ بھی لکھا ہو جب بھی سین پڑھے۔ اسی طرح پارہ وَلَوۡ اَنَّنَا کے سولھویں رکوع کی پانچویں آیت میں جو بَصۜۡطَۃً آیا ہے اس میں بھی ص کی جگہ س پڑھتے ہیں مقام ۳ پارہ لَنۡ تَنَالُوا کے چھٹے رکوع کی پہلی آیت میں اَفَائِنۡ میں ف کے بعد الف لکھا جاتا ہے مگر پڑھا نہیں جاتا بلکہ اس طرح پڑھتے ہیں اَفَئِنۡ مقام ۴ پارہ لَنۡ تَنَالُوا کے آٹھویں رکوع کی تیسری آیت میں لَااِلَی اللّٰہِ میں پہلے لام کے بعد دو الف لکھے ہیں مگر ایک الف پڑھا جاتا ہے اس طرح لَاِلَی اللّٰہِ مقام ۵ پارہ لَا یُحِبُّ اللّٰہُ کے نویں رکوع کی تیسری آیت میں تَبُوۡءَا میں ہمزہ کے بعد الف لکھا جاتا ہے مگر پڑھا نہیں جاتا بلکہ یوں پڑھتے ہیں تَبُوۡءَ مقام ۶ پارہ قَالَ الۡمَلَاُ الَّذِیۡنَ کے تیسرے رکوع کی چوتھی آیت میں مَلَا۠ئِہٖ میں لام کے بعد الف لکھا ہے مگر پڑھا نہیں جاتا بلکہ یوں پڑھتے ہیں مَلَئِہٖ اسیطرح یہ لفظ قرآن میں جہاں آیا ہے اسی طرح پڑھا جاتا ہے۔ مقام ۷ پارہ وَاعۡلَمُوۡا کے تیرھویں رکوع کی پانچویں آیت میں لَااَوۡضَعُوۡا میں لام کے بعد الف لکھا ہے مگر پڑھا نہیں جاتا بلکہ یوں پڑھتے ہیں لَاَوۡضَعُوۡا مقام ۸ پارہ وَمَا مِنۡ دَآبَّۃٍ کے چھٹے رکوع کی آٹھویں آیت میں ثَمُوۡدَاۡ میں دال کے بعد الف لکھا ہے مگر پڑھا نہیں جاتا بلکہ یوں پڑھتے ہیں ثَمُوۡدَ اسی طرح پارہ فَمَا خَطۡبُکُمۡ سورہ والنجم کے تیسرے رکوع کی انیسویں آیت میں جو ثَمُوۡدَاۡ آیا ہے اس میں بھی الف نہیں پڑھا جاتا مقام ۹ پارہ وَمَا اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ کے دسویں رکوع کی چوتھی آیت میں لِیَتۡلُوَاۡ میں واو کے بعد الف لکھا جاتا ہے مگر پڑھا نہیں جاتا بلکہ یوں پڑھتے ہیں۔ لِیَتۡلُوَ مقام ۱۰ پارہ سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ کے چودھویں رکوع کی دوسری آیت میں لَنۡ نَّدۡعُوَاۡ میں واو کے بعد الف لکھا جاتا ہے مگر پڑھا نہیں جاتا بلکہ یوں پڑھتے ہیں لَنۡ نَّدۡعُوَ اسی طرح پارہ سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ کے سولھویں رکوع کی پہلی

[1] یہ صاد کا حرف قرآن مجید میں چار مقام پر لکھا تو جاتا ہے لیکن ساتھ میں ایک چھوٹا سا سین بھی لکھدیتے ہیں تو ان میں سے دو جگہ تو ایسی ہیں کہ وہاں صاد پڑھتے ہی نہیں آتا صرف سین ہی پڑھا جاتا ہے انکی مثالیں تو کتاب میں موجود ہیں یعنی یَبۡصُۜطُ اور بَصۜۡطَۃً اور تیسری جگہ سورہ طور میں ہے یعنی اَمۡ ہُمُ الۡمُصَۜیۡطِرُوۡنَ یہاں اختیار ہے چاہے صاد پڑھو یا سین اور چوتھی جگہ سورہ غاشیہ میں ہے یعنی بِمُصَیۡطِرٍ اس میں صاد ہی پڑھنا چاہیے ۱۲ ماخوذ از جمال القرآن عاجز محمد حیات عفی عنہ

آیت میں لِشَایْءٍ میں الف نہیں پڑھا جاتا بلکہ اس طرح پڑھتے ہیں لِشَیْءٍ مقام ۱۱ پارہ سُبْحٰنَ الَّذِیْ کے سترھویں رکوع کی ساتویں آیت میں لٰکِنَّا میں نون کے بعد الف لکھا جاتا ہے مگر پڑھا نہیں جاتا بلکہ یوں پڑھتے ہیں لٰکِنَّ مقام ۱۲ پارہ وَقَالَ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ کے سترھویں رکوع ساتویں آیت میں لَاَاذْبَحَنَّهٗ میں لام کے بعد دو الف لکھے جاتے ہیں مگر ایک پڑھا جاتا ہے اس طرح لَاَذْبَحَنَّهٗ مقام ۱۳ پارہ وَمَآاُبَرِّئُ کے چھٹے رکوع کی سینتالیسویں آیت میں لَااِلَی الْجَحِیْمِ میں پہلے لام کے بعد دو الف لکھے جاتے ہیں مگر ایک پڑھا جاتا ہے اس طرح لَاِلَی الْجَحِیْمِ مقام ۱۴ پارہ حٰمٓ سورۂ محمدؐ کے پہلے رکوع کی چوتھی آیت میں لِیَبْلُوَا میں واؤ کے بعد الف لکھا جاتا ہے مگر پڑھا نہیں جاتا بلکہ یوں پڑھتے ہیں لِیَبْلُوَ اسی طرح اسی سورہ کے چوتھے رکوع کی تیسری آیت میں نَبْلُوَا میں واؤ کے بعد الف لکھا جاتا ہے مگر پڑھا نہیں جاتا بلکہ یوں پڑھتے ہیں نَبْلُوَ مقام ۱۵ پارہ تَبٰرَکَ الَّذِیْ سورۂ دھر کے پہلے رکوع کی چوتھی آیت میں سَلٰسِلَاْ میں دوسرے لام کے بعد الف لکھا جاتا ہے مگر پڑھا نہیں جاتا بلکہ یوں پڑھتے ہیں سَلٰسِلَ اور اسی رکوع کی پندرھویں اور سولھویں آیت میں دو جگہ قَوَارِیْرَا قَوَارِیْرَا آیا ہے اور دونوں جگہ دوسری ر کے بعد الف لکھا جاتا ہے سو اکثر پڑھنے والے پہلے قواریرا پر ٹھہر جاتے ہیں اور دوسرے قواریرا پر نہیں ٹھہرتے اس طرح پڑھتے ہیں تو یہ حکم ہے کہ پہلی جگہ الف پڑھیں دوسری جگہ الف نہ پڑھیں بلکہ اس طرح پڑھیں قوارِیرَ اور اگر کوئی پہلی جگہ نہ ٹھہرے اور دوسری[ع] جگہ ٹھہر جاوے تو جہاں ٹھہرے وہاں الف پڑھے جہاں نہ ٹھہرے وہاں الف نہ پڑھے۔

[ع] دوسری جگہ کسی حال میں الف نہ پڑھا جاوے گا خواہ وہاں وقف کرے یا نہ کرے اور پہلی جگہ اگر وقف کرے تو الف پڑھے ورنہ نہیں صحیح یہی ہے کما فی جمال القرآن ۱۲ محشی۔

[ل] قرآن شریف میں پانچ مقام ایسے ہیں کہ وہاں لکھا تو جاتا ہے لا اور پڑھا جاتا ہے لَ جن میں سے چار مقام تو اس کتاب میں ذکر کر دیے یعنی [۱] لا الی اللہ اور [۲] لا اوضعوا اور [۳] لا اذبحنہ اور [۴] لا الی الجحیم مگر پانچواں مقام ذکر نہیں کیا وہ سورہ حشر میں ہے یعنی لَاَانْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً اس کو لَاَنْتُمْ پڑھنا چاہیے ۱۲ از جمال القرآن لمولفہ دامہ اللہ تعالٰی ۱۲

فائدہ۔ پارہ وَاعْلَمُوْٓا میں جو سورۂ توبہ بَرَآءَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ سے شروع ہوتی ہے اس پر بِسْمِ اللّٰہِ نہیں لکھی اس کا حکم یہ ہے کہ اگر کوئی اوپر سے پڑھتی چلی آتی ہے وہ اس پر پہونچکر بسم اللہ نہ پڑھے ویسے ہی شروع کردے اور اگر کسی نے اسی جگہ سے پڑھنا شروع کیا ہے یا کچھ سورت پڑھ کر پڑھنا بند کردیا تھا پھر بیچ میں سے پڑھنا شروع کیا تو ان دونوں حالتوں میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھنا چاہیئے۔

استاد کے لئے ضروری بات

یہ سب قاعدے سمجھا کر ایک ایک کوئی کئی روز تک پاؤ پاؤ آدھے آدھے پارہ میں خوب جاری اور مشق کرادو۔

تمام شد

ف اگر کسی سورہ کو ختم کرکے سورہ توبہ شروع کی جائے تو وصل یا وقف یا سکتہ تینوں وجہ جائز ہیں جو چاہو کرسکتے ہو اور اگر درمیان قرءت کے کوئی کلام اجنبی ہوگیا اگرچہ کسی کو سلام کا جواب ہی دیا ہو تو اعوذ باللہ دوبارہ پڑھنا چاہیئے اور بلند آواز سے پڑھنا چاہیئے اگر قرءت بلند آواز سے کر رہا ہو گو آہستہ آواز سے بھی پڑھ لینا کافی ہے ۱۲ از ہدیۃ الوحید فی علم التجوید ۱۲ اور اگر شروع قرأت کسی سورت کے درمیان سے ہو تو اعوذ باللہ ضرور پڑھنا چاہیئے بسم اللہ چاہو پڑھے یا نہ پڑھے ۱۲ از ضیاء القرءت عاجز محمد حیات غفرلہ سنبھلی۔

مسائل ذیل کے پڑھانے کا طریقہ

اگر پڑھانے والا مرد ہو تو ان مسائل کو خود نہ پڑھاوے۔ بلکہ یا تو اپنی بی بی کی معرفت سمجھا دوے یا ہدایت کردے کہ بعد میں ان مسائل کو دیکھ لینا اور اگر پڑھنے والا کم عمر لڑکا ہو اسکو بھی نہ پڑھاویں بلکہ صرف ہدایت کردیں کہ بعد دیکھ لینا۔

مسائل

جن لوگوں سے نکاح کرنا حرام ہے انکا بیان

مسئلہ۔ کسی مرد[1] نے کسی عورت سے زنا کیا تو اب اس عورت کی ماں اور اس عورت کی اولاد کو اس مرد سے نکاح کرنا درست نہیں۔

مسئلہ۔ کسی عورت[2] نے جوانی کی خواہش کے ساتھ بدنیتی سے کسی مرد کو ہاتھ لگایا تو اب اس عورت کی ماں اور اولاد کو اس مرد سے نکاح کرنا جائز نہیں اسی طرح اگر کسی مرد نے کسی عورت پر ہاتھ ڈالا۔ وہ مرد اسکی ماں اور اولاد پر حرام ہوگیا۔

مسئلہ۔ رات[3] کو اپنی بی بی کو جگانے کے لئے اٹھا مگر غلطی سے لڑکی پر ہاتھ پڑگیا یا ساس پر ہاتھ پڑگیا اور بی بی سمجھ کر جوانی کی خواہش کے ساتھ اس کو ہاتھ لگایا تو اب وہ مرد اپنی بی بی پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوگیا اب کوئی صورت جائز ہونے کی نہیں ہے اور لازم ہے کہ یہ مرد اب اس عورت کو طلاق دیدے

مسئلہ۔ کسی لڑکے[4] نے اپنی سوتیلی ماں پر بدنیتی سے ہاتھ ڈال دیا تو اب

[1] وحرم فرع مزنیتہ وممسوستہ وماسّتہ ومنظور الی فرجہا الداخل بشہوۃ واصلہن ۱۲ مختصر صہ۲۰۷

[2] حوالہ بالا ومس المرءۃ الرجل فی الحرمۃ کمس الرجل المرءۃ ۱۲ فتاوی قاضی خاں صہ۱۶۷

[3] واذا کانت المرءۃ مع ابنۃ مشتہاۃ لہا فی فراش فمد الرجل یدہ الی المرءۃ یجرہا الی فراشہ لیجی معہا فاصابت ید الرجل ابنۃ المرءۃ فقرصہا باصبعہ علی ظن انہا امرءۃ وان وقعت یدہ علی الابنۃ وہو مشتہی بہا حرمت علیہ امرءتہ وان کان یظن انہا امرءتہ لوجود المس عن شہوۃ ۱۲ حوالہ بالا

[4] وان قبل امرءۃ ابیہ عن شہوۃ حرمت علی ابیہ الخ ۱۲ قاضی خاں صہ۱۷۰

عہ اس مسئلہ شبہ اور اس کا جواب تتمہ ثالثہ امداد الفتاوی صہ۳۳ میں درج ہے ۱۲ تصحیح الاغلاط جس سے اس مسئلہ کی تائید وتفصیل ہوتی ہے ۱۲ شبیر علی

وہ عورت اپنے شوہر پر بالکل حرام ہوگئی اب کسی صورت سے حلال نہیں ہوسکتی اور اگر اس سوتیلی ماں نے سوتیلے لڑکے کے ساتھ ایسا کیا تب بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ[۲۲]۔ جس عورت کے شوہر نہ ہو اور اس کو بدکاری سے حمل ہو اسکا نکاح بھی درست ہے لیکن بچہ پیدا ہونے سے پہلے صحبت کرنا درست نہیں البتہ جس نے زنا کیا تھا اگر اسی سے نکاح ہوا ہو تو صحبت بھی درست ہے۔

ولی کا بیان

مسئلہ۔ (نکاح کی اطلاع ہونے پر) جس صورت میں زبان سے کہنا ضروری ہو اور زبان سے عورت نے نہ کہا لیکن جب میاں اس کے پاس آیا تو صحبت سے انکار نہیں کیا تب بھی نکاح درست ہوگیا۔

مسئلہ[۱]۔ باپ[۲] اور دادا کے سوا کسی اور نے نکاح کر دیا تھا اور لڑکی کو اپنے نکاح ہو جانے کی خبر تھی پھر جوان ہوگئی اور اب تک اس کے میاں نے اس سے صحبت نہیں کی تو جسوقت جوان ہوئی ہے فوراً اسی وقت اپنی ناراضی ظاہر کر دے کہ میں راضی نہیں ہوں یا یوں کہے کہ میں اس نکاح کو باقی رکھنا نہیں چاہتی چاہے اس جگہ کوئی اور نہیں ہے نہ ہو بلکہ بالکل تنہا بیٹھی ہو ہر حال میں کہنا چاہیئے لیکن فقط اس سے نکاح نہ ٹوٹے گا۔ شرعی حاکم کے پاس جاوے وہ نکاح توڑ دے تب نکاح ٹوٹے گا جوان ہونے کے بعد اگر ایکدم[عـ] ایک لحظہ بھی چپ[۳] رہے گی تو اب نکاح تڑوانے کا اختیار نہ رہیگا اور اگر اسکو اپنے نکاح کی خبر نہ تھی جوان ہونے کے بعد خبر پہونچی تو جسوقت خبر ملی ہے فوراً اسیوقت نکاح سے انکار کر دے ایک لحظہ بھی چپ رہے گی تو نکاح توڑ ولنے کا اختیار

[عہ] وحبلی من زنا ولا توطا حتی تضع قال المحشی ای یحرم الوطی لغیر الزانی ۱۲ مختصر صہ ۵۔

[عہ] یہ حکم لڑکیوں کا ہے اور لڑکا اگر جوان ہوا تو فوراً انکار کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ جب تک رضامندی نہ معلوم ہو تب تک قبول کرنے نہ کرنے کا اختیار باقی رہتا ہے ۱۲ منہ

[۱] فان استاذنہا غیر الاقرب فلا عبرۃ لسکوتہا بل لابد من القول کالثیب البالغۃ او ما ہو فی معناہ من فعل یدل علی الرضا کطلب مہرہا وتمکینہا من الوطی ۱۲ در مختار مع الرد صہ ۳۰ ج ۲

[۲] لکن لہا خیار الفسخ بالبلوغ او العلم بالنکاح بعد القصد الشفقۃ۔ ویغنی عنہ خیار العتق ولو بلغت وہو صغیر فرق بحضرۃ ابیہ او وصیہ بشرط القضاء ۱۲ حوالہ بالا

[۳] ویبطل خیار البکر بالسکوت لو مختارۃ عالمۃ باصل النکاح الخ ۱۲ در مختار مع الرد صہ ۲۰۹

جاتا رہے گا۔

مسئلہ۱۵۔ اور اگر اس کا میاں صحبت کر چکا تب بالغ[۱] جوان ہوئی تو فوراً جوان ہوتے ہی خبر پاتے ہی انکار کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ جب تک اس کی رضامندی کا حال معلوم نہ ہو گا تب تک قبول کرنے نہ کرنے کا اختیار باقی ہے چاہے جتنا زمانہ گذر جاوے ہاں جب اس نے صاف زبان سے کہدیا کہ میں منظور کرتی ہوں یا کوئی اور ایسی بات پائی گئی جس سے رضامندی ثابت ہوئی جیسے اپنے میاں کے ساتھ تنہائی میں میاں بی بی کی طرح رہی تو اب اختیار جاتا رہا اور نکاح لازم ہو گیا۔

مہر کا بیان

مسئلہ۱۔ کسی[۲] نے دس روپے یا بیس یا سو یا ہزار اپنی حیثیت کے موافق کچھ مہر مقرر کیا اور بی بی کو رخصت کرا لایا اور اس سے صحبت کی یا صحبت تو نہیں کی لیکن تنہائی میں میاں بی بی کسی ایسی جگہ رہے جہاں صحبت کرنے سے روکنے والی اور منع کرنے والی کوئی بات نہ تھی تو پورا مہر جتنا مقرر کیا ہے ادا کرنا واجب ہے اور اگر یہ کوئی بات نہیں ہوئی تھی کہ لڑکا یا لڑکی مر گئی تب بھی پورا مہر دینا واجب ہے اور اگر یہ کوئی بات نہیں ہوئی اور مرد نے طلاق دیدی تو آدھا مہر دینا واجب ہے خلاصہ یہ ہوا کہ میاں بی بی میں اگر ویسی تنہائی ہو گئی جس کا اوپر ذکر ہوا یا دونوں میں سے کوئی مر گیا تو پورا مہر واجب ہو گیا اور اگر ویسی تنہائی اور یکجائی ہونے سے پہلے ہی طلاق ہو گئی تو آدھا مہر واجب ہوا

مسئلہ۲۔ اگر دونوں میں[۳] سے کوئی بیمار تھا یا رمضان کا روزہ رکھے ہوئے تھا یا حج کا احرام باندھے ہوئے تھا یا عورت کو حیض تھا یا وہاں کوئی جھانکتا تاکتا تھا ایسی حالت میں دونوں کی تنہائی اور یکجائی ہوئی تو ایسی تنہائی کا اعتبار نہیں ہے اس سے پورا مہر واجب نہیں ہوا اگر طلاق مل جاوے تو

[۱] وخیار الصغیر والثیب اذا بلغا لا یبطل بالسکوت بلا صریح رضاء او دلالۃ علیہ کقبلۃ و لمس و لا یبطل بقیامہا عن المجلس ۱۲ حوالہ بالا

[۲] واذا خلا الرجل بامرأۃ ولیس ہناک مانع من الوطی ثم طلقہا فلہا کمال المہر وقال قبل ذلک ومن سمی مہرا عشرۃ فما زاد فعلیہ المسمی ان دخل بہا او مات عنہا وان طلقہا قبل الدخول والخلوۃ فلہا نصف المسمی ۱۲ ہدایہ ص۳۲۴

[۳] وان کان احدہما مریضا او صائما فی رمضان او محرما بحج فرض او نفل او بعمرۃ او کانت حائضا فلیست الخلوۃ صحیحۃ حتی لو طلقہا کان لہا نصف المہر وان کان احدہما صائما تطوعا فلہا المہر کلہ ۱۲ حوالہ بالا

آدھا مہر پانے کی مستحق ہے البتہ اگر رمضان کا روزہ نہ تھا بلکہ قضا یا نفل یا نذر کا روزہ دونوں میں سے کوئی رکھے ہوئے تھا ایسی حالت میں تنہائی میں رہی تو پورا مہر پانے کی مستحق ہے شوہر پر پورا مہر واجب ہو گیا۔

مسئلہ [۱۳]۔ شوہر نامرد ہے لیکن دونوں میاں بی بی میں ویسی تنہائی ہو چکی ہے تب بھی پورا مہر پاوے گی اسی طرح اگر ہیجڑے نے نکاح کر لیا پھر تنہائی اور یکجائی کے بعد طلاق دیدی تب بھی پورا مہر پاوے گی۔

مسئلہ [۱۴]۔ میاں بی بی تنہائی میں رہے لیکن لڑکی اتنی چھوٹی ہے کہ صحبت کے قابل نہیں یا لڑکا بہت چھوٹا ہے کہ صحبت نہیں کر سکتا تو اس تنہائی سے بھی پورا مہر واجب نہیں ہوا۔

مسئلہ [۱۵]۔ کسی نے بے قاعدہ نکاح کر لیا تھا اس لئے میاں بی بی میں جدائی کرا دی گئی جیسے کسی نے چھپا کے اپنا نکاح کر لیا دو گواہوں کے سامنے نہیں کیا یا دو گواہ تو تھے لیکن بہرے تھے انھوں نے وہ لفظ نہیں سنے جن سے نکاح بندھتا ہے۔ یا کسی کے میاں نے طلاق دیدی تھی یا مر گیا تھا اور ابھی عدت پوری نہیں ہونے پائی کہ اس نے دوسرا نکاح کر لیا یا کوئی اور ایسی ہی بے قاعدہ بات ہوئی اس لئے دونوں میں جدائی کرا دی گئی لیکن ابھی مرد نے صحبت نہیں کی ہے تو کچھ مہر نہ ملیگا بلکہ اگر ویسی تنہائی میں ایک جگہ رہے سہے بھی ہوں تب بھی مہر نہ ملیگا البتہ اگر صحبت کر چکا ہو تو مہر مثل دلایا جاوے گا لیکن اگر کچھ مہر نکاح کے وقت ٹھہرایا گیا تھا اور مہر مثل اس سے زیادہ ہے تو وہی ٹھہرایا ہوا مہر ملیگا مہر مثل نہ ملیگا۔

مسئلہ [۱۶]۔ کسی نے اپنی بی بی سمجھ کر غلطی سے کسی غیر عورت سے صحبت کر لی تو اس کو بھی مہر مثل دینا پڑیگا اور اس صحبت کو زنا نہ کہیں گے نہ کچھ گناہ ہو گا بلکہ اگر پیٹ رہ گیا تو اس لڑکے کا نسب بھی ٹھیک ہے اس کے نسب میں کچھ دھبہ نہیں ہے اور اس کو حرامی کہنا درست نہیں اور جب معلوم ہو گیا کہ یہ میری عورت

---

[۱] واذا خلا المجبوب بامرأة ثم طلقها فلها كمال المهر عند ابي حنيفة وقالا عليه نصف المهر لانه اعجز من المريض بخلاف العنين لان الحكم ادير على سلامة الآلة ولابي حنيفة ان المستحق عليها التسليم في حق السحق وقد اتته ۱۲ ہدایہ ص ۳۰۶

[۲] ولا يصح خلوة الغلام الذي لا يجامع مثله ولا الخلوة بصغيرة لا تجامع مثلها ۱۲ قاضی خاں ص ۱۰۲ ج ۱

[۳] وفي النكاح الفاسد اذا لم يطأها لم يجب شيء وان وطى يثبت منه النسب من وقت الوطى ومهر المثل لا يزاد على المسمى اي مهر مثلها ۱۲ مختصر ص ۹۷

[۴] واذا دخل الرجل بالمرأة على وجه شبهة او نكاح فاسد فعليه المهر وعليها العدة ۱۲ عالمگیری ص ۵۱۷ ج ۱

نہ تھی تو اب اس عورت سے الگ رہے اب صحبت کرنا درست نہیں اور اس عورت کو بھی عدت بیٹھنا واجب ہے اب بغیر عدت پوری کئے اپنے میاں کے پاس ؏ رہنا اور میاں کا صحبت کرنا درست نہیں اور عدت کا بیان آگے آوے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

مسئلہ[1]۔ جتنے مہر کے پیشگی دینے کا دستور ہے اگر اتنا مہر پیشگی نہ دیا تو عورت کو اختیار ہے کہ جب تک اتنا نہ پاوے تب تک مرد کو ہمبستر نہ ہونے دے اور اگر ایک دفعہ صحبت کر چکا ہے تب بھی اختیار ہے کہ اب دوسری دفعہ یا تیسری دفعہ قابو نہ ہونے دے اور اگر وہ اپنے ساتھ پردیس لیجانا چاہے تو بے اتنا لئے پردیس نہ جاوے اسی طرح اگر عورت اس حالت میں اپنے کسی محرم عزیز کے ساتھ پردیس چلی جائے یا مرد کے گھر سے اپنے میکے چلی جائے تو مرد اسکو روک نہیں سکتا اور جب اتنا مہر دیدیا تو اب شوہر کے بے اجازت کچھ نہیں کرسکتی بے مرضی پائے کہیں جانا آنا جائز نہیں اور شوہر کا جہاں جی چاہے اسے لیجاوے جانے سے انکار کرنا درست نہیں۔

کافروں کے نکاح کا بیان

مسئلہ۔ اگر عورت[2] مسلمان ہوگئی اور مرد مسلمان نہیں ہوا تو اب جب تک پورے تین حیض نہ آویں تب تک دوسرے مرد سے نکاح درست نہیں۔

بیبیوں میں برابری کرنے کا بیان

مسئلہ[3]۔ صحبت کرنے میں برابری کرنا واجب نہیں ہے کہ اگر اس کی باری میں صحبت کی ہے تو دوسری کی باری میں بھی کرے یہ ضروری نہیں۔

؏ پاس رہنے سے مراد تنہائی میں بیٹھنا اسی طرح بوس و کنار کرنا ۱۲

[1] ولہ منعہ من الوطی والسفر بہا والنفقۃ لو منعت ای لہا النفقۃ علی تقدیر المنع ولو بعد وطی او خلوۃ برضاہا قبل اخذہا ما بین تعجیلہ کلا او بعضا او قدر ما یعجل لمثلہا من مثل مہرہا عرفا غیر مقدر بالربع او بالخمس ان لم یبین ولہا السفر والخروج للحاجۃ و زیارۃ اہلہا بلا اذنہ قبل قبضہ لا بعدہ ولا لہا المنع لقبض الکل فی المختار ۱۲ شرح وقایہ صہ ۹۹

[2] اسلمت فی دار الاسلام یعرض الاسلام علی زوجہا فان اسلم والا فرق القاضی بینہما ویکون طلاقا فی قول ابی حنیفۃ ومحمد رحمہما اللہ وقال ابو یوسف لا یکون طلاقا ۱۲ قاضی خاں صہ ۲۶۹ ج ۲

[3] لا یجب العدل علیہ بین الازواج فیما لا یملک وہو الحب فی الجماع لان الحب عمل القلب والجماع ینبنی علی النشاط وکل ذلک لا یتعلق باختیارہ والیہ اشار فی الحدیث قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہم ہذا قسمتی فیما املک فلا تواخذنی فیما لا املک ۱۲ قاضی خاں صہ ۲۰۱

رخصتی سے پہلے طلاق ہو جانے کا بیان

مسئلہ[1] - اور اگر میاں بی بی میں تنہائی و یکجائی ہو چکی ہے صحبت چاہے ہو چکی ہو یا ابھی نہ ہوئی ہو ایسی عورت کو صاف صاف لفظوں میں طلاق دینے سے طلاق رجعی پڑتی ہے جس میں بے نکاح کئے بھی رکھ لینے کا اختیار رہتا ہے اور گول لفظوں سے بائن طلاق پڑتی ہے اور عدت[2] بھی بیٹھنا پڑے گی بغیر عدت پوری کئے دوسرے سے نکاح نہیں کر سکتی اور عدت کے اندر اس کا مرد دوسری اور تیسری طلاق بھی دے سکتا ہے۔

تین طلاق دینے کا بیان

تتمہ مسئلہ (تین[3] طلاق کے بعد) اگر پھر اسی مرد کے پاس رہنا چاہے اور نکاح کرنا چاہے تو اس کی فقط ایک صورت ہے وہ یہ کہ پہلے کسی اور مرد سے نکاح کر کے ہمبستر ہو پھر جب وہ دوسرا مرد مر جائے یا طلاق دیدے تو عدت پوری کر کے پہلے مرد سے نکاح کر سکتی ہے بے دوسرا خاوند کئے پہلے خاوند سے نکاح نہیں کر سکتی اگر دوسرا خاوند تو کیا لیکن ابھی وہ صحبت نہ کرنے پایا تھا کہ مر گیا یا صحبت کرنے سے پہلے ہی طلاق دیدی تو اس کا کچھ اعتبار نہیں پہلے مرد سے جب ہی نکاح ہو سکتا ہے کہ دوسرے مرد نے صحبت بھی کی ہو بغیر اس کے پہلے مرد سے نکاح درست نہیں خوب سمجھ لو۔

مسئلہ - اگر دوسرے مرد سے اس شرط پر نکاح ہوا کہ صحبت[4] کر کے عورت کو چھوڑ دے گا تو اس اقرار لینے کا کچھ اعتبار نہیں۔ اس کو اختیار ہے چاہے چھوڑے یا نہ چھوڑے اور جب جی چاہے چھوڑے اور یہ اقرار کر کے نکاح کرنا بہت گناہ اور حرام ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے لعنت ہوتی ہے لیکن نکاح ہو جاتا ہے تو اگر اس نکاح کے بعد دوسرے خاوند نے صحبت

---

[1] ولو قال انت طالق الطلاق وقال اردت بقولی طالق واحدة وبقولی الطلاق اخری یصدق لان کل واحد منهما صالح للایقاع فکانه قال انت طالق وطالق فتقع رجعیتان اذا کانت مدخولا بها ۱۲ وهی ضربین منها ثلثة الفاظ یقع بها طلاق رجعی ولا تقع بها الا واحدة وهی قوله اعتدی واستبرئی رحمک وانت واحدة وبقیة الکنایات اذا نوی بها الطلاق کانت واحدة بائنة ۱۲ ہدایہ صہ ۳۵

[2] رجل تزوج امرأة نکاحا جائزا وطلقها بعد الدخول او بعد الخلوة الصحیحة کان علیها العدة ۱۲ قاضی خاں صہ ۲۶۹ والحسن وهو طلاق السنة وهو ان یطلق المدخول بها ثلثا فی ثلثة اطهار والسنة فی الطلاق من وجهین سنة فی الوقت وسنة فی العدد فالسنة فی العدد یستوی فیها المدخول بها وغیر المدخول بها والسنة فی الوقت یثبت فی المدخول بها خاصة وهو ان یطلقها فی طهر لم یجامعها وغیر المدخول بها یطلقها فی حالة الطهر والحیض ۱۲ ہدایہ صہ ۳۳۵ وصہ ۳۳۶

[3] ولا تنکح حرة بعد ثلث ولا امة بعد ثنتین حتی یطأها بالغ او مراهق بنکاح صحیح وتمضی عدة طلاقه وموته ۱۲ مختصر صہ ۹

[4] والنکاح بشرط التحلیل یکره وتحل ۱۲ حوالہ بالا

کرکے چھوڑ دیا یا مر گیا تو پہلے خاوند کے لئے حلال ہو جائے گی۔

کسی شرط پر طلاق دینے کا بیان

مسئلہ۔ کسی[1] نے اپنی عورت کو کہا اگر تجھ کو حیض آوے تو تجھ کو طلاق اسکے بعد اس نے خون دیکھا تو ابھی سے طلاق کا حکم نہ لگا دیں گے بلکہ جب پورے تین دن تین رات خون آتا رہے تو تین دن تین رات کے بعد یہ حکم لگا دیں گے کہ جسوقت سے خون آیا تھا اسی وقت سے طلاق پڑ گئی تھی اور اگر یوں کہا ہو جب تجھ کو ایک حیض آوے تو تجھ کو طلاق تو حیض کے ختم ہونے پر طلاق پڑے گی۔

طلاق رجعی میں رجعت کر لینے یعنی روک رکھنے کا بیان

تتمہ مسئلہ۔ (رجعت[2] کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ) زبان سے تو کچھ نہیں کہا لیکن اس سے صحبت کر لی یا اس کا بوسہ لیا پیار کیا یا جوانی کی خواہش کے ساتھ اس کو ہاتھ لگایا تو ان سب صورتوں میں پھر وہ اس کی بی بی ہو گئی پھر سے نکاح کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

مسئلہ۔ جس عورت[3] کو حیض آتا ہو اس کے لئے طلاق کی عدت تین حیض ہیں جب تین حیض پورے ہو چکے تو عدت گذر چکی جب یہ بات معلوم ہو گئی تو اب سمجھو کہ اگر تیسرا حیض پورے دس دن آیا ہے تب تو جس وقت خون بند ہوا اور دس دن پورے ہوئے اسی وقت عدت ختم ہو گئی اور روک رکھنے کا جو اختیار مرد کو تھا جاتا رہا چاہے عورت نہا چکی ہو یا ابھی نہ نہائی ہو اس کا کچھ اعتبار نہیں اور اگر تیسرا حیض دس دن سے کم آیا اور خون بند ہو گیا لیکن ابھی عورت نے غسل نہیں کیا اور نہ کوئی نماز اس کے اوپر واجب ہوئی تو اب بھی مرد کا اختیار باقی ہے اب بھی اپنے قصد سے باز آوے گا تو وہ پھر اس کی بی بی بنجاوے گی۔ البتہ

[1] وفی ان حضت حیضۃ لا یقع حتی تطہر فان الحیضۃ ہی الکاملۃ۔ وقال قبل ذلک وفی ان حضت فانت کذا الحکم بالجزاء بعد رویۃ الدم ثلثۃ ایام من اولہ ای ان قال ان حضت فانت کذا فبعد مارات الدم ثلثۃ ایام یحکم بالجزاء من اول الدم الخ شرح وقایہ صـ ۱۱۱

[2] ہی فی العدۃ بجوز جعتک وبوطیہا ومسہا بشہوۃ ونظرہ الی فرجہا بشہوۃ الخ حوالہ بالا صـ ۱۱۳

[3] ہی الحرۃ تحیض للطلاق والفسخ ثلث حیض کوامل افاد بقولہ کوامل انہ اذا طلقہا فی الحیض لا یحتسب ہذا الحیض من العدۃ الخ ۱۲ حوالہ بالا

اگر خون بند ہونے[1] پر اس نے غسل کر لیا یا غسل تو نہیں کیا لیکن ایک نماز کا وقت گذر گیا یعنی ایک نماز کی قضا اس کے ذمہ واجب ہو گئی ان دونوں صورتوں میں مرد کا اختیار جاتا رہا اب بے نکاح کئے نہیں رکھ سکتا۔

مسئلہ[2]۔ جس عورت سے ابھی صحبت نہ کی ہو خواہ[عہ] تنہائی ہو چکی ہو اسکو ایک طلاق دینے سے روک رکھنے کا اختیار نہیں رہتا کیونکہ اسکو جو طلاق دی جائے بائن پڑتی ہے جیسا اوپر بیان ہو چکا اسکو خوب یاد رکھو۔

مسئلہ۔ اگر دونوں ایک تنہائی میں تو رہے لیکن مرد کہتا ہے میں نے[3] صحبت نہیں کی پھر اس اقرار کے بعد طلاق دیدی تو اب طلاق سے باز آنے کا اختیار اس کو نہیں۔

بی بی کے پاس نہ جانے کی قسم کھانے کا بیان

مسئلہ۔ جس نے[4] قسم کھا لی اور یوں کہدیا خدا قسم اب صحبت نہ کروں گا خدا قسم تجھ سے کبھی صحبت نہ کروں گا قسم کھاتا ہوں کہ تجھ سے صحبت نہ کروں گا یا اور کسی طرح کہا تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اس نے صحبت نہ کی تو چار مہینے گذرنے پر عورت پر طلاق بائن پڑ جاوے گی اب بے نکاح کئے میاں بی بی کی طرح نہیں رہ سکتے اور اگر چار مہینے کے اندر ہی اندر اس نے اپنی قسم توڑ ڈالی اور صحبت کر لی تو طلاق نہ پڑے گی البتہ قسم توڑنے کا کفارہ دینا پڑے گا ایسی قسم کھانے کو شرع میں ایلاء کہتے ہیں۔

مسئلہ۔ ہمیشہ کے لئے صحبت[5] نہ کرنے کی قسم نہیں کھائی بلکہ فقط چار مہینے کے لئے قسم کھائی اور یوں کہا خدا قسم چار مہینے تک تجھ سے صحبت نہ کروں گا تو اس سے بھی ایلاء ہو گیا اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر چار مہینے تک صحبت نہ کرے تو طلاق بائن پڑ جاوے گی اور اگر چار مہینے سے پہلے صحبت کر لے تو قسم کا کفارہ

[عہ] لفظ خواہ تنہائی ہو چکی ہو بجائے نہ تنہائی ہوئی ہو کے اس مرتبہ درست کیا گیا ہے ۱۲ شبیر علی

[1] واذا انقطع الدم من الحيضة الثالثة لعشرة ايام انقطعت الرجعة وانقضت عدتها وان لم تغتسل وان انقطع الدم لاقل من عشرة ايام لم تنقطع الرجعة حتى تغتسل او يمضي عليها وقت صلوة او تيمم وتصلي عند ابي حنيفة الخ ۱۲ قدوری صہ ۳۴

[2] اذا طلق الرجل امرأة ثلاثا قبل الدخول بها وقعن عليها فان فرق الطلاق بانت بالاولى ولم تقع الثانية والثالثة ۱۲ عالمگیری صہ ۳۰۳ ج ۱

[3] فان خلا بها واغلق بابا او ارخى سترا وقال لم اجامعها ثم طلقها لم يملك الرجعة ۱۲ ہدایہ صہ ۳۷۸

[4] والايلاء حلف يمنع وطی الزوجة مدته اي مدة الايلاء فلا ايلاء لو حلف على اقل منها وهي للحرة اربعة اشهر وللامة شهران وحكمه طلقة بائنة ان بر والكفارة او الجزاء ان حنث فلو قال والله لا اقربك او لا اقربك اربعة اشهر فقد آلى ان قربها في المدة حنث ووجبت الكفارة في الحلف بالله تعالى وفي غيره الجزاء الخ ۱۲ شرح وقایہ صہ ۱۱۵

[5] يفهم دليله مما مر في الصفحة السابقة في المرة الاخيرة ۱۲

دلیوے اور قسم کے کفارہ کا بیان پہلے گذر چکا۔

مسئلہ[۱]۔ اگر چار مہینے سے کم کے لئے قسم کھائی ہو تو اس کا کچھ اعتبار نہیں اس سے ایلا، نہ ہو گا چار مہینے سے ایک دن بھی کم کر کے قسم کھا دے تب بھی ایلا، نہ ہو گا البتہ جتنے دن کی قسم کھائی ہے اتنے دن سے پہلے صحبت کرے گا تو قسم توڑنے کا کفارہ دینا پڑے گا اور اگر صحبت نہ کی تو عورت کو طلاق نہ پڑے گی اور قسم بھی پوری ہو گئی

مسئلہ۔ کسی نے فقط[۲] چار مہینے کے لئے قسم کھائی پھر اپنی قسم نہیں توڑی اس لئے چار مہینے کے بعد طلاق پڑ گئی اور طلاق کے بعد پھر اسی مرد سے نکاح ہو گیا تو اب اس نکاح کے بعد اگر چار مہینے تک صحبت نہ کرے تو کچھ حرج نہیں اب کچھ نہ ہو گا اور اگر ہمیشہ کے لئے قسم کھائی جیسے یوں کہدیا قسم کھاتا ہوں کہ اب تجھ سے صحبت نہ کروں گا یا یوں کہا خدا کی قسم تجھ سے کبھی صحبت نہ کروں گا پھر اپنی قسم نہیں توڑی اور چار مہینے کے بعد طلاق پڑ گئی اس کے بعد پھر اسی سے نکاح کر لیا اور نکاح کے بعد پھر چار مہینے تک صحبت نہیں کی تو اب پھر دوسری طلاق پڑ گئی اور اگر تیسری دفعہ پھر اسی سے نکاح کر لیا تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اس نکاح کے بعد بھی اگر چار مہینے تک صحبت نہ کرے گا تو تیسری طلاق پڑ جاوے گی اور اب بغیر دوسرا خاوند کئے اس سے نکاح بھی نہ ہو سکے گا البتہ اگر دوسرے یا تیسرے نکاح کے بعد صحبت کر لیتا تو قسم ٹوٹ جاتی اور اب کبھی طلاق نہ پڑتی ہاں قسم توڑنے کا کفارہ دینا پڑتا۔

مسئلہ۔ اگر اسی طرح آگے پیچھے تینوں نکاحوں[۳] میں تین طلاقیں پڑ گئیں اس کے بعد عورت نے دوسرا خاوند کر لیا جب اس نے چھوڑ دیا تو عدت ختم کر کے پھر اسی پہلے مرد سے نکاح کر لیا اور اس نے پھر صحبت نہیں کی تو اب طلاق نہ پڑے گی چاہے جب تک صحبت نہ کرے لیکن جب کبھی صحبت کرے گا تو قسم کا کفارہ دینا پڑے گا۔ کیونکہ قسم تو یہ کھائی تھی کہ کبھی صحبت نہ کرونگا وہ ٹوٹ گئی۔

[۱] وقال واللہ لا اقربک شہرین ومکث یوماثم قال واللہ لا اقربک شہرین بعد الشہرین الاولین لم یکن مولیا لان فی الیوم الاول کان حلفہ علی شہرین وفی الیوم الثانی کان حلفہ علی اربعۃ اشہر الا یوما واحدا ۱۲ وشرح وقایہ ص۱۱۶

[۲] حتی لو کان الحلف موقتا باربعۃ اشہر ولم یقربہا بانت بواحدۃ وسقط الحلف حتی لو نکحہا فلم یقربہا بعد ذلک لاتبین اما فی الحلف المؤبد ان نکحہا ولم یقربہا اربعۃ اشہر تبین ثانیا ثم ان نکحہا ولم یقربہا اربعۃ اشہر تبین ثالثا ۱۲ شرح وقایہ ص۱۱۵

[۳] ای فی الحلف المؤبد اذا وقع ثلث تطلیقات من غیر قربان بقی الحلف لانہ لم یقربہا فلم ینحل الیمین لکن لم یبق الایلاء فلو نکحہا بعد زوج وثانی وقربہا تجب الکفارۃ لبقاء الیمین ولو لم یقربہا لاتبین بالایلاء لانہ لم یبق الایلاء ۱۲ شرح وقایہ ص۱۱۶

مسئلہ[1]۔ اگر عورت کو طلاق بائن دیدی پھر اس سے صحبت نہ کرنے کی قسم کھائی تو ایلاء نہیں ہوا اب پھر سے نکاح کرنے کے بعد اگر صحبت نہ کرے تو طلاق نہ پڑے گی لیکن جب صحبت کریگا تو قسم توڑنے کا کفارہ دینا پڑیگا اور اگر طلاق رجعی دیدینے کے بعد عدت کے اندر ایسی قسم کھائی تو ایلاء ہو گیا اب اگر رجعت کرلے اور صحبت نہ کرے تو چار مہینے کے بعد طلاق پڑ جاوے گی اور اگر صحبت کرے تو قسم کا کفارہ دیوے۔

مسئلہ۔ خدا کی قسم کھائی نہیں بلکہ یوں کہا اگر تجھ سے صحبت[2] کروں تو تجھ کو طلاق ہے تب بھی ایلاء ہو گیا صحبت کرے گا تو رجعی طلاق پڑ جاوے گی اور قسم کا کفارہ اس صورت میں نہ دینا پڑے گا۔ اور اگر صحبت نہ کی تو چار مہینے کے بعد طلاق بائن پڑ جاوے گی۔ اور اگر یوں کہا اگر تجھ سے صحبت کروں تو میرے ذمہ ایک حج ہے یا ایک روزہ ہے یا ایک روپیہ کی خیرات ہے یا ایک قربانی ہے تو ان سب صورتوں میں بھی ایلاء ہو گیا اگر صحبت کرے گا تو جو بات کہی ہر وہ کرنی پڑے گی اور کفارہ نہ دینا پڑے گا اور اگر صحبت نہ کی تو چار مہینے بعد طلاق پڑ جاوے گی۔

بی بی کو ماں کے برابر کہنے کا بیان

کسی نے[3] اپنی بی بی سے کہا تو میری ماں کے برابر ہے یا یوں کہا تو میرے لئے ماں کے برابر ہے تو میرے حساب ماں کے برابر ہے اب تو میرے نزدیک ماں کے مثل ہے ماں کی طرح ہے تو دیکھو اس کا کیا مطلب ہے اگر یہ مطلب لیا کہ تعظیم میں بزرگی میں ماں کی برابر ہے یا یہ مطلب لیا کہ تو بالکل بڑھیا ہے عمر میں میری ماں کے برابر ہے تب تو اس کہنے سے کچھ نہیں ہوا اسی طرح اگر اس کے کہتے وقت کچھ نیت نہیں کی اور کوئی مطلب نہیں لیا یوں ہی بک دیا تب بھی کچھ نہیں گیا اور اگر اس کہنے سے طلاق دینے اور چھوڑنے کی نیت کی ہے تو اس کو ایک طلاق بائن پڑ گئی

---

[1] وان آلی من المطلقة البائنة لم یکن مولیا ۱۲ قدوری ص ۲۳۲
وان آلی من المطلقة الرجعیة کان مولیا ۱۲ حوالہ بالا

[2] او ان قربتک فعلی حج او صوم او صدقة او فانت طالق او عبدی حر فقد آلی ان قربها فی المدة حنث وتجب الکفارة فی الحلف باللہ تعالی وفی غیرہ الجزاء وسقط الایلاء والا بانت بواحدة ای ان لم یقربها بانت المطلقة واحدة ۱۲ شرح وقایہ ص ۱۱۶
قولہ او فانت طالق او عبدہ حر کان ینبغی ذکرہ قبل قولہ او نحوہ فان قربها تطلق رجعیہ ۱۲ شامی ص ۴۸۵ محمد حیات غفرلہ سنبھلی سرائی ترینی

[3] وان نوی بانت علی مثل امی او کامی وکذا لو حلف علی خانیہ برا او ظہارا او طلاقا صحت نیتہ ووقع مانواہ لانہ کنایة والا ینو شیئا او حذف الکاف لغا وتعین الاول ای البر یعنی الکرامة قال المحشی قیلہ لانہ کنایة ای من کنایات الظہار والطلاق قال فی البحر واذا اراد بہ الطلاق کان بائنا کلفظ الحرام وان نوی الایلاء فہو ایلاء عند ابی یوسف وظہار عند محمد والصحیح انہ ظہار عند الکل لانہ تحریم مؤکد بالتشبیہ ۱۲ عاجز محمد حیات غفرلہ سنبھلی از شامی ص ۵۷۶ ج ۲

اور اگر طلاق دینے کی نیت بھی نہیں تھی اور عورت کا چھوڑنا بھی مقصود نہیں تھا بلکہ مطلب فقط اتنا ہے کہ اگرچہ تو میری بی بی ہے اپنے نکاح سے تجھ کو الگ نہیں کرتا لیکن اب تجھ سے کبھی صحبت نہ کروں گا تجھ سے صحبت کرنے کو اپنے اوپر حرام کرلیا بس روٹی کپڑا لے اور پڑی رہ غرضکہ اس کے چھوڑنے کی نیت نہیں فقط صحبت کرنے کو اپنے اوپر حرام کرلیا ہے اس کو شرع میں ظہار کہتے ہیں۔ اس کا حکم یہ ہے کہ وہ عورت[۱] رہے گی تو اسی کے نکاح میں لیکن مرد جب تک اس کا کفارہ ادا نہ کرے تب تک صحبت کرنا یا جوانی کی خواہش کے ساتھ ہاتھ لگانا منہ چومنا پیار کرنا حرام ہے جب تک کفارہ نہ دے گا تب تک وہ عورت حرام رہے گی چاہے جے برس گذر جاویں جب مرد کفارہ دیدے تو دونوں میاں بی بی کی طرح رہیں پھر سے نکاح کرنے کی ضرورت نہیں اور اس کا کفارہ اسی طرح دیا جاتا ہے جس طرح روزہ توڑنے کا کفارہ دیا جاتا ہے۔

مسئلہ اگر کفارہ دینے سے پہلے ہی صحبت کرلی تو بڑا گناہ[۱] ہوا۔ اللہ تعالیٰ سے توبہ استغفار کرے اور اب سے پکا ارادہ کرے کہ اب بے کفارہ دئے پھر کبھی صحبت نہ کروں گا اور عورتوں کو چاہیئے کہ جب تک مرد کفارہ نہ دے تب تک اس کو اپنے پاس[عہ] نہ آنے دے۔

مسئلہ۔ اگر بہن کی برابر یا بیٹی یا پھوپھی یا اور کسی ایسی[۲] عورت کے برابر کہا جس کے ساتھ نکاح ہمیشہ ہمیشہ حرام ہوتا ہے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ۔ کسی نے کہا تو میرے[۳] لئے سور کے برابر ہے تو اگر طلاق دینے اور چھوڑنے کی نیت تھی تب تو طلاق پڑ گئی اور اگر ظہار کی نیت کی یعنی یہ مطلب لیا کہ طلاق تو نہیں دیتا لیکن صحبت کرنے کو اپنے اوپر حرام کئے لیتا ہوں تو کچھ نہیں ہوا اسی طرح اگر کچھ نیت نہ کی ہو تب بھی کچھ نہیں ہوا

مسئلہ۔ اگر ظہار میں چار مہینے یا اس[۴] سے زیادہ مدت تک صحبت نہ کی اور

عہ وعلیہا ان تمنعہ من الاستمتاع حتی یکفر ۱۲ درمختار صہ ۵۷۶ ج ۲

لہ فان وطی قبلہ تاب واستغفر وکفر للظہار فقط ولا یعود لوطیہا ثانیا قبلہا ۱۲ درمختار صہ ۵۷۶ مع الرد

سلہ ہو تشبیہ زوجۃ او ما عبر بہ او جزء شائع منہا بعضو یحرم نظرہ الیہ من اعضاء محارمہ نسبا او رضاعا الخ ۱۲ شرح وقایہ صہ ۱۱۸

سلہ ولو قال لامرءۃ انت علی کالمیتۃ والدم ولحم الخنزیر اختلفت الروایات فیہ والصحیح انہ اذا لم ینو شیئا یکون ایلاء وان نوی الطلاق یکون طلاقا وان نوی الظہار لا یکون ظہارا صہ ۵۷۹ ۱۲ قاضی خاں صہ ۲۶۵ ولکن قال الشامی والصحیح انہ ان لم ینو شیئا لا یکون ایلاء الخ اھ فتدبر لتعارض الکلامین ۱۲ محشی عفرلہ

سکہ ولا یدخل علی المظاہر ایلاء وان لم یجامعہا اربعۃ اشہر اھ شامی صہ ۵۷۶ ج ۲

کفارہ نہ دیا تو طلاق نہیں پڑی اس سے ایلاء نہیں ہوتا۔

مسئلہ۔ جب[1] تک کفارہ نہ دیوے تب تک دیکھنا ہات چیت کرنا حرام نہیں البتہ پیشاب کی جگہ کو دیکھنا درست نہیں۔

مسئلہ۔ اگر ہمیشہ کے[2] لئے ظہار نہیں کیا بلکہ کچھ مدت مقرر کردی جیسے یوں کہے سال بھر کے لئے یا چار مہینے کے لئے تو میرے لئے ماں کے برابر ہے۔ تو جتنی مدت مقرر کی ہے اتنی مدت تک ظہار رہے گا اگر اس مدت کے اندر صحبت کرنا چاہے تو کفارہ دیوے اور اگر اس مدت کے بعد صحبت کرے تو کچھ نہ دینا پڑے گا عورت حلال ہوجاوے گی۔

مسئلہ۔ ظہار میں بھی اگر فوراً انشاء[3] اللہ کہدیا تو کچھ نہیں ہوا۔

مسئلہ۔ نابالغ لڑکا اور دیوانہ[4] پاگل آدمی ظہار نہیں کرسکتا اگر کریگا تو کچھ نہ ہوگا اسی طرح اگر کوئی غیر عورت سے ظہار کرے جس سے ابھی نکاح نہیں کیا ہے تو بھی کچھ نہیں ہوا۔ اب اس سے نکاح کرنا درست ہے۔

مسئلہ۔ ظہار[5] کا لفظ اگر کئی دفعہ کہے جیسے دو دفعہ یا تین دفعہ یہی کہا کہ تو میرے لئے ماں کے برابر ہے تو جے دفعہ کہا ہے اتنے کفارے دینے پڑیں گے۔ البتہ اگر دوسرے اور تیسرے مرتبہ کہنے سے خوب مضبوط اور پکے ہوجانے کی نیت کی ہو نئے سرے سے ظہار کرنا مقصود نہ ہو تو ایک ہی کفارہ دیوے۔

مسئلہ۔ اگر کئی عورتوں سے ایسا[6] کہا تو جے بیبیاں ہوں اتنے کفارے دیوے

مسئلہ۔ اگر برابر کا لفظ نہیں کہا نہ مثل اور طرح[7] کا لفظ کہا بلکہ یوں کہا تو میری ماں ہے یا یوں کہا تو میری بہن ہے تو اس سے کچھ نہیں ہوا۔ عورت حرام نہیں ہوئی۔ لیکن ایسا کہنا بُرا اور گناہ ہے۔ اسی طرح پکارتے وقت یوں کہنا میری بہن فلانا کام کردو یہ بھی بُرا ہے مگر اس سے بھی کچھ نہیں ہوتا۔

مسئلہ۔ کسی نے یوں[8] کہا اگر تجھکو رکھوں تو ماں کو رکھوں۔ یا یوں کہا اگر تجھ سے صحبت کروں تو گویا ماں سے کروں اس سے کچھ نہیں ہوا۔

[1] قولہ ولا یحرم النظر ای الی ظہرہا وبطنہا ولا الی الشعر والصدر ما لم یکن بشہوۃ بخلاف النظر الی الفرج بشہوۃ ۱۲ شامی

[2] ولو ظاہر موقتاً بان قال انت علی کظہر امی الیوم او الشہر او السنۃ یصیر مظاہراً فی الحال فاذا مضی ذلک الوقت بطل ۱۲ فتاوی خانیہ بر عالمگیری صـ ۵۴۳ ج ۱ وکذا فی قاضی خاں صـ ۲۶۵

[3] ولو قال انت علی کظہر امی انشاء اللہ لا یکون ظہاراً ۱۲ عالمگیری صـ ۵۰۹ ج ۱

[4] واراد بالمسلم العاقل البالغ فلا یصح ظہار المجنون والصبی والمعتوہ ۱۲ شامی ج ۲ صـ ۵۷۴

[5] اذا کرر الظہار علی امرأۃ یلزمہ بکل ظہار کفارۃ ۱۲ قاضی خاں صـ ۲۶۵

[6] وکذا لو ظاہر من اربع نسوۃ یلزمہ بکل امرأۃ کفارۃ ۱۲ حوالہ بالا

[7] او حذف الکاف بان قال انت امی لغا وکرہ قولہ انت امی ویا ابنتی ویا اختی ۱۲ شامی صـ ۵۷۷

[8] ان وطئتک وطئت امی فلا شئ علیہ کذا فی غایۃ السروجی ۱۲ عالمگیری صـ ۵۰۷ ج ۱

مسئلہ[۱]۔ اگر یوں کہا تو میرے[عہ] لئے ماں کی طرح حرام ہے تو اگر طلاق دینے کی نیت ہو تو طلاق پڑے گی اور اگر ظہار کی نیت کی ہو یا کچھ نیت نہ کی ہو تو ظہار ہو جاوے گا کفارہ دیکر صحبت کرنا درست ہے۔

کفارہ کا بیان

مسئلہ۔ ظہار[۲] کا کفارہ اسی طرح ہے جس طرح روزہ توڑنے کا کفارہ ہے دونوں میں کچھ فرق نہیں۔ وہاں ہم نے خوب کھول کھول کے بیان کیا ہے وہی نکال کر دیکھ لو۔ اب یہاں ضروری باتیں جو وہاں نہیں بیان ہوئیں ہم بیان کرتے ہیں۔

مسئلہ۔ اگر طاقت ہو تو مرد ساٹھ روزے[۳] لگاتار رکھے بیچ میں کوئی روزہ چھوٹنے نہ پاوے اور جب تک روزے ختم نہ ہو چکیں تب تک عورت سے صحبت نہ کرے اگر روزے ختم ہونے سے پہلے اسی عورت سے صحبت کرلی تو اب سب روزے پھر سے رکھے چاہے دن کو اس عورت سے صحبت کی ہو یا رات کو اور چاہے قصداً ایسا کیا ہو یا بھولے سے سب کا ایک ہی حکم ہے۔

مسئلہ[۴]۔ اگر شروع مہینہ یعنی پہلی تاریخ سے روزے رکھنا شروع کئے تو پورے دو مہینے روزے رکھ لے چاہے پورے ساٹھ دن ہوں اور چاہے انتیس انتیس دن کا مہینہ ہو یا اس سے کم دن ہوں دونوں طرح کفارہ ادا ہو جاوے گا۔ اور اگر پہلی تاریخ سے روزے رکھنا نہیں شروع کئے تو پورے ساٹھ دن روزے رکھے۔

مسئلہ۔ اگر کفارہ روزہ[۵] سے ادا کر رہا تھا اور کفارہ پورا ہونے سے پہلے دن کو یا رات کو بھولے سے ہمبستر ہو گیا تو کفارہ دہرانا پڑے گا۔

مسئلہ۔ اور[۶] اگر روزے کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ فقیر دل کو دو وقتہ کھانا

عہ اس صورت میں اگر ایلاء کی نیت کی ہے تو ایلاء ہو جاوے گا ۱۲ تصحیح الاغلاط

[۱] وان نوى بانت علي مثل امي او كامي وكذا لو حذف علي برا او ظهارا او طلاقا صحت نيته ووقع ما نواه لانه كناية والا ينو شيئا او حذف الكاف لغا ۱۲ در مختار صہ ۵۷۹ ج ۲

[۲] وكفارة الظهار عتق رقبة فان لم يجد فصيام شهرين متتابعين فان لم يستطع فاطعام ستين مسكينا وكل ذلك قبل المسيس وهذا في الاعتاق والصوم ظاهر للتنصيص عليه وكذا في الاطعام لان الكفارة فيه منهية للحرمة فلا بد من تقديمها على الوطي ليكون الوطي حلالا ۱۲ ہدایہ صہ ۳۹۱

[۳] حوالہ بالا

[۴] فان لم يجد ما يعتق صام شهرين ولو ثمانية وخمسين بالهلال والا فستين يوما ۱۲ در مختار مع الرد صہ ۵۸۹ ج ۲

[۵] فان افطر بعذر او بغيره او وطيها فيها اي في الشهرين مطلقا ليلا او نهارا عامدا او ناسيا كما في المختار وغيره استانف الصوم لا الاطعام ان وطيها في خلاله ۱۲ در مختار صہ ۲۸۱

[۶] فان عجز عن الصوم اطعم ستين مسكينا كالفطرة ۱۲ حوالہ بالا

کھلاوے یا کچا اناج دیدے۔ اگر ۶۰ فقیروں کو ابھی نہیں کھلا چکا تھا کہ بیچ میں صحبت کرلی تو گناہ تو ہوا مگر اس صورت میں کفارہ دوہرانا نہ پڑے گا اور کھانا کھلانے کی سب وہی صورت ہے جو وہاں بیان ہو چکی۔

مسئلہ۔ کسی کے ذمہ[1] ظہار کے دو کفارے تھے اس نے ساٹھ مسکینوں کو چار چار سیر گیہوں دیدئے اور یہ سمجھا کہ ہر کفارے سے دو دو سیر دیتا ہوں اس لئے دونوں کفارے ادا ہو گئے تب بھی ایک ہی کفارہ ادا ہوا دوسرا کفارہ پھر دیوے اور اگر ایک کفارہ روزہ توڑنے کا تھا دوسرا ظہار کا اس میں ایسا کیا تو دونوں ادا ہو گئے۔

لعان کا بیان

مسئلہ۔ جب[2] کوئی اپنی بی بی کو زنا کی تہمت لگا دیوے یا جو لڑکا پیدا ہوا اسکو کہے کہ یہ میرا لڑکا نہیں نہ معلوم کس کا ہے تو اس کا حکم یہ ہے کہ عورت قاضی اور شرعی حاکم کے پاس فریاد کرے تو حاکم دونوں سے قسم لیوے پہلے شوہر سے اس طرح کہلاوے میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ جو تہمت میں نے اسکو لگائی ہے اس میں میں سچا ہوں۔ چار دفعہ اسی طرح شوہر کہے پھر پانچویں دفعہ کہے۔ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر خدا کی لعنت ہو۔ جب مرد پانچویں دفعہ کہہ چکے تو عورت چار مرتبہ اس طرح کہے میں خدا کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ اس نے جو تہمت مجھے لگائی ہے اس تہمت میں یہ جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ کہے اگر اس تہمت لگانے میں یہ سچا ہو تو مجھ پر خدا کا غضب ٹوٹے۔ جب دونوں قسم کھالیویں تو حاکم دونوں میں جدائی کرا دیگا اور طلاق بائن پڑ جاوے گی اور اب یہ لڑکا باپ کا نہ کہا جاوے گا ماں کے حوالہ کر دیا جاوے گا۔ اس قسما قسمی کو شرع میں لعان کہتے ہیں۔

[1] ولو ظاہر فی الصحة بالصیام اربعة اشہر و الاطعام مائة و عشرین فقیرا الاتحاد الجنس الخ ۱۲ در مختار ص ۵۸۳ ج ۲

[2] اذا قذف الرجل امرءتہ بالزنا وہما من اہل الشہادة والمرءة ممن یحد قاذفہا او نفی نسب ولدہا وطالبتہ المرءة بموجب القذف فعلیہ اللعان وصفة اللعان ان یبتدی القاضی بالزوج فیشہد عندہ اربع مرات یقول فی کل مرة اشہد باللہ انی لمن الصادقین فیما رمیتہا بہ من الزنا ثم یقول فی الخامسة لعنة اللہ علیہ ان کان من الکاذبین فیما رماہا بہ من الزنا یشیر الیہا فی جمیع ذلک ثم تشہد المرءة اربع شہادات تقول فی کل مرة اشہد باللہ الخ قدوری ۱۲ ص ۲۳۷

ف مردلیلة فی ہذہ الصفة فی المرة الاولی ۱۲

عدّت کا بیان

مسئلہ۔ جب کسی کا میاں[1] طلاق دیدے یا خلع وایلا وغیرہ کسی اور طرح سے نکاح ٹوٹ جاوے یا شوہر مر جاوے تو ان سب صورتوں میں تھوڑی مدت تک عورت کو ایک گھر میں رہنا پڑتا ہے جب تک یہ مدت ختم نہ ہو چکے تب تک کہیں اور نہیں جا سکتی نہ کسی اور مرد سے اپنا نکاح کر سکتی ہے جب وہ مدت پوری ہو جائے تو جو جی چاہے کرے اس مدت گذارنے کو عدت کہتے ہیں۔

مسئلہ[2]۔ اگر میاں نے طلاق دیدی[a] تو تین حیض آنے تک شوہر ہی کے گھر جس میں طلاق ملی ہے وہیں بیٹھی رہے اس گھر سے باہر نہ نکلے نہ دن کو نہ رات کو نہ کسی دوسرے سے نکاح کرے جب پورے تین حیض ختم ہو گئے تو عدت پوری ہوگئی اب جہاں جی چاہے جائے مرد نے خواہ ایک طلاق دی ہو یا دو تین طلاقیں دی ہوں اور طلاق بائن دی ہو یا رجعی سب کا ایک حکم ہے۔

مسئلہ[3]۔ اگر چھوٹی لڑکی کو طلاق مل گئی جس کو ابھی حیض نہیں آتا یا اتنی بڑھیا ہے کہ اب حیض آنا بند ہو گیا ہے۔ ان[b] دونوں کی عدت تین مہینے ہیں تین مہینے بیٹھی رہے اس کے بعد اختیار ہے جو چاہے کرے۔

مسئلہ[4]۔ کسی لڑکی[c] کو طلاق[d] مل گئی اس نے مہینوں کے حساب سے عدت شروع کی پھر عدت کے اندر ہی ایک یا دو مہینے کے بعد حیض آ گیا تو اب پورے تین حیض آنے تک بیٹھی رہے جب تک تین حیض نہ پورے ہوں عدت نہ ختم ہوگی۔

مسئلہ[5]۔ اگر کسی کو پیٹ ہے[e] اور اسی زمانہ میں طلاق مل گئی تو بچہ پیدا ہونے تک بیٹھی رہے یہی اس کی عدت ہے جب بچہ پیدا ہو گیا تب بھی عدت ختم

---

[1] ہی تربص ای انتظار انقضاء المدۃ بالتزوج فحقیقۃ الترک للتزوج یلزم المرأۃ عند زوال النکاح ۱۲ وقال فی البدائع انہا اجل ضرب لانقضاء البقی من آثار النکاح ۱۲ شامی ج ۲ ص ۵۹۸

[3] ولمن لم تحض بصغر او کبر او بلغت بالسن ولم تحض ثلثۃ اشہر ۱۲ ۱۲ شرح وقایہ ص ۱۲۲

[4] والصغیرۃ لو حاضت بعد تمام الاشہر لا تستانف الا اذا حاضت فی اثنائہا فتستانف بالحیض ۱۲ در مختار ص ۶۰۶ ج ۳

[5] وللحامل الحرۃ او الامۃ وان مات عنہا صبی وضع حملہا ۱۲ شرح وقایہ ص ۱۲۲

ف

طلاق کی عدت کا بیان

[a] ولا تخرج معتدۃ رجعی وبائن بای فرقۃ کانت علی ما فی الظہیریۃ ولو مختلعۃ علی نفقۃ عدتہا لو حرۃ مکلفۃ من بیتہا اصلا لا لیلا ولا نہارا ۱۲ در مختار ہو الشامی ج ۲ ص ۶۲۰

[b] یعنی نابالغ لڑکی جس کو حیض نہیں آتا ۱۲

ہو گئی۔

مسئلہ[۱]۔ اگر کسی نے حیض[عہ] کے زمانہ میں طلاق دی تو جس حیض میں طلاق دی ہے اس حیض کا کچھ اعتبار نہیں ہے اس کو چھوڑ کر تین حیض اور پورے کرے۔

مسئلہ[۲]۔ طلاق کی عدت اسی عورت پر ہے جس کو صحبت کے بعد طلاق ملی ہو یا صحبت تو ابھی نہیں ہوئی مگر میاں بی بی میں تنہائی و یکجائی ہو چکی ہے تب طلاق ملی چاہے ویسی تنہائی ہوئی ہو جس سے پورا مہر دلایا جاتا ہے یا ویسی تنہائی ہوئی ہو جس سے پورا مہر واجب نہیں ہوتا بہر حال عدت بیٹھنا واجب ہے اور اگر ابھی بالکل کسی قسم کی تنہائی نہ ہونے پائی تھی کہ طلاق مل گئی تو ایسی عورت پر عدت نہیں جیسا کہ اوپر آ چکا ہے۔

مسئلہ۔ غیر عورت[عہ] کو اپنی بی بی سمجھ کر دھوکے سے صحبت کر لی پھر معلوم ہوا کہ یہ بی بی نہ تھی تو اس عورت[سہ] کو بھی عدت بیٹھنا ہوگی جب تک عدت ختم نہ ہو چکے تب تک اپنے شوہر کو بھی صحبت نہ کرنے دے نہیں تو دونوں پر گناہ ہوگا اس کی عدت بھی یہی ہے جو ابھی بیان ہوئی اگر اسی دن پیٹ رہ گیا تو بچہ ہونے تک انتظار کرے اور عدت بیٹھے۔ اور یہ بچہ حرامی نہیں۔ اس کا نسب ٹھیک ہے جس نے دھوکے سے صحبت کی ہے اسی کا لڑکا ہے۔

مسئلہ[۳]۔ کسی نے بے قاعدہ نکاح کر لیا جیسے کسی عورت سے نکاح[ع] کیا تھا پھر معلوم ہوا کہ اس کا شوہر ابھی زندہ ہے اور اس نے طلاق نہیں دی یا معلوم ہوا کہ اس مرد و عورت نے بچپن میں ایک عورت کا دودھ پیا ہے اس کا حکم یہ ہے کہ اگر مرد نے اس سے صحبت کر لی پھر حال کھلنے کے بعد جدائی ہو گئی تو بھی عدت بیٹھنا پڑے گا جس وقت سے مرد نے توبہ کر کے جدائی اختیار کی اسی وقت

عہ مگر حیض میں طلاق دینے سے گناہ ہوگا ۱۲

عہ کام ولدات مولاہا واعتقہا وموطورۃ لشبہۃ کما اذا زفت الیہ غیر امرأتہ وہو لا یعرفہا فوطیہا ۱۲ شرح وقایہ

سہ المعتدات ثلث المطلقۃ والموطورۃ عن لشبہۃ والمتوفی عنہا زوجہا ۱۲ قاضی خاں ص۲۶۹ ج ۲

[۱] واذا طلق الرجل امرأتہ فی حالۃ الحیض لم تعتد بالحیضۃ التی وقع فیہا الطلاق ۱۲ قدوری ص۲۳۹

[۲] وان کانت الخلوۃ فاسدۃ فان کان الفساد لامر شرعی مع التمکن من الوطی حقیقۃ کصوم الفرض وغیرہ کان علیہا العدۃ وان کان الفساد بعجزہ عن الوطی حقیقۃ لا یجب علیہا العدۃ وکذا لو طلقہا قبل الخلوۃ ۱۲ قاضی خاں ص۲۶۹ ج ۲

[۳] ولو کان النکاح فاسدا ففرق القاضی بینہما ان کان فرق قبل الدخول لا تجب العدۃ وکذا لو فرق بعد الخلوۃ وان فرق بعد الدخول کان علیہا الاعتداد من وقت الفرقۃ لا من وقت الوطی ۱۲ قاضی خاں ص۲۶۹ ج ۲

سے عدت شروع ہو گئی اور اگر ابھی صحبت نہ ہونے پائی ہو تو عدت واجب نہیں بلکہ ایسی عورت سے اگر خوب یکجائی و تنہائی بھی ہو چکی ہو تب بھی عدت واجب نہیں عدت جب ہی ہے کہ صحبت ہو چکی ہو۔

مسئلہ[۱۰]۔ عدت کے اندر کھانا کپڑا اسی مرد کے ذمہ واجب ہے جس نے طلاق[۱] دی اور اس کا بیان اچھی طرح آگے آتا ہے۔

مسئلہ[۱۱]۔ کسی نے اپنی عورت کو طلاق بائن دی یا تین طلاقیں دیدیں[عه] پھر عدت کے اندر دھوکہ میں اس سے صحبت کرلی تو اب اس دھوکہ کی صحبت کی وجہ سے ایک عدت اور واجب ہو گئی اب تین حیض[عسه] اور پورے کرے جب تین حیض اور گذر جاویں گے تو دونوں عدتیں ختم ہو جاویں گی۔

مسئلہ[۱۲]۔ مرد[۲] نے طلاق بائن دیدی اور جس گھر میں عدت بیٹھی ہے اسی میں وہ بھی رہتا ہے تو خوب اچھی طرح پردہ باندھ کے آڑ کرلے۔

موت کی عدت کا بیان

مسئلہ[۱]۔ کسی[۳] کا شوہر مر گیا تو وہ چار مہینے اور دس دن تک عدت بیٹھے شوہر کے مرتے وقت جس گھر میں رہا کرتی تھی اسی گھر میں رہنا چاہیے باہر نکلنا درست نہیں البتہ اگر کوئی غریب عورت ہے جس کے پاس گذارے کے موافق خرچ نہیں اس لئے کھانا پکانے وغیرہ کی نوکری کرلی اسکو جانا اور نکلنا درست ہے لیکن رات کو اپنے گھر ہی میں رہا کرے۔ چاہے صحبت ہو چکی ہو یا نہ ہوئی ہو اور چاہے کسی قسم کی تنہائی و یکجائی ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو اور چاہے حیض آتا ہو یا نہ آتا ہو سب کا ایک حکم ہے چار مہینے دس دن عدت بیٹھنا چاہیے۔ البتہ اگر عورت پیٹ سے تھی اس حالت میں شوہر مرا تو بچہ پیدا ہونے تک عدت

عه: علی معتدة وطئت لشبهة عدة اخری وتداخلتا وحیض تراه منهما فاذا تمت الاولی وان الثانیة یجب اتمامها ۱۲ شرح وقایہ ص ۱۲۲

عسه: یعنی جبوقت صحبت کی ہے اس کے بعد تین حیض گذرنے چاہئیں ۱۲۔

[۱] وللمطلقة الرجعی والبائن النفقة والسکنی ۱۲ شرح وقایہ مع التلخیص۔

[۲] ولابد من سترة بینهما فی البائن ۱۲ مختصر الوقایہ ص ۱۰۳

[۳] وللموت اربعة اشهر وعشرا وتخرج معتدة الموت فی الملوین وتبیت فی منزلها وتعتد فی منزلها وقت الفرقة والموت الا ان تخرج الخ ۱۲ مختصر ص ۱۰۲

بیٹھے اب مہینوں کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ اگر مرنے سے دو چار گھڑی بعد بچہ ہو گیا تب بھی عدت ختم ہو گئی۔

مسئلہ۔ گھر بھر میں[1] جہاں جی چاہے رہے۔ یہ جو دستور ہے کہ خاص ایک جگہ مقرر کر کے رہتی ہے کہ غمزدہ کی چارپائی اور خود غمزدہ وہاں سے ٹلنے نہیں پاتی یہ بالکل مہمل اور واہیات ہے اس کو چھوڑ دینا چاہیئے۔

مسئلہ۔ شوہر[2] نابالغ بچہ تھا اور جب وہ مرا تو اس کو پیٹ تھا تب بھی اس کی عدت بچہ ہونے تک ہے۔ لیکن یہ لڑکا حرامی ہے شوہر کا نہ کہا جاوے گا۔

مسئلہ۔ اگر کسی کا میاں[3] چاند کی پہلی تاریخ مرا اور عورت کو حمل نہیں تو چاند کے حساب سے چار مہینے دس دن پورے کرنا چاہیئے اور اگر پہلی تاریخ نہیں مرا ہے تو ہر مہینہ تیس تیس کا لگا کر چار مہینے دس دن پورے کرنا چاہیئے۔ اور طلاق کی عدت کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر حیض نہیں آتا نہ پیٹ ہے اور چاند کی پہلی تاریخ مل گئی تو چاند کے حساب سے تین مہینے پورے کرلے چاہے انتیس کا چاند ہو یا تیس کا اور اگر پہلی تاریخ طلاق نہیں ملی ہے تو ہر مہینہ تیس تیس دن کا لگا کر تین مہینے پورے کرے۔

مسئلہ۔ کسی نے بے قاعدہ نکاح کیا تھا جیسے بے[4] گواہوں کے نکاح کرلیا یا بہنوئی سے نکاح ہو گیا اور اس کی بہن بھی اب تک اس کے نکاح میں ہے پھر وہ شوہر مر گیا تو ایسی عورت جس کا نکاح صحیح نہیں ہوا مرد کے مرنے سے چار مہینے دس دن عدت نہ بیٹھے بلکہ تین حیض تک عدت بیٹھے حیض نہ آتا ہو تو تین مہینے اور حمل سے ہو تو بچہ ہونے تک بیٹھے۔

مسئلہ۔ کسی نے اپنی بیماری میں طلاق بائن[5] دیدی اور طلاق کی عدت ابھی پوری نہ ہونے پائی تھی کہ وہ مر گیا تو دیکھو طلاق کی عدت بیٹھنے میں زیادہ دن لگیں گے یا موت کی عدت پوری کرنے میں جس عدت میں زیادہ دن لگیں گے وہ عدت پوری کرے۔ اور اگر بیماری میں طلاق رجعی دی ہے اور ابھی

[1] وللمعتدہ الخروج الیٰ صحن الدار ۱۲ قاضی خاں صد ۱۷۲ ج ۲

[2] صبی مات وامرأتہ حامل ظہر حملہا کانت عدتہا بوضع الحمل استحسانا ۱۲ حوالہ بالا

[3] فان طلقہا زوجہا غرۃ الشہر تعتد ثلثۃ اشہر بالاہلۃ وان طلقہا فی خلال الشہر قال ابوحنیفۃ تعتد ثلثۃ اشہر بالایام کل شہر ثلثون یوما ۱۲ قاضی خاں صد ۲۶۹ ج ۲

[4] ہی حرۃ تحیض ثلث حیض کوامل کنکاح فاسد کالنکاح الموقت فی الموت والفرقۃ فالعدۃ فیہما ثلث حیض سواء مات الزوج او وقع بینہما فرقۃ ۱۲ شرح وقایہ مع التلخیص صد ۱۲۲

[5] وللمرأۃ الفار للبائن ابعد الاجلین ۱۲ متن شرح وقایہ صد ۱۲۲

عدت طلاق کی نہ گذری تھی کہ شوہر مرگیا تو اس عورت پر وفات کی عدت لازم ہے

مسئلہ۔ کسی کا میاں[1] مرگیا مگر اس کو خبر نہیں ملی چار مہینے دس دن گذر چکنے بعد خبر آئی تو اس کی عدت پوری ہو چکی جب سے خبر ملی ہے تب سے عدت بیٹھنا ضروری نہیں۔ اسی طرح اگر شوہر نے طلاق دیدی مگر اسکو نہ معلوم ہوا بہت دنوں کے بعد خبر ملی۔ جتنی عدت اس کے ذمہ تھی وہ خبر ملنے سے پہلے ہی گذر چکی تو اس کی بھی عدت پوری ہوگئی اب عدت بیٹھنا واجب نہیں۔

مسئلہ۔ کسی کام کے لئے[2] گھر سے باہر کہیں گئی تھی یا اپنی پڑوسن کے گھر گئی تھی کہ اتنے میں اس کا شوہر مرگیا اب فوراً وہاں سے چلی آوے اور جس گھر میں رہتی تھی وہیں رہے۔

مسئلہ۔ مرنے کی عدت میں عورت کو روٹی کپڑا[3] نہ دلایا جاویگا اپنے پاس سے خرچ کرے۔

مسئلہ۔ بعضی جگہ دستور ہے کہ میاں کے مرنے[4] کے بعد سال بھر تک عدت کے طور پر بیٹھی رہتی ہے یہ بالکل حرام ہے۔

روٹی کپڑے کا بیان

مسئلہ۔ بی بی بہت چھوٹی ہے کہ صحبت کے قابل نہیں تو اگر مرد[5] نے کام کاج کے لئے یا اپنا دل بہلانے کے لئے اس کو اپنے گھر رکھ لیا تو اسکا روٹی کپڑا مرد کے ذمہ واجب ہے اور اگر نہ رکھا میکے بھیجدیا تو واجب نہیں اور اگر شوہر چھوٹا نابالغ ہو لیکن عورت بڑی ہے تو روٹی کپڑا ملے گا۔

رہنے کے لئے گھر ملنے کا بیان

مسئلہ۔ اگر نکاح عورت ہی کی وجہ سے ٹوٹا جیسے سوتیلے لڑکے سے پھنس گئی یا جوانی کی خواہش سے فقط[6] ہاتھ لگا یا کچھ اور نہیں ہوا اس لئے مرد نے

---

[1] المرءة اذا بلغها طلاق زوجها الغائب او موته یعتبر عدتها من وقت الموت والطلاق عندنا لامن وقت الخبر ۱۲ قاضی خاں صد۱۲۷ ج ۲

[2] طلقت او ماتت وھی زائرة فی غیر مسکنھا عادت الیہ فورا لوجوبہ علیھا ۱۲ در مختار صد۶۲ ج ۲

[3] لا نفقة لمعتدة الموت ۱۲ مختصر وقایہ صد۱۰۵

[4] وعن ام حبیبة وزینب بنت جحش عن رسول اللہ صلعم قال لا یحل لامرءة تؤمن باللہ والیوم الآخر ان تحد علی میت فوق ثلث لیال الا علی زوج اربعة اشھر وعشرا متفق علیہ ۱۲ مشکوٰة شریف صد ۲۸۸

[5] وکذا صغیرة تصلح للخدمة او للاستیناس ان امسکھا فی بیتہ عند الثانی واختارہ فی التحفة ۱۲ در مختار صد۶۴۵ مع الرد ج ۲

[6] لا نفقة لاحد عشر مرتدة ومقبلة ابنہ ومعتدہ موت الخ ۱۲ در مختار صد۶۴۶ ج ۲

طلاق دیدی یا وہ بددین کافر ہوگئی اسلام سے پھر گئی اس لئے نکاح ٹوٹ گیا تو ان سب صورتوں میں عدت کے اندر اسکو روٹی کپڑا نہ ملے گا البتہ رہنے کا گھر ملیگا ہاں اگر وہ خود ہی چلی جاوے تو اور بات ہے پھر نہ دیا جاوے گا۔

لڑکے کے حلالی ہونے کا بیان

مسئلہ۔ میاں پردیس میں ہے اور مدت ہوگئی برسیں گذر گئیں کہ گھر نہیں آیا اور یہاں لڑکا پیدا ہو گیا تب بھی وہ حرامی نہیں اسی شوہر کا ہے[ع] البتہ اگر وہ خبر پاکر انکار کرے تو لعان کا حکم ہو گا۔

بہشتی زیور حصہ چہارم تمام ہوا

ع۔ یہ مطلب نہیں کہ واقع میں وہ شوہر کے نطفہ سے ہے تاکہ اس پر شبہ ہوسکے کہ یہ بات عقل کے خلاف ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ قانون شرعی کی رو سے اس لڑکے کو شوہر کا کہیں گے اور میراث وغیرہ کے احکام اس کے لئے جاری ہوں گے اس کی ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص اپنے قاتل ہونے کا اقرار کرے اور تاریخ قتل میں اس مقام پر موجود نہ تھا اور دماغ بھی اس کا صحیح ہے تو قانون کی رو سے وہ قاتل ہو گا خواہ واقع میں نہ ہو اس مسئلہ کی بحث رفع الارتیاب میں اور ضمیمہ ثانیہ حصہ ہذا میں مفصل طور پر لکھی گئی ہے ضرور دیکھ لیا جاوے۔ ۱۲+۱۲+۱۲+۱۲+۱۲+۱۲+۱۲+۱۲+۱۲+۱۲

ف۔ وقد اکتفوا بقیام الفراش بلا دخول کتزوج المغربی بمشرقیۃ بینہما سنۃ اھ قال المحشی قولہ بلا دخول المراد نفیہ ظاہرا والا فلا بد من تصورہ وامکانہ والتصور ثابت فی المغربیۃ بثبوت کرامات الاولیاء والاستخدامات فیکون صاحب خطوۃ او جنی اھ شامی صفحہ ۶۳۰ ج ۲

ضمیمۂ اولیٰ بہشتی زیور

مسماۃ بہ بہشتی زیور

چوتھا حصہ

نکاح کی فضیلت اور اسکے حقوق کا بیان

حدیث میں ہے کہ دنیا صرف ایک استعمال کی چیز ہے اور دنیا کی استعمالی چیزوں میں سے کوئی چیز نیک عورت سے افضل نہیں (یعنی دنیا میں اگر نیک عورت میسر آجاوے تو بہت بڑی غنیمت اور حق تعالیٰ کی رحمت ہے کہ خاوند کی راحت اور اس کی فلاح دارین کا سبب ہے دنیا میں بھی[ع] ایسی عورت سے راحت میسر ہوتی ہے اور آخرت کے کاموں میں بھی مدد ملتی ہے)

حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح میرا طریقہ اور میری سنت (مؤکدہ) ہے۔ سو جو نہ عمل کرے میری سنت (مؤکدہ) پر تو وہ مجھ سے نہیں ہے (یعنی مجھ سے اور اس سے کوئی علاقہ نہیں (یہ زجر اور ڈانٹ ہے ایسے شخص کو جو سنت پر عمل نہ کرے) اور جناب رسول اللہ صلی اللہ

ع رواہ النسائی وابن ماجہ ۱۲

ع دنیا کی راحتوں کا بیان تو محتاج بیان نہیں مگر اسمیں اتنی بات قابل بیان ہے کہ دنیا کی راحت بھی اگر غور کیا جائے تو وہ دین کے سنورنے کا ذریعہ ہے کیونکہ دنیا کی آسائش سے آدمی خدا تعالیٰ کی یاد اچھی طرح کر سکتا ہے اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ فقر اور محتاجی کبھی آدمی کو کفر تک پہونچا دیتی ہے۔ معاذ اللہ اور آخرت کے کاموں میں مدد ملنے کا بھی یہی مطلب ہے کہ جب اس سے دنیا کے آرام ہیں تو عبادت اور اطاعت میں سہولت ہوتی ہے ۱۲ محشی عفرلہ

علیہ وسلم کی خفگی کا بیان ہے ایسے شخص پر سو اس سے بہت کچھ پرہیز لازم ہے اور مسلمان کو کیسے چین پڑ سکتا ہے کہ ذرا دیر بھی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس سے ناراض رہیں اللہ اس دن سے پہلے موت دیدیں جس روز مسلمان کو اللہ ورسول کی ناراضی گوارا ہو) اور نکاح کرو اس لئے کہ میں فخر کروں گا (قیامت میں تمھارے ذریعہ سے (اور) امتوں پر (یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بہت پسند ہے کہ آپ کی امت کثرت سے ہو اور دوسری امتوں سے زیادہ ہو تاکہ ان کی کثرت اعمال کی وجہ سے آپ کو بھی ثواب اور قرب الٰہی زیادہ میسر ہو اس لئے کہ جو کوئی آپ کی امت میں جو کچھ بھی عمل کرتا ہے وہ آپ ہی کی تعلیم کے سبب کرتا ہے پس جسقدر زیادہ عمل کرنیوالے ہونگے اسی قدر آپ کو ان کی تعلیم کرنے کا ثواب زیادہ ہوگا یہاں سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ جہاں تک بھی اور جس طرح بھی ہو سکے قرب الٰہی کے وسیلے اور اعمال کثرت سے اختیار کرے اور اسمیں کوتاہی نہ کرے اور حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن کل صفیں ایکسو بیس ہوں گی جن میں چالیس صفیں اور امتوں کے لوگوں کی ہوں گی اور اسّی صفیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی ہوں گی سبحان اللہ کیا دلداری منظور ہے حق تعالیٰ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی)، اور جو شخص صاحب وسعت ہو (یعنی عورت کے حقوق ادا کر سکے) تو چاہیئے کہ نکاح کرے اور جو نہ پاوے (اسقدر مال کہ عورت کے حقوق اس سے ادا کرے)، تو اس پر روزہ ہے (یعنی روزہ رکھے اس سے شہوت میں کمی ہو جاوے گی) پس بے شک روزہ اس کے لئے مثل رگ شہوت مل دینے کی ہے (اگر عورت کی خواہش مرد کو بہت زیادہ نہ ہو بلکہ معتدل اور درمیانی درجہ کی ہو اور عورت کے ضروری خرچ اٹھانے پر قادر ہو تو ایسے شخص کے لئے نکاح سنت مؤکدہ ہے اور جس کو اعلیٰ درجہ کا تقاضا ہو یعنی بہت خواہش ہو تو ایسے شخص کے لئے نکاح واجب اور ضروری ہے

عہ ابن ماجہ

لہ اسی لئے ایک حدیث میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم سے کوئی ایسا شخص نکاح کی درخواست کرے جس کے دین اور خلق سے تم راضی ہو تو تم فوراً اسکا نکاح کردو اگر نہ کردگے تو بڑا فتنہ ہوگا اور بہت فساد پڑیگا ۱۲ مشکوٰۃ شریف صـ۲۶۷

ٹہ حضرت معقل بن یسار سے روایت ہے کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم زیادہ محبت والی اور زیادہ جننے والی عورتوں سے نکاح کیا کرو کیونکہ میں تمہاری کثرت تعداد سے اور امتوں پر فخر کرونگا ۱۲ حوالہ بالا

ٹہ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر ان کی مدد لازم اور حق ہے ایک تو وہ غلام جسکے آقا نے یہ کہدیا ہو کر تم اتنے روپیہ کما لا تو میں تجھے آزاد کردوں گا تو وہ اتنا روپیہ ادا کرنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے دوسرا وہ نکاح کرنے والا جو پاکدامن رہنے کی غرض سے ارادہ نکاح کا کرے تیسرا وہ شخص جو خدا تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرتا ہو ۱۲ مشکوٰۃ شریف صـ۲۶۷

اس لئے کہ اندیشہ ہے خدانخواستہ زنا میں مبتلا ہو گیا تو حرام کاری کا گناہ ہوگا اور اگر باوجود سخت تقاضے شہوت کے اس قدر طاقت نہیں کہ عورت کے ضروری حقوق ادا کر سکے گا تو یہ شخص کثرت سے روزے رکھے پھر جب اتنی گنجائش ہو جائے کہ عورت کے حقوق ادا کرنے پر قادر ہو تو نکاح کرلے۔ حدیث میں ہے کہ اولاد جنت کا پھول ہے[عہ] (مطلب یہ ہے کہ جنت کے پھولوں سے جیسی مسرت اور فرحت حاصل ہوگی ویسی ہی راحت اور مسرت اولاد کو دیکھکر حاصل ہوتی ہے اور اولاد نکاح کے ذریعہ سے میسر آتی ہے) حدیث میں ہے کہ تحقیق آدمی کا درجہ جنت میں بلند کیا جاتا ہے سو وہ کہتا ہے کہاں سے ہے میرے لئے یہ (یعنی وہ کہتا ہے کہ یہ رتبہ مجھے کیسے ملا میں نے تو ایسا عمل کوئی نہیں کیا جس کا یہ ثواب ہو) پس کہا جاتا ہے (اس آدمی سے یہ) بسبب مغفرت طلب کرنے تیری اولاد کے تیرے لئے[عت] (یعنی تیری اولاد نے ہم سے تیرے لئے استغفار کی اسکی بدولت یہ درجہ تجھ کو عنایت ہوا۔)

حدیث میں ہے تحقیق وہ بچہ جو حمل سے گر جاتا ہے (یعنی بغیر دن پورے ہوئے پیدا ہو جاتا ہے) اپنے پروردگار سے جھگڑے گا جبکہ اس کے ماں باپ جہنم میں داخل ہوں گے (یعنی حق تعالیٰ سے مبالغہ کے ساتھ سفارش کریگا کہ میرے والدین کو دوزخ سے نکال دو اور حق تعالیٰ اپنی عنایت کی وجہ سے اس کے اس جھگڑنے کو قبول فرما دیں گے۔ اور اس کی ناز برداری کریں گے) پس کہا جاویگا اے سقط[سہ] جھگڑا کرنیوالے اپنے رب سے داخل کر دے اپنے والدین کو جنت میں پس کھینچ لیگا بچہ ان دونوں کو اپنے نار[للعہ] سے یہاں تک کہ داخل کر دے گا ان

عہ رواہ الحکیم الترمذی

عت رواہ الصمد وغیرہ ۱۲

سہ بالکسر یعنی حمل ناتمام

للعہ اس کو بعضے آدمی نادل بھی کہتے ہیں ۱۲

دونوں کو جنت میں۔ (معلوم ہوا کہ آخرت میں ایسی اولاد بھی کام آوے گی جو نکاح کا نتیجہ ہے)

حدیث میں ہے کہ بیشک جسوقت دیکھتا ہے مرد اپنی عورت کی طرف اور عورت دیکھتی ہے مرد کی طرف تو دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ دونوں کی طرف رحمۃ کی نظر سے رواہ میسرۃ بن علیؒ فی مشیختہ والرافعی فی تاریخہ عن ابی سعیدؓ مرفوعًا بلفظ انّ الرجل اذا نظر الی امراتہ ونظرت الیہ نظر اللّٰہ تعالیٰ الیھما نظرۃ رحمۃ الخ

حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ پر حق ہے (یعنی حق تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اپنے ذمہ یہ بات مقرر فرمائی ہے) مدد کرنے اس شخص کی جو نکاح کرے پاکدامنی حاصل کرنے کو اس چیز سے جسے اللہ نے حرام کیا ہے[عہ] (یعنی زنا سے محفوظ رہنے کے لئے جو شادی کرے اور نیت اطاعت حق کی ہو تو خرچ وغیرہ میں اللہ تعالیٰ اسکی مدد فرمائیں گے)

حدیث میں ہے کہ عیالدار شخص کی دو رکعتیں (نماز کی) بہتر ہیں مجرد شخص کی بیاسی[۲] رکعتوں سے اور دوسری حدیث میں بجائے بیاسی کے ستر کا عدد[عہ] آیا ہے سو مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ ستر اس شخص کے حق میں ہے جو ضروری حق اہل و عیال کا ادا کرے اور بیاسی اس[عہ] کے حق میں ہیں جو ضروری حقوق سے زیادہ ان کی خدمت کرے جان و مال اور اچھی عادت سے والحدیث رواہ تمام فی فوائدہ والضیاء عن انسؓ مرفوعا بلفظ رکعتان من المتاھل خیرٌ من اثنین وثمانین رکعۃ من العزب وسندہ صحیح۔

لہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو شخصوں کے لئے باہم محبت کی مضبوطی کرنے والی کوئی شے نکاح کی مانند تو نے نہ دیکھی ہوگی ایک تو خود میاں بیوی کی محبت نکاح سے مضبوط ہو جاتی ہے کہ تا عمر محبت پر قائم رہتے ہیں دوسرے عورت کے قبیلہ کی مرد کے قبیلہ سے محبت مضبوط ہو جاتی ہے اور رسول اکرمؐ کے تعدد ازدواج میں ایک حکمت یہ تھی کہ قبائل سے آپکا رابطہ محبت اس سبب سے زیادہ ہو اور پھر وہ مشرف باسلام ہو گئے ۱۲ محشی غفرلہ

عہ رواہ ابن ماجہ ۱۲

عہ رواہ ابن عدی ۱۲

سہ ولفظ رکعتان من المتزوج افضل من سبعین رکعۃ من الاعزب رواہ العقیلی عن انسؓ مرفوعًا وسندہٗ ضعیف عند السیوطی ومنکر عند العقیلی قال المناوی لان المتزوج مجتمع الحواس والاعزب مشغول بمدافعۃ الغلمۃ وقمع الشھوۃ فلایتوفر لہ الخشوع الذی ھو روح الصلوٰۃ للعہ وقال العزیزی ولاتعارض بینہ وبین ما قبلہ ای فی روایۃ السبعین لاحتمال انہ بالزیادۃ بعد ذلک اھ قلت لما ان تقربہ صلی اللہ علیہ وسلم یزید عند اللہ ساعۃ فساعۃ وبقدر ذلک ترحم امتہ فافہم ۱۲

حدیث میں ہے بے شک بہت بڑا گناہ خدا کے نزدیک ضائع کرنا[1] (اور ان کی ضروری خدمت میں کمی کرنا) ہے مرد کا ان لوگوں کو جن کا خرچ اس کے ذمہ ہی (رواہ الطبرانی عن ابن عمر و مرفوعاً بلفظ ان اکبر الاثم عند اللہ ان یضیع الرجل من یقوت کذا فی کنز العمال)

حدیث میں ہے کہ میں نے نہیں چھوڑا اپنے بعد کوئی فتنہ جو زیادہ ضرر دینے والا ہو مردوں کو عورتوں[2] کے فتنہ[ع] (یعنی مردوں کے حق میں عورت کے فتنہ سے بڑھکر کوئی فتنہ ضرر دینے والا نہیں کہ ان کی محبت میں پھنس ہو جاتے ہیں اور خدا اور رسول کے حکم کی پروا نہیں کرتے لہذا چاہیئے کہ ایسی محبت عورتوں سے نہ کرے کہ جس میں شریعت کے خلاف کام کرنے پڑیں مثلاً وہ مرد کی حیثیت سے زیادہ کھانے پہننے کو مانگیں تو ہرگز ان کی خاطر کرنے کو رشوت نہ لے بلکہ مال حلال سے جو اللہ تعالیٰ دے ان کی خدمت کردے اور عورتوں کو تعلیم و تادیب کرتا رہے اور بے باک و گستاخ نہ کردے عورتوں کی عقل ناقص ہوتی ہے ان کی اصلاح کا خاص طور پر انتظام لازم ہے)

حدیث میں ہے کہ پیغام نکاح کا کوئی تم میں سے نہ دیوے اپنے بھائی کے پیغام پر یہاں تک کہ وہ بھائی نکاح کرلے یا چھوڑ دے (یعنی جب ایک شخص نے کہیں پیغام نکاح کا دیا ہو اور ان لوگوں کی کچھ مرضی بھی پائی جاتی ہو کہ وہ اس شخص سے نکاح کرنے کو کچھ راضی ہیں تو دوسرے شخص کو اس جگہ ہرگز پیغام نہ دینا چاہیئے ہاں اگر وہ لوگ خود اس پہلے شخص کو انکار کردیں یا وہ خود ہی اپنا ارادہ منقطع کردے یا ان لوگوں کی ابھی بالکل مرضی اس شخص کے ساتھ نکاح کرنے کی نہیں پائی جاتی تو اب دوسرے شخص کو اس لڑکی کا پیغام دینا درست ہے اور یہی حکم خرید و فروخت کے بھاؤ کرنے کا ہے کہ جب ایک شخص کسی سے خریدنے یا فروخت کرنے کا بھاؤ کر رہا ہے تو دوسرے کو جب تک اسکا

ع رواہ مسلم وغیرہ ۱۲

[1] یہ جملہ ایسا عام ہے کہ ہر اس چیز کی دیکھ بھال اور خبر گیری کو شامل ہے جس کا خرچ اس کے ذمہ ہے مثلاً بیوی اولاد اور جانور اور خدمتگار نوکر چاکر وغیرہ خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ اس کی پروا نہیں کرتے کہ ہم پر جس جس کا خرچ ہے ان کا خرچ وقت پر پہونچائیں خواہ مالدار ہیں اور بے فکری کرتے ہیں اور خواہ غریب ہیں مگر کماتے نہیں سب خدا تعالیٰ کے سخت گنہگار ہیں ۱۲ محشی عفی عنہ

[2] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت شیطان کی صورت میں آتی ہے اور شیطان ہی کی صورت میں جاتی ہے تو جب تم میں سے کسی کو کوئی عورت پسند آجائے اور اسکی طرف دل کا میلان جو انسانی فطرت میں داخل ہے ہونے لگے تو اسکو چاہیئے اپنی بیوی سے ضرورت کو پورا کرے کیونکہ پھر اس کا وہ بدخیالی جاتا رہے گا ۱۲ مشکوٰۃ شریف صہ ۲۶۸ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عورت پوشیدہ رہنے کی چیز ہے لہذا جب وہ بے پردہ ہوتی ہے تو شیطان اس کو جھانکتا ہے ۱۲ حوالہ بالا

خت

معاملہ علیحدہ نہ ہو جاوے اس کے بھاؤ پر بھاؤ کرنا نہ چاہیئے جبکہ باہم خرید و فرو
کی کچھ مرضی معلوم ہوتی ہو خوب سمجھ لو اور اس حکم میں کافر بھی داخل ہے یعنی اگر
کوئی کافر کسی سے لین دین کا بھاؤ کر رہا ہے اور دوسرے شخص کی معاملہ کرنے
کی اس کے ساتھ کچھ مرضی بھی معلوم ہوتی ہے تو مسلمان کو زیبا نہیں کہ اس کافر کے
بھاؤ پر اپنا بھاؤ پیش کرے)

حدیث میں ہے کہ تحقیق عورت نکاح کی جاتی ہے اپنے دین کی وجہ سے اور
اپنے مال کی وجہ سے اور اپنے حسن کی وجہ سے سو تو لازم پکڑ لے صاحب دین کو
تیرے ہاتھ خاک میں ملیں[ع] (یعنی کوئی مرد تو عورت دیندار پسند کرتا ہے اور کوئی مالدار
اور کوئی خوبصورت تو جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دینداری کا
خیال چاہیئے اور دیندار عورت سے نکاح کرنا اولیٰ ہے ہاں اگر مثلاً ایسا موقع ہو کہ
کوئی عورت دیندار ہے لیکن اتنی بدشکل ہے کہ طبیعت کسی طرح اسے قبول نہیں کرتی
اور اندیشہ ہے کہ اگر ایسی عورت سے نکاح کیا جاوے تو باہم میاں بی بی میں
موافقت نہ رہے گی اور عورت کے حق ادا کرنے میں کوتاہی ہوگی تو ایسے وقت ایسی
عورت سے نکاح نہ کرے (اور تیرے ہاتھ خاک میں مل جاویں یہ عربی محاورہ ہے
اور مختلف موقعوں پر استعمال ہوتا ہے یہاں پر اس سے دیندار عورت کی رغبت دلانا
مراد ہے۔)

حدیث میں ہے کہ بی بیوں میں بہتر وہ بی بی ہے جس کا مہر بہت[لہ] آسان ہو[عسہ] یعنی
مرد سہولت سے اس کو ادا کر سکے آج کل زیادتی مہر کا دستور بہت ہو گیا ہے۔
لوگوں کو اس رسم سے بچنا چاہیئے)

حدیث میں ہے کہ اپنے نطفوں کے لئے (عمدہ محل و جگہ) پسند کرو اس لئے کہ
عورتیں (بچے) جنتی ہیں اپنے بھائیوں اور اپنی بہنوں کی مانند (یعنی نیکبخت اور

عہ رواہ مسلم وغیرہ

عسہ رواہ الطبرانی ۱۲

لہ اسی کے قریب یہ روایت ہے کہ ان اعظم النکاح برکۃ ایسرہ مؤنۃ رواہ البیہقی یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑی برکت والا نکاح وہ ہے جس کا بار بہت ہلکا ہو اس کو بیہقی نے روایت کیا ہے اس کا ایک مطلب تو یہ ہو سکتا ہے کہ بہترین نکاح وہ ہے جس میں مہر کم اور دوسرے اخراجات بھی جیسے ولیمہ وغیرہ کم ہوں دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اچھی بیوی وہ ہے جو تھوڑے خرچ سے راضی رہے گھٹیا درجہ کا کپڑا ادنیٰ درجہ کا روٹی سالن اور ادنیٰ درجہ کا زیور بھی اسکو خوش و خرم رکھے ۱۲

شریف خاندان کی عورت سے نکاح کرو اس لئے کہ اولاد میں ننھیال کی شباہت ہوتی ہے اور گو باپ کا بھی اثر ہوتا ہے مگر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ماں کا اثر زیادہ ہوتا ہے تو اگر ماں ایسے لوگوں میں سے ہوگی جو بد اخلاق ہیں اور دیندار اور شریف نہیں ہیں تو اولاد بھی ان ہی لوگوں کی مثل پیدا ہوگی ورنہ اولاد اچھی اور نیکبخت ہوگی رواہ ابن عدی و ابن عساکر عن عائشہؓ مرفوعا بلفظ تخیروا لنطفکم فان النساء یلدن اشباہ اخوانھن و اخواتھن)

حدیث میں ہے کہ سب سے بڑا حق لوگوں میں خاوند کا ہے عورت پر اور مرد پہ سب سے بڑا حق لوگوں میں اسکی ماں کا ہے (یعنی بعد اللہ و رسولؐ کے حقوق کے عورت کے ذمہ خاوند کا بہت بڑا حق ہے حتیٰ کہ اس کے ماں باپ سے بھی خاوند کا زیادہ حق ہے اور مرد کے ذمہ سب سے زیادہ حق بعد اللہ و رسولؐ کے حق کے ماں کا حق ہے اس سے معلوم ہوا کہ مرد کے ذمہ ماں کا حق باپ سے بڑھ کر ہے رواہ الحاکم عن عائشہؓ مرفوعاً بلفظ اعظم الناس حقا علی المرأۃ زوجھا و اعظم الناس حقا علی الرجل أمہ وسندہ صحیح)

حدیث میں ہے کہ اگر کوئی تم میں کا جب ارادہ کرے اپنی بیوی سے ہمبستری کا تو کہے بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا[1] تو اگر ان کی تقدیر میں کوئی بچہ مقدر ہوگا اس صحبت سے نہ ضرر دیگا اسکو شیطان کبھی[عہ]

حدیث۔ ایک لانبی حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے فرمایا (اولم ولو بشاۃ[2]) یعنی ولیمہ کرو اگرچہ ایک ہی بکری ہو مطلب یہ ہے کہ گو تھوڑا ہی سامان ہو مگر کردینا چاہیئے بہتر یہ ہے کہ عورت سے ہمبستری کرلنے کے بعد ولیمہ کیا جاوے گو بہت علماء نے صرف نکاح کے بعد بھی جائز فرمایا ہے اور ولیمہ مستحب ہے۔

[1] یعنی اے اللہ تو ہم کو شیطان سے بچا اور شیطان سے اس چیز کو بچا جو تو نے ہمکو نصیب کیا ہے یعنی لڑکا یا لڑکی ۱۲

[2] اس ارشاد سے بعض اہل ظاہر نے ولیمہ کے واجب ہونے پر دلیل پکڑی ہے لیکن اکثر علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ حکم استحبابی ہے پھر اس میں اختلاف ہے کہ ولیمہ کرنا صحبت کے بعد مستحب ہے یا نکاح ہوتے ہی تو بعض تو یہ کہتے ہیں کہ صحبت شرط ہے اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ عقد کے بعد ہی کرنا چاہیئے اور بعض نے کہا کہ خواہ صحبت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو ہر صورت میں مستحب ہے ۱۲ ماخوذ از مرقات شرح مشکوٰۃ

عہ رواہ احمد وغیرہ ۱۲

عہ متفق علیہ ۱۲

طلاق کی مذمت کا بیان

حدیث میں ہے ابغض الحلال الی اللہ الطلاق رواہ الحاکم وابوداؤد وابن ماجہ عن ابن عمرؓ مرفوعا وسند ہ صحیح (یعنی زیادہ مبغوض اور زیادہ بری چیز حلال چیزوں میں خدا کے نزدیک طلاق ہے مطلب[1] یہ ہے کہ طلاق حاجت کے وقت جائز رکھی گئی ہے اور حلال ہے مگر بلا حاجت بہت بری بات ہے اس لئے کہ نکاح تو باہم الفت ومحبت اور زوج وزوجہ کی راحت کے واسطے ہوتا ہے اور طلاق سے یہ سب باتیں جاتی رہتی ہیں اور حق تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری ہوتی ہے ایک دوسرے کو کلفت ہوتی ہے باہم عداوت ہوتی ہے نیز اس کی وجہ سے بیوی کے اور اہل قرابت سے بھی عداوت پڑتی ہے جہانتک ہو سکے ہرگز ہرگز ایسا قصد نہ کرنا چاہیئے میاں بیوی کو معاملات میں باہم ایک دوسرے کی برداشت چاہیئے اور خوب محبت سے رہنا چاہیئے جب کوئی صورت نباہ کی نہ ہو تو مضائقہ نہیں خوب سمجھ لو۔

حدیث میں ہے کہ نکاح کرو اور طلاق نہ دو (یعنی بلا وجہ) اس لئے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نہیں دوست رکھتا ہے بہت مزہ چکھنے والے مردوں اور بہت مزہ چکھنے والی عورتوں کو یعنی اللہ پاک کو یہ بات پسند نہیں کہ طلاق ہو بلاضرورت اور میاں دوسرا نکاح کرے اور بیوی دوسرا نکاح کرے ہاں اگر کوئی ضرورت ہو تو مضائقہ نہیں[2]

حدیث میں ہے کہ نہ طلاق دیجاویں عورتوں میں مگر بدچلنی سے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نہیں دوست رکھتا بہت مزہ چکھنے والے مردوں اور بہت مزہ چکھنے والی عورتوں کو[3] اس سے معلوم ہوا کہ اس کی پارسائی اور پاکدامنی کے باب میں کوئی

[1] حنفیوں کے نزدیک طلاق دینا مباح ہے قرآن شریف سے اسکا جواز نکلتا ہے اور اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ جو حلال کام ایسے ہیں کہ ان کا کرنا ضروری نہیں ہے ان میں سے برا کام یہ ہے خلاصہ یہ ہے کہ مبغوض ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ طلاق دینا حلال نہ رہے کیونکہ جو معنی ہم نے حلال کے لئے وہ مکروہ کو بھی شامل ہیں ۱۲ عفرلہ

[2] رواہ الطبرانی ۱۲ [3] رواہ الطبرانی

ع فقہا یہ کہتے ہیں کہ اصل طلاق کے اندر اوس کا منع ہونا ہے مگر اسکا مطلب یہ ہے کہ شارع نے اس اصل کو چھوڑ کر اسکو مباح کر دیا ہے بلکہ صرف مباح ہی نہیں اگر وہ عورت ایذا پہونچاتی ہو خواہ خاوند کو یا کسی اور کو خاوند کے متعلقین میں سے خواہ ہاتھ پیر سے یا زبان سے یا تارک نماز ہو تو طلاق دینا مستحب ہے اور بے نماز عورت کو نکاح میں رکھنے سے گناہ نہیں ہوتا ہے البتہ افضل کے خلاف ہے اور اگر نکاح میں باقی رکھنے سے بھلائی اور خوبی کے ساتھ معاملہ نہ ہو سکے یعنی نباہ ممکن نہ ہو تو طلاق دینا واجب ہے اور بدعی کو طلاق دینا حرام ہے مثلاً انتھی یا الگ الگ ایک طہر میں تین یا دو طلاقیں دیدے ۱۲ محشی عفرلہ سنبھلی ثم السرائے ترینی ماخوذ از درمختار وشامی۔

خلل ہو جاوے تو اس کی وجہ سے طلاق دیدینا درست ہے اسی طرح اور بھی کوئی سبب ہو تو کچھ حرج نہیں)

حدیث میں ہے نکاح کرو اور طلاق نہ دو اس لئے کہ طلاق دینے سے عرش ہلتا ہے[1]۔

حدیث میں ہے کہ شیطان اپنے تخت کو پانی پر رکھتا ہے پھر اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے (لوگوں کے بہکانے کو) پس زیادہ قریب ان (لشکروں کے لوگوں میں) کا ازروئے رتبہ کے وہ شخص ہوتا ہے جو ان میں سب سے بڑا ہو ازروئے فتنہ کے (یعنی بڑا محبوب شیطان کو وہ شخص ہوتا ہے جو بہت بڑا فتنہ برپا کرے) آتا ہے (اسکے پاس) ایک ان میں کا پھر کہتا ہے میں نے یہ کیا اور یہ کیا (یعنی یہ فتنہ برپا کیا اور یہ فتنہ برپا کیا) سو کہتا ہے شیطان تو نے کچھ نہیں کیا (یعنی تو نے کوئی بڑا کام نہیں کیا) اور آتا ہے ایک ان میں کا پس کہتا ہے نہیں چھوڑا میں نے فلاں شخص کو یہاں تک کہ جدائی کردی میں نے اس شوہر کے اور اس کی بیوی کے درمیان سو قریب کرلیتا ہے اس شخص کو اپنی ذات سے یعنی اپنے گلے لگا لیتا ہے اور کہتا ہے کہ ہاں تو نے بہت بڑا کام کیا (یعنی[2] شیطان کی بہت بڑی خوشی یہ ہے کہ میاں بی بی میں جدائی کرادی جاوے لہذا جہاں تک ہو سکے مسلمان شیطان کو خوش نہ کرے)

حدیث میں ہے کہ جو عورت خود طلاق طلب کرے بغیر سخت مجبوری کے تو[ع] جنت کی خوشبو اس پر حرام ہے[3] (یعنی سخت گناہ ہوگا گو بشرط اسلام پر خاتمہ ہونے کے اپنے اعمال کا بدلہ بھگت کر آخر کو جنت میں داخل ہو جاوے گی)

حدیث میں ہے کہ منتزعات اور مختلعات وہ منافقات ہیں[4][ع] (منتزعات وہ عورتیں جو اپنی ذات کو مرد کے قبضہ سے نکالیں شرارت کرکے یعنی ایسی حرکتیں کریں جس سے مرد ناراض ہو کر طلاق دیدے اور مختلعات وہ عورتیں جو خاوند کو

[ع] اس حدیث کے عربی الفاظ یہ ہیں کہ عن ثوبان رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایما امرأۃ سألت زوجہا طلاقا فی غیر ما بأس فحرام علیہا رائحۃ الجنۃ رواہ احمد ۱۲ از مشکوۃ

[ع] اس کی عربی عبارت یہ ہے کہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال المنتزعات والمختلعات ھن المنافقات رواہ النسائی ۱۲

[1] رواہ ابن عدی ۱۲ [2] رواہ مسلم واحمد ۱۲ [3] رواہ احمد والحاکم وغیرہما مرفوعا بسند صحیح ولفظ ایما امرأۃ سألت زوجہا الطلاق من غیر ما بأس فحرام علیہا رائحۃ الجنۃ [4] رواہ النسائی ۱۲

سے بلا مجبوری خلع طلب[ع۱] کریں اور منافقات سے مراد یہ ہے کہ یہ خصلت منافقوں کی سی ہے کہ ظاہر کچھ باطن کچھ ظاہراً تو نکاح ہمیشہ کے لئے ہوتا ہے اور یہ اسمیں جدائی طلب کرتی ہیں اس لئے گناہگار ہوں گی گو کافر نہ ہونگی۔

قرآن مجید پڑھنے کی فضیلت کا بیان

حدیث میں ہے کہ جس وقت چاہے کوئی تم میں کا اپنے پروردگار سے گفتگو کرنا سو چاہیئے کہ قرآن پڑھے[۱] (یعنی قرآن مجید کی تلاوت کرنا گویا حق تعالیٰ سے بات چیت کرنا ہے) زیادہ غنی[۲] لوگوں میں قرآن کے اٹھانے والے ہیں (یعنی) وہ لوگ کہ جن کے سینہ میں اللہ تعالیٰ نے اسکو (یعنی قرآن کو) رکھا ہے مطلب یہ ہے کہ جس نے قرآن پڑھا اور اس پر عمل کیا اس سے بڑھکر کوئی غنی نہیں[ع۲] اس پر عمل کرنے کی برکت سے حق تعالیٰ باطنی غنا مرحمت فرماتے ہیں اور ظاہری کشائش بھی میسر ہوتی ہے چنانچہ حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک مرد کثرت سے حضرت عمرؓ کے دروازے پر آتا تھا (دنیاوی حاجتوں کے لئے) سو کہا حضرت عمرؓ نے اس مرد سے کہ جا اور پڑھ خدا کی کتاب (یعنی قرآن مجید) سو چلا گیا وہ مرد پس نہ پایا اس کو حضرت عمرؓ نے پھر آپ اس سے ملے اور آپ اسکے شاکی ہوئے (یعنی اس وجہ سے کچھ شکایت فرمائی کہ تمھاری ہم کو تلاش تھی بلا اطلاع کہاں چلے گئے جب کوئی کثرت سے آمد و رفت رکھتا ہو پھر دفعۃً آنا چھوڑ دے تو انسان کو فکر ہو ہی جاتی ہے کہ نہ معلوم کہاں چلا گیا کس حال میں ہے) سو اس نے جواب میں عرض کیا کہ میں نے اللہ کی کتاب میں وہ چیز پائی جس نے مجھے عمرؓ کے دروازے سے غنی اور بے پرواہ کر دیا[۳]۔ یعنی قرآن مجید میں ایسی آیت مل گئی جس کی برکت سے میری نظر مخلوق سے ہٹ گئی

[۱] رواہ الخطیب والدیلمی [۲] رواہ ابن عساکر عن ابی ذر مرفوعاً بلفظ اغنی الناس حملۃ القرآن من جعلہ اللہ تعالیٰ فی جوفہ [۳] عن الحسن قال کان رجل یکثر غشیان باب عمر فقال لہ اذھب فتعلم کتاب اللہ فذھب الرجل ففقدہ عمر ثم لقیہ فکانہ عاتبہ فقال وجدت فی کتاب اللہ ما اغنانی عن باب عمرؓ رواہ ابن ابی شیبۃ ۱۲

[ع۱] خلع طلب کرنیکا یہ مطلب ہے کہ مال دیکر طلاق کی طالب بنے بشرطیکہ خطا اور قصور عورت ہی کا ہو اور اگر مرد کا قصور ہو تو خلع کرنا مباح ہے اسمیں کوئی حرج نہیں ۱۲ محشی غفرلہ

[ع۲] ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو تغنی نہ کرے اسمیں اکثر عالموں کا قول تو یہ ہے کہ تغنی کے معنی اچھی آواز سے پڑھنے کے ہیں مگر سفیان بن عیینہ اور ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد غنی اور بے نیاز ہونا ہے مطلب یہ ہے کہ جس کو علم قرآن ہو اور وہ لوگوں سے اپنی حاجت قائم رکھے اور لوگوں کا محتاج بنا رہے وہ ہم میں سے نہیں ہے بلکہ ایسے آدمی کو مستغنی ہو کر رہنا چاہیئے ایک تو اس سے علم کی قدر بڑھتی ہے دوسرے یہ اسکے ایمان اور توکل کی قوت کی دلیل ہے ۱۲ محشی غفرلہ

اور خدا تعالیٰ پر بھروسہ ہو گیا تمہارے پاس دنیا کی حاجت کے لئے آتا تھا اب آکر کیا کروں غالباً مراد اس سے اس قسم کے مضامین ہوں گے جو اس آیت میں مذکور ہیں وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ۝ یعنی تمہاری روزی آسمان ہی میں ہے اور جس چیز کا تم وعدہ کئے گئے ہو (وہ بھی آسمان ہی میں ہے) (یعنی تمہاری روزی وغیرہ سب کاموں کا بندوبست ہمارے ہی دربار سے ہوتا ہے پھر دوسری طرف متوجہ ہونے سے کیا نتیجہ حدیث میں ہے کہ افضل عبادت قرآن کی قرأۃ ہے[1] (یعنی بعد فرائض کے تمام نفل عبادات میں قرآن پڑھنا افضل ہے) حدیث میں ہے کہ تعظیم کرو قرآن کے یاد رکھنے والوں کی جس نے ان کی تعظیم کی پس بیشک اس نے میری تعظیم کی[2] (اور آپ کی تعظیم کا واجب ہونا ظاہر ہے) حدیث میں ہے تم میں بہتر[عہ] وہ لوگ ہیں جنہوں نے قرآن پڑھا اور قرآن پڑھایا[3] حدیث[عہ] میں ہے جس نے قرآن پڑھا اور عمل کیا اس چیز پر جو اس میں ہے (یعنی اس کے احکام پر عمل کیا) پہنائے جاویں گے اس کے والدین کو تاج قیامت کے دن جس کی روشنی زیادہ عمدہ ہوگی آفتاب کی روشنی سے دنیا کے مکانوں میں جبکہ وہ آفتاب تم میں ہو (یعنی دنیا میں جبکہ تمہارے گھروں میں آفتاب روشن ہو جیسی اس کی روشنی ہوتی ہے اس سے بڑھکر اس تاج کی روشنی ہوگی) پس کیا گمان ہے تمہارا اس شخص کے (ثواب کے) بارہ میں جس نے (خود) عمل کیا اس پر (یعنی قرآن پر جس نے عمل کیا اس کا کیا کچھ بڑا درجہ ہوگا جبکہ اس کے طفیل سے اس کے والدین کو یہ رتبہ عنایت ہوا)

حدیث میں ہے جس نے قرآن پڑھا پھر خیال کیا اس نے کہ کوئی خدا کی مخلوق میں سے اس نعمت سے بڑھکر نعمت دیا گیا ہے جو اس کو ملی ہے سو بیشک حقیر کر دیا اس نے اس چیز کو جسے اللہ تعالیٰ نے بڑا کیا ہے اور بڑھا دیا اس چیز کو جسے اللہ تعالیٰ نے حقیر کیا ہے نہیں زیبا ہے قرآن جاننے والے کو تیزی کرنا اس

عہ اس حدیث کے عربی الفاظ یہ ہیں عن عثمان رضہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ ۱۲ بخاری شریف میں یہ روایت موجود ہے۔

عہ اس حدیث کی عربی عبارت یہ ہے کہ عن معاذ الجہنی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قرء القرآن وعمل بما فیہ البس والداہ تاجا یوم القیمۃ ضوءہ احسن من ضوء الشمس فی بیوت الدنیا لو کانت فیکم فما ظنکم بالذی عمل بہذا رواہ احمد ۱۲

[1] کنز العمال [2] رواہ الدیلمی [3] رواہ ابن مردویہ وابن الفرلیس ۱۲ [4] رواہ ابوداؤد وغیرہ ۱۲

شخص سے جو (اس سے) تیزی کرے اور نہ جہالت کرنا اس شخص سے جو (اس سے) جہالت کرے اور (ایسا نہ کرے) لیکن معاف کرے اور درگذر کرے بسبب عزت قرآن کے [ع] (یعنی اہل علم اور قرآن کے جاننے والوں کو چاہیئے کہ دنیا کی تمام نعمتوں سے قرآن کے علم کو اعلیٰ اور افضل سمجھیں اگر انہوں نے قرآن کے علم سے بڑھکر کسی چیز کو سمجھا تو جس چیز کو خدا نے بڑا کیا تھا اس کو حقیر کر دیا اور حاکم جس چیز کو بڑا کرے اس کا حقیر کرنا کسقدر بڑا جرم ہے اور اہل قرآن کو چاہیئے کہ لوگوں سے جہالت اور بداخلاقی سے پیش نہ آویں کہ قرآن کی عزت اور عظمت اسی بات کو چاہتی ہے اور اگر ان سے کوئی جہالت کرے تو اس کی جہالت کو معاف کریں۔

حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قرآن زیادہ محبوب ہے اللہ تعالیٰ کو آسمانوں سے اور زمین سے اور ان لوگوں سے جو ان (آسمانوں اور زمین) میں ہیں (یعنی قرآن مجید کا درجہ تمام مخلوق سے اعلیٰ ہے اور قرآن مجید خدا تعالیٰ کو سب سے زیادہ پیارا ہے رواہ ابونعیم عن ابن عمرؓ مرفوعا بلفظ اَلْقُرْآنُ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ مِنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ)

حدیث میں ہے جس نے سکھائی کسی (اللہ کے) بندے کو ایک آیت خدا کی کتاب کی سو وہ (یعنی سکھانے والا) آقا ہو گیا اس (پڑھنے والے) کا نہیں لائق ہے اس (طالب علم) کو اس کی مدد کرنا (موقع پر) اور نہ اس (استاد) پر (کسی دوسرے کو ترجیح دینا جسکا رتبہ استاد سے بڑا نہ ہو پس اگر وہ (یعنی طالب علم) ایسا کرے تو اس نے توڑ دیا ایک حلقہ کو اسلام کے حلقوں میں سے [۲] (یعنی ایسی حرکت کرنے سے

[ع] یعنی جاہل کا جواب ترکی بہ ترکی نہ دیں بلکہ اپنے علم کا لحاظ کر کے بھاری بنے رہیں جاہل کے ساتھ جہالت کی سی باتیں کرنا چھچھوراپن ہے جو علم کے وقار کے بالکل خلاف ہے شیخ سعدی نے بھی اسی مضمون کو ادا کیا ہے کہ جواب جاہلاں باشد خموشی۔ اس زمانہ کے جاہلوں نے اس میں کیا بری ترمیم کی ہے کہ جواب جاہلاں باشد درجوتی لیکن مقولہ ان ہی جاہلوں کا ہے لہذا اہل علم کے لئے یہ حجت نہیں ہو سکتا اہل علم کو چاہیئے کہ وہ قرآن شریف کی تعمیل کریں قرآن شریف میں برابر جاہلوں سے اعراض اور روگردانی کی تعلیم موجود ہے ۱۲ محشی غفرلہ

[۱] رواہ الخطیب ۱۲ [۲] من علم عبدا آیۃ من کتاب اللہ فہو مولاہ لا ینبغی لہ ان یخذلہ ولا یستاثر علیہ فان ہو فعلہ فقد قصم عروۃ من عری الاسلام۔ رواہ ابن عدی والطبرانی وابن مردویہ والبیہقی وابن النجار عن ابی امامۃ مرفوعا ونقل السخاوی الی قولہ مولاہ وسکت علیہ والہیثمی الی قولہ ولا یستاثر علیہ وقال رواہ الطبرانی فی الکبیر وفیہ عبید بن رزین اللازقی ولم ارمن ذکرہ قلت الظاہر ان الطبرانی اطلع علیہ فکلم علیہ لثقۃ عندہ وکثیر من الرواۃ تکلم الطبرانی فیہم فسکوتہ عنہ یدل علی ما ذکرناہ ۱۲

اس لئے اسلام میں بڑا فتنہ ڈالا اور بڑے عظیم الشان شریعت کے حکم کی تعمیل نہ کی
جس کی بے برکتی اور سزا کا دارین میں سخت اندیشہ ہے۔

حدیث میں ہے کہ تحقیق فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں ہے میری امت
سے وہ شخص جس نے نہ بزرگی کی ہمارے بڑے کی اور نہ رحم کیا ہمارے چھوٹے پر
اور نہ پہچانا ہمارے عالم کا حق (اور عالم کے اندر قرآن کے پڑھنے پڑھانے والے[ع]
بھی آگئے) اور مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص جس کی یہ حالت ہو ہماری جماعت سے
خارج ہے اور اس کا ایمان ضعیف ہے لہذا بڑوں کی تعظیم اور چھوٹوں پر رحم کرنا
اور علماء کے حق کو پہچاننا اور انکی تعظیم و خدمت کرنا ضرور چاہیئے۔ (رواہ احمد والطبرانی
فی الکبیر عن عبادۃ بن الصامت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لیس
من امتی من لم یجل کبیرنا ویرحم صغیرنا ویعرف لعالمنا حقہ واسنادہ حسن)

حدیث میں ہے کہ جس نے قرآن پڑھا اور اس کی تفسیر اور اس کے معنی سمجھے اور
اس پر عمل نہ کیا تو دوزخ میں اپنا ٹھکانا بنایا[1] (یعنی قرآن پڑھکر اس پر عمل نہ کرنا
بہت بڑا سخت گناہ ہے مگر جاہل لوگ خوش نہ ہوں کہ ہم نے پڑھا ہی نہیں سو ہم
اگر اس کے احکام پر عمل نہ کریں گے تو کچھ مضائقہ نہیں اس لئے کہ ایسے جاہل کو دو گناہ
ہوں گے ایک علم حاصل نہ کرنیکا۔ دوسرا عمل حاصل نہ کرنے کا)

حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ تحقیق فلاں
شخص تمام رات قرآن پڑھتا ہے پھر جب صبح قریب ہوتی ہے تو چوری کرتا ہے
آپ نے فرمایا عنقریب اسکو روک دیگا اس قرآن کا پڑھنا[2] (یعنی قرآن کی تلاوت

ع مطلب یہ ہے کہ جو حضرات علم شریعت یعنی فقہ اور حدیث کا رکھتے ہیں ان کی عزت و توقیر کا بیان تو اس حدیث میں صاف صاف ہے ہی کیونکہ عالم حقیقت میں وہی ہیں جن کے متعلق بعض حدیثوں میں یہ آیا ہے کہ قیامت کے دن ان کی وہ روشنائی جس سے انھوں نے دین کی کتابیں یا دین کے مسئلے لکھے ہوں گے شہیدوں کے خون کے ہموزن ہوگی جیسا تفسیر کبیر میں ہے اور شامی میں لکھا ہے کہ متبع شریعت عالم کے پیچھے نماز پڑھنا ایسا ہے کہ جیسے نبی کے پیچھے پڑھی لیکن جو حافظ یا ناظرہ خوان کہ قرآن شریف کی تعلیم و تعلم میں مشغول ہیں اور باعمل ہیں انکی بھی عزت کرو ۱۲ محشی غفرلہ

[1] رواہ ابو نعیم ۱۲۔۱۲۔۱۲۔۱۲

[2] اکثر عبادات میں یہ تاثیر ہے کہ وہ گناہوں سے بچاتی ہے ان الحسنات یذھبن السیئات کا ایک یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے یہ صفت نماز میں تو خصوصیت سے مذکور ہے لیکن اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی تلاوت بھی یہی اثر رکھتی ہے پس بہت سے بدعمل لوگ جو نماز یا قرآن شریف کی تلاوت کے عادی دیکھے جاتے ہیں ان کے اوپر یہ اعتراض نہ کرنا چاہیئے کہ ایسی نماز یا تلاوت کا کیا فائدہ کیونکہ اس سے اس بڑے فائدہ کی توقع ہے کہ شاید بد اعمالی انکی اسکی بدولت جاتی رہے اور اگر یہ کام بھی وہ چھوڑ دے تو اس بھلائی سے بھی جاوے لہذا اسکو ایسی نیکیوں پر اور مضبوط کرنا چاہیئے ۱۲ محشی غفرلہ

کی برکت سے یہ حرکت چھوٹ جاویگی۔ رواہ سعید بن منصور عن جابرؓ بلفظ قیل یا رسول اللہ ان فلانا یقراء باللیل کلہ فاذا اصبح سرق قال ستنہاہ قراءتہ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص قرآن شریف پڑھے اور اس کو حفظ کرلے اور اس کے حلال کو حلال سمجھے اور اس کے حرام کو حرام سمجھے تو داخل کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ جنت میں اور شفاعت قبول کرے گا اس کی دس آدمیوں کے حق میں اس کے خاندان والوں میں سے کہ ان میں سب کے سب ایسے ہوں گے کہ جن کے لئے دوزخ واجب ہو چکی ہوگی[عہ]۔

حدیث میں ہے کہ جس نے سنا ایک حرف خدا کی کتاب سے باوضو لکھی جائینگی اس کے لئے دس نیکیاں (یعنی دس نیکیوں کا ثواب) اور دور کردیئے جاویں گے اس کے دس گناہ اور بلند کئے جاویں گے اس کے دس درجے اور جس نے پڑھا ایک حرف اللہ کی کتاب سے نماز میں بیٹھ کر یعنی جبکہ نماز بیٹھکر پڑھے اور اس سے نماز نفل مراد ہے اس لئے کہ فرض نماز بغیر عذر جائز نہیں اور عذر کے ساتھ جائز ہے سو عذر کیساتھ جب بیٹھکر نماز پڑھے تو کھڑے ہونے کے برابر ثواب ملتا ہے ہاں نفل نماز بھی اگر کسی عذر سے بیٹھکر پڑھے تو کھڑے ہونے کی برابر ثواب ملتا ہے) تو لکھی جاویں گی اس کے لئے پچاس نیکیاں (یعنی اسقدر نیکیوں کا ثواب) اور دور کردیئے جاویں گے اس کے پچاس گناہ اور بلند کئے جاویں گے اس کے لئے پچاس درجے اور جس نے پڑھا اللہ کی کتاب (میں) سے ایک حرف کھڑے ہوکر لکھی جاویگی اس کے لئے سو نیکیاں اور دور کئے جاویں گے اس کے سو گناہ اور بلند کئے جاویں گے اس کے سو درجے اور جس نے قرآن پڑھا اور اس کو ختم کیا لکھے گا اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے اس کے لئے ایک دعا جو فی الحال مقبول ہو جاوے یا بعد چندے مقبول ہو[عسہ]۔

حدیث میں ہے جس نے قرآن پڑھا اور پروردگار کی حمد کی اور درود بھیجا نبی صلی اللہ

عہ رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ ۱۲

عسہ رواہ ابن عدی والبیہقی ۱۲

لہ اگر کوئی شخص خلوص اور توجہ کے ساتھ عبادت کی نیت کرکے باوضو قرآن کریم کو سنے تو اسکا ثواب اسکی تلاوت سے بھی بڑھا ہوا ہے اور تلاوت کا حال اور اس کی فضیلتیں تو تم سن ہی چکے اس سے اندازہ کرسکتے ہو کہ سننے کا ثواب کس قدر ہوگا ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تم مجھے قرآن شریف سناؤ انھوں نے عرض کیا کہ آپ پر تو قرآن شریف نازل ہی کیا گیا ہے پھر آپ ہی کو میں سناؤں اسکے کیا معنی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ انی احب ان اسمعہ من غیری یعنی میں دوسروں سے اسکا سننا پسند کرتا ہوں چنانچہ انھوں نے سورہ نساء آپکو سنائی جسکی ایک آیت پر حضور کے آنسو بھی جاری ہوگئے ۱۲ محشی از مشکوۃ عفرلہ

علیہ وآلہ وسلم پر اور مغفرت مانگی اپنے پروردگار سے سو بیشک اس نے بھلائی کو مانگ لیا اس کے مقام سے مطلب یہ ہے کہ بھلائی کو اس کی جگہ سے طلب کر لیا ہے یعنے جو طریق دعا کے قبول ہونے کا تھا اس کو برتا جس سے دعا جلد قبول ہونے کی امید ہے اور خدا کی تعریف میں خواہ الحمد للہ کہے یا کوئی اسی معنیٰ کا کلمہ اور قرآن کی تلاوت کے بعد اس خاص طریقہ سے دعا مانگنا قبولیت میں خاص اثر رکھتا ہے[۱] جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا

حدیث میں ہے کہ اپنی عورتوں کو سورۂ واقعہ سکھلاؤ اس لئے کہ بیشک وہ صورت توانگری کی ہے[۲] (یعنی اس کے پڑھنے سے توانگری میسر ہوتی ہے اور ضروری خرچ اچھی طرح میسر ہو جاتا ہے اور غنائے باطن بھی میسر ہوتا ہے جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے کہ جو شخص سورۂ[ع] واقعہ ہر شب کو پڑھے تو اسکو تنگی رزق کبھی نہ ہوگی اور عورتیں چونکہ ضعیف القلب ہوتی ہیں ذرا سی تنگی میں بہت پریشان ہو جاتی ہیں اس لئے ان کی خصوصیت فرمائی ورنہ اس کا پڑھنا غنا کے حاصل ہونے کے لئے سب کو مفید ہے خواہ مرد ہو یا عورت)

حدیث میں ہے کہ زیادہ اچھا لوگوں میں قرآن پڑھنے کے اعتبار سے وہ شخص ہے کہ جس وقت وہ قرآن پڑھے تو یہ سمجھے کہ وہ خدا سے ڈر رہا ہے[۳] (یعنی تلاوت کرنے والے کو دیکھنے والا یہ سمجھے کہ وہ خدا سے ڈر رہا ہے مطلب[ع] یہ ہے کہ اس طرح اہتمام سے پڑھے جیسے کہ ڈرنے والا اہتمام سے کلام کرتا ہے کہ کوئی حرکت حاکم کے سامنے بے موقع نہ ہو جائے اور قرآن مجید کے پڑھنے کا عمدہ طریق یہ ہے کہ باوضو قبلہ کی طرف بیٹھکر عاجزی سے تلاوت کرے اور سمجھے کہ اللہ تعالیٰ سے باتیں کر رہا ہوں اور اگر معنی جانتا ہو تو معنی میں غور کرے اور جہاں رحمت کی آیت آوے وہاں رحمت کی دعا مانگے اور جہاں عذاب کا ذکر ہو وہاں دوزخ سے پناہ

[ع] اس کے بارہ میں حضرت شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مجرب عمل فراخی رزق کا یہ لکھا ہے کہ مغرب کی نماز کے بعد روزانہ دو بار اور عشا کے بعد روزانہ ایک بار یہ سورت پڑھا کریں ۱۲ از فتاوی عزیزی۔

[ع] یہ بات کچھ تلاوت قرآن شریف ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر عبادت کرنے کے وقت یہی سمجھنا چاہیئے ایسا کرنا خلوص کی دلیل ہوتا ہے اور اسی کو خشوع وخضوع کہتے ہیں اور حدیث شریف میں جو احسان کی تعریف آئی ہے کہ ان تعبد اللہ کانک تراہ اس سے یہی مراد ہے مگر قرآن شریف اور نماز میں خصوصیت سے اسکی حاجت ہے ۱۲ محشی غفرلہٗ

[۱] رواہ البیہقی بسند ضعیف ولفظہ من قرأ القرآن وحمد الرب وصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واستغفر ربہ فقد طلب الخیر مکانہ [۲] رواہ الدیلمی ۱۲ [۳] رواہ کنز العمال بلفظ احسن الناس قرأۃ الذی اذا قرأ رایت انہ یخشی اللہ ۱۲

مانگے اور جب تمام کر چکے تو خدا کی حمد اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ کے مغفرت طلب کرے اور جو چاہے دعا مانگے اور پھر درود شریف پڑھے اور حتی المقدور قرآن پڑھنے میں دوسرا خیال نہ آنے دے اگر کوئی خیال آوے تو ادھر توجہ نہ کرے وہ خیال خود جاتا رہیگا اور تلاوت کے وقت لباس بھی جہاں تک ہو سکے صاف پہنے۔

مسئلے

(۱) طلاق دینے کے (جب کسی ضرورت سے طلاق دی جاوے) تین طریقے ہیں ایک بہت اچھا دوسرا اچھا تیسرا بدعت[ملـ] اور حرام سو بہت اچھا طریق یہ ہے کہ مرد بیوی کو پاکی کے زمانہ میں (یعنی ایسے وقت جسمیں حیض وغیرہ سے عورت پاک ہو) ایک طلاق دے مگر یہ بھی شرط ہے کہ اس تمام پاکی کے زمانہ میں صحبت نہ کی ہو اور عدت گذرنے تک پھر کوئی طلاق نہ دے (عدت گذرنے سے خود ہی نکاح جاتا رہیگا ایک سے زیادہ طلاق دینے کی حاجت نہیں اس لئے کہ طلاق سخت مجبوری میں جائز رکھی گئی ہے لہذا بقدر ضرورت کافی ہے بہت سی طلاقوں کی کیا حاجت ہے) اور اچھا طریق یہ ہے کہ اسکو تین پاکی کے زمانوں میں تین طلاق دے (دو حیضوں کے درمیان جو پاکی رہتی ہے اس کو ایک زمانہ پاکی کا کہتے ہیں سو ہر پاکی کے زمانہ میں ایک طلاق دے) اور ان پاکی کے زمانوں میں بھی صحبت نہ کرے اور بدعت اور حرام طریق وہ ہے جو ان دونوں صورتوں کے خلاف مثلاً تین طلاق یکبارگی دیدے یا حیض کی حالت میں طلاق دے یا جس پاکی میں صحبت کی تھی اسمیں طلاق دے تو اس اخیر قسم کی سب صورتوں میں گو طلاق واقع ہو جاویگی مگر گناہ ہوگا خوب سمجھ لو اور یہ سب تفصیل اس صورت میں ہے کہ عورت سے صحبت یا خلوت صحیحہ ہوئی ہو اور جس کو ایسا اتفاق نہ ہوا ہو اسکا حکم ابھی آگے آتا ہے (۲) جس عورت سے نکاح کر لیا مگر صحبت نہیں کی ایسی عورت کو خواہ حیض کے زمانہ میں طلاق دے یا پاکی کے زمانہ میں ہر طرح درست ہے مگر ایک طلاق دے

[ملـ] واقسامہ ثلثۃ حسن واحسن وبدعی طلقۃ رجعیۃ فقط فی طہر لا وطی فیہ وترکہا حتی تمضی عدتہا احسن بالنسبۃ الی البعض الآخر وطلقۃ لغیر موطوءۃ ولو فی حیض و لموطوءۃ تفریق الثلاث فی ثلاثۃ اطہار لا وطی فیہا ولا فی حیض قبلہا ولا طلاق فیہ وفیمن تحیض وفی ثلاثۃ اشہر فی غیرہا حسن وسنی والبدعی ما خالفہما ۱۲ درمختار بالتلخیص مع ردالمحتار صہ ۴۲ ج ۲ عاجز محمد حیات عفرلہ سنبھلی

دستور العمل تدریس حصہ ہذا
حصہ پنجم کے آخر میں ملاحظہ ہو

ضمیمہ ثانیہ بہشتی زیور

حصہ چہارم

مسماۃ بہ تصحیح الاغلاط

اصل ص۲۸ س۲۱ چاہے صاف لفظوں میں الخ تحقیق مطلب یہ ہے کہ جب طلاقیں تین پڑجائیں گی خواہ لفظوں سے پڑیں یا گول لفظوں سے حرمت[1] مغلظہ ثابت ہو جائے گی اور یہ امر کہ گول لفظوں کی تکرار سے کب تین طلاقیں ہوں گی کب نہ ہوں گی اس سے اس جگہ بحث نہیں پس اس پر وہ شبہ واقع نہیں ہوتا جو اس پر کیا گیا ہے اور نہ اس جواب کی ضرورت ہے جو دیا گیا ہے وہ شبہ اور اسکا جواب الامداد بابت ماہ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ ص۳۲ میں شائع ہوا ہے اس کی مزید تفصیل ہم اصلاحات ترجیح الراجح میں کریں گے۔

اصل ص۴۳ س۴ کسی نے یوں کہا کہ تجھ کو رکھوں تو ماں کو رکھوں الخ تحقیق عالمگیری میں ہے لو قال ان وطئتک وطئت امی فلاشئ علیہ کذا فی غایۃ السراجی اور مولوی احمد حسن صاحب نے اپنے حاشیہ میں لکھا ہے ان دونوں صورتوں[ع] کا یہ حکم کہ اس کہنے سے کچھ نہیں ہوا اس حالت میں ہے جبکہ کچھ نیت نہ ہو اگر نیت طلاق کی ہو تو طلاق پڑ جاوے گی اور جو نیت ظہار کی ہو تو ظہار

---

[1] یعنی سخت حرمت کیساتھ حرام ہو جائے گی کہ اب رجوع کرنا تو جائز ہے ہی نہیں نکاح بھی دوبارہ اس عورت سے نہیں کر سکتا جب تک کہ حلالہ نہ ہو جائے ۱۲

[ع] یعنی ایک اس کہنے میں کہ تو میری ماں ہے دوسرے اس کہنے میں کہ تجھکو رکھوں تو ماں کو رکھوں ۱۲ محشی عفی عنہ

ہو جاوے گا انتہیٰ اور ترجیح الراجح حصہ سوم مطبوعہ مطبع قیومی میں مولانا نے عدمِ وقوع طلاق مطلقاً ہی کو ترجیح دی ہے لیکن اس میں مراجعت الی العلماء[ا] کا بھی مشورہ دیا ہے فلیتحقق۔

اصل ص۳۰۸ س۵ اگر یوں کہا تو میرے لئے ماں کی طرح الخ[ع] تحقیق۔ اس صورت میں اگر ایلاء کی نیت کی ہے تو ایلاء ہو جاوے گا۔ فی العالمگیریۃ اذا قال انت علی حرام کامی ونوی الطلاق او الظہار او الایلاء فہو علی مانوی وان لم ینو شیئاً یکون ظہاراً فی قول محمد وذکر الخصاف الصحیح من مذہب ابی حنیفۃ ما قال محمد کذا فی فتاوے قاضی خاں۔ عالمگیریہ

اصل ص۱۸ س۲۔ نکاح ہو گیا لیکن ابھی رخصتی نہیں ہوئی و ص۱۹ س۶ میاں پردیس میں ہے الخ تحقیق۔ ان دونوں مسئلوں پر بعض عوام اعتراض کیا کرتے ہیں لہذا ضرورت ہے کہ ان کی ضروری توضیح کر دی جائے۔ توضیح مسئلہ اول (نکاح ہو گیا لیکن ابھی درواج کے موافق) رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ لڑکا پیدا ہو گیا اور شوہر انکار نہیں کرتا کہ بچہ میرا نہیں ہے) تو وہ لڑکا شوہر ہی سے ہے حرامی نہیں (کیونکہ ممکن ہے کہ کسی طریق سے خفیہ طور پر خاوند بیوی کے پاس پہونچ گیا ہو۔ اور گھر والوں کو یا غیروں کو اس کی خبر نہ ہوئی ہو) اور اس کا حرامی کہنا درست نہیں (کیونکہ یہ بلا حجت شرعی مرد کو جھٹلانا اور عورت پر زنا کی تہمت لگانا ہے ہاں) اگر شوہر کا نہ ہو اور (وہ جانتا ہو کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے اور میں اس عورت کے پاس نہیں گیا) تو انکار کرے۔ انکار کرنے پر (چونکہ وہ عورت پر زنا کا الزام لگاتا ہے اگر عورت اس کے الزام کو تسلیم نہ کرے اور لعان کی شرائط پائی جاویں تو) لعان کا حکم ہو گا۔

[ا] یعنی اور عالموں سے دریافت کرنے کا مشورہ دیا ہے لہذا تحقیق کرنے کی ضرورت ہے ۱۲

[ع] یعنی عالمگیریہ میں ہے کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو کہا کہ تو مجھ پر میری ماں کی طرح حرام ہے اور اس کے کہنے سے طلاق ڈالنے کی نیت کی یا ظہار یا ایلاء کی تو جو نیت کی وہی مراد ہو گا اور اگر کچھ نیت نہ کی تو امام محمدؒ کے قول کے مطابق ظہار ہو جائے گا اور خصاف نے ذکر کیا کہ صحیح مذہب امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا وہ ہے جو امام محمدؒ نے فرمایا اسی طرح فتاوی قاضی خاں میں ہے یعنی جلد دوم کے صفحہ ۳۶۵ پر

اور بعد تحقیق لعان، بچہ کا نسب شوہر سے منقطع کر دیا جاوے گا، اس توضیح کے بعد مطلب بہشتی زیور کا بالکل صاف ہو گیا اور اس پر کسی شبہ کی گنجائش نہیں رہی لو توضیح مسئلہ دوم میاں پردیس میں ہے اور مدت ہو گئی برسیں گذر گئیں کہ گھر نہیں آیا اور یہاں لڑکا پیدا ہو گیا تب بھی وہ حرامی نہیں بلکہ اسی شوہر کا ہے (کیونکہ ممکن ہے کہ وہ کسی وقت چھپ کر اپنی بیوی کے پاس پہونچگیا ہو اور اس کے آنے کی خبر کسی کو نہ ہوئی ہو جیسے اشتہاری لوگ چھپ کر اپنے گھر آجاتے ہیں اور لوگوں کو ان کے آنے کی خبر نہیں ہوتی یا بذریعہ کسی عمل مثل تسخیر جن وغیرہ کے[1] یا بذریعہ کرامت کسی بزرگ کے وہ اپنی بیوی کے پاس پہونچگیا ہو یا اپنی بیوی کو اپنے پاس بلا لیا ہو اور کسی کو اس کی خبر نہ ہوئی، پس جبکہ خاوند اس بچہ کے اپنا بیٹا ہونے سے انکار نہیں کرتا تو گویا وہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں نے اپنی بیوی سے صحبت کی ہے اور یہ شبہ کہ وہ تو پردیس میں تھا کیسے صحبت کر سکتا ہے اس لئے صحیح نہیں ہے کہ بذریعہ کرامت یا بذریعہ جن وغیرہ کے ایسا ہونا ممکن ہے تو شوہر کو جھوٹا نہ کہا جاوے گا اور بچہ کو حرامی نہ کہا جاوے گا، البتہ (چونکہ شوہر کو علم ہے کہ میں نے صحبت کی ہے یا نہیں اس لئے اس کو انکار کا حق حاصل ہے اس بنا پر اگر وہ خبر پا کر انکار کرے گا (تو چونکہ اس انکار میں عورت پر زنا کا الزام ہے اس لئے اگر زوجہ زنا سے انکار کرے اور دیگر شرائط لعان پائی جاتی ہیں) تو لعان کا حکم ہو گا (اور بعد لعان کے بچہ کا نسب شوہر سے منقطع کر دیا جائے گا، اس توضیح کے بعد دوسرے مسئلہ پر بھی شبہ نہیں ہو سکتا۔ یہ مختصر توضیح تھی ان دونوں مسئلوں کی جو انشاء اللہ سمجھدار اور غیر متعصب حضرات کی تشفی کے لئے کافی ہے اگر کسی کو زیادہ تفصیل دیکھنا ہو تو رسالہ رفع الارتیاب مصنفہ مکرمی مولوی عبد اللہ صاحب منگا کر دیکھے اس میں زیادہ تفصیل ملے گی۔ نیز ان مسائل پر شبہ

[1] پس وہ جو شروع مسئلہ میں یہ عبارت گذر گئی کہ برسیں گذر گئیں کہ گھر نہیں آیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا گھر آنا لوگوں کو معلوم نہیں سب یہی جانتے ہیں کہ مدت سے گھر نہیں آیا جیسا کہ درمختار میں جو یہ عبارت ہے کہ ولو قد اکتفوا بقیام الفراش بلا دخول اس پر محشی شامی نے یہ لفظ بڑھا دیا ہے کہ قولہ بلا دخول المراد نفیہ ظاہرا خلاصہ یہ ہے کہ عقلاً اس کا امکان ضرور ہوا کہ شوہر سے کسی صورت سے صحبت ہو گئی ہو اس لئے فقہاء نے طفل کی بیوی کے بچہ کے نسب کو نہیں ثابت کیا جو صحبت نہ کر سکتا ہو علی ہذا جو نکاح کے بعد چھ ماہ سے کم میں بچہ پیدا ہو اس کے نسب کو بھی ثابت نہیں مانا ۱۲ محشی عفی عنہ

اور اسکا جواب حضرت مولانا مدظلہم العالی کی طرف سے تتمہ اولیٰ امداد الفتاویٰ صـ۸۹ میں مذکور ہے اسکو بھی دیکھ لیا جاوے آخر میں کہا جاتا ہے کہ روافض خذلہم اللہ بھی بہشتی زیور کے یہ مسائل جاہل لوگوں کو دکھلا کر انکو مذہب اسلام سے نفرت دلانا چاہتے ہیں اور اسطرح دھوکہ دیکر انکو مذہب رفض کا پابند کرنا چاہتے ہیں جو کہ منافق یہودیوں کا بنایا ہوا دین ہے اور جاہل چونکہ نہ اپنے

ف احقر شبیر علی عفی عنہ عرض رساہے کہ چونکہ وہ خود حضرت حکیم الامت مولانا صاحب دام ظلہم کا تحریر فرمایا ہوا ہے اس لئے اسکو بھی یہاں نقل کر دینا مناسب معلوم ہوا۔ ان دونوں تحریروں کے مطالعہ کے بعد طالب حق کی انشاء اللہ پوری تسلی ہو جاویگی اسی لئے رسالہ رفع الارتیاب کو اسمیں شامل کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی ورنہ وہ بھی شامل کر دیا جاتا اب امداد الفتاویٰ سے سوال و جواب بجنسہ نقل کئے جاتے ہیں۔

سوال بہشتی زیور حصہ چہارم کے بیان لڑکے کے حلالی ہونیکے آخری دو مسئلوں (نکاح ہو گیا لیکن ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی الخ) اور (میاں پردیس میں ہے اور مدت ہو گئی برسیں گذر گئیں الخ) پر لوگ مختلف خیال والے اعتراض کرتے ہیں براہ عنایت ہر دو مسائل کا مشرح و مدلل حال تحریر فرمائیے تاکہ معترض کو چپ کیا جائے۔

الجواب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ اب تک جس نے اس بارہ میں زبانی یا تحریری دریافت کیا اعتراض کے رنگ میں دریافت کیا اسلئے خطاب کرنے کو جی نہ چاہا آپکے الفاظ سے چونکہ سمجھنے کا قصد معلوم ہوتا ہے اسلئے جواب لکھتا ہوں ذرا غور سے سمجھئے بہشتی زیور کے ان مسئلوں کا یہ مطلب نہیں کہ بدون صحبت کے حمل رہ جاتا ہے اور وہ حمل اس شوہر کا ہو جاتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان صورتوں میں دیکھنے والوں کو خود اسی کا یقین کرنیکا کوئی ذریعہ نہیں کہ انمیں صحبت نہیں ہوئی پس انکو شرعاً یہ اجازت نہیں کہ محض ظاہری دوری کو زن و شوہر میں دیکھکر یہ کہدیں کہ جب ہمارے علم میں انکے درمیان صحبت واقع نہیں ہوئی تو واقع میں بھی صحبت نہیں ہوئی اور یہ حمل حرام کا ہے اور یہ عورت حرامکار ہے اور بچہ ولد الحرام ہے بس دیکھنے والوں کو یہ حکم لگانیکا حق نہیں کیونکہ کسی کو حرامکار یا حرامزادہ کہنا بہت بڑی تہمت ہے اور گناہ عظیم ہے اسکا منہ سے نکالنا بدون دلیل قطعی کے جائز نہیں بلکہ جب تک بعید سے بعید احتمال بھی وقوع صحبت کا رہیگا یوں سمجھیں گے کہ شاید یہی بعید صورت صحبت کی واقع ہوئی ہو اور دوسروں کو اسکی اطلاع نہ ہوئی ہو اور وہ بعید احتمال یہاں دو ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ کسی بزرگ کی کرامت سے زن و شوہر ایک جگہ جمع ہو گئے ہوں اور انمیں صحبت واقع ہوئی ہو دوسرے یہ کہ کسی جن نے دونوں کو ایک جگہ جمع کر دیا ہو اور صحبت ہو گئی ہو اور حمل رہگیا ہو۔ اور بزرگوں کی کرامت اور جنکا تصرف اہل سنت و جماعت کے نزدیک شرعاً و عقلاً دونوں طرح ثابت ہے اور گو اسکا احتمال بعید ہی ہوگا مگر ہم مسلمان عورت کو تہمت سے بچانے کے لئے اور بچے کو عار سے بچانے کے لئے اس احتمال کو ممکن مانیں گے اور یوں کہیں گے کہ شاید ایسی ہی صورت ہوئی ہو اور بعض صورتوں میں ممکن ہے کہ شوہر ایسی طرح خفیہ آیا ہو کہ کسی کو خبر نہ ہو جیسے بعض اشتہاری مجرم رات کو اپنے گھر آجاتا ہے اور رات ہی کو چلا جاتا ہے۔ اسلئے اس حمل کو اس شوہر کی طرف منسوب سمجھیں گے اور نسب کو ثابت مانیں گے۔ البتہ خود شوہر کو اسکا علم قطعی ہو سکتا ہے کہ میں نے صحبت کی ہے یا نہیں۔ سو اسکو شرعاً مجبور نہیں کیا گیا کہ خواہ مخواہ تو اس بچہ کو اپنا ہی مان بلکہ اسکو اختیار دیا گیا ہے کہ اگر تو نے صحبت نہیں کی ہے تو اس نسب کی نفی کر سکتا ہے مگر چونکہ حاکم شرع کو کسی دلیل قطعی سے خود شوہر کا راست گو ہونا یقینی طور پر معلوم نہیں ہو سکتا بلکہ احتمال ہے کہ کسی اور رنج و غصہ سے عورت کو بدنام کرتا ہو اسلئے اسکے نفی کرنے پر حاکم شرع سکوت نہ کریگا بلکہ مقدمہ قائم کر کے لعان کا قانون نافذ کریگا پھر لعان کے بعد دوسروں کو بھی شرعاً اجازت ہے کہ اس بچہ کو اس شوہر کا نہ کہیں گے کیونکہ قانون شرعی سے اسکا نسب قطع ہو چکا یعنی شرعاً جبر نہیں کہ اب بھی ایسا مانو بلکہ قانوناً اس کو منقطع سمجھیں گے اور واقع کے اعتبار سے پھر بھی یوں کہیں گے کہ غیب کا علم خدا تعالیٰ کو ہے اسطرح

عہ اور اگر وہی خود یعنی شوہر بزرگ ہو تو اسی کی کرامت ہو گی اسکی نظیر فقہاء کا بیان کیا ہوا یہ مسئلہ ہے کہ کسی مغربی مرد نے مشرقی عورت کیساتھ نکاح کیا جنکے درمیان اتنا بعد تھا کہ کسی سواری سے ایک سال کے قبل مرد عورت کے پاس نہیں آ سکتا تھا پھر نکاح سے پورے چھ ماہ بعد عورت کے لڑکا پیدا ہوا تو وہ لڑکا صحیح النسب ہوگا کیونکہ اتنی مسافت کو ایک آن میں یعنی نکاح کرتے ہی طے کر دینا کرامت کے طور پر ممکن ہے ۱۲ از در مختار صـ۶۳ جلد ۲

مذہب سے واقف ہوتے ہیں نہ رافضیوں کے، اسلیئے وہ پریشان ہوجاتے ہیں اور انکو جواب نہیں بن پڑتا اسلیئے کہا جاتا ہے کہ اگر کوئی رافضی ان مسائل میں گفتگو کرے تو انکو چاہیے کہ وہ بہشتی زیور کا مطلب سمجھا کر اسکے اعتراض کو دفع کریں اور ان سے کہیں کہ تمہارے مذہب میں یہ تین مسئلے بہشتی زیور سے زیادہ قابل اعتراض ہیں انکا جواب دو مسئلہ اوّل اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے پاخانہ کے مقام میں صرف حشفہ داخل کردے اور انزال ہو جاوے اور اس عورت کے اسوقت سے چھ مہینے بعد انتہائی مدت حمل سے پہلے بچہ پیدا ہو تو وہ بچہ خاوند ہی کا ہے تبلاؤ کہ پاخانہ کے مقام میں صحبت کرنے سے رحم میں نطفہ کیسے پہونچ گیا دوسرا مسئلہ اگر کوئی مرد اپنی عورت کے پاخانہ کے مقام میں حشفہ داخل کردے اور انزال بھی نہ ہو تب بھی بچہ خاوند ہی کا ہوگا بشرطیکہ وہ چھ مہینے کے بعد اور انتہائی مدت حمل سے پہلے پیدا ہوا ہو تبلاؤ کہ پاخانہ کے مقام میں صحبت کرنیسے اور وہ بھی بغیر انزال ہوئے حمل کیسے قرار پاگیا تیسرا مسئلہ اگر کوئی مرد اپنی عورت سے آگے کی راہ سے صحبت کرے اور انزال نہ ہو تب بھی جو بچہ پیدا ہوگا وہ خاوند ہی کا ہوگا بشرطیکہ وہ چھ مہینے کے بعد اور انتہائی مدت حمل سے پہلے پیدا ہوا ہو تبلاؤ کہ بدون انزال کے حمل کیسے رہگیا۔ ان مسئلوں کا جواب ان سے کچھ نہ بن پڑیگا اور وہ فَبُهِتَ الَّذِیْ کَفَرَ کا مصداق ہوں گے لیکن اگر وہ انکار کریں اور کہیں کہ ہمارے مذہب میں یہ مسئلے نہیں ہیں تو ان سے کہو کہ یہ تینوں مسئلے شرح لمعہ اور مسالک شطبیہ میں موجود ہیں اور عبارت اسکی یہ ہے: یلحق الولدؔ

ؔ ترجمہ یہ ہے کہ اگر شوہر کا نکاح باقی رہا ہو اور صحبت سے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہوا ہو تو وہ بچہ اسی شوہر کا مانا جائیگا اور صحبت سے مراد شیعہ کے اطلاقات اور مصنف کی تصریح کے مطابق پیشاب یا پاخانہ کے مقام میں حشفہ کا داخل اور غائب ہو جانا ہے اگرچہ منی بھی نہ نکلے اسپر اجماع نہ ہونے کے سبب یہ بات قابل اعتراض ہے کیونکہ اسکی بہت سی صورتوں میں دلالت نہ ہونے کا یقین ہے لیکن اس کے خلاف قابل اعتبار بات ہم نے اپنے مذہب میں نہیں پائی لیکن کم سے کم مدت حمل پایا جانا شرط ہے اور اس کے تعین میں اختلاف ہے بعض نے نو ماہ بعض نے دس ماہ لیکن چھ ماہ سے کم کسی نے نہیں کہے اور یہ ہر ایک روایت سے دلیل پکڑتا ہے مگر چونکہ مصنف نے کوئی دلیل ترجیح کی نہ پائی تو کسی قول کو ترجیح نہ دی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اختلاف اقوال عورتوں کے اختلاف عادت کے لحاظ سے ہو لیکن اصحاب شیعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ ایک برس سے زیادہ میں بچہ پیدا نہیں ہوتا حالانکہ روایات سے ثابت ہے رسول خدا کا ایام تشریق میں علوق حمل ہوا اور ماہ ربیع الاول میں پیدا ہوئے تو بطن مادر میں حضور کا قدم ایک سال چھ ماہ رہا اور کسی نے اسکو خصوصیت سے نہیں کہا ۱۲

بالزوج الدائم نکاحہ بالدخول بالزوجۃ ومضی ستۃ اشھر ہلالیۃ من حین الوطی والمراد علی ما یظھر من اطلاقھم وصرح بہ المصنف فی قواعدۃ غیبوبۃ الحشفۃ قبلا اودبرا وان لم ینزل۔ ولایخلو ذلک من اشکال ان لم یکن مجمعا علیہ للقطع بانتفاء التولد عادۃ فی کثیر من موارد ہ ولم اقف علی شئی ینافی ما نقلناہ ویعتمد علیہ وعدم تجاوز اقصی مدۃ الحمل وقد اختلف الاصحاب فی تحدیدہ فقیل تسعۃ اشھر وقیل عشرۃ وغایۃ ما قیل فیہ عندنا سنۃ ومستند الکل مفھوم الروایات وعادل المص عن ترجیح قول لعدم دلیل قوی علی الترجیح ویمکن حمل الروایات علی اختلاف عادات النساء فان بعضھن تلد لتسعۃ وبعضھن لعشرۃ وقد یتفق نادرا لبلوغ سنۃ واتفق الاصحاب علی انہ لایزید عن السنۃ مع انھم رووا ان النبیؐ حملت بہ امہ ایام التشریق واتفقوا علی انہ ولد فی شھر ربیع الاول فاقل ما یکون لبثہ فی بطن امہ سنۃ وثلثۃ اشھر وما نقل احد من العلماء انہ من خصائصہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الخ بلفظہ۔ اس عبارت میں یہ تینوں مسئلے موجود ہیں اور لطف یہ ہے کہ خود صاحب کتاب کا اقرار ہے کہ یہ مسائل ضرور قابل اعتراض ہیں ان صورتوں میں بچہ کا اس مرد سے پیدا ہونا عادۃً ناممکن ہے مگر کسی رافضی عالم کا قول مجھے ان کے مخالف نہیں ملا۔ هٰذَا مَا عِنْدَنَا وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

حبیب احمد کیرانوی

تمام شد

حصہ چہارم بہشتی زیور معہ ضمائم قدیمہ وجدیدہ

پانچواں حصہ

۷۸۶

اشرفی

بہشتی زیور کامل ومکمل ومدلل

(مع)

ضمائم جدیدہ وقدیمہ مفیدہ وتصحیح الاغلاط وغیرہ

(مصنفہ)

حضرت حکیم الامت مولانا وسیدنا الحاج والحافظ شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

(جس کے ہر حصہ کو)

جناب مولانا مولوی ابوسعید محمد حیات صاحب سنبھلی صدر مدرس مدرسہ امدادیہ عربیہ مرادآبادنے

متن کے مطابق مفید ضروری اور اہم حواشی پیچیدہ مسائل کے متعلق سلیس عبارت میں تشریح صحت وشبہات کے بارے میں بحث متبحر علمائے کرام کے اسناد فقہائے عظام کے دلائل علمائے متقدمین و متاخرین کا نظریہ اور بہت سے اہم اور کارآمد امور کو حوالۂ قلم کرکے دریا کو کوزہ میں بھر دیا ہے

ناشر: ایچ۔ایم۔سعید کمپنی، پاکستان چوک۔ کراچی

مطبوعہ ایجوکیشنل پریس، کراچی

فہرست مضامین بہشتی زیور پانچواں حصّہ

بہشتی زیور کا

پانچواں حصہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیچنے اور مول لینے کا بیان

مسئلہ ۱ - جب [۱] ایک شخص نے کہا میں نے یہ چیز اتنے داموں پر بیچ دی اور دوسرے نے کہا میں نے لے لی تو وہ چیز بک گئی اور جس نے مول لیا وہی اس کی مالک بن گئی اب اگر وہ چاہے کہ میں نہ بیچوں اپنے پاس ہی رہنے دوں یا یہ چاہے کہ میں نہ خریدوں تو کچھ نہیں ہو سکتا ہے اس کو دینا پڑے گا اور اس کو لینا پڑے گا اور اس بک جانے کو بیع کہتے ہیں

مسئلہ ۲ - ایک [۲] نے کہا میں نے یہ چیز دو پیسہ کو تمہارے ہاتھ بیچی دوسری نے کہا مجھے منظور ہے یا یوں کہا میں اتنے داموں پر راضی ہوں۔ اچھا میں نے لے لیا تو ان سب باتوں سے وہ چیز بک گئی۔ اب نہ بیچنے والی کو یہ اختیار ہے کہ نہ دے اور نہ لینے والی کو یہ اختیار ہے کہ نہ خریدے لیکن یہ حکم اس وقت ہے کہ دونوں طرف سے یہ بات چیت ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے ہوئی ہو اگر اس نے کہا میں نے یہ چیز چار پیسہ کو تمہارے ہاتھ بیچی اور وہ دوسری چار پیسہ کا نام سن کر کچھ نہیں بولی اُٹھ کھڑی ہوئی یا کسی اور سے صلاح لینے چلی گئی۔ یا کسی اور کام کو چلی گئی اور جگہ [۳] بدل

[۱] ہو بیع مال بمال لعقدین وینعقد بایجاب وقبول اللفظی ماض وبتعا مطلقا وافا اوجب واحدا فی الآخر کل المبیع بکل الثمن او ترک الا اذا بین ثمن کل وما لم یقبل بطل الایجاب ان رجع الموقت اوقام احدہما او وجد الرم البیع وقال الشارح وثابت نفی شو وخیار مجلس ۱۲ کذ میری شرح مختصر وقایہ صفحہ ۳۱۲

[۲] حوالہ بالا

[۳] دای قام وان لم یذہب عن المجلس قبل لقبول بطل الایجاب فلا یبقی للاخر ولا لہ القبول بعدہ ۱۲ غایۃ البیان شرح کنز مصری صفحہ ۸۴

گئی تب اس نے کہا اچھا میں نے چار پیسہ کو خرید لی تو ابھی وہ چیز نہیں بکی ہاں اگر اس کے بعد وہ بیچنے والی کنجڑن وغیرہ یوں کہہ دے کہ میں نے دیدی یا یوں کہے اچھا لیلو تو البتہ بک جاوے گی اسی طرح اگر وہ کنجڑن اُٹھ کھڑی ہوئی یا کسی کام کو چلی گئی تب دوسری نے کہا میں نے لے لیا تب بھی وہ چیز نہیں بکی خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ جب ایک ہی جگہ دونوں طرف سے بات چیت ہوئی تب وہ چیز بکے گی۔

مسئلہ[۲] کسی نے کہا یہ چیز ایک پیسہ کو دے دو اس نے کہا میں نے دیدی اس سے بیع نہیں ہوئی البتہ اس کے بعد اگر مول لینے والی نے پھر کہہ دیا کہ میں نے لے لیا تو بک گئی +

مسئلہ[۳] کسی نے کہا یہ چیز ایک پیسہ کو میں نے لے لی اس نے کہا لے لو تو بیع ہو گئی +

مسئلہ[۴] کسی نے کسی چیز کے دام چکا کر اتنے دام اس کے ہاتھ پر رکھے اور وہ چیز اٹھالی اور اس نے خوشی سے دام لے لئے۔ پھر نہ تو اس نے زبان سے کہا کہ میں نے اتنے داموں پر یہ چیز بیچی نہ اس نے کہا میں نے خریدی تو اس لین دین ہو جانے سے بھی چیز بک جاتی ہے اور بیع درست ہو جاتی ہے +

مسئلہ[۵] کوئی کنجڑن امرود بیچنے آئی بے پوچھے کچھے بڑے بڑے چار امرود اس کی ٹوکری سے نکالے اور ایک پیسہ اس کے ہاتھ پر رکھدیا اور اس نے خوشی سے پیسہ لے لیا تو بیع ہو گئی چاہے زبان سے کسی نے کچھ کہا ہو چاہے نہ کہا ہو +

مسئلہ[۶] کسی نے موتیوں کی ایک لڑی کو کہا یہ لڑی دس پیسہ کو تمھارے ہاتھ بیچی اس پر خریدنے والی نے کہا اس میں سے پانچ موتی میں نے لے لئے یا یوں کہا آدھے موتی میں نے خرید لئے تو جب تک وہ بیچنے والا اس پر راضی نہ ہو بیع نہیں ہوگی کیونکہ اس نے تو پوری لڑی کا مول کیا ہے تو جب تک وہ راضی نہ ہو لینے والے کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اس میں سے کچھ لیوے اور کچھ نہ لیوے اگر لیوے تو پوری لڑی لینا پڑے گی ہاں البتہ اگر اس نے یہ کہہ دیا ہو کہ ہر موتی ایک ایک پیسہ کو اس پر

عہ ولو اشتری غناد و بقرا و ثیابا کل اثنین منہما بکذا لا یجوز فی قولہم و یجوز ذلک الخ ۱۲

[۱] ولا ینعقد بلفظ الامر بان قال المشتری بعنی ہذا الثوب بکذا فیقول بعت او یقول البائع اشتر منی ہذا العبد بکذا فیقول اشتریت ۱۲ قاضی خاں ص۳۳ ج ۲

[۲] الا الامر اذا دل علی الحال کخذہ بکذا فقال اخذت او رضیت صح قال قبلہ الایجاب ما یذکر اولا من کلام احد العاقدین والقبول ما یذکر ثانیا من الآخر سوار کان لبعت او اشتریت الدال علی التراضی ۱۲ در مختار ص۴ ج ۲

[۳] وقد یکون البیع کالاخذ والعطاء من غیر لفظ البیع ویسمی بوجہ البیع بیع التعاطی ۱۲ قاضی خاں ص۳۳ ج ۲

[۴] حوالہ بالا

[۵] ولو باع عبدین فقال بعتک ہذین العبدین بالف درہم ویقبل المشتری احدہما لا یجوز والقبول رضی الآخر فی المجلس و حصتہ من الثمن معلومۃ ۱۲ قاضی خاں ص۳۳ ج ۲ واذا اوجب احدہما قبل الآخر کل المبیع بکل الثمن او ترک الا اذا بین ثمن کل الخ ۱۲ مختصر ص

اُس نے کہا اس میں سے پانچ موتی میں نے خریدے تو پانچ موتی بک گئے

مسئلہ[۸] کسی کے پاس چار چیزیں ہیں بجلی۔ بالی۔ بندے۔ پتے اس نے کہا یہ سب میں نے چار آنہ کو بیچا تو بے اُس کی منظوری کے یہ اختیار نہیں ہے کہ بعضی چیزیں لیوے اور بعضی چھوڑ دے کیونکہ وہ سب کو ساتھ ملا کر بیچنا چاہتی ہے ہاں البتہ اگر ہر چیز کی قیمت الگ الگ تبلا دے تو اس میں سے ایک آدھ چیز بھی خرید سکتی ہے۔

مسئلہ[۹] بیچنے اور مول لینے میں یہ بھی ضروری ہے کہ جو سودا خریدے ہر طرح سے اُس کو صاف کرے کوئی بات ایسی گول مول نہ رکھے جس سے جھگڑا بکھیڑا پڑے اسی طرح قیمت بھی صاف صاف مقرر اور طے ہو جانا چاہیئے اگر ان دونوں میں سے ایک چیز بھی اچھی طرح معلوم اور طے نہ ہوگی تو بیع صحیح نہ ہوگی۔

مسئلہ[۱۰] کسی نے روپیہ کی یا پیسہ کی کوئی چیز خریدی اب وہ کہتی ہے پہلے تم روپیہ دو تب میں چیز دوں گی اور یہ کہتی ہے پہلے تو چیز دیدے تب میں روپیہ دوں تو پہلے اس سے دام دلوائے جائیں گے جب یہ دام دے دے تب اس سے وہ چیز دلوادیں کے دام کے وصول پانے تک اس چیز کے نہ دینے کا اس کو اختیار ہے اور اگر دونوں طرف ایک ہی چیز ہے مثلاً دونوں طرف دام ہیں یا دونوں طرف سودا ہے جیسے روپیہ کے پیسے لینے لگیں یا کپڑے کے بدلے کپڑا لینے لگیں اور دونوں میں یہی جھگڑا آن پڑے تو دونوں سے کہا جاوے گا۔ کہ تم اس کے ہاتھ پر وہ چیز رکھو اور وہ تمہارے ہاتھ پر رکھے۔

قیمت کے معلوم ہونے کا بیان

مسئلہ[۱] اگر کسی نے مٹھی بند کر کے کہا کہ جتنے دام ہمارے ہاتھ میں ہیں اتنے کو فلانی چیز دے دو اور معلوم نہیں کہ ہاتھ میں کیا ہے روپیہ ہے یا پیسہ ہے یا اشرفی ہے اور ایک

ع مطلب یہ ہے کہ اس مٹھی کی چیز کے بدلے میں اس کو دینا ضروری نہیں ہاں اگر مٹھی کھلتے پر بھی وہ اُن داموں کو راضی ہوگی تو بیع صحیح ہو جائے گی ۱۲

[۱] حوالہ بالا

[۲] وکل جہالۃ ہذہ صفتہا ای مفضیۃ الی المنازعۃ تمنع الجواز ہذا ہو الاصل ۱۲ ہدایہ صفحہ ج ۳ مع الکفایہ۔

[۳] ومن باع سلعۃ بثمن قیل للمشتری ادفع الثمن اولا فاذا دفع قیل للبائع سلم المبیع ومن باع سلعۃ بسلعۃ او ثمنا بثمن قیل لہما سلما معا ۱۲ قدوری صفحہ ۱۱۹

[۴] ولو کان الثمن فی صرۃ ولم یعرف ما فیہا من خارج خیر ای البائع ۱۲ شامی درمختار صفحہ ۳۰ بخلاف ما لو قال اشتریت ہذہ الجاریۃ مما فی ہذہ ثم رای کانت فیہا کان لہ الخیار لان قدر القیمۃ لا یعلم مقدار ما فیہا من الخارج ج ۲ قاضی خان صفحہ ۳ ج ۲۔

ہے یا دو تو ایسی بیع درست نہیں۔

مسئلہ[۲] کسی شہر میں دو قسم کے پیسے چلتے ہیں تو یہ بھی تبلا دیوے کہ فلانے پیسہ کے بدلے میں یہ چیز لیتی ہوں اگر کسی نے یہ نہیں تبلایا فقط اتنا ہی کہا کہ میں نے یہ چیز ایک پیسہ کو بیچی اس نے کہا کہ میں نے لی تو دیکھو کہ وہاں کس پیسہ کا زیادہ رواج ہے جس پیسہ کا رواج زیادہ ہو وہی پیسہ دینا پڑے گا اور اگر دونوں کا رواج برابر برابر ہو تو بیع درست نہیں رہی بلکہ فاسد اور خراب ہو گئی ۔

مسئلہ[۳] کسی کے ہاتھ میں کچھ پیسے ہیں اور اس نے مٹھی کھول کر دکھلا دیا کہ اتنے پیسوں کی یہ چیز دے دو اور اس نے وہ پیسے ہاتھ میں دیکھ لئے اور وہ چیز دیدی لیکن یہ نہیں معلوم ہوا کہ کے آنے ہاتھ میں ہیں تب بھی بیع درست ہے اسی طرح اگر پیسوں کی ڈھیری سامنے بچھونے پر رکھی ہو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر بیچنے والی اتنے داموں کو چیز بیچ ڈالے اور یہ نہ جانے کہ کتنے آنے ہیں تو بیع درست ہے غرضکہ جب اپنی آنکھ سے دیکھ لیوے کہ اتنے پیسے ہیں تو ایسے وقت اس کی مقدار تبلانا ضروری نہیں ہے اور اگر اس نے آنکھ سے نہیں دیکھا ہے تو ایسے وقت مقدار کا تبلانا ضروری ہے جیسے یوں کہے دس آنے کو یہ چیز ہم نے لی اگر اس صورت میں مقدار مقرر اور طے نہیں کی تو بیع فاسد ہو گئی ۔

مسئلہ[۴] کسی نے یوں کہا آپ یہ چیز لے لیں قیمت طے کرنے کی کیا ضرورت ہے جو دام ہوں گے آپ سے واجبی[ع] لے لئے جاویں گے بھلا آپ سے زیادہ لوں گی یا یہ کہا کہ آپ یہ چیز لے لیں میں اپنے گھر پوچھ کر جو کچھ قیمت ہو گی پھر تبلا دوں گی یا یوں کہا اسی بھاؤ کی یہ چیز فلانی نے لی ہے جو دام انھوں نے دیئے ہیں وہی دام آپ بھی دیدیجئے گا یا اس طرح کہا جو آپ کا جی چاہے دیدیجئے گا میں ہرگز انکار نہ کروں گی جو کچھ دے دو گی لے لوں گی یا اس طرح کہا بازار سے پوچھوا لو جو اس کی قیمت ہو وہ دے دینا یا یوں کہا فلانی کو دکھلاؤ تو جو قیمت وہ کہہ دیں تم دیدینا

ع یعنی مناسب ۱۲

[۱] ومطلق الثمن علی الرواج فان استوی رواج النقود فسد ان اختلف مالیتہا ۱۲ مختصر مع الشرح فارسی صہ ۳۱۲

[۲] ویعرف المبیع بالاشارۃ لا بذکر القدر والصفۃ الا فی السلم والثمن باحدہما ۱۲ مختصر طلفحہ مذکورہ

[۳] رجل جاء الی قصاب مانوا الدراہم وقال اعطی بہا لکما فاعطاہ اللحم فوجد الدراہم زیوفا ونبہرجۃ فانہ یردہا ویرفع الجیاد لان الاشارۃ الی الدراہم بمنزلۃ القیمۃ علی الدراہم والدراہم فی المبایعات تصرف الی الجیاد الخ ۱۲ قاضیخان صہ ۱۴۴ ج ۲

[۴] وکذا لو باع القفیزہم الا دینارا ہو بمائۃ دینار الا درہما او باع ثوبہ لوکر حنطۃ او باع براس مالہ او بما اشتراہ فلان او بمثل ما یبیع الناس لا یجوز البیع الا ان یکون شیئا یتفاوت الجنس کا بخبز والجحم فان علم المشتری بالثمن فی المجلس عاد جائزا او یخیر المشتری ان شاء اخذہ وان شاء ترک ۱۲ قاضیخان صہ ۱۴۳ ج ۲

تو ان سب صورتوں میں بیع فاسد ہے البتہ اگر اُسی جگہ قیمت صاف معلوم ہوگئی اور جس گنجلک کی وجہ سے بیع فاسد ہوئی تھی وہ گنجلک جاتی رہی تو بیع درست ہو جاوے گی اور اگر جگہ بدل جانے کے بعد معاملہ صاف ہوا تو پہلی بیع فاسد رہی۔ البتہ اس صاف ہونے کے بعد پھر نئے سرے سے بیع کر سکتی ہیں۔

مسئلہ[1] کوئی دوکاندار مقرر ہے جس چیز کی ضرورت پڑتی ہے اُس کی دوکان سے آجاتی ہے آج سیر بھر سپاری[ع1] منگا لی کل دو سیر کتھ آگیا کسی دن پاؤ بھر ناریل وغیرہ لے لیا اور قیمت کچھ نہیں پوچھوائی اور یوں سمجھی کہ جب حساب ہوگا تو جو کچھ نکلے گا دے دیا جاوے گا۔ یہ درست ہے اسی طرح عطار کی دکان سے دوا کا نسخہ بندھوا منگایا اور قیمت نہیں دریافت کی اور یہ خیال کیا کہ تندرست ہونے کے بعد جو کچھ دام ہوں گے دے دیئے جائیں گے یہ بھی درست ہے ؎

مسئلہ[2] کسی کے ہاتھ میں ایک روپیہ یا پیسہ ہے اُس نے کہا کہ اس روپیہ کی یہ چیز ہم نے لی تو اختیار ہے چاہے وہی روپیہ دیوے چاہے اس کے بدلے کوئی اور روپیہ دیوے مگر وہ دوسرا بھی کھوٹا نہ ہو۔

مسئلہ[3] کسی نے ایک روپیہ کو کچھ خریدا تو اختیار ہے چاہے روپیہ دے چاہے دو اٹھنی دیدے اور چاہے چار چونی دیدے اور چاہے آٹھ دوانی دیدے بیچنے والی اس کے لینے سے انکار نہیں کر سکتی ہاں اگر ایک روپیہ کے پیسے دیوے تو بیچنے والی کو اختیار ہے چاہے لیوے چاہے نہ لیوے اگر وہ پیسے لینے پر راضی نہ ہو تو روپیہ ہی دینا پڑے گا

مسئلہ[4] کسی نے کوئی قلمدان یا صندوقچہ بیچا تو اس کی کنجی بھی بک گئی کنجی کے دام الگ نہیں لے سکتی اور نہ کنجی کو اپنے پاس رکھ سکتی ہے ؎

سودا معلوم ہونے کا بیان

[ع1] یعنی چھالیہ ۱۲

[1] مایستجر الانسان من البیاع اذا حاسبہ علی ثمانہا بعد استہلاکہا جاز استحسانا ۱۲ درمختار صفہ ۳ ج ۲

[2] والتصرف فی الثمن قبل القبض جائز ہدایہ صفہ ۵۹ ج ۲ شرح وقایہ

[3] فان استوت مالیۃ رواجا لکن یخیر المشتری بین ان یؤدی ایہما شاء وحاصلہ انہ اذا اشتری بدرہم فلہ دفع درہم کامل او درہم بکسر قطعتین او ثلاثا حیث تساوی الکل ۱۲

[4] یدخل البناء والمفاتیح فی بیع الدار ۱۲ کنز صفہ ۲۲۹

مسئلہ[۱] اناج غلہ وغیرہ[۱] سب چیزوں میں اختیار ہے چاہے تول کے حساب سے لیوے اور یوں کہدے کہ ایک روپیہ کے بیس سیر گیہوں میں نے خریدے اور چاہے یوں ہی مول کر کے لیوے اور یوں کہدے کہ گیہوں کی یہ ڈھیری میں نے ایک روپیہ کو خریدی پھر اس ڈھیری میں چاہے جتنے گیہوں نکلیں سب اسی کے ہیں۔

مسئلہ[۲] کدّے آم امرود نارنگی وغیرہ میں[۲] بھی اختیار ہے کہ گنتی کے حساب سے لیوے یا ویسے ہی ڈھیر کا مول کر کے لیوے اگر ایک ٹوکری کے سب آم دو آنہ کو خرید لئے اور گنتی اس کی کچھ معلوم نہیں کہ کتنے ہیں تو بیع درست ہے اور سب آم اسی کے ہیں چاہے کم نکلیں چاہے زیادہ۔

مسئلہ[۳] کوئی عورت[۳] بیر وغیرہ کوئی چیز بیچنے آئی اس سے کہا کہ ایک پیسہ کو اس اینٹ کے برابر تول دے اور وہ بھی اس اینٹ کے برابر تول دینے پر راضی ہو گئی اور اس اینٹ کا وزن کسی کو نہیں معلوم کہ کتنی بھاری نکلے گی تو یہ بیع بھی درست ہے۔

مسئلہ[۴] آم کا یا امرود نارنگی وغیرہ کا پورا ٹوکرا ایک روپیہ[۴] کو اس شرط پر خریدا کہ اس میں چار سو آم ہیں پھر جب گنے گئے تو اس میں تین ہی سو نکلے لینے والی کو اختیار ہے چاہے لیوے چاہے نہ لیوے اگر لیوے گی تو پورا ایک روپیہ نہ دینا پڑے گا بلکہ ایک سینکڑے کے دام کم کر کے فقط بارہ آنہ دیوے اگر ساڑھے تین سو نکلیں تو چودہ آنہ دے غرض جتنے آم کم ہوں اتنے دام بھی کم ہو جاویں گے اور اگر اس ٹوکری میں چار سو سے زیادہ آم ہوں تو جتنے زیادہ ہیں وہ بیچنے والی کے ہیں اس کو چار سو سے زیادہ لینے کا حق نہیں ہے ہاں اگر پورا ٹوکرا خرید لیا اور یہ کچھ مقرر نہیں کیا کہ اس میں کتنے آم ہیں تو جو کچھ نکلے سب اسی کا ہے چاہے کم نکلیں اور چاہے زیادہ

مسئلہ[۵] بنارسی دوپٹہ یا چکن کا دوپٹہ[۵] یا پلنگ پوش یا ازار بند وغیرہ کوئی ایسا کپڑا خریدا کہ اگر اس میں سے کچھ پھاڑ لیویں تو نکما اور خراب ہو جاوے گا اور خریدتے وقت یہ شرط کر لی تھی کہ یہ دوپٹہ تین گز کا ہے پھر جب ناپا تو کچھ کم نکلا تو جتنا کم نکلا ہے اس کے بدلے میں دام نہ کم ہوں گے بلکہ جتنے دام طے ہوئے ہیں وہ پورے دینا پڑیں گے

---

[۱] وبياع الطعام كيلا وجزافا ۱۲ كنز مع الشرح صفحہ ۲۴۹

[۲] فان بيع بلغير جنسه وبانا را وحجر معين لم يدر قدره صح البيع ۱۲ شرح وقايہ صفحہ ۱۶

[۳] وان باع صبرة على انها مائة صاع بمائة درهم وهي اقل او اكثر اخذ المشتري الاقل بحصته او فسخ البيع وما زاد للبائع ۱۲ حوالہ بالا

[۴] وان باع المذروع مثله على انه مائة ذراع مثلا اخذ المشتري الاقل بكل الثمن او ترك واخذ الاكثر بلا خيار للبائع ۱۲ رد شامی صفحہ ۴۲

ہاں کم نکلنے کی وجہ سے بس اتنی رعایت کی جاوے گی کہ دونوں طرف سے پکی بیع ہو جانے پر بھی اس کو اختیار ہے چاہے لیوے چاہے نہ لیوے اور اگر کچھ زیادہ نکلا تو وہ بھی اُسی کا ہے اور اُس کے بدلے میں دام کچھ زیادہ نہ دینا پڑیں گے۔

مسئلہ ۶ کسی نے رات کو دو ریشمی ازار بند ایک روپیہ کے لئے جب صبح کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک ان میں کا سوتی ہے تو دونوں کی بیع جائز نہیں ہوئی نہ ریشمی کی نہ سوتی کی اسی طرح اگر دو انگوٹھیاں شرط کر کے خریدیں کہ دونوں کا نگ فیروزہ کا ہے پھر معلوم ہوا کہ ایک میں فیروزہ نہیں ہے کچھ اور[1] ہے تو دونوں کی بیع ناجائز ہے اب اگر ان میں سے ایک کا یا دونوں کا لینا منظور ہو تو اس کی ترکیب یہ ہے کہ پھر سے بات چیت کر کے خریدے

اُدھار لینے کا بیان

مسئلہ ۱[2] کسی نے اگر کوئی سودا اُدھار خریدا تو یہ بھی درست ہے لیکن اتنی بات ضروری ہے کہ کچھ مدت مقرر کر کے کہہ دے کہ پندرہ دن میں یا مہینہ بھر میں یا چار مہینے میں تمہارے دام ادا کر دونگی اگر کچھ مدت مقرر نہیں کی فقط اتنا کہہ دیا کہ ابھی دام نہیں ہیں پھر دیدوں گی سو اگر یوں کہا ہے کہ میں اس شرط سے خریدتی ہوں کہ دام پھر دوں گی تو بیع فاسد ہوگی اور اگر خریدنے کے اندر یہ شرط نہیں لگائی خرید کر کہہ دیا کہ دام پھر دیدوں گی تو کچھ ڈر نہیں اور اگر نہ خریدنے کے اندر کچھ کہا نہ خرید کر کچھ کہا تب بھی بیع درست ہوگی اور ان دونوں صورتوں میں اُس چیز کے دام ابھی دینا پڑیں گے ہاں اگر بیچنے والی کچھ دن کی مہلت دیدے تو اور بات ہے لیکن اگر مہلت نہ دے اور ابھی دام مانگے تو دینا پڑیں گے۔

مسئلہ ۲ کسی نے خریدتے وقت[3] یوں کہا کہ فلانی چیز ہم کو دیدو جب خرچ آوے گا تب دام دے لینا یا یوں کہا جب میرا بھائی آوے گا تب دیدوں گی یا یوں کہا جب کھیتی کٹے گی تب دیدوں گی یا اس نے اس طرح کہا بی بی تم لے لو جب جی چاہے دام دیدینا تو یہ

[1] ولو باع فصا علی انه یاقوت فاذا ہو زجاج کان البیع باطلا ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۳۲۱ ج ۲

[2] رجل اشتری متاعا بالف درہم الی عشرة اشہر علی ان یعطیه الثمن ای نقدا کان یومئذ کان البیع فاسدا رجل باع شیئا بالف درہم علی ان یعطیه بالنقد ولی ان کان ذلک شرطا فی البیع لایجوز البیع وان لم یکن ذلک شرطا فیه وانما ذکر ذلک بعد البیع کان للبائع ان یاخذه بالثمن جملة ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۱۴۱ ج ۲

[3] ولایجوز البیع الی قدوم الحاج وکذلک الی الحصاد والدیاس والقطاف والجزاز لانها تتقدم وتتاخر ۱۲ ہدایہ صفحہ ۳۹ ج ۲

بیع فاسد ہوگئی بلکہ کچھ نہ کچھ مدت مقرر کر کے لینا چاہیے اور اگر خرید کر ایسی بات کہہ دی تو بیع ہوگئی اور سودے والی کو اختیار ہے کہ ابھی دام مانگ لے لیکن صرف کھیتی کٹنے کے مسئلہ میں کہ اس صورت میں کھیتی کٹنے سے پہلے نہیں مانگ سکتی۔

مسئلہ۔ نقد داموں[1] پر ایک روپیہ کے بیس سیر گیہوں بکتے ہیں مگر کسی کو اُدھار لینے کی وجہ سے اس نے روپیہ کے پندرہ سیر گیہوں دیئے تو یہ بیع درست ہے مگر اسی وقت معلوم ہو جانا چاہیے کہ اُدھار مول لے گی

مسئلہ[ع]۔ یہ حکم اس وقت[2] ہے جبکہ خریدار سے اول پوچھ لیا ہو کہ نقد لوگے یا اُدھار اگر اس نے نقد کہا تو بیس سیر دیدیئے اور اگر اُدھار کہا تو پندرہ سیر دیدیئے۔ اور اگر معاملہ اس طرح کیا کہ خریدار سے یوں کہا کہ اگر نقد لوگے تو ایک روپیہ کے بیس سیر ہوں گے اور اُدھار لوگے تو پندرہ سیر ہوں گے یہ جائز نہیں۔

مسئلہ۔ ایک مہینے کے وعدہ پر کوئی چیز خریدی پھر ایک مہینہ ہو چکا[3] تب کہہ سنکر کچھ اور مدت بڑھوالی کہ پندرہ دن کی مہلت اور دے دو تو تمہارے دام ادا کر دوں اور وہ بیچنے والی بھی اس پر راضی ہوگئی تو پندرہ دن کی مہلت اور مل گئی اور اگر وہ راضی نہ ہو تو ابھی مانگ سکتی ہے ✤

مسئلہ۔ جب اپنے پاس دام موجود ہوں تو ناحق کسی کو ٹالنا کہ آج نہیں کل آنا اس وقت نہیں اُس وقت آنا ابھی روپیہ تڑوایا نہیں ہے جب تڑوایا جائے گا تب دام ملیں گے یہ سب باتیں حرام ہیں جب وہ مانگے اُسی وقت روپیہ توڑ کر دام دینا چاہیے ہاں البتہ اگر اُدھار خریدا ہے تو جتنے دن کے وعدے پر خریدا ہے اُتنے دن کے بعد دینا واجب ہوگا اب وعدہ پورا ہونے کے بعد ٹالنا اور دوڑانا جائز نہیں ہے لیکن اگر سچ مچ اس کے پاس ہیں ہی نہیں نہ کہیں سے بندوبست کر سکتی ہے تو مجبوری ہے جب آئے اُس وقت نہ ٹالے ✤

[1] وفیہا شراء الشئ الیسیر بثمن غال لحاجۃ القرض یجوز ویکرہ واقرہ المصنف ۱۲ درمختار صفحہ ۳ ج ۲

[2] رجل باع علی انہ بالنقد بکذا والی شہر بکذا لم یجز ۱۲ عالمگیری صفحہ ۱۳۶ یقول المحشی مراده التشقیق وقت العقد ولا یجوز لما مر من درالمختار ۱۲ محمد حیات غفرلہ

[3] ومن باع بثمن حال ثم اجلہ اجلا معلوما صار مؤجلا وکل دین حال اذا اجلہ صاحبہ صار مؤجلا لما ذکرنا الا القرض فان تاجیلہ لا یصح ۱۲ قدوری متن ہدایہ صفحہ ۶۰ وعن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال مطل الغنی ظلم فاذا اتبع احدکم علی ملی فلیتبع ۱۲ متفق علیہ ۱۲ مشکوٰۃ باب الافلاس والانظار

ع مسئلہ ۴ اس مرتبہ اضافہ کیا گیا ۱۲ شبیر علی

پھیر دینے کی شرط کر لینے کا بیان اور اس کو شرع میں خیار شرط کہتے ہیں

مسئلہ[۱]۔ خریدتے وقت یوں کہدیا کہ ایک دن یا دو دن یا تین دن تک ہم کو لینے نہ لینے کا اختیار ہے جی چاہے گا لیں گے نہیں تو پھیر دیں گے تو یہ درست ہے جے دن کا اقرار کیا ہے اتنے دن تک پھیر دینے کا اختیار ہے چاہے لیوے چاہے پھیر دیوے۔

مسئلہ[۲]۔ کسی نے کہا کہ تین دن تک مجھکو لینے نہ لینے کا اختیار ہے پھر تین دن گذر گئے اور اس نے کچھ نہیں جواب دیا نہ وہ چیز پھیری تو اب وہ چیز لینی پڑے گی پھیرنے کا اختیار نہیں رہا ہاں اگر وہ رعایت کر کے پھیر لیوے تو خیر پھیر لیوے بے رضامندی کے نہیں پھیر سکتی۔

مسئلہ[۳]۔ تین دن سے زیادہ کی شرط کرنا درست نہیں ہے اگر کسی نے چار یا پانچ دن کی شرط کی تو دیکھو تین دن کے اندر اس نے کچھ جواب دیا یا نہیں اگر تین دن کے اندر اس نے پھیر دیا تو بیع پھر گئی اور اگر کہہ دیا کہ میں نے لے لیا تو بیع درست ہو گئی اور اگر تین دن گذر گئے اور کچھ حال معلوم نہ ہوا کہ لیوے گی یا نہ لیوے گی تو بیع فاسد ہو گئی۔

مسئلہ[۴]۔ اسی طرح بیچنے والی بھی کہہ سکتی ہے کہ تین دن تک مجھکو اختیار ہے اگر چاہوں گی تو تین دن کے اندر پھیر لوں گی تو یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ[۵]۔ خریدتے وقت کہہ دیا تھا کہ تین دن تک مجھے پھیر دینے کا اختیار ہے پھر دوسرے دن آئی اور کہہ دیا کہ میں نے وہ چیز لے لی اب نہ پھیروں گی تو اب وہ اختیار جاتا رہا اب نہیں پھیر سکتی بلکہ اگر اپنے گھر ہی میں آ کر کہہ دیا کہ میں نے یہ چیز لے لی اب نہ پھیروں گی تب بھی وہ اختیار جاتا رہا اور جب بیع کا توڑنا اور پھیرنا منظور ہو تو بیچنے والی کے سامنے توڑنا چاہیے اس کے پیٹھ پیچھے توڑنا درست نہیں ہے۔

مسئلہ[۶]۔ کسی نے کہا تین دن تک میری ماں کو اختیار ہے اگر کہے گی تو لے لوں گی نہیں تو پھیر دوں گی تو یہ بھی درست ہے اب تین دن کے اندر وہ یا اس کی ماں پھیر سکتی ہیں اور

---

[۱] صح شرطہ للمتبایعین ولاحدهما ولغیرهما فی کلہ او بعضہ ثلاثۃ ایام او اقل لا اکثر ۱۲ در مختار صفحہ ۱۱ ج ۲

[۲] من لہ الخیار اذا اجاز البیع واسقط الخیار جاز علی کل حال کان صاحبہ حاضرا او غائبا ۱۲ قاضی خان صفحہ ۳۵۹ ج ۱

[۳] وان شرط اکثر من ثلثۃ ایام فسد البیع عند ابی حنیفۃ کما لو شرط الخیار ابدا وقال صاحباہ اذا ذکر وقتا معلوما شهرا او سنۃ او اکثر جاز ۱۲ حوالہ سابق وقال فی الدرر لا اکثر غیر انہ یجوز ان اجاز من لہ الخیار فی الثلثۃ فینقلب صحیحا ۱۲ صفحہ ۱۱ ج ۲

[۴] صح شرط للمتبایعین ۱۲ در مختار صفحہ ۱۱ ج ۲

[۵] من لہ الخیار اذا اجاز البیع واسقط الخیار جاز علی کل حال کان صاحبہ حاضرا او غائبا واما اذا فسخ البیع ان کان صاحبہ حاضرا جاز وان کان غائبا یتوقف فسخہ فی قول ابی حنیفۃ ومحمد ان علم صاحبہ بذلک فی مدۃ الخیار جاز ۱۲ قاضی خان صفحہ ۳۵۹ ج ۲

[۶] یصح البیع بشرط الخیار لاحد المتعاقدین او لہما وکذلک خیار الشرط للاجنبی جائز عندنا ۱۲ قاضی خان صفحہ ۳۵۹ ج ۲

اگر خود وہ یا اُس کی ماں کہہ دے کہ میں نے لے لی اب نہ پھیروں گی تو اب پھیرنے کا اختیار نہیں رہا ٭

مسئلہ۔ دو یا تین تھان لئے اور کہا کہ تین[۱] دن تک ہم کو اختیار ہے کہ اس میں سے جو پسند ہو گا ایک تھان دس روپیہ کو لے لیں گے تو یہ درست ہے تین دن کے اندر اس میں سے ایک تھان پسند کر لیوے اور چار یا پانچ تھان اگر لئے اور کہا کہ اس میں سے ایک پسند کر لیں گے تو یہ بیع فاسد ہے۔

مسئلہ۔ کسی نے تین دن تک پھیر دینے کی شرط ٹھہرالی تھی[۲] پھر وہ چیز اپنے گھر برتنا شروع کر دی جیسے اوڑھنے کی چیز تھی تو اوڑھنے لگی یا پہننے کی چیز تھی اُس کو پہن لیا بچھانے کی چیز تھی اس کو بچھانے لگی تو اب پھیر دینے کا اختیار نہیں رہا۔

مسئلہ۔[ع۹] ہاں اگر استعمال صرف[۳] دیکھنے کے واسطے ہوا ہے تو پھیر دینے کا حق ہے مثلاً سلا ہوا کرتہ یا چادر یا دری خریدی تو یہ دیکھنے کے لئے کہ کرتا ٹھیک بھی آتا ہے یا نہیں ایک مرتبہ پہن کر دیکھا اور فوراً اُتار دیا چادر کی لمبائی چوڑائی اوڑھ کر دیکھی یا دری کی لمبائی چوڑائی بچھا کر دیکھی تو بھی پھیر دینے کا حق حاصل ہے ٭

بے دیکھی ہوئی چیز کے خریدنے کا بیان

مسئلہ۔[۱] کسی[۴] نے کوئی چیز بے دیکھے ہوئے خرید لی تو یہ بیع درست ہے لیکن جب دیکھے تو اس کو اختیار ہے پسند ہو تو رکھے نہیں تو پھیر دیوے اگرچہ اس میں کوئی عیب بھی نہ ہو اور جیسی ٹھہرائی تھی ویسی ہی ہو تب بھی رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہے ٭

مسئلہ۔[۲] کسی نے بے[۵] دیکھے اپنی چیز بیچ ڈالی تو اس بیچنے والی کو دیکھنے کے بعد پھیر لینے کا اختیار نہیں دیکھنے کے بعد اختیار فقط لینے والی کو ہوتا ہے ٭

مسئلہ۔[۳] کوئی کنجڑن[۶] مٹر کی پھلیاں بیچنے کو لائی اُس میں اُوپر تو اچھی اچھی تھیں ان کو دیکھکر پورا ٹوکرا لے لیا لیکن نیچے خراب نکلیں تو اب بھی اس کو پھیر دینے کا اختیا

ع۹ مسئلہ ۹ اس مرتبہ اضافہ ہوا ۱۲ شبیر علی۔

[۱] فی مجمع کلہ او لبعضہ الخ ۱۲ در صفحہ ۲۰ ج ۲

[۲] ولو کان الخیار للمشتری ففعل شیئاً عن ذلک ای الفعل بالمبیع ما یدل علی استیعار الملک کان ذلک امضاء للبیع ۱۲ قاضیخان صفحہ ۱۹۹ ج ۲

[۳] والاصل فیہ ان کل فعل باشر المشتری فی المشتری بشرط الخیار مما یحتاج الیہ للامتحان وکل فی غیر الملک بحال فالاستعمال بہ اول مرۃ لا یکون دلیل الاختیار حتی لا یسقط خیارہ ۱۲ عالمگیری صفحہ ۴۰ ج ۳

[۴] خیار الرؤیۃ یثبت فی کل عین ملک بعقد یحتمل الفسخ کالبیع والاجارۃ ۱۲ قاضیخان ۲ صفحہ ۲ ج ۲

[۵] ولما یثبت الخیار فی البیع للمشتری کذا یثبت للبائع فی الثمن اذا کان عیناً الخ ۱۲ قاضیخان صفحہ ۱۴۶ ج ۱۲

[۶] ان کان من العددیات المتفاوتۃ او من العددیات المتقاربۃ فان کان کیلیا او وزنیا فی وعاء واحد ولم یکن فی وعاء واحد بل ہو موضوع علی الارض فہو کشئ واحد اذا رای منہ حصۃ او اکثر ورضی کان رؤیۃ اذا کان غیر المرئی مثل المرئی فان لم یکن ای مثلہ بقی خیار الرؤیۃ ۱۲ حوالہ بالا بالتلخیص والاختصار ۱۲

ہے البتہ اگر سب پھلیاں یکساں ہوں تو تھوڑی سی پھلیاں دیکھ لینا کافی ہے چاہے سب پھلیاں دیکھے چاہے نہ دیکھے پھیرنے کا اختیار نہ رہے گا۔

مسئلہ[۴]۔ امرود یا نارنگی وغیرہ کوئی ایسی چیز خریدی کہ سب یکساں[۱] نہیں ہوا کرتیں تو جب تک سب نہ دیکھے تب تک اختیار رہتا ہے تھوڑے کے دیکھ لینے سے اختیار نہیں جاتا۔

مسئلہ[۵]۔ اگر کوئی چیز کھانے[ع] پینے کی خریدی تو اس میں فقط دیکھ لینے[۲] سے اختیار نہ جائے گا بلکہ چکھنا بھی چاہیے اگر چکھنے کے بعد ناپسند ٹھہرے تو پھیر دینے کا اختیار رہے۔

مسئلہ[۶]۔ بہت[۳] زمانہ ہو چکا کہ کوئی چیز دیکھی تھی اب آج اس کو خرید لیا لیکن ابھی دیکھا نہیں پھر جب گھر لا کر دیکھا تو جیسی دیکھی تھی بالکل ویسی ہی اس کو پایا تو اب دیکھنے کے بعد پھیر دینے کا اختیار نہیں ہے ہاں اگر اتنے دنوں میں کچھ فرق ہو گیا ہو تو دیکھنے کے بعد اس کے لینے نہ لینے کا اختیار رہو گا۔

سودے میں عیب نکل آنے کا بیان

مسئلہ[۱]۔ جب کوئی چیز بیچے تو واجب ہے جو کچھ اس میں عیب و خرابی ہو سب بتلا دیوے نہ بتلانا اور دھوکہ[۴] دے کر بیچ ڈالنا حرام ہے۔

مسئلہ[۲]۔ جب خرید[۵] چکی تو دیکھا کہ اس میں کوئی عیب ہے جیسے تھان کو چوہوں نے کتر ڈالا ہے یا دوشالے میں کیڑا لگ گیا ہے یا اور کوئی عیب نکل آیا تو اب اس خریدنے والی کو اختیار ہے چاہے رکھ لے اور لیوے چاہے پھیر دیوے لیکن اگر رکھ لیوے تو پورے دام دینا پڑیں گے اس عیب کے عوض میں کچھ دام کاٹ لینا درست نہیں ہاں البتہ اگر دام کی کمی پر وہ بیچنے والا بھی راضی ہو جاوے تو کم کر کے دینا

ع یہ حکم ان چیزوں کے متعلق ہے جن میں چکھنے سے مالک کا نقصان نہ ہوتا ہو اور جن میں نقصان ہو جیسے سالم خربزہ تربوز وغیرہ وہ اس حکم میں نہیں ہے ۱۲ تصحیح الاغلاط

[۱] وفی العددیات المتقاربۃ یعتبر رؤیۃ الکل ۱۲ حوالہ بالا

[۲] وکفی رؤیۃ ما یؤذن بالمقصود وکفی ذوق مطعوم وشم مشموم ۱۲ - در مختار صفحہ ۱۵ ج ۲

[۳] ولو اشتری ما رأیٰ قاصدا الشراء له عالما بانه مرئیۃ السابق ووقت الشراء فلا خیار له الا اذا تغیر فیخیر ۱۲ در مختار صفحہ ۵ ج ۲

[۴] لا یحل کتمان العیب فی مبیع او ثمن لان الغش حرام ۱۲ در مختار صفحہ ۲۲ ج ۲ -

[۵] من وجد بالمبیع اخذ بکل الثمن او رده وقال فی موضع آخر ولو وجد فی بعض الکیلی او الوزنی عیبا رد کله او اخذ کله لانه کشیٔ واحد ولو فی وعائین علی الاظہر ۱۲ کنز البیان صفحہ[illegible]

درست ہے۔

مسئلہ۔ کسی نے کوئی تھان خرید کر رکھا تھا کہ کسی لڑکے نے اس کا ایک کونا پھاڑ ڈالا یا قینچی سے کتر ڈالا اس کے بعد دیکھا کہ وہ اندر سے خراب ہے جا بجا چوہے کتر گئے ہیں تو اب اس کو نہیں پھیر سکتی کیونکہ ایک اور عیب تو اس کے گھر ہی ہو گیا ہے البتہ اس عیب کے بدلے میں جو کہ بیچنے والی کے گھر کا ہے دام کم کر دیئے جائیں لوگوں کو دکھایا جاوے جو وہ تجویز کریں[ع] اتنا کم کر دو

مسئلہ[۱]۔ اسی طرح اگر کپڑا قطع کر چکی تب عیب معلوم ہوا تب بھی پھیر نہیں سکتی البتہ دام کم کر دیئے جاویں گے لیکن اگر بیچنے والی کہے کہ میرا قطع کیا ہوا دے دو اور اپنے سب دام لے لو ہیں دام کم نہیں کرتی تو اس کو یہ اختیار حاصل ہے خریدنے والی انکار نہیں کر سکتی اور اگر قطع کر کے سی بھی لیا تھا پھر عیب معلوم ہوا تو عیب کے بدلے دام کم کر دیئے جاویں گے اور بیچنے والی اس صورت میں اپنا کپڑا نہیں لے سکتی اور اگر اس خریدنے والی نے وہ کپڑا بیچ ڈالا یا اپنے نابالغ بچہ کے پہنانے کی نیت سے قطع کر ڈالا[۲] مگر بالکل اس کے دے ڈالنے کی نیت ہو اور پھر اس میں عیب نکلا تو اب دام کم نہیں کئے جاویں گے اور اگر بالغ اولاد کی نیت سے قطع کیا تھا اور پھر عیب نکلا تو اب دام کم کر دیئے جاویں گے۔

مسئلہ[۳]۔ کسی نے فی انڈا ایک پیسہ کے حساب سے کچھ انڈے خریدے جب توڑے تو سب گندے نکلے تو سارے دام پھیر سکتی ہے اور ایسا سمجھیں گے کہ گویا اس نے بالکل خریدا ہی نہیں اور اگر بعضے گندے نکلے بعضے اچھے تو گندوں کے دام پھیر سکتی ہے اور اگر کسی نے بیس پچیس انڈوں کے یکمشت دام لگا کر خرید کر لئے کہ یہ سب انڈے پانچ آنہ کو میں نے لئے تو دیکھو کتنے خراب نکلے اگر سو میں پانچ چھ خراب نکلے تو اس کا کچھ اعتبار نہیں اور اگر زیادہ خراب نکلے تو خراب کے دام حساب سے پھیر لیوے۔

ع ایسے لوگوں کو دکھا دے جو اس کی قیمت سے واقف ہوں ۱۲

[۱] اذا اشتری شیئاً فتعیب عند المشتری بفعل المشتری او بفعل اجنبی او بآفۃ سماویۃ ثم علم بعیب کان عند البائع فانہ یرجع بنقصان العیب ولا یرد وطریق معرفۃ النقصان ان یقوم صحیحاً لا عیب بہ ویقوم وبہ العیب فان کان ذلک العیب ینقص عشر القیمۃ کان حصۃ النقصان عشر الثمن فان رضی البائع ان یاخذہ بعیبہا بالعیب الذی حدث عند المشتری ویرد کل الثمن کان لہ ذلک ۱۲ قاضیخان صفحہ ۱۳۴ ج ۲ محمد حیات غفر لہ محشی۔

[۲] رجل اشتری ثوباً بالنقد ثم قطعہ قمیصاً ونوی عند القطع لابنہ الصغیر ثم وجد بعیبہا لا یرد ولا یرجع بالنقصان ولو نوی عند القطع لابنہ البالغ کان لہ ان یرجع بالنقصان لان الہبۃ لا تتم فی البالغ بدون القبض ۱۲ قاضیخان صفحہ ۱۳۶ ج ۲۔

[۳] وان اشتری بیضاً او بطیخاً او قثاء فوجدہ فاسداً فلہ النقصان فی المنتفع بہ وکل ثمنہ فی غیرہ ۱۲ شرح وقایہ صفحہ ۳۳

مسئلہ [۱] ککڑی کھیرا خربوزہ تربوز لوکی [۱] بادام اخروٹ وغیرہ کچھ خریدا جب توڑا تو اندر سے بالکل خراب نکلے تو دیکھو کہ کام میں آسکتے ہیں یا بالکل نکمّے اور پھینک دینے کے قابل ہیں اگر بالکل خراب اور نکمّے ہوں تب تو یہ بیع بالکل صحیح نہیں ہوئی اپنے سب دام پھیر لیوے اور اگر کسی کام میں آسکتے ہوں تو جتنے دام بازار میں لگیں اتنے دیئے جاویں پوری قیمت نہ دی جاوے گی۔

مسئلہ [۲]۔ اگر سو بادام میں چار ہی [عہ] پانچ خراب [۲] نکلے تو کچھ اعتبار نہیں اور اگر زیادہ خراب نکلے تو جتنے خراب ہیں اُن کے دام کاٹ لینے کا اختیار ہے ❖

مسئلہ [۳]۔ ایک روپیہ کے پندرہ سیر گیہوں خریدے [۳] یا ایک روپیہ کا ڈیڑھ سیر گھی لیا اس میں سے کچھ تو اچھا نکلا اور کچھ خراب نکلا تو یہ درست نہیں ہے کہ اچھا اچھا لے لیوے اور خراب خراب پھیر دیوے بلکہ اگر لیوے تو سب لینا پڑے گا اور پھیرے تو سب پھیرے ہاں البتہ اگر بیچنے والی خود راضی ہو جاوے کہ اچھا اچھا لے لو اور جتنا خراب ہے وہ پھیر دو تو ایسا کرنا درست ہے بے اُس کی مرضی کے نہیں کر سکتی ❖

مسئلہ [۴] عیب نکلنے کے وقت پھیر دینے کا اختیار اُسی وقت ہے جب کہ عیب [۴] دار چیز کے لینے پر کسی طرح رضامندی ثابت نہ ہوتی ہو اور اگر اسی کے لینے پر راضی ہو جاوے تو اب اس کا پھیرنا جائز نہیں البتہ بیچنے والی خوشی سے پھیر لیوے تو پھیرنا درست ہے جیسے کسی نے ایک بکری یا گائے وغیرہ کوئی چیز خریدی جب گھر آئی تو معلوم ہوا کہ یہ بیمار ہے یا اس کے بدن میں کہیں زخم ہے پس اگر دیکھنے کے بعد اپنی رضامندی ظاہر کرے کہ خیر ہم نے عیب دار ہی لے لی تو اب پھیرنے کا اختیار نہیں رہا اور اگر زبان سے نہیں کہا لیکن اگر ایسے کام کئے جس سے رضامندی معلوم ہوتی ہے جیسے اس کی دوا علاج کرنے لگی تب بھی پھیرنے کا اختیار نہیں رہا ❖

عہ یعنی لانبا کدو جس کو تمکین کدو بھی کہتے ہیں ۱۲

عہ فقہا نے چھ تک تصریح کی ہے مگر مقصود تحدید نہیں ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ جس قدر عرفاً تحمل کر لیا جاتا ہے اگر اس قدر نکلے تو دام کاٹ لینے کا اختیار نہیں ۱۲ تصحیح الاغلاط

---

[۱] رجل اشتری جوزاً فکسر بعضہ فوجدہ فاسداً لا ینتفع بہ ولا قیمۃ لہ کان لہ ان یرد ما بقی ویسترد کل الثمن وان کان الفاسد مما ینتفع بہ ولہ قیمۃ عند الناس فانہ یرجع بنقصان العیب فیما کسر ولا یرد المکسور ولا الباقی الا اذا اقام البینۃ علی ان الباقی معیب رجل اشتری بدرہم بطیخاً عدداً فکسر واحدۃ منہا بعد القبض فوجدہا فاسدۃ لا ینتفع بہا کان لہ ان یرجع بحصتہا من الثمن ولا یرد غیرہا الا ان یقیم البینۃ علی فساد ما بقی الخ ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۳۷۰ ج ۲۔

[۲] ولو وجد البعض فاسداً وہو قلیل جاز البیع استحساناً لانہ لا یخلو عن قلیل فاسد والقلیل ما لا یخلو عنہ الجوز عادۃ کالواحد والاثنین فی المائۃ ۱۲ ہدایہ صفحہ ۲۷

[۳] وکیلی وو زنی قبض ان وجد بعضہ عیباً ردہ کلہ او اخذہ لانہ اذا کان من جنس واحد فہو کشیء واحد ۱۲ شرح وقایہ صفحہ ۲۰

[۴] ومداواۃ المعیب ورکوبہ فی حاجتہ رضاً ولو رکبہ یردہ او سقیہ او شراء علفہ ولا بدلہ منہ فلا ۱۲ حوالہ بالا۔

مسئلہ[۱] - بکری کا گوشت خریدا پھر معلوم ہوا کہ بھیڑ کا گوشت ہے تو پھیر سکتی ہے۔

مسئلہ[۲] - موتیوں کا ہار یا کوئی اور زیور خریدا اور کسی وقت اس کو پہن لیا یا جوتہ خریدا اور پہنے پہنے چلنے پھرنے لگی تو اب عیب کی وجہ سے پھیرنے کا اختیار نہیں رہا ہاں اگر اس وجہ سے پہنا ہو کہ پاؤں میں دکھوں آتا ہے یا نہیں اور پیر کو چلنے میں کچھ تکلیف تو نہیں ہوتی تو اس آزمائش کے لئے ذرا دیر کے پہننے سے کچھ حرج نہیں اب بھی پھیر سکتی ہے اسی طرح اگر کوئی چارپائی یا تخت خریدا اور کسی ضرورت سے اس کو بچھا کر بیٹھی یا تخت پر نماز پڑھی اور استعمال کرنے لگی تو اب پھیرنے کا اختیار نہیں رہا اسی طرح اور سب چیزوں کو سمجھ لو اگر اس سے کام لینے لگے تو پھیرنے کا اختیار نہیں رہتا ہے۔[ع]

مسئلہ[۳] - بیچتے وقت اُس نے کہہ دیا کہ خوب دیکھ بھال لو اگر اس میں کچھ عیب نکلے یا خراب ہو تو میں ذمہ دار نہیں اس کہنے پر بھی اس نے لے لیا تو اب چاہے جتنے عیب اُس میں نکلیں پھیرنے کا اختیار نہیں ہے اور اس طرح بیچنا بھی درست ہے اس کہہ دینے کے بعد عیب کا تبلانا واجب نہیں ہے۔

بیع باطل اور فاسد وغیرہ کا بیان

مسئلہ - جو بیع شرع میں بالکل ہی غیر معتبر اور لغو ہو اور ایسا سمجھیں کہ اُس نے بالکل خریدا ہی نہیں اور اس نے بیچا ہی نہیں اُس کو باطل کہتے ہیں اُس کا حکم یہ ہے کہ خریدنے والا اس کا مالک نہیں ہوا وہ چیز اب تک اُسی بیچنے والی کی ملک میں ہے اس لئے خریدنے والی کو نہ تو اس کا کھانا جائز نہ کسی کو دینا جائز کسی طرح سے اپنے کام میں لانا درست نہیں اور جو بیع ہو تو گئی ہو لیکن اس میں کچھ خرابی آگئی ہو تو اُس کو

ع مطلب یہ ہے کہ اگر خریدی ہوئی چیز کو استعمال کر لیا اور استعمال کرنے سے اس کی بازاری قیمت میں کمی آگئی تو عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے ہاں عیب کی وجہ سے جو اس کی قیمت میں کمی ہوئی ہے اتنے دام واپس لے سکتی ہے اور اگر استعمال کرنے سے بازاری قیمت میں کوئی نقصان نہیں آیا تو واپس کرنے کا اختیار ہے ۱۲ تصحیح الاغلاط۔

---

[۱] شری لحما علی انہ لحم غنم فوجدہ لحم معز لہ الرد ۱۲ در مختار صفحہ ۵۲ ج ۲۔

[۲] و مداواۃ المعیب و رکوبہ فی حاجتہ رضا، ولو رکبہ او سقیہ او شتر علفہ ولا بدلہ منہ فلا ۱۲ شرح وقایہ صفحہ ۲۰۲

[۳] ولو برأ البائع من کل عیب یدخل فیہ العیوب والادوار الخ ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۲۴۷ ج ۲

[۴] والباطل لا یفید ملک التصرف ولو ہلک المبیع فی ید المشتری فیہ یکون مضمونا لانہ لا یکون ادنی حالا من المقبوض علی سوم الشراء، الفاسد یفید الملک عند اتصال القبض بہ و یکون المبیع مضمونا فی ید المشتری فیہ ۱۲ ہدایہ صفحہ ۳۳

بیع فاسد کہتے ہیں اس کا حکم یہ ہے کہ جب تک خریدنے والی کے قبضہ میں نہ آجاوے تب تک وہ خریدی ہوئی چیز اُس کی ملک میں نہیں آتی اور جب قبضہ کر لیا تو ملک میں تو آگئی لیکن حلال طیب نہیں ہے اس لئے اس کو کھانا پینا یا کسی اور طرح سے اپنے کام میں لانا درست نہیں بلکہ ایسی بیع کا توڑ دینا واجب ہے لینا ہو تو پھر سے بیع کریں اور مول لیویں اگر بیع نہیں توڑی بلکہ کسی اور کے ہاتھ وہ چیز بیچ ڈالی تو گناہ ہوا اور اس دوسری خریدنے والی کے لئے اُس کا کھانا پینا اور استعمال کرنا جائز ہے اور یہ دوسری بیع درست ہوگئی اگر نفع لے کر بیچا ہو تو نفع کا خیرات کر دینا واجب ہے اپنے کام میں لانا درست نہیں۔

مسئلہ[2] زمینداروں کے یہاں[ع] یہ جو دستور ہے کہ تالاب کی مچھلیاں بیچ دیتے ہیں یہ بیع باطل ہے تالاب کے اندر جتنی مچھلیاں ہوتی ہیں جب تک شکار کر کے پکڑی نہ جاویں تب تک ان کا کوئی مالک نہیں ہے شکار کر کے جو کوئی پکڑے وہی اُن کا مالک بن جاتا ہے جب یہ بات سمجھ میں آگئی تو اب سمجھو کہ جب زمیندار اُن کا مالک ہی نہیں تو بیچنا کیسے درست ہوگا ہاں اگر زمیندار خود مچھلیاں پکڑ کر بیچا کریں تو البتہ درست ہے اگر کسی اور سے پکڑوا دیں گے تو وہی مالک بن جاوے گا زمیندار کا اُس پکڑی ہوئی مچھلی میں کچھ حق نہیں ہے۔ اسی طرح مچھلیوں کے پکڑنے سے لوگوں کو منع کرنا بھی درست نہیں ہے۔

مسئلہ[3]۔ کسی کی زمین میں[عہ] خود بخود کوئی گھاس اُگی نہ اس نے لگایا نہ اس کو پانی دے کر سینچا تو یہ گھاس بھی کسی کی ملک نہیں ہے جس کا جی چاہے کاٹ لے جاوے نہ اس

[1] فان قبض المشتری المبیع بیعا فاسدا برضی بائعہ صریحا او دلالۃ بقبضہ فی مجلس عقدہ وکل من عوضیہ مال ملکہ ولکل منہما نسخہ قبل القبض وکذا بعدہ ادام فی ملک المشتری او وہبہ او سلمہ او اعتقہ صح الفسخ ولا یاخذ البائع حتی یرد الثمن فان مات ہو فالمشتری احق بہ حتی یاخذ ثمنہ وطاب للبائع ربح ثمنہ بعد التقابض لا للمشتری ربح مبیعہ فیتصدق بہ ۱۲ شرح وقایہ ص ۲۰۷

[2] ولم یجز بیع سمک لم یصد او صید والقی فی حظیرۃ لا یوجد عنہا بلا حیلۃ وصح ان اخذ منہا بلا حیلۃ ۱۲ حوالہ بالا۔

[3] المراعی ای الکلاء واجارتہا لے بیعہا واجارتہا کلاہما باطل در مختار ملخصا صفحہ ۱۵۲

ع یہ مسئلہ اس صورت سے متعلق ہے جبکہ تالاب میں مچھلیاں خود بخود پیدا ہو گئی ہوں یا اور کہیں سے آگئی ہوں اور مالک نے ان کے پیدا ہونے یا آنے کی کوئی تدبیر کی ہو اور نہ ان کے روکنے کا کوئی انتظام کیا ہو اور بعد کی تفصیل اس مسئلہ کی تتمہ اولیٰ امداد الفتاوی صفحہ ۱۵۴ وحصہ ثالثہ حوادث الفتاوی صفحہ ۵ میں ہے ۱۲ تصحیح الاغلاط۔

عہ ولا المرعی ولا اجارتہا بیع المرعی ای الکلاء باطل لانہ غیر محرز واما اجارتہا فلانہا اجارۃ علی استہلاک العین ۱۲ شرح وقایہ صفحہ ۲۰۴

کا بیچنا درست ہے اور نہ کاٹنے سے کسی کو منع کرنا درست ہے البتہ اگر پانی دے کر سینچا اور خدمت کی ہو تو اس کی ملک ہو جاوے گی اب بیچنا بھی جائز ہے اور لوگوں کو منع کرنا بھی درست ہے۔

مسئلہ ۴ - جانور کے پیٹ میں[1] جو بچہ ہے پیدا ہونے سے پہلے اُس بچہ کا بیچنا باطل ہے اور اگر پورا جانور بیچ دیا تو درست ہے لیکن اگر یوں کہدیا کہ میں یہ بکری بیچتی ہوں لیکن اس کے پیٹ کا بچہ نہیں بیچتی ہوں جب پیدا ہو تو وہ میرا ہے تو یہ بیع فاسد ہے۔

مسئلہ ۵ - جانور کے تھن میں جو دودھ[2] بھرا ہوا ہے دوہنے کے پہلے اس کا بیچنا باطل ہے پہلے دودھ لیوے تب بیچے اسی طرح بھیڑ دنبہ وغیرہ کے بال جب تک کاٹ نہ لیوے تب تک بالوں کا بیچنا ناجائز اور باطل ہے۔

مسئلہ ۶ - جو دھنی یا لکڑی مکان[3] میں یا چھت میں لگی ہوئی ہے کھودنے یا نکالنے سے پہلے اُس کا بیچنا درست نہیں ہے۔

مسئلہ ۷ - آدمی کے بال[4] اور ہڈی وغیرہ کسی چیز کا بیچنا ناجائز اور باطل ہے اور ان چیزوں کا اپنے کام میں لانا اور برتنا بھی درست نہیں ہے۔

مسئلہ ۸ - بجز خنزیر کے دوسرے مردار کی ہڈی اور[5] بال اور سینگ پاک ہیں ان سے کام لینا بھی جائز ہے اور بیچنا بھی جائز ہے۔

مسئلہ ۹ - تم نے ایک بکری[6] یا اور کوئی چیز کسی سے پانچ روپیہ کو مول لی اور اس بکری پر قبضہ کر لیا اور اپنے گھر منگا کر بندھوا لی لیکن ابھی دام نہیں دیئے پھر اتفاق سے اس کے دام نہ دے سکی یا اب اُس کا رکھنا منظور نہ ہوا اس لئے تم نے کہا کہ یہی بکری چار روپیہ میں لے جاؤ ایک روپیہ ہم تم کو اور دے دیں گے یہ بیچنا اور لینا جائز نہیں جب تک اس کو روپیہ نہ دے چکے اس وقت تک کم داموں پر اس کے ہاتھ بیچنا درست نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۰ - کسی نے[7] اس شرط پر اپنا مکان بیچا کہ ایک مہینے تک ہم نہ دیویں گے بلکہ خود اس میں رہیں گے یا یہ شرط ٹھہرائی کہ اتنے روپیہ تم ہم کو قرض دے دو یا کپڑا اس

[1] ولم یجز بیع الحمل والنتاج ینبغی ان یکون باطلا لان النتاج معدوم فلا یکون مالا والحمل مشکوک الوجود فلا یکون مالا ۱۲ شرح وقایہ ص ۲۰۳

[2] ولم یجز بیع اللبن فی الضرع والصوف علے ظہر الغنم ۱۲ حوالہ بالا

[3] ولم یجز بیع جذع فی سقف آلخ ۱۲ حوالہ بالا۔

[4] وبیع شعر الآدمی باطل ۱۲ قاضی خاں ص ۳۴۱ ج جمعہ ولا شعر الآدمی ولا الانتفاع بہ فان بیعہ باطل ۱۲ شرح وقایہ ص ۲۰۴

[5] وشعر الخنزیر فان البیع بہ باطل ولا جلد المیتۃ قبل ولبغۃ فان بیعہ باطل وان صح بیعہ والانتفاع بہ لجسدہ کعظمہا وعصبہا وصوفہا وشعرہا وقرنہا ووبرہا فان بیع ہذہ الاشیاء صح وکذا الانتفاع بہا ۱۲ حوالہ بالا

[6] وشراء ما باع باقل مما باع قبل نقد ثمنہ الاول ۱۲ حوالہ بالا

[7] او دارا علی ان یسکنہا البائع مدۃ معلومۃ او علی ان یقرضہ المشتری درہما فالبیع فاسد ومن اشتری ثوبا علی ان یقطعہ البائع ویخیطہ قمیصا او قباء فالبیع فاسد ۱۲ قدوری ملخصا ص ۱۲۶

شرط پر خرید اکہ تم ہی قطع کر کے ہی دینا یا یہ شرط کی کہ ہمارے گھر تک پہونچا دینا اور کوئی ایسی شرط مقرر کی جو شریعت سے واہیات اور ناجائز ہے تو یہ سب بیع فاسد ہے۔

مسئلہ[۱۱] یہ شرط کر کے ایک گائے خریدی کہ یہ چار سیر[ا] دودھ دیتی ہے تو بیع فاسد ہے البتہ اگر کچھ مقدار نہیں مقرر کی فقط یہ شرط کی کہ یہ گائے دودھاری ہے تو بیع جائز ہے۔

مسئلہ[۱۲] مٹی یا چینی کے کھلونے یعنی تصویریں بچوں کے[ب] لئے خریدے تو یہ بیع باطل ہے شرع میں ان کھلونوں کی کچھ قیمت نہیں لہٰذا اس کے کچھ دام نہ دلائے جاویں گے اگر کوئی توڑ دے تو کچھ تاوان بھی نہ دینا پڑے گا۔

مسئلہ[۱۳] کچھ اناج گھی تیل وغیرہ روپیہ کے دس سیر[۳] یا اور کچھ نرخ طے کر کے خریدا تو دیکھو کہ اس بیع ہونے کے بعد اس نے تمہارے یا تمہارے بھیجے ہوئے آدمی کے سامنے تول کر دیا ہے یا تمہارے اور تمہارے بھیجے ہوئے آدمی کے سامنے نہیں تولا بلکہ کہا تم جاؤ ہم تول کر گھر بھیجے دیتے ہیں یا پہلے سے الگ تولا ہوا رکھا تھا اس نے اسی طرح اٹھا دیا۔ پھر نہیں تولا تو یہ تین صورتیں ہوئیں پہلی صورت کا حکم یہ ہے کہ گھر میں لا کر اب اس کا تولنا ضروری نہیں ہے بغیر تولے بھی اس کا کھانا پینا بیچنا وغیرہ سب صحیح ہے اور دوسری اور تیسری صورت کا حکم یہ ہے کہ جب تک خود نہ تول لے تب تک اس کا کھانا بیچنا وغیرہ کچھ درست نہیں اگر بے تولے بیچ دیا تو یہ بیع فاسد ہو گئی پھر اگر تول بھی لیوے تب بھی یہ بیع درست نہیں ہوئی۔

مسئلہ[۱۴] بیچنے[۴] سے پہلے اس نے تول کر دکھایا اس کے بعد تم نے خرید لیا اور پھر دوبارہ اس نے نہیں تولا تو اس صورت میں بھی خریدنے والی کو پھر تولنا ضروری ہے۔ بغیر تولے کھانا اور بیچنا درست نہیں اور بیچنے سے پہلے اگرچہ اس نے تول کر دکھا دیا ہے لیکن

عہ ولو اشتری شاۃ او بقرۃ علی انہا حلوب کذا فسد البیع وان اشتراہا انہا حلوب روی الحسن عن ابی حنیفۃ انہ جائز کذا ذکر الطحاوی الخ ۱۲ قاضی خاں ص ۳۵ ج ۲ محمد حیات غفرلہ

عہ اشتری ثورا وفرسا من خزف لاجل استیناس الصبی لا یصح ولا قیمۃ لہ فلا یضمن متلفہ وقیل بخلافہ یصح ۱۲ شامی صفحہ ۱۰۸ جلد اول

[۱] لان الشرط موہوم فیفسد کما لو باع حیوان علی انہا کل یوم تحلب کذا ۱۲ قاضی خاں ص ۳۴۲ ج ۲۔

[۲] وبیع آلات اللہو کالبربط والطبل جائز فی قول ابی حنیفۃ وقال صاحباہ لا یجوز وکذلک بیع آلات اللعب کالنرد والشطرنج ۱۲ قاضی خاں ص ۱۴۳ ج ۲

[۳] ولو اشتری مکیلا حرم بیعہ واکلہ حتی یکیلہ ۱۲ ولو اشتری حنطۃ علی انہا کر فقال لہ البائع ہی کر کلتہا الآن لفلان فلم یاخذہا فخذہا بالبشرۃ فاخذہا علی ذلک قالوا لا یجوز لہ ان یتصرف فیہ حتی یکیل مرۃ اخری وکذلک الموزون فان لم یکیلہ حتی باع من غیرہ بعد القبض او طبخہا واکل الخبز قالوا لا یطیب لہ ذلک لنہی النبی علیہ السلام وقال الشیخ الامام ابوبکر محمد بن الفضل النہی محمول علی ما اذا لم یکن المشتری حاضرا وقت کیل البائع فان کان حاضرا ورای رای العین لا یحتاج الی الکیل بعد ذلک ۱۲ قاضی خاں ص ۳۹۹ ج ۲

[۴] مکیلا او کیل طعام بحضرۃ اجل ثم اشتراہ فی المجلس ثم باعہ مکایلۃ قبل ان یکیلہ بعد شراء لا یجوز ۱۲ شامی ج ۴ صفحہ ۲۴۳ و شرح وقایہ ص ۲۱۰

اس کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۵ - زمین اور گانوں اور مکان وغیرہ کے علاوہ اور جتنی چیزیں ہیں ان کے خریدنے کے بعد جب تک قبضہ نہ کرے تب تک بیچنا درست نہیں۔[1]

مسئلہ ۱۶ - ایک بکری یا اور کوئی چیز خریدی کچھ دن بعد ایک اور شخص آیا اور کہا کہ یہ بکری تو میری ہے کسی نے یوں ہی پکڑ کر بیچ لی اس کی نہیں تھی تو اگر وہ اپنا دعویٰ قاضی مسلم کے یہاں دو گواہوں سے ثابت کر دے تو قضاء قاضی کے بعد بکری اسی کو دیدینا پڑے گی اور بکری کے دام اس سے کچھ نہیں لے سکتا بلکہ جب وہ بیچنے والا ملے تو اس سے اپنے دام وصول کرو اس آدمی سے کچھ نہیں لے سکتے۔[2]

مسئلہ ۱۷ - کوئی مرغی یا بکری گائے وغیرہ مر گئی تو اس کی بیع حرام اور باطل ہے[3] بلکہ اس مری چیز کو بھنگی یا چمار کو کھانے کے لئے دینا بھی جائز نہیں البتہ چمار بھنگیوں سے پھینکنے کے لئے اٹھوا دیا پھر انھوں نے کھا لیا تو تم پر کچھ الزام نہیں اور اس کی کھال نکلوا کر درست کر لینے اور بنا لینے کے بعد بیچنا اور اپنے کام میں لانا درست ہے جیسا کہ پہلے حصہ میں ہم نے بیان کیا ہے وہاں دیکھ لو

مسئلہ ۱۸ - جب[4] ایک نے مول تول کر کے ایک دام ٹھہرائے اور وہ بیچنے والا اتنے داموں پر رضامند بھی ہو تو اس وقت کسی دوسرے کو دام بڑھا کر خود لے لینا جائز نہیں اسی طرح یوں کہنا بھی درست نہیں کہ تم اس سے نہ لو ایسی چیز میں تم کو اس سے کم داموں پر دے دوں گی۔

مسئلہ ۱۹ - ایک کنجڑن نے تم کو پیسہ کے[5] چار امرود دیئے پھر کسی نے زیادہ تکرار کر کے پیسہ کے پانچ لے تو اب تم کو اس سے ایک امرود اور لینے کا حق نہیں زبردستی کر کے لینا ظلم اور حرام ہے جس سے جو کچھ طے ہو بس اتنا ہی لینے کا اختیار ہے۔

مسئلہ - کوئی شخص کچھ بیچتا ہے لیکن تمہارے ہاتھ بیچنے پر راضی نہیں ہوتا تو اس سے زبردستی سے کر دام دیدینا جائز نہیں کیونکہ وہ اپنی چیز کا مالک ہے چاہے بیچے یا نہ[6]

عہ اس مسئلہ میں الفاظ (قاضی مسلم کے یہاں) اور (قضاء قاضی کے بعد) اس مرتبہ اضافہ ہوئے ہیں ۱۲ شبیر علی

[1] عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ابتاع طعاما فلا یبعہ حتی یستوفیہ قال فی اللمعات وقال ابی حنیفۃ وابو یوسف یجوز فی العقار وھو ظاہر مذہب احمد الخ ۱۲ اللمعات للشیخ الدہلوی برحاشیہ مشکوٰۃ ص۲۴۸ وشرح وقایہ ص۲۱

[2] ویثبت رجوع المشتری علی بائعہ بالثمن اذا کان الاستحقاق بالبینۃ لما یجئ انہا حجۃ متعدیۃ ۱۲ در مختار

[3] بیع الخمر والمیتۃ باطل ۱۲ قاضی خاں ص۱۹۴ ج ۲ فان ما حرم لبسہ وشربہ حرم الباسہ واشرابہ ۱۲ در مختار ص۲۴۲ ج ۲ وقس علیہ الاکل والاکال محشی غفرلہ

[4] وکرہ السوم علی سوم غیرہ بعد الاتفاق مبلغ الثمن والا لا ۱۲ در مختار ص۳۰ ج ۲

[5] فلو دفع الدراہم واخذ البطاطیخ والبائع یقول لا اعطیہا بہا لم ینعقد ۱۲ در مختار ص۸ ج ۲

[6] فلو اکرہ بقتل او ضرب شدید او حبس فی بائع او مشتری او اقرار اجر فسخ او امضی وبہ سمی انہ لیستر ولان الاکراہ الملجی وغیر الملجی یعدمان الرضاء والرضاء شرط لصحۃ ہذہ العقود وان قبض الثمن مکرہا لا یلزم ورد ۱۲ حوالہ بالا بالتلخیص ص۱۶۵

بیچے اور جس کے ہاتھ چاہے بیچے پولیس والے اکثر زبردستی بیے لے لیتے ہیں یہ بالکل حرام ہے اگر کسی کا میاں پولیس میں نوکر ہو تو ایسے موقع پر میاں سے تحقیق کر لیا کرے یوں ہی نہ برت لے

مسئلہ[۲۱] ٹکے کے سیر بھر آلو لئے اُس[۱] کے بعد تین چار آلو زبردستی اور لے لئے یہ درست نہیں البتہ اگر وہ خود اپنی خوشی سے کچھ اور دیدے تو اس کا لینا جائز ہے اسی طرح جو دام طے کر لئے ہیں چیز لینے کے بعد اب اس سے کم دام دینا درست نہیں البتہ وہ اگر اپنی خوشی سے کچھ کم کر دے تو کم دے سکتی ہے۔

مسئلہ[۲۲] جس کے گھر میں شہد کا چھتہ لگا[۲] ہے وہی مالک ہے کسی غیر کو اس کا توڑنا اور لینا درست نہیں اور اگر اس کے گھر میں کسی پرندہ نے بچہ دیئے تو وہ گھر والے کی ملک نہیں بلکہ جو پکڑے اُسی کے ہیں لیکن بچوں[ع] کو پکڑنا اور ستانا درست نہیں۔

نفع لے کر یا دام کے دام پر بیچنے کا بیان

مسئلہ[۱] ایک[۳] چیز ہم نے ایک روپیہ کو خریدی تھی تو اب اپنی چیز کا ہم کو اختیار ہے چاہے ایک ہی روپیہ کو بیچ ڈالیں اور چاہے دس بیس روپیہ کو بیچیں اس میں کوئی گناہ نہیں لیکن اگر معاملہ اس طرح طے ہوا کہ اس نے کہا ایک آنہ روپیہ منافع لے کر ہمارے ہاتھ بیچ ڈالو اس پر تم نے کہا اچھا ہم نے روپیہ پیچھے ایک آنہ نفع پر بیچا تو اب اکنی روپیہ سے زیادہ نفع لینا جائز نہیں یا یوں ٹھہرا کہ جتنے کو خریدا ہے اس پر چار آنہ نفع لے تو اب بھی ٹھیک دام بتلا دینا واجب ہے اور چار آنہ سے زیادہ نفع لینا درست نہیں اسی طرح اگر تم نے کہا کہ یہ چیز ہم تم کو خرید کے دام پر دیں گے کچھ نفع نہ لیویں گے تو اب بھی کچھ نفع لینا درست نہیں خرید ہی کے دام ٹھیک ٹھیک بتلا دینا واجب ہے۔

مسئلہ[۲] کسی سودے کا یوں[۴] مول کیا کہ اکنی روپیہ کے نفع پر بیچ ڈالو اس نے کہا کہ اچھا میں نے

ع اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ حلال پرندے کے بچوں کو ذبح کرنے سے اُن کا کھانا بھی حلال نہ ہوگا ۱۲

[۱] حوالہ حاشیہ صفحہ گذشتہ نمبر ۵

[۲] بخلاف ما اذا عسل النحل فی ارضہ لانہ عد من انزالہ فیملکہ تبعا لارضہ کالشجر النابت فیہ ۱۲ ہدایہ محمد حیات عفی لہ سنبھلی

[۳] المرابحۃ ہی ان یشترط ان المبیع بالثمن الذی اشتری بہ مع فضل معلوم والتولیۃ ان یشترط انہ بذلک الثمن بلا فضل ۱۲ شرح وقایہ صفحہ ۲۱ ولہذا کان بناءہما علی الامانۃ والاحتراز عن الخیانۃ وعن شبہتہا ۱۲ ہدایہ صفحہ ۵۵ وشرح وقایہ صفحہ ۲۱

[۴] ومن شری بلا خیار و رابح بلا بیان خیر مشتریہ فان اتلفہ ثم علم لزمہ کل ثمنہ وکذا التولیۃ فان ولی بما قام علیہ ولم یعلم مشتریہ قدرہ فی البیع فان علم فی المجلس خیر ۱۲ شرح وقایہ صفحہ ۲۱

اتنے ہی نفع پر بیچا یا تم نے کہا کہ جتنے کو لیا ہے اتنے ہی دام پر بیچ ڈالو اُس نے کہا اچھا تم وہی دے دو نفع کچھ نہ دینا لیکن اس نے ابھی یہ نہیں بتلایا کہ یہ چیز کتنے کی خرید ہے تو دیکھو اگر اسی جگہ اُٹھنے سے پہلے وہ اپنی خرید کے دام بتلا دیوے تب تو یہ بیع صحیح ہے اور اگر اُسی جگہ نہ بتلا دے بلکہ یوں کہے آپ لے جائیے حساب دیکھ کر بتلا یا جاوے گا یا اور کچھ کہا تو وہ بیع فاسد ہے۔

مسئلہ ۲ - لینے کے بعد اگر معلوم ہو کہ اس نے چالاکی[2] سے اپنی خرید غلط بتلائی ہے اور نفع وعدہ سے زیادہ لیا ہے تو خریدنے والی کو دام کم کر دینے کا اختیار نہیں ہے بلکہ اگر خرید نامنظور ہے تو وہی دام دینے پڑیں گے جتنے کو اس نے بیچا ہے البتہ یہ اختیار ہے کہ اگر لینا منظور نہ ہو تو پھیر دیوے اور اگر خرید کے دام پر بیچ دینے کا اقرار تھا اور یہ وعدہ تھا کہ ہم نفع نہ لیں گے پھر اس نے اپنی خرید غلط اور زیادہ بتلائی تو جتنا زیادہ بتلایا ہے اُس کے لینے کا حق نہیں ہے لینے والی کو اختیار ہے کہ فقط خرید کے دام دیوے اور جو زیادہ بتلایا ہے وہ نہ دیوے۔

مسئلہ ۳ - کوئی چیز تم نے اُدھار خریدی تو اب جب تک[3] دوسرے خریدنے والے کو یہ نہ بتلا دو کہ بھائی ہم نے یہ چیز اُدھار لی ہے اس وقت تک اس کو نفع پر بیچنا یا خرید کے دام پر بیچنا ناجائز ہے بلکہ تبلا دیوے کہ یہ چیز میں نے اُدھار خریدی تھی پھر اس طرح نفع لے کر یا دام کے دام پر بیچنا درست ہے البتہ اگر اپنی خرید کے داموں کا کچھ ذکر نہ کرے پھر چاہے جتنے دام پر بیچ دے تو درست ہے۔

مسئلہ ۵ - ایک کپڑا ایک روپیہ کا خریدا پھر چار آنہ دے کر اس کو رنگوایا[3] یا اُس کو دھلوایا یا سلوایا تو اب ایسا سمجھیں گے کہ سوا روپیہ کو اس نے مول لیا لہٰذا اب سوا روپیہ اسکی اصلی قیمت ظاہر کر کے نفع لینا درست ہے مگر یوں نہ کہے کہ سوا روپیہ کو میں نے لیا ہے بلکہ یوں کہے سوا روپیہ میں یہ چیز مجھ کو پڑی ہے تاکہ جھوٹ نہ ہونے پاوے ۔

مسئلہ ۶ - ایک بکری چار روپیہ کو مول لی پھر مہینہ بھر تک[4] رہی اور ایک روپیہ اس کی

---

[1] فان ظہر للمشتری خیانتہ فی المرابحۃ اخذہ بثمنہ اور ردہ وفی التولیۃ حط عن ثمنہ وعند ابی یوسف یحط فیہما وعند محمد یخیر فیہما ۱۲ شرح وقایہ صفحہ ۱۰

[2] معنی ولیلہ نے الصفحۃ السابقۃ شرح الوقایہ صفحہ ۲۱۰

[3] ولہ ضم اجر القصار والصباغ والطراز والفتل والحمل اے ثمنہ لکن یقول قام علی بہذا لا اشتریتہ بہذا ۱۲ حوالہ بالا صفحہ ۲۰۹

[4] ولیضم علف الدواب الا ان یعود علیہ شئی متولد فیہا کالبانہا وصوفہا وسمنہا فیسقط قدر ما لی ولیضم ما زاد ۱۲ عالمگیری ج ۳ صفحہ ۱۶۲

خوراک میں لگ گیا تو اب پانچ روپیہ اس کی اصلی قیمت ظاہر کر کے نفع لینا درست ہے البتہ اگر وہ دودھ دیتی ہو تو جتنا دودھ دیا ہے اتنا گھٹا دینا پڑے گا مثلاً اگر مہینہ بھر میں آٹھ آنہ کا دودھ دیا ہے تو اب اصلی قیمت ساڑھے چار روپیہ ظاہر کرے اور یوں کہے کہ ساڑھے چار میں مجھ کو پڑی اور چونکہ عورتوں کو اس قسم کی ضرورت زیادہ نہیں پڑتی اس لئے ہم اور مسائل نہیں بیان کرتے۔

سُودی لین دین کا بیان

سُودی لین[1] دین کا بڑا بھاری گناہ ہے قرآن مجید اور حدیث شریف میں اس کی بڑی برائی اور اس سے بچنے کی بڑی تاکید آئی ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ[2] علیہ وسلم نے سود دینے والے اور لینے والے اور بیچ میں پڑ کے سود دلا دینے والے سودی دستاویز لکھنے والے گواہ شاہد وغیرہ سب پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ سود دینے والا اور لینے والا گناہ میں دونوں برابر ہیں اس لئے اس سے بہت بچنا چاہیئے اس کے مسائل بہت نازک ہیں ذرا ذرا سی بات میں سود کا گناہ ہو جاتا ہے اور انجان لوگوں کو پتہ بھی نہیں لگتا کہ کیا گناہ ہوا ہم ضروری ضروری مسئلے یہاں بیان کرتے ہیں لین دین کے وقت ہمیشہ ان کا خیال رکھا کرو۔

مسئلہ[1] ہندوستان کے رواج[3] سے سب چیزیں چار قسم کی ہیں ایک تو خود سونا چاندی یا ان کی بنی ہوئی چیز دوسرے اس کے سوا اور وہ چیزیں جو تول کر بکتی ہیں جیسے اناج، غلہ، لوہا، تانبا، روئی، ترکاری وغیرہ تیسرے وہ چیزیں جو گز سے ناپ کر بکتی ہیں جیسے کپڑا، چوتھے وہ جو گنتی کے حساب سے بکتی ہیں جیسے انڈے، آم، امرود، نارنگی، بکری، گائے، گھوڑا وغیرہ ان سب چیزوں کا حکم الگ الگ سمجھ لو۔

مسئلہ[2]۔ چاندی سونے کے خریدنے کی کئی صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ چاندی کو چاندی سے اور سونے کو سونے سے خریدا جیسے ایک روپیہ کی چاندی خریدنا

[1] الذین یاکلون الربٰوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطان من المس ۱۲ (قرآن کریم)

[2] عن ابی ہریرۃ رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الربٰوا سبعون جزءً ا ایسرھا ان ینکح الرجل امہ ۱۲ مشکوٰۃ ص۲۴۶

[3] عن عبادۃ بن صامت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الذہب بالذہب والفضۃ بالفضۃ والبر بالبر الخ ۱۲ مشکوٰۃ وعلۃ الفقد مع الجنس ای الکیل فی المکیلات والوزن فی الموزونات فحرم بیع الکیلی والوزنی بجنسہ متفاضلا ولو غیر مطعوم کالجص والحدید ۱۲ شرح وقایہ ص۲۱۱

منظور ہے یا آٹھ آنہ کی چاندی خریدی اور دام میں اٹھنی دی یا اشرفی سے سونا خریدا غرض کہ دونوں طرف ایک ہی قسم کی چیز ہے تو ایسے وقت دو باتیں واجب ہیں ایک تو یہ کہ دونوں طرف کی چاندی یا دونوں طرف کا سونا برابر ہو دوسرے یہ کہ جدا ہونے سے پہلے ہی پہلے دونوں طرف سے لین دین ہو جاوے کچھ ادھار نہ باقی رہے اگر ان دونوں باتوں میں سے کسی بات کے خلاف کیا تو سود ہو گیا مثلاً ایک روپیہ کی چاندی تم نے لی تو وزن میں ایک روپیہ کے برابر لینا چاہیئے اگر رُوپیہ بھر سے کم کی یا اس سے زیادہ لی تو یہ سود ہو گیا اسی طرح اگر تم نے روپیہ تو دے دیا لیکن اس نے چاندی ابھی نہیں دی تھوڑی دیر میں تم سے الگ ہو کر دینے کا وعدہ کیا یا اسی طرح تم نے ابھی رُوپیہ نہیں دیا چاندی اُدھار لے لی تو یہ بھی سود ہے۔

مسئلہ دوسری صورت یہ ہے کہ دونوں طرف ایک قسم کی چیز نہیں بلکہ ایک طرف چاندی اور ایک طرف سونا ہے اس کا حکم یہ ہے کہ وزن کا برابر ہونا ضروری نہیں ایک روپیہ کا چاہے جتنا سونا ملے جائز ہے اسی طرح ایک اشرفی کی چاہے جتنی چاندی ملے جائز ہے لیکن جدا ہونے سے پہلے ہی پہلے لین دین ہو جانا کچھ اُدھار نہ رہنا یہاں بھی واجب ہے جیسا کہ ابھی بیان ہوا۔

مسئلہ بازار میں چاندی کا بھاؤ بہت تیز ہے یعنی اٹھارہ آنہ کی روپیہ بھر چاندی ملتی ہے روپیہ کی روپیہ بھر کوئی نہیں دیتا یا چاندی کا زیور بہت عمدہ بنا ہوا ہے اور دس روپیہ بھر اس کا وزن ہے مگر بارہ سے کم میں نہیں ملتا تو سود سے بچنے کی ترکیب یہ ہے کہ روپیہ سے نہ خریدو بلکہ پیسوں سے خریدو اور اگر زیادہ لینا ہو تو اشرفیوں سے خریدو یعنی اٹھارہ آنہ پیسوں کے عوض میں روپیہ بھر چاندی لے لو یا کچھ ریزگاری یعنی ایک روپیہ سے کم اور کچھ پیسہ دے کر خرید لو تو گناہ نہ ہو گا لیکن ایک روپیہ نقد اور دو آنہ پیسہ نہ دینا چاہیئے نہیں تو سود ہو جاوے گا۔ اسی طرح اگر آٹھ روپیہ بھر چاندی نو روپیہ میں لینا منظور ہے تو سات روپیہ اور

ؔ۱ و شرط فیہ التقابض قبل الافتراق و بیع الذہب بالفضۃ بفضل و جزاف لا بیع الجنس بالجنس الا متساویا و ان اختلفا جودۃ و صیاغۃ ولا یصح التصرف فی ثمن الصرف قبل قبضہ فلو اشتری بہ ثوبا فسد شراء الثوب ۱۲ شرح وقایہ ص ۲۲

ؔ۲ حوالۂ بالا ۱۲

ؔ۳ و صح بیع درہمین و دینار بدرہم و دینارین فیکون الدرہمان فی مقابلۃ الدینارین و الدینار فی مقابلۃ الدرہم و صح بیع احد عشر درہما بعشرۃ دراہم و دینار بان یکون عشرۃ دراہم فی مقابلۃ عشرۃ دراہم لبقی درہم بمقابلۃ دینار ۱۲ شرح وقایہ ص ۲۲

دو روپیہ کے پیسہ دیدو تو سات روپیہ کے عوض میں سات روپیہ بھر چاندی ہوئی باقی سب چاندی ان پیسوں کے عوض میں آگئی اگر دو روپیہ کے پیسہ نہ دو تو کم سے کم اٹھارہ آنہ پیسہ ضرور دینا چاہیے یعنی سات روپیہ اور چودہ آنہ کی ریزگاری اور اٹھارہ آنہ پیسہ دیئے تو چاندی کے مقابلہ میں تو اسی کے برابر چاندی آئی جو کچھ بچی وہ سب پیسوں کے عوض میں ہو گئی اگر آٹھ روپیہ اور ایک روپیہ کے پیسہ دوگی تو گناہ سے نہ بچ سکوگی کیونکہ آٹھ روپیہ کے عوض میں آٹھ روپیہ بھر چاندی ہونی چاہیے پھر یہ پیسہ کیسے اس لئے سود ہو گیا غرضکہ اتنی بات ہمیشہ خیال رکھو کہ جتنی چاندی لی ہے تم اس سے کم چاندی دو اور باقی پیسہ دیدو اگر پانچ روپیہ بھر چاندی لی ہے تو پورے پانچ روپیہ نہ دو دس روپیہ بھر چاندی لی ہو تو پورے دس روپیہ نہ دو باقی پیسہ شامل کر دو تو سود نہ ہوگا اور یہ بھی یاد رکھو کہ اگر اس طرح ہرگز سودا نہ طے کرو کہ نو روپیہ کی اتنی چاندی دے دو بلکہ یوں کہو سات روپیہ اور دو روپیہ کے پیسوں کے عوض میں چاندی دے دو اور اگر اس طرح کہا تو پھر سود ہو گیا خوب سمجھ لو

مسئلہ۔ اور اگر دونوں[1] لینے دینے والے رضامند ہو جاویں تو ایک آسان بات یہ ہے کہ جس طرف چاندی وزن میں کم ہو اس طرف پیسے شامل ہونے چاہییں۔

مسئلہ[2] اور ایک اس سے بھی زیادہ آسان بات یہ ہے کہ دونوں آدمی جتنے چاہیں روپیہ رکھیں اور جتنی چاہیں چاندی رکھیں مگر دونوں ایک ایک پیسہ بھی شامل کر دیں اور یوں کہہ دیں کہ ہم اس چاندی اور اس پیسہ کو اس روپیہ اور اس پیسہ کے بدلے لیتے ہیں سارے بکھیڑوں سے بچ جاؤگی۔

مسئلہ۔ اگر چاندی سستی ہے اور ایک روپیہ کی ڈیڑھ روپیہ بھر ملتی ہے روپیہ کی روپیہ بھر لینے میں اپنا نقصان ہے تو اس کے لینے اور سود سے بچنے کی یہ صورت ہے کہ داموں میں کچھ نہ کچھ پیسہ ضرور ملا دو کم سے کم وہی آنہ یا ایک آنہ یا ایک پیسہ ہی سہی مثلاً دس روپیہ کی چاندی پندرہ روپیہ بھر خریدی تو نو روپیہ اور ایک روپیہ

[1] بخلاف ما لو قال اعطنی نصف درہم فلوسا ونصفا الا حبۃ ای اعطاہ الدرہم وذکر الثمن ولم یقسم علی اجزاء الدرہم فالنصف الا حبۃ بمثلہ والباقی بالفلوس ولو کرر اعطنی صح فی الفلوس فقط اعطنی فی الصورۃ الاولی الخ ۱۲ شرح وقایہ صـ۲۲۲

[2] یفہم دلیلہ معنی فی لنمرۃ السابقۃ ۱۲۔

کے پیسہ دیدو یا دو ہی آنہ پیسہ دے دو باقی روپیہ اور ریزگاری دے دو تو ایسا سمجھیں گے کہ چاندی کے عوض میں اس کے برابر چاندی لی باقی سب چاندی ان پیسوں کے عوض میں ہے اس طرح گناہ نہ ہوگا اور وہ بات یہاں بھی ضرور خیال رکھو کہ یوں نہ کہو کہ اٹھ روپیہ کی چاندی دیدو بلکہ یوں کہو نو روپیہ اور ایک روپیہ کے پیسوں کے عوض میں یہ چاندی دے دو غرضکہ جتنے پیسہ شامل کرنا منظور ہیں معاملہ کرتے وقت ان کو صاف کہہ بھی دو ورنہ سود سے بچاؤ نہ ہوگا

مسئلہ[۲] کھوٹی اور خراب چاندی دے کر اچھی چاندی لینا ہے اور اچھی چاندی اس کے برابر نہیں مل سکتی تو یوں کرو کہ یہ خراب چاندی پہلے بیچ ڈالو جو دام ملیں ان کی اچھی چاندی خرید لو اور بیچنے و خریدنے میں اسی قاعدہ کا خیال رکھو جو اوپر بیان ہوا یا یہاں بھی دونوں آدمی ایک ایک پیسہ شامل کر کے بیچ لو خرید لو

مسئلہ[۳]۔ عورتیں اکثر بزاز سے گوٹہ ٹھپہ لچکہ خریدتی ہیں اس میں بھی ان مسئلوں کا خیال رکھو کیونکہ وہ چاندی ہے اور روپیہ چاندی کا اس کے عوض دیا جاتا ہے یہاں بھی آسان بات وہی ہے کہ دونوں طرف ایک ایک پیسہ ملا لیا جاوے۔

مسئلہ[۴]۔ اگر چاندی یا سونے کی بنی ہوئی کوئی ایسی چیز خریدی جس میں فقط چاندی ہی چاندی ہے یا فقط سونا ہے کوئی اور چیز نہیں ہے تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر سونے کی چیز چاندی یا روپیوں سے خریدے یا چاندی کی چیز اشرفی سے خریدے تو وزن میں چاہے جتنی ہو جائز ہے فقط اتنا خیال رکھے کہ اسی وقت لین دین ہو جائے کسی کے ذمہ کچھ باقی نہ رہے اور اگر چاندی کی چیز روپیوں سے اور سونے کی چیز اشرفی سے خریدے تو وزن میں برابر ہونا واجب ہے اگر کسی طرف کمی بیشی ہو تو اسی ترکیب سے خرید و جو اوپر بیان ہوئی۔

مسئلہ[۵]۔ اور اگر کوئی ایسی چیز ہے کہ چاندی کے علاوہ اس میں کچھ اور بھی لگا ہوا ہے مثلاً جوشن کے اندر لاکھ بھری ہوئی ہے نگوں پر نگ جڑے ہیں انگوٹھیوں پر نگینے رکھے ہیں یا جوشنوں میں لاکھ تو نہیں ہے لیکن تاگوں میں گندھے ہوئے ہیں

---

[۱] وقال من اعطاه درہما اعطنی بنصفہ فلوسا و بنصفہ نصفا الا حبة فسد البیع ای قال اعطنی بنصفہ فلوسا و بنصفہ ما ضرب من الفضة علی وزن نصف درہم الا حبة فیلزم الربوا ۱۲ شرح وقایہ صفحہ ۲۲

[۲] فان غلب علی الدرہم الفضة وعلی الدینار الذہب فہی فضة و ذہب حکما فلم یجز بیع الخالصة بہ ولا بیع بعضہ ببعض الا متساویا وزنا ۱۲ شرح وقایہ صفحہ ۲۲ وقال قبل ذلک لا بیع الجنس بالجنس الا متساویا وان اختلفا جودہ وصیاغتہ ۱۲ صفحہ ۲۲

[۳] حوالہ بالا

[۴] ویشترط التماثل ای التساوی وزنا والتقابض قبل الافتراق ان اتحد جنسا وان اختلفا جودة وصیاغة والا بان لم یتجانسا شرط التقابض بحرمة النسار ۱۲ در مختار صفحہ ۵ ج ۲

[۵] وان غلب علیہما الغش فہما فی حکم العروض فبیعہ بالفضة الخالصة علی وجوہ حلیة السیف ای ان کانت الفضة الخالصة مثل الفضة التی فی الدراہم او اقل او لا یدری لا یصح وان کانت اکثر یصح ۱۲ شرح وقایہ

ان چیزوں کو روپیوں سے خریدا تو دیکھو اس چیز میں کتنی چاندی ہے وزن میں اتنے ہی روپیوں کے برابر ہے جتنے کو تم نے خریدا ہے یا اس سے کم ہے یا اس سے زیادہ اگر روپیوں کی چاندی سے اس چیز کی چاندی یقیناً کم ہو تو یہ معاملہ جائز ہے اور اگر برابر یا زیادہ ہو تو سود ہو گیا اور اس سے بچنے کی وہی ترکیب ہے جو بیان ہوئی کہ دام کی چاندی اس زیور کی چاندی سے کم رکھو اور باقی پیسہ شامل کر دو اور اسی وقت لین دین کا ہو جانا ان سب مسئلوں میں بھی شرط ہے۔

مسئلہ ۱۲۔ اپنی انگوٹھی سے کسی کی انگوٹھی بدل لی تو دیکھو اگر دونوں پر نگ لگا ہو تب تو بہرحال یہ بدل لینا جائز ہے چاہے دونوں کی چاندی برابر ہو یا کم زیادہ سب درست ہے البتہ ہاتھ در ہاتھ ہونا ضروری ہے اور اگر دونوں سادی یعنی بے نگ کی ہوں تو برابر ہونا شرط ہے اگر ذرا بھی کمی بیشی ہو گئی تو سود ہو جاوے گا اگر ایک پر نگ ہے اور دوسری سادی تو اگر سادی میں زیادہ چاندی ہو تو یہ بدلنا جائز ہے ورنہ حرام اور سود ہے اسی طرح اگر اسی وقت دونوں طرف سے لین دین نہ ہوا ایک نے تو ابھی دے دی دوسری نے کہا بہن میں ذرا دیر میں دے دوں گی تو یہاں بھی سود ہو گیا۔

مسئلہ ۱۳۔ جن مسئلوں میں اسی وقت لین دین ہونا شرط ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کے جدا اور علیحدہ ہونے سے پہلے ہی پہلے لین دین ہو جاوے اگر ایک آدمی دوسرے سے الگ ہو گیا اس کے بعد لین دین ہوا تو اس کا اعتبار نہیں یہ بھی سود میں داخل ہے مثلاً تم نے دس روپیہ کی چاندی یا سونا یا چاندی سونے کی کوئی چیز سنار سے خریدی تو تم کو چاہیے کہ روپیہ اسی وقت دے دو اور اس کو چاہیے کہ وہ چیز اسی وقت دے دے اگر سنار چاندی اپنے ساتھ نہیں لایا اور یوں کہا کہ میں گھر جا کر ابھی بھیج دوں گا تو یہ جائز نہیں بلکہ اس کو چاہیے کہ یہیں منگوا دے اور اس کے منگوانے تک لینے والا بھی وہاں سے نہ ہلے نہ اس کو اپنے سے الگ ہونے دے اگر اس نے کہا تم میرے ساتھ چلو میں گھر پہونچکر دے

ع؎ قال علیہ السلام وان استنظرک ان یدخل بیتہ فلا تنظرہ ۱۲ ہدایہ صہ ۵۹

ل؎ وبجنسہ متفاضلا صحیح بشرط القبض فی المجلس وانما یصح صرفا للجنس الی اختلاف الجنس لانہ فی حکم شیئین فضۃ وصفر فاذا شرط القبض فی الفضۃ یشترط فی الصفر لعدم التمیز ۱۲ شرح وقایہ صہ ۲۲۱ ج ۳

ل؎ فان افترقا فی الصرف قبل قبض العوضین او احدھما بطل العقد لفوات الشرط وھو القبض ولہذا لا یصح شرط الخیار فیہ ولا الاجل لان باحدھما لا یبقی القبض مستحقا وبالثانی لفوت القبض المستحق الا اذا اسقط الخیار فی المجلس فیعود الی الجواز لارتفاعہ قبل تقررہ ۱۲ ہدایہ صہ ۸۹ ج ۲ قلت ویفہم منہ دلیل مسئلۃ الکتاب مع التدبر۔

دوں گا تو جہاں جہاں وہ جائے برابر اس کے ساتھ ساتھ رہنا چاہیے اگر وہ اندر چلا گیا یا اور کسی طرح الگ ہو گیا تو گناہ ہوا اور وہ بیع ناجائز ہو گئی اب پھر سے معاملہ کریں

مسئلہ ۱۴ - خریدنے کے بعد تم گھر میں روپیہ لینے آئیں[1] یا وہ کہیں پیشاب وغیرہ کے لئے چلا گیا یا اپنی دکان کے اندر ہی کسی کام کو گیا اور ایک دوسرے سے الگ ہو گیا تو یہ ناجائز اور سودی معاملہ ہو گیا۔

مسئلہ ۱۵ - اگر تمھارے پاس اس وقت روپیہ نہ ہو اور ادھار لینا چاہو[2] تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ جتنے دام تم کو دینا چاہیے اتنے روپیہ اس سے قرض لے کر اس خریدی ہوئی چیز کے دام بیباق کر دو قرض کی ادائیگی تمھارے ذمہ رہ جاوے گی اس کو جب چاہے دے دینا۔

مسئلہ ۱۶ - ایک کامدار دوپٹہ[3] یا ٹوپی وغیرہ دس روپیہ کو خریدا تو دیکھو اس میں کئے روپیہ بھر چاندی نکلے گی جے روپیہ بھر چاندی اس میں ہو اتنے روپیہ اسی وقت پاس رہتے رہتے دے دینا واجب ہیں باقی روپیہ جب چاہو دو یہی حکم جڑاؤ زیور وغیرہ کی خرید کا ہے مثلاً پانچ روپیہ کا زیور خریدا اور اس میں دو روپیہ بھر چاندی ہے تو دو روپیہ اسی وقت دے دو باقی جب چاہے دے دینا۔

مسئلہ ۱۷ - ایک روپیہ[4] یا کئی ایک روپیہ کے پیسہ لئے یا پیسہ دے کر روپیہ لیا تو اس کا حکم یہ ہے کہ دونوں طرف سے لین دین ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ ایک طرف سے ہو جانا کافی ہے مثلاً تم نے روپیہ تو اسی وقت دے دیا لیکن اس نے پیسہ ذرا دیر بعد دے یا اس نے پیسے اسی وقت دیدیئے تم نے روپیہ علیحدہ ہونے کے بعد دیا یہ درست ہے البتہ اگر پیسوں کے ساتھ کچھ ریزگاری بھی لی ہو تو ان کا لین دین دونوں طرف سے اسی وقت ہو جانا چاہیے کہ یہ روپیہ دے دے اور وہ ریزگاری دے دے لیکن یاد رکھو کہ پیسوں کا یہ حکم اسی وقت ہے جب دوکاندار کے پاس پیسے ہیں تو سہی لیکن کسی وجہ سے دے نہیں سکتا یا گھر پر تھے وہاں جا کر لاوے گا تب دے گا اور اگر پیسہ نہیں ہے یوں کہا جب سودا بکے اور پیسے آویں تو لے لینا

[1] حوالۂ گزشتہ

[2] لو استقرضا فادیا قبل افتراقہما واسکا ما اشار الیہ فی العقد او یا مثلہما جاز صورتہ قال احدہما للآخر بعتک درہما بدرہم وقبل الآخر ولم یکن عندہما شیء ثم استقرض کل منہما درہما من ثالث وتقابضا قبل الافتراق صح قلت وکذا الاستقراض البائع شامی ص۲۲۶ ج ۴

[3] لو باع سیفا حلیتہ خمسون وتخلص بلا ضرر بجانبہ ولنقد خمسین فما نقد ثمن الفضۃ سکت او قال خذ ہذا من ثمنہا اما اذا سکت فظاہر لانہ لا باع نقد قصد الصحۃ ولا صحۃ الا بان یجعل المقبوض فی مقابلۃ الفضۃ واما اذا قال خذ ہذا من ثمنہا فانہ لیس معناہ خذ ہذا علی انہ ثمن مجموعہا لان ثمن المجموع المائۃ فی السیف فمعناہ خذ ہذا علی انہ بعض ثمن مجموعہا وثمن الفضۃ لبعض ثمن المجموع فیحمل علیہ تحریا ۱۲ فان افتراق بلا قبض بطل فی الحلیۃ فقط وہذا التفصیل اذا کان الثمن اکثر من الحلیۃ فان لم یکن لا یصح سوار کان الثمن مساویا للحلیۃ او اقل منہا او لا یدری فانہ لا یجوز البیع اما التحقیق الربوا او الشبہۃ ۱۲ شرح وقایہ ص۲۲ ج ۳

[4] باع فلوسا بمثلہا او بدراہم او بدنانیر فان نقد احدہما جاز وان تفرق قابلا قبض احدہما لم یجز کما مر وقال قبل ذلک ولو احدہما ودیناً فان ہو الثمن وقبضہ قبل التفرق جاز والا لا کبیعہ ما لیس عندہ بحر ج ۱۲ در مختار۔

یا کچھ پیسہ ابھی دیدیئے اور باقی کی نسبت کہا جب بکری ہو اور پیسہ آویں تو لے لینا یہ درست نہیں اور چونکہ اکثر پیسوں کے موجود نہ ہونے ہی سے یہ اُدھار ہوتا ہے اس لئے مناسب یہی ہے کہ بالکل پیسے اُدھار کے نہ چھوڑے اور اگر کبھی ایسی ضرورت پڑے تو یوں کرو کہ جتنے پیسہ موجود ہیں وہ قرض لے لو اور روپیہ امانت رکھا دو جب سب پیسہ دے اس وقت بیع کرلینا۔

مسئلہ[۱۸] اگر اشرفی دے[۱] کر روپے لئے تو دونوں طرف سے لین دین سامنے رہتے رہتے ہوجانا واجب ہے۔

مسئلہ[۱۹] چاندی سونے کی چیز روپیوں[۲] یا اشرفیوں سے خریدی اور شرط کرلی کہ ایک دن تک یا تین دن تک ہم کو لینے نہ لینے کا اختیار ہے تو یہ جائز نہیں ایسے معاملہ میں یہ اقرار نہ کرنا چاہیئے۔

مسئلہ[۲۰] اب ان چیزوں کا حکم سنو[۳] جو تول کر بکتی ہیں جیسے اناج گوشت لوہا تانبا ترکاری نمک وغیرہ اس قسم کی چیزوں میں سے اگر ایک چیز کو اسی قسم کی چیز سے بیچنا اور بدلنا چاہو مثلاً ایک گیہوں دے کر دوسرے گیہوں لئے یا ایک دھان دے کر دوسرے دھان لئے یا آٹے کے عوض آٹا یا اسی طرح کوئی اور چیز لی غرض کہ دونوں طرف ایک ہی قسم کی چیز ہے تو اس میں بھی ان دونوں باتوں کا خیال رکھنا واجب ہے ایک تو یہ کہ دونوں طرف بالکل برابر ہو ذرا بھی کسی طرف کمی بیشی نہ ہو ورنہ سود ہوجاوے گا دوسری طرف یہ کہ اسی وقت ہاتھ در ہاتھ دونوں طرف سے لین دین اور قبضہ ہوجاوے اگر قبضہ نہ ہو تو کم سے کم اتنا ضرور ہو کہ دونوں گیہوں الگ کر[ع] کے رکھدیئے جاویں تم اپنے گیہوں تول کر الگ رکھدو کہ دیکھو یہ رکھے ہیں جب تمہارا جی چاہے لے جانا اسی طرح وہ بھی اپنے گیہوں تول کر الگ کردے اور کہدے کہ یہ تمہارے الگ رکھے ہیں جب چاہو لے جانا اگر یہ بھی نہ کیا اور ایک دوسرے سے الگ ہوگئی تو سود کا گناہ ہوا۔

ع وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام فی الاموال الربویۃ ان یکون المبیع معینا ۱۲ حوالہ بالا۔

[۱] بیع هذه الذهب والفضة مجازاً ۱۲ مشکوٰۃ وهو مشروطة فيه ولكن بقبض فی المجلس واما بخلاف بيعه بجنسه فيباع لما فيه الربوا ۱۲ ابه ملخصا صفحہ ج ۲

[۲] ويشترط عدم التاجيل والخيار وقال بعد ذلك يفسد الصرف بخيار الشرط ۱۲ در مختار صفحہ ۹۵

[۳] فحرم بيع كيلي ووزني بجنسه متفاضلا وغير مطعوم كالجص والحديد الجص من المكيلات والحديد من الموزونات وحل متماثلا اى البيع فى الاشياء المذكورة وقال الشارح اى اوجب القدر والجنس حرم الفضل لقفزين بقفيز عنه والنسا وان كان مع المتساوى تقفزين بقفيز احدهما او بكلاهما نسيئة الخ شرح وقايہ صفحہ ۲۱۲

مسئلہ[۲۱] - خراب گیہوں[عہ] دے کر اچھے گیہوں لینا منظور[۱] ہے یا برا آٹا دے کر اچھا آٹا لینا ہے اس لئے اس کے برابر کوئی نہیں دیتا تو سود سے بچنے کی یہ ترکیب ہے کہ اس گیہوں یا آٹے وغیرہ کو پیسوں سے بیچ دو کہ ہم نے اتنا آٹا دو آنہ کو بیچا پھر اسی دو آنہ کے عوض اس سے وہ اچھے گیہوں لے لو یہ جائز ہے۔

مسئلہ[۲۲] - اور اگر ایسی چیزوں میں جو تول کر بکتی ہیں ایک[۲] طرح کی چیز نہ ہو جیسے گیہوں دے کر دھان لئے یا جو چنا جوار نمک گوشت ترکاری وغیرہ کوئی اور چیز لی غرضکہ ادھر اور چیز ہے اور ادھر اور چیز دونوں طرف ایک سی چیز نہیں تو اس صورت میں دونوں کا وزن برابر ہونا واجب نہیں سیر بھر گیہوں دے کر چاہے دس سیر دھان وغیرہ لے لو یا چھٹانک ہی بھر لو تو سب جائز ہے البتہ وہ دوسری بات یہاں بھی واجب ہے کہ سامنے رہتے دونوں طرف سے لین دین ہو جاوے یا کم سے کم اتنا ہو کہ دونوں کی چیزیں الگ کر کے رکھ دی جاویں اگر ایسا نہ کیا تو سود کا گناہ ہو گیا۔

مسئلہ[۲۳] - سیر بھر[۳] چنے کے عوض میں کنجڑن سے کوئی ترکاری لی پھر گیہوں نکالنے کے لئے اندر کوٹھری میں گئی وہاں سے الگ ہو گئی تو یہ ناجائز اور حرام ہے اب پھر سے معاملہ کرے۔

مسئلہ[۲۴] - اگر اس قسم کی چیز جو تول کر بکتی ہے[۴] روپیہ پیسہ سے خریدی یا کپڑے وغیرہ کسی ایسی چیز سے بدلی ہے جو تول کر نہیں بکتی بلکہ گز سے ناپ کر بکتی ہے یا گنتی سے بکتی ہے مثلاً ایک تھان کپڑا دے کر گیہوں وغیرہ لئے یا گیہوں چنے دے کر امرود نارنگی بلساتی

---

[۱] لابیع الجید بالردی من الربوی والعبرۃ التمر الامتساویا ۱۲ حوالہ بالا

[۲] وان وجد احدھما الا الآخر حل الفضل او النساء کما اذا باع قفیز حنطۃ بقفیز شعیر ۱۲ حوالہ بالا

[۳] یفہم ولیلہ مما مر فی الصفحۃ السابقۃ من النمرۃ الآخرۃ ۱۲

[۴] وان عدم کلاھما حل کل واحد من الفضل والنساء ۱۲ شرح وقایہ صفحہ ۲۱۲

عہ ۱ نحو باع صاعا من الحنطۃ الردیۃ بنصف صاع من الحنطۃ الجیدۃ لایجوز اذا کان فی احد الجانبین مقدار ماتحت الکیل ۱۲ قاضی خاں ج ۲ ص ۲۰۶

عہ ۲ ان ابی سعید وابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استعمل رجلا علی خیبر فجاء بتمر جنیب فقال اکل تمر خیبر ہکذا قال واللہ یا رسول اللہ انا لناخذ الصاع من ہذا بالصاعین والصاعین بالثلاث فقال لا تفعل بع الجمع بالدراہم ثم ابتع بالدراہم جنیبا وقال فی المیزان مثل ذلک ۱۲ مشکوٰۃ صفحہ ۲۴۵

انڈے ایسی چیزیں لیں جو گن کر بکتی ہیں غرض کہ ایک طرف ایسی چیز ہے جو تول کر بکتی ہے اور دوسری طرف گنتی سے یا گز سے ناپ کر بکنے والی چیز ہے تو اس صورت میں ان دونوں باتوں میں سے کوئی بات بھی واجب نہیں ایک پیسہ کے چاہے جتنے گیہوں آٹا ترکاری خریدے اسی طرح کپڑا دے کر چاہے جتنا اناج لیوے گیہوں چنے وغیرہ دے کر چاہے جتنے امرود نارنگی وغیرہ لیوے اور چاہے اسی وقت اس جگہ رہتے رہتے لین دین ہو جاوے چاہے الگ ہونے کے بعد ہر طرح یہ معاملہ درست ہے۔

مسئلہ۲۵ ایک طرف چھنا ہوا آٹا ہے دوسری طرف[۱] بے چھنا یا ایک طرف موٹا ہے دوسری طرف باریک تو بدلتے وقت ان دونوں کا برابر ہونا بھی واجب ہے کمی زیادتی جائز نہیں اگر ضرورت پڑے تو اس کی وہی ترکیب ہے جو بیان ہوئی اور اگر ایک طرف[۲] گیہوں کا آٹا ہے دوسری طرف چنے کا یا جوار کا تو اب وزن میں دونوں کا برابر ہونا واجب نہیں مگر وہ دوسری بات بہر حال واجب ہے کہ ہاتھ در ہاتھ لین دین ہو جائے۔

مسئلہ۲۶ گیہوں کو آٹے[۳] سے بدلنا کسی طرح درست نہیں چاہے سیر بھر گیہوں دے کر سیر ہی بھر آٹا لو چاہے کچھ کم زیادہ لو بہر حال ناجائز ہے البتہ اگر گیہوں دے کر گیہوں کا آٹا نہیں لیا بلکہ چنے وغیرہ کسی اور چیز کا آٹا لیا تو جائز ہے[ع] مگر ہاتھ در ہاتھ ہو (صہ۸۳/۹۷ ج ۳ ہدایہ)

مسئلہ - سرسوں دے کر سرسوں[۴] کا تیل لیا یا تل دے کر تلی کا تیل لیا تو دیکھو اگر یہ تیل جو تم نے لیا ہے یقیناً اس تیل سے زیادہ ہے جو اس سرسوں اور تل میں نکلے گا تو یہ بدلنا ہاتھ در ہاتھ صحیح ہے اور اگر اس کے برابر یا کم ہو یا شبہ اور شک ہو کہ شاید اس سے زیادہ نہ ہو تو درست نہیں بلکہ سود ہے۔

مسئلہ۲۸ - گائے کا گوشت دے کر بکری کا گوشت[۵] لیا تو دونوں کا برابر ہونا واجب

ع ولو باع الحنطۃ بالشعیر متفاضلا یدا بید جاز ۱۲

[۱] ولذا لا یجوز بیع الدقیق المنخولۃ بغیر المنخول الا مثلا بمثل ۱۲ فتاوی قاضی خاں صہ۴۰۶ ج ۲

[۲] وان وجد احدهما لا الآخر حل الفضل لا النساء ۱۲ شرح وقایہ صہ۲۱۲

[۳] وبیع الخبز بالحنطۃ والحنطۃ بالخبز وبیع الدقیق بالحنطۃ والخبز بالدقیق قال بعض مشائخنا لا یجوز الا متساویا ولا متفاضلا کیلا ہذا قول ابی حنیفۃ کما قال فی بیع الحنطۃ بالدقیق ہکذا ذکر الطحاوی ۱۲

[۴] والزیتون بالزیت والسمسم بالحنفی لا یجوز حتی یکون الزیت والخل اکثر مما فی الزیتون والسمسم لیکون بعض الزیت الزیت الذی بالزیتون والباقی بالتجیر ۱۲ شرح وقایہ صہ۲۱۳ وقال فی الہدایہ بدالخل الشیرج فتدبر۔

[۵] وجاز بیع لحم حیوان آخر متفاضلا ۱۲ شرح وقایہ صہ۲۱۳۔

نہیں کمی بیشی جائز ہے مگر ہاتھ در ہاتھ ہو۔

مسئلہ ۲۹ ۔ اپنا لوٹا دے کر دوسرے[1] کا لوٹا لیا یا لوٹے کو پتیلی وغیرہ کسی اور برتن سے بدلا تو وزن میں دونوں کا برابر ہونا اور ہاتھ در ہاتھ ہونا شرط ہے اگر ذرا بھی کمی بیشی ہوئی تو سود ہو گیا کیونکہ دونوں چیزیں تانبے کی ہیں اس لئے وہ ایک ہی قسم کی سمجھی جاویں گی اسی طرح اگر وزن میں برابر ہو مگر ہاتھ در ہاتھ نہ ہوئی تب بھی سود ہوا البتہ اگر ایک طرف تانبے کا برتن ہو دوسری طرف لوہے کا یا پیتل وغیرہ کا تو وزن کی کمی بیشی جائز ہے مگر ہاتھ در ہاتھ ہو۔

مسئلہ ۳۰ ۔ کسی سے سیر بھر گیہوں قرض لئے اور یوں کہا کہ ہمارے پاس گیہوں تو ہیں نہیں ہم اس کے عوض دو سیر چنے دے دیویں گے تو جائز نہیں کیونکہ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ گیہوں کو چنے سے بدلتی[2] ہے اور بدلتے وقت ایسی دونوں چیزوں کا اُسی وقت لین دین ہو جانا چاہیے کچھ اُدھار نہ رہنا چاہئے اگر کبھی ایسی ضرورت پڑے تو یوں کرے کہ گیہوں اُدھار لے جاوے اس وقت یہ نہ کہے کہ اس کے بدلے ہم چنے دیویں گے بلکہ کسی دوسرے وقت چنے لا کر کہے بہن اُس گیہوں کے بدلے تم یہ چنے لے لو یہ جائز ہے۔

مسئلہ ۳۱ ۔ یہ جتنے مسئلے بیان ہوئے[3] سب میں اُسی وقت سامنے رہتے رہتے لین دین ہو جانا یا کم سے کم اُسی وقت سامنے دو چیزیں الگ کر کے رکھ دینا شرط ہے اگر ایسا نہ کیا تو سودی معاملہ ہوا۔

مسئلہ ۳۲ ۔ جو چیزیں تول کر نہیں بکتیں بلکہ گز سے ناپ[4] کر یا گن کر بکتی ہیں اُن کا حکم یہ ہے کہ اگر ایک ہی قسم کی چیز دے کر اُسی قسم کی چیز لو جیسے امرود دے کر دوسرے امرود لئے یا نارنگی دے کر نارنگی لی یا کپڑا دے کر دوسرا ویسا ہی کپڑا لیا تو برابر ہونا شرط نہیں کمی بیشی جائز ہے لیکن اسی وقت لین دین ہو جانا واجب ہے اور اگر ادھر اور چیز ہے اور اس طرف اور چیز مثلاً امرود دے کر نارنگی لی یا گیہوں دے کر امرود لئے یا تنزیب دے کر لٹھا یا گاڑھا لیا تو بہر حال جائز ہے نہ تو دونوں کا برابر ہونا واجب ہے اور نہ اسی وقت

[1] باع اناء من حدید بحدید ان کان الاناء یباع وزنا یعتبر المساواۃ فی الوزن والا فلا وکذا لو کان الاناء من نحاس او صفر باعہ بصفر واللہ اعلم ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۱۴۱ ج ۲

[2] فیحل کر بر بکری شعیر حالا وسوی بهرو بین حالا ولو موجلا لا ۱۲ شامی صفحہ ۲۴۷ ج ۴

[3] المعتبر فی الاحوال الربویۃ ان یکون المبیع معینا حتی لو لم یکن معینا کان سلما فلا بد فیہ من شرائط واذا لم یوجد شرائط السلم کان العقد بیعا غیر سلم فلا بد من التعیین فلا یشترط التقابض فی المجلس ان لم یکن صرفا حتی لو کان صرفا یشترط ۱۲ شرح وقایہ صفحہ ۲۱۲

[4] واذا عدم الوصفان الجنس والمعنی المضموم الیہ حل التفاضل والنساء ۱۲ قدوری وقال فی متن الھدایۃ ویجوز بیضۃ بالبیضتین والتمرۃ بالتمرتین والجوزۃ بالجوزتین ۱۲ صفحہ ۶۵ ج ۲ ہدایہ

لین دین ہو جانا واجب۔

مسئلہ ۳۳۔ سب کا خلاصہ[1] یہ ہوا کہ علاوہ چاندی سونے کے اگر دونوں طرف ایک ہی چیز ہو اور وہ چیز تول کر بکتی ہو جیسے گیہوں کے عوض گیہوں چنے کے عوض چنا وغیرہ تب تو وزن میں برابر ہونا بھی واجب ہے اور اسی وقت سامنے رہتے رہتے لین دین ہو جانا بھی واجب ہے اور اگر دونوں طرف ایک ہی چیز ہے لیکن تول کر نہیں بکتی جیسے امرود دے کر امرود نارنگی دے کر نارنگی کپڑا دے کر ویسا ہی کپڑا لیا یا ادھر سے اور چیز ہے اس طرف سے اور چیز لیکن دونوں تول کر بکتی ہیں جیسے گیہوں کے بدلے چنا چنے کے بدلے جوار لینا ان دونوں صورتوں میں وزن میں برابر ہونا واجب نہیں کمی بیشی جائز ہے البتہ اسی وقت لین دین ہونا واجب ہے اور جہاں دونوں باتیں نہوں یعنی دونوں طرف ایک ہی چیز نہیں اس طرف کچھ اور ہے اس طرف کچھ اور، اور وہ دونوں وزن کے حساب سے بھی نہیں بکتیں وہاں کمی بیشی بھی جائز ہے اور اسی وقت لین دین کرنا بھی واجب نہیں جیسے امرود دے کر نارنگی لینا خوب سمجھ لو۔

مسئلہ ۳۴۔ چینی کا ایک برتن دوسرے چینی کے برتن[2] سے بدل لیا یا چینی کو تام چینی سے بدلا تو اس میں برابری واجب نہیں ایک کے بدلے دو لیوے تب بھی جائز ہے اسی طرح ایک سوئی دے کر دو سوئیاں یا تین چار لینا بھی جائز ہے لیکن اگر دونوں طرف چینی یا دونوں طرف تام چینی ہو تو اسی وقت سامنے رہتے رہتے لین دین ہو جانا چاہیے اور اگر قسم بدل جاوے مثلاً چینی سے تام چینی بدلی تو یہ بھی واجب نہیں۔

مسئلہ ۳۵۔ تمہارے پاس پڑوسن آئی کہ تم نے جو سیر بھر آٹا[3] پکایا ہے وہ روٹی ہم کو دے دو ہمارے گھر مہمان آگئے ہیں اور یہ سیر بھر یا سوا سیر آٹا یا گیہوں لے لو یا اس وقت روٹی دے دو پھر ہم سے آٹا یا گیہوں لے لیجیو یہ درست ہے۔

مسئلہ ۳۶۔ اگر نوکر ماما سے کوئی چیز منگاؤ تو اس کو خوب سمجھا دو کہ اس چیز[4] کو اس طرح خرید کر لانا کبھی ایسا نہ ہو کہ وہ بے قاعدہ خرید لاوے جس میں سود ہو جاوے پھر تم اور سب بال بچے اس کو کھاویں اور حرام کھانا کھانے کے وبال میں سب گرفتار ہوں اور

---

[1] فاذا بیع المکیل مع الجنس و الموزون بجنسہ ولا فضل جاز البیع وان تفاضلا لم یجز واذا عدم وصفان الجنس والمعنی مخصوص الیہ حل التفاضل جاز واذا فیہا حرم الفضل والنساء اذا وجد وعدم الآخر حل الفضل وحرم النساء ۱۲۔ حریری قدوری صفحہ ۱۳۲ منقول ہذا۔

[2] لفہم ولیلہ مما مر فی الاجزاء التی السابقۃ مرارا فتدبر ۱۲ منہ ما قلنا باع اناء من حدید بحدید ان کان الاناء یباع وزنا تعتبر المساواۃ فی الوزن والا فلا الخ قاضیخان صفحہ ۱۰۲ ج ۲۔ ویمکن الاستدلال علیہ بما فی در المختار ودراۃ باسد اثنین وانا ربا تقل منہ بالم یکن من احد النقدین فیمتنع التفاضل ۱۲ در مع الرد ج ۴ صفحہ ۲۵

[3] وبیع الخبز بالحنطۃ و الحنطۃ بالخبز وبیع الدقیق بالخبز والخبز بالدقیق قال بعض مشائخنا لا یجوز التساوی الا والا متفاضلا وقال بعضہم یجوز متساویا والا متفاضلا علیہ الفتوی لان الحنطۃ کیلی وکذا الدقیق والخبز وزنی فیجوز بیع احدہما بالآخر متساویا متفاضلا اذا کان نقدین فان کان احدہما نسیئۃ ان کان الخبز النقد جاز عندنا صحابنا والعکس لا یجوز فی قول ابی حنیفۃ ہذا قاضیخان صفحہ ۲ ج ۲

[4] عن عبید بن رفاعۃ عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم التجار یحشرون یوم القیامۃ فجارا الا من اتقی وبر وصدق رواہ الترمذی وعن عائشۃ قالت کان لابی بکر غلام یخرج لہ الخراج فکان ابو بکر ... [illegible]

[illegible] بکل من خراجہ فجاء یوما بشئ فاکل منہ ابو بکر فقال لہ الغلام تدری ما ہذا فقال ابو بکر وما ہو قال کنت تکہنت لانسان فی الجاہلیۃ وما احسن الکہانۃ الا انی خدعتہ فلقینی فاعطانی بذلک فہذا الذی

جس جس کو تم کھلاؤ مثلاً میاں کو مہمان کو سب کا گناہ تمہارے اوپر پڑے۔

بیع سلم کا بیان

مسئلہ[۱] فصل کٹنے سے پہلے یا کٹنے کے بعد کسی کو دس روپیہ دیئے اور یوں کہا کہ دو مہینے یا تین مہینے کے بعد فلانے مہینے میں فلاں تاریخ میں ہم تم سے ان دس روپیہ کے گیہوں لیویں گے اور نرخ اسی وقت طے کر لیا کہ روپیہ کے پندرہ سیر یا روپیہ کے بیس سیر کے حساب سے لیویں گے تو یہ بیع درست ہے جس مہینے کا وعدہ ہوا ہے اس مہینے میں اس کو اسی بھاؤ گیہوں دینا پڑیں گے چاہے بازار میں گراں بکیں چاہے سستے بازار کے بھاؤ کا کچھ اعتبار نہیں ہے اور اس بیع کو سلم کہتے ہیں لیکن اس کے جائز ہونے کی کئی شرطیں ہیں ان کو خوب غور سے سمجھو اول شرط یہ ہے کہ گیہوں وغیرہ کی کیفیت خوب صاف صاف ایسی طرح تبلا دے کہ لیتے وقت دونوں میں جھگڑا نہ پڑے مثلاً کہدے کہ فلاں قسم کا گیہوں دینا بہت پتلا نہ ہو نہ پالا مارا ہوا ہو عمدہ ہو خراب نہ ہو اس میں کوئی اور چیز چنے مٹر وغیرہ نہ ملی ہو خوب سوکھے ہوں گیلے نہ ہوں غرضکہ جس قسم کی چیز لینا ہو ویسی تبلا دینا چاہئے تاکہ اس وقت بکھیڑا نہ ہو اگر اس وقت صرف اتنا کہہ دیا کہ دس روپیہ کے گیہوں دیدینا تو یہ ناجائز ہوا یا یوں کہا کہ ان دس روپیہ کے دھان دے دینا یا چاول دے دینا اس کی قسم کچھ نہیں تبلائی یہ سب ناجائز ہے۔ دوسری[۲] شرط یہ ہے کہ نرخ بھی اسی وقت طے کر کے کہ روپیہ کے پندرہ سیر یا بیس سیر کے حساب سے لیویں گے اگر یوں کہا کہ اس وقت جو بازار کا بھاؤ ہو اس حساب سے ہم کو دینا یا اس سے دو سیر زیادہ دینا تو یہ جائز نہیں بازار کے بھاؤ کا کچھ اعتبار نہ کرو اسی وقت اپنے لینے کا نرخ مقرر کر لو وقت آنے پر اسی مقرر کئے ہوئے بھاؤ سے لیلو تیسری شرط یہ ہے کہ جے روپیہ کے لینا ہوں اسی وقت تبلا دو کہ ہم دس روپیہ یا بیس روپیہ کے گیہوں لیں گے اگر یہ نہیں تبلایا یوں ہی گول مول کہہ دیا کہ تھوڑے روپیہ کے ہم بھی لے لیویں گے تو یہ صحیح نہیں۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ اسی وقت اسی جگہ کے رہتے رہتے سب[۳] روپیہ دے دیوے اگر معاملہ کرنے کے بعد الگ ہو کر

[۱] السلم جائز فی المکیلات والموزونات والمعدودات التی لاتتفاوت کالجوز والبیض والمذروعات ولایجوز السلم فی الحیوان الخ وقال بعد ذلک ولایصح السلم الامؤجلا ولایجوز الاباجل معلوم قال المحشی ادناہ شہر علی الاصح وعلیہ الفتوی ا ولایجوز السلم بمکیال رجل بعینہ ولابذراع رجل بعینہ ولافی طعام قریۃ بعینہا ولافی ثمرۃ نخل بعینہا لایصح السلم عند ابی حنیفۃ رح الابسبع شرائط تذکر فی العقد جنس معلوم ونوع معلوم وصفۃ معلومۃ ومقدار معلوم واجل ومعرفۃ مقدار راس المال اذا کان مما یتعلق العقد علی مقدارہ کالمکیل والموزون والمعدود وتسمیۃ المکان الذی یوفیہ فیہ اذا کان بہ حمل ومؤنۃ ۱۲ قدوری صفحہ ۱۳۶ ولایصح السلم حتی یقبض راس المال قبل ان یفارقہ ۱۲ قدوری صفحہ ۱۳۵

پھر روپیہ دیوے تو وہ معاملہ باطل ہوگیا اب پھر سے کرنا چاہیئے اسی طرح اگر پانچ روپیہ تو اسی وقت دیدیئے اور پانچ روپیہ دوسرے وقت دیئے تو پانچ روپیہ میں بیع سلم باقی رہی اور پانچ روپیہ میں باطل ہوگئی۔ پانچویں شرط یہ[1] ہے کہ اپنے لینے کی مدت کم سے کم ایک مہینہ مقرر کرے کہ ایک مہینے کے بعد فلانی تاریخ ہم گیہوں لیویں گے مہینے سے کم مدت مقرر کرنا صحیح نہیں اور زیادہ چاہے جتنی مقرر کرے جائز ہے لیکن دن تاریخ مہینہ سب مقرر کردے تاکہ بکھیڑا نہ پڑے کہ وہ کہے میں ابھی نہ دوں گا تم کہو نہیں آج ہی دو اس لئے پہلے ہی سے سب طے کرلو اگر دن تاریخ مہینہ مقرر نہ کیا بلکہ یوں کہا جب فصل کٹے گی تب دیدینا تو یہ صحیح نہیں چھٹی شرط یہ ہے کہ یہ بھی مقرر کرے کہ فلانی جگہ وہ گیہوں دینا یعنی اسی شہر میں یا کسی دوسرے شہر میں جہاں لینا ہو وہاں پہنچانے کے لئے کہدے یا یوں کہدے کہ ہمارے گھر پہونچا دینا غرضکہ جو منظور ہو صاف تبلا دیوے اگر یہ نہیں تبلایا تو صحیح نہیں البتہ اگر کوئی ہلکی چیز ہو جس کے لانے اور لے جانے میں کچھ مزدوری نہیں لگتی مثلاً مشک خریدا یا سچے موتی یا اور کچھ تو لینے کی جگہ تبلانا ضروری نہیں جہاں یہ ملے اس کو دیدے اگر ان شرطوں کے موافق کیا تو بیع سلم درست ہے ورنہ درست نہیں۔

مسئلہ[2] گیہوں وغیرہ غلہ کے علاوہ[3] اور جو چیزیں ایسی ہوں کہ ان کی کیفیت بیان کر کے مقرر کردی جاوے کہ لیتے وقت کچھ جھگڑا ہونے کا ڈر نہ رہے اُن کی بیع سلم بھی درست ہے جیسے انڈے اینٹیں، کپڑا مگر سب باتیں طے کرے کہ اتنی بڑی اینٹ ہو اتنی لمبی اتنی چوڑی کپڑا سوتی ہو اتنا باریک ہو اتنا موٹا ہو دیسی ہو یا ولایتی ہو غرض کہ سب باتیں تبلا دینا چاہئیں کچھ گنجلک باقی نہ رہے۔

مسئلہ۔ روپیہ[4] کی پانچ گٹھری یا پانچ کھانچی کے حساب سے بھوسا بطور بیع سلم کے لیا تو یہ درست نہیں کیونکہ گٹھری اور کھانچی کی مقدار میں بہت فرق ہوتا ہے البتہ اگر کسی طرح سے سب کچھ مقرر اور طے کرلے یا وزن کے حساب سے بیع کرے تو درست ہے۔

مسئلہ سلم کے صحیح ہونے کی[5] یہ بھی شرط ہے کہ جس وقت معاملہ کیا ہے اس وقت سے لے کر لینے اور وصول پانے کے زمانہ تک وہ چیز بازار میں ملتی رہے نایاب نہ ہو اگر

[1] معنی دلیلہ فی الصفحۃ السابقۃ ۱۲
[2] ولاباس بالسلم فی اللبن والآجر اذا سمی لبنا معلوما و کل ما امکن ضبط صفتہ و معرفتہ مقدارہ جاز السلم فیہ ومالا یمکن ضبط صفتہ ومعرفتہ مقدارہ لایجوز السلم فیہ ۱۲ قدوری مطبوعہ قیومی پریس کانپور صفحہ ۱۳۵
[3] ولا فی حطب بالحزم ورطبۃ بالجرز الا اذا ضبط بما لا یؤدی الی نزاع قال المحشی ناقلا عن الزیلعی قولہ الا اذا ضبط بان بین الحبل الذی یشد بہ الحطب والرطبۃ وبین طولہ الخ ۱۲ درمختار صفحہ ۲۷ وکذا فی الہدایہ صفحہ ۷۶ ج ۲
[5] ومن شرائطہ السلم ان یکون موجودا من وقت العقد الی وقت محل الاجل بلا انقطاع فی البین والانقطاع ان لایوجد فی السوق الذی یباع فیہ فی ذلک المصر ولا یعتبر الوجود فی البیوت ۱۲ قاضی خان صفحہ ۳۳۲ ج ۲۔

اس درمیان میں وہ چیز بالکل نایاب ہوجاوے کہ اُس مُلک میں بازاروں میں نہ ملے گو دوسری جگہ سے بہت مصیبت جھیل کر منگوا سکتے تو وہ بیع سلم باطل ہوگئی۔

مسئلہ ۵ معاملہ کرتے وقت یہ شرط کردی کہ فصل کے کٹتے پر فلاں مہینے میں ہم نئے گیہوں لیویں گے یا فلانے کھیت کے گیہوں لیویں گے تو یہ صحیح نہیں اس لئے شرط نہ کرنا چاہیئے پھر وقت مقررہ پر اس کو اختیار ہے چاہے نئے دیوے یا پُرانے البتہ اگر نئے گیہوں کٹ چکے ہوں تو نئے کی شرط کرنا بھی درست ہے۔

مسئلہ ۶ تم نے دس روپیہ کے گیہوں لینے کا معاملہ کیا تھا وہ مدت گزرگئی بلکہ زیادہ ہوگئی مگر اس نے اب تک گیہوں نہیں دیئے نہ دینے کی اُمید ہے تو اب یہ کہنا جائز نہیں کہ اچھا تم گیہوں نہ دو بلکہ اس گیہوں کے بدلے اتنے چنے یا اتنے دھان یا اتنی فلاں چیز دے دو گیہوں کے عوض کسی اور چیز کا لینا جائز نہیں یا تو اس کو کچھ مہلت دے دو اور بعد مہلت کے گیہوں لو یا اپنا روپیہ واپس لے لو اسی طرح اگر بیع سلم کو تم دونوں نے توڑ دیا کہ ہم وہ معاملہ توڑتے ہیں گیہوں نہ لیویں گے روپیہ واپس دے دو یا تم نے نہیں توڑا بلکہ وہ معاملہ خود ہی ٹوٹ گیا جیسے وہ چیز نایاب ہوگئی کہیں نہیں ملتی تو اس صورت میں تم کو صرف روپیہ لینے کا اختیار ہے اس روپیہ کے عوض اس سے کوئی اور چیز لینا درست نہیں پہلے روپیہ لے لو لینے کے بعد اس سے جو چاہو خریدو (صفحہ ۲۰۹ جلد ۴ درمختار)

قرض لینے کا بیان

مسئلہ ۱ جو چیز ایسی ہو کہ اُسی طرح کی چیز تم دے سکتے ہو تو اس کا قرض لینا درست ہے جیسے اناج انڈے گوشت وغیرہ اور جو چیز ایسی ہو کہ اسی طرح کی چیز دینا مشکل ہے تو اس کا قرض لینا درست نہیں جیسے امرود نارنگی بکری مُرغی وغیرہ (صفحہ ۱۲ جلد ۴ درمختار)

مسئلہ ۲ جس زمانہ میں روپیہ کے دس سیر گیہوں ملتے تھے اس وقت تم نے پانچ سیر گیہوں قرض لئے پھر گیہوں سستے ہوگئے اور روپیہ کے بیس سیر ملنے لگے تو تم کو وہی پانچ سیر گیہوں

ع یعنی یہ معاملہ جائز نہیں ۱۲

ؒ وان السلم فی غیر المنقطع ثم انقطع بعد حلول الاجل تخیر رب السلم ان شاء فسخ السلم واخذ راس المال وان شاء انتظر حتی یجیئ اوانہ ۱۲ قاضیخاں صفحہ ۳۴۳ ج ۲

ؒ قال محمد کل ما یکال او یوزن او یعد یجوز قرضہ ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۳۹۳ ج ۲

ؒ لما مر ان مضمون مثلاً لا عبرۃ لغلائہ ورخصہ الخ ۱۲ شامی صفحہ ۲۳۹ و قاضی خاں صفحہ ۳۹۳ ج ۲۔

دینا پڑیں گے اسی طرح اگر گراں ہو گئے تب بھی جتنے لئے ہیں اُتنے ہی دینا پڑیں گے۔

مسئلہ ۳ - جیسے گیہوں تم نے دیئے تھے اس نے اُس[1] سے اچھے گیہوں ادا کئے تو اس کا لینا جائز ہے یہ سود نہیں مگر قرض لینے کے وقت یہ کہنا درست نہیں کہ ہم اس سے اچھے لیں گے البتہ وزن میں زیادہ نہ ہونا چاہیئے اگر تم نے دیئے ہوئے گیہوں سے زیادہ لئے تو یہ ناجائز ہو گیا خوب ٹھیک ٹھیک تول کر لینا دینا چاہیئے لیکن اگر تھوڑا جھکتا تول دیا تو کچھ ڈر نہیں۔

مسئلہ ۴ - کسی سے کچھ روپیہ یا غلہ اس وعدہ پر قرض لیا کہ ایک مہینہ یا پندرہ دن کے بعد ہم ادا کر دیں گے اور اس نے منظور کر لیا تب بھی یہ مدت کا بیان کرنا لغو بلکہ ناجائز ہے اگر اس کو اس مدت سے پہلے ضرورت پڑے اور تم سے مانگے یا بے ضرورت ہی مانگے تو تم کو ابھی دینا پڑے گا۔

مسئلہ ۵ - تم نے دو سیر گیہوں[2] یا آٹا وغیرہ کچھ قرض لیا جب اس نے مانگا تو تم نے کہا بہن اس وقت گیہوں تو نہیں ہیں اُس کے بدلے تم دو آنہ پیسے لے لو اُس نے کہا اچھا تو یہ پیسے اسی وقت سامنے رہتے رہتے دے دینا چاہیئے اگر پیسے نکالنے اندر گئی اور اُس کے پاس سے الگ ہو گئی تو وہ معاملہ باطل ہو گیا اب پھر سے کہنا چاہیئے کہ تم اس ادھار گیہوں کے بدلے دو آنہ لے لو۔

مسئلہ ۶ - ایک روپیہ کے پیسے قرض لئے پھر[3] پیسے گراں ہو گئے اور روپیہ کے ساڑھے پندرہ آنہ چلنے لگے تو اب سولہ آنہ دینا واجب نہیں ہیں بلکہ اس کے بدلے روپیہ دیدینا چاہیئے وہ یوں نہیں کہہ سکتی کہ میں روپیہ نہیں لیتی پیسے لئے تھے وہی لاؤ۔

مسئلہ ۷ - گھروں میں دستور ہے کہ دوسرے گھر سے اس وقت دس پانچ روٹی قرض[4] منگا لی پھر جب اپنے گھر پک گئی گن کر بھجدی یہ درست ہے۔

کسی کی ذمہ داری کر لینے کا بیان

[1] والمدیون اذا قضی الدین اجود مما علیہ لایجبر علی القبول رب الدین کما لو دفع الیہ النقص مما علیہ وان قبل جاز وان اعطاہ المدیون اکثر مما علیہ وزنا وان کانت الزیادۃ زیادۃ تجری بین الوزنین جاز وان کانت الزیادۃ کثیرۃ لاتجری بین الوزنین ان لم یعلم المدیون بالزیادۃ یرد الزیادۃ علی صاحبہا وان علم المدیون بالزیادۃ فاعطاہ الزیادۃ اختیارا حل الزیادۃ للقابض الخ ۱۲ قاضیخاں صفہ ۳۹۲ ج ۲۔

[2] رجل اقرض کرا من حنطۃ ثم ان المستقرض اشتری القرض من المقرض بدراہم جاز سواء کان القرض قائما فی ید المستقرض اولم یکن الخ قائما ۱۲ قاضیخاں صفہ ۳۹۲ ج ۲

[3] وعن ابی یوسف انہ یکرہ استقراض المزلفۃ والنبہرجۃ وعلی المستقرض مثلہا فان کسدت علیہ قیمتہا ۱۲ حوالہ بالا

[4] فلایجوز قرض الخبز والدقیق فی قول ابی حنیفۃ وقال ابی حنیفۃ وقال ابویوسف ومحمد یجوز ۱۲ حوالہ بالا صفہ ۳۹۳ ج ۲۔

مسئلہ[۱]- نعیمہ کے ذمہ کسی کے کچھ روپیہ یا پیسے ہوتے تھے تم نے اُس کی ذمہ داری کر لی کہ اگر یہ نہ دے گی تو ہم سے لینا یا یوں کہا ہم اس کے ذمہ دار ہیں ہم دین دار ہیں یا اور کوئی ایسا لفظ کہا جس سے ذمہ داری معلوم ہوئی اور اُس حق دار نے تمہاری ذمہ داری منظور کر لی تو اب اُس کی ادائیگی تمہارے ذمہ واجب ہو گئی اگر نعیمہ نہ دیوے تو تم کو دینا پڑیں گے اور اس حقدار کو اختیار ہے جس سے چاہے تقاضا کرے چاہے تم سے اور چاہے نعیمہ سے اب جب تک نعیمہ اپنا قرض ادا نہ کر دے یا معاف نہ کرائے تب تک برابر تم ذمہ دار ہو گی البتہ اگر وہ حقدار تمہاری ذمہ داری معاف کر دے اور کہدے کہ اب تم سے کچھ مطلب نہیں ہم تم سے تقاضا نہ کریں گے تو اب تمہاری ذمہ داری نہیں رہی اور اگر تمہاری ذمہ داری کے وقت ہی اُس حقدار نے منظور نہیں کیا اور کہا تمہاری ذمہ داری کا ہم کو اعتبار نہیں یا اور کچھ کہا تو تم ذمہ دار نہیں ہوئیں۔

مسئلہ[۲]- تم نے کسی کی ذمہ داری کر لی تھی اور اس کے پاس[۳] روپیہ ابھی نہیں تھے اس لئے تم کو دینا پڑے تو اگر تم نے اس قرض دار کے کہنے سے ذمہ داری کی ہے تب تو جتنا تم نے حقدار کو دیا ہے اس قرضدار سے لے سکتی ہو اور اگر تم نے اپنی خوشی سے ذمہ داری کی ہے تو دیکھو تمہاری ذمہ داری کو پہلے کس نے منظور کیا ہے اس قرض دار نے یا حقدار نے اگر پہلے قرضدار نے منظور کیا تب تو ایسا ہی سمجھیں گے کہ تم نے اس کے کہنے سے ذمہ داری کی لہذا اپنا روپیہ اس سے لے سکتی ہو اور اگر پہلے حقدار نے منظور کر لیا تو جو کچھ تم نے دیا ہے قرضدار سے لینے کا حق نہیں ہے بلکہ اُس کے ساتھ تمہاری طرف سے احسان سمجھا جاوے گا کہ ویسے ہی اس کا قرض تم نے ادا کر دیا وہ خود دے دے تو اور بات ہے۔

مسئلہ[۴]- اگر حقدار نے قرضدار کو مہینہ بھر یا پندرہ دن وغیرہ کی مہلت دیدی تو اب اتنے دن اُس ذمہ داری کرنے والے سے بھی تقاضا نہیں کر سکتا۔

مسئلہ- اور اگر تم نے اپنے پاس[۵] سے دینے کی ذمہ داری نہیں کی تھی بلکہ اس قرضدار کا

[۱] واما الکفالۃ بالمال فجائزۃ معلوما کان المکفول بہ او مجہولا اذا کان دینا صحیحا مثل ان یقول تکفلت عنہ بالف درہم وبمالک علیہ او بما یدرکک فی ہذا البیع والمکفول لہ بالخیار ان شاء طلب الذی علیہ الاصل وان شاء طالب الکفیل ۱۲ قدوری ص ۱۸۱ صفحہ ہذا۔

[۲] واذا ابرأ الطالب المکفول عنہ او استوفی منہ بری الکفیل وان ابرأ الکفیل لم یبرأ المکفول عنہ ۱۲ حوالہ بالا۔

[۳] وتجوز الکفالۃ بامر المکفول عنہ وبغیر امرہ فان کفل بامرہ رجع بما یؤدی علیہ وان کفل بغیر امرہ لم یرجع بما یؤدی ۱۲ حوالہ بالا

[۴] وکذا اذا اخر الطالب عن الاصیل فہو تاخیر عن الکفیل ولو اخر عن الکفیل لم یکن تاخیرا عن الذی علیہ الاصل ۱۲ ہدایہ ص ۱۰۳

[۵] فلو بتسلیمہا صح فی الکل ای فی الامانات و المبیع المرہون فاذا کانت قائمۃ وجب تسلیمہا وان ہلکت لم یجب علی الکفیل شیٔ ص ۱۷۳ ج ۴ در مختار جلد ۲ صفحہ ۶۳

[۶] فلو کفل بحصۃ بلا امرہ فرضی المطلوب او لا رجع و لو رضی الطالب اولا لا تمام العقد ۱۲ شامی ص ۲۷۳

روپیہ تمہارے پاس امانت رکھا تھا اس لئے تم نے کہا تھا کہ ہمارے پاس اس شخص کی امانت رکھی ہے ہم اس میں سے دے دیویں گے پھر وہ روپیہ چوری ہو گیا یا اور کسی طرح جاتا رہا تو اب تمہاری ذمہ داری نہیں رہی نہ اب تم پر اس کا دینا واجب ہے اور نہ وہ حق دار تم سے تقاضا کر سکتا ہے۔

مسئلہ ۵۔ کہیں جانے کے لئے تم نے کوئی یکہ یا بہلی کرایہ پر کی اور اس بہلی والے کی کسی نے ذمہ داری کر لی کہ اگر یہ نہ لے گیا تو میں اپنی بہلی دیدوں گا تو یہ ذمہ داری درست ہے اگر وہ نہ دے تو اس ذمہ دار کو دینا پڑے گی۔[۱]

مسئلہ ۶۔ تم نے اپنی چیز کسی کو دی کہ جاؤ اس کو بیچ لاؤ وہ بیچ لایا لیکن دام نہیں لایا اور کہا کہ دام کہیں نہیں جا سکتے دام کا میں ذمہ دار ہوں اس سے نہ ملیں تو مجھ سے لے لینا تو یہ ذمہ داری صحیح نہیں۔[۲]

مسئلہ ۷۔ کسی نے کہا کہ اپنی مرغی اسی میں بند رہنے دو اگر بلی لیجاوے تو میرا ذمہ مجھ سے لینا یا بکری کو کہا اگر بھیڑیا لیجاوے تو مجھ سے لے لینا تو یہ ذمہ داری صحیح نہیں۔[۳]

مسئلہ ۸۔ نابالغ لڑکا یا لڑکی اگر کسی کی ذمہ داری کرے تو وہ ذمہ داری صحیح نہیں۔[۴]

اپنا قرضہ دوسرے پر اتار دینے کا بیان

مسئلہ ۱۔ شفیعہ کا تمہارے ذمہ کچھ قرض ہے اور رابعہ تمہاری قرضدار ہے شفیعہ نے تم سے تقاضا کیا تم نے کہا کہ رابعہ ہماری قرضدار ہے تم اپنا قرضہ اسی سے لے لو ہم سے نہ مانگو اگر اسی وقت شفیعہ یہ بات منظور کر لیوے اور رابعہ بھی اس پر راضی ہو جاوے تو شفیعہ کا قرضہ تمہارے ذمہ سے اتر گیا اب شفیعہ تم سے بالکل تقاضا نہیں کر سکتی بلکہ اسی رابعہ سے مانگے چاہے جب ملے اور جتنا قرضہ تم نے شفیعہ کو دلایا ہے اتنا اب تم رابعہ سے نہیں لے سکتی ہو البتہ اگر رابعہ اس سے زیادہ کی قرضدار ہے تو جو کچھ زیادہ ہے وہ لے سکتی ہو پھر اگر رابعہ نے شفیعہ کو دے دیا تب تو خیر اور اگر نہ دیا اور مر گئی تو جو کچھ مال اسباب چھوڑا ہے وہ بیچ کر شفیعہ کو دلا دیں گے اور اگر اس نے کچھ مال نہیں چھوڑا

---

[۱] ولا الحمل دابۃ معینۃ مستاجرۃ لہ وخدمۃ عبد معین مستاجر لہا ای للخدمۃ لانہ یلزم التغییر المعقود علیہ بخلاف غیر المعین وجوب الفعل لا التسلیم ۱۲ در مختار ص۶۳ ج ۲

[۲] ولا الوکیل بالبیع لموکلہ ای باع الوکیل وضمن للموکل الثمن وانما لا یجوز لان الثمن امانۃ عند المضارب والوکیل فی الضمان تغییر لحکم الشرع الخ شرح وقایہ ص۲۲ ج ۲

[۳] ولا تصح ایضاً بجنایات المکفول عنہ الخ ۱۲ در مختار جلد ۲ صفحہ ۳ ۶

[۴] ولانہا من ہواہل التبرع فلا تنفذ من صبی ولا مجنون ۱۲ در مختار ص۵۹ ج ۲

[۵] الحوالۃ جائزۃ بالدیون وتصح برضاء المحیل والمحتال علیہ والمحتال اذا تمت الحوالۃ بری المحیل من الدیون ولم یرجع المحتال علی المحیل الا ان یتوی حقہ والتوی عند ابی حنیفۃ باحد الامرین اما ان یجوز الحوالۃ ویحلف لا بینۃ لہ علیہ او یموت مفلس وقال ابو یوسف ومحمد رحمۃ اللہ ہذان الوجہان ووجہ ثالث ہو ان یحکم الحاکم بافلاسہ فی حال حیوتہ الخ قدوری صفحہ ۱۰۳ صفحہ ہذا۔

جس سے قرضہ دلادیں یا اپنی زندگی ہی میں مکر گئی اور قسم کھالی کہ تمہارے قرضہ سے مجھ سے کچھ واسطہ نہیں۔ اور گواہ بھی نہیں ہیں تو اب اس صورت میں پھر شفیعہ تم سے تقاضا کر سکتی ہے اور اپنا قرضہ تم سے لے سکتی ہے اور اگر تمہارے کہنے پر شفیعہ رابعہ سے لینا منظور نہ کرے یا رابعہ اس کو دینے پر راضی نہ ہو تو قرضہ تم سے نہیں اترا۔

مسئلہ۲ - رابعہ تمہاری قرضدار نہ تھی تم نے یوں ہی اپنا قرضہ[۱] اس پر اتار دیا اور رابعہ نے مان لیا اور شفیعہ نے بھی قبول و منظور کر لیا تب بھی تمہارے ذمہ سے شفیعہ کا قرضہ اتر کر رابعہ کے ذمہ ہو گیا اس لئے اس کا بھی وہی حکم ہے جو ابھی بیان ہوا اور جتنا روپیہ رابعہ کو دینا پڑے گا دینے کے بعد تم سے لیوے اور دینے سے پہلے ہی لے لینے کا حق نہیں ہے۔

مسئلہ۳ اگر رابعہ کے پاس تمہارے روپے امانت[۲] رکھے تھے اس لیے تم نے اپنا قرضہ رابعہ پر اتار دیا پھر وہ روپے کسی طرح ضائع ہو گئے تو اب رابعہ ذمہ دار نہیں رہی بلکہ اب شفیعہ تم ہی سے تقاضا کرے گی اور تم ہی سے لیوے گی اب رابعہ سے مانگنے اور لینے کا حق نہیں رہا۔

مسئلہ۴ - رابعہ پر قرضہ اتار دینے کے بعد اگر تم ہی وہ قرضہ[۳] ادا کر دو اور شفیعہ کو دے دو یہ بھی صحیح ہے شفیعہ یہ نہیں کہہ سکتی کہ میں تم سے نہ لوں گی بلکہ رابعہ ہی سے لوں گی۔

کسی کو وکیل کر دینے کا بیان

مسئلہ۱ جس کام[۴] کو آدمی خود کر سکتا ہے اس میں یہ بھی اختیار ہے کہ کسی اور سے کہہ دے کہ تم ہمارا یہ کام کر دو جیسے بیچنا مول لینا کرایہ پر لینا دینا نکاح کرنا وغیرہ مثلاً ماما کو بازار سودا لینے بھیجا یا ماما کے ذریعہ سے کوئی چیز بکوائی یا یکہ بہلی کرایہ پر منگوایا اور جس سے کام کرایا ہے شریعت میں اس کو وکیل کہتے ہیں جیسے ماما کو یا کسی نوکر کو سودا لینے بھیجا تو وہ تمہارا وکیل کہلاوے گا۔

[۱] وفی المطلقة له الطلب من المحتال علیه ای اذا کانت الحوالة مطلقة غیر مقیدة بالودیعة المغصوب او الدین فللمحیل طلب الودیعة والمغصوب والدین من المحتال علیه ولا یقبل قول المحیل للمحتال علیه عند طلبه مثل ما احال احلت بدین لی علیک ای احال رجل رجلا علی آخر بمائة فدفع المحتال علیه الی المحتال ثم طلب المحتال علیه تلک المائة من المحیل فقال المحیل انما احلت بمائة لی علیک والمحتال علیه ینکر ان علیه شیئا یکون القول له لا للمحیل الخ ۱۲ شرح وقایہ صفہ ۱۳۱ ج ۲

[۲] وتصح بدراہم الودیعة ویبرأ بہلاکہا ای یبرأ المودع وہو المحتال علیه من الحوالة بہلاک الودیعة فی یدہ شرح وقایہ صفہ ۱۳۲

[۳] ثم ان المحیل قضی دین المحتال له یجبر المحتال له علی القبول ولا یکون المحیل متبرعا ۱۲ قاضی خاں صفہ ۱۷۹ ج ۲۔

[۴] جاز التوکیل وہو تفویض التصرف الی غیرہ وشرطہ ان یملکہ الموکل ۱۲ شرح وقایہ صفہ ۲۵۱

مسئلہ ۶ ۔ تم نے ماما[1] سے گوشت منگوایا وہ اُدھار لے آئی تو وہ گوشت والا تم سے دام کا تقاضا نہیں کر سکتا اُسی ماما سے تقاضا کرے اور وہ ماما تم سے تقاضا کرے گی اسی طرح اگر کوئی چیز تم نے ماما سے بکوائی تو اس لینے والے سے تم کو تقاضا کرنے اور دام کے وصول کرنے کا حق نہیں ہے اس نے جس سے چیز پائی ہے اسی کو دام بھی دے گا اور اگر وہ خود تمھیں کو دام دے دے تب بھی جائز ہے مطلب یہ کہ اگر وہ تم کو نہ دے تو تم زبردستی نہیں کر سکتیں۔

مسئلہ ۷ ۔ تم نے نوکر سے کوئی چیز منگوائی وہ لے[2] آیا تو اس کو اختیار ہے کہ جب تک تم سے دام نہ لیوے تب تک وہ چیز تم کو نہ دیوے چاہے اس نے اپنے پاس سے دام دیدیے ہوں یا ابھی نہ دیئے ہوں دونوں کا ایک حکم ہے البتہ اگر وہ دس پانچ دن کے وعدہ پر اُدھار لایا ہو تو جے دن کا وعدہ کر آیا ہے اس سے پہلے نہیں مانگ سکتا۔

مسئلہ ۸ ۔ تم نے سیر بھر گوشت منگوایا تھا وہ ڈیڑھ سیر[3] اٹھا لایا تو پورا ڈیڑھ سیر لینا واجب نہیں اگر تم نہ لو تو آدھ سیر اس کو لینا پڑے گا۔

مسئلہ ۹ ۔ تم نے کسی سے کہا فلانی بکری جو فلانے کے یہاں ہے اُس کو جا کر[4] دو روپیہ میں لے آؤ تو اب وہ وکیل وہی بکری خود اپنے لئے نہیں خرید سکتا غرضکہ جو چیز خاص تم مقرر کر کے تبلاؤ وہ اس وقت اس کو اپنے لئے خریدنا درست نہیں البتہ جو دام تم نے تبلائے تھے اس سے زیادہ میں خرید لیا تو اپنے لئے خریدنا درست ہے اور اگر تم نے کچھ دام نہ تبلائے ہوں تو کسی طرح اپنے لئے نہیں خرید سکتا۔

مسئلہ ۱۰ ۔ اگر تم نے کوئی خاص بکری نہیں تبلائی بس اتنا کہا کہ ایک بکری[5] کی ضرورت ہے ہم کو خرید دو تو وہ اپنے لئے بھی خرید سکتا ہے جو بکری اپنے لئے چاہے خریدے اور جو چاہے تمھارے لئے اگر خود لینے کی نیت سے خریدے تو اُس کی ہوئی اور اگر تمھاری نیت سے خریدے تو تمھاری ہوئی اور اگر تمھارے دیئے داموں سے خریدی تو بھی تمھاری ہوئی چاہے جس نیت سے خریدے۔

[1] کل عقد یضیفہ الوکیل الے نفسہ مثل البیع والشراء والاجارۃ فذلک لعقد یتعلق بالوکیل دون الموکل فیسلم المبیع ویقبض الثمن ویطالب بالثمن اذا اشتری ویقبض المبیع ۱۲ قدوری صفہ ۱۷۵ وللمشتری منع الثمن من موکل بالعیب فاذا دفع الیہ صح ولم یطالب بالعیب ثانیا ۱۲ شرح وقایہ صفہ ۱۵۲

[2] وله ان یحبسہ حتی یستوفی الثمن ۱۲ قدوری صفہ ۱۷۶

[3] ومن وکل بشراء من لحم بدرہم فشتری ما یوزن بدرہم مما یباع من بدرہم لزم موکلہ بنصف درہم ہذا عند ابی حنیفہ وانما قال مما یباع من درہم حتی لو اشتری لحما لا یباع من بدرہم بل اقل فیکون الشراء واقعا للوکیل ۱۲ شرح وقایہ صفہ ۲۵۵

[4] ولیس للوکیل لشراء عین شراء لنفسہ فلو عشری بثمن بخلاف جنس سمی و بغیر النقود الخ ای ان وکل بشراء شیٔ معین فالوکیل ان لم یخالف امر الموکل فالمشتری للموکل وان خالف فللوکیل ۱۲ شرح وقایہ صفہ ۲۵۴

[5] وفی غیر عین ہو الوکیل الا اذا اضاف العقد الی مال آمرہ او اطلق ونوی لہ الخ ۱۲ حوالہ بالا۔

مسئلہ تمہارے لئے اُس نے بکری خریدی[1] پھر ابھی تم کو دینے نہ پایا تھا کہ بکری مرگئی یا چوری ہوگئی تمہیں بکری کے دام تم کو دینا پڑیں گے اگر تم کہو کہ تم نے اپنے لئے خریدی تھی ہمارے لئے نہیں خریدی تو اگر تم پہلے اُس کو دام دے چکی ہو تو تمہارے گئے اور اگر تم نے ابھی دام نہیں دیئے اور وہ اب دام مانگتا ہے تو تم اگر قسم کھا جاؤ کہ تو نے اپنے لئے خریدی تھی تو اس کی بکری گئی اور اگر قسم نہ کھا سکو تو اُس کی بات کا اعتبار کرو۔

مسئلہ اگر نوکر یا ماما کوئی چیز گراں خرید لائی تو اگر تھوڑا ہی فرق ہو تب تو تم کو لینا پڑے گا اور دام دینا پڑیں گے اور اگر بہت زیادہ گراں لے آئی[2] کہ اتنے دام کوئی نہیں لگا سکتا تو اس کا لینا واجب نہیں اگر نہ لو تو اُس کو لینا پڑے گا۔

مسئلہ تم نے کسی کو کوئی چیز بیچنے[3] کو دی تو اس کو یہ جائز نہیں کہ خود لے لیوے اور دام تم کو دیدیوے اسی طرح اگر تم نے کچھ منگوایا کہ فلانی چیز خرید لاؤ تو وہ اپنی چیز تم کو نہیں دے سکتا اگر اپنی چیز دینا یا خود لینا منظور ہو تو صاف صاف کہدے کہ یہ چیز میں لیتا ہوں مجھ کو دیدو یا یوں کہہ دے کہ یہ میری چیز تم لے لو اور اتنے دام دے دو بغیر تبلائے ہوئے ایسا کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ تم نے ماما سے بکری کا گوشت منگوایا وہ گائے کا لے آئی تو تم کو اختیار ہے چاہے لو چاہے نہ لو اسی طرح تم نے آلو منگوائے وہ بھنڈی یا کچھ اور لے آئی تو اس کا لینا ضروری نہیں اگر تم انکار کرو تو اُس کو لینا پڑے گا۔

مسئلہ تم نے ایک پیسہ کی چیز منگوائی[5] وہ دو پیسہ کی لے آئی تو تم کو اختیار ہے کہ ایک ہی پیسہ کے موافق لو اور ایک پیسہ کی جو زیادہ لائی وہ اسی کے سر ڈالو۔

مسئلہ تم نے دو شخصوں[6] کو بھیجا کہ جاؤ فلانی چیز خرید لاؤ تو خریدتے وقت دونوں کو موجود رہنا چاہیے فقط ایک آدمی کو خریدنا جائز نہیں اگر ایک ہی آدمی خریدے تو وہ بیع موقوف ہے جب تم منظور کرلو گی تو صحیح ہو جاوے گی۔

مسئلہ تم نے کسی[7] سے کہا کہ ہمیں ایک گائے یا بکری یا اور کچھ کہا کہ فلانی چیز خرید لا دو

---

[1] فان قال اشتریت عبد الآمر فقال الآمر بل لنفسک صدق الوکیل ان کان دفع الآمر الثمن والا فللآمر ۱۲ حوالۂ بالا۔

[2] وصح بیع الوکیل بما قل او کثر والقرض والعینۃ ہذا عند ابی حنیفۃ وعندہما لا یصح الا بما یتغابن الناس فیہ ۱۲ حوالۂ بالا و اتفاق فی الاداء اذ لیس لوکیل الشراء بغبن فاحش اجماعا ۱۲ در صفحہ ۱۰۶

[3] رجل وکل رجلا لیشتری شئی بعینہ فاشتری الوکیل لنفسہ لا یصح ۱۲ قاضیخاں صفحہ ۱۵ ج ۳

[4] وان وکل لیشتری شئی معین فالوکیل ان لم یخالف موکل فالمشتری للموکل وان خالف الوکیل ۱۲ شرح وقایہ صفحہ ۲۵۴

[5] فالموکل ان سمی الثمن فالوکیل ان اشتری بخلاف ذلک الجنس کان مخالفہ ۱۲ حوالہ بالا

[6] واذا وکل رجل رجلین فلیس لاحدہما ان یتصرف فیما وکلا فیہ دون آخر ۱۲ حوالہ بالا و قدوری صفحہ ۱۲۶

[7] ولو وکل الوکیل رجلا غیرہ لیشتری ذلک الشئی بعینہ فاشترہ نفذ للوکیل الاول ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۱۵۴ ج ۳۔

ع کذا فی شرح وقایہ صفحہ ۲۵۶۔

اس نے خود نہیں خرید ا بلکہ کسی اور سے کہدیا اُس نے خریدا تو اس کا لینا تمھارے ذمہ واجب نہیں چاہے لو چاہے نہ لو دونوں اختیار ہیں البتہ اگر وہ خود تمھارے لئے خریدے تو تم کو لینا پڑے گا۔

وکیل کے برطرف کر دینے کا بیان

وکیل کے موقوف اور برطرف کرنے کا تم کو ہر وقت اختیار ہے مثلاً تم نے کسی سے کہا تھا ہم کو ایک بکری کی ضرورت ہے کہیں ملجائے تو لے لینا پھر منع کر دیا کہ اب نہ لینا تو اب اس کو لینے کا اختیار نہیں اگر اب لیوے گا تو اسی کے سر پڑے گی تم کو نہ لینا پڑے گا۔

مسئلہ[۱] اگر خود اس کو نہیں منع[۲] کیا بلکہ خط لکھ بھیجا یا آدمی بھیجکر اطلاع کر دی کہ اب نہ لینا تب بھی وہ برطرف ہو گیا اور اگر تم نے اطلاع نہیں دی کسی اور آدمی نے اپنے طور پر اس سے کہہ دیا کہ تم کو فلانے نے برطرف کر دیا ہے اب نہ خریدنا تو اگر دو آدمیوں نے اطلاع دی ہو یا ایک ہی نے اطلاع دی مگر وہ معتبر اور پابند شرع ہے تو برطرف ہو گیا اور اگر ایسا نہ ہو تو برطرف نہیں ہوا اگر وہ خریدے تو تم کو لینا پڑے گا۔

مضاربت کا بیان یعنی ایک کا روپیہ ایک کا کام

مسئلہ[۱] تم نے تجارت کے لئے کسی کو کچھ روپئے دیئے کہ اس سے تجارت[۳] کر جو کچھ نفع ہو گا وہ ہم تم بانٹ لیویں گے یہ جائز ہے اس کو مضاربت کہتے ہیں لیکن اس کی کئی شرطیں ہیں اگر ان شرطوں کے موافق ہو تو صحیح ہے نہیں تو ناجائز اور فاسد ہے ایک تو جتنا روپیہ دینا ہو وہ تبلا دو اور اس کو تجارت کے لئے دے بھی دو اپنے پاس نہ رکھو اگر روپیہ اس کے حوالہ نہ کیا اپنے ہی پاس رکھا تو یہ معاملہ فاسد ہے۔ دوسری یہ کہ

ع۵ مگر یہ دو آدمی ایسے ہوں جن کی شہادت شرع میں معتبر ہو پس اگر یہ خبر دینے والا کافر ہو یا عورت ہو یا غلام شرعی ہو یا نابالغ ہو تو اس خبر کا کچھ اعتبار نہ ہو گا اور وہ وکیل بدستور وکیل رہے گا اسی طرح خبر دینے والا ایک دیندار معتبر آدمی ہو تب بھی یہ شرط ہے کہ وہ عورت نہ ہو اور نابالغ نہ ہو اور غلام نہ ہو ۱۲۔

[۱] للموکل عزل وکیلہ و وقف علی علمہ ۱۲ شرح وقایہ صفحہ ۳۵۸

[۲] و یثبت ذلک العزل بمشافہتہ و بکتابتہ مکتوب بعزلہ و ارسالہ رسولہ الخ ۱۲ در مختار صفحہ ۱۴۲

[۳] ہی عقد شرکۃ فی الربح بمال من رجل و عمل من آخر وہی ایداع الخ ولا تصح الا بمال یصح فیہ الشرکۃ و تسلیمہ الی المضارب و شیوع الربح بینہما فتفسد ان شرط لاحدہما زیادۃ عشر و قال اعلم ان کل شرط یوقع الشرط فی الربح او یوجب جہالۃ الربح یفسد ہا ہذا شرح وقایہ صفحہ ۲۷۸

ع۵

کر نفع بانٹنے کی صورت طے کر لو اور بتلا دو کہ تم کو کتنا ملے گا اور اس کو کتنا اگر یہ بات طے نہیں ہوئی بس اتنا ہی کہا کہ نفع ہم تم دونوں بانٹ لیوں گے تو یہ فاسد ہے۔ تیسری یہ کہ نفع تقسیم کرنے کو اس طرح نہ طے کرو کہ جس قدر نفع ہو اس میں سے دس روپیہ ہمارے باقی تمہارے یا دس روپیہ تمہارے باقی ہمارے غرضکہ کچھ خاص رقم مقرر نہ کرو کہ اتنی ہماری یا اتنی تمہاری بلکہ یوں طے کرو کہ آدھا ہمارا حصہ آدھا تمہارا یا ایک حصہ اس کا دو حصہ اس کے یا ایک حصہ ایک کا باقی تین حصہ دوسرے کے غرضکہ نفع کی تقسیم حصوں کے اعتبار سے کرنا چاہیئے نہیں تو فاسد ہو جاوے گا اگر کچھ نفع ہو گا تب تو وہ کام کرنے والا اس میں سے اپنا حصہ پاوے گا اور اگر کچھ نفع نہ ہوا تو کچھ نہ پاوے گا اگر یہ شرط کر لی کہ اگر نفع نہ ہوا تب بھی ہم تم کو اصل مال میں سے اتنا دیدیں گے[1] تو یہ معاملہ فاسد ہے اسی طرح اگر یہ شرط کی کہ اگر نقصان ہو گا تو اس کام کرنے والے کے ذمہ پڑے گا یا دونوں کے ذمہ ہو گا یہ بھی فاسد ہے بلکہ حکم یہ ہے کہ جو کچھ نقصان ہو وہ مالک کے ذمہ ہے اسی کا روپیہ گیا۔

مسئلہ[۲]۔ جب تک اس کے پاس روپیہ[2] موجود ہو اور اس نے اسباب نہ خریدا ہو تب تک تم کو اس کے موقوف کر دینے اور روپیہ واپس لے لینے کا اختیار ہے اور جب وہ مال خرید چکا تو اب موقوفی کا اختیار نہیں ہے۔

مسئلہ[۳]:۔ اگر یہ شرط کی کہ تمہارے[3] ساتھ ہم کام کریں گے یا ہمارا فلاں آدمی تمہارے ساتھ کام کرے گا تو یہ فاسد ہے۔

مسئلہ[۴]۔ اس کا حکم یہ[4] ہے کہ اگر وہ معاملہ صحیح ہوا ہے کوئی واہیات شرط نہیں لگائی ہے تو نفع میں دونوں شریک ہیں جس طرح طے کیا ہو بانٹ لیں اور اگر کچھ نفع نہ ہوا یا نقصان ہوا تو اس آدمی کو کچھ نہ ملے گا اور نقصان کا تاوان اس کو نہ دینا پڑے گا اور اگر وہ معاملہ فاسد ہو گیا ہے تو پھر وہ کارندہ نفع میں شریک نہیں ہے بلکہ وہ بمنزلہ نوکر کے ہے یہ دیکھو کہ اگر ایسا آدمی نوکر رکھا جاوے تو کتنی تنخواہ دینی پڑے گی بس اتنی ہی تنخواہ اس کو ملے گی نفع ہو تب بھی اور نہ ہو تب بھی بہرحال تنخواہ پاوے گا اور نفع سب

[1] المضاربۃ تفسد باشیاء منہا اذا شرط لاحدہما من الربح ما یقطع الشرکۃ ومنہا اذا شرط علی المضارب ضمان ما ہلک فی یدہ ۱۲ قاضیخاں صفحہ ۲۱ ج ۴۔

[2] وینعزل یعزلہ ان علم بہ والا لا فان علم والمال عروض باعہا ثم لا یتصرف فی ثمنہا الخ ۱۲ درمختار صفحہ ۱۴۹ ج ۲

[3] منہا اذا شرط فی المضاربۃ عمل رب المال مع المضارب کان ذلک عنہا التخلیۃ بین المال والمضارب ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۲۱۷ ج ۴

[4] وشرعا عقد شرکۃ فی الربح بمال من جانب رب المال من جانب المضارب وحکمہا ایداع ابتداء وتوکیل مع العمل وشرکۃ ان ربح وغصب ان خالف و اجارۃ فاسدۃ ان فسدت فلا ربح حینئذ بل لہ اجر مثل عملہ مطلقا ربح اولا بلا زیادۃ علی المشروط ۱۲ درمختار صفحہ ۱۵۶ ج ۲۔

مالک کا ہے لیکن اگر تنخواہ زیادہ بیٹھتی ہے اور جو نفع ٹھہرا تھا اگر اس کے حساب سے دیں تو کم بیٹھتا ہے تو اس صورت میں تنخواہ نہ دیویں گے نفع بانٹ دیویں گے۔

تنبیہ چونکہ اس قسم کے مسئلوں کی عورتوں کو نہایت کم ضرورت پڑتی ہے اس لئے ہم زیادہ نہیں لکھتے جب کبھی ایسا معاملہ ہوا کرے اس کی ہر بات کو کسی مولوی سے پوچھ لیا کرو تاکہ گناہ نہ ہو۔

امانت رکھنے اور رکھانے کا بیان

مسئلہ کسی نے کوئی چیز [1] تمہارے پاس امانت رکھائی اور تم نے لے لی تو اب اس کی حفاظت کرنا واجب ہو گیا اگر حفاظت میں کوتاہی کی اور وہ چیز ضائع ہو گئی تو اس کا تاوان یعنی ڈنڈ دینا پڑے گا البتہ اگر حفاظت میں کوتاہی نہیں ہوئی پھر بھی کسی وجہ سے جاتی رہی مثلاً چوری ہو گئی یا گھر میں آگ لگ گئی اس میں جل گئی تو اس کا تاوان دہ نہیں لے سکتی بلکہ اگر امانت رکھتے وقت یہ اقرار کر لیا کہ اگر جاتی رہے تو میں ذمہ دار ہوں مجھ سے دام لے لینا تب بھی اس کو تاوان لینے کا اختیار نہیں یوں تم اپنی خوشی سے دے دو وہ اور بات ہے۔

مسئلہ ۲ کسی نے کہا میں ذرا کام سے جاتی ہوں [2] میری چیز رکھ لو تم نے کہا اچھا رکھ دو یا تم کچھ نہیں بولیں وہ تمہارے پاس رکھ کر چلی گئی تو امانت ہو گئی البتہ اگر تم نے صاف کہہ دیا کہ میں نہیں جانتی اور کسی کے پاس رکھا دو یا اور کچھ کہہ کے انکار کر دیا پھر بھی وہ رکھ کے چلی گئی تو اب وہ چیز تمہاری امانت میں نہیں ہے البتہ اگر اس کے چلے جانے کے بعد تم نے اٹھا کر رکھ لیا ہو تو اب امانت ہو جاوے گی۔

مسئلہ ۳ کئی عورتیں [3] بیٹھی تھیں ان کے سپرد کر کے چلی گئی تو سب پر اس چیز کی حفاظت واجب ہے اگر وہ چھوڑ کر چلی گئیں اور وہ چیز جاتی رہی تو تاوان دینا پڑے گا اور اگر سب ساتھ

ع وان قال الجالس لا اقبل الودیعۃ فوضع بین یدیہ عند الامین فضاع الکتاب لا یضمن لا یسرع بامر دالیضمن واحد بغیر الاول ۱۲ حوالہ بالا۔

[1] الودیعۃ امانۃ ترکت للحفظ فلا یضمنہا المودع ان ہلکت ای بلا تعد منہ ولو حفظ بغیر المذکورین ضمن الا اذا خاف الحرق والغرق الخ ۱۲ شرح وقایہ صفحہ ۲۸۲ ج ۴۔

[2] رجل جاء بثوب الی رجل ووضعہ بین یدیہ وقال ہذا ودیعۃ عندک وذہب صاحب الثوب ثم ذہب الآخر لیجدہ وترک الثوب ثمہ فضاع الثوب کان ضامنا لان ہذا قبول منہ للودیعۃ عرفا وکذا لو وضع صاحب الثوب ثوبہ بین یدیہ ولم یقل شیئاً والمسئلۃ بحالہا کان ضامنا لان ہذا ایداع عرفا ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۳۲۲ ج ۴

[3] قوم جلوس فی مکان واحد واحد منہم ترک کتابہ ثم قدم الباقون فہلک الکتاب ضیعہ ناسیا لان الاول لما ترکہ الکتاب عندہم فقد استحفظہم فان راحوا ترکوا الکتاب فقد ترکوا حفظ الملتزم ضمنوا جمیعا وان قام القوم واحد بعد واحد کان الضمان علی آخرہم لان الآخر متعین للحفظ ۱۲ قاضی خاں ج ۴ صفحہ ۳۴۱

نہیں اٹھیں ایک کر کے اٹھیں تو جو سب سے اخیر میں رہ گئی اسی کے ذمہ حفاظت ہو گئی اب وہ اٹھ کر چلی گئی اور چیز جاتی رہی تو اسی سے تاوان لیا جاوے گا۔

مسئلہ [1] جس کے پاس کوئی امانت ہو اس کو اختیار ہے کہ چاہے خود اپنے پاس حفاظت سے رکھے یا اپنی ماں بہن اپنے شوہر وغیرہ کسی ایسے رشتہ دار کے پاس رکھا دیوے کہ ایک ہی گھر میں اس کے ساتھ رہتے ہوں جن کے پاس اپنی چیز بھی ضرورت کے وقت رکھا دیتی ہو لیکن اگر کوئی دیانت دار نہ ہو تو اس کے پاس رکھنا درست نہیں اگر جان بوجھ کے ایسے غیر معتبر کے پاس رکھدیا تو ضائع ہو جانے پر تاوان دینا پڑے گا اور ایسے رشتہ دار کے سوا کسی اور کے پاس بھی پرائی امانت رکھنا بدون مالک کی اجازت کے درست نہیں چاہے وہ بالکل غیر ہو یا کوئی رشتہ دار بھی لگتا ہو اگر اوروں کے پاس رکھا دیا تو بھی ضائع ہو جانے پر تاوان دینا پڑے گا البتہ وہ غیر اگر ایسا شخص ہے کہ یہ اپنی چیزیں بھی اس کے پاس رکھتی ہے تو درست ہے۔

مسئلہ کسی نے کوئی چیز رکھائی اور تم بھول گئیں اسے وہیں [2] چھوڑ کر چلی گئیں تو جاتے رہنے پر تاوان دینا پڑے گا یا کوٹھری صندوقچہ وغیرہ کا قفل کھول کے تم چلی گئیں اور وہاں اپرے غیرے سب جمع ہیں اور وہ [ع] چیز ایسی ہے کہ عرفاً بغیر قفل لگائے اس کی حفاظت نہیں ہو سکتی تب بھی ضائع ہو جانے سے تاوان دینا ہوگا۔

مسئلہ گھر میں آگ [3] لگ گئی تو ایسے وقت غیر کے پاس بھی پرائی امانت کا رکھا دینا جائز ہے لیکن جب وہ عذر جاتا رہے تو فوراً لے لینا چاہیئے اگر اب واپس نہ لیوے گی تو تاوان دینا پڑے گا اسی طرح مرتے وقت اگر کوئی اپنے گھر کا آدمی موجود نہ ہو پڑوسی کے سپرد کر دینا درست ہے۔

ع امرأۃ عندہا ودیعۃ والانسان محضرتہا الوفاۃ فدفعت الودیعۃ الی جار لہا فہلکت الودیعۃ عند الجار قال الشیخ الامام ابوبکر البلخی ان لم یکن یحضرتہا عند الوفاۃ احد ممن یکون فی عیالہا ۱۲ لیضمن کما لو وقع الحریق فی دار المودع ۱۲ قاضی خان ص ۳۴۹ ج ۲

سہ لفظ اور وہ چیز ایسی ہی ہے (حفاظت نہیں ہو سکتی) تک اس مرتبہ اضافہ ہوا ہے ۱۲ شبیر علی۔

[1] ولو قال وضعتہا بین یدی وقمت نسیتہا فضاعت ضمن ولو قال وضعتہا فی داری والمسئلۃ بحالہا ان لما لا یحفظ فی عرصۃ الدار کصرۃ النقدین ونحو کان مما لا تعد عرصتہا حصا لہ لا تضمن ۱۲ شامی ص ۵۰۳ ج ۴۔

[2] اذا قال ضیعت الودیعۃ ضمان نسیت قال بعضہم کان ضامنا لانہ جعلۃ الامانۃ کما لو مات مجہلا ولو کرجل عندہ عندہ لقوم اختلط ولا یعرض فانہ یکون ضامنا زوال الفضۃ ابو اللیث ان ان قال اضعت الودیعۃ فی دارہ ضیعت المکان لا یکون ضامنا ولو قال لا ادری وضعتہا فی داری او فی موضع آخر کان ضامنا وکذا روی عن ابی یوسف ولو قال وضعت الودیعۃ فی مکان بین یدی ثم قمت نسیتہا او قال سقطت منی قال الفقیہ ابوبکر یضمن ۱۲ قاضی خان ص ۳۴۴ ج ۴

[3] وان احدہما ضمن عند الضرورۃ بان وقع الحریق فی دارہ فتخاف علیہ الحریق او کانت الودیعۃ معہ فی سفینۃ فلحقہ غرق او خرج اللصوص وخاف علیہا او ما اشبہہ ذلک فدفعہا الی غیرہ لا یکون ضمان ۱۲ قاضی خان جلد ۴ صفحہ ۳۴۵

مسئلہ[1] - اگر کسی نے کچھ روپیہ پیسہ امانت رکھائے تو بعینہٖ ان ہی روپیہ پیسوں کا حفاظت سے رکھنا واجب ہے نہ تو اپنے روپیوں میں ان کا ملانا جائز ہے اور نہ ان کا خرچ کرنا جائز یہ نہ سمجھو کہ روپیہ روپیہ سب برابر لاؤ اس کو خرچ کر ڈالیں جب مانگے گی تو اپنا روپیہ دیدیں گے البتہ اگر اس نے اجازت دیدی تو ایسے وقت خرچ کرنا درست ہے لیکن اس کا حکم یہ ہے کہ اگر وہی روپیہ تم الگ رہنے دو تب وہ امانت سمجھا جاوے گا اگر جاتا رہا تو تم کو نہ دینا پڑے گا اور اگر تم نے اجازت سے کر اسے خرچ کر دیا تو اب وہ تمہارے ذمہ قرض ہو گیا امانت نہیں رہا لہٰذا اب بہر حال تم کو دینا پڑے گا اگر خرچ کرنے کے بعد تم نے اتنا ہی روپیہ اس کے نام سے الگ کر کے رکھ دیا تب بھی وہ امانت نہیں وہ تمہارا ہی روپیہ ہے اگر چوری گیا تو تمہارا گیا اس کو پھر دینا پڑے گا غرض کہ خرچ کرنے کے بعد جب تک اس کو ادا نہ کرو گی تب تک تمہارے ذمہ رہے گا۔

مسئلہ[2] - سو روپیہ کسی نے تمہارے پاس امانت رکھائے اس میں سے پچاس تم نے اجازت سے کر خرچ کر ڈالے تو پچاس روپیہ تمہارے ذمہ قرض ہو گئے اور پچاس امانت اب جب تمہارے پاس روپیہ ہو تو اپنے پاس کے پچاس روپیہ اُس امانت کے پچاس روپیہ میں نہ ملاؤ۔ اگر اس میں ملا دو گی تو وہ بھی امانت نہ رہیں گے یہ پورے سو روپیہ تمہارے ذمہ ہو جاویں گے اگر جاتے رہے تو پورے سو دینا پڑیں گے کیونکہ امانت کا روپیہ اپنے روپیوں میں ملا دینے سے امانت نہیں رہتا بلکہ قرض ہو جاتا ہے اور ہر حال میں دینا پڑتا ہے۔

مسئلہ[3] - تم نے اجازت سے کر اُس کے سو روپیہ اپنے سو روپیہ میں ملا دیئے تو وہ سب روپیہ دونوں کی شرکت میں ہو گیا اگر چوری ہو جائے تو دونوں کا گیا کچھ نہ دینا پڑے گا اور اگر اس میں سے کچھ چوری ہو گیا کچھ رہ گیا تب بھی آدھا اِس کا گیا آدھا اُس کا اور اگر سوا ایک کے ہوں دو سوا ایک کے تو اس کے حصّہ کے موافق اس کا جاوے گا اُس کے حصّہ کے موافق اُس کا مثلاً اگر بارہ روپیہ جاتے رہے تو چار روپیہ ایک سو روپیہ والے کے گئے اور آٹھ روپیہ دو سو والے کے یہ حکم اسی وقت ہے جب اجازت سے ملائے ہوں

---

[1] الودیعۃ اذا کانت دراہم او دنانیر او شیئا مما یکال او یوزن فانفق المودع طائفۃ ای بعضا منہا ضمن ما انفق ولا یضمن الباقی فان جاء المودع بمثل ما انفق فخلطہ بالباقی کان ضامن للکل لانہ جاء بمالہ فصار خالطا مالہ بالودیعۃ لو اخذ المودع بعض الودیعۃ لینفقہا فی حاجتہ ثم بدلہ ان لاینفق فردہ الی موضعہ ثم ضاعت الودیعۃ لایضمن ۱۲ قاضی خاں صد ۳۴۵ ج ۳

[2] حوالۂ بالا۔

[3] اذا انشق کیس الودیعۃ فی الصندوق المودع و خلطت الودیعۃ بدراہم لایضمن المودع ویکون المختلط مشترکا بینہما بقدر ملکہما فان ہلک بعضہا من ذلک ہلک من مالہما جمیعا و تقسیم الباقی بینہما علی ما کان ۱۲ قاضی خاں صد ۳۴۵ ج ۳۔

اور اگر بغیر اجازت کے اپنے روپے میں ملا دیا ہو تو اس کا وہی حکم ہے جو بیان ہو چکا کہ امانت کا روپیہ بلا اجازت اپنے روپیوں میں ملا لینے سے قرض ہو جاتا ہے اس لئے اب وہ روپیہ امانت نہیں رہا جو کچھ گیا تمھارا گیا اس کا روپیہ اس کو بہر حال دینا پڑے گا خوب سمجھ لو۔

مسئلہ ۱۰ کسی نے بکری یا گائے[1] وغیرہ امانت رکھائی تو اس کا دودھ پینا یا کسی اور طرح اس سے کام لینا درست نہیں البتہ اجازت سے یہ سب جائز ہو جاتا ہے بلا اجازت جتنا دودھ لیا ہے اس کے دام دینے پڑیں گے۔

مسئلہ ۱۱ کسی نے ایک کپڑا یا زیور یا چارپائی[2] وغیرہ رکھائی اس کی بلا اجازت اس کا برتنا درست نہیں اگر اس نے بلا اجازت کپڑا یا زیور پہنا یا چارپائی پر لیٹی بیٹھی اور اس برتنے کے زمانہ میں وہ کپڑا پھٹ گیا یا چور لے گیا یا زیور چارپائی وغیرہ ٹوٹ گئی یا چوری ہو گئی تو تاوان دینا پڑے گا البتہ اگر توبہ کر کے پھر اسی طرح حفاظت سے رکھ دیا پھر کسی طرح ضائع ہوا تو تاوان نہ دینا پڑے گا۔

مسئلہ ۱۲ صندوق میں سے امانت کا کپڑا نکالا کہ شام کو یہی پہن[3] کر فلانی جگہ جاؤں گی پھر پہننے سے پہلے ہی وہ جاتا رہا تو بھی تاوان دینا پڑے گا۔

مسئلہ ۱۳ امانت کی گائے یا بکری[4] وغیرہ بیمار پڑ گئی تم نے اس کی دوا کی اس دوا سے وہ مر گئی تو تاوان دینا پڑے گا اور اگر دوا نہ کی اور وہ مر گئی تو تاوان نہ دینا ہوگا۔

مسئلہ ۱۴ کسی نے رکھنے کو روپیہ دیا تم نے بٹوے میں ڈال[5] لیا یا ازار بند میں باندھ لیا لیکن ڈالتے وقت وہ روپیہ ازار بند یا بٹوے میں نہیں پڑا بلکہ نیچے گر گیا مگر تم یہی سمجھیں کہ میں نے بٹوے میں رکھ لیا تو تاوان نہ دینا پڑے گا۔

مسئلہ ۱۵ جب وہ اپنی امانت مانگے تو فوراً اس کو دے دینا واجب[6] ہے بلا عذر نہ دینا اور دیر کرنا جائز نہیں اگر کسی نے اپنی امانت مانگی تم نے کہا بہن اس وقت ہاتھ خالی نہیں کل لے لینا اس نے کہا اچھا کل ہی سہی تب تو خیر کچھ ہرج نہیں اور اگر وہ کل

ع ۵ اذا طلب المودع ودیعتہ فقال اطلبہا غدا فاعید الطلب فی الغد وقال قد ضاعت روی عن اصحابنا انہ لیسأل المودع متی ضاعت

ان قال ضاعت بعد اقراری لا یضمن فان قال کانت ضاعت وقد اقراری لا یقبل قولہ ویکون ضامنا ۱۲ قاضی خاں صد ۳۵۱ ج ۴۔

[1] او ودیعہ حیوانات دوہ غاب فحلب البانہا فخاف فساد وہو فی المصر فباع بغیر امر القاضی ضمن و بامر لا یضمن ۱۲ عالمگیری مصری صد ۳۴۲ ج ۴

[2] واذا تعدی علیہا فلبس ثوبہا او رکب دابتہا او اخذ بعضہا ثم رد عینہ الی یدہ حتی زال المتعدد زال ما یودی ای الضمان اذا لم یکن من نیتہ العود الیہ ۱۲ در مختار صد ۱۵۳

[3] و نزع ثوب الودیعۃ لیلا ومن عزمہ ان یلبس ثم سرق لیلا لا یبرء عن الضمان ۱۲ شامی صد ۶۸۶ ج ۴

[4] لو کانت الودیعۃ دابۃ فاصابہا شیء فامر المودع رجلا لیعالجہا فعالجہا فعطبت من ذلک فصاحب الدابۃ بالخیار یضمن ایہما شاء الخ ۱۲ قاضی خاں صد ۳۴۸ ج ۴

[5] القاہا فی جیبہ ولم تقع فیہ وہو یظن انہا وقعت فیہ لا یضمن ۱۲ شامی صد ۶۸۳ ج ۴

[6] صاحب الودیعۃ اذا طلب الودیعۃ وقد ہاجت الفتنۃ فقال المودع لا اصل الیہا الساعۃ فاغیر علی تلک الناحیۃ فقال المودع اغیر علی الودیعۃ ایضا قال الشیخ الامام ابوبکر البلخی ان کانت الودیعۃ لیتعذر من المودع لا یقدر علی دفعہا لذلک او لضیق الوقت فلا ضمان علیہ ویکون القول قولہ ۱۲ قاضی خاں صد ۳۵ ج ۴ فان جنسہا بعد طلب ربہا قادر اعلی التسلیم ضمن ۱۲ مختصر الزیلعی ملخصا صد ۱۹۶۔

کے لینے پر راضی نہ ہوئی اور نہ دینے سے خفا ہو کر چلی گئی تو اب وہ چیز امانت نہیں رہی اب اگر جاتی رہے گی تو تم کو تاوان دینا پڑے گا۔

مسئلہ[۱] کسی نے اپنا آدمی امانت مانگنے کے لئے بھیجا تمکو اختیار ہے کہ اس آدمی کو نہ دو اور کہلا بھیجو کہ وہ خود ہی آکر اپنی چیز لے جاویں ہم کسی کو نہ دیں گے اور اگر تم نے اس کو سچا سمجھکر دے دیا اور پھر مالک نے کہا کہ میں نے اس کو نہ بھیجا تھا تم نے کیوں دیا تو وہ تم سے لے سکتا ہے اور تم اس آدمی سے وہ شے لوٹا سکتی ہو اور اگر اس کے پاس سے وہ شے جاتی رہی ہو تو تم اس سے دام نہیں لے سکتی ہو اور مالک تم سے دام لے لے گا۔

مانگنے کی چیز کا بیان

کسی سے کوئی کپڑا یا زیور یا چارپائی، برتن وغیرہ کوئی چیز کچھ دن کے لئے مانگ لی کہ ضرورت نکل جانے کے بعد دیدیویں گی تو اس کا حکم بھی امانت کی طرح ہے[۲] اب اس کو اچھی طرح حفاظت سے رکھنا واجب ہے اگر باوجود حفاظت کے جاتی رہے تو جس کی چیز ہے اس کو تاوان لینے کا حق نہیں ہے بلکہ اگر تم نے[۳] اقرار کر لیا ہو کہ اگر جاوے گی تو ہم سے دام لے لینا تب بھی تاوان لینا درست نہیں البتہ اگر حفاظت نہ کی اس وجہ سے جاتی رہی تو تاوان دینا پڑے گا اور مالک کو ہر وقت اختیار ہے جب چاہے اپنی چیز لے لیوے تم کو انکار کرنا درست نہیں اگر مانگنے پر نہ دی تو پھر ضائع ہو جانے پر تاوان دینا پڑے گا۔

مسئلہ[۲] جس طرح برتنے کی[۴] اجازت مالک نے دی ہو اسی طرح برتنا جائز ہے اس کے خلاف کرنا درست نہیں اگر خلاف کرے گی تو جاتے رہنے پر تاوان دینا پڑے گا جیسے کسی نے اوڑھنے کو دوپٹہ دیا یہ اسکو بچھا کر لیٹی اس لئے وہ خراب ہو گیا یا چارپائی پر اتنے آدمی لد گئے کہ وہ ٹوٹ گئی یا شیشہ کا برتن آگ پر رکھدیا کہ وہ ٹوٹ گیا یا کچھ ایسی خلاف بات کی تو تاوان دینا پڑے گا اسی طرح اگر چیز مانگ لائی اور یہ بدنیتی کی کہ

---

[۱] رجلا اودع عند انسان ودیعۃ وقال لہ فی السر من اخبرک لعلامۃ کذا وکذا فادفع الیہ الودیعۃ فجاء رجل فبین تلک العلامۃ فلم یصدقہ المودع حتی ہلکت الودیعۃ قال القاسم لا ضمان علی المودع ۱۲

[۲] العاریۃ جائزۃ وہی تملیک المنافع بغیر عوض وللمعیر ان یرجع فی العاریۃ شاء والعاریۃ امانۃ ان ہلکت من غیر تعد لم یضمن ۱۲ ہدایہ ملخصا صفحہ ۲۶۴ ج ۳۔

[۳] رجل اعار شیئا وشرط ان یکون المستعیر ضامنا لما ہلک فی یدہ لم یصح ہذا الضمان ولا یکون ضامنا عندنا ۱۲ حوالا بالا

[۴] والثانی ان یکون مقیدۃ فیہا فلیس لہ ان یجاوز فیہ اسماہ عملا بالتقیید الا اذا کان خلافا الی مثل ذلک او خیر منہ ۱۲ ہدایہ صفحہ ۲۶۴ ج ۳

اب اس کو بوٹا کر نہ دوں گی بلکہ ہضم کر جاؤں گی تب بھی تاوان دینا پڑے گا۔

مسئلہ ۔ ایک یا دو دن کے لئے کوئی چیز منگوائی تو اب ایک دو دن کے بعد پھیر دینا ضروری ہے جتنے دن کے وعدے پر لائی تھی اتنے دن کے بعد اگر نہ پھیرے گی تو جاتی رہنے پر تاوان دینا پڑے گا۔

مسئلہ ۔ جو چیز مانگے لی ہے دیکھنا چاہیئے اگر مالک نے زبان سے صاف کہدیا کہ چاہو خود برتو چاہو دوسرے کو دو تو مانگنے والی کو درست ہے کہ دوسرے کو برتنے کیلئے دیدے اسی طرح اگر اس نے صاف تو نہیں کہا مگر اس سے میل جول ایسا ہے کہ اس کو یقین ہے کہ ہر طرح اس کی اجازت ہے تب بھی یہی حکم ہے اور اگر مالک نے صاف منع کر دیا کہ دیکھو تم خود برتنا کسی اور کو مت دینا تو اس صورت میں کسی طرح درست نہیں کہ دوسرے کو برتنے کے لئے دی جاوے اور اگر مانگنے والی نے یہ کہہ کر منگائی کہ میں برتوں گی اور مالک نے دوسرے کے برتنے سے نہ منع کیا اور نہ صاف اجازت دی تو اس چیز کو دیکھو کیسی ہے اگر وہ ایسی ہے کہ سب برتنے والے اس کو ایک ہی طرح برتا کرتے ہیں برتنے میں فرق نہیں ہوتا تب تو خود بھی برتنا درست ہے اور دوسرے کو برتنے کے لئے بھی دینا درست ہے اور اگر وہ چیز ایسی ہے کہ سب برتنے والے اس کو ایک طرح نہیں برتا کرتے بلکہ کوئی اچھی طرح برتتا ہے کوئی بری طرح تو ایسی چیز تم دوسرے کو برتنے کے واسطے نہیں دے سکتی ہو اسی طرح اگر یہ کہہ کر منگائی ہے کہ ہمارا فلانا رشتہ دار یا ملاقاتی برتے گا اور مالک نے تمھارے برتنے نہ برتنے کا ذکر نہیں کیا تو اس صورت میں بھی یہی حکم ہے کہ اول قسم کی چیز کو تم بھی برت سکتی ہو اور دوسری قسم کی چیز کو تم نہیں برت سکو گی صرف وہی برتے گا جس کے برتنے کے نام سے منگائی ہے اور اگر تم نے یوں ہی منگا بھیجی نہ اپنے برتنے کا نام لیا نہ دوسرے کے برتنے کا اور مالک نے بھی کچھ نہیں کہا تو اس کا حکم یہ ہے کہ اول قسم کی چیز کو تم بھی برت سکتی ہو اور دوسرے کو بھی برتنے کے لئے دے سکتی ہو اور دوسری قسم کی

ع ۵ جب وہ چیز جاتی رہے ۱۲

ل ۵ وان استعار دابۃ او ثوبا مل اللبس ولم یسم یحمل علیہا لا یضمن اذا ہلکت فی الیوم وان امسکہا بعد الیوم فہلکت ذکر فی الکتاب انہ یکون ضامنا ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۳۵۲ ج ۴۔

ل ۵ قال وان کان شرط فی الاعارۃ ان یرکب المستعیر بنفسہ کان ضامنا بالدفع الی غیرہ وان استعار مطلقا لا یکون ضامنا ۱۲ حوالہ بالا

ل ۵ ولیعار ما اختلف استعمالہ او لا ان لم یعین منتفعا بہ وما لا یختلف ان عین ای انہ اعار شیئا ولم یعین من ینتفع المستعیر ان یعیرہ سواء اختلف استعمالہ کرکوب الدابۃ او لم یختلف کالحمل علی الدابۃ وان عین من ینتفع بہ فان لم یختلف استعمالہ یعیرہ جاز وان اختلف لا ۱۲ شرح وقایہ صفحہ ۲۸ جلد ۲۔

چیزوں میں یہ حکم ہے کہ اگر تم نے برتنا شروع کر دیا تب تو دوسرے کو برتنے کے واسطے نہیں دے سکتیں اور اگر دوسرے سے برتوا لیا تو تم نہیں برت سکتیں خوب سمجھ لیجیو۔

مسئلہ[۵]۔ ماں باپ وغیرہ کسی کو چھوٹے نابالغ کی چیز کا منگنے دینا جائز نہیں[۱] ہے اگر وہ چیز جاتی رہے[ع] تو تاوان دینا پڑے گا اسی طرح اگر خود نابالغ اپنی چیز دیوے اس کا لینا بھی جائز نہیں۔

مسئلہ[۶]۔ کسی سے کوئی چیز مانگ لائی گئی پھر وہ مالک مرگیا[۲] تو اب مرنے کے بعد وہ منگنے کی چیز نہیں رہی اب اُس سے کام لینا درست نہیں اسی طرح اگر وہ مانگنے والی مرگئی تو اس کے وارثوں کو اُس سے نفع اٹھانا درست نہیں۔

ہبہ یعنی کسی کو کچھ دیدینے کا بیان

مسئلہ[۱]۔ تم نے کسی کو کوئی چیز دی اور اُس نے منظور کر لیا یا منہ سے کچھ نہیں کہا بلکہ اس کے ہاتھ پر رکھدیا اور اس نے لے لیا تو اب وہ چیز اسی کی ہوگئی اب تمھاری نہیں رہی بلکہ وہی اس کی مالک ہے اس کو شرع میں ہبہ[۳] کہتے ہیں لیکن اس کی کئی شرطیں ہیں ایک تو اس کے حوالہ کر دینا اور اس کا قبضہ کر لینا ہے اگر تم نے کہا یہ چیز ہم نے تم کو دیدی اس نے کہا ہم نے لے لی لیکن ابھی تم نے اس کے حوالہ نہیں کیا تو یہ دینا صحیح نہیں ہوا ابھی وہ چیز تمھاری ہی ملک میں ہے البتہ اگر اُس نے اس چیز پر اپنا قبضہ کر لیا تو اب قبضہ کر لینے کے بعد اس کی مالک بنی۔

مسئلہ[۲]۔ تم نے وہ دی[۴] ہوئی چیز اس کے سامنے اس طرح رکھدی کہ اگر وہ اٹھانا چاہے تو لے سکے اور کہدیا کہ لو اس کو لے لو تو اُس کے پاس رکھدینے سے بھی وہ مالک بن گئی ایسا سمجھیں گے کہ اُس نے اُٹھا لیا اور قبضہ کر لیا۔

مسئلہ[۳]۔ بند صندوق[۵] میں کچھ کپڑے دیدیئے لیکن اس کی کنجی نہیں دی تو یہ قبضہ نہیں ہوا

ع یعنی اگر ماں باپ وغیرہ نے نابالغ کی چیز کسی کو عاریت دے دی اور وہ جاتی رہی تو دینے والوں کو تاوان دینا پڑے گا خواہ کسی طرح جاتی رہے ۱۲۔

[۱] ولیس للاب اعارۃ مال طفلہ لعدم البدل و کذا القاضی والوصی ۱۲ ولیس لولی الصغیر ان یعیر شیئا من المال ولدہ الصغیر المأذون فان فعل فہلک کان ضامنا والصبی المأذون اذا اعار مالہ صحت الاعارۃ ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۳۵۲ ج ۴۔

[۲] واذا مات المستعیر او المعیر تبطل الاعارۃ کما تبطل الاجارۃ بموت احد المتعاقدین ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۳۵۳ ج ۴۔

[۳] ہی تملیک عین بلا عوض وتتم بالقبض الکامل فتقبض ان قبض فی مجلسہا بلا اذن و بعدہ باذن ای اذ قبض فی مجلس الہبۃ بلا اذن کان قبضا لان الہبۃ دلیل الاذن و بعد القضاء المجلس و بغیر باذن الواہب صریحا ۱۲ شرح وقایہ صفحہ ۲۰۸

ولو دفع الیہ ثوبا فقال الکس بہ لغساب ففعل الموہب ۱۲ قاضیخاں صفحہ ۲۰۸ ج ۴

[۴] والتمکن من القبض کالقبض فلو وہب الرجل ثیابا فی صندوق لم یکن قبضا لعدم تمکنہ من القبض و ان مفتوحا کان قبضا لتمکنہ منہ ۱۲ درمختار صفحہ ۱۵۹ ج ۲

[۵] یعنیہم دلیلہ من ما مر سابقا ۱۲

جب کنجی دیوے گی تب قبضہ ہوگا اس وقت وہ اُس کی مالک بنے گی۔

مسئلہ۴ کسی تولی میں تیل رکھا ہے[۱] یا کچھ اور رکھا ہے تم نے وہ تولی کسی کو دیدی لیکن تیل نہیں دیا تو یہ دینا صحیح نہیں اگر وہ قبضہ کرے تب بھی اس کی مالک نہ ہوگی جب اپنا تیل نکال کے دوگی تب وہ مالک ہوگی اور اگر تیل کسی کو دے دیا مگر تولی نہیں دی اور اس نے تولی سمیت لے لیا کہ ہم خالی کرکے پھیر دیں گے تو یہ تیل کا دینا صحیح ہے قبضہ کر لینے کے بعد مالک بن جاوے گی غرض جب برتن وغیرہ کوئی چیز دو تو خالی کرکے دینا شرط ہے بغیر خالی کئے دینا صحیح نہیں ہے اسی طرح اگر کسی نے مکان دیا تو اپنا سارا مال اسباب نکال کے خود بھی اس گھر سے نکل کے دینا چاہیئے۔

مسئلہ۵ اگر کسی کو آدھی یا تہائی یا چوتھائی چیز دو پوری چیز نہ دو تو[۲] اس کا حکم یہ ہے کہ دیکھو وہ کس قسم کی چیز ہے آدھی بانٹ دینے کے بعد بھی کام کی رہے گی یا نہ رہے گی اگر بانٹ دینے کے بعد اس کام کی نہ رہے جیسے چکی کہ اگر بیچوں بیچ سے توڑ کے دے دو تو پینے کے کام کی نہ رہے گی اور جیسے چوکی پلنگ پتیلی لوٹا کٹورہ پیالہ صندوق جانور وغیرہ ایسی چیزوں کو بغیر تقسیم کے بھی آدھی تہائی جو کچھ دینا منظور ہو دینا جائز ہے اگر وہ قبضہ کرلے تو جتنا حصہ تم نے دیا ہے اُس کی مالک بن گئی اور وہ چیز ساجھے میں ہوگئی اور اگر وہ چیز ایسی ہے کہ تقسیم کرنے کے بعد بھی کام کی رہے جیسے زمین گھر کپڑے کا تھان جلانے کی لکڑی اناج وغیرہ دودھ دہی وغیرہ تو بغیر تقسیم کیے ان کا دینا صحیح نہیں ہے اگر تم نے کسی سے کہا ہم نے اس برتن کا آدھا گھی تم کو دے دیا وہ کہے ہم نے لے لیا تو یہ دینا صحیح نہیں ہوا بلکہ اگر وہ برتن پر قبضہ بھی کرلے تب بھی اس کی مالک نہیں ہوئی ابھی سارا گھی تمھارا ہی ہے ہاں اس کے بعد اگر اُس میں آدھا گھی الگ کرکے اس کے حوالہ کردو تو اب البتہ اس کی مالک ہو جاوے گی[۳]۔

مسئلہ۶ ایک تھان یا ایک مکان یا باغ وغیرہ دو آدمیوں نے مل کر آدھا آدھا خریدا تو جب تک تقسیم نہ کرلو تب تک اپنا آدھا حصہ کسی کو دینا صحیح نہیں۔

مسئلہ۷ آٹھ آنہ یا بارہ آنہ پیسے[۴] دو شخصوں کو دیئے کہ تم دونوں آدھے آدھے لے لو

---

[۱] رجل وہب دار الرجل وسلم وفیہا متاع الواہب لایجوز لان الموہوب مشغول بما لیس بہبۃ فلا یصح التسلیم ولو وقف المتاع والطعام دون الجوالق والدار وسلم جاز لان الموہوب غیر مشغول بغیرہ بل ہو شاغل غیرہ ولو وہب ارضا فیہا زرع او نخل او وہب الزرع دون الارض او النخل دون الارض لایجوز الہبۃ الخ ۱۲ قاضی خان صفحہ ۲۸۳ ج ۴۔

[۲] ای تصح الہبۃ فی موضع و قسم لایبقی مطلقۃ کالرحی والحمام والبیت الصغیر و الربع الہبۃ فی مشاع لا یقسم حصنہ ۱۲ شرح وقایہ

[۳] ولا یجوز الہبۃ الا محوزۃ مفتوحۃ ۱۲ قدوری صفحہ ۱۹۶

[۴] ذکر فی ہبۃ الحاصل واذا وہب لرجلین شیئا یحتمل القسمۃ لایجوز عند ابی حنیفۃ رضی اللہ عنہ ۱۲ ج ۴

یہ صحیح نہیں بلکہ آدھے آدھے تقسیم کر کے دینا چاہیئے البتہ اگر وہ دونوں فقیر ہوں تو تقسیم کی ضرورت نہیں اور اگر ایک روپیہ یا ایک پیسہ دو آدمیوں کو دیا تو یہ دینا صحیح ہے۔

مسئلہ ۸ بکری یا گائے وغیرہ کے پیٹ میں بچہ ہے تو پیدا ہونے سے پہلے ہی اس کا دیدینا صحیح نہیں ہے بلکہ اگر پیدا ہونے کے بعد وہ قبضہ بھی کرے تب بھی مالک نہیں ہوئی اگر دینا ہو تو پیدا ہونے کے بعد پھر سے دیوے۔

مسئلہ ۹ کسی نے بکری دی اور کہا کہ اس کے پیٹ میں جو بچہ ہے اس کو ہم نہیں دیتے وہ ہمارا ہی ہے تو بکری اور بچہ دونوں اسی کے ہو گئے پیدا ہونے کے بعد بچہ لے لینے کا اختیار نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۰ تمھاری کوئی چیز کسی کے پاس امانت رکھی ہے تم نے اسی کو دے دیا اس صورت میں فقط اتنا کہہ دینے سے کہ میں نے لے لیا اس کی مالک ہو جاوے گی اب جا کر دوبارہ اس پر قبضہ کرنا شرط نہیں ہے کیونکہ وہ چیز اس کے پاس ہی ہے۔

مسئلہ ۱۱ نابالغ لڑکا یا لڑکی اپنی چیز کسی کو دیدے تو اس کا دینا صحیح نہیں ہے اور اس کی چیز لینا بھی ناجائز ہے اس مسئلہ کو خوب یاد رکھو بہت لوگ اس میں مبتلا ہیں۔

بچوں کو دینے کا بیان

ختنہ وغیرہ کسی تقریب میں چھوٹے بچوں کو جو کچھ دیا جاتا ہے اس سے خاص اس بچہ کو دینا مقصود نہیں ہوتا بلکہ ماں باپ کو دینا مقصود ہوتا ہے اس لئے وہ سب نیوتہ بچہ کی ملک نہیں بلکہ ماں باپ اس کے مالک ہیں جو چاہیں سو کریں البتہ اگر کوئی شخص خاص بچہ ہی کو کوئی چیز دیوے تو پھر وہی بچہ اس کا مالک ہے اگر بچہ سمجھدار ہے تو خود اسی کا قبضہ کر لینا کافی ہے جب قبضہ کر لیا تو مالک ہو گیا۔ اگر بچہ قبضہ نہ کرے یا قبضہ کرنے کے لائق نہ ہو تو اگر باپ ہو تو اس کے قبضہ کر لینے سے اور اگر باپ نہ ہو تو دادا کے قبضہ کر لینے سے بچہ مالک ہو جاوے گا اگر باپ دادا موجود نہ ہوں تو وہ بچہ جس کی پرورش میں ہے اس کو قبضہ کرنا چاہیئے اور باپ دادا کے ہوتے ماں نانی دادی وغیرہ اور

---

۱ رجل وہب الآخر ما فی بطن غنمہ وامرہ بقبضہ اذا وضعت لا تصح وان قبض بعد الوضع لانہا ہبۃ المعدوم ۱۲ حوالہ بالا

۲ رجل وہب لرجل جاریۃ واستثنی ما فی بطنہا فقال علی ان یکون الولد لی ذکر فی الاصل ان الہبۃ جائز فتکون الجاریۃ مع ولد للموہوب لہ او الم یبین اوالولد الخ ۱۲ حوالہ بالا صفحہ ۲۸۴ ج ۴

۳ وملک بلا قبض جدید لو الموہوب فی ید الموہوب لہ ولو بقبض او امانۃ ۱۲ درمختار صفحہ ۱۶۰ ج ۲

۴ وشرائط صحتہا فی الواہب العقل والبلوغ والملک فلا تصح ہبۃ صغیر ۱۲ درمختار صفحہ ۱۵۸ ج ۲

۵ رجل اتخذ ولیمۃ للختان فاہدی الناس ہدایا ووضعوا بین یدیہ قالوا ان کانت الہدیۃ مما یصلح للصبیان مثل ثیاب الصبیان او یکون شیئاً یستعملہ الصبیان فہی للصبی لان مثلہ یکون للصبی عادۃ وان کانت الہدیۃ دراہم او دنانیر او غیر ذلک یرجع الی المہدی فان قال المہدی ہی ہبۃ للصغیر کانت للصغیر وان تعذر الرجوع الیہ ینظر ان کان المہدی من معارف الاب اذا قاربہ فہی للاب وقال بعضہم فی الاحوال کلہا یکون الہدیۃ للوالد لان الوالد ہو الذی اتخذ الولیمۃ وقال بعضہم یکون للولد لان الولد

۲ اتخذ الولیمۃ لاجل الولد ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۲۸۱ ج ۴ - ۵۴۹

کسی کا قبضہ کرنا معتبر نہیں ہے۔

مسئلہ[۱] اگر باپ یا اس کے نہ ہونے کے وقت دادا اپنے بیٹے پوتے کو کوئی چیز دینا چاہے تو بس اتنا کہہ دینے سے ہبہ صحیح ہو جاوے گا کہ میں نے اس کو یہ چیز دے دی اور باپ دادا نہ ہو اس وقت ماں بھائی وغیرہ بھی اگر اس کو کچھ دینا چاہیں اور وہ بچہ ان کی پرورش میں بھی ہو ان کے اس کہدینے سے بھی وہ بچہ مالک ہو گیا کسی کے قبضہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے

مسئلہ[۲] جو چیز ہو اپنی سب اولاد کو برابر برابر دینا چاہیئے لڑکا لڑکی سب کو برابر دیوے اگر کبھی کسی کو کچھ زیادہ دے دیا تو بھی خیر کچھ حرج نہیں لیکن جسے کم دیا اس کو نقصان دینا مقصود نہ ہو نہیں تو کم دینا درست نہیں ہے۔

مسئلہ[۳]۔ جو چیز نابالغ کی ملک ہو اس کا حکم یہ ہے کہ اسی بچہ ہی کے کام میں لگانا چاہیئے کسی کو اپنے کام میں لانا جائز نہیں خود ماں باپ بھی اپنے کام میں نہ لاویں نہ کسی اور بچہ کے کام میں لگاویں۔

مسئلہ[۵] اگر ظاہر میں بچہ کو دیا مگر یقیناً معلوم ہے کہ منظور تو ماں باپ ہی کو دینا ہے مگر اس چیز کو حقیر سمجھکر بچہ ہی کے نام سے دے دیا تو ماں باپ کی ملک ہے وہ جو چاہیں کریں پھر اس میں بھی دیکھ لیں اگر ماں کے علاقہ داروں نے دیا ہے تو ماں کا ہے اور اگر باپ کے علاقہ داروں نے دیا ہے تو باپ کا ہے۔

مسئلہ[۶] اپنے نابالغ لڑکے کے لئے کپڑے بنوائے تو وہ لڑکا مالک ہو گیا یا نابالغ لڑکی کے لئے زیور گہنا بنوایا تو وہ لڑکی اس کی مالک ہو گئی اب ان کپڑوں کا یا اس زیور کا کسی اور لڑکا لڑکی کو دینا درست نہیں جس کے لئے بنوائے ہیں اسی کو دیوے البتہ اگر بنانے کے وقت صاف کہہ دیا کہ میری ہی چیز ہے مانگے کے طور پر دیتا ہوں تو بنوانے والے کی رہے گی اکثر دستور ہے کہ بڑی بہنیں بعض وقت چھوٹی نابالغ بہنوں سے یا خود

ع رجل قال جعلت ہذا لولدی فلاں کانت ہبۃ ولو قال ہذا الشئی لولدی الصغیر فلان جاز واتیم من غیر قبول ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۲۹ ج ۴۔

ا؎ رجل عرض کرما ولہ ابن صغیر فقال جعلتہ لابنی فلان یکون ہبتہ لان الجعل عبارۃ عن التملیک ۱۲ حوالہ بالا

۲؎ وروی المعلی عن ابی یوسف انہ لا باس بہ اذا لم یقصد بہ الاضرار وان قصد بہ الاضرار سوی بینہم یعطی للابنۃ مثل ما یعطی للابن قاضی خاں صفحہ ۲۹ ج ۴۔

۳؎ ولو وہب رجل شیئا لاولادہ فی الصحۃ واراد تفضیل البعض فی ذلک علی البعض لا روایۃ لہذا فی الاصل عن اصحابنا وروی ان ابی حنیفۃ انہ لا باس بہ اذا کان التفضیل لزیادۃ فضل فان کان سواء یکرہ وروی المعلی عن ابی یوسف انہ لا باس بہ اذا لم یقصد بہ الاضرار وان قصد بہ الاضرار سوی بینہم یعطی للابنۃ مثل ما یعطی للابن ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۲۹ ج ۴

۴؎ ویباح لوالدیہ ان یاکلا من ماکول وہب لہ وقیل لا فافاد ان غیر الماکول لا یباح لہما الا لحاجۃ ۱۲ درمختار صفحہ ۱۲۰ ج ۲

۵؎ وان تعذر الرجوع الیہ ینظر فان کان المہدی من معارف الاب او قاربہ فہی للاب وان کان من قرابۃ الام او من معارفہا فہی للام ۱۲ قاضیخاں صفحہ ۲۸۱ ج ۲

۶؎ رجل اتخذ ثیابا لولدہ الصغیر وارادان یدفع الی ولد آخر لم یکن لہ ذلک لانہ لما اتخذ ثوبا لولدہ الاول صار ملکا للاول بحکم العرف فلا یملک الدفع الا اذا بین عند اتخاذہ للاول انہ عاریۃ فیملکہ ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۲۹ ج ۴

ماں اپنی لڑکی سے دوپٹہ وغیرہ کچھ مانگ لیتی ہیں تو اُن کی چیز کا ذرا دیر کے لئے مانگے لینا بھی درست نہیں۔

مسئلہ: جس طرح[1] خود بچہ اپنی چیز کسی کو دے نہیں سکتا اسی طرح باپ کو بھی نابالغ اولاد کی چیز دینے کا اختیار نہیں اگر ماں باپ اس کی چیز کسی کو بالکل دے دیں یا ذرا دیر یا کچھ دن کے لئے مانگے دیویں تو اس کا لینا درست نہیں البتہ اگر ماں باپ کو نہوت[2] کی وجہ سے نہایت ضرورت ہو اور وہ چیز کہیں اور سے ان کو نہ مل سکے تو مجبوری اور لاچاری کے وقت اپنی اولاد کی چیز لے لینا درست ہے۔

مسئلہ: باپ[3] ماں وغیرہ کو بچہ کا مال کسی کو قرض دینا بھی صحیح نہیں بلکہ خود قرض لینا بھی صحیح نہیں خوب یاد رکھو۔

دے کر پھیر لینے کا بیان

مسئلہ[1]: کچھ دے کر پھیر لینا بڑا گناہ ہے لیکن اگر کوئی واپس[4] لے لیوے اور جس کو دی تھی وہ اپنی خوشی سے دے بھی دیوے تو اب پھر اس کی مالک بنجاوے گی مگر بعضی باتیں ایسی ہیں جس[5] سے پھیر لینے کا بالکل اختیار نہیں رہتا مثلاً تم نے کسی کو بکری دی اس نے کھلا پلا کر خوب موٹا تازہ کیا تو پھیرنے کا اختیار نہیں ہے یا کسی کو زمین دی اس میں اس نے گھر بنا لیا یا باغ لگایا تو اب پھیرنے کا اختیار نہیں۔

مسئلہ[2]: تم نے کسی کو بکری دی اُس کے دو ایک[6] بچہ ہوئے تو پھیرنے کا اختیار باقی ہے لیکن اگر پھیرے تو صرف بکری پھیر سکتی ہے وہ بچہ نہیں لے سکتی۔

مسئلہ[3]: دینے کے بعد[7] اگر دینے والا یا لینے والا مر جاوے تب بھی پھیرنے کا اختیار نہیں رہتا۔

مسئلہ[4]: تم کو کسی نے کوئی چیز دی[8] پھر اس کے بدلے میں تم نے بھی کوئی چیز اس کو دے دی اور کہدیا کہ لو بہن اُس کے عوض تم یہ لیلو تو بدلہ دینے کے بعد اب اس کو پھیر لینے کا اختیار نہیں ہے البتہ اگر تم نے یہ نہیں کہا کہ ہم یہ اُس کے عوض میں دیتے ہیں

[1] لا یجوز للاب ان یہب شیئاً من مال ولدہ الصغیر بعوض وغیر عوض لانہا تبرع ابتداء ۱۲ حوالہ بالا

[2] واذا احتاج الاب الی مال ولدہ فان کان فی المصر واحتاج لفقرہ اکل بغیر شیٔ ان کان فی المفازۃ واحتاج الیہ لا لفقرہ لطعام معہ فلہ الاکل بالقیمۃ ۱۲ الشامی ص ج ۴۔

[3] عن ابن عمر وابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یحل للرجل ان یعطی عطیۃ ثم یرجع فیہا الا الوالد فیما یعطی ولدہ ومثل الذی یعطی العطیۃ ثم یرجع فیہا کمثل الکلب اکل حتی اذا شبع قاء ثم عاد فی قیئہ ۱۲ موطا ص۲۶۱

[4] واذا وہب لاجنبی ہبۃ فلہ الرجوع فیہا الا ان یعوضہ عنہا ان یزید زیادۃ متصلۃ او یموت احد المتعاقدین او یخرج الہبۃ من ملک الموہوب لہ ۱۲ قدوری ص۱۸۹

[5] او یزید زیادۃ متصلۃ لانہ لا وجہ لرجوع فیہا دون الزیادۃ لعدم الامکان ولا مع الزیادۃ لعدم دخولہا تحت العقد ۱۲ ہدایہ ص۲۷۳ ج ۲

[6] مر دلیلہ فی النمرۃ الاولی ۱۲

[7] مر دلیلہ ایضا ۱۲ مع اضافتہ ہذا الکلام لتشرط ان یذکر لفظ یعلم الواہب انہ عوض کل ہبتہ ۱۲ در مختار ص۱۶۲ ج ۲

تو وہ اپنی چیز پھیر سکتی ہے اور تم اپنی چیز بھی پھیر سکتی ہو۔

مسئلہ ۵۔ بی بی نے اپنے میاں کو یا میاں نے اپنی بی بی کو کچھ دیا[1] تو اس کے پھیر لینے کا اختیار نہیں ہے اسی طرح اگر کسی نے ایسے رشتہ دار کو کچھ دیا جس سے نکاح ہمیشہ کے لئے حرام ہے اور وہ رشتہ خون کا ہے جیسے بھائی بہن بھتیجا بھانجہ وغیرہ تو اس سے پھیر لینے کا اختیار نہیں ہے اور اگر قرابت اور رشتہ تو ہے لیکن نکاح حرام نہیں ہے جیسے چچازاد پھوپھی زاد بہن بھائی وغیرہ یا نکاح تو حرام ہے لیکن نسب کے اعتبار سے قرابت نہیں یعنی وہ رشتہ خون کا نہیں بلکہ دودھ کا رشتہ یا اور کوئی رشتہ ہے جیسے دودھ شریک بھائی بہن وغیرہ یا داماد ساس خسر وغیرہ تو ان سب سے پھیر لینے کا اختیار رہتا ہے۔

مسئلہ ۶۔ جتنی صورتوں میں پھیر لینے کا اختیار[2] ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ بھی پھیر دینے پر راضی ہو جاوے اس وقت پھیر لینے کا اختیار رہے جیسا اوپر آچکا لیکن گناہ اس میں بھی ہے اور اگر وہ راضی نہ ہو اور نہ پھیرے تو بدون قضا[ع] قاضی کے زبردستی پھیر لینے کا اختیار نہیں اور اگر زبردستی بدون قضار کے پھیر لیا تو یہ مالک نہ ہوگا۔

مسئلہ ۷۔ جو کچھ ہبہ[3] کر دینے کے حکم احکام بیان ہوئے ہیں اکثر خدا کی راہ میں خیرات دینے کے بھی وہی احکام ہیں مثلاً بغیر قبضہ کئے فقیر کی ملک میں چیز نہیں جاتی اور جس چیز کا تقسیم کے بعد دینا شرط ہے اس کا یہاں بھی تقسیم کے بعد دینا شرط ہے جس چیز کا خالی کر کے دینا ضروری ہے یہاں بھی خالی کر کے دینا ضروری ہے البتہ دو باتوں کا فرق ہے ایک ہبہ میں رضامندی سے پھیر لینے کا اختیار رہتا ہے اور یہاں پھیر لینے کا اختیار نہیں رہتا دوسرے آٹھ دس آنہ پیسے یا آٹھ دس روپیہ اگر دو فقیروں کو دے دو کہ تم دونوں بانٹ لینا تو یہ بھی درست ہے اور ہبہ میں اس طرح درست نہیں ہوتا۔

[1] والزواج ای الزوجیۃ وقت الہبۃ والقرابۃ فلو وہب لذی رحم محرم منہ نسبا ولو ذمیا او مستامنا لا یرجع نمنی ولو وہب لمحرم بلا محرم ما فیہ رضاعا والمحرم بالمصاہرۃ کامہات النساء والربائب واخیہ آلخ ۱۲ درمختار صفحہ ۱۶۳ ج ۲

[2] ولا یصح الرجوع الا بتراضیہما او بحکم الحاکم واذا رجع احدہما بقضاء او رضاء کان فسخا بعقد الہبۃ من الاصل ۱۲ درمختار صفحہ ۱۶۴ ج ۲

[3] وصدقۃ کہبۃ لا تصح الا بقبضہ ولا فی شائع یقسم ولا عود فیہا ۱۲ صفحہ ۲۹ وصح ہبۃ اثنین دار الواحد وفی لا کتصدق عشرۃ علی غنیین وصح علی فقیرین ۱۲ صفحہ ۲۸۸ شرح وقایہ۔

ع اس مسئلہ میں الفاظ (بدون قضار قاضی کے) اضافہ ہوئے اور (پھیر لینے کا اختیار نہیں) سے (مالک نہ ہوگا) تک عبارت سابقہ کی جگہ تبدیل کی گئی ۱۲ شبیر علی۔

مسئلہ۔ کسی فقیر کو پیسہ دینے لگو مگر دھوکہ سے اٹھنی چلی گئی تو اس کے پھیر لینے کا اختیار نہیں ہے۔[1]

کرایہ پر لینے کا بیان

مسئلہ۔[2] جب تم نے مہینہ بھر کے لئے گھر کرایہ پر لیا اور اپنے قبضہ میں کر لیا تو مہینے کے بعد کرایہ دینا پڑے گا چاہے اس میں رہنے کا اتفاق ہوا ہو یا خالی پڑا رہا ہو کرایہ بہر حال واجب ہے۔

مسئلہ۔[3] درزی کپڑا سی کر یا رنگ ریز رنگ کر یا دھوبی کپڑا دھو کر لایا تو اس کو اختیار ہے کہ جب تک تم سے اس کی مزدوری نہ لے لے تب تک تم کو کپڑا نہ دیوے بغیر مزدوری دیئے اس سے زبردستی لینا درست نہیں اور اگر کسی مزدور سے غلہ کا ایک بورا ایک آنہ پیسے کے وعدے پر اٹھوایا تو وہ اپنی مزدوری مانگنے کے لئے تمھارا غلہ نہیں روک سکتا کیونکہ وہاں سے لانے کی وجہ سے غلہ میں کوئی بات نہیں پیدا ہوئی اور پہلی صورتوں میں ایک نئی بات کپڑے میں ہو گئی۔

مسئلہ۔[4] اگر کسی نے یہ شرط کر لی کہ میرا کپڑا تم ہی سینا یا تم ہی رنگنا یا تم ہی دھونا تو اس کو دوسرے سے دھلوانا درست نہیں اور اگر یہ شرط نہیں کی تو کسی اور سے بھی وہ کام کرا سکتی ہے۔

اجارۂ فاسد کا بیان

مسئلہ۔[5] اگر مکان کرایہ پر لیتے وقت کچھ مدت نہیں بیان کی کہ کتنے دن کے لئے ایک روپیہ دیا ہے یا کرایہ نہیں مقرر کیا یوں ہی لے لیا یا یہ شرط کر لی کہ جو کچھ اس میں گر پڑ جاوے گا وہ بھی ہم اپنے پاس سے بنوا دیا کریں گے یا کسی کو گھر اس وعدہ پر دیا کہ اس کی مرمت کرا دیا کرے اور اس کا یہی کرایہ ہے یہ سب اجارہ

ع۔ یعنی کرایہ پر دینا کسی چیز کا۔

[1] تصدق علی فقیر بطا زجۃ علی ظن انہ فلس لیس لہ ان یستردھا ظاہرا ۱۲ عالمگیری صفحہ ۳۰۴ ج ۴۔

[2] ولا تجب الاجرۃ بالعقد بل بتعجیلہا او بشرطہ او باستیفاء النفع او التمکن منہ فتجب لدار قبضت ولم یسکنہا شرح وقایہ صفحہ ۲۹۱

[3] وللخیاطۃ ونحوہا من الصنائع اذا فرغ وسلمہ فہلک قبل تسلیمہ یسقط الاجر وکذا کل من لعملہ اثر وما لا اثر لہ کالجمال لہ الاجر کما فرغ ومن کان لعملہ اثر فی العین کالصباغ والقصار حبسہا لاجل الاجر ومن لا اثر لعملہ کالحمال علی ظہرہ ودابتہ والملاح لا یحبس ۱۲ در مختار برحاشیہ شامی صفحہ ۔ جلد ۵

[4] واذا شرط عملہ بنفسہ لا یستعمل غیرہ ۱۲ حوالہ بالا

[5] وتفسد الاجارۃ بالشروط المخالفۃ لمقتضی العقد فکل ما افسد البیع مما مر لفسید کجہالۃ ماجور او اجر ومدۃ او عمل وکشرط طعام عبد وعلف دابۃ ومرمۃ الدار ومغارمہا وعشر او خراج او مؤنتہ رد اشباہ ۱۲ در مختار برحاشیہ شامی جلد پنجم صفحہ ۲۹ وقال فی البزازیۃ یجوز فی الصحیح وقیل لا استدلال بہا ودفع الیہ دار الیسکنہا ویرمہا ولا اجر او اجر المستاجر من غیرہ والعمارت من سکنی الثانی ضمن اتفاقا لانہ صار غاصبا واجاب بان القضاء فیہ اجازۃ الاجارۃ علی سبیل المشورۃ لا الاجارۃ الشرط ۱۲ شامی ج ۵ صفحہ ۲۹ او قریب منہ ما فی قاضی خاں صفحہ ۲۲ ج ۳

فاسد ہے عــ اور اگر یوں کہدے کہ تم اس گھر میں رہو اور مرمّت کردیا کرو کرایہ کچھ نہیں تو یہ عاریت ہے اور جائز ہے۔

مسئلہ۔ کسی[1] نے یہ کہکر گھر کرایہ پر لیا کہ دو روپیہ ماہوار کرایہ دیا کریں گے تو ایک ہی مہینہ کے لئے اجارہ صحیح ہوا مہینے کے بعد مالک کو اس میں سے اٹھا دینے کا اختیار ہے پھر جب دوسرے مہینے میں تم رہ پڑے تو ایک مہینے کا اجارہ اب اور صحیح ہوگیا اسی طرح ہر مہینے میں نیا اجارہ ہوتا رہے گا البتہ اگر یہ بھی کہہ دیا کہ چار مہینے یا چھ مہینے رہوں گا تو جتنی مدت تبلائی ہے اتنی مدت تک اجارہ صحیح ہوا اس سے پہلے مالک تم کو نہیں اٹھا سکتا۔

مسئلہ۔ پیسنے کے لئے کسی[2] کو گیہوں دیئے اور کہا کہ اسی میں سے پاؤ بھر آٹا پسائی لے لینا یا کھیت کٹوایا اور کہا کہ اسی میں سے اتنا غلہ مزدوری لے لینا یہ سب فاسد ہے۔

مسئلہ۔ اجارۂ فاسد کا حکم یہ[3] ہے کہ جو کچھ طے ہوا ہے وہ نہ دلایا جاوے گا بلکہ اتنے کام کے لئے جتنی مزدوری کا دستور ہو یا ایسے گھر کے لئے جتنے کرایہ کا دستور ہو وہ دیا جاوے گا۔ لیکن اگر دستور زیادہ ہے اور طے کم ہوا تھا تو پھر دستور کے موافق نہ دیا جاوے گا بلکہ وہی پاوے گا جو طے ہوا ہے غرضکہ جو کم ہو اُس کے پانے کا مستحق ہے۔

مسئلہ۔ گانے[4] بجانے ناچنے بندر نچانے وغیرہ جتنی بیہودگیاں ہیں ان کا اجارہ صحیح نہیں بالکل باطل ہے اس لئے کچھ نہ دلایا جاوے گا۔

مسئلہ۔ کسی حافظ کو نوکر رکھا کہ اتنے[5] دن تک فلانے کی قبر پر پڑھا کرو اور ثواب بخشا کرو یہ صحیح نہیں باطل ہے نہ پڑھنے والے کو ثواب ملے گا نہ مردہ کو اور کچھ تنخواہ پانے کا مستحق نہیں ہے۔

مسئلہ۔ پڑھنے کے لئے کوئی کتاب کرایہ پر لی تو یہ صحیح نہیں بلکہ باطل ہے۔

مسئلہ۔ یہ جو دستور[6] ہے کہ بکری گائے بھینس کے گابھن کرنے میں جس کا بکرا

عــ (اور اگر یوں کہہ دے) سے عاریت ہے اور جائز ہے تک دس مرتبہ اضافہ ہوا ۱۲ شبیر علی۔

[1] آجرها تو ما کل شهر بكذا صح في واحد فقط وفسد في الباقي لجهالتها قال المحشي قوله وفسد في الباقي مقيد بثلاثة امور تعلم مما بعده بان لا يسكن فيما بعد الشهر الاول وان لا يعجل اجرته وان لا يسمي جملة الشهور فان وجد واحد منها صح فيه ۱۲ شامی مع الدر صـ ۳۴ ج ۵۔

[2] او استاجر بغلا ليحمل طعامه ببعضه او ثورا ليطحن بره ببعض دقيقه فسدت في الكل ۱۲ در مختار بر شامی صفحہ ۳۶ ج ۵۔

[3] وفيها اجر مثل لا يزاد على المسمى ۱۲ شرح وقایہ صفحہ ۲۹۴

[4] والاصل عندنا انه لا يجوز الاجارة على الطاعات ولا على المعاصي ۱۲ احوالہ بالا

[5] يعني الضرورة ولا ضرورة في استيجار على القرأة على القبر وقد قال العلماء لان القاري اذا قرء لاجل المال فلا ثواب له فاي شئ يهديه الى الميت از شامی بلخصاص ۳۵ ج ۵۔

[6] ولم تصح الاجارة لعسب التيس ۱۲ شرح وقایہ صـ ۲۹۵

بیل بھینسا ہوتا ہے وہ گابھن کرائی لیتا ہے یہ بالکل حرام ہے

مسئلہ۹ - بکری یا گائے بھینس کو دودھ پینے کے لئے[1] کرایہ پر لینا درست نہیں۔

مسئلہ۱۰ - جانور کو ادھیا پر دینا درست نہیں[2] یعنی یوں کہنا کہ یہ مرغیاں یا بکریاں لے جاؤ اور پرورش سے اچھی طرح رکھو جو کچھ بچے ہوں[3] وہ آدھے ہمارے اور آدھے تمھارے یہ درست نہیں ہے۔

مسئلہ۱۱ - گھر سجانے کے لئے جھاڑ فانوس وغیرہ کرایہ پر لینا درست نہیں اگر لایا بھی تو وہ دینے والا کرایہ پانے کا مستحق نہیں ہے البتہ اگر جھاڑ فانوس جلانے کے لئے لایا تو درست ہے۔

مسئلہ۱۲ - کوئی یکہ یا بہلی کرایہ پر کی تو معمول[4] سے زیادہ بہت آدمیوں کا لد جانا درست نہیں اسی طرح ڈولی میں بلا کہاروں کی اجازت لئے دو دو بیٹھ جانا درست نہیں ہے۔

مسئلہ۱۳ - کوئی چیز کھو گئی اس[5] نے کہا جو کوئی ہماری چیز تبلا دے کہ کہاں ہے اُس کو ایک پیسہ دیں گے تو اگر کوئی تبلا دیوے تب بھی پیسہ پانے کا مستحق نہیں ہے کیونکہ یہ اجارہ صحیح نہیں ہوا اور اگر کسی خاص آدمی سے کہا ہو کہ اگر تو تبلا دے تو پیسہ دوں گی تو اگر اس نے اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے یا کھڑے کھڑے تبلا دیا تو کچھ نہ پاوے گی اور اگر کچھ چل کے تبلایا ہو تو پیسہ دھیلا جو کچھ وعدہ کیا ملے گا۔

تاوان لینے کا بیان

مسئلہ۱ - رنگریز دھوبی[6] درزی وغیرہ کسی پیشہ ور سے کوئی کام کرایا تو وہ چیز جو اس کو دی ہے اس کے پاس امانت ہے اگر چوری ہو جاوے یا اور کسی طرح بلا قصد مجبوری سے ضائع ہو جاوے تو ان سے تاوان لینا درست نہیں البتہ اگر اس نے اس طرح کندی کی کہ کپڑا پھٹ گیا یا عمدہ ریشمی کپڑا بھٹی پر چڑھا دیا وہ خراب ہو گیا تو

عہ لا استاجرت ۃ لیرضع صبیا او حد بالا یجوز ۱۲ قاضی خاں صـ۲۲ ج ۳

---

[1] رجل اخذ من رجل بقرۃ علی ان ما یحصل من لبنہا من المصل والسمن والرائب یکون بینہما لا یجوز ما اتخذ للمدفوع الیہ من لبنہما من المصل والسمن یکون لہ لانقطاع حق المالک عن ذلک وعلی المدفوع الیہ مثل ما اخذ من البان البقرۃ لان اللبن مثلی وعلی مالک البقرۃ قیمۃ علفہا ان کان اعلفہا العلف مملوک لہ ۱۲ قاضی خاں صـ۲۲ ج ۳

[2] رجل استاجر آنیۃ لیضعہا فی بیتہ یتجمل بہا ولا یستعملہا فالاجارۃ فاسدۃ ولا اذا کان الذی لیستاجرہ قد یکون ان لیستاجر لینتفع بہ ۱۲ عالمگیری جلد ۴ صـ۴۵۲

[3] وکذلک لا یجوز استیجار البقرۃ او شاۃ لیکون اللبن او الولد لہ ۱۲ عالمگیری ج ۴ صـ۴۴۲

[4] وکذا لو استاجر دابۃ لیرکبہا بنفسہ فرکبہ وارد فہ غیرہ فعطبت الدابۃ یغرم نصف القیمۃ وعلیہ نصف الاجران کانت الدابۃ تطیق ذلک ان ملحت کان وجبہ کل الاجر ۱۲ قاضی خاں صـ۳۴ ج ۳ وان المستاجر حمارا ولی لغیرہ ولم یسم حملہ فحملہ المعتاد ہالک الحمار لم یضمن الخ ۱۲ در مختار صـ۲ ج ۵ برحاشیہ شامی

[5] من ضل لہ شئی فقال من دلنی علیہ فلہ کذا فدلہ واحد لا یستحق شیئا وان قال ذلک لواحد فدلہ ہو بالکلام فکذلک وان مشی معہ حتی ارشدہ فلہ اجر المثل ۱۲ عالمگیری صـ۴۵۲ ج ۴ و

[6] وکذا فی الدر المختار صـ۵۹

اس کا تاوان لینا جائز ہے اسی طرح جو کپڑا اس نے بدل دیا تو اس کا تاوان لینا بھی درست ہے اور اگر کپڑا کھو گیا اور وہ کہتا ہے کہ معلوم نہیں کیونکر گیا اور کیا ہوا اس کا تاوان لینا بھی درست ہے۔ اور اگر وہ کہے کہ میرے یہاں چوری ہو گئی اس میں جاتا رہا تو تاوان لینا درست نہیں۔

مسئلہ[1] کسی مزدور کو گھی تیل وغیرہ گھر پہونچانے کو کہا اس سے راستہ میں گر پڑا تو اس کا تاوان لینا جائز ہے۔

مسئلہ۔ اور جو پیشہ ور نہیں بلکہ خاص تمہارے ہی کام کے لئے ہے مثلاً نوکر چاکر یا وہ مزدور جس کو تم نے ایک دن یا دو چار دن کے لئے رکھا ہے اس کے ہاتھ سے جو کچھ جاتا رہے اس کا تاوان لینا جائز نہیں البتہ اگر وہ خود قصداً نقصان کر دے تو تاوان لینا درست ہے۔[2]

مسئلہ۔ لڑکا کھلانے پر جو نوکر ہے[3] اس کی غفلت سے اگر بچہ کا زیور یا اور کچھ جاتا رہے تو اس کا تاوان لینا درست نہیں ہے۔

اجارہ کے توڑ دینے کا بیان

مسئلہ۔ کوئی گھر کرایہ پر لیا وہ بہت ٹپکتا ہے یا کچھ حصہ اس کا گر پڑا یا اور کوئی ایسا عیب نکل آیا جس[4] سے اب رہنا مشکل ہے تو اجارہ کا توڑ دینا درست ہے اور اگر بالکل ہی گر پڑا تو خود ہی اجارہ ٹوٹ گیا تمہارے توڑنے اور مالک کے راضی ہونے کی ضرورت نہیں رہی

مسئلہ[5] جب کرایہ پر لینے والے اور دینے والے میں سے کوئی مر جاوے تو اجارہ ٹوٹ جاتا ہے۔

مسئلہ۔ اگر کوئی ایسا عذر پیدا ہو جاوے کہ کرایہ کو توڑنا پڑے[6] تو مجبوری کے وقت توڑ دینا صحیح ہے مثلاً کہیں جانے کے لئے بہلی کو کرایہ کیا پھر رائے بدل گئی اب جانے کا ارادہ نہیں رہا تو اجارہ توڑ دینا صحیح ہے۔

---

[1] والمتاع امانۃ ید الاجیر المشترک سنان سقط اتاع ضمن الخ ۱۲ شامی

[2] ولا یضمن ما ہلک فی یدہ او بعملہ کتخریق الثوب عن دقۃ الا اذا تعدی الفساد فیضمن کالمودع ۱۲ درمختار در بیان اجیر خاص صفحہ ۴۲ ج ۵

[3] فلا ضمان علی ظئر فی ضیاع صبی فی یدھا او سرق ما علیہم من الحلی الخ ۱۲ درمختار حاشیہ شامی صفحہ ۴۲ ج ۵۔

[4] تفسخ الاجارۃ لفوت النفع بہ کخراب الدار وقال المحشی والاصل فیہ ان العیب اذا حدث بالعین المستاجر فان اثر فی المنافع ثبت الخیار للمستاجر کالعبد اذا مرض والدار اذا انہدم بعضہا الخ ۱۲ شامی صفحہ ۴۸ ج ۵۔

[5] وتنفسخ بموت احد عاقدین عقدہا لنفسہ ۱۲ درمختار بر شامی صفحہ ۵۲ ج ۵۔

[6] وتعذر لزوم ضرر لم یستحق بالعقد ان بقی العقد کان سکون ضرس استوجر لقلعہ الخ وللعذر یدار یکسری دابۃ من سفر ۱۲ درمختار مع الاختصار صفحہ ۵۱ درمختار بر حاشیہ شامی۔

مسئلہ[1]۔ یہ جو دستور ہے کہ کرایہ طے کر کے اس کو کچھ بیعانہ دیا دیتے ہیں اگر جانا ہوا تو پھر اس کو پورا کرایہ دیتے ہیں اور وہ بیعانہ اُس کرایہ میں مجرا ہو جاتا ہے اور جو جانا نہ ہوا تو وہ بیعانہ ہضم کر لیتا ہے واپس نہیں دیتا یہ درست نہیں ہے بلکہ اس کو واپس دینا چاہیے۔

بلا اجازت کسی کی چیز لے لینے کا بیان

مسئلہ۔ کسی کی چیز زبردستی[2] لے لینا یا پیٹھ پیچھے اس کی بغیر اجازت کے لے لینا بڑا گناہ ہے بعضی عورتیں اپنے شوہر یا اور کسی عزیز کی چیز بلا اجازت لے لیتی ہیں یہ بھی درست نہیں۔ جو چیز بلا اجازت لے لی تو اگر وہ چیز ابھی موجود ہو تو بعینہٖ وہی پھیر دینا چاہیے اور اگر خرچ ہو گئی ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر ایسی چیز تھی کہ اُسی کے مثل بازار میں مل سکتی ہے جیسے غلہ گھی تیل روپیہ پیسہ تو جیسی چیز لی ہے ویسی ہی چیز منگا کر دے دینا واجب ہے اور اگر کوئی ایسی[3] چیز لے کر ضائع کر دی کہ اسی کے مثل ملنا مشکل ہے تو اس کی قیمت دینا پڑے گی جیسے مرغی بکری امرود نارنگی ناشپاتی۔

مسئلہ[4]۔ چارپائی کا ایک آدھ پایہ ٹوٹ گیا یا پٹی یا چول ٹوٹ گئی یا اور کوئی چیز لے لی تھی وہ خراب گئی تو خراب ہونے سے جتنا اس کا نقصان ہوا ہو دینا پڑے گا۔

مسئلہ[5]۔ پرائے روپیہ سے بلا اجازت تجارت کی تو اس سے جو کچھ نفع ہوا اس کا لینا درست نہیں بلکہ اصل روپیہ مالک کو واپس دے اور جو کچھ نفع ہوا اس کو ایسے لوگوں کو خیرات کر دے جو بہت[ع] محتاج ہوں۔

مسئلہ[6]۔ کسی کا کپڑا پھاڑ ڈالا تو اگر تھوڑا پھٹا ہے تب تو جتنا نقصان ہوا ہے اتنا تاوان دلا دیں گے اور اگر ایسا پھاڑ ڈالا کہ اب اس کام کا نہیں رہا جس کام کے لئے پہلے تھا مثلاً دوپٹہ ایسا پھاڑ ڈالا کہ اب دوپٹہ کے قابل نہیں رہا کرتیاں البتہ بن سکتی ہیں تو یہ سب کپڑا اسی پھاڑ ڈالنے والے کو دیدے اور ساری قیمت

ع یعنی بہت محتاج ہونے کی رعایت بہتر ہے ۱۲۔

[1] عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع العربان قال المحشی ہو ان یشتری السلعۃ ویعطی البائع درہما او اقل او اکثر علی ان تم البیع حسب من الثمن والا کان للبائع لم یرجعہ المشتری وہو بیع باطل لما فیہ معنی الشرط والغرر ۱۲ قلت وقس علیہ ما یعطی فی الاجارۃ ۱۲ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۴۸ عاجز محمد حیات غفرلہ فسخ العقد بعد تعجیل البدل فللمعجل حبس المبدل حتی یستوفی مالہ من البدل صحیحا کان العقد او فاسدا او العین فی ید المستاجر فلیحفظ ۱۲ شامی در مختار

[2] عن ابی حرۃ الرقاشی عن عمہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا لا تظلموا الا لا یحل مال امرئ الا بطیب نفس منہ ۱۲ رواہ البیہقی عن السائب بن یزید عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یاخذ احدکم عصا اخیہ لاعبا جادا ومن اخذ عصا اخیہ فلیردہا الیہ ۱۲ رواہ الترمذی مشکوٰۃ صفحہ ۲۵۵

[3] وحکم الغصب الاثم لمن علم ورد العین قائمۃ والغرم ہالکۃ ویجب المثل فی المثلی کالمکیل والموزون والعددی المتقارب ۱۲ شرح وقایہ صفحہ ۳۲ ج ۲ ... ۱۲ ... صفحہ ۲۴۳

[4] وتمن النقص بفعلہ کسکنٰہ وزرعہ او باجارۃ عند غصب ۱۲ شرح وقایہ صفحہ ۳۲۱

[5] تصدق باجرۃ واجر مستعارہ وربح حصل بالتصرف فی مودعہ ... ۱۲ ... ومن خرق ثوب غیرہ خرقا یسیرا ضمن نقصان والثوب لمالکہ وان خرق خرقا کثیرا ابطل عامۃ منافعہ ...

اس سے بھر لے ؏

مسئلہ۵۔ کسی کا نگینہ لے کر انگوٹھی پر رکھا لیا تو اب اس کی قیمت دینا پڑے گی انگوٹھی توڑ کر نگینہ نکلوا دینا واجب نہیں ؏

مسئلہ۶۔ کسی کا کپڑا لے کر رنگ لیا تو اس کو اختیار ہے چاہے رنگا رنگایا کپڑا لے لے اور رنگنے سے جتنے دام بڑھ گئے ہیں اتنے دام دے دے اور چاہے اپنے کپڑے کے دام لے لے اور کپڑا اسی کے پاس رہنے دے۔

مسئلہ۷۔ تاوان دینے کے بعد پھر اگر وہ چیز مل گئی تو دیکھنا چاہیئے کہ تاوان اگر مالک کے بتلانے کے موافق دیا ہے تو اب اس کا پھیرنا واجب نہیں اب وہ چیز اس کی ہو گئی اور اگر اس کے بتلانے سے کم دیا ہے تو اس کا تاوان پھیر کر اپنی چیز لے سکتی ہے۔

مسئلہ۸۔ پرائی بکری یا گائے گھر میں چلی آئی اس کا دودھ دوہنا حرام ہے جتنا دودھ لیوے گی اس کے دام دینا پڑیں گے ؏

مسئلہ۹۔ سوئی تاگا کپڑے کی چٹ پان تمباکو کتھا ڈلی کوئی چیز بغیر اجازت کے لینا دُرست نہیں جو لیا ہے اس کے دام دینا واجب ہیں یا اس سے کہہ کر معاف کرا لیوے نہیں تو قیامت میں جواب دینا پڑے گا

مسئلہ۱۰۔ شوہر اپنے واسطے کوئی کپڑا لایا قطع کرتے وقت کچھ اُس میں سے بچا کر چورا رکھا اور اس کو نہیں بتایا یہ بھی جائز نہیں جو کچھ لینا ہو کہہ کے لو اور اجازت نہ دے تو نہ لو ؏

شرکت کا بیان

مسئلہ۱۔ ایک آدمی مرگیا اور اس نے کچھ مال چھوڑا تو اس کا سارا مال سب حق دارو ں

ع۔ جبکہ وہ چیزیں ضائع ہو جاویں یا خرچ ہو جاویں ۱۲

ع۔ اور وہاں چونکہ یہ چیزیں جنکو کہ یہاں لیا ہے اس کے پاس نہ ہوں گی تو اس کے بدلے میں نیکیاں دینا پڑیں گی اور اگر نیکیاں بھی نہ ہوں گی تو اہلِ حق کے گناہوں کا عذاب بھگتنا ہو گا ۱۲۔

۱۔ او اختلط المغصوب بملک الغاصب بحیث یمتنع امتیازہ ولکن یخرج ضمنہ وملکہ بلا حل تناع قبل اداء ضمانہ ۱۲ در مختار شامی ص۱۳۳ ج ۵

۲۔ فان حمر الثوب او صفر او لت السویق ضمنہ ابیض او اخذ الثوب او عوم بان ادا بہ الصنع ۱۲ شرح وقایہ ملخصاً صفحہ ۳۲۲

۳۔ فان ظہر مغصوب وہی ای قیمتہ اکثر مما ضمن او مثلہ او دونہ علی الاصح عقاب فالاولی ترک قولہ وہی اکثر مما ضمن لقولہ اخذہ الی آخرہ ان ضمنہ او امضی ولو ضمن بقول المالک او ببینۃ او یکون الغاصب بحولہ ولا خیار للمالک ۱۲ در مختار بر شامی ص۱۲۹ ج ۱۲

۴۔ وتجب رد عین المغصوب فی مکان غصبہ ای یجب رد عینہ ان ہلاک وہو مثلی وان انقطع المثل فضمۃ یوم الخصومۃ وتجب القیمۃ فی القیمی یوم غصبہ ۱۲ در مختار ص۱۶ ج ۵

۵۔ حوالہ بالا ای یفہم دلیل الاول ودلیل ہذا حماہر فی ثمرۃ الاولی ۱۲

۶۔ عن ابی حرۃ الرقاشی عن عمہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا لا تظلموا الا لا یحل مال امرئ الا بطیب نفس منہ رواہ البیہقی ۱۲ مشکوٰۃ شریف ص۲۵۵ قلت فی الحدیث کلمۃ اخری عام عام لیحل الزوج ایضاً ۱۲ محشی غفرلہ۔

۷۔ ولا یجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنہ ۱۲ در مختار مجتبائی ص۳۰۰ ج ۲۔

کی شرکت میں ہے جب تک سب سے اجازت نہ لیوے تب تک اس کو اپنے کام میں کوئی نہیں لاسکتی اگر لاوے گی اور نفع اٹھاوے گی تو گناہ ہوگا۔[1]

مسئلہ۲ - دو بیبیوں نے ملکر کچھ برتن خریدے تو وہ برتن دونوں کے ساجھے میں ہیں بے اس دوسری کی اجازت لئے اکیلے ایک کو برتنا اور کام میں لانا بیچ ڈالنا وغیرہ درست نہیں۔[2]

مسئلہ۳ - دو بیبیوں نے اپنے پیسہ ملا کر ساجھے میں امرود نارنگی بیر آم جامن ککڑی کھیرے[3] خربوزہ وغیرہ کوئی چیز مول منگائی اور جب وہ چیز بازار سے آئی تو اس وقت ان میں سے ایک ہے اور ایک کہیں گئی ہوئی ہے تو یہ نہ کرو کہ آدھا خود لے لو اور آدھا اس کا حصہ نکال کے رکھدو کہ جب وہ آوے گی تو اپنا حصہ لے لیوے گی جب تک دونوں حصہ دار موجود نہ ہوں حصہ بانٹ کرنا درست نہیں ہے اگر بے اس کے آئے اپنا حصہ الگ کر کے کھا گئی تو بہت گناہ ہوا البتہ اگر گیہوں یا اور کوئی غلہ ساجھے میں منگایا اور اپنا حصہ بانٹ کر رکھ لیا اور دوسرے کا اس کے آنے کے وقت اس کو دے دیا یہ درست ہے لیکن اس صورت میں اگر دوسرے کے حصے میں اس کو دینے سے پہلے کچھ چوری وغیرہ ہوگئی تو وہ نقصان دونوں آدمی کا سمجھا جاوے گا وہ اس کے حصہ میں ساجھی ہو جاوے گی۔

مسئلہ۴ - سو سو روپیہ ملا کر دو شخصوں نے کوئی تجارت کی اور اقرار کیا کہ جو کچھ نفع ہوا آدھا ہمارا آدھا تمہارا تو یہ صحیح ہے اور اگر کہا کہ دو حصے ہمارے اور ایک حصہ تمہارا تو بھی صحیح ہے چاہے روپیہ دونوں کا برابر لگا ہو یا کم زیادہ لگا ہو سب درست ہے۔

مسئلہ۵ - ابھی کچھ مال نہیں خریدا گیا تھا کہ وہ سب روپیہ چوری ہوگیا یا دونوں کا روپیہ ابھی الگ الگ رکھا تھا اور دونوں میں ایک کا مال چوری ہوگیا تو شرکت جاتی رہی پھر سے شریک ہوں تب سوداگری کریں۔

مسئلہ۶ - دو شخصوں نے ساجھا کیا اور کہا کہ سو روپیہ ہمارا اور سو روپیہ اپنا ملا کر تم کپڑے کی تجارت کرو اور نفع آدھا آدھا بانٹ لیویں گے پھر دونوں میں سے

[1] ولا یجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنہ ۱۲ درمختار مجتبائی صفحہ ۲۰۷ ج ۲

[2] وشرکۃ ملک وہی ان یملک متعدد و اثنان فاکثر عینا بارث او بیع او غیرہما ومن کل شرکاء الملک اجنبی فی الامتناع عن تصرف مضر فی مال صاحبہ ۱۲ درمختار مجتبائی صفحہ ۳۰۷

[3] ولو کان مشترکا بین لم یقسم مع غیبۃ احدہم ۱۲ ہدایہ صفحہ ۳۹۷ ج ۴ فیاخذ الشریک حصتہ لغیبۃ صاحبہ فی الاول ای المثلی لعدم التفاوت لا الثانی ای القیمی لتفاوتہ ۱۲ درمختار مجتبائی صفحہ ۲۱۸ ج ۲

[4] وعنان وہو شرکۃ فی کل تجارۃ او فی نوع ولا تضمن الکفالۃ و تصح ببعض مالہ ومع فضل احدہما وتساوی ما لہما الا الربح الخ ۱۲ شرح وقایہ صفحہ ۱۹۸

[5] ہلاک مال احدہما قبل الشراء یبطلہا وہو علی صاحبہ قبل الخلط ملک فی یدہ او فی ید الآخر و بعد الخلط علیہما ۱۲ حوالۃ بالا

ایک نے کچھ کپڑا خرید لیا پھر دوسرے کے پورے سو روپیہ چوری ہو گئے تو جتنا مال خریدا ہے وہ دونوں کے ساجھے میں ہے اس لئے آدھی قیمت اس سے لے سکتا ہے

مسئلہ[۱] سوداگری میں یہ شرط ٹھہرائی کہ نفع میں دس روپیہ یا پندرہ روپیہ ہمارے ہیں باقی جو کچھ نفع ہو سب تمہارا ہے تو یہ درست نہیں۔

مسئلہ۔ سوداگری کے مال[۲] میں سے کچھ چوری ہو گیا تو دونوں کا نقصان ہوا یہ نہیں ہے کہ جو نقصان ہو وہ سب ایک ہی کے سر پڑے اگر یہ اقرار کر لیا کہ اگر نقصان ہو تو وہ سب ہمارے ذمہ اور جو نفع ہو وہ آدھا آدھا بانٹ لو تو یہ بھی درست نہیں۔

مسئلہ[۹] جب شرکت[۳] ناجائز ہو گئی تو اب نفع بانٹنے میں قول قرار کا کچھ اعتبار نہیں بلکہ اگر دونوں کا مال برابر ہے تو نفع بھی برابر ملے گا اور اگر برابر نہ ہو تو جس کا مال زیادہ ہے تو اس کو نفع بھی اسی حساب سے ملے گا چاہے جو کچھ اقرار کیا ہو اقرار کا اس وقت اعتبار ہوتا ہے جب شرکت صحیح ہو اور ناجائز نہ ہونے پائے۔

مسئلہ[۱۰] دو عورتوں نے ساجھا کیا کہ اِدھر[۴] اُدھر سے جو کچھ سینا پرونا آوے ہم تم مل کر سیا کریں اور جو کچھ سلائی ملا کرے آدھی آدھی بانٹ لیا کریں تو یہ شرکت درست ہے اگر یہ اقرار کیا کہ دونوں مل کر سیا کریں اور نفع دو حصہ ہمارے اور ایک حصہ تمہارا تو بھی درست ہے اور اگر یہ اقرار کیا کہ چار آنہ یا آٹھ آنہ ہمارے اور باقی سب تمہارا تو یہ درست نہیں۔

مسئلہ[۱۱]۔ ان دونوں میں سے[۵] ایک عورت نے کوئی کپڑا سینے کے لئے لے لیا تو دوسری یہ نہیں کہہ سکتی کہ یہ کپڑا تم نے کیوں لیا تم نے لیا ہے تم ہی سیو بلکہ دونوں کے ذمہ اس کا سینا واجب ہو گیا یہ نہ سی سکے تو وہ سی دے یا دونوں ملکر سیئیں غرضکہ سینے سے انکار نہیں کر سکتی۔

مسئلہ[۱۲] جس کا کپڑا تھا وہ مانگنے کے لئے ...... آئی اور[۶] جس عورت نے لیا تھا وہ اس وقت نہیں ہے بلکہ دوسری عورت ہے تو اس دوسری عورت سے بھی تقاضا کرنا درست ہے، وہ عورت یہ نہیں کہہ سکتی کہ مجھ سے کیا مطلب جس

---

[۱] ولا یجوز الشرکۃ اذا شرط لاحدہما دراہم مسماۃ من الربح ۱۲ ہدایہ ص۶۱۲ ج ۲ کما اذا شرط فی الشرکۃ دراہم مسماۃ من الربح لاحدہما فیفسد الشرکۃ الخ ۱۲ شرح وقایہ ص۱۸۵ نولکشوری۔

[۲] وہلاک مال او مالَی احدہما قبل الشراء یبطلہا وہو علی صاحبہا قبل الخلط ملک فے یدہ او فی ید الآخر و بعد الخلط علیہما ۱۲ شرح وقایہ ص۱۸۶

[۳] والربح فی الشرکۃ الفاسدۃ علی قدر المال فیکون الربح بقدر الملک حتی لو کان المال نصفین وشرط الربح اثلاثا فالشرط باطل ویکون الربح نصفین ۱۲ حوالہ بالا

[۴] وشرکۃ الصنائع والتقبل وہی ان یشترک صانعان کخیاطین او خیاط و صباغ وتقبلا العمل لاجر بینہما صحت وان شرط العمل نصفین والمال اثلاثا ای الاجرۃ اثلاثا بینہما ہذا عندنا ۱۲ حوالہ بالا

[۵] ولزم کلا عمل قبل احدہما فیطالب کل بالعمل ویطالب الاجر ۱۲ حوالہ بالا

[۶] لفہم دلیلہ مما مر قبل ہذا من النمرۃ الرابعۃ ۱۲ عاجز محمد حیات عفی لہ محشی

کو دیا ہو اُس سے مانگو۔

مسئلہ[۱۳]۔ اسی طرح[ل۱] ہر عورت اس کپڑے کی مزدوری اور سلائی مانگ سکتی ہے جس نے کپڑا دیا تھا وہ یہ بات نہیں کہہ سکتی کہ میں تم کو سلائی نہ دوں گی بلکہ جس نے کپڑا دیا تھا اسی کو سلائی دوں گی جب دونوں ساجھے میں کام کرتی ہیں تو ہر عورت سلائی کا تقاضا کر سکتی ہے ان دونوں میں سے جس کو سلائی دے دیگی اس کے ذمہ سے ادا ہو جاوے گی۔

مسئلہ[۱۴]۔ دو عورتوں[ل۲] نے شرکت کی کہ آؤ دونوں مل کر جنگل سے لکڑی چن لادیں یا کنڈے بین لادیں تو یہ شرکت صحیح نہیں جو چیز جس کے ہاتھ میں آئے وہی اس کی مالک ہے اس میں ساجھا نہیں ہے۔

مسئلہ[۱۵]۔ ایک[ل۳] نے دوسری سے کہا ہمارے انڈے اپنی مرغی کے نیچے رکھ دو جو بچے نکلیں دونوں آدمی آدھوں آدھا بانٹ لیں یہ درست نہیں۔

ساجھے کی چیز تقسیم کرنے کا بیان

دو آدمیوں[ل۴] نے مل کر بازار سے گیہوں منگوائے تو اب تقسیم کرتے وقت دونوں کا موجود ہونا ضروری نہیں ہے دوسرا حصہ دار موجود نہ ہو تب بھی ٹھیک ٹھیک تول کر اس کا حصہ الگ کر کے اپنا حصہ الگ کر لینا درست ہے جب اپنا حصہ الگ کر لیا تو کھاؤ پیو کسی کو دے دو جو چاہو سو کرو سب جائز ہے اسی طرح گھی تیل انڈے وغیرہ کا بھی حکم ہے غرضکہ جو چیز ایسی ہو کہ اس میں کچھ فرق نہ ہوتا ہو جیسے انڈے کے انڈے سب برابر ہیں یا گیہوں کے دو حصے کئے تو جیسے یہ حصہ ویسا وہ حصہ دونوں برابر ایسی سب چیزوں کا بھی یہی حکم ہے کہ دوسرے کے نہ ہونے کے وقت بھی حصہ بانٹ کر لینا درست ہے لیکن اگر دوسری نے ابھی اپنا حصہ نہیں لیا تھا کہ کسی طرح جاتا رہا تو وہ دونوں کا ہوگا جیسے شرکت میں بیان ہوا۔ اور جن چیزوں میں فرق ہوا کرتا ہے جیسے امرود نارنگی وغیرہ ان کا

ل۱ ویبرأ الدافع بالدفع الیہ ای یدفع الاجر الی کل واحد منہما ۱۲ شرح وقایہ ص۱۸۷

ل۲ ولا یجوز الشرکۃ فی الاحتطاب والاحتشاش والاصطیاد وما حصل لکل فلہ وما اخذہ معاً فلہما نصفان ۱۲ حوالہ بالا۔

ل۳ وعلی ہذا اذا دفع دجاجۃ علی ان ما یخرج من الفرخ یکون بینہما فالحیلۃ فی مثل ہذا ان یبیع نصف البیضۃ او نصف الدجاجۃ ۱۲ منہ سراجیہ حاشیہ قاضیخان ص۶۹ جلد ۲۔

ل۴ وتشتمل علی الافراز والمبادلۃ والافراز ہو الغالب فی المثلی وما فی حکمہ وہو العددی المتقارب فان معنی الافراز غالب فیہ ایضاً ابن کمال عن الکافی والمبادلۃ فیما لیس مثلی وغیرہ ای غیر المثلی وہو القیمی اذا تقرر ہذا الاصل فیاخذ الشریک حصتہ بغیبۃ صاحبہ فی الاول ای المثلی لعدم التفاوت لا الثانی ای القیمی لتفاوتہ تکمیل او موزون بین حاضر وغائب او بالغ وصغیر فاخذ الحاضر او البالغ نصیبہ نفذت القسمۃ ان سلم حظ الآخر والا لا ۱۲ در ر د ص۱۶۱ جلد ۵ عاجز محمد حیات غفرلہ محشی ....

حکم یہ ہے کہ جب تک دونوں حصہ دار موجود نہ ہوں حصہ بانٹ کر لینا درست نہیں ہے۔

مسئلہ[۲]۔ دو لڑکیوں نے مل کر آم امرود وغیرہ کچھ منگوایا اور ایک کہیں چلی گئی تو اب اس میں سے کھانا درست نہیں جب وہ آجاوے اس کے سامنے اپنا حصہ الگ کرو تب کھاؤ نہیں تو بہت گناہ ہوگا۔

مسئلہ[۳]۔ دو نے مل کر چنے بھنوائے تو فقط اندازہ سے تقسیم کر لینا درست نہیں بلکہ خوب ٹھیک ٹھیک تول کر آدھا آدھا کرنا چاہیئے اگر کسی طرف کمی بیشی ہو جاوے گی تو سود ہو جاوے گا۔

گروی رکھنے کا بیان

مسئلہ[۱]۔ تم نے کسی سے دس روپیہ قرض لئے اور اعتبار کے لئے اپنی کوئی چیز اس کے پاس رکھدی کہ تجھے اعتبار نہ ہو تو میری یہ چیز اپنے پاس رکھ لے جب روپیہ ادا کردوں تو اپنی چیز لے لوں گی یہ جائز ہے اسی کو گروی کہتے ہیں لیکن سود دینا کسی طرح درست نہیں جیسا کہ آجکل مہاجن سود لے کر گروی رکھتے ہیں یہ درست نہیں سود لینا اور دینا دونوں حرام ہیں۔

مسئلہ[۲]۔ جب تم نے کوئی چیز گروی رکھدی تو اب بغیر قرضہ ادا کئے اپنی چیز کے مانگنے اور لینے کا حق نہیں ہے۔

مسئلہ[۳]۔ جو چیز تمہارے پاس کسی نے گروی رکھی تو اب اس چیز کو کام میں لانا اس سے کسی طرح کا نفع اٹھانا ایسے باغ کا پھل کھانا ایسی زمین کا غلہ یا روپیہ لے کر کھانا ایسے گھر میں رہنا کچھ درست نہیں ہے

مسئلہ[۴]۔ اگر بکری گائے وغیرہ گروی ہو تو اس کا دودھ بچہ وغیرہ جو کچھ ہو وہ بھی مالک ہی کے ہیں جس کے پاس گروی ہے اس کو لینا درست نہیں دودھ کو بیچ کر دام بھی گروی میں شامل کر دے جب وہ تمہارا قرض ادا کر دے تو گروی کی

---

[۱۲] لہ بفہم لسابہ مامر فی ماسبق

[۲] لان الحنطۃ قال الربا فلا تجوز قسمتہ مجازفۃ الا بالکیل ۱۲ عالمگیری صفحہ ۲۰۸ ج ۵۔

[۳] ہو حبس الشئی بحق یمکن اخذہ منہ کالدین فان الدین یمکن اخذہ من المرہون الخ ۱۲ شرح وقایہ صفحہ ۳ ج ۴

[۴] ولم یمنع طلب دینہ من راہنہ فانہ لا یسقط بالرہن طلب الدین وحبسہ بدای حبس الرہن بالدین ۱۲ حوالہ بالا۔

[۵] ولا الانتفاع بہ باستخدام ولا سکنی ولا لبس ولا اجارۃ ولا اعارۃ وہو متعد لو فعل ولا یبطل الرہن ۱۲ شرح وقایہ

[۶] قال فی المنح وعن عبد اللہ محمد بن اسلم السمرقندی وکان من کبار علماء سمرقند انہ لا یحل لہ ان ینتفع بشئی منہ بوجہ من الوجوہ وان اذن لہ الراہن لانہ اذن فی الربوا الخ ۱۲ شامی صفحہ ۳۱۰ ج ۵

[۷] قال فی الدرر ونماء الرہن کالولد والثمر واللبن والصوف وکذلک للراہن وہو رہن مع الاصل ۱۲ صفحہ ۳۳۳ ج ۵

چیز ادر یہ دام دودھ کے سب واپس کردو اور کھلائی کے دام کاٹ لو۔

مسئلہ ۵ اگر تم نے اپنا کچھ روپیہ[1] ادا کر دیا تب بھی گروی کی چیز نہیں لے سکتیں جب سب روپیہ ادا کر دوگی تب وہ چیز پھر ملے گی

مسئلہ ۶ اگر تم نے دس روپیہ قرض[2] لئے اور دس ہی روپیہ کی چیز یا پندرہ بیس روپیہ کی چیز گروی کردی اور وہ چیز اس کے پاس سے جاتی رہی تو اب نہ تو وہ تم سے اپنا کچھ قرض لے سکتا ہے اور نہ تم اس سے اپنی گروی کی چیز کے دام لے سکتی ہو تمھاری چیز گئی اور اس کا روپیہ گیا اور اگر پانچ ہی روپیہ کی چیز گروی رکھی اور وہ جاتی رہی تو پانچ روپیہ تم کو دینا پڑیں گے پانچ روپیہ مجرا ہو گئے۔

وصیت کا بیان

یہ کہنا کہ میرے[3] مرنے کے بعد میرا اتنا مال فلانے آدمی کو یا فلانے کام میں دے دینا یہ وصیت ہے چاہے تندرستی میں کہے چاہے بیماری میں پھر چاہے اس بیماری میں مرجاوے یا تندرست ہو جاوے اور جو خود اپنے ہاتھ سے کہیں دے دے کسی کو قرضہ معاف کر دے تو اس کا حکم یہ ہے کہ تندرستی میں ہر طرح درست ہے اور اسی طرح جس بیماری سے شفا ہو جاوے اس میں بھی درست ہے اور جس بیماری[عه] میں مر جاوے وہ وصیت ہے جس کا حکم آگے آتا ہے۔

مسئلہ ۱۔ اگر کسی کے ذمہ نمازیں یا روزے یا زکوٰۃ[4] یا قسم و روزہ وغیرہ کا کفارہ باقی رہ گیا ہو اور اتنا مال بھی موجود ہو تو مرتے وقت اس کے لئے وصیت کر جانا ضروری اور واجب ہے اسی طرح اگر کسی کا کچھ قرض ہو یا کوئی امانت اس کے پاس رکھی ہو اس کی وصیت کر دینا بھی واجب ہے نہ کرے گی تو گنہگار ہو گی اور کچھ رشتہ دار غریب ہوں جن کو شرع سے کچھ میراث نہ پہنچتی ہو اور اس کے پاس بہت مال و دولت

ع۵۔ ولنفقۃ الرہن والخراج علی الراہن ۱۲ در ص ۳۱۳

عه اس بیماری سے مرض الموت مراد ہے یعنی ایسا مرض جس سے غالب گمان مرنے کا ہو اور اسی مرض میں مر جاوے

[1] ولا یکلف من قضی بعض دینہ او ابرء لحضر لیسلم بعض رہنہ حتی یقبض البقیۃ کمن الدین ۱۲ در مختار بر شامی ص ۳۱۲ ج ۵۔

[2] فلو ہلک وقیمتہ مثل دینہ صار مستوفیا دینہ وان کانت اکثر من دینہ فالفضل امانۃ وبقدر الدین صار مستوفیا وان کانت اقل صار مستوفیا بقدرہ ورجع المرتہن بالفضل ۱۲ کنز ص ۴۳۸۔

[3] رجل قال فی صحتہ او مرضہ ان احدث بی حدث فلفلان کذا عن ابی یوسف انہ قال سمعت ابا حنیفۃ رح یقول ان ہذہ وصیۃ والحدث عندنا الموت وان لم یقل حدث الموت ۱۲ قاضیخان ص ۲ ج ۴۔

[4] وہی واجبۃ بالزکوٰۃ والکفارات وفدیۃ الصیام والصلوٰۃ التی فرط فیہا ۱۲ قال محشی عبارۃ المجتبی الوصیۃ اربعۃ اقسام واجبۃ کالوصیۃ برد الودائع والدیون المجہولۃ ومستحبۃ کالوصیۃ بالکفارات وفدیۃ الصلوٰۃ والصیام ونحوہا ۱۲ شامی ص ۳۱۵ ج ۵

[5] یبدء من ترکۃ المیت الخالیۃ عن تعلق حق الغیر بعینہا کالرہن والعبد الجانی بتجہیزہ من غیر تقتیر ولا تبذیر بکفن السنۃ ثم دیونہ التی لہا مطالب من جہۃ العباد ثم وصیتہ من ثلث ما بقی ثم تقسیم الباقی بین ورثتہ ۱۲ در مختار بر شامی ص ۵۰۰ ج ۵

ویجوز بالثلث للاجنبی وان لم یجز الوارث ذلک لا الزیادۃ علیہ الا ان یجیز الورثۃ بعد موتہ الخ در مختار بر شامی ص ۴۷ ج ۵۔

ہے تو ان کو کچھ دلا دینا اور وصیت کر جانا مستحب ہے اور باقی اور لوگوں کے لئے
وصیت کرنے نہ کرنے کا اختیار ہے۔

مسئلہ ۳ - مرنے کے بعد مردے[۱] کے مال میں سے پہلے تو اس کی گور و کفن کا سامان
کریں پھر جو کچھ بچے اُس سے قرضہ ادا کر دیویں اگر مردے کا سارا مال قرضہ ادا کرنے
میں لگ جائے تو سارا مال قرضہ میں لگا دیں گے وارثوں کو کچھ نہ ملے گا اس لئے
قرض ادا کرنے کی وصیّت پر بہر حال عمل کریں گے اگر سب مال اس وصیت کی وجہ
سے خرچ ہو جاوے تب بھی کچھ پروا نہیں بلکہ اگر وصیت بھی نہ کر جاوے تب
بھی قرضہ اول ادا کریں گے اور قرض کے سوا اور چیزوں کی وصیت کا اختیار فقط
تہائی مال میں ہوتا ہے یعنی جتنا مال چھوڑا ہے اس کی تہائی میں سے اگر وصیت
پوری ہو جاوے مثلاً کفن دفن اور قرضہ میں لگا کر تین سو روپیہ بچے اور سو روپیہ
میں سب وصیتیں پوری ہو جاویں تب تو وصیت کو پورا کریں گے اور تہائی مال
سے زیادہ لگانا وارثوں کے ذمہ واجب نہیں تہائی میں سے جتنی وصیتیں پوری
ہو جاویں اس کو پورا کریں باقی چھوڑ دیں البتہ اگر سب وارث بخوشی رضامند ہو جاویں
کہ ہم اپنا اپنا حصہ نہ لیویں گے تم اس کی وصیت میں لگا دو تو البتہ تہائی سے زیادہ
بھی وصیت میں لگانا جائز ہے لیکن نابالغوں کی وصیت کا بالکل اعتبار نہیں
ہے وہ اگر اجازت بھی دیں تب بھی ان کا حصہ خرچ کرنا درست نہیں۔

مسئلہ ۴ جس شخص کو میراث میں مال ملنے والا ہو[۲] جیسے باپ ماں شوہر بیٹا وغیرہ اس
کے لئے وصیت کرنا صحیح نہیں اور جس رشتہ دار کا اس کے مال میں کچھ حصہ نہ ہو یا رشتہ دار
ہی نہ ہو کوئی غیر ہو اس کے لئے وصیت کرنا درست ہے لیکن تہائی مال سے زیادہ
دلانے کا اختیار نہیں اگر کسی نے اپنے وارث کو وصیت کر دی کہ میرے بعد اس
کو فلانی چیز دے دینا یا اتنا مال دے دینا تو اس وصیت سے پانے کا اس کو کچھ
حق نہیں ہے البتہ اگر اور سب وارث راضی ہو جاویں تو دے دینا جائز ہے اسی
طرح اگر کسی کو تہائی سے زیادہ وصیت کر جائے اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر

۱؎ یبدأ من ترکۃ المیت الخالیۃ
عن تعلق حق الغیر بعینها
کالرہن والعبد الجانی بتجهیزه
من غیر تقتیر ولا تبذیر
ککفن السنۃ ثم دیونہ التی
لها مطالب من جہۃ العباد
ثم وصیتہ من ثلث ما بقی
ثم تقسیم الباقی بین ورثتہ
۱۲ در مختار بر شامی ص۷۴۴ ج۵
وتجوز بالثلث للاجنبی
وان لم یجز الوارث ذلک
لا الزیادۃ علیہ الا ان تجیز
الورثۃ بعد موتہ الخ در
مختار بر شامی ص۶۵۷ ج۵
۲؎ ولا تجوز الوصیۃ لوارثہ
وقاتلہ مباشرۃ الا باجازۃ
ورثتہ الخ در مختار حاشیہ
شامی ص۶۵۸ ج۵ قال المحشی
قولہ ولوارثہ ای الوارث
وقت الموت ۱۲ حوالہ بالا

کسی کو تہائی سے زیادہ وصیت کر جائے اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر سب وارث بخوشی راضی ہو جاویں تو تہائی سے زیادہ ملے گا ورنہ فقط تہائی مال ملے گا اور نابالغوں کی اجازت کا کسی صورت میں اعتبار نہیں ہے ہر جگہ اس کا خیال رکھو ہم بار بار کہاں تک لکھیں[ع]

مسئلہ[۵] - اگرچہ تہائی مال میں وصیت[۱] کر جانے کا اختیار ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ پوری تہائی کی وصیت نہ کرے کم کی وصیت کرے بلکہ اگر بہت زیادہ مالدار نہ ہو تو وصیت ہی نہ کرے وارثوں کے لئے چھوڑ دے کہ اچھی طرح فراغت سے بسر کریں کیونکہ اپنے وارثوں کو فراغت اور آسائش میں چھوڑ جانے میں بھی ثواب ملتا ہے ہاں البتہ اگر ضروری وصیت ہو جیسے نماز روزہ کا فدیہ تو اس کی وصیت بہر حال کر جاوے ورنہ گناہ گار ہوگی۔

مسئلہ[۶] کسی نے کہا میرے[۲] بعد میرے مال میں سے سو روپیہ خیرات کر دینا تو دیکھو گور و کفن اور قرض ادا کرنے کے بعد کتنا مال بچا ہے اگر تین سو یا اس سے زیادہ ہو تو پورے سو روپیہ دینا چاہیئے اور جو کم ہو تو صرف تہائی دینا واجب ہے ہاں اگر سب وارث بلا کسی دباؤ و لحاظ کے منظور کر لیں تو وہ اور بات ہے۔

مسئلہ[۷] اگر کسی[۳] کے کوئی وارث نہ ہو تو اس کو پورے مال کی وصیت کر دینا بھی درست ہے اور اگر صرف بیوی ہو تو تین چوتھائی کی وصیت درست ہے اسی طرح اگر کسی کے صرف میاں ہے تو آدھے مال کی وصیت درست ہے۔

مسئلہ[۸] - نابالغ کا وصیت کرنا درست[۴] نہیں۔

مسئلہ[۹] - وصیت کی کہ میرے جنازے[۵] کی نماز فلاں شخص پڑھے فلاں شہر میں یا فلانے قبرستان یا فلاں کی قبر کے پاس مجھکو دفنانا فلانے کپڑے کا کفن دینا میری قبر پکی بنا دینا قبر پر قبہ بنا دینا قبر پر کوئی حافظ بٹھا دینا کہ پڑھ پڑھ کے بخشا کرے تو اس کا پورا کرنا ضروری نہیں بلکہ تین قسم یا اخیر کی بالکل جائز ہی نہیں پورا کرنیوالا گنہگار ہوگا

[ع] لوگ اس میں بڑی بے احتیاطی کرتے ہیں اسلئے زیادہ اہتمام کیلئے بار بار کہا جاتا ہے تاکہ خوب احتیاط کریں ۱۲

[۱] وتجوز بالثلث للاجنبي وندب بالاقل منه ولو عند غنی ورثته ۱۲ در مختار صفحہ ۴۱۷
[۲] ثم وصیته من ثلث ما بقی بعد تجهیزه ودیونه ۱۲ ودلیل الجزء الباقی من المسئلة مر فیما سبق ۱۲ در مختار برحاشیہ شامی ص ۴۸۵
[۳] وصحت بالکل عند عدم ورثته ۱۲ حوالہ بالا ص ۴۱۸
[۴] لا یجوز وصیة الصبي اذا لم یکن مراہقا عندنا ۱۲ قاضی خاں صفحہ ۴۲۳ ج ۴۔
[۵] اذا اوصی بان یصلی علیه فلان او یحمل علیه بعد وفاته الی بلد آخر او یکفن فی ثوب کذا او یطین قبره او یضرب علی قبره قبة او یدفع الی انسان شیئا لیقرء علی قبره فهی باطلة ۱۲ فتاوی سراجیہ برحاشیہ قاضیخاں صفحہ ۲۳۳ ج ۴

مسئلہ[۱۰] اگر کوئی وصیت کر کے اپنی[۱] وصیت سے لوٹ جائے یعنی کہہ دے کہ اب مجھے ایسا منظور نہیں اس وصیت کا اعتبار نہ کرنا تو وہ وصیت باطل ہو گئی۔

مسئلہ[۱۱] جس طرح تہائی مال سے[۲] زیادہ کی وصیت کر جانا درست نہیں اسی طرح بیماری کی حالت میں اپنے مال کو تہائی سے زیادہ بجز اپنے ضروری خرچ کھانے پینے دوا دارو وغیرہ کے خرچ کرنا بھی درست نہیں اگر تہائی سے زیادہ دے دیا تو بدون اجازت وارثوں کے یہ دینا صحیح نہیں ہوا جتنا تہائی سے زیادہ ہے وارثوں کو اس کے لے لینے کا اختیار ہے اور نابالغ اگر اجازت دیں تب بھی معتبر نہیں اور وارث کو تہائی کے اندر بھی بدون سب وارثوں کی اجازت کے دینا درست نہیں اور یہ حکم جب ہے کہ اپنی زندگی میں دے کر قبضہ بھی کرا دیا ہو اور اگر دے تو دیا لیکن قبضہ ابھی نہیں ہوا تو مرنے کے بعد وہ دینا بالکل ہی باطل ہے اس کو کچھ نہ ملے گا وہ سب مال وارثوں کا حق ہے اور یہی حکم ہے بیماری کی حالت میں خدا کی راہ میں دینے نیک کام میں لگانے کا غرض کہ تہائی سے زیادہ کسی طرح صرف کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ[۱۲] بیمار کے پاس[۳] بیمار پرسی کی رسم سے کچھ لوگ آ گئے اور کچھ دن یہیں لگ گئے کہ یہیں رہتے اور اس کے مال میں کھاتے پیتے ہیں تو اگر مریض کی خدمت کے لئے ان کے رہنے کی ضرورت ہو تو خیر کچھ حرج نہیں اور اگر ضرورت نہ ہو تو ان کی دعوت مدارات کھانے پینے میں بھی تہائی سے زیادہ لگانا جائز نہیں اور اگر ضرورت بھی نہ ہو اور وہ لوگ وارث ہوں تو تہائی سے کم بھی بالکل جائز نہیں یعنی ان کو اس کے مال میں کھانا جائز نہیں ہاں اگر سب وارث بخوشی اجازت دے دیں تو جائز ہے۔

مسئلہ[۱۳] ایسی بیماری[ع] کی حالت میں جس میں بیمار مر جاوے اپنا قرض معاف کرنے کا بھی اختیار نہیں ہے اگر کسی وارث پر قرض آتا تھا اس کو معاف کیا تو معاف

ع۔ اس بیماری سے مرض الموت مراد ہے یعنی جس بیماری سے غالب خوف مرنے کا ہو اور اسی مرض میں مر جاوے ۱۲ محشی۔

[۱] رجل اوصی لرجل بثلث ماله او بشیء بعینه ثم قال کل وصیة اوصیت به لفلان فهو باطل یکون رجوعا ۱۲ قاضی خاں ص۴۳۳ ج ۴۔

[۲] العبرة بحال العقد فی التصرف المنجز فان کان فی الصحة فمن کل ماله والا فمن ثلثه والمضاف الی موته من الثلث وان کان فی الصحة ومرض صح منه کالصحة واعتاقه ومحاباته وهبته وضمانه وصیة فان حابی فاعتق فهی احق وهما فی عکسه سواء ۱۲ شرح وقایه ص۶۷۹ وقال قبل ذلک وصح هبة مقعد ومفلوج واشل ومسلول من کل ماله ان یطال مدته ولم یخف موته والا فمن ثلثه ۱۲ حواله بالا ص۶۷۵ ملخص محمد حیات عفی عنه۔

[۳] قال فی البزازیة وفی العتابی اجتمع قرابة المریض عنده یاکلون من ماله ان کانوا ورثة لم یجز الا ان یحتاج المریض الیهم لتعاهد فیاکلون مع عیاله بلا اسراف وان لم یکونوا ورثة جاز من ثلث ماله لو بامر المریض ۱۲ شامی جلد ۵ ص۶۷۱

[۴] لو وهب شیئا لوارثه فی مرضه او اوصی له بشیء وامر بتنفیذه قال الشیخ الامام ابوبکر محمد بن الفضل کلاهما باطلان فان اجاز بقیة الورثة ما فعل وقالوا اجزنا ما امر به المیت ینصرف الاجازة الی الوصیة لانها مامورة الی الهبة ۱۲ قاضی خان ص۴۲۶ جلد ۴۔

نہیں ہوا اگر سب وارث یہ معافی منظور کریں اور بالغ ہوں تب معاف ہوگا اور اگر کسی غیر کو معاف کیا تو تہائی مال سے جتنا زیادہ ہوگا معاف نہ ہوگا اکثر دستور ہے کہ بی بی مرتے وقت اپنا مہر معاف کر دیتی ہے یہ معاف کرنا صحیح نہیں۔

مسئلہ ۱۴۔ حالت حمل میں درد شروع ہو جانے کے بعد[1] اگر کسی کو کچھ دیوے یا مہر وغیرہ معاف کرے تو اس کا بھی وہی حکم ہے جو مرتے وقت دینے لینے کا ہے یعنی اگر خدا نہ کرے اس میں مرجاوے تب تو یہ وصیت ہے کہ وارث کے لئے کچھ جائز نہیں اور غیر کے لئے تہائی سے زیادہ دینے اور معاف کرنے کا اختیار نہیں البتہ اگر خیر وعافیت سے لڑکا ہو گیا تو اب وہ دینا اور لینا اور معاف کرنا صحیح ہو گیا۔

مسئلہ ۱۵۔ مرجانے کے بعد اس کے مال میں سے گور وکفن کرو[2] جو کچھ بچے تو سب سے پہلے اس کا قرض ادا کرنا چاہئے وصیت کی ہو یا نہ کی ہو قرضہ کا ادا کرنا بہر حال مقدم ہے بی بی کا مہر بھی قرضہ میں داخل ہے اگر قرضہ نہ ہو یا قرضہ سے کچھ بچ رہے تو دیکھنا چاہئے کچھ وصیت تو نہیں کی ہے اگر کی ہے تو تہائی میں وہ جاری ہوگی اور اگر نہیں کی یا وصیت سے جو بچا ہے وہ سب وارثوں کا حق ہے شرع سے جن جن کا حصہ ہو کسی عالم سے پوچھ کر کے دے دینا چاہئے یہ جو دستور ہے کہ جو جس کے ہاتھ لگا لے بھاگا بڑا گناہ ہے یہاں نہ دوگے تو قیامت میں دینا پڑے گا جہاں روپیہ کے عوض نیکیاں دینا پڑیں گی اسی طرح لڑکیوں کا حصہ بھی ضرور دینا چاہئے شرع سے اُن کا بھی حق ہے۔

مسئلہ ۱۶۔ مردہ کے مال میں سے لوگوں کی مہمانداری آنے والوں[4] کی خاطر مدارات کھلانا پلانا صدقہ خیرات وغیرہ کچھ کرنا جائز نہیں ہے اسی طرح مرنے کے بعد سے دفن کرنے تک جو کچھ اناج وغیرہ فقیروں کو دیا جاتا ہے مردہ کے مال میں سے اس کا دینا بھی حرام ہے مردہ کو ہرگز کچھ ثواب نہیں پہنچتا بلکہ ثواب سمجھنا سخت گناہ ہے کیونکہ اب یہ سب مال تو وارثوں کا ہو گیا پرائی حق تلفی کر کے دینا ایسا ہی ہے جیسے غیر کا مال چرا کے دیدینا سب مال وارثوں کو بانٹ دینا چاہئے ان کو اختیار ہے

[1] تبرع الحامل حالۃ الطلق من الثلث ۱۲ شامی صفحہ ۴۴۳ ج ۵۔

[2] یبدء من ترکۃ المیت الخالیۃ عن تعلق حق الغیر بعینہا کالرہن والعبد الجانی بتجہیزہ من غیر تقتیر ولا تبذیر ثم دیونہ التی لہا مطالب من جہۃ العباد ثم تقدم وصیتہ من ثلث ما بقی ثم تقسیم الباقی بین ورثتہ ۱۲ در مختار صفحہ ۵۸۴ جلد ۵۔

[3] وللوصی ان یجد دی ... فانظر الیتیم بمال الیتیم والی لضیفی عنہ اذا کان الیتیم موسرا فی قول ابی حنیفۃ وابی یوسف وفی القیاس وہو قول محمد وزفر لا یملک ذلک فان فعل کان ضامنا ۱۲ قاضیخاں صفحہ ۵۱۳ ج ۴۔

[4] ویکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اہل المیت لانہ شرع فی السرور لا فی الشرور وہی بدعۃ مستقبحۃ الخ شامی صفحہ ۲۲۹ ج ۵ وفیہا عن ابی جعفر اوصی باتخاذ الطعام بعد موتہ ویطعم الذین یحضرون التعزیۃ جاز من الثلث ۱۲ در مختار صفحہ ۲۲۶ ج ۵ وفتاویٰ سراجیہ صفحہ ۲۲۴ ج ۴ قاضی خاں وقریب منہ مافی قاضیخاں صفحہ ۲۱۴ ج ۴

اپنے اپنے حصہ میں سے چاہے شرع کے موافق کچھ کریں یا نہ کریں بلکہ وارثوں سے اس خرچ کرنے اور خیرات کرنے کی اجازت بھی نہ لینا چاہیے کیونکہ اجازت لینے سے فقط ظاہر دل سے اجازت دیتے ہیں کہ اجازت نہ دینے میں بدنامی ہوگی ایسی اجازت کا کچھ اعتبار نہیں۔

مسئلہ - اسی طرح یہ جو دستور ہے کہ اس کے استعمالی کپڑے خیرات کر دیئے جاتے ہیں یہ بھی بغیر اجازت وارثوں کے ہرگز جائز نہیں اور اگر وارثوں میں کوئی نابالغ ہو تب تو اجازت دینے پر بھی جائز نہیں پہلے مال تقسیم کر لو تب بالغ لوگ اپنے حصے میں سے جو چاہیں دیں بغیر تقسیم کئے ہرگز نہ دینا چاہیئے۔

تمام شد حصہ پنجم بہشتی زیور

دستور العمل[2] تدریس[3] حصہ چہارم و پنجم

(۱) ان دونوں حصوں میں نکاح اور طلاق اور ان کے تعلق کے مسئلے اور معاملات خرید و فروخت وغیرہ کے مسائل بیان کئے گئے ہیں۔ اور چونکہ اہل حقوق کے حقوق ادا کرنے اور قرآن مجید کے صحیح پڑھنے کا واجب ہونا فقہ کی کتابوں میں اجمالاً مذکور ہے اس لئے ان دونوں کے احکام بھی اوپر کے مسئلوں کے علاوہ ان میں شامل کر دیئے گئے ہیں۔

(۲) ان دونوں حصوں کے مسئلے کسی قدر باریک ہیں اگر کم عمری یا کم فہمی کی وجہ سے باوجود سمجھانے کے بھی اچھی طرح نہ سمجھ سکیں تو مناسب ہے کہ تیسرے حصہ کے بعد ان دونوں کی جگہ چھٹا حصہ وغیرہ پڑھا دیں پھر سمجھ زیادہ ہو جانے کے بعد ان دونوں کو پڑھاویں۔

(۳) مسئلوں کا تختی پر لکھنا۔ اور جو مسئلے شرمناک آخر حصہ چہارم میں بذیل[4] سرخی مسائل ذیل کے پڑھانے کے طریقے درج ہیں ان کو چھڑا دینا اور پھر موقع سے دوسرے

[1] یعنی دلیلہ جمار سابقا فتدبر ۱۲۔
[2] دستور العمل کے معنے طریقہ اور طرز کے ہیں ۱۲
[3] تدریس کے معنے پڑھانے کے ہیں۔
[4] یعنی جہاں موٹے قلم سے عبارت لکھی ہے کہ مسائل ذیل کے پڑھانے کا طریقہ ۱۲

وقت سمجھا دینا۔ اور امتحان لیتے رہنا۔ اور پڑھے ہوئے مسئلوں کے خلاف کرنے کی صورت میں روک ٹوک کر کے مسائل کے موافق عمل کرنے کی تاکید رکھنا وغیرہ یہ سب امور جیسے پہلے حصوں میں تھے اسی طرح ان دونوں میں بھی خیال رکھیں ✦

(۴) نکاح خواں[1] قاضی اگر نکاح کے مسائل یاد کرلیں تو نکاح پڑھانے میں غلطیاں نہ کریں اور جو عورتیں یہ مسائل جان لیں وہ اپنے اَن پڑھ شوہروں کو بھی سمجھا دیں تاکہ دونوں میاں بی بی نکاح میں فرق پڑنے کے گناہ سے بچیں ✦

(۵) قرآن مجید کے صحیح پڑھنے کے قاعدوں کی عادت ڈالنے میں بہت ہی کوشش کریں تاکہ قرآن مجید کے غلط پڑھنے کے گناہ سے محفوظ رہیں[2]

(۶) حقداروں کے حقوق کا بھی خیال کم ہوتا ہے اس لئے اس کی بھی دیکھ بھال رکھیں ✦

(۷) معاملات کے اکثر مسائل میں بے احتیاطی کرنے سے حق العباد[3] کا مواخذہ ہوتا ہے اور روزی حرام ہو جاتی ہے جس کے کھانے سے نیک کاموں میں سستی اور برے کاموں کی رغبت پیدا ہوتی ہے اس واسطے ان مسئلوں کے سمجھانے میں اور ان کے موافق عمل کرانے میں بڑی کوشش کرنی چاہیئے گھر میں اور محلے میں جو لوگ اَن پڑھ ہوں ان کو بھی کبھی کبھی یہ مسئلے سُنا سُنا کر سمجھا دیا کریں تو نہایت ہی نفع اور ثواب حاصل ہو۔

---

[1] یعنی نکاح پڑھانے والا ۱۲۔

[2] یعنی بچی رہیں اور قرآن شریف کے غلط پڑھنے کا گناہ بہت سخت ہے بعض جگہ غلط پڑھنے سے آدمی کافر بھی ہو جاتا ہے ۱۲ محشی عفرلہ۔

[3] حق العباد سے مراد بندوں کے حق جیسے خاوند کا حق بیوی پر اور بیوی کا حق خاوند پر یا باپ کا بیٹی پر اور بیٹی کا باپ پر اور استاد کا شاگرد پر اور شاگرد کا استاد پر اور اس کے سوا بہت آپس کے حقوق ہیں جو اپنے موقع پر بیان کئے گئے ہیں ۱۲۔

بہشتی جوہر

ضمیمہ بہشتی زیور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حلال مال طلب کرنے کا بیان

حدیث میں [ع] ہے کہ حلال (مال) کا طلب کرنا فرض ہے بعد (اور) فرض کے (مطلب یہ ہے کہ حلال مال کا حاصل کرنا فرض ہے اور فرضوں کے یعنی اُن فرضوں کے بعد جو ارکان[1] اسلام ہیں جیسے نماز روزہ وغیرہ یعنی مال حلال کی طلب فرض تو ہے مگر اس فرض کا رتبہ دوسرے فرضوں سے کم ہے جو کہ ارکان اسلام ہیں اور یہ فرض اس شخص کے ذمہ ہے جو مال کا ضروری خرچ کے لئے محتاج ہو خواہ اپنی ضرورت رفع[2] کرنے کو یا اپنے اہل[3] وعیال کی ضرورت رفع کرنے کو اور جس شخص کے پاس بقدر ضرورت موجود ہے مثلاً صاحب جائداد ہے اور کسی طرح سے اس کو مال مل گیا تو اس کے ذمہ یہ فرض نہیں رہتا اس لئے کہ مال کو حق تعالیٰ نے حاجتوں کے دفع کرنے کے لئے پیدا کیا ہے تاکہ بندہ ضروری حاجتیں پوری کر کے اللہ پاک کی عبادت میں مشغول ہو کیونکہ بغیر کھائے پئے عبادت نہیں ہوسکتی پس مال مقصود لذاتہ[4] نہیں بلکہ مطلوب لغیرہ[5] ہے سو جب ضرورت کے قابل میسر ہو گیا تو خواہ مخواہ حرص کی وجہ سے اس کو طلب کرنا اور

[ع] عن عبداللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طلب کسب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ رواہ البیہقی فی شعب الایمان وروی الدیلمی عن انس مرفوعا بسند حسن بلفظ طلب الحلال واجب علی کل مسلم ۱۲

[1] ارکان رکن کی جمع ہے اس کے معنی لغت میں کھمبے اور ستون کے ہیں گویا یہ چیزیں اسلام کے ستون ہیں ۱۲

[2] رفع کے معنے دور کرنا یہاں پورا کرنا مراد ہے کہ پھر وہ ضرورت باقی نہ رہے ۱۲

[3] اہل سے مراد بیوی اور عیال سے اولاد ۱۲

[4] مدعا صرف مال کا حاصل کر کے رکھ لینا آدمی کو کافی ہوا کرتا مگر زندگی کے لئے صرف یہ بات ہرگز کافی نہیں دیکھو اگر کسی بادشاہ کو خزانوں کی کوٹھڑی میں کہ جہاں سونے چاندی اور جواہرات کے انبار چنے ہوں بند کر دیا جائے اور دانہ پانی سب بند کر دیا جائے تو وہ کچھ عرصہ کے بعد مرا ہوا پایا جائے گا۔ سونے چاندی کو چاٹنا یا دیکھنا بالکل بے فائدہ ہوگا ۱۲

[5] یعنی کھانے پینے پہننے رہنے برتنے غرض تمام سامان زندگی حاصل کرنے کے لئے مقصود ہے ۱۲ محشی غفر اللہ لہ۔

بڑھانا نہ چاہیئے پس جس کے پاس قدر ضرورت موجود ہو اس پر بڑھانا فرض نہیں بلکہ مال کی حرص خدا تعالےٰ سے غافل کرنے والی اور اس کی کثرت گناہوں میں مبتلا کرنے والی ہے خوب سمجھ لو اور اس کا بہت لحاظ رہے کہ مال حلال میسر آوے حرام کی طرف مسلمان کی بالکل توجہ نہ ہونی چاہیئے اس لئے کہ وہ مال بے برکت ہوتا ہے اور ایسا شخص جو کہ حرام خور ہو دین و دنیا میں ذلت اور خدا تعالےٰ کی پھٹکار میں مبتلا رہتا ہے اور بعضے جاہلوں کا یہ خیال کہ آج کل حلال مال کمانا غیر ممکن ہے اور حلال مال ملنے سے مایوسی ہے سراسر غلط اور شیطان کا دھوکا ہے۔ خوب یاد رکھو کہ شریعت پر عمل کرنے والے کی غیب سے مدد ہوتی ہے جس کی نیت حلال کھانے اور حرام سے بچنے کی ہوتی ہے۔ حق تعالےٰ اس کو ایسا ہی مال مرحمت فرماتے ہیں اور یہ امر مشاہدہ سے بھی ثابت ہے اور قرآن و حدیث میں تو جا بجا یہ وعدہ آیا ہے اس نازک زمانہ میں جن خدا تعالےٰ کے بندوں نے حرام اور شبہہ کے مال سے اپنے نفس کو روک لیا ہے ان کو حق تعالیٰ عمدہ حلال مال مرحمت فرماتے ہیں اور وہ لوگ حرام خوروں سے زیادہ راحت اور عزت سے رہتے ہیں جو شخص اپنے ساتھ اور دوسرے حضرات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ معاملہ دیکھتا ہے اور جا بجا قرآن و حدیث میں یہ مضمون پاتا ہے وہ ایسے جاہلوں کے کہنے کی کچھ پروا نہیں کر سکتا اور اگر کسی معتبر کتاب میں ایسی بات نظر سے گزرے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے جو جاہلوں نے سمجھ رکھا ہے پس جب وہ مضمون دیکھو تو کسی پکے دیندار عالم سے اس کا مطلب دریافت کرو انشاء اللہ تعالےٰ تمہاری تسلی ہو جاوے گی اور ایسی بیہودہ باتوں کا وسوسہ دل سے نکل جاوے گا خوب سمجھ لو لوگ مال کے باب میں بہت کم احتیاط کرتے ہیں ناجائز نوکریاں کرتے ہیں دوسروں کی حق تلفی کرتے ہیں یہ سب حرام ہے اور خوب یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کسی بات کی کمی نہیں جس قدر تقدیر میں لکھا ہے وہ ضرور مل کر رہے گا پھر بدنیتی کرنا اور دوزخ میں جانے کی تیاری کرنا کون سی عقل کی بات ہے چونکہ لوگوں کو مال حلال کی طرف توجہ بہت کم ہے اس

ف۱ اسی وجہ سے ہماری زبانوں میں تاثیر نہیں اور ہماری عبادتوں میں برکت نہیں دعا مقبول نہیں اکثر لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ فلاں مقصد کے لیے ہم نے اتنے بڑے بزرگ کا بتلایا ہوا عمل پڑھا لیکن کامیابی نہیں ہوئی لہٰذا وہ عمل ٹھیک نہیں حالانکہ کامیابی نہ ہونے کی وجہ ان کا لقمہ حرام ہے جس سے وہ بالکل غافل ہیں صدق مقال یعنی سچی بات اور اکل حلال پیدا کرو پھر دیکھو اثر کیسے نہیں ہوتا ۔۱۲

لئے بار بار تاکید سے یہ مضمون بیان کیا گیا۔ دنیا میں اصل مقصود انسان اور جن کی پیدائش سے یہ ہے کہ انسان اور جن حق تعالیٰ کی عبادت کریں لہٰذا اس بات کا ہر معاملہ میں خیال رکھو اور کھانا پینا اس لئے ہے کہ قوت پیدا ہو جس سے خدا کا نام لے سکے یہ مطلب نہیں ہے کہ شب و روز لذتوں میں مشغول رہے اور اللہ میاں کو بھول جاوے اور ان کی نافرمانی کرے بعضے جاہلوں کا یہ خیال کہ دنیا میں فقط کھانے پہننے اور لذتیں اڑانے کے لئے آئے ہیں سخت بد دیانتی کی بات ہے اللہ تعالیٰ جہالت کا ناس کرے کیسی بری بلا ہے۔ حدیث[1] میں ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص نے نہیں کھایا کوئی کھانا کبھی بہتر اس کھانے سے جو اپنے دونوں ہاتھ کے عمل سے ہو اور بیشک خدا کے نبی (حضرت) داؤد علیہ (الصلوٰۃ و) السلام اپنے ہاتھوں کے عمل سے کھاتے تھے (مطلب یہ ہے کہ اپنے ہاتھ کی کمائی بہت عمدہ چیز ہے مثلاً کوئی پیشہ کرنا تجارت کرنا وغیرہ خواہ مخواہ کسی پر بوجھ ڈالنا نہ چاہیئے اور پیشہ کو حقیر نہ سمجھنا چاہیئے جب اس قسم کے کام حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے کئے ہیں تو اور کون ایسا شخص ہے جس کی آبرو ان حضرات سے بڑھ کر ہے بلکہ کسی کی آبرو ان حضرات کے برابر بھی نہیں ان سے بڑھ کر تو کیا ہوتی ایک حدیث[2] میں آیا ہے کہ کوئی نبی ایسے نہیں ہوئے جنھوں نے بکریاں نہ چرائی ہوں خوب سمجھ لو اور جہالت سے بچو اور بعضے لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اگر کسی کے پاس مال حلال ہو مگر اپنے ہاتھ کا کمایا ہوا نہ ہو بلکہ میراث میں ملا ہو یا اور کسی حلال ذریعہ سے میسّر آیا ہو تو خواہ مخواہ اپنے کمانے کی فکر کرتے ہیں اور اس کو عبادت میں مشغول ہونے سے بہتر سمجھتے ہیں یہ سخت غلطی ہے بلکہ ایسے شخص کے لئے عبادت میں مشغول ہونا بہتر

[1] عن المقداد بن معدی کرب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اکل احد طعاما قط خیرا من ان یاکل من عمل یدیہ وانّ نبی اللہ داؤد علیہ السلام کان یاکل من عمل یدیہ رواہ البخاری ۱۲

[2] اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما بعث اللہ نبیا الا رعی الغنم فقال اصحابہ وانت فقال نعم کنت ارعی علی قراریط لاہل مکۃ ۱۲ رواہ البخاری۔

ملہ اور غالباً اس کی وجہ یہ ہو گی کہ اکثر حرام روزی ایسی ہی ہے کہ بے محنت آجاتی ہے یا محنت کرنے کی نسبت سے زیادہ ہاتھ لگ جاتی ہے مثلاً چور چوری کی محنت ضرور کرتا ہے مگر جتنی محنت ہوتی ہے اس سے کہیں زیادہ مال ہاتھ لگتا ہے ایک رات میں اتنا مال اٹھا لاتا ہے کہ کمانے سے دو تین رات تک بھی نہ کما سکتا۔

ملہ انبیاء علیہم السّلام کے بکریاں چرانے کو ان کی نبوت کے ساتھ مناسبت بھی بڑی زبردست ہے وہ یہ کہ چرواہا بکریوں کا حاکم ہوتا ہے کہ ان کو اپنے حکم سے ایسے ایسے مقامات پر چلاتا ہے جہاں جانے سے ان کو فائدہ پہنچے اور نقصان سے بچیں بکریوں کو غیر آدمی کے کھیت اور باغ وغیرہ محفوظ چراگاہ میں نہیں گھسنے دیتا گویا نبی کا بکریوں کو چرانا امت کو تبلیغ اور ہدایت کرنے کا ایک اچھا خاصا نمونہ ہوتا ہے اسی لئے ہر ہادی درجہ بدرجہ راعی یعنی چرواہا ہوتا ہے ارشاد فرمایا ہے کہ الا کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ یعنی آگاہ ہو کہ تم میں کا ہر ایک چرواہا ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے متعلق سوال اور باز پرس ہونے والی ہے کہ تم نے اپنے ماتحت لوگوں کو کس راستہ پر چلایا تھا

ہے جب اللہ نے اطمینان دیا اور رزق کی فکر سے فارغ البال کیا تو پھر بڑی ناشکری ہے کہ اس کا نام اچھی طرح نہ لیوے اور مال ہی کو بڑھائے جاوے بلکہ مال حلال تو جس طرح سے میسر ہووے بشرطیکہ کوئی ذلت نہ اٹھانی پڑے وہ سب عمدہ ہے اور اللہ کی بڑی نعمت ہے اس کی بڑی قدر کرنی چاہیئے اور انتظام سے خرچ کرنا چاہیئے فضول نہ اڑانا چاہیئے اور حدیث کا مطلب تو یہ ہے کہ لوگ اپنا بار کسی پر نہ ڈالیں اور لوگوں سے بھیک نہ مانگیں جب تک کوئی خاص ایسی مجبوری نہ ہو جس کو شریعت نے مجبوری قرار دیا ہو اور پیشے کو حقیر نہ جانیں اور حلال مال طلب کریں کمائی کو عیب نہ سمجھیں سو اس وجہ سے یہ مضمون مبالغہ کے طور پر بیان فرمایا گیا تاکہ لوگ اپنے ہاتھ سے کمانے کو برا نہ سمجھیں اور کمائیں اور کھائیں اور کھلائیں خیرات کریں حدیث کی یہ غرض نہیں ہے کہ سوائے اپنے ہاتھ کی کمائی کے اور کسی طرح سے جو حلال مال ملا ہو وہ حلال نہیں یا ہاتھ کی کمائی کے برابر نہیں بلکہ بعض مال[1] اپنے ہاتھ کی کمائی سے بڑھکر ہوتا ہے اور بعضے ناواقف سچے خاصان خدا پر جو متوکل ہیں طعن کرتے ہیں اور دلیل میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں جو مذکور ہوئی کہ ان کو اپنے ہاتھ سے کمانا چاہیئے محض توکل[2] پر بیٹھنا اور نذرانوں سے گزر کرنا اچھا نہیں یہ اُن کی سخت نادانی ہے ۔ اور یہ اعتراض جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا ہے ڈرنا چاہیئے سخت اندیشہ ہے کہ ان بزرگوں کی بے ادبی اور ان پر لعن و طعن سے دارین میں بلا نازل ہو اور طعن کرنے والوں کو ہلاک کر دے بلکہ اولیاء اللہ کی بے ادبی سے ایمان جاتے رہنے اور برا خاتمہ ہونے کا اندیشہ ہے اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس دن سے پہلے نابود کر دے جس دن بزرگوں پر اعتراض کرے کہ اس کے حق میں یہی بہتر ہے میں کہتا ہوں کہ قرآن و حدیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے بشرطیکہ انصاف سے اور طلب حق کے لئے تامل کیا جاوے کہ جس شخص میں توکل کی شرطیں پائی جاویں تو اس کے لئے توکل کرنا کمانے سے بدرجہا افضل ہے اور یہ

[2] ارید المعنی المتعارف وہو ترک الاسباب الظنیۃ الرزقیۃ وتفصیلہ فی کتب اہل التحقیق من القوم فافہم ۱۲

[1] اگر کوئی ہدیہ آدمی کے پاس بلا طمع اور بلا خواہش اور طلب کے آجائے تو اس کے حلال ہونے میں کوئی شبہ نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہدیہ قبول فرمایا کرتے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا میرا حرفہ ایسا نہیں ہے کہ میں اس سے کما کر اپنے بچوں کو نہ پال سکوں لیکن جب مجھے فرصت نہیں رہی اب میں خلافت کے کاموں میں ہمہ وقت مشغول ہوں لہٰذا ابوبکر رضؓ کے بچے مال یعنی بیت المال کا کھائیں گے اور ابوبکر مسلمانوں کی خدمت میں مشغول رہے گا معلوم ہوا کہ دینی ضرورتوں کی مشغولی کے سبب اگر آدمی کسی حرفہ اور کسب سے باز رہے اور وہ مسلمانوں کا دیا ہوا مال کھاوے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے ۱۲ محشی عفرلہ

اعلیٰ مقام ہے۔ مقامات ولایت سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود متوکل
تھے اور جو آمدنی متوکل کو ہوتی ہے وہ ہاتھ کی کمائی سے بہت بہتر ہے اور اس میں
خاص برکت اور خاص نور ہے جس اللہ تعالیٰ نے یہ رتبہ مرحمت فرمایا ہے اور بصیرت
اور فہم اور نور عطا فرمایا ہے وہ کھلی آنکھوں اس کی برکتیں دیکھتا ہے اور اس کا تفصیلی
بیان کسی خاص موقع پر کیا جاوے گا چونکہ یہ مختصر رسالہ ہے اس لئے طوالت کی گنجائش
نہیں اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ یہ قول سراسر غلط ہے جیسا کہ بیان ہوا اور بڑی بے انصافی
کی بات ہے کہ ایک تو خود نیک کام سے محروم رہیں اور دوسرا کرے تو اس پر لعن طعن
کرو بھلا حق تعالیٰ کو کیا منھ دکھاؤ گے جب کہ اس کے دوستوں کے درپے ہوتے ہو
اور علاوہ فائدہ مذکورہ کے توکل اختیار کرنے میں بہت سے دینی فائدے ہیں اور
وہ متوکلین جو مخلوق کی تعلیم کرتے ہیں ان کی خدمت کرنا تو بہ قدر ان کے ضروری
خرچ پورا ہونے کے فرض ہے سو اپنا حق نذرانہ سے لینا کیوں برا سمجھا گیا جب کہ غیر
متوکلین تو اپنے حقوق خوب مار دھاڑ سے لڑائی لڑ کر وصول کرتے ہیں حالانکہ
متوکلین تو بہت تہذیب اور لوگوں کی بڑی آرزو کرنے سے اپنا حق قبول کرتے
ہیں اور نذرانہ قبول کرنے میں جبکہ ذلت نہ ہو اور استغنا اور بے پروائی سے لیا
جاوے خصوصاً جب کہ اس کے واپس کرنے میں دینے والے کی سخت دلشکنی ہو تو
ظاہر ہے کہ اس میں بھلائی ہے یا برائی ہے حقیقت یہ ہے کہ ایسے حضرات جو
سچے متوکل ہیں ان کو بڑی عزت سے روزی میسر ہوتی ہے مگر ان کی نیت اور توجہ
محض خدا کے بھروسہ پر ہوتی ہے مخلوق کی طرف نگاہ نہیں ہوتی اور جو طمع رکھے مخلوق
سے اور نگاہ کرے اُن کے مال پر وہ دغا باز ہے وہ ہمارے اس کلام سے خارج ہے
ہم نے تو سچے توکل والوں کی حالت بیان کی ہے کسی کو حقیر سمجھنا خصوصاً خاصان خدا
کو بڑا سخت گناہ ہے اور اُن حضرات کا اس میں کوئی ضرر نہیں بلکہ نفع ہے کہ برا
کہنے والوں کی نیکیاں قیامت کے روز اُن کو ملیں گی تباہی تو ان کی ہے جو برا
کہتے ہیں کہ دین و دنیا تباہ ہوتی ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ توکل کی اجازت ہر

ملہ ابن ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صدقہ وصول کرنے پر مقرر کیا جب انھوں نے وصول کر کے حضرت عمرؓ کی خدمت میں پیش کر دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن کو کچھ حق الخدمت دینے کا امر فرمایا انھوں نے لینے سے انکار کیا اور یہ کہا کہ میں نے تو یہ کام محض اللہ کے واسطے کیا ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو تم کو دیا جائے وہ لے لو کیونکہ میں نے بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں یہ کام کیا تھا اور جب مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حق الخدمت دینے لگے تو یہی جواب دیا تھا جو تم نے مجھے دیا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ جو چیز تجھ کو بے سوال ملے اس کو لے لے خواہ کھالے یا خیرات کر دے ۱۲ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۶۱

شخص کو شریعت نے نہیں دی ہے اس کی ہمت کرنا اور اس کی شرطوں کا پورا ہونا بہت دشوار ہے اسی وجہ سے ایسے حضرات بہت کم پائے جاتے ہیں گویا کہ معدوم ہیں اور بہت اچھی چیز ہمیشہ کم ہی ہوتی ہے اللہ پاک کا بیحد شکر ہے کہ یہ مقام محض معمولی توجہ سے بہت عمدہ تحریر ہو گیا اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو عمل کی توفیق دیں آمین)

حدیث میں ہے کہ تحقیق اللہ (تعالیٰ) طیب ہے (یعنی کمالات کے ساتھ موصوف اور تمام عیبوں سے پاک ہے) نہیں قبول کرتا ہے مگر طیب کو (یعنی اللہ پاک طیب مال یعنی حلال مال قبول فرماتا ہے حرام مال وہاں مقبول نہیں بلکہ بعض علما نے فرمایا ہے کہ حرام مال خیرات کرکے ثواب کی امید رکھنا کفر ہے[1]) اور بیشک اللہ نے حکم کیا مومنوں کو اس چیز کا جس کا کہ حکم فرمایا مرسلین (یعنی رسولوں) کو پس فرمایا اے رسولو کھاؤ پاک چیزیں (یعنی حلال) اور عمل کرو اچھے اور فرمایا (اللہ تعالیٰ) نے اے ایمان والو کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو ہم نے تم کو دی ہیں پھر ذکر فرمایا (جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) اس آدمی کا جو لمبا سفر کرتا ہے (حج کرنے علم طلب کرنے وغیرہ کو) اس حال میں کہ پراگندہ حال اور گرد آلودہ ہوتا ہے (سفر کی مشقت سے) اور ہاتھ بڑھاتا ہے آسمان کی طرف (اور کہتا ہے) اے میرے پروردگار اے میرے پروردگار (یعنی اللہ پاک سے بار بار سوال کرتا ہے کہ رحم فرما کر مقصود عطا کر دے) حالانکہ اس کا کھانا حرام ہے اور اس کا پینا حرام ہے اور اس کا لباس حرام ہے (یعنی خورد نوش اور لباس مال حرام سے حاصل کرتا ہے) اور پالا گیا (مال) حرام سے (یعنی مال حرام سے گزر کرتا ہے اسی سے پرورش پاتا ہے ہاں جس کو والدین نے نابالغی کی حالت میں مال حرام سے پرورش کیا ہو اور بالغ ہو کر اس نے حلال مال حاصل کیا اور اس کو اپنے خورش و لباس میں صرف کیا تو وہ شخص اس حکم سے خارج ہے نابالغ ہونے کی حالت کا گناہ فقط والدین پر ہے) پس کیونکر قبول کی جاوے گی (وہ دعا) اسکے

[1] اس کی وجہ سے کہ ایک تو اس سے خدا تعالیٰ کی شان میں سخت گستاخی اور توہین ہے کہ اس کی راہ میں پلید مال دیا حالانکہ اس کی شان کے لائق ایسا مال نہ تھا دوسری یہ کہ خدا تعالیٰ کو ایسے مال کے دینے سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ دینے والے نے اس حرام مال کو حلال جانا اور حرام کو حلال جاننا کفر ہوتا ہے ۱۲ محمد حیات غفرلہ۔

ع رواہ مسلم ۱۲۔

لیے (یعنی باوجود اس قدر مشقتوں کے مال حرام کے استعمال کی وجہ سے ہرگز دعا مقبول[1] نہ ہوگی اور اگر کبھی مقصود حاصل بھی ہوگیا تو وہ دعا کے سبب سے نہیں بلکہ اس کا حاصل ہونا تقدیر الٰہی کی وجہ سے ہے جیسے کہ کافروں کے مقصود پورے ہو جاتے ہیں اور دعا کے مقبول ہونے کے یہ معنی ہیں کہ حق تعالیٰ بندہ پر نظر رحمت فرمائیں اور اس رحمت کی وجہ سے اس کو اس کا مطلوب عطا فرمائیں اور اس طلب پر ثواب عنایت ہو سو یہ بات اسی کو میسر ہوتی ہے جو شریعت کا پابند ہوا ور اللہ پاک سے مقصود طلب کرے یہاں سے معلوم ہوا کہ حلال کھانے میں بڑی برکت ہے اور واقعی اس کی خاص تاثیر ہے اور ایسا مال کھانے سے نیکی کی قوت پیدا ہوتی ہے اعضاء عقل کی تابعداری کرتے ہیں۔

حضرت سیدنا و مولانا ابو حامد محمد غزالی نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ ایک بہت بڑے درویش سے یعنی حضرت سہیل[2] رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ جو حرام کھاتا ہے اعضا اس کی عقل کی اطاعت چھوڑ دیتے ہیں (یعنی نیکی کا حکم کرتی ہے اور وہ اس کی اطاعت نہیں کرتے مگر یہ بات ان ہی حضرات کو معلوم ہوتی ہے جن کے دل کی آنکھیں روشن ہیں ورنہ جن کا دل سیاہ ہے وہ تو شب و روز اس میں مشغول رہتے ہیں اور خوب لذت اڑاتے ہیں اور ان کو کچھ بھی اثر نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ قلب کی حس اور دل کی بینائی اور بصیرت کو قائم رکھے آمین۔

حضرت سیدنا عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ (جو بڑے عالم اور زاہد اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں) فرماتے ہیں کہ مجھے ایک درہم مشتبہ مال کا لوٹا دینا (جو مجھے ملے خواہ ہدیہ کے ذریعہ سے یا کسی اور طرح) زیادہ محبوب ہے چھ لاکھ درہم خیرات کرنے سے۔ یہاں سے اندازہ کرنا چاہیے کہ مشتبہ مال کی کیا قدر ہے افسوس کہ لوگ صریح حرام بھی نہیں چھوڑتے روپیہ ملے کسی طرح ملے اور حضرات بزرگان دین مشتبہ مال کو اس قدر برا سمجھتے تھے حرام مال سے بچنا سب کے ذمہ ضرور ہے اس سے بہت بڑی احتیاط لازم ہے برا مال کھانے سے بیحد خرابیاں نفس میں پیدا ہوتی ہیں یہ انسان کا ہلاک کرنے والا ہے۔

[1] پس آج کل کے لوگوں کا یہی حال ہے کہ دعا کے قبول ہونے کی شرط تو پیدا نہیں کرتے شکایت یہ کرتے ہیں کہ ہماری دعا قبول نہیں ہوتی علاوہ ازیں دعا کی قبولیت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہی شے ملے جو مانگی ہے بلکہ بعض اوقات اس سے بہتر چیز مل جاتی ہے اور بعض اوقات کسی مصیبت سے بچا دیا جاتا ہے اور بعض اوقات آخرت کے لئے ذخیرہ بنا کر رکھی جاتی ہے ۱۲۔

[2] ان کا نام سہیل بن عمرو قرشی ہے یہ قریش کے سرداروں میں سے ہیں جنگ بدر کے دن حالت کفر میں مسلمانوں کی قید میں تھے قریش کے بڑے لیکچرار تھے اس لئے حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اس کے سامنے کے دانت نکال دوں تاکہ پھر کبھی آپ کی مخالفت میں تقریر نہ کر سکے آپ نے فرمایا نہیں وہ دن قریب ہے کہ سہیل ایک ایسے رتبہ پر ہوگا کہ تم بھی اس کی تعریف کرتے ہوگے چنانچہ صلح حدیبیہ میں سہیل مشرف باسلام ہوگئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب لوگ مرتد ہونے لگے تو حضرت سہیل نے ایک تقریر کی جس پر لوگوں میں سکون ہوگیا ۱۲ محشی غفر لہ ازاکمال۔

حدیث[۲] میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال[۱] ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان شبہ کی چیزیں ہیں (یعنی اُن کے حلال اور حرام ہونے میں شبہ ہے بعضے اعتبار سے اُن کا حلال ہونا معلوم ہوتا ہے اور بعضے اعتبار سے حرام ہونا معلوم ہوتا ہے) جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے (اور کم ہیں ایسے لوگ جو ان کو جانتے ہیں اور وہ بڑے بڑے عالم متقی ہیں جو اپنے علم پر اچھی طرح عمل کرتے ہیں) پس جس شخص نے پرہیز کیا ہے شبہ کی چیزوں سے بچالیا اس نے اپنے دین کو (یعنی عذاب دوزخ سے پناہ مل گئی) اور اپنی آبرو کو (یعنی طعنہ دینے والوں سے اپنی آبرو بچالی اس لئے کہ خلاف شرع شخص کو لوگ طعن دیتے ہیں اور ظاہر ہے کہ دین و دنیا کی بے عزتی سے بچنا ہر ذی عقل پر ضرور ہے) اور جو شخص واقع ہوا شبہ کی چیزوں میں وہ واقع ہوگا حرام میں (یعنی جو شخص شبہ کی باتوں سے پرہیز نہیں کرتا وہ رفتہ رفتہ صریح حرام باتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے جہاں نفس کو ذرا گنجائش دی گئی وہ رفتہ رفتہ اس قدر خرابی برپا کرتا ہے کہ خدا کی پناہ ہلاک ہی کر دیتا ہے سو جو شخص مال کے بارہ میں احتیاط نہ کرے جو ملے اس کو قبول کرلے کسی شبہ کی پرواہی نہ کرے وہ عنقریب حرام کھانے لگے گا نفس کو ہمیشہ شریعت کا قیدی بنا کر رکھنا چاہیئے کبھی آزادی نہ دے اور گو ایسے شبہ کا مال کھانا جس کا یہ حال معلوم نہ ہو کہ اس میں کتنا حلال ملا ہے اور کتنا حرام جائز ہے لیکن مکروہ ہے اور رفتہ رفتہ شبہ سے صریح حرام میں مبتلا ہونے کا سخت اندیشہ ہے لہٰذا چاہیئے کہ شبہ کی باتوں سے بھی بچے کہ اصل مقصود اور ہمت کی بات یہی ہے خوب سمجھ لو) مثل اس چرواہے کے جو چراتا ہے گرد اس چراہ گاہ کے جس کو بادشاہ نے اپنے جانور چرانے کے لئے خاص کر لیا ہے قریب ہے یہ کہ چرا دے اُس چراگاہ میں (یعنی جو ایسی چراگاہ کے گرد چراتا ہے وہ عنقریب خاص چراگاہ ہی میں چرانے لگے گا یا تو اس طرح کہ جانوروں کا اس طریق پر چرانا کہ حد سے آگے نہ بڑھیں دشوار ہے یا اس طرح کہ خود چرواہے ہی کو عنقریب ایسی دلیری ہو جائے گی کہ وہ اس قدر احتیاط نہ کرے گا۔ اسی طرح نفس کو

[۱] یعنی یا تو اس کے حلال ہونے کے متعلق کوئی نص وارد ہو چکی ہے یا کوئی کلیہ قاعدہ آچکا ہے کہ جس کے جزئیات میں سے ایک جزئی وہ بھی ہے ایسے ہی حرام بھی ظاہر ہے کہ یا تو اُس کی حرمت کے متعلق کوئی نص وارد ہو چکی ہے جیسے فواحش اور محارم اور وہ گناہ کے کام جن کے کرنے پر حد جاری ہوتی ہے اور جیسے مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت وغیرہ اور جو ایسے نہیں ہیں وہ مشتبہات ہیں کہ ان سے لوگ التباس اور شبہ میں رہتے ہیں کہ یہ حلال ہیں یا حرام بعض وجوہ حرام ہونے کی ہیں تو بعض حلال ہونے کی ۱۲ محشی عفر لہ۔

[۲] اس حدیث کے متعلق علماء کا یہ قول ہے کہ یہ بہت بڑے کام کی حدیث ہے یہاں تک کہ جن حدیثوں پر اسلام کا دار و مدار ہے یہ ان میں سے ایک حدیث ہے اور اس کے فوائد بکثرت ہیں ۱۲

احتیاط نہیں ہوتی اور کبھی تو ابتدا ہی سے یہاں شبہہ کے درجہ پر پہنچا حرام میں مبتلا ہو جاتا ہے اور کبھی کچھ دنوں کے بعد یہ حالت ہوتی ہے اور یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ خود رو گھانس کی چراگاہ کو صرف اپنے لئے خاص کر لینا اور دوسروں کو اس میں چرانے سے روکنا ہمارے نزدیک جائز نہیں اور یہاں تو فقط مثال بیان کرنا مقصود ہے) آگاہ رہو کہ ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہے (اور آگاہ رہو کہ اللہ کی چراگاہ (جس کی حفاظت کی گئی ہے) اس کے محارم ہیں (یعنی جن چیزوں کو اس نے حرام فرما دیا ہے تو جو شخص ان حرام چیزوں میں واقع ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کی خیانت کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ بادشاہ کی خیانت کرنا بغاوت ہے اور حق تعالیٰ چونکہ اعلیٰ درجہ کے بادشاہ ہیں لہٰذا اُن کی خیانت اعلیٰ درجہ کی بغاوت ہے جس کی سزا بھی بہت بڑی ہے) آگاہ رہو کہ انسان کے بدن میں ایک بوٹی ہے جبکہ وہ درست ہوگی (اور اس میں باطنی یا ظاہری خرابی نہ پیدا ہوگی) کل بدن درست ہوگا اور جب کہ وہ فاسد اور خراب ہوگی تو خراب ہوگا تمام بدن آگاہ رہو وہ (بوٹی) دل[1] ہے (یعنی دل سلطان البدن ہے قلب کی درستی سے تمام اعضا کی درستی رہتی ہے اور قلب کی درستی موقوف ہے اطاعت الٰہی پر گناہ کرنے سے دل اندھا ہو جاتا ہے حاصل یہ ہوا کہ نیکیوں کا وجود موقوف ہے قلب کی درستی اور صفائی پر اور قلب کی صفائی میں اکل حلال کو خاص دخل ہے پس اس سے ترغیب ہو گئی اہتمام اکل حلال کی۔

حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلاک کرے اللہ تعالیٰ یہود کو حرام کی گئیں ان پر چربیاں (یعنی گائے اور بکری کی چربی جیسا کہ قرآن مجید میں ہے) پس انھوں نے اس چربی کو گلایا پھر انھوں نے اس کو فروخت کیا[2] (یعنی حیلہ یہ کیا کہ خود چربی نہیں کھائی بلکہ اُس[ع] کے دام کھائے اور اس کو یہ سمجھے کہ یہ چربی کھانا نہیں ہے۔ حالانکہ اس حکم کا حاصل یہ تھا کہ چربی سے بالکل منتفع مت ہو اس میں بیچ کر دام کھانا بھی داخل تھا آج کل بعضے سود خواروں نے اسی قسم کے حیلہ پیدا کر لئے ہیں تاکہ ظاہر میں سود سے بچ جاویں اور حقیقت میں سود کھاویں لیکن حق تعالیٰ عالم الغیب ہے نیت

ع متفق علیہ ۱۲ منہ

[1] دل ظاہر سے مراد وہ گوشت کا ٹکڑا ہے جس کی شکل صنوبری ہے جس کی جڑ ہوتی ہے وہ تو لطیفہ انسانیہ کا محل ہے اسی لئے بدن کی اصلاح و درستی اور فساد کا دارومدار رکھا گیا ہے اور دل باطن لطیفہ نورانیہ ربانیہ ہے جس پر انوار الٰہی کا نزول ہوتا ہے ۱۲ از مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف للقاری علیہ رحمۃ اللہ الباری محشی غفر لہ

[2] یا حیلہ کیا کہ ان پر شحم کو حرام کیا تھا انھوں نے یہ خیال کیا کہ شحم سے بغیر پگھلی چربی مراد ہے لہٰذا اگر ہم اس کو پگھلا کر کام میں لاویں گے تو شحم کا کام میں لانا صادق نہ آوے گا کیونکہ وہ شحم چربی نہ ہوگی بلکہ چربی کا تیل و روغن ہو گا حالانکہ چربی کا ہر طرح سے استعمال حرام کیا گیا تھا ۱۲۔

کو خوب جانتا ہے ہرگز ہرگز ایسے حیلے نکالنا روا نہیں)

حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں ہے یہ بات کہ کمائے[1] بندہ مال حرام کو پس صدقہ دے اس میں سے سو اس سے قبول کیا جاوے نہ یہ کہ خرچ کرے اس میں سے پس برکت دی جاوے اس کے لئے اس مال میں اور نہ یہ کہ چھوڑے اپنے پیچھے مگر ہو وہ (چھوڑنا) توشہ اس کے لئے پہنچانے والا دوزخ کی طرف (یعنی مال حرام کما کر اگر صدقہ کرے مقبول نہ ہوگا اور خاک ثواب نہ ملے گا بلکہ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ حرام مال خیرات کر کے ثواب کی امید رکھنا کفر ہے اور فقیر جس کو مال حرام دیا گیا ہے اس نیت سے کہ دینے والے کو ثواب ہو اگر جانتا ہے کہ مال اس طرح کا مجھے دیا گیا ہے اور وہ باوجود جاننے کے خیرات دینے والے کو دعا دے تو وہ بھی ان علماء کے قول پر کافر ہو جائے گا اور اگر ایسا مال کسی اور خرچ میں لایا جاوے تو بھی کچھ برکت نہ ہوگی اور اگر اپنے بعد ایسا مال چھوڑے گا تو اس کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوگا کھاویں گے وارث اور عذاب میں یہ مبتلا ہوگا غرض مال حرام میں بجز ضرر کے کوئی نفع نہیں) بیشک اللہ تعالیٰ نہیں دور کرتا ہے برائی کو برائی کے ذریعہ سے (پس چونکہ حرام مال خیرات کرنا منع ہے اور گناہ ہے سو اس گناہ کے ذریعہ سے اور گناہ نہیں معاف ہو سکتے) لیکن دور کرتا ہے برائی کو بھلائی سے (پس حلال مال صدقہ کرنا گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے جبکہ باقاعدہ اور شریعت کے موافق خیرات کرے تحقیق خبیث (یعنی مال حرام) نہیں دور کرتا ہے خبیث[عہ] کو (یعنی گناہ کو)

حدیث[2] میں ہے جنت میں وہ گوشت نہ داخل ہوگا جو پلا ہے اور بڑھا ہے مال حرام سے اور ہر ایسا گوشت جو پلا بڑھا ہے مال حرام سے جہنم ہی اس کے لائق[عہ] ہے (یعنی حرام خور جنت میں بغیر سزا بھگتے داخل نہ ہوگا یہ مطلب نہیں کہ وہ کفار کی طرح کبھی داخل نہ ہوگا بلکہ اگر وہ اسلام پر مرا اور تھا حرام خور تو اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر جنت میں داخل ہو جاوے گا اگر حرام کھانے سے توبہ کرے مرنے سے پہلے اور جس کا حق اس

عہ رواہ احمد ۱۲ منہ　　عہ رواہ احمد وغیرہ ۱۲ منہ

[1] مطلب یہ ہے کہ مال حرام میں سے صدقہ مقبول نہ ہوگا اور مال حرام سے خرچ کرنے میں برکت نہ ہوگی یعنی اس قسم کا مال حرام وارثوں کے لئے چھوڑ جانے میں دوزخ کا راستہ آسان ہوتا ہے جس طرح توشہ سے منزل آسان ہوتی ہے ۱۲ محشی عفی عنہ

[2] اس حدیث کے عربی الفاظ یہ ہیں کہ عن جابر رضہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یدخل الجنۃ لحم نبت من السحت وکل لحم نبت من السحت کانت النار اولی بہ رواہ احمد والدارمی والبیہقی فی شعب الایمان ۱۲

کے ذمہ ہو وہ ادا کر دے تو البتہ حق تعالیٰ اُس کا یہ گناہ معاف فرماویں گے اور اس حدیث میں جو عذاب مذکور ہے اُس سے محفوظ رہے گا۔)

حدیث [ا] میں ہے کہ بندہ نہیں ہوتا ہے پورے پرہیزگاروں میں سے یہاں تک کہ چھوڑ دے اس چیز کو جس میں کچھ ڈر نہیں بسبب اس چیز کے جس میں اندیشہ ہے [ع] (یعنی کوئی چیز بالکل حلال ہے اور کوئی کام مباح اور جائز ہے مگر اس میں متوجہ ہونے سے اور ایسے مال کے کھانے سے کسی گناہ ہو جانے کا ڈر اور احتمال ہے تو اس حلال مال کو بھی نہ کھاوے اور ایسے جائز کام کو بھی نہ کرے اس لئے کہ اگرچہ یہ کام کرنا اور یہ مال کھانا گناہ نہیں مگر اس کے ذریعہ سے گناہ ہو جانے کا ڈر ہے اور بڑے کام کا ذریعہ بھی بُرا ہوتا ہے مثلاً عمدہ عمدہ کھانے لباس میں مشغول ہونا جائز اور حلال ہے مگر چونکہ حد سے زیادہ لذتوں میں مشغول ہونے سے گناہوں کے صادر ہونے کا اندیشہ ہے اس لئے کمال تقویٰ اور اعلیٰ درجہ کی پرہیزگاری یہ ہے کہ ایسے کاموں سے بھی بچے یا شبہے کا مال کھانا مکروہ ہے مگر اس میں ہمت کھانے کی کرنے سے اندیشہ ہے کہ عنقریب نفس ایسا بے قابو ہو جاوے گا کہ حرام کھانے لگے گا تو ایسے مال سے بھی بچنا چاہیئے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ایک غلام تھا جو ان کو خراج دیتا تھا (یہاں خراج سے وہ محصول مراد ہے جو غلام پر مقرر کیا جاتا ہے اس کی ساری کمائی میں سے کچھ کمائی مالک لیتا ہے) پس حضرت ابوبکرؓ وہ محصول اس غلام کا کھاتے تھے سو لایا وہ ایک دن کچھ (کھانے کی چیز) اور حضرت ابوبکرؓ نے اس میں سے کچھ کھا لیا تو غلام نے کہا تمھیں معلوم ہے کیا تھی یہ چیز جسے تم نے کھایا (اور کہاں سے آئی) پس فرمایا حضرت ابوبکرؓ نے کون سی چیز تھی وہ (جسے میں نے کھا لیا) اس نے کہا میں نے جاہلیت کے زمانہ میں (یعنی زمانۂ اسلام سے پہلے) ایک آدمی کو کاہنوں کے قاعدہ سے کوئی خبر دی تھی اور میں اس کام کو اچھی طرح نہیں جانتا

[ا] اس حدیث کی عربی عبارت یہ ہے کہ عن عطیۃ السعدی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یبلغ العبد ان یکون من المتقین حتی یدع ما لا باس بہ حذراً لما بہ باس رواہ الترمذی وابن ماجۃ ۱۲ ماخوذ از مشکوٰۃ شریف صد ۲۴۲

[ع] رواہ الترمذی وابن ماجہ ۱۲

تھا (یعنی کاہن لوگ جس طرح کچھ باتیں تبلاتے ہیں اور وہ کبھی جھوٹ اور غلط اور کبھی سچ اور صحیح ہو جاتی ہیں اور اس کا سچ ماننا منع ہے اور جو اس فن کے انھوں نے قاعدے مقرر کئے ہیں میں اُن سے اچھی طرح واقف نہ تھا) مگر بیشک میں نے اس آدمی کو دھوکا دیا پھر وہ[عہ] مجھے ملا سو اس نے مجھے (وہ چیز جو آپ نے کھائی) دی بذریعہ اُس کے (یعنی جو بات میں نے اس کو تبلا دی تھی اس کے عوض) تو یہ وہ چیز ہے جس میں سے آپ نے کھایا پس داخل فرمایا حضرت ابوبکرؓ نے اپنا ہاتھ حلق میں) پھر قے فرمایا (یعنی نکالدیا) تمام اس چیز کو جو ان کے پیٹ میں تھا[لہ] (یعنی احتیاط اور کمال تقویٰ کی وجہ سے تمام کھانا پیٹ کے اندر کا نکال دیا کیونکہ خاص اس کھانے کا نکالنا تو غیر ممکن تھا سو تمام پیٹ خالی کر دیا حالانکہ اگر آپ قے نہ فرماتے جب بھی گناہ نہ ہوتا)

حدیث میں ہے کہ جس[۲] نے کوئی کپڑا دس درہم کو خریدا اور اس میں ایک درہم[عہ] حرام کا تھا نہ قبول فرمائے گا حق تعالیٰ اس کی نماز جب تک کہ وہ کپڑا اس (کے بدن) پر رہے[سو] گا (یعنی گو فرض ادا ہو جائے گا مگر نماز کا پورا ثواب نہ ملے گا اور اسی طرح اور اعمال کو بھی قیاس کر لو خدا سے ڈرنا چاہیے کہ اول تو لوگوں سے عبادت ہی کیا ہوتی ہے اور جو ہوتی ہے وہ اس طرح ضائع ہو پھر کیا جواب دیا جاوے گا۔ قیامت کے روز اور کیسے عذاب دردناک کی برداشت ہو گی۔

حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشک میں ایسی کوئی چیز نہیں جانتا ہوں جو تمھیں جنّت سے قریب کر دے اور دوزخ سے دور کر دے مگر (یہ بات ہے کہ) میں نے تم کو اس کا حکم کر دیا ہے (یعنی جنّت میں داخل کرنے والے اور دوزخ سے ہٹانے والے سب اعمال میں نے تم کو تبلا دیئے ہیں) اور میں

عہ تو گویا دو طرح سے وہ اُجرت حرام تھی ایک تو کہانت کے سبب کیونکہ حدیث میں حلوان کاہن کو خبیث فرمایا ہے دوسرے دھوکہ ہی کے باعث کہ کہانت کو اچھی طرح جانتا نہ تھا اور اس نے اپنا خوب ماہر ہونا جتلایا

عہ درہم چار آنہ سے کچھ زیادہ ہوتا ہے ۱۲

سہ رواہ احمد رح ۱۲

لہ رواہ البخاری بلفظ عن عائشۃ رضہ قالت کان لابی بکر غلام یخرج (بتشدید الراء ای یعطی لہ الخراج (ہو نفریبۃ علی العبد مما یکتسبہ فیجعل لسید شطرا من ذلک) فکان ابوبکر رض یاکل من خراجہ فجاء یوما بشیٔ (من الماکول) فاکل منہ ابوبکر رض فقال الغلام تدری ما ہذا فقال ابوبکر رض وما ہو قال کنت تکہنت الانسان فی الجاہلیۃ و ما احسن الکہانۃ الا انی خدعتہ (الاستثناء منقطع ای لکن) فلقینی فاعطانی بذلک فہذا الذی اکلت منہ قالت فادخل ابوبکر یدہ فقاء کل شیٔ فی بطنہ ۱۲

سہ اس حدیث کے عربی الفاظ یہ ہیں کہ عن ابن عمر رض من اشتری ثوبا بعشرۃ دراہم وفیہ درہم حرام لم یقبل اللہ تعالیٰ لہ صلوٰۃ مادام علیہ ثم ادخل اصبعیہ فی اذنیہ وقال صمتا ان لم یکن النبی صلی اللہ علیہ وسلم سمعتہ یقولہ رواہ البیہقی فی شعب الایمان وقال اسنادہ ضعیف ۱۲۔ اس حدیث کے اخیر الفاظ کا ترجمہ یہ ہے یہ حدیث راوی نے بیان کر کے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس کر کہا کہ یہ دونوں کان بہرے ہو جائیں اگر انھوں نے یہ حدیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنی ہو ۱۲ ہ

ایسی کوئی چیز نہیں جانتا جو تمھیں جنّت سے دور کر دے اور دوزخ سے تم کو قریب کر دے مگر (یہ بات ہے کہ) میں نے تم کو اس سے منع کر دیا ہے یعنی دوزخ میں داخل کرنے والے اور جنّت سے ہٹا دینے والے کاموں سے تم کو روک چکا ہوں کہ ایسے کام مت کرو) اور بیشک روح الامین[1] (یعنی جبرئیلؑ) نے میرے دل میں ڈال دیا ہے کہ بیشک کوئی نفس ہرگز نہ مرے گا یہاں تک پورا لیلے اپنا رزق (یعنے تقدیر میں جو رزق ہر مخلوق کی لکھا جا چکا ہے بغیر اس قدر مل جانے کے پہلے کوئی نہیں مر سکتا) اگرچہ وہ رزق دیر میں ملے (یعنی ملنا ضرور ہے جس وقت پر کہ لکھدیا ہے اسی وقت پہنچے گا۔ نیت خراب کرنے اور حرام کمانے سے جلدی نہیں مل سکتا۔ خدا سے ڈرو (یعنی اس پر بھروسہ کرو اور اس کے وعدے کا یقین کرو پس حرام کمانے سے بچو) اور اختصار اختیار کرو طلب (رزق) میں (یعنی بے حد دنیا کمانے میں مشغول نہ ہو حرص نہ کرو شرع کے خلاف کمائی سے بچو) اور ہرگز نہ آمادہ کرے تم کو دیر لگنا رزق ملنے میں (اس بات پر) یہ کہ تم طلب کرنے لگو اس کو خدا تعالےٰ کی معصیت سے (یعنی روزی ملنے میں اگر دیر ہو تو گناہ اور حرام ذریعوں سے رزق نہ حاصل کرو اس لئے کہ وقت سے پہلے ہرگز نہ ملے گا خواہ مخواہ گناہ بے لذت میں مبتلا ہو گئے) اس لئے کہ بیشک اللہ تعالیٰ (کی یہ شان ہے کہ) نہیں حاصل کی جاتی وہ چیز جو اس کے پاس ہے رزق اور اس کے سوا جو چیز ہے اس کی معصیت کے ذریعہ سے (رواہ ابن ابی الدنیا فی القناعة والبیهقی فی المدخل وقال انه منقطع ونص[2] الحدیث قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لا اعلم شیئا یقربکم من الجنة ویبعدکم من النار الا امرتکم به ولا اعلم شیئا یبعدکم من الجنة ویقربکم من النار الا نهیتکم عنه وان الروح الامین نفث فی روعی ان نفسا لن تموت حتی تستوفی رزقها وان ابطأ عنها فاتقوا اللہ واجملوا فی الطلب ولا یحملنکم استبطاء شیء من الرزق ان تطلبوه بمعصیة اللہ تعالی فان اللہ تعالےٰ لاینال ما عنده من الرزق وغیره بمعصیته۔

[1] اکثر لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ جب وہ کسی ناجائز پیشہ کو چھوڑ کر نیکی کی طرف مائل ہوتے ہیں اور تقدیر الٰہی سے اس وقت ان کے لئے رزق میں تنگی لکھی ہوتی ہے تو پھر توبہ توڑ کر اسی حرام طریقہ کی طرف جھک پڑتے ہیں لیکن روزی اسی وقت فراغت سے ہاتھ آتی ہے جب خدا تعالےٰ نے فراغت سے ملنا مقدر کیا ہوتا ہے ۱۲ محشی غفرلہ

[2] یعنی حدیث جو بیان کی گئی اس کے عربی الفاظ یہ ہیں ۱۲۔

حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس حصوں میں سے نو حصّے رزق تجارت میں ہے (یعنی تجارت بہت بڑی آمدنی کا ذریعہ ہے اس کو اختیار کرو)

حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ دوست رکھتا ہے اُس مومن کو جو محنتی ہو اور ہمیشہ ور ہو نہیں پرواکرتا ہے کہ کیا پہنتا ہے یعنی محنت و مشقت میں معمولی میلے کپڑے پہنتا ہے اتنی فرصت نہیں اور ایسا موقع نہیں جو کپڑے زیادہ صاف رکھ سکے لیکن جو شخص مجبور نہ ہو اس کو سادگی کے ساتھ صاف رہنا چاہیئے)

حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف یہ وحی نہیں کی گئی کہ میں مال جمع کروں اور میں تجارت کرنے والوں میں سے ہوں اور لیکن یہ وحی کی گئی ہے مجھ کو کہ اللہ کی تسبیح (یا کی بیان کرنا یعنی سبحان اللہ کہنا) کرو اس کی حمد کے ساتھ (یعنی اس کی تعریف بیان کرو یعنی سبحان اللہ وبحمدہ پڑھو) اور ہو جاؤ سجدہ کرنے والوں میں سے (یعنی نماز پر ہمیشگی کرو اور ان لوگوں میں سے ہو جاؤ جو ہمیشہ نماز پڑھتے ہیں اور عبادت کرتے ہیں) اور اپنے پروردگار کی عبادت کرو یہاں تک کہ تم کو موت آجاوے (یعنی حاجت سے زیادہ دنیا میں مشغول نہ ہو۔ کیونکہ بقدر ضرورت معاش کا بندوبست کرنا سب پر واجب ہے ہاں جسمیں توکل کی قوت ہو اور سب شرطیں اس میں توکل کی جمع ہوں ایسا شخص البتہ سب کام چھوڑ کر محض عبادت علمیہ و عملیہ میں مشغول ہووے)

حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں فرمایا جناب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رحم کرے اللہ (تعالیٰ) آدمی نرمی کرنے والے پر جس وقت (کوئی چیز) فروخت کرے اور جس وقت (کچھ) خریدے اور جس وقت

ع‌ه رواہ البیہقی مرسلا ۱۲

عہ ولفظہ ما اوحی الی ان اجمع المال واکون من التاجرین ولکن اوحی الی ان سبح بحمد ربک وکن من الساجدین واعبد ربک حتی یاتیک الیقین رواہ فی الحلیۃ مرسلاً وابن مردویہ بسند فیہ لین ۱۲

سلہ رواہ ابراہیم الحربی فی غریب الحدیث من حدیث نعیم بن عبد الرحمٰن بلفظ تسعۃ اعشار الرزق فی التجارۃ ورجالہ ثقات ونعیم ہذا قال فیہ الحافظ ابن مندہ ذکر فی الصحابۃ ولا یصح وقال ابوحاتم الرازی وابن حبان انہ تابعی فالحدیث مرسل قالہ العراقی ۱۲

ص‌۲ ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت ابوسعید نے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امانتدار سوداگر جو سچا ہو نبیوں اور صدیقوں اور شہداء کے ساتھ ہوگا اور ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدگاہ کو جاتے میں لوگوں کو خرید و فروخت کرتے دیکھکر فرمایا کہ سوداگر لوگ قیامت کے دن فاجروں کے گروہ میں اٹھائے جائیں گے مگر جو خدا سے ڈرا اور اس نے بھلائی کی اور سچ بولا کہ وہ اُن سے مستثنیٰ ہے ۱۲

ص‌۳ ایک اور حدیث اسی مضمون میں یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گزشتہ زمانہ میں ایک شخص تھا جب ملک الموت نے اس کی روح قبض کرلی تو اس سے کہا گیا کہ کوئی بھلائی تو نے کبھی کی ہے اس نے کہا کہ میں نے اپنے علم میں تو کوئی بھلا کام نہیں کیا اس سے پھر کہا گیا کہ نہیں خوب سوچکر جواب دے اس نے کہا کہ میں نے اپنے علم میں تو کوئی بھی بھلا کام نہیں کیا البتہ اتنا ضرور کیا کرتا تھا کہ دنیا میں جو لوگوں سے لین دین کیا کرتا تھا اور مالدار کو مہلت دیتا تھا اگر آج نہ ہو تو کل دیدینا اور تنگدست کو قرضہ بالکل معاف کردیا کرتا تھا ۱۲

قرض طلب کرے (سبحان اللہ خرید و فروخت اور قرض طلب کرنے کی حالت میں نرمی اور رعایت کرنے کا کس قدر بڑا درجہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے شخص کے حق میں خاص طور پر دعا فرماتے ہیں اور آپ کی دعا یقیناً مقبول ہے اگر اس نرمی کے برتاؤ کی فقط یہی فضیلت ہوتی اور اس کے سوا کچھ ثواب نہ ملتا تو یہی بڑی نعمت تھی حالانکہ اس رعایت اور نرمی کا ثواب بھی ملے گا لہٰذا تاجروں کو مناسب ہے کہ اس صحیح حدیث پر عمل کر کے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے محل کرم ہوں نیز دنیا کا اس برتاؤ میں یہ نفع ہے کہ ایسے شخص کے معاملہ سے لوگ خوش ہوتے ہیں اور تجارت خوب چلتی ہے لوگوں کا رجوع ایسے معاملہ کرنے والے کی طرف بہت ہوتا ہے اور بعض اوقات خوش ہو کر دعا بھی دیتے ہیں واقعی بات یہ ہے کہ شریعت پر عمل کرنے والا دین و دنیا میں گویا کہ بادشاہ ہو کر رہتا ہے اور بڑی راحت سے گزرتی ہے اس سے بڑھ کر خوش نصیب کون ہے کہ جس کو دارین کی برکتیں حاصل ہوں اور خدا کے نزدیک اور اکثر لوگوں کے نزدیک بھی محبوب اور عزیز رہے رواہ البخاری بلفظ عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحم اللہ رجلاً سمحا اذا باع واذا اشتری واذا اقتضی۔

حدیث میں[1] ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچو تم زیادہ قسم کھانے سے بیچنے میں (یعنی اس خیال سے کہ ہمارا مال خوب بکے بہت قسمیں نہ کھاؤ کیونکہ زیادہ قسم کھانے میں کوئی نہ کوئی قسم ضرور جھوٹی نکلے گی اور پھر اس سے بے برکتی ہوتی ہے اور اللہ کے نام کی بے ادبی ہوتی ہے ہاں کبھی اگر ایسا کرو تو مضائقہ نہیں) اس لئے کہ تحقیق وہ (کثرت سے قسم کھانا) رواج دیتا ہے (مال کو اور لوگوں کو قسم کی وجہ سے مال کے متعلق جو امور ہوتے ہیں ان کا اعتبار آجاتا ہے) پھر بے برکت کر دیتا ہے (جس سے دین و دنیا کی منفعت سے محرومی ہوتی ہے)

حدیث میں[2] ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجارت کرنے

عہ رواہ مسلم ۱۲

[1] اس حدیث کے عربی الفاظ یہ ہیں کہ عن ابی قتادۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایاکم وکثرۃ الحلف فی البیع فانہ ینفق ثم یمحق رواہ مسلم ۱۲ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۴۳

[2] عن ابی ہریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الحلف منفقۃ للسلعۃ ممحقۃ للبرکۃ متفق علیہ ۱۲ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۴۳

[3] عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشہداء رواہ الترمذی والدارمی والدارقطنی ورواہ ابن ماجۃ عن ابن عمر قال الترمذی ہذا حدیث غریب مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۴۳

والا بہت سچا (گفتگو میں اور برتاؤ میں) بڑا امانتدار (قیامت میں) انبیاء علیہم السلام اور صدیقین (یعنی جو بڑے بڑے خدا کے ولی ہیں اور جنھوں نے ہر قول اور ہر فعل میں اعلیٰ درجہ کی سچائی اختیار کی ہے اور اللہ میاں کی نہایت اعلیٰ درجہ کی اطاعت کی ہے) اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا (یعنی ایسے تاجر کو جس کی یہ صفتیں ہوں جو بیان کی گئیں قیامت کے روز حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور حضرات صدیقین رضی اللہ عنہم اور حضرات شہداء رحمہم اللہ تعالیٰ کی ہمراہی اور دوزخ سے نجات میسر ہوگی اور ساتھ ہونے سے یہ مُراد نہیں کہ ان حضرات کی برابر رتبہ ملجاوے گا بلکہ ایک خاص قسم کی بزرگی مُراد ہے جو بڑوں کے ساتھ رہنے سے حاصل ہوتی ہے۔ جیسے کہ کوئی شخص کسی بزرگ کی دنیا میں دعوت کرے اور اُن کے ہمراہ اُن کے خادموں کی بھی ضیافت کرے تو ظاہر ہے کہ اُن بزرگ کے کھانا کھانے کی جگہ اور ان خدام کے کھانا کھانے کی جگہ نیز کھانا ایک ہی ہوگا لیکن جو درجہ ان لوگوں کے نزدیک اُن بزرگوں کا ہوگا وہ خادموں کا نہیں ہمراہی کا شرف وعزت نیز کھانے اور مکان میں شرکت کا میسر آنا ایک بہت بڑا کمال ہے جو خادموں کو حاصل ہوا ہے۔ خصوصاً جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی بہت بڑی دولت ہے۔ اگر فرض کرو کہ کھانا بھی میسر نہ ہو ہمراہی سے کچھ عزت بھی میسر نہ ہو فقط ہمراہی ہی میسر ہو تو آپ سے محبت کرنے والے مسلمان کے لئے فقط آپ کا دیدار اور آپ کی ہمراہی ہی بڑی دولت ہے بلکہ دیدار تو بڑی چیز ہے آپ کا پڑوس ہی بڑی نعمت ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی اس دعاء متبرک کا مستحق ہونا ضرور مناسب ہے)

حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اے گروہ تاجروں کے بیشک بیع ایسی چیز ہے جسمیں (اکثر) لغو باتیں ہو جاتی ہیں اور قسم کھائی جاتی ہے پس ملالو اس میں صدقہ (یعنی لغو باتیں اور قسمیں کھانا بُری بات ہے لہٰذا صدقہ کرنا چاہیئے تاکہ اُن لغویات وغیرہ کا جو کہ بلا قصد صادر ہو گئی ہیں کفارہ ہو جاوے اور قلب میں جو کدورت پیدا ہو گئی ہو وہ جاتی رہے اور لغو سے مراد بیکار کلام ہے)۔

حدیث میں ہے کہ تجارت کرنے والے قیامت کے روز فاجر اور گنہگار اُٹھائے

---

[1] اس حدیث کے عربی الفاظ یہ ہیں کہ عن قیس بن ابی عزرۃ قال کنا نسمی فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم السماسرۃ فمر بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسمانا باسم ہو احسن منہ فقال یا معشر التجار ان البیع یحضرہ اللغو والحلف فشوبوہ بالصدقۃ رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجۃ ۱۲ مشکوٰۃ شریف، ص ۲۴۳

[2] دوسری مثال اسکی یہ ہے کہ جس اسٹیشن میں وائسرائے سوار ہوتا ہے اسکے خدمتگار سپاہی وغیرہ بھی اسی کے ہمراہ ہوتے ہیں اگرچہ اس کا خاص الخاص کمرہ الگ ہوتا ہے مگر ہمراہ سب ہوتے ہیں۔ ۱۲ المحشی عفی لہ۔

[3] اس کی عربی عبارت یہ ہے کہ عن عبید بن رفاعۃ عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال التجار یحشرون یوم القیمۃ فجارا الا من اتقی وبر وصدق رواہ الترمذی وابن ماجۃ والدارمی وروی البیہقی فی شعب الایمان عن البراء وقال الترمذی ہذا حدیث حسن صحیح ۱۲ مشکوٰۃ شریف ص ۲۴۳

جاویں گے مگر جو شخص ڈرا اور سچ بولا اور خرید و فروخت میں کوئی گناہ نہ کیا تو وہ اس وبال سے بچ جاوے گا۔

ضمیمہ اولیٰ بہشتی زیور حصہ پنجم ختم ہوا

ضمیمہ ثانیہ حصہ پنجم بہشتی زیور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بلا ضرورت قرض کی مذمت

حدیث ابو سعید[1] خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے سنا اعوذ باللہ من الکفر والدین (ترجمہ) میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں کفر اور دَین (یعنی قرض) سے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ کیا آپ قرض کو کفر کے برابر (کرتے اور اس کے ساتھ ذکر) کرتے ہیں۔ فرمایا ہاں۔ (رواہ النسائی والحاکم وقال صحیح الاسناد)

حدیث[2]۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قرض خدا کا جھنڈا ہے زمین میں جب وہ کسی بندہ کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں اسکی گردن پر قرض کا بوجھ رکھدیتے ہیں (رواہ الحاکم وقال صحیح علی شرط مسلم قال الحافظ بل فیہ بشر بن عبید الدارمی)

حدیث[3] عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ آپ ایک شخص کو اس طرح وصیت فرمارہے تھے کہ گناہ کم کیا کرو

[1] اس کے عربی الفاظ یہ ہیں انہ سمع ابا سعید یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اعوذ باللہ من الکفر والدین قال رجل یا رسول اللہ اتعدل الدین والکفر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعم، نسائی مجتبائی ص ۳۱۵

[2] یہ سب حدیثیں ترغیب وترہیب کی حافظ منذری سے ماخوذ ہیں ۱۲

تم پر موت آسان ہو جائیگی اور قرض کم لیا کرو آزاد ہو کر جیو گے۔ (رواہ البیہقی)

حدیث۴ - ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے[1] کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص لوگوں کا مال ادا کرنے کی نیت سے لے حق تعالیٰ اس کا قرض ادا کر دیتے ہیں اور جو شخص لوگوں کا مال ضائع کرنے (اور مار لینے کی) نیت سے لے خدا تعالیٰ اس کو تباہ کر دیتے ہیں۔ (اس کو بخاری و ابن ماجہ وغیرہ نے روایت کیا ہے۔)

حدیث۵ - حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت میں سے جو شخص قرض کے بارے میں لد جائے اور پھر اس کے ادا کرنے میں (پوری) کوشش[ع] کرے پھر ادا کرنے سے پہلے مر جائے تو میں اس کا مددگار رہوں (رواہ احمد باسناد جید و ابویعلی والطبرانی فی الاوسط)

حدیث۶ - میمون کردی اپنے باپ سے روایت[2] کرتے ہیں (جو صحابی ہیں) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی عورت سے قلیل یا کثیر مقدار مہر پر نکاح کیا اور اسکے دل میں عورت کا حق (مہر) ادا کرنیکی نیت نہیں (بلکہ محض) دھوکا دیا پھر بدون ادا کئے ہی مر گیا تو وہ قیامت کے دن زناکار بن کر خدا کے سامنے جائیگا اور جس شخص نے کسی سے قرض لیا اور اس کے دل میں قرض ادا کرنیکی نیت نہیں (بلکہ محض) دھوکے سے اس کا مال لے لیا۔ پھر بدون ادا کئے ہی مر گیا تو وہ خدا تعالیٰ کے سامنے چور بن کر جائے گا۔ (رواہ الطبرانی فی الصغیر والاوسط ورواتہ ثقات)

حدیث۷ - عمرو بن شرید اپنے باپ سے جو (صحابی ہیں) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہوشت[3] والے کا ٹالنا اسکی آبرو اور مال کو حلال کر دیتا ہے (رواہ ابن حبان فی صحیحہ والحاکم وقال صحیح الاسناد)۔ **ف** یعنی جو شخص قرض ادا کرنے پر قادر ہو اور پھر بھی ادا نہ کرے تو قرضخواہ اسکی آبرو ریزی کر سکتا اور برا بھلا کہہ سکتا اور لوگوں میں اسکی بدمعاملگی مشتہر کر سکتا ہے اور جس طریقے سے ممکن ہو ظاہرا یا چھپ کر اپنا حق اس سے وصول کر سکتا ہے۔

[ع] پوری کوشش یہ ہے کہ حوائج ضروریہ کے علاوہ زائد اخراجات از قبیل سامان تعیش بالکل بند کر دے اور حوائج ضروریہ میں قدر کفایت پر اکتفا کرے فضول خرچی نہ کرے باقی جو فاضل رہے قلیل یا کثیر سب قرض والوں کو دیدے اور اپنے گھر میں ضرورت کے سوا زائد چیز نہ رکھے جو ایسی کوشش کرے پھر بھی قرض ادا نہ ہو سکے اس کے لئے یہ دعا ہے۔ ہذا ہو مقتضیٰ کلام الفقہاء ۱۲ ظ۔

[1] اس کی عربی عبارت یوں ہے عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من اخذ اموال الناس یرید اداءہا ادی اللہ عنہ ومن اخذ یرید اتلافہا اتلفہ اللہ علیہ ۱۲ رواہ البخاری از مشکوٰۃ ص ۲۵۲

[2] عن میمون الکردی عن ابیہ رفعہ ایما رجل تزوج امرأۃ علی ما قال من المہر او کثر لیس فی نفسہ ان تؤدی الیہا حقہا لقی اللہ یوم القیمۃ وہو زان ۱۲ از جمع الفوائد جلد اول ص ۲۱۹

[3] عن الشرید رفعہ لی الواجد یحل عرضہ وعقوبتہ ۱۲ جمع الفوائد ص ۲۵۲ جلد اول۔

حدیث۔ ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حق تعالیٰ تین شخصوں سے بہت نفرت کرتے ہیں ایک بڈھا زناکار۔ دوسرے مفلس تکبر کرنے والا تیسرے مالدار ظالم (جو قرضخواہوں پر ٹال مٹول کر کے ظلم کرتا ہے) رواہ ابن خزیمۃ فی صحیحہ وابوداؤد والنسائی والترمذی وابن حبان والحاکم وصححاہ)

دُعائے اَدائے قرض

حدیث[۹] حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مکاتب آیا اور کہنے لگا کہ میں کتابت کی رقم ادا کرنے سے عاجز ہو گیا ہوں میری امداد کیجئے۔ فرمایا کہ میں تجھ کو چند کلمات کی دُعا نہ بتلادوں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائی ہے اگر تیرے اوپر کوہ ثبیر کے برابر بھی قرض ہو گا حق تعالیٰ ادا کر دیں گے یوں کہا کر[۱] اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ (رواہ الترمذی واللفظ لہ وقال حسن غریب والحاکم وقال صحیح الاسناد)

حدیث[۱۰] انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی سے فرمایا کہ میں تم کو ایسی دعا نہ بتلاؤں کہ اگر تمہارے اوپر پہاڑ کے برابر قرض ہو تو اس کو بھی حق تعالیٰ ادا کر دینگے یوں کہا کرو[۲] اَللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ رَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَرَحِيْمَهُمَا تُعْطِيْهِمَا مَنْ تَشَاءُ وَتَمْنَعُ مِنْهُمَا مَنْ تَشَاءُ اِرْحَمْنِيْ رَحْمَةً تُغْنِيْنِيْ بِهَا عَنْ رَحْمَةِ مَنْ سِوَاكَ (رواہ الطبرانی فی الصغیر باسناد جید)

بہشتی زیور حصہ پنجم مع ضمائم قدیمہ و جدیدہ ختم ہوا۔

ع۱ یہ دعا مجرب المجرب ہے بارہا تجربہ کیا ہے اعتقاد اور حق تعالیٰ پر بھروسہ شرط ہے ۱۲ ظ

ع۲ یہ بھی نہایت مجرب ہے، بہت بزرگوں نے اس کو آزمایا ہے بحمد اللہ سب کی حاجتیں پوری ہوئیں ۱۲

اس دُعا اور پہلی دُعا کے متعلق حدیث میں کوئی عدد یا وقت مذکور نہیں ہے لہٰذا کم از کم بعد ہر نماز کے تین مرتبہ پڑھ لیا کریں اور اس سے زائد ہر شخص اپنی فرصت و قوت کو دیکھ کر مقدار و وقت مقرر کرلے ۱۲ شبیر علی۔

ل۱ ان اللہ یبغض الغنی الظلوم والشیخ الجہول والعائل المختال ۱۲ ہو مروی عن علی رضی اللہ عنہ مرفوعاً ۱۲ جمع الفوائد صـ۲۵۲

ل۲ یعنی اے خدا تو مجھے حلال مال دے کر حرام مال سے بے پروا کر دے اور اپنے فضل (روزی) کے ذریعہ اپنے ماسوا سے بے نیاز کر دے ۱۲

ل۳ اے خدا اے ملک کے بادشاہ تو جس کو چاہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے لیتا ہے اور جس کو چاہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ بہتری تیرے قبضہ میں ہے بیشک تو ہر چیز پر قابض ہے تو دنیا اور آخرت میں انتہا درجہ کا رحم فرمانے والا ہے جس کو چاہتا ہے تو دنیا اور آخرت دونوں دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے روک لیتا ہے تو مجھ پر ایسی رحمت کر جو مجھ کو تیرے ماسوا کی رحمت سے بے نیاز کر دے ۱۲ عاجز محمد حیات عفرلہ۔

۷۸٦

اشرفی

بہشتی زیور کامل و مکمل مدلل

مع

ضمائم جدیدہ و قدیمہ مفیدہ و تصحیح الاغلاط وغیرہ

(مصنفہ)

حضرت حکیم الامت مولانا و سیدنا الحاج والحافظ شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

(جس کے ہر حصہ کو)

جناب مولانا مولوی ابو سعید محمد حیات صاحب سنبھلی صدر مدرس مدرسہ امدادیہ عربیہ مراد آبادی نے

متن کے مطابق مفید ضروری اور اہم حواشی پیچیدہ مسائل کے متعلق سلیس عبارت میں تشریح و صحت

و شبہات کے بارے میں بحث متبحر علمائے کرام کے اسناد فقہائے عظام کے دلائل علمائے متقدمین

متاخرین کا نظریہ اور بہت سے اہم اور کارآمد امور کو حوالہ قلم کرکے دریا کو کوزہ میں بھر دیا ہے

ناشر: ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی، پاکستان چوک۔ کراچی

مطبوعہ ایجوکیشنل پریس کراچی

فہرست مضامین بہشتی زیور چھٹا حصہ

رسومات کے بیان میں

دوسرا باب ان رسموں کے بیان میں جن کو لوگ جائز سمجھتے ہیں

تیسرا باب ان رسموں کے بیان میں جنکو لوگ دین کی بات اور ثواب سمجھکر کرتے ہیں

ضمیمہ اولیٰ بہشتی زیور حصہ چھ مسمیٰ بہ بہشتی جوہر

ضمیمہ ثانیہ بہشتی زیور حصہ چھ مسمیٰ بہ بہترین جہیز

اجمالی حالت ودستور العمل حصہ ہذا

نمبر ۱ اس حصہ میں شادی اور غمی وغیرہ امور کے متعلق رسوم مروجہ کا بیان ہے۔

نمبر ۲ اگر تیسرے حصے کے ختم کے بعد لڑکی میں چھٹے پانچویں حصے کے سمجھنے کی استعداد معلوم ہو تو یہ حصہ پڑھا دیا جائے۔

نمبر ۳ اس کا خیال رکھا جائے کہ جب کسی کو ان رسموں کے کرنے میں پریشانی یا ندامت یا نقصان اٹھاتا ہوا دیکھا جائے فوراً لڑکی کو جتلا دیا جائے کہ دیکھو ان رسموں میں یہ خرابی ہے تاکہ اس کو دل ہی سے نفرت ہو جائے اکثر لڑکیوں کی عادت ہے کہ گڑیاں کھیلنے میں ان رسموں کو فرضی طور پر برتا کرتی ہیں اس کا بھی انسداد ضروری ہے تاکہ عادت نہ ہونے پائے اور ان کے خیال میں جمنے نہ پائے لکھنا اگر خلاف مصلحت نہ سمجھا جائے تو لڑکی سے کہا جائے کہ اس حصہ کو بھی اول سے آخر تک لکھ جائے تاکہ خط بھی صاف ہو اور لکھنے سے مضمون بھی ذہن میں زیادہ جم جاتا ہے۔ لڑکیوں کو تاکید کر دی جائے کہ ان مضامین کا آپس میں چرچا رکھیں اور ایک دوسرے سے کہتی سنتی رہا کریں کہ خوب یاد رہے اور بھی ان بڑی بوڑھیوں سے جو محلے میں ہوں ان کو بھی یہ باتیں سمجھا کر سنایا کریں تاکہ ان کو بھی ہدایت ہو۔

بہشتی زیور کا چھٹا حصّہ

رسُوم کے بیان میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بُری رسموں کا بیان اور اُن میں کئی باب ہیں

پہلا باب اُن رسموں کے بیان میں جنکو کرنے والے بھی گناہ سمجھتے ہیں مگر ہلکا جانتے ہیں۔

اس میں کئی باتوں کا بیان ہے ۔ بیاہ شادی میں ناچ باجے کا ہونا۔ آتشبازی چھوڑنا بچوں کی بابری[1] رکھنا۔ تصویر رکھنا۔ کتا پالنا[2]۔ ہم ہر ایک رسم کو الگ الگ بیان کرتے ہیں۔

لہ۔ از اصلاح الرسوم وغیرہ ۱۲۔

لہ[1] بابری کو بعض مقام پر کھنڈی یا بان کہتے ہیں یعنی سر کو صرف بیچ سے مونڈ دیا جائے اور ادھر اُدھر بال باقی چھوڑے جائیں۔۱۲

لہ[2] یعنی شوقیہ بلا ضرورت اور اگر مال یا جان کی حفاظت یا شکار کی غرض سے پالا جائے وہ اس سے مستثنیٰ ہے ۱۲۔

ناچ کا بیان

شادیوں میں دو طرح پر ناچ ہوتا ہے ایک[1] تو رنڈی وغیرہ کا ناچ جو مردانے میں کرایا جاتا ہے۔ دوسرا[2] وہ ناچ جو خاص عورتوں کی محفل میں ہوتا ہے کہ کوئی ڈومنی میراثن وغیرہ ناچتی ہے اور کولا کمر وغیرہ مٹکا چٹکا کر تماشا کرتی ہے یہ دونوں حرام اور ناجائز ہیں۔ رنڈی کے ناچ میں جو جو گناہ اور خرابیاں ہیں ان کو سب جانتے ہیں کہ نامحرم عورت کو سب مرد دیکھتے ہیں یہ آنکھ کا زنا ہے اس کے بولنے اور گانے کی آواز سنتے ہیں یہ کان کا زنا ہے۔ اُس سے باتیں کرتے ہیں یہ زبان کا زنا ہے اُس کی طرف دل کو رغبت ہوتی ہے یہ دل کا زنا ہے۔ جو زیادہ بے حیا ہیں اس کو ہاتھ بھی لگاتے ہیں۔ یہ ہاتھ کا زنا ہے۔ اس کی طرف چل کر جاتے ہیں یہ پاؤں کا زنا ہے۔ بعضے بدکاری بھی کرتے ہیں یہ تو اصل زنا ہے حدیث شریف میں یہ مضمون صاف صاف آگیا ہے کہ جس طرح بدکاری زنا ہے اسی طرح آنکھ سے دیکھنا۔ کان سے سننا۔ پاؤں سے چلنا وغیرہ ان سب باتوں سے زنا کا گناہ ہوتا ہے پھر گناہ کو کھلم کھلا کرنا شریعت میں اور بھی برا ہے۔ حدیث شریف میں یہ مضمون آیا ہے کہ جب کبھی کسی قوم میں بے حیائی اور فحش اتنا پھیل جائے کہ لوگ کھلم کھلا گناہ کرنے لگیں تو ضرور ان میں طاعون اور ایسی ایسی بیماریاں پھیل پڑتی ہیں کہ اُن کے بزرگوں میں کبھی نہیں ہوئیں۔ اب سمجھو کہ جب یہ ناچ ایسی بری چیز ہے تو بعضے آدمی جو شادی کے موقع پر اس کا سامان کرتے ہیں یا دوسری طرف والوں پر تقاضا کرتے ہیں یہ لوگ کس قدر گنہگار ہوتے ہیں بلکہ یہ محفل کرانے والا جتنے آدمیوں کو گناہ کی طرف بلاتا ہے جس کا جدا جدا سب کو گناہ ہوتا ہے وہ سب ملا کر اس اکیلے کو اتنا ہی گناہ ہوگا۔ مثلاً فرض کرو کہ مجلس میں سو آدمی آئے تو جتنا گناہ ہر ہر آدمی کو ہوا وہ سب اس اکیلے کو ہوا یعنی مجلس کرنے والے کو پورے سو آدمیوں کا گناہ ہوا بلکہ اس کی دیکھا دیکھی جو کوئی جب کبھی ایسا جلسہ کرے گا اُس کا گناہ بھی اُسی کو ہوگا بلکہ اس کے مرنے کے بعد بھی جب تک اس کا بنیاد ڈالا ہوا سلسلہ چلے گا اُس وقت تک

[1] قال اللہ تعالیٰ ومن الناس من یشتری لہو الحدیث الخ قال ابن عباس والحسن لہو الحدیث الملاہی وقال تعالیٰ واستفزز من استطعت منہم بصوتک فسرہ مجاہد بالغناء والمزامیر عن ابی ہریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یمسخ قوم من امتی فی آخر الزمان قردۃ وخنازیر قالوا یا رسول اللہ مسلمون ہم قال نعم یشہدون ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ ویصومون قالوا اما بالہم یا رسول اللہ قال اتخذوا المعازف والقینات والدفوف ویشربوا الاشربۃ فباتوا علی شرابہم ولہوہم فاصبحوا وقد مسخوا رواہ مسدد وابن حبان - ۱۲

[2] عن جریر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سن سنۃ حسنۃ فعمل بہا کان لہ اجرہا واجر من عمل بہا لا ینقص من اجورہم شیئا ومن سن سنۃ سیئۃ فعمل بہا کان علیہ وزرہا ووزر من عمل بہا لا ینقص من اوزارہم شیئا رواہ ابن ماجہ - ۱۲

برابر اس کے نامۂ اعمال میں گناہ بڑھتا رہے گا۔ پھر اس مجلس میں باجہ گاجہ بھی بے دھڑک بجایا جاتا ہے جیسے طبلہ سارنگی وغیرہ یہ بھی ایک گناہ ہوا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجکو میرے پروردگار نے ان باجوں کے مٹانے کا حکم دیا ہے خیال کرنے کی بات ہے کہ جس کے مٹانے کے لئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں اس کے رونق دینے والے کے گناہ کا کیا ٹھکانا۔ اور دنیا کا نقصان اس میں عورتوں کیلئے یہ ہے کہ بعض دفعہ اُن کے شوہر کی یا دولہا کی طبیعت ناچنے والی پر آجاتی ہے اور اپنی بی بی سے دل ہٹ جاتا ہے یہ ساری عمر روتی ہیں پھر غضب یہ کہ اُس کی ناموری اور آبرو کا سبب جانتی ہیں اور اس کے نہ ہونے کو ذلت اور شادی کی بے رونقی جانتی ہیں اور گناہ پر فخر کرنا اور گناہ نہ کرنے کو بے عزتی سمجھنا اس سے ایمان رخصت ہو جاتا ہے تو دیکھو یہ کتنا بڑا گناہ ہوا۔ بعضے لوگ کہتے ہیں کہ لڑکی والا نہیں مانتا بہت مجبور کرتا ہے ان سے پوچھنا چاہیئے کہ لڑکی والا اگر یہ زور ڈالے کہ لشواز پہن کر تم خود ناچو تو کیا لڑکی لینے کے واسطے تم ناچوگے یا غصے میں درہم برہم ہو کر مرنے مارنے کو تیار ہو جاؤ گی اور لڑکی نہ ملنے کی کچھ پرواہ نہ کرو گی پس مسلمان پر فرض ہے کہ شریعت نے جس کو حرام کیا ہے اس سے اتنی ہی نفرت ہونی چاہیئے جتنی اپنی طبیعت کے خلاف کاموں سے ہوتی ہے تو جیسے اس کو شادی ہونے نہونے کی کچھ پرواہ نہیں ہوتی اسی طرح خلاف شرع کاموں میں صاف جواب دیدینا چاہیئے کہ چاہے شادی کرو یا نہ کرو ہم ہرگز ناچ نہ ہونے دیں گے اسی طرح اُس میں شریک بھی نہ ہونا چاہیئے نہ دیکھنا چاہیئے۔ اب رہ گیا وہ ناچ جو عورتوں میں ہوتا ہے اس کو بھی ایسا ہی سمجھنا چاہیئے خواہ اُس میں ڈھول وغیرہ کسی قسم کا باجہ ہو یا نہو ہر طرح ناجائز ہے۔ کتابوں میں بندروں کے ناچ تماشے تک کو منع لکھا ہے تو آدمیوں کا ناچ کس طرح برا نہ ہوگا پھر یہ کہ کبھی گھر کے مردوں کی بھی نظر پڑتی ہے اور اس میں وہی خرابیاں ہوتی ہیں جس کا ابھی بیان ہوا۔ کبھی یہ ناچنے والی گاتی بھی ہے اور گھر سے باہر مردوں کے کان میں آواز پہنچتی ہے جب مردوں کو عورت کا گانا سننا گناہ ہے تو جو عورت اس گناہ کی باعث بنی وہ بھی گنہگار ہوگی بعضی عورتیں اس ناچنے والی کے سر پر ٹوپی رکھ دیتی ہیں اور مردوں

لہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال امرت بھدم الطبل الخ ۱۲

کی شکل یا وضع بنانا عورتوں کو حرام ہے تو اس گناہ کی تجویز کرنے والی بھی گنہگار ہو گی اور اگر باجہ بھی اُس کے ساتھ ہو تو باجے کی بُرائی ابھی ہم لکھ چکے ہیں۔ اسی طرح گانا خوبصورت گانے والی جوان، خوش آواز، عشقی مضمون یاد رکھنے والی تلاش کی جاتی ہے اور اکثر اس کی آواز غیر مردوں کے کانوں میں پہنچتی ہے اور اُس گناہ کا سبب گھر کی عورتیں ہوتی ہیں اور کبھی کبھی ایسے مضمونوں کے شعروں سے بعضی عورتوں کے دل بھی خراب ہو جاتے ہیں پھر رات رات بھر یہ شغل رہتا ہے بہت عورتوں کی نمازیں صبح کی غارت ہو جاتی ہیں اس لئے یہ بھی منع ہے۔ غرض یہ کہ ہر قسم کا ناچ اور راگ باجا جو آجکل ہوا کرتا ہے سب گناہ ہے۔

کتا پالنے اور تصویروں کے رکھنے کا بیان

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ نہیں داخل ہوتے فرشتے (رحمت کے) جس گھر میں کتا یا تصویر ہو اور فرمایا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سب سے زیادہ عذاب اللہ تعالیٰ کے نزدیک تصویر بنانے والے کو ہو گا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی بجز ان تین غرضوں کے کسی اور طرح کتا پالے یعنی مواشی کی حفاظت کھیت کی حفاظت اور شکار کے سوائے اور کسی فائدے کیلئے کتا پالے اُس کے ثواب میں سے ہر روز ایک ایک قیراط گھٹتا رہے گا اور دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ میاں کے یہاں کا قیراط اُحد پہاڑ کے برابر ہوتا ہے۔ ان حدیثوں سے تصویر بنانا تصویر رکھنا کتا پالنا سب کا حرام ہونا معلوم ہوتا ہے اس لئے ان باتوں سے بہت بچنا چاہئے اس سے معلوم ہوا کہ بعضی لڑکیاں یا عورتیں تصویر دار گڑیاں بناتی ہیں یا ایسی گڑیاں بازار سے منگاتی ہیں اور کھلونے مٹی کے یا مٹھائی کے بچوں کے لئے منگا دیتی ہیں یہ سب منع ہیں، اپنے بچوں کو اس سے روکنا چاہئے اور ایسے کھلونے توڑ دینا چاہئے اور ایسی گڑیاں جلا دینا چاہئے۔ اسی طرح بعضے لڑکے کتوں کے بچے پالا کرتے ہیں ماں باپ کو چاہئے کہ ان کو روکیں نہ مانیں تو سختی کریں۔

آتشبازی کا بیان

۱؎ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال لعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم المخنثین من الرجال والمترجلات من النساء وقال اخرجوہم من بیوتکم رواہ البخاری ۱۲ وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ المتشبہین من الرجال بالنساء والمتشبہات من النساء بالرجال رواہ البخاری ۱۲ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۸۰

۲؎ عن ابی طلحۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تدخل الملائکۃ بیتا فیہ کلب ولا تصاویر متفق علیہ ۱۲۔

۳؎ عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اقتنی کلبا الا کلب ماشیۃ او ضار نقص من عملہ کل یوم قیراطان متفق علیہ ۱۲۔ وعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اتخذ کلبا الا کلب ماشیۃ او صید او زرع انتقص من اجرہ کل یوم قیراط ۱۲ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۵۹

۴؎ وعن عائشۃ رضی اللہ عنہا فی حدیث فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اصحاب ہذہ الصور یعذبون یوم القیٰمۃ یقال لہم احیوا ما خلقتم وقال ان البیت الذی فیہ الصورۃ لا تدخلہ الملائکۃ متفق علیہ ۱۲ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۸۵

۵؎ دیکھو حاشیہ ۲؎

شب برات میں یا شادی میں انار، پٹاخے یا اور آتشبازی چھوڑانے میں کئی گناہ ہیں اول مال فضول برباد جاتا ہے قرآن شریف میں[1] مال کے فضول اڑانے والوں کو شیطان کا بھائی فرمایا ہے اور ایک آیت میں فرمایا ہے کہ مال فضول اڑانے والوں کو اللہ تعالیٰ نہیں چاہتے یعنی ان سے بیزار ہیں دوسرے ہاتھ پاؤں کے جلنے کا اندیشہ ہے یا مکان میں آگ لگ جانے کا خوف۔ اور اپنی جان یا مال کو ایسی ہلاکت اور خطرے میں ڈالنا خود شرع[2] میں برا ہے تیسرے اکثر لکھے ہوئے کاغذ آتشبازی کے کام میں لاتے ہیں خود حروف بھی ادب کی چیز ہیں اس طرح کے کاموں میں ان کو لانا منع ہے بلکہ بعض بعض کاغذوں پر قرآن کی آیتیں یا حدیثیں یا نبیوں کے نام لکھے ہوتے ہیں تبلاؤ تو سہی ان کے ساتھ بے ادبی کرنے کا کتنا بڑا وبال ہے۔ تم اپنے بچوں کو ان کاموں کے واسطے کبھی پیسے مت دو

شطرنج۔ تاش گنجفہ۔ چوسر کنکوے وغیرہ کا بیان

حدیثوں میں شطرنج کی بہت ممانعت[3] آئی ہے اور تاش گنجفہ۔ چوسر وغیرہ بھی مثل شطرنج کے ہیں۔ اس لئے یہ سب منع ہیں اور پھر ان میں دل اس قدر لگتا ہے کہ ان کا کھیلنے والا کسی اور کام کا نہیں رہتا اور ایسے شخص کے دین اور دنیا کے بہت سے کاموں میں خلل پڑتا ہے تو جو کام ایسا ہو وہ[4] برا کیوں نہ ہوگا۔ یہی حال کنکوے کا سمجھو کہ یہی خرابیاں اس میں بھی ہیں۔ بلکہ بعضے لڑکے اس کے پیچھے چھتوں سے گر کر مر گئے ہیں غرض تم کو خوب مضبوط رہنا چاہیئے اور ہرگز اپنے بچوں کو ایسے کھیل مت کھیلنے دو نہ اُن کو پیسے دو۔

بچوں کی بابری رکھانے کا یعنی بیچ میں سے سر کھلوانے کا بیان

حدیث شریف میں آیا ہے کہ منع فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قزع[5] سے اور قزع کے معنی عربی میں یہ ہیں کہ کہیں سے سر منڈائے اور کہیں سے چھوڑ دے۔

دوسرا باب اُن رسموں کے بیان میں جن کو لوگ جائز سمجھتے ہیں

جتنی رسمیں دنیا میں آنے کے وقت سے مرتے دم تک کی جاتی ہیں اس میں سے اکثر بلکہ تمام

---

[1] وہ آیت یہ ہے کہ ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین اور ان اللہ لا یحب المسرفین ۱۲

[2] ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ ۱۲۔

[3] اگر اس میں ہار جیت نہ ہو تو بوجہ لہو لعب ہونے کے حرام ہے اور ہار جیت ہو تو اس وجہ سے کہ یہ جوا ہے اور جوے کی حرمت قرآن شریف میں وارد ہے ۱۲

[4] عن ابی موسیٰ الاشعری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من لعب بالنرد فقد عصی اللہ ورسولہ وعن بریدۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من لعب بالنردشیر فکانما غمس یدہ فی لحم خنزیر ودم ۱۲ وہی حکم کبوتر بازی کا ہے کہ وہ بھی گناہ ہے عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رای رجلا یتبع حمامۃ فقال شیطان یتبع شیطانۃ ۱۲۔

[5] عن ابن عمر قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن القزع والقزع ان یحلق راس الصبی فیترک بعض شعرہ ۱۲ ابوداؤد شریف صفحہ ۲۲۴

رسمیں اسی قسم سے ہیں جو بڑے بڑے سمجھدار اور عقلمند لوگوں میں طوفان عام کی طرح پھیل رہی ہیں جن کی نسبت لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اس میں گناہ کی کونسی بات ہے مرد اور عورتیں جمع ہوتی ہیں کچھ کھانا پلانا ہوتا ہے کچھ دینا دلانا[1] ہوتا ہے۔ کوئی ناچ نہیں۔ رنگ نہیں۔ راگ باجا نہیں پھر اس میں شرع کے خلاف ہونے کی کیا بات ہے جس سے رُوکا جائے اس غلط گمان کی وجہ صرف یہ ہوئی کہ عام دستور و رواج ہو جانے کی وجہ سے عقل پر پردے پڑ گئے اس لئے اِن رسموں کے اندر جو خرابیاں اور باریک بُرائیاں ہیں وہاں تک عقل کو رسائی نہیں ہوئی جیسے کوئی نادان بچہ مٹھائی کا مزہ اور رنگ دیکھکر سمجھتا ہے کہ یہ تو بڑی اچھی چیز ہے اور اس نقصان اور خرابیوں پر نظر نہیں کرتا جو اس کے کھانے سے پیدا ہوں گی جن کو ماں باپ سمجھتے ہیں اور اسی کی وجہ سے اس کو روکتے ہیں اور وہ بچہ اُن خیر خواہوں کو اپنا دشمن سمجھتا ہے حالانکہ اُن رسموں میں جو خرابیاں ہیں وہ ایسی زیادہ باریک اور پوشیدہ بھی نہیں بلکہ ہر شخص اُن رسموں کی وجہ سے پریشان اور تنگ ہے اور ہر شخص چاہتا ہے کہ اگر یہ رسمیں نہ ہوتیں تو بڑا اچھا ہوتا لیکن دستور پڑ جانے کی وجہ سے سب خوشی خوشی کرتے ہیں اور یہ کسی کی بھی ہمت نہیں ہوتی کہ سب کو ایک دم سے چھوڑ دیں بلکہ طرہ یہ کہ سمجھاؤ تو اُلٹے ناخوش ہوتے ہیں۔ غرض کہ ہم ہر ہر رسم کی خرابیاں تمھیں سمجھائے دیتے ہیں تاکہ ان خرافات کا گناہ ہونا سمجھ میں آ جائے اور مُلک کی یہ بَلا دُور ہو کر کافور ہو جائے ہر مسلمان مرد و عورت کو لازم ہے کہ ان سب بیہودہ رسموں کے مٹانے پر ہمت باندھے اور دل و جان سے کوشش کرے کہ ایک رسم بھی باقی نہ رہے اور جس طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں بالکل سادگی سے سیدھے سادے طور پر کام ہوا کرتے تھے اُسی کے موافق اب پھر ہونے لگیں۔ جو بیبیاں اور مرد یہ کوشش کریں گے ان کو بڑا ثواب ملے گا۔ حدیث[2] شریف میں آیا ہے کہ سنت کا طریقہ مٹ جانے کے بعد جو کوئی زندہ کر دیتا ہے اس کو سَو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے۔ چونکہ ساری رسمیں تمھارے ہی متعلق ہیں اس لئے تم اگر ذرا بھی کوشش کرو گی تو بڑی جلدی اثر ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ ؁

[1] اب بعض کو تو یہ شرم آتی ہے کہ اگر ہم یہ کام نہ کریں گے تو دنیا دار ہم کو یہ طعنہ دیں گے کہ تم بڑے مُلّاں بنے ہو اور اگر کسی اور بُرائی میں مبتلا ہوں تو ان کو اس بُرائی کا حوالہ دیں گے کہ میاں فلاں کام تو چھوڑتے نہیں اس میں تقوی دکھاتے ہیں حالانکہ یہ بات کچھ شرم کی نہیں جو کچھ آدمی سے گناہ کم ہوں وہی سہی یہ کیا ضرور ہے کہ اگر آدمی ایک گناہ کرتا ہے تو دوسرا گناہ بھی کرے۔ ۱۲

[2] عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ شہید ۱۲ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۰

بچہ پیدا ہونے کی رسموں کا بیان

۱۔ یہ ضروری سمجھا جاتا ہے کہ جہاں تک ہو سکے پہلا بچہ باپ ہی کے گھر ہونا چاہیئے جس سے بعض وقت قریب زمانۂ تولد میں بھیجنے کی پابندی میں یہ بھی تمیز نہیں رہتی کہ یہ سفر کے قابل ہے یا نہیں جس سے بعض اوقات کوئی بیماری ہو جاتی ہے حمل کو نقصان پہنچ جاتا ہے۔ مزاج میں ایسا تغیر اور نکان ہو جاتا ہے کہ اس کو اور بچے کو مدت تک بھگتنا پڑتا ہے بلکہ تجربہ کار لوگ کہتے ہیں کہ اکثر بیماریاں بچوں کو زمانۂ حمل کی بے احتیاطیوں سے ہوتی ہیں غرض کہ دو جانوں کا نقصان اس میں پیش آتا ہے پھر یہ کہ ایک غیر ضروری بات کی اس قدر پابندی کہ کسی طرح ٹلنے ہی نہ پائے اپنی طرف سے ایک نئی شریعت بنانا ہے خصوصاً جب کہ اُس کے ساتھ یہ بھی عقیدہ ہو کہ اُس کے خلاف کرنے سے کوئی نحوست ہو گی یا ہماری بدنامی ہو گی۔ نحوست کا عقیدہ تو بالکل ہی شرک ہے کیونکہ نفع نقصان پہونچانے والا فقط اللہ ہے تو جب کسی چیز کو منحوس سمجھا اور یہ جانا کہ اس سے نقصان ہو گا تو یہ شرک ہو گیا اسی واسطے حدیث شریف میں آیا ہے کہ بدشگونی کوئی چیز نہیں۔ اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ ٹونا ٹوٹکا شرک ہے۔ اور بدنامی کا اندیشہ کرنا تکبر کی وجہ سے ہوتا ہے اور تکبر کا حرام ہونا صاف صاف قرآن مجید اور حدیث شریف میں مذکور ہے اور اکثر خرابیاں اور پریشانیاں اسی ننگ و ناموس ہی کی بدولت گلے کا ہار ہو گئی ہیں ✤

۲۔ بعض جگہ پیدا ہونے سے پہلے چھاج یعنی سوپ اور چھلنی میں کچھ اناج اور سوا پیسہ مشکل کشا کے نام کا رکھا جاتا ہے یہ کھلا ہوا شرک ہے۔ اور بعضی جگہ یہ دستور ہے کہ جب عورت پہلے پہل حاملہ ہوتی ہے کبھی پانچویں مہینے کبھی ساتویں کبھی نویں مہینے گود بھری جاتی ہے یعنی سات قسم کے میوے ایک پوٹلی میں باندھ کر حاملہ عورت کی گود میں رکھتی ہیں اور پنجیری اور گلگلے پکا کر رتجگا کرتی ہیں اور جس کا پہلا بچہ ضائع ہو جاتا ہے اس کے لئے یہ رسم نہیں ہوتی یہ بھی خواہ مخواہ کی پابندی اور شگون ہے

ل عن ابی ہریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لاطیرۃ وخیرہا الفال ۱۲ - وعن قطن بن قبیصۃ عن ابیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال العیافۃ و الطرق والطیرۃ من الجبت ۱۲ رواہ ابوداؤد وعن عبداللہ بن مسعود عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الطیرۃ شرک قالہ ثلثا وما منا الا ولکن اللہ یذہبہ بالتوکل ۱۲ رواہ ابوداؤد ۱۲ ے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الکبر رداءی والعظمۃ ازاری من نازعنی واحدا منہما القیتہ فی جہنم ۱۲ رواہ ابن ماجہ عن ابی ہریرۃ مختصرا ۱۲

جس کی بُرائی جا بجا پڑھ چکی ہو اور بعضی جگہ زچہ کے پاس تلوار یا چھری حفاظت بلّیات کے واسطے رکھا دیتی ہیں یہ بھی محض ٹوٹکا اور شرک کی بات ہے۔

۳۔ پیدا ہونے کے بعد گھر والوں کے ساتھ کنبے کی عورتیں بھی بطور نیوتے کے کچھ جمع کر کے دائی کو دیتی ہیں اور ہاتھ میں نہیں دیتیں بلکہ ٹھیکرے میں ڈالتی ہیں بھلا یہ دینے کا کون سا معقول طریقہ ہے کہ ہاتھ کو چھوڑ کر ٹھیکرے میں ڈالا جائے اور اگر ٹھیکرے میں نہ ڈالیں ہاتھ ہی میں دیں تب بھی غور کرنے کی بات ہے کہ ان دینے والیوں کا مقصود اور نیت کیا ہے جس وقت یہ رسم ایجاد ہوئی ہوگی اُس وقت کی تو خبر نہیں کہ کیا مصلحت ہو شاید خوشی کی وجہ سے ہو کہ سب عزیزوں کا دل خوش ہوا بطور انعام کے کچھ کچھ دے دیا مگر اب تو یقینی بات ہے کہ خوشی ہو نہ ہو دل چاہے نہ چاہے دینا ہی پڑتا ہے کنبے کی بعض عورتیں نہایت مفلس و غریب ہوتی ہیں اُن کو بھی بلاوے پر بلاوا بھیج کر بلایا جاتا ہے اگر نہ جائیں تو تمام عمر شکایت رہے اگر جائیں تو اٹھنّی چونّی کا انتظام کر کے لیجائیں نہیں تو بیبیوں میں سخت ذلّت اور شرمندگی ہو۔ غرض جاؤ اور جبراً قہراً دیکر آؤ۔ یہ کیسا اندھیر ہے کہ گھر بلا کر لُوٹا جاتا ہے خوشی کی جگہ بعضوں کو تو پورا جبر گذرتا ہے خود ہی انصاف کرو کہ یہ کیسا ہے اور اس طرح مال کا خرچ کرنا اور لینے والی کو گھر والوں کو اس لینے دینے کا سبب بننا کہاں جائز ہے کیونکہ دینے والی کی نیت تو محض اپنی بڑائی اور نیکنامی ہے جس کی نسبت حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو کوئی شہرت کا کپڑا پہنے[1] قیامت میں اللہ تعالیٰ اس کو ذلّت کا لباس پہنائیں گے یعنی جو کپڑا خاص شہرت اور ناموری کے لئے پہنا جائے اس پر یہ عذاب ہوگا تو معلوم ہوا کہ شہرت و ناموری کے لئے کوئی کام کرنا جائز نہیں یہاں تو خاص یہی نیت ہوتی ہے کہ دیکھنے والے کہیں گے کہ فلانی نے اتنا دیا ورنہ مطعون کریں گے نام رکھیں گے کہ فلانی ایسی کنجوس ہے جس سے ایک ٹکا بھی نہ دیا گیا خالی خولی آ کے ٹھونٹھ ایسی بیٹھ گئی ایسے آنے ہی کی کیا ضرورت تھی۔ دینے والی کو تو یہ گناہ ہوئے اب لینے والی کی سُنئے حدیث شریف میں آیا ہے کسی مسلمان کا مال بدون اس کی دلی خوشی کے حلال نہیں۔ سو جب کسی نے جبراً کراہیت سے دیا تو لینے

[1] عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لبس ثوب شہرۃ فی الدنیا البسہ اللہ ثوب مذلۃ یوم القیمۃ رواہ احمد وابو داود وابن ماجۃ ۱۲ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۷۵

والی کو لینے کا گناہ ہوا۔ اگر دینے والی کھاتی پیتی اور مالدار ہے اور اس پر جبر بھی نہیں گذرا مگر غرض تو اس کی بھی وہی شیخی اور فخر کرنا ہے جس کی نسبت حدیث شریف میں آیا[1] ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن لوگوں کی دعوت قبول کرنے سے منع فرمایا ہے جو فخر کے لئے کھانا کھلائیں غرضکہ ایسے کا کھانا کھانا یا اس کی چیز لینا بھی منع ہے غرض کہ لینے والی بھی گناہ سے نہ بچی۔ اب گھر والوں کو دیکھو، وہی لوگ بُلا بُلا کر اُن گناہوں کے سبب ہوئے تو وہ بھی گنہگار ہوئے۔ غرض کہ اچھا نیوتہ ہوا کہ سب کو گناہ میں نیوت دیا اور اس نیوتے کی رسم میں جو اکثر تقریبوں میں ادا کی جاتی ہے ان خرابیوں کے سوا ایک اور بھی خرابی ہے وہ یہ کہ جو کچھ نیوتا آتا ہے سب اپنے ذمے قرض[2] ہو جاتا ہے اور قرض کو بلاضرورت لینا منع ہے پھر قرض کا حکم یہ ہے کہ جب کبھی اپنے پاس ہوا ادا کر دینا ضروری ہے اور یہاں انتظار کرنا پڑتا ہے کہ اس کے یہاں بھی جب کبھی کوئی کام ہو تب ادا کیا جاوے اور اگر کوئی شخص نیوتے کا بدلہ ایک ہی دو دن کے بعد دینے لگے تو ہرگز کوئی قبول نہ کرے۔ یہ دوسرا گناہ ہوا اور قرض کا حکم یہ ہے کہ گنجائش ہو تو ادا کر دو نہ پاس ہو نہ دو جب ہوگا دیدیا جاوے گا یہاں یہ حال ہے کہ پاس ہو یا نہ ہو قرض دام لے کر گروی رکھکر ہزار فکر کر کے لاؤ اور ضرور دو پس تینوں حکموں میں شریعت کی مخالفت ہوئی اس لئے نیوتے کی رسم جس کا آج کل دستور ہے جائز نہیں ہے نہ کسی کا کچھ لو اور نہ دو دیکھو تو کہ اس میں خدا اور رسولؐ کی خوشنودی کے سوا راحت و آرام کتنی بڑی ہے۔ اسی طرح بچے کے کان میں اذان دینے کے وقت گڑ یا بتاشے کی تقسیم کا پابند ہو جانا بالکل شرع کی حد سے نکلنا ہے۔

۴۔ پھر نائن گود میں کچھ اناج ڈال کر سلام کرنے بیٹھنے میں بچے کا سلام کہنے جاتی ہے اور وہاں سب عورتیں اس کو اناج دیتی ہیں اس میں بھی وہی خیالات اور نیتیں ہیں جو ابھی اُوپر بیان ہوئیں اس لئے اُس کو بھی چھوڑنا چاہیئے۔

۵۔ گھر پر سب کمینوں کو حق دیا جاتا ہے جن کو چھٹیس کا تھا کہتے ہیں اُن میں بعض لوگ خدمت گذار[3] ہیں ان کو تو حق سمجھکر یا انعام سمجھکر دیا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں بلکہ بہتر ہے مگر یہ ضرور ہے کہ اپنے مقدور کا لحاظ رکھے یہ نہ کرے کہ خواہی نخواہی

[1] عن عکرمۃ عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن طعام المتباریین ان یوکل رواہ ابو داؤد وقال محی السنۃ والصحیح انہ عن عکرمۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرسلاً ۱۲ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۷۹

[2] علاوہ ازیں جس کا حال معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ نیوتہ نہیں دے گا اس کو دعوت میں شریک نہیں کرتے تو گویا دعوت کھانے والے قرض دیکر دعوت کھاتے ہیں یعنی مقروض سے یہ فائدہ اٹھاتے ہیں اور حدیث شریف میں ہے کہ کل قرض جر نفعاً فہو ربوا یعنی جو قرض سبب منافعہ کا ہو وہ سود ہے لہٰذا اس سبب اس بنا پر بھی پرہیز کرنا ضروری ہے ۱۲۔

[3] خدمت گذاروں کو حق خدمت سمجھکر دینے میں مضائقہ نہیں مگر لڑکے والا جو بیٹی والے کے خدمت گزاروں کو دیتا ہے اور اس کو ضروری سمجھا جاتا ہے یہ بھی بلا وجہ ہے بلکہ بیٹی والے کو خود اپنے پاس سے ان کو دینا چاہیئے البتہ اگر بلا جبر لڑکے والا اپنی خوشی سے دیا کرے تو مضائقہ نہیں جبر کرنا اور نہ دینے کی صورت میں اس پر طعن کرنا ناجائز ہے ۱۲

[2] اس کا قرض ہونا شامی جلد ۴ صفحہ ۵۱۳ مطبوعہ ہند میں تصریحاً مذکور ہے ۱۲ منہ۔

قرض لے چاہے سُودی ملے مگر قرض ضرور لیوے اپنی زمین باغ کو بیچنا پڑے یا کچھ گروی رکھے اگر ایسا کرے گی تو نام و نمود کی نیت ہونے یا بلا ضرورت قرض لینے اور سود دینے کی وجہ سے جو کہ گناہ میں سود لینے کے برابر ہے یا تکبّر اور فخر کی نیت ہونے کی وجہ سے ضرور گنہگار ہو گی۔ خیر یہ تو خدمت گذاروں کے انعام میں گفتگو تھی بعضے وہ کمین ہیں جو کسی مصرف کے نہیں نہ وہ کوئی خدمت کریں نہ کسی کام آئیں نہ اُن سے کوئی ضرورت پڑے مگر قرض خواہوں سے بڑھکر تقاضا کرنے کو موجود اور خواہی نخواہی اُن کا دینا ضرور اس میں بھی جو خرابیاں اور جو جو گناہ دینے لینے والوں کے حق میں ہیں اُن کا بیان اوپر آچکا ہے دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ پھر جب اُن کا کوئی حق نہیں تو اُن کو دینا محض احسان[1] اور انعام ہے اور احسان میں ایسی زبردستی کرنا حرام ہے کہ جی چاہے نہ چاہے بدنامی کے خیال سے دینا ہی پڑے اور اس رسم کو جاری رکھنے میں اُس حرام بات کو قوت ہوتی ہے اور حرام بات کو قوت دینا اور رواج دینا بھی حرام ہے اس کو بھی بالکل روکنا چاہیئے۔

۶- پھر دھیانیوں کو دُودھ دھلائی کے نام سے کچھ دیا جاتا ہے اس میں بھی وہی ضرور سمجھنا اور جبراً قہراً دینا اگر خوشی سے دیا تو ناموری اور سُرخروئی کے لئے دینا یہ سب خرابیاں موجود ہیں اور چونکہ یہ رسم ہندوؤں کی ہے اس لئے اس میں جو کافروں[2] کی مشابہت ہے وہ جُدا۔ اس لئے یہ بھی جائز نہیں غرضکہ یہ عام قاعدہ سمجھ لو کہ جو رسم اتنی ضروری ہو جائے کہ خواہی نخواہی جبراً قہراً کرنا پڑے اور نہ دینے میں ننگ و ناموس کا خیال ہو یا محض اپنی بڑائی اور فخر کی راہ سے کی جائے وہ بات حرام ہے اتنی بات سمجھ لینے سے بہت سی باتیں تم کو خود بخود معلوم ہو جائیں گی ؛

۷- اچھوانی پھر گوند پنجیری سارے گُلنے اور برادری میں تقسیم ہوتی ہے اس میں بھی وہی نام و نمود وغیرہ خراب نیت اور نماز روزے سے بڑھکر ضروری سمجھنے کی علت موجود ہے اور پنجیری[3] میں تو اناج کی ایسی بے قدری ہوتی ہے کہ الٰہی توبہ۔ تقریب والے کی تو اچھی خاصی لاگت لگ جاتی ہے اور وہ کسی کے منھ تک بھی نہیں جاتی پھر بھلا اناج کی ایسی بے قدری کہاں جائز ہے ؛

[1] اس سے یہ نکلا کہ اگر ان کو اپنی خوشی سے احسان و انعام یا صلہ رحمی یا غریب پروری یا میل و محبت بڑھانے کے لئے دے دیا جائے تو کچھ گناہ نہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ جبراً دلوایا جاتا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر کوئی ان کو نہ دے تو اس کو لوگ مطعون کرتے ہیں کہ کیسا کنجوس نکلا فلاں کمین کو اس کی گرہ سے کچھ نہ نکلا یہ ناجائز ہے ۱۲۔

[2] اور کافروں کی مشابہت بُرے کام میں تو بہر صورت ناجائز اور حرام ہے خواہ مشابہت مقصود ہو یا نہ ہو اور ایسے کام میں جو بُرا نہ ہو اس وقت ناجائز ہے کہ جب مشابہت مقصود ہو ۱۲۔ شامی جلد اول میں یہ مسئلہ موجود ہے ۱۲۔

[3] اور اگر اناج کی بیقدری نہ ہو اور اس کے نہ کرنے پر طعن و تشنیع نہ کیا جائے بلکہ محض بھائیوں کی خاطر مدارات اور محبت و الفت کی زیادتی مقصود ہو تو اس میں کچھ گناہ نہیں ہے ۱۲

۸- پھر نائی خط لیکر بہو کے میکے یا سسرال میں خبر کرنے جاتا ہے اور وہاں اُس کو انعام دیا جاتا ہے خیال کرنے کی بات ہے کہ جو کام دو پیسہ کے پوسٹ کارڈ میں نکل سکے اُس کے لئے خاص ایک آدمی کا جانا کون سی عقل کی بات ہے پھر وہاں کھانے کو میسر ہو یا نہ ہو نائی صاحب کا قرض جو نعوذ باللہ خدا کے فرض سے بڑھکر سمجھا جاتا ہے ادا[1] کرنا ضرور اور وہی ناموری کی نیت جبراً قہراً دینے وغیرہ کی خرابیاں یہاں بھی ہیں اس لئے یہ بھی جائز نہیں ؂

۹- سوا مہینے کا چلّہ نہانے کے وقت پھر سب عورتیں جمع ہوتی ہیں اور کھانا وہیں کھاتی ہیں اور رات کو کنبے یا برادری میں دودھ چاول تقسیم ہوتے ہیں بھلا صاحب یہ زبردستی کھانے کی بخ رگانے کی کیا وجہ- دو قدم بر تو گھر مگر کھانا یہاں کھائیں- یہاں وہی مثل ہے مان نہ مان میں تیرا مہمان ان کی طرف سے تو یہ زبردستی اور گھر والوں کی نیت وہی ناموری اور طعن و تشنیع سے بچنے کی یہ دونوں وجہیں اس کے منع ہونے کے لئے کافی ہیں اسی طرح دودھ چاولوں کی تقسیم یہ بھی محض لغو ہے ایک بچے کے ساتھ تمام بڑے بوڑھوں کو بھی دودھ بتیا بنانا کیا ضرور ہے پھر اسمیں بھی نماز روزے سے زیادہ پابندی اور ناموری اور فکر کرنے میں ننگ و ناموس کا زہر ملا ہوا ہے اس لئے یہ بھی درست نہیں ؂

۱۰- اس سوا مہینے تک زچہ کو ہرگز نماز کی توفیق نہیں ہوتی بڑی بڑی پابند نماز بھی بے پروائی کرجاتی ہیں حالانکہ شرع سے یہ حکم ہے کہ جب خون بند ہوجائے فوراً غسل کرے اگر غسل نقصان کرے تو تیمم کرکے نماز پڑھنا شروع کردے بغیر عذر کے ایک وقت کی بھی فرض نماز چھوڑنا سخت گناہ ہے- حدیث شریف میں ہے کہ جس کسی نے جان بوجھ کر فرض نماز چھوڑ دی وہ ایمان سے نکل گیا- اور حدیث شریف میں ہے کہ ایسا شخص فرعون- ہامان- قارون کے ساتھ دوزخ میں ہوگا ؂

۱۱- پھر باپ کے گھر سے سسرال آنے کے لئے چھوچھک تیار ہوتی ہے جس میں حسب مقدور سب سسرال والوں کے جوڑے اور برادری کے لئے پنجیری اور لڑکی کے لئے زیور

ع- یعنی بہت بڑا گنہگار ہوا اور قریب کافر کے ہوگیا ۱۲-

[1] البتہ اگر نائی کو مہمان سمجھکر وہ لوگ کچھ اس کی خدمت کریں اور نہ کرنے کی صورت میں لوگ کوئی اعتراض نہ کرتے ہوں تو اس میں کوئی ہرج نہیں ۱۲

[2] اول تو اس غسل میں محلہ یا کنبہ برادری کی عورتوں کا جمع ہونا ہی لاحاصل ہے اور اگر اتفاق سے دو چار عورتیں کہیں دور کی آجائیں کہ وہ اس وقت اپنے گھر کھانے کے وقت نہ پہنچ سکیں تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے- بشرطیکہ مہمان نوازی کی نیت ہو رسم مقصود نہ ہو- ۱۲-

[3] عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفرق بین العبد و بین الکفر ترک الصلوٰۃ رواہ مسلم ۱۲-

[4] یہ روایت شرح منیہ میں موجود ہے ۱۲-

برتن جوڑے وغیرہ ہوتے ہیں جب بہو چھوچھک لے کر سسرال میں آئی وہاں سب عورتیں چھوچھک دیکھنے آتی ہیں اور ایک وقت کھانا کھا کر چلی جاتی ہیں۔ ان سب باتوں میں جو اتنی پابندی ہے کہ فرض واجب سے بڑھکر سمجھی جاتی ہے اور وہی نام ونمود و ناموری کی نیت جو کچھ ہے سب ظاہر ہے بھلا جس میں تکبر اور فخر وغیرہ اتنی خرابیاں ہوں وہ کیسے جائز ہوگی۔ اسی طرح بعضی جگہ یہ دستور ہے کہ بچے کی ننھیال سے کچھ چڑی مرغی اور بکری اور کپڑے وغیرہ چھٹی کے نام سے آتے ہیں اس میں بھی وہی ناموری اور خواہ مخواہ کی پابندی اور کچھ شگون بھی ہے اس لئے یہ بھی منع ہے۔

۱۲۔ زچہ کے کپڑے بچھونا جوتیاں وغیرہ سب دائی کا حق سمجھا جاتا ہے[2] بعض وقت اس پابندی کی وجہ سے تکلیف بھی اُٹھانی پڑتی ہے کہ وہی پرانی جوتی گھسیٹتی سٹر سٹر کرتی رہو اچھا آرام کا بچھونا کیسے بچھے کہ چار دن میں چھن جائے گا اس میں بھی وہی خرابیاں جو بیان ہوئیں موجود ہیں۔

۱۳۔ زچہ کو بالکل نجس اور چھوت[3] سمجھنا اس سے الگ بیٹھنا اس کا جھوٹا کھا لینا تو کیا معنی جس برتن کو چھو لیوے اس میں بے دھوئے مانجھے پانی نہ پینا غرضکہ بالکل بھنگن کی طرح سمجھنا یہ بھی محض لغو اور بیہودہ ہے۔

۱۴۔ یہ بھی ایک دستور ہے کہ پاک ہونے تک یا کم از کم چھٹی نہانے تک زچہ کے شوہر کو اس کے پاس نہیں آنے دیتیں بلکہ اس کو عیب اور نہایت برا سمجھتی ہیں اس پابندی کی وجہ سے بعض وقت بہت دقت اور حرج ہوتا ہے کہ کیسی ہی ضرورت ہو مگر کیا مجال جو وہاں تک رسائی ہوجائے یہ کون سی عقل کی بات ہے کبھی کوئی ضروری بات کہنے کی ہوئی اور کسی اور سے کہنے کے قابل نہ ہوئی یا کچھ کام نہ سہی تب بھی شاید اس کا دل اپنے بچے کو دیکھنے کے لئے چاہتا ہو سارا جہاں تو دیکھے مگر وہ نہ دیکھنے پائے۔ یہ کیا لغو حرکت ہے اچھے صاحبزادے تشریف لائے کہ میاں بی بی میں جدائی پڑ گئی اس بے عقلی کی بھی کوئی حد ہے۔

۱۵۔ بعضی جگہ بچے کو چھاج یعنی سوپ میں بٹھاتی ہیں یا زندگی کے لئے کسی کی کری

---

[1] یہاں تک کہ اگر ان چیزوں میں سے کوئی شے کم ہو اور کوئی تقدیری بات نقصان والی پیش آجائے تو اس کی بنا پر اسی چیز کی کمی خیال کی جاتی ہے ۱۲

[2] البتہ اگر خوشی سے یہ چیزیں کوئی دے دے تو رسم نہ ہو یعنی اگر کوئی نہ دے تو اس کو برا نہ جانیں تو مضائقہ نہیں ہے ۱۲

[3] تعجب نہیں کہ اس میں کفار کی مشابہت بھی ہو کیونکہ حیض والی عورت کو یہود وغیرہ کفار الگ ڈال دیا کرتے تھے ۱۲ محشّے غفرلہٗ

میں رکھکر گھسیٹتی ہیں یہ تو بالکل ہی شگون[1] ناجائز ہے ❖

۱۶۔ بعضی جگہ چھٹی کے دن تارے دکھائے جاتے ہیں زچہ کو نہلا دُھلا کر عمدہ قیمتی لباس پہنا کر آنکھیں بند کر کے رات کو صحن مکان میں لاتی ہیں اور کسی تخت پر کھڑا کر کے آنکھیں کھول دیتی ہیں کہ اول نگاہ آسمان کے تاروں پر پڑے کسی اور کو نہ دیکھے یہ بھی محض خرافات اور بیہودہ رسمیں ہیں بھلا خواہ مخواہ اچھے خاصے آدمی کو اندھا بنا دینا کیسی بے عقلی ہے اور شگون لینے کا جو گناہ ہے وہ الگ۔ اور بعضی جگہ تارے گنوانے کے بعد زچہ کو مع سات سہاگنوں کے تھال کھلایا جاتا ہے جس میں ہر قسم کا کھانا ہوتا ہے تاکہ کوئی کھانا بچے کو نقصان نہ کرے یہ بھی منع ہے ❖

۱۷۔ چھٹی کے دن لڑکی والے زچہ کے شوہر کو ایک جوڑا کپڑا دیتے ہیں اس میں بھی اس قدر پابندی کر لینا جس کا منع ہونا اوپر بیان ہو چکا ہے بُرا ہے ❖

۱۸۔ زچہ کو تین مرتبہ نہلانے کو ضروری جانتی ہیں چھٹی کے دن اور چھوٹا چلہ[2] اور بڑا چلہ۔ شریعت سے تو صرف یہ حکم تھا کہ جب خون بند ہو جائے تو نہا لیوے چاہے پورے چالیس دن پر خون بند ہو جائے چاہے دو ہی چار دن میں بند ہو جائے اور یہاں یہ تین غسل واجب سمجھے جاتے ہیں۔ یہ شریعت کا پورا مقابلہ ہوا یا نہیں بعضے لوگ یہ عذر کرتے ہیں کہ بغیر نہائے ہوئے طبیعت گھن کیا کرتی ہے اس لئے زچہ کو نہلا دیتی ہیں کہ طبیعت صاف ہو جائے اور میل کچیل صاف ہو جائے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عذر بالکل غلط ہے اگر صرف یہی وجہ ہے تو زچہ کا جب دل چاہے نہا لیوے یہ وقتوں کی پابندی کیسی کہ پانچویں ہی دن ہو اور پھر دسویں یا پندرھویں ہی دن ہو اس کے کیا معنی اب تو محض رسم ہی رسم ہے کوئی بھی وجہ نہیں بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ جب اس کا دل چاہتا ہے اُس وقت نہیں نہلاتیں یا نہلانے سے کبھی کبھی زچہ اور بچہ دونوں کو نقصان پہونچ جاتا ہے۔ سب سے بڑھ کر طرہ یہ ہے کہ جب نفاس[3] بند ہوتا ہے اُس وقت ہرگز نہیں نہلاتیں جب تک نہلانے کا وقت نہ ہو

[1] یعنی شرک ہے ۱۲ محشی۔

ع[a] بعض مسجد میں پیدا ہوتے ہی لے جاتی ہیں اور وہاں کی زمین پر گھسیٹتی ہیں پھر اس کا گھسیٹا نام رکھدیتی ہیں ایک تو اس وقت مسجد تک لے جانا خود بچہ کی صحت کے لئے مضر ہے کہ اگر بچا ہوا لگ جائے تو بیماری کا ڈر ہے دوسرے مسجد کی بے حرمتی ہے بلکہ یہ ڈر ہے کہ کہیں بچہ کے بدن پر نجاست لگی رہ گئی ہو تو اس سے مسجد ناپاک ہو جائے پھر گھسیٹا نام رکھنا ظاہر ہے کہ خلاف شریعت ہے اور اس بات کو باعث زندگی تصور کرنا شرک سے بڑا گناہ ہے ۱۲۔ محشی عفرلہ

ع[b] یعنی خاوند والی عورتیں یا خاص وہ عورت جس کا پہلا شوہر زندہ ہو اور یہ اُس کے نکاح میں ہو ۱۲

[2] یعنی وہ خون جو بچہ پیدا ہونے کے بعد عورت کو آتا ہے ۱۲۔

خود بتلاؤ یہ صریح گناہ ہے یا نہیں۔ لڑکا پیدا ہونے کے وقت یہ باتیں سنّت ہیں کہ اس کو نہلا دھلا کر داہنے کان میں اذان[1] اور بائیں میں تکبیر کہہ دی جائے اور کسی دیندار بزرگ سے تھوڑا چھوارا چبوا کر اس کے تالو میں لگا دیا جائے اس کے سوا باقی سب رسمیں اور اذان دینے والے کی مٹھائی وغیرہ پابندی کے ساتھ یہ سب فضول خلاف عقل اور منع ہے۔

عقیقے کی رسموں کا بیان

اُس[2] روز لڑکے کے لئے دو بکری اور لڑکی کے لئے ایک ذبح کرنا اور اس کا گوشت کچا یا پکا کر تقسیم کر دینا اور بالوں کی برابر چاندی وزن کر کے خیرات کر دینا اور سر مونڈنے کے بعد زعفران سر میں لگا دینا بس یہ باتیں تو ثواب کی ہیں۔ باقی جو فضولیات اس میں نکالی گئی ہیں وہ دیکھنے کے قابل ہیں۔

۱۔ برادری اور کنبہ کے لوگ جمع ہو کر سر مونڈنے کے بعد کٹوری میں اور بعض جگہ سوپ میں جس کے اندر کچھ اناج بھی رکھا جاتا ہے کچھ نقد ڈالتے ہیں جو نائی کا حق سمجھا جاتا ہے اور یہ اس گھر والے کے ذمّے قرض سمجھا جاتا ہے کہ اُن دینے والوں کے یہاں کوئی کام پڑے تب ادا کیا جائے اس کی خرابیاں تم اوپر سمجھ چکی ہو ✤

۲۔ دھیانیاں یعنی بہن وغیرہ۔ یہاں بھی وہی اپنا حق جو سچ پوچھو تو ناحق ہی ہیں جس میں کافروں کی مشابہت کے سوا اور کئی خرابیاں ہیں مثلاً دینے والے کی نیت خراب ہونا کیونکہ یہ یقینی بات ہے کہ بعض وقت گنجائش نہیں ہوتی اور دینا گراں گزرتا ہے مگر صرف اس وجہ سے کہ نہ دینے میں شرمندگی ہوگی لوگ مطعون کریں گے مجبور ہو کر دینا پڑتا ہے اسی کو ریا و نمود کہتے ہیں اور شہرت و نمود کے لئے مال خرچ کرنا حرام ہے اور خود اپنے دل میں سوچو کہ اتنا مجبور ہو جانا جس سے تکلیف پہنچے کون سی عقل کی بات ہے اسی طرح لینے والے کی یہ خرابی کہ یہ دینا فقط

[1] اذان کہنے میں اُس طریقہ کا لحاظ رکھا جائے کہ جس طریقہ سے نماز کے لئے کہی جاتی ہے یعنی یہ کہ حی علے الصلوٰۃ کہنے کے وقت داہنی طرف اور حی الفلاح کہنے کے وقت بائیں طرف گردن پھرائی جائے اور اذان کے کلمات دیر دیر سے کہے جائیں اور تکبیر کے جلد جلد ۱۲۔

[2] علیٰ ہذا ساتویں دن کرنا یا جب کیا جائے تب ساتویں دن کیا جائے یعنی یہ یاد رکھا جائے کہ یہ بچہ فلاں دن پیدا ہوا تھا تو اس سے ایک دن پہلے کیا جائے۔ یہ سنت ہے ۱۲ محشے غفرلہٗ۔

انعام واحسان ہے اور احسان میں زبردستی کرنا حرام ہے اور یہ بھی زبردستی ہے کہ اگر نہ دے تو مطعون ہو بدنام ہو خاندان بھر میں نکو بنے اور اگر کوئی خوشی سے دے تب بھی شہرت اور ناموری کی نیت ہونا یقینی ہے جس کی ممانعت[1] قرآن و حدیث میں صاف صاف موجود ہے +

۳- پنجیری کی تقسیم کا فضیحتا یہاں بھی ہوتا ہے جس کا خلافِ عقل ہونا اوپر بیان ہو چکا اور شہرت و نام بھی مقصود ہوتا ہے جو حرام ہے +

۴- اِن رسموں کی پابندی کی مصیبت میں کبھی گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے عقیقہ موقوف رکھنا پڑتا ہے اور مستحب کے خلاف کیا جاتا ہے بلکہ بعضی جگہ تو کئی کئی برسوں کے بعد ہوتا ہے +

۵- ایک یہ بھی رسم ہے کہ جس وقت بچّے کے سر پر اُسترہ رکھا جائے فوراً اُسی وقت بکرا ذبح ہو یہ بھی محض لغو ہے شرع سے چاہے سر مونڈنے کے کچھ دیر بعد ذبح کرے یا ذبح کرکے سر مونڈائے سب درست ہے غرضکہ اُس دن یہ دونوں کام ہو جانے چاہئیں۔

۶- سرنائی کو اور ران دائی کو دینا ضروری سمجھنا بھی لغو ہے چاہے دو یا نہ دو دونو اختیار ہیں۔ پھر اپنی من گڑھت جدی شریعت بنانے سے کیا فائدہ ران نہ دو اس کی جگہ گوشت دے دو تو اس میں کیا نقصان ہے +

۷- بعض جگہ یہ بھی دستور ہے کہ عقیقے کی ہڈیاں توڑنے کو بُرا جانتے ہیں دفن کر دینے کو ضروری جانتے ہیں یہ بھی محض بے اصل بات ہے یہی خرابیاں اُس رسم میں ہیں جو دانت نکلنے کے وقت ہوتی ہے کہ کنبے میں گھونگنیاں تقسیم ہوتی ہیں اور ان کا ناغہ ہونا فرض و واجب کے ناغہ سے بڑھ کر بُرا اور عیب سمجھا جاتا ہے اِسی طرح کھیر چٹائی کی رسم کے چھوٹے بیٹے بچّے کو کھیر چٹاتی ہیں اور اس روز سے غذا شروع ہوتی ہے یہ بھی خواہ مخواہ کی پابندی ہے جس کی بُرائی معلوم کر چکی ہو اسی طرح وہ رسم جس کا دودھ چھڑانے کے وقت رواج ہے مبارک باد کے لئے عورتوں کا جمع ہونا اور خواہی نخواہی اُن کی دعوت ضروری ہونا کھجوروں کا برادری میں تقسیم ہونا

[1] قرآن شریف میں تو یہ ارشاد فرمایا ہے کہ یا ایہا الذین آمنوا لا تبطلوا صدقتکم بالمن والاذی کالذی ینفق مالہ رئاء الناس ولا یومن باللہ والیوم الآخر فمثلہ کمثل صفوان الخ یعنی ای ایمان والو اپنے صدقوں کو احسان جتلا کر اور تکلیف پہنچا کر برباد مت کرو جس طرح وہ شخص جو اپنا مال خرچ کرتا ہے محض لوگوں کو دکھلانے کی غرض سے اور ایمان نہیں لاتا اللہ پر اور روز قیامت پر الخ اور حدیث میں یہ ہے عن جندبؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سمع سمع اللہ بہ من برائی یرائی اللہ بہ متفق علیہ یعنی جو شخص سنانے کے لئے کوئی کام کرے گا خدا تعالیٰ اس کو اس کا بدلہ دے گا اور جو دکھانے کے لئے کوئی کام کرے گا خدا تعالیٰ اس کی اس کو سزا دے گا۔ بخاری و مسلم میں یہ حدیث ہے ۱۲-

غرض ان سب کا ایک ہی حکم ہے اور بعض جگہ کھجوروں کے ساتھ ایک اور طرّہ ہے کہ ایک کورے گھڑے میں پانی بھر کر اس پر دو طاق[۵] کھجوریں رکھکر لڑکے کے ہاتھ سے اٹھواتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ لڑکا جے کھجوریں اُٹھائے گا اُتنے دن ضد کرے گا اس میں بھی شگون[۶] اور علم غیب کا دعویٰ ہے جس کا گناہ ہونا ظاہر ہے اسی طرح سالگرہ کی رسم میں پیدائش کی تاریخ پر ہر سال جمع ہو کر کھانا پکانا اور ناڑے میں ایک چھلہ باندھنا خواہ مخواہ کی پابندی ہے اسی طرح سیل کا کونڈا یعنی جب لڑکے کے سبزہ[۲] آغاز ہوتا ہے تب مونچھوں میں روپئے سے صندل لگایا جاتا ہے اور ستویاں پکاتی ہیں تاکہ سویوں کی طرح لمبے لمبے بال ہو جائیں یہ سب شگون ہے جس کی بُرائی جان چکی ہو ؎

ختنہ کی رسموں کا بیان

اس میں بھی خرافات رسمیں لوگوں نے نکال لی ہیں جو بالکل خلاف عقل اور لغو ہیں

۱- لوگوں کو آدمی اور خط بھیج کر بُلانا اور جمع کرنا یہ سُنت کے بالکل خلاف[۳] ہے ایک مرتبہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کو کسی نے ختنہ میں بُلایا آپ نے تشریف لے جانے سے انکار کر دیا- لوگوں نے وجہ پوچھی تو جواب دیا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم لوگ نہ تو ختنہ میں کبھی جاتے تھے نہ اُس کے لئے بُلائے جاتے تھے- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس چیز کا مشہور کرنا ضروری نہ ہو اُس کے لئے لوگوں کا جمع کرنا بُلانا سُنت کے خلاف ہے اس میں بہت سی رسمیں آگئیں جن کے لئے بڑے لمبے چوڑے اہتمام ہوتے ہیں[۴] ؎

۲- بعض جگہ ان رسموں کی بدولت ختنہ میں اتنی دیر ہو جاتی ہے کہ لڑکا سیانا[۷]

ع۵- یعنی وہ عدد جو دو پر برابر نہ بٹ سکے اور جو بٹ جائے اس کو جفت کہتے ہیں اول کی مثال جیسے ۳
۳-۵-۷ وغیرہ دوسرے کی مثال جیسے ۲-۴-۶-۸-۱۰ وغیرہ ۱۲-

ع۶- یعنی بُری فال ۱۲

ع۷- خواہ وہ بالغ ہو یا قریب بالغ ہونے کے ہو ۱۲-

ل۱ یعنی کمر بند ۱۲-

ل۲ یعنی جب داڑھی مونچھ نکلنا شروع ہوتی ہے ۱۲

ل۳ کسی مستحب یا مسنون کام کے لئے لوگوں کو بلا کر جمع کرنا جائز نہیں اور بعض سنتیں اس سے مستثنیٰ بھی ہیں مثلاً تراویح کی نماز کہ اس کی جماعت سنت ہے مگر یہ کام مستثنیٰ نہیں ہے اور ولیمہ ختنہ کا بھی ہوتا ہے جیسا کہ شامی میں ہے ۱۲ محشی غفر لہٗ-

ل۴ حتیٰ کہ شبینہ جو ایک رات میں قرآن شریف ختم کرنے کو کہتے ہیں اس کے اندر بھی منجملہ اور بُرائیوں کے ایک بُرائی فقہا نے یہ لکھی ہے کہ اس میں تداعی یعنی بلاوا ہوتا ہے ایک امر مستحب کے لئے لہٰذا بدعت ہے ۱۲-

ہوجاتا ہے[1] جس میں اتنی دیر ہو جانے کے سوا یہ بھی خرابی ہوتی ہے کہ سب لوگ اُس کا بدن دیکھتے ہیں حالانکہ بجز ختنہ کرنے والے کے اوروں کو اُس کا بدن دیکھنا حرام ہے اور یہ گناہ اُس بلانے ہی کی بدولت ہوا ✤

۳۔ کٹورے میں نیوتہ پڑنے کا یہاں بھی وہی قصہ ہے جس کی خرابیاں مذکور ہو چکیں ✤

۴۔ بچّے کے ننہال سے کچھ نقد اور کپڑے لائے جاتے ہیں جس کو عرف میں بھات کہتے ہیں جس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ ہندوستان کے ہندو باپ کے مر جانے پر اس کے مال میں سے لڑکیوں کو کچھ حصہ نہیں دیتے تھے جاہل مسلمانوں نے بھی ان کی دیکھا دیکھی یہی وطیرہ اختیار کیا۔ اور اچھا ان کی دیکھا دیکھی نہ سہی ہم نے مانا کہ یہ رسم خود ہی نکالی تب بھی ہے تو بُری ہی جس حقدار کا حق اللہ و رسولؐ نے مقرر فرمایا ہے اس کو نہ دینا خود دبا بیٹھنا کہاں دُرست ہے۔ غرضکہ جب لڑکی کو میراث[2] سے محروم رکھا تو اس کی تسلّی کے لئے یہ تجویز کیا کہ مختلف موقعوں اور تقریبوں میں اس کو کچھ دے دیا جائے اس طرح دے کر اپنی من سمجھوتی کر لی کہ ہمارے ذمّے اب اُس کا کچھ حق نہیں رہا۔ غرض کہ اس رسم نکالنے کی وجہ یا تو کافروں کی پیروی ہے یا ظلم اور یہ دونوں حرام ہیں دو خرابیاں تو یہ ہوئیں۔ تیسری خرابی وہی بے حد پابندی کہ ننہال والوں کے پاس چاہے ہو چاہے نہ ہو ہزار جتن کرو سودی قرض لو کوئی چیز گرو رکھو جس میں آج کل یا تو نقد سود دینا پڑتا ہے یا نقد سود تو نہیں دینا پڑا لیکن جو جائداد رہن رکھی ہے اس کی پیداوار وہی لیوے گا جس کے پاس رہن رکھی یہ بھی سود ہے اور سود کا دینا لینا دونوں حرام ہیں۔ غرض کچھ ہو مگر یہاں سامان ضرور ہو خود ہی بتلاؤ جب ایک غیر ضروری بلکہ گناہ کا اس زور شور سے اہتمام ہوا کہ فرض و واجب کا بھی اتنا اہتمام نہیں ہوتا تو شریعت سے باہر قدم رکھنا ہوا یا نہیں۔ چوتھی خرابی وہی شہرت اور بڑائی ناموری فخر جن کا حرام ہونا اوپر بیان ہو چکا۔ بعضے کہتے ہیں اپنے عزیزوں سے سلوک کرنا تو عبادت اور ثواب ہے پھر اس میں گناہ کیوں ہے؟

جواب: یہ ہے کہ اگر سلوک اور احسان منظور ہوتا تو بغیر پابندی کے جب اپنے میں

[1] اگر لڑکا بالغ ہو جائے تو اس کا ختنہ نہ کرایا جائے اس لئے کہ اس پر ستر فرض ہے اور ختنہ سنت اور سنت کے سبب فرض کو ترک کرنا جائز نہیں بلکہ اگر وہ خود کر سکے تو کر لے ۱۲

[2] لڑکی کو میراث میں خدا تعالیٰ نے لڑکے سے حصہ کم دیا ہے مگر اگر حساب لگایا جائے تو لڑکی کا حصہ لڑکے سے بہت زیادہ جا پڑتا ہے تو بھلا خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کام کیونکر درست ہو سکتا ہے ۱۲۔ بہشتی عفی عنہ

وسعت ہوتی اور اُن کو حاجت ہوتی دے دیا کرتے یہاں پر تو عزیزوں پر فاقے گذر جائیں خبر بھی نہیں لیتے رسمیں کرتے وقت نام و نمود کے لئے سلوک و احسان نام رکھ لیا۔

۵۔ بعض شہروں میں یہ آفت ہے کہ ختنہ میں یا غسل صحت کے روز خوب راگ باجا ناچ رنگ ہوتا ہے کہیں ڈومنیاں گاتی ہیں جن کا ناجائز ہونا اوپر لکھا گیا اور اس کی خرابیاں اور بُرائیاں اللہ نے چاہا تو آگے بیان کی جائیں گی غرض ان سارے خرافات اور گناہوں کو موقوف کرنا چاہیے جب بچے میں برداشت کی قوت دیکھیں چپکے سے نائی کو بلا کر ختنہ کرا دیں جب اچھا ہو جائے غسل کرا دیں۔ اگر گنجائش ہو اور پابندی بھی نہ کرے اور شہرت و نمود اور طعن و بدنامی کا بھی خیال نہ ہو تو دو چار یار دوست یا دو چار غریبوں کو جو میسّر ہو کھلائے اللہ اللہ خیر صلاح لیکن بار بار ایسا بھی نہ کرے ورنہ پھر وہی رسم پڑ جائے گی۔

مکتب یعنی بسم اللہ کی رسموں کا بیان

اُن رسموں میں سے ایک بسم اللہ کی رسم ہے جو بڑے اہتمام اور پابندی کے ساتھ لوگوں میں جاری ہے اس میں یہ خرابیاں ہیں۔

۱۔ چار برس چار مہینے چار دن کا ہونا اپنی طرف سے مقرر کر لیا ہے جو محض بے اصل اور لغو ہے پھر اس کی اتنی پابندی کہ جا ہے جو کچھ ہو اس کے خلاف نہونے پائے اور ان پڑھ لوگ تو اس کو شریعت ہی کی بات سمجھتے ہیں جس کی وجہ سے عقیدہ میں خرابی اور شریعت کے حکم میں ایک پچر لگانا لازم آتا ہے۔

۲۔ دوسری خرابی مٹھائی بانٹنے کی بیجا پابندی کہ جہاں سے بنے جبراً قہراً ضرور کرو نہ کرو تو بدنام ہونگے جس کا بیان اُوپر ہو چکا ہے پھر شہرت اور نمود اور لوگوں کے دکھانے اور واہ واہ سننے کے لئے کرنا یہ الگ رہا۔

۳۔ بعضے مقدور والے چاندی کے قلم دوات سے چاندی کی تختی پر لکھا کر بچے کو اس میں پڑھواتے ہیں چاندی کی چیزوں کو برتنا اور کام میں لانا حرام ہے اس لئے اُس میں لکھوانا بھی حرام ہوا اور اس میں پڑھوانا بھی۔

[1] مگر ان خرافات اور گناہوں کی زیادہ سزا ان چودھریوں کو دی جائے جو جبریہ ان بدعتیوں کو کراتے ہیں یا باوجود قدرت کے ان کو موقوف نہیں کرتے خدا تعالٰی ایسے چودھریوں کو ہدایت دے کہ وہ اپنی قوم کو راہ راست پر لائیں ۱۲

[2] بلکہ جب بچہ بولنے لگے تو اس کو اللہ اللہ سکھانا چاہیے۔ حالانکہ مائیں اس کے خلاف آنا آنا کہنا سکھاتی ہیں یہ بات بالکل تعلیم اسلام کے خلاف ہے ۱۲

۴ - بعض لوگ بچے کو اس وقت خلاف شرع لباس پہناتے ہیں ریشمی یا زری یا کسم وزعفران کا رنگا ہوا[1] یہ بھی گناہ ہے ؂

۵ - کمینوں اور دھیانیوں کا اس میں بھی فرض سے بڑھ کر حق سمجھا جاتا ہے جس کی برائی اوپر بیان ہو چکی یہ بھی موقوف کرنے کے قابل ہے جب لڑکا بولنے لگے اس کو کلمہ سکھاؤ پھر کسی دیندار بزرگ متبرک کی خدمت میں لے جا کر بسم اللہ کہلا دو اور اس نعمت کے شکریہ میں اگر دل چاہے بلا پابندی کے جو توفیق ہو چھپا کر خدا کی راہ میں کچھ خیر خیرات کر دو لوگوں کو دکھلا کر ہرگز مت دو باقی سب بکھیڑے ہیں اکثر دیکھا جاتا ہے کہ جب بچے کی زبان کھلنے لگتی ہے تو گھر والے ابا اماں بابا وغیرہ کہلاتے ہیں اس کی جگہ اللہ اللہ سکھلاؤ تو کیسا اچھا ہو اور اسی کے قریب قریب قرآن ختم ہونے کے بعد رسمیں ہوتی ہیں اور ان میں[2] بھی بہت سی غیر ضروری باتوں کی بہت پابندی کی جاتی ہے۔ اور بہت سی باتیں ناموری کے لئے کی جاتی ہیں جیسے مہمانوں کا جمع کرنا کسی کو جوڑے دینا ان کی برائیاں اوپر معلوم ہو چکی ہیں ؂

تقریبوں میں عورتوں کے جانے اور جمع ہونے کا بیان

برادری کی عورتیں کئی تقریبوں میں جمع ہوتی ہیں جن میں سے کچھ تو اوپر بیان ہو چکیں اور کچھ باقی ہیں جن کا بیان آگے آتا ہے یہ سب ناجائز ہے تقریبوں کے علاوہ یوں بھی جب کبھی جی چاہا کہ فلانی کو بہت دن ہوئے نہیں دیکھا بس جھٹ ڈولی منگائی اور روانہ ہو گئیں یا کوئی بیمار ہوا اس کو دیکھنے گئیں کہیں خوشی ہوئی وہاں مبارکباد دینے جا پہنچیں بعض ایسی آزاد ہوتی ہیں کہ بے ڈولی منگائے بھی رات کو چل دیتی ہیں بس رات ہوئی اور سیر کی سوجھی یہ تو اور بھی برا ہے اور اگر چاندنی رات ہوئی تو اور بھی بےحیائی[3] ہے غرضکہ عورتوں کو اپنے گھر سے نکلنا اور کہیں آنا جانا بوجہ بہت سی

عہ - بہن وغیرہ ۱۲

عہ - چنانکہ درمختار وشامی باب النفقہ صفحہ ۶۶۵ و باب المہر صفحہ ۳۶۰ مطبوعہ ہند میں یہ مسئلہ صراحتاً مذکور ہے -

[1] کیونکہ فقہا نے لکھا ہے کہ بچوں کو ریشمی لباس پہنانا مکروہ ہے ایسے ہی چیزوں کا استعمال کرانا بھی جیسے چاندی سونے کے برتن اس لئے کہ ان کا استعمال بالغوں کے لئے مکروہ ہے اور جس چیز کا استعمال بالغوں کے لئے مکروہ ہے بچوں کے لئے بھی اس کا استعمال کرانا ناجائز ہے ۱۲-

[2] ایک رسم اس کے اندر یہ بھی ناجائز ہوتی ہے کہ مسجدوں میں حاجت سے زیادہ روشنی کرتے ہیں جو اسراف میں داخل ہے اور اسراف بڑا گناہ ہے دوسرے لوگوں کو دکھلانے کے لئے اُستاد کو روپیہ اسی مجمع میں دیتے ہیں تاکہ ناموری ہو اور اس کے علاوہ اور بھی خرافات کرتے ہیں ۱۲- محشی غفرلہ-

[3] حالانکہ چاندنی رات میں عورتیں اور بھی زیادہ پھرتی ہیں اندھیری رات میں عورت کی کوئی کیفیت جسم کی محسوس نہیں ہوتی اور چاندنی میں ہوتی ہے ۱۲

خرابیوں کے کسی طرح درست نہیں بس اتنی اجازت ہے کہ کبھی کبھی اپنے ماں باپ کو دیکھنے چلی جایا کریں اسی طرح ماں باپ کے سوا اور اپنے محرم رشتہ داروں کو دیکھنے جانا بھی درست ہے مگر سال بھر میں فقط ایک آدھ دفعہ بس اس کے سوا اور کہیں بے احتیاطی سے جانا جس طرح دستور ہے جائز نہیں نہ رشتہ دار کے یہاں نہ کسی اور کے یہاں نہ بیاہ شادی میں نہ غمی میں نہ بیمار پرسی میں نہ مبارکباد دینے کو نہ بری برات کے موقع پر بلکہ بیاہ برات وغیرہ میں جب کسی تقریب کی وجہ سے محفل اور مجمع ہو تو اپنے محرم رشتہ دار کے گھر جانا بھی درست نہیں اگر شوہر کی اجازت سے گئی تو وہ بھی گنہگار ہوا اور یہ بھی گناہ گار ہوئی[1]۔ افسوس کہ اس حکم پر ہندوستان بھر میں کہیں عمل نہیں بلکہ اس کو تو ناجائز ہی نہیں سمجھتے بالکل جائز خیال کر رکھا ہے حالانکہ اسی کی بدولت یہ ساری خرابیاں ہیں۔ غرض اب معلوم ہو جانے کے بعد بالکل چھوڑ دینا چاہیے اور توبہ کرنا چاہیے یہ تو شریعت کا حکم تھا اب اس کی برائیاں اور خرابیاں سنو: جب برادری میں خبر مشہور ہوئی کہ فلاں گھر فلانی تقریب ہے تو ہر بی بی کو نئے اور قیمتی جوڑے کی فکر ہوتی ہے کبھی خاوند سے فرمائش ہوتی ہے کبھی خود بزاز کو دروازے پر بلا کر اس سے ادھار لیا جاتا ہے یا سودی قرض لے کر خریدا جاتا ہے۔ شوہر کو اگر وسعت نہیں ہوتی تب بھی اس کا عذر قبول نہیں ہوتا ظاہر ہے کہ یہ جوڑا محض فخر اور دکھانے کے لئے بنتا ہے جس کے لئے حدیث میں آیا ہے کہ ایسے شخص کو قیامت[2] کے دن ذلت کا لباس پہنایا جائے گا۔ ایک گناہ تو یہ ہوا پھر اس غرض سے مال کا خرچ کرنا فضول خرچی ہے جس کی برائی پہلے باب میں آ چکی ہے یہ دوسرا گناہ ہوا۔ خاوند سے اس کی وسعت سے زائد بلا ضرورت فرمائش کرنا اس کو ایذا پہنچانا ہے یہ تیسرا گناہ ہوا۔ بزاز کو بلا کر بلا ضرورت اس نامحرم سے باتیں کرنا بلکہ اکثر تھان لینے دینے کے واسطے آدھا آدھا ہاتھ جس میں چوڑی مہندی سب ہی کچھ ہوتا ہے باہر نکال دینا کس قدر غیرت اور عفت[3] کے خلاف ہے یہ چوتھا گناہ ہوا۔ پھر اگر سودی لیا تو سود دینا پڑا یہ پانچواں گناہ ہوا۔ اگر خاوند کی

ع فلا تخرج الا لحق لہا او علیہا او لزیارۃ ابویہا کل جمعۃ مرۃ او المحارم کل سنۃ او لکونہا قابلۃ او غاسلۃ لا فیما عدا ذلک وان اذن کان عاصیین ۱۲ درمختار صفحہ ۲۰۲۔

[1] البتہ اگر پردہ کی احتیاط ہو اور نہ شریک ہونے میں باہمی قطع تعلق کا یقین ہو تو محض اتنی دیر کے لئے اجازت دے دے کہ جس سے اس کی شکایت اتر جائے اور یہ سب تاکید اسی بنا پر ہے کہ تقریبوں میں بہت سی بدعنوانیاں ہوتی ہیں خصوصاً بے پردگی ۱۲۔

[2] عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لبس ثوب شہرۃ فی الدنیا البسہ اللہ ثوب مذلۃ یوم القیمۃ رواہ احمد و ابوداود و ابن ماجۃ ۱۲ مشکوٰۃ شریف مجتبائی صفحہ ۳۷۵

[3] عفت کے معنی پاکدامنی ۱۲۔

نیت ان بیجا فرمائشوں سے بگڑ گئی اور حرام آمدنی پر اس کی نظر پہونچی کسی کی حق تلفی کی رشوت لی اور یہ فرمائشیں پوری کر دیں اور اکثر یہی ہوتا بھی ہے کہ حلال آمدنی سے یہ فرمائشیں پوری نہیں ہوتیں تو یہ گناہ اس بی بی کی وجہ سے ہوا اور گناہ کا سبب بننا بھی گناہ ہے یہ چھٹا گناہ ہوا۔ اکثر جوڑے کے لئے گوٹا ٹھپا مصالحہ بھی لیا جاتا ہے اور بے علمی یا بے پروائی کی وجہ سے اس کے خریدنے میں اکثر سود لازم آجاتا ہے کیونکہ چاندی سونے اور اس کی چیزوں کے خریدنے کے مسئلے بہت نازک اور باریک ہیں جیسا کہ اکثر خرید و فروخت[ع] کے بیان میں ہم لکھ چکے ہیں یہ ساتواں گناہ ہوا۔ پھر غضب یہ ہے کہ ایک شادی کے لئے جو جوڑا بنا وہ دوسری شادی کے لئے کافی نہیں اس کے لئے پھر دوسرا جوڑا چاہئے ورنہ عورتیں نام رکھیں گی کہ اس کے پاس بس یہی ایک جوڑا ہے اسی کو بار بار پہن کر آتی ہے اس لئے اتنے ہی گناہ پھر دوبارہ جمع ہوں گے گناہ کو بار بار کرتے رہنا بھی بڑا اور گناہ ہے یہ آٹھواں گناہ ہوا یہ تو پوشاک کی تیاری تھی اب زیور کی فکر ہوئی اگر اپنے پاس نہیں ہوتا تو مانگا تانگا پہنا جاتا ہے اور اس کا مانگے کا ہونا ظاہر نہیں کیا جاتا بلکہ چھپاتی ہیں اور اپنی ہی ملکیت ظاہر کرتی ہیں یہ ایک قسم کا فریب اور جھوٹ ہے۔ حدیث[2] شریف میں آیا ہے کہ جو کوئی ایسی چیز کا اپنا ہونا ظاہر کرے جو سچ مچ اس کی نہیں اس کی ایسی مثال ہے جیسے کسی نے دو کپڑے جھوٹ اور فریب کے پہن لئے یعنی سر سے پاؤں تک جھوٹ ہی جھوٹ لپیٹ لیا یہ نواں گناہ ہوا۔ پھر اکثر زیور بھی ایسا پہنا جاتا ہے جس کی جھنکار دور تک جائے تاکہ محفل میں جاتے ہی سب کی نگاہیں ان ہی کے نظارے میں مشغول ہو جائیں بجتا زیور پہننا خود ممنوع ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ہر باجے کے ساتھ شیطان ہے یہ دسواں گناہ ہوا۔ اب سواری کا وقت آیا تو نوکر کو ڈولی لانے کا حکم ہوا یا جس کے گھر کام تھا اس کے یہاں سے ڈولی آگئی تو بی بی کو غسل کی فکر پڑی کچھ کھلی پانی کی تیاری میں دیر ہوئی کچھ غسل کی نیت

ع۔ صفائی معاملات میں خوب صاف صاف بیان ہے ١٢ منہ۔

[1] بہت سے مردوں کو بھی اس کے مسائل کی کچھ تمیز نہیں ہوتی بھلا عورتوں کو تو کیا ہوتی اور ان مسائل کی پوری تفصیل پہلے گذر چکی ہے مختصر یہ ہے کہ اگر چاندی کو چاندی کے بدلے خریدے تو برابر برابر خریدے کم زیادہ نہ ہو اور قیمت اسی وقت دے ادھار نہ کرے اگر ان میں سے ایک بات کے بھی خلاف ہوگا تو سود ہو جائے گا اور اگر سونے کو چاندی سے خریدے تو کمی زیادتی تو درست ہے مگر ہاتھ در ہاتھ ہونا ضروری ہے فقط۔

[2] یہ حدیث مشکوٰۃ شریف میں موجود ہے جس کے الفاظ یہ ہیں عن اسماء ان امرأۃ قالت یا رسول اللہ ان لی ضرۃ فہل علی جناح ان تشبعت من زوجی غیر الذی یعطینی فقال المتشبع بما لم یعط کلابس ثوبی زور متفق علیہ ١٢

باندھنے میں دیر لگی غرض اس دیر دیر میں نماز جاتی رہے تو کچھ پروا نہیں یا اور کوئی ضروری کام میں حرج ہو جائے تب کچھ مضائقہ نہیں اور اکثر ان بھلی مانسوں کے غسل کے روز یہی مصیبت پیش آتی ہے بہرحال اگر نماز قضا ہوئی یا مکروہ وقت ہو گیا تو یہ گیارھواں گناہ ہوا۔ اب کہار دروازے پر پکار رہے ہیں اور بی بی اندر سے اُن کو گالیاں اور کوسنے سنا رہی ہیں بلا وجہ کسی غریب کو دور دیک کرنا یا گالی کوسنے دینا ظلم اور گناہ ہے یہ بارھواں گناہ ہوا۔ اب خدا خدا کرکے بی بی تیار ہوئیں اور کہاروں کو ہٹا کر سوار ہوئیں۔ بعضی ایسی بے احتیاط ہوتی ہیں کہ ڈولی کے اندر سے پاؤں یعنی آنچل لٹک رہا ہے یا کسی طرف سے پردہ کھل رہا ہے یا عطر پھلیل اسقدر بھرا ہے کہ راستے میں خوشبو مہکتی جاتی ہے یہ نامحرموں کے سامنے اپنا سنگار ظاہر کرنا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو عورت گھر سے عطر لگا کر نکلے یعنی اس طرح کہ دوسروں کو بھی خوشبو پہنچے تو وہ ایسی ایسی ہے یعنی بڑی بُری ہے[1] یہ تیرھواں گناہ ہے۔ اب منزل مقصود پر پہونچیں۔ کہار ڈولی رکھ الگ ہوئے اور یہ بیدھڑک اُتر گھر میں داخل ہوئیں یہ خیال ہی نہیں کہ شاید کوئی نامحرم مرد گھر میں ہو اور بارہا ایسا اتفاق ہوتا بھی ہے کہ ایسے موقع پر نامحرم کا سامنا اور چار آنکھیں[2] ہو جاتی ہیں مگر عورتوں کو تمیز ہی نہیں کہ اوّل گھر میں تحقیق کر لیا کریں۔ تو ہی شبہہ کے موقع پر تحقیق نہ کرنا یہ چودھواں گناہ ہوا۔ اب گھر میں پہونچیں تو وہاں کی بیبیوں کو سلام کیا خوب ہوا۔ بعضوں نے زبان کو تکلیف ہی نہیں دی فقط ماتھے پر ہاتھ رکھ دیا بس سلام ہو گیا اس طرح سلام کرنے کی حدیث میں ممانعت آئی ہے بعض نے سلام کا لفظ کہا بھی تو صرف سلام۔ یہ بھی سُنت کے خلاف ہے السلام علیکم کہنا چاہیے۔ اب جواب ملاحظہ فرمائیے، ٹھنڈی رہو جیتی رہو سہاگن رہو عمر دراز۔ دودھوں نہاؤ پوتوں پھلو بھائی جیسے میاں جیئے بچہ جیئے۔ غرض گنتے بھر کے نام گنانا آسان اور وعلیکم السلام جس کے اندر سب دعائیں آجاتی ہیں مشکل، یہ ہمیشہ ہمیشہ سنت کی مخالفت کرنا پندرھواں گناہ ہوا، اب مجلس جمی تو بڑا شغل یہ ہوا کہ گپیں شروع ہوئیں اس کی شکایت اُس کی غیبت[3] اُس کی چغلی اس پہ بہتان جو بالکل حرام اور سخت منع ہے یہ سولھواں گناہ ہوا۔ باتوں

[1] اسی حدیث کے قریب یہ حدیث ہے کہ عن ابی ہریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طیب الرجال ما ظہر ریحہ وخفی لونہ وطیب النساء ما ظہر لونہ وخفی ریحہ رواہ الترمذی ۱۲۔ یعنی فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مردوں کی خوشبو وہ ہے جس کی بو ظاہر ہو اور عورتوں کی خوشبو وہ چیز ہے کہ جس کا رنگ ظاہر ہو اور بو پوشیدہ ۱۲۔ محشی

[2] اس پر کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ عورت کا چہرہ تو ستر میں داخل نہیں تو اگر کوئی اس پر نظر ڈالے تو گناہ کیا مگر یہ شبہ بیکار ہے اس لئے کہ فقہ میں خود لکھا ہے کہ چہرہ کا دیکھنا اگر فتنہ کا باعث ہو تو اس سے اجتناب ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں چہرہ کا دیکھنا بڑے فساد کی جڑ ہے ۱۲۔

[3] غیبت کرنا زنا سے بھی بُرا ہے اور قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ کیا تم اس کو پسند کرتے ہو کہ تم اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھاؤ یعنی ظاہر ہے کہ تم کبھی اس کو پسند نہ کرو گے تو غیبت کرنا بھی ایسا ہی ہے ۱۲۔

سب کے درمیان میں ہر بی بی اس کوشش میں ہے کہ میری پوشاک اور زیور پر سب کی نظر پڑ جانا چاہیے، ہاتھ سے پاؤں سے زبان سے غرض تمام بدن سے اس کا اظہار ہوتا ہے یہ صاف ریا ہے جس کا حرام ہونا قرآن و حدیث میں صاف صاف آیا ہے یہ سترہواں گناہ ہوا اور جس طرح ہر بی بی دوسروں کو اپنا سامانِ فخر دکھلاتی ہے اسی طرح ہر ایک دوسروں کے کُل حالات دیکھنے کی بھی کوشش کرتی ہے، پھر اگر کسی کو اپنے سے کم پایا تو اس کو حقیر اور ذلیل اور اپنے کو بڑا سمجھا بعضی غرور پیٹی تو ایسی ہوتی ہیں کہ سیدھی طرح منہ سے بات بھی نہیں کرتیں یہ صریح تکبر اور گناہ ہے۔ یہ اٹھارہواں گناہ ہوا اور اگر دوسروں کو اپنے سے بڑھا ہوا دیکھا تو حسد[ع] و ناشکری اور حرص[1] اختیار کی یہ اُنیسواں۔ بیسواں۔ اکیسواں گناہ ہوا۔ اکثر اس طوفان اور بیہودہ مشغولی میں نمازیں اُڑ جاتی ہیں ورنہ وقت تو ضرور ہی تنگ ہو جاتا ہے۔ یہ بائیسواں گناہ ہوا۔ پھر اکثر ایک دوسرے کو دیکھ کر یا ایک دوسرے سے سُن کر یہ خرافات رسمیں بھی سیکھتی ہیں گناہ کا سیکھنا سکھانا دونوں گناہ ہیں تیئیسواں گناہ ہوا۔ یہ بھی ایک دستور ہے کہ ایسے وقت جو سقّا پانی لاتا ہے اُس سے پردہ کرنے کے لئے بند مکان میں نہیں جاتیں بلکہ اس کو حکم ہوتا ہے کہ تو منہ پر نقاب[2] ڈال کر چلا آ اور کسی کو دیکھنا مت۔ اب آگے اُس کا دین و ایمان جانے چاہے کن انکھیوں سے تمام مجمع کو دیکھ لے تو بھی کسی کو غیرت اور حیا نہیں اور ایسا ہوتا بھی ہے کیونکہ جو کپڑا وہ منہ پر ڈالتا ہے اس سے سب دکھائی دیتا ہے۔ ورنہ سیدھا گھڑے مٹکے کے پاس جا کر پانی کیسے بھرتا ہے ایسی جگہ قصداً بیٹھے رہنا کہ نامحرم دیکھ سکے حرام ہے یہ چوبیسواں گناہ ہوا بعضی بیبیوں کے سیانے لڑکے دس دس بارہ بارہ برس کی عمر کے اندر گھسے چلے آتے ہیں اور مروّت میں ان سے کچھ نہیں کہا جاتا سامنے آنا پڑتا ہے یہ پچیسواں گناہ ہوا۔ کیونکہ شریعت کے مقابلہ میں کسی کی مروّت کرنا گناہ ہے اور لڑکا جب سیانا[3] ہو جایا کرے تو اس سے پردہ کرنے کا حکم ہے اب کھانے کے وقت اس قدر طوفان مچتا ہے کہ ایک ایک بی بی چار چار طفیلیوں کو ساتھ

[ع] حسد اُسے کہتے ہیں کہ وہ نعمت جس کے پاس ہے اس سے چھن جائے اور غبطہ اسے کہتے ہیں کہ کسی کی نعمت کو دیکھ کر یہ خیال کرنا کہ ہم بھی ایسے ہی ہوتے یا یہ چیز ہمارے پاس بھی ہوتی جس کے پاس وہ چیز ہے اس سے زائل ہونے کا خیال نہ ہو غبطہ جائز اور حسد حرام ہے ۱۲۔

[1] حرص بڑی بلا ہے کبھی حریص کامیاب نہیں ہوتا اس کی سیری کبھی نہیں ہوتی بلکہ حدیث میں آیا ہے کہ حریص محروم ہے ۱۲

[2] چنانچہ اس کا رواج دہلی شہر میں بہت دیکھا گیا ہر سقے کے ساتھ ایک رومال کندھے پر ہوتا ہے جب گھر میں جاتا ہے تو رومال منہ پر ڈال لیتا ہے مگر یہ شریعت کے بالکل خلاف ہے کیونکہ جس طرح مرد کو عورت کا دیکھنا منع ہے ایسے ہی عورت کو مرد کا دیکھنا بھی گناہ ہے ۱۲

[3] یعنی بلوغ کے قریب جس کو عربی میں مراہق کہتے ہیں ۱۲۔

لاتی ہیں اور انکو خوب بھر بھر دیتی ہیں اور گھر والے کے مال و آبرو کی کچھ پروا نہیں کرتیں یہ چھبیسواں گناہ ہے اب فراغت کرنیکے بعد جب گھر جانے کو ہوتی ہیں کہاروں کی آواز سن کر یاجوج ماجوج کی طرح دوڑتی ہیں کہ ایک پر دوسری دوسری پر تیسری غرض سب دروازے میں جالپٹتی ہیں کہ پہلے ہیں ہی سوار ہوں اکثر اوقات کہار ابھی ہٹنے بھی نہیں پاتے اچھی طرح سامنا ہو جاتا ہے یہ ستائیسواں گناہ ہوا کبھی کبھی ایک ایک ڈولی پر دو دو لد گئیں اور کہاروں کو نہیں بتایا کہ ایک پیسہ کہیں اور نہ دینا پڑے یہ اٹھائیسواں گناہ ہوا پھر کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے تو بلا دلیل کسی کو تہمت[1] لگانا بلکہ کبھی کبھی اس پر سختی کرنا کہ اکثر شادیوں میں ہوتا ہے یہ انتیسواں گناہ ہوا۔ پھر اکثر تقریب والے گھر کے مرد بے احتیاطی اور جلدی میں محض جھانکنے تاکنے کے لئے بالکل دروازے میں گھر کے روبرو آ کھڑے ہوتے ہیں اور بہتوں[2] پر نگاہ ڈالتے ہیں ان کو دیکھ کر کسی نے منہ پھیر لیا کوئی کسی آڑ میں ہو گئی کسی نے ذرا سر نیچا کر لیا بس یہ پردہ ہو گیا۔ اچھی خاصی سامنے بیٹھی رہتی ہیں یہ تیسواں گناہ ہوا۔ پھر دولہا کی زیارت اور بارات کے تماشے کو دیکھنا فرض اور تبرک سمجھتی ہیں جس طرح عورت کو اپنا بدن غیر مرد کو دکھلانا جائز نہیں اسی طرح بلا ضرورت غیر مرد کو دیکھنا بھی منع ہے یہ اکتیسواں گناہ ہوا۔ پھر گھر لوٹ آنے کے بعد کئی کئی روز تک آنے والی بیبیوں میں اور تقریب والے کی کارروائیوں میں جو عیب نکالے جاتے اور کیڑے ڈالے جاتے ہیں یہ بتیسواں گناہ ہوا۔ اسی طرح اور بھی بہت سی خرابیاں اور گناہ کی باتیں عورتوں کے جمع ہونے میں ہیں خود خیال کرو کہ جس میں اتنی بے انتہا خرابیاں ہوں وہ امر کیسے جائز ہو سکتا ہے اس لئے اس رسم کا بند کرنا سب[3] سے زیادہ ضروری ہے +

منگنی کی رسموں کا بیان

منگنی میں بھی طوفان بے تمیزی کی طرح بہت سی رسمیں کی جاتی ہیں اس میں سے بعض ہم بیان کرتے ہیں +

ا۔ جب منگنی ہوتی ہے خط لے کر نائی آتا ہے تو لڑکی والے کی طرف سے شکرانہ

[1] کیونکہ کسی کو تہمت لگانے کا بہت بڑا گناہ ہے جس کو بہتان اور اتہام کہتے ہیں ۱۲

[2] اس معاملہ میں ایسے مرد کو بھی تنبیہ لازم ہے اور ان عورتوں کو ان کے خاوند پوری تنبیہ کریں اکثر عورتوں سے اس قسم کی حرکات خاوندوں کی چشم پوشی اور نرمی سے ہوا کرتی ہیں لہٰذا ایسے مردوں سے مواخذہ ہوگا کہ ان کی ماتحتی میں یہ عورتیں برا کام کریں ۱۲

[3] کیونکہ جو شخص رسموں کو روکتا ہے وہ گویا کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتا ہے واقعی آج کل رسموں کا روکنا ایسا ہے جیسا کہ پہلے زمانے میں کفار سے جہاد دشوار تھا ۱۲۔

بنا کر نائی کے سامنے رکھا جاتا ہے اس میں بھی وہی بیجا پابندی کہ فرض وواجب چاہے ٹلجائے مگر یہ نہ ٹلے[1]. ممکن ہے کہ کسی گھر میں اس وقت دال ہی روٹی ہو۔ مگر جہاں سے بنے قسکرانہ کرو ورنہ منگنی ہی نہ ہوگی۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ۔ ایک خرابی تو یہ ہوئی پھر اس بیہودہ بات کے لئے اگر سامان موجود نہو تو قرض لینا پڑتا ہے حالانکہ بغیر ضرورت قرض لینا منع ہے۔ حدیث میں ایسے قرض لینے پر بڑی دھمکی آئی ہے دوسرا گناہ یہ ہوا ؂

۲۔ وہ نائی کھانا کھاکر سو روپئے یا جس قدر لڑکی والے نے دیئے ہوں خوان میں ڈالدیتا ہے لڑکے والا اس میں سے ایک یا دو اُٹھاکر باقی پھیر دیتا ہے اور یہ روپیہ اپنے کمینوں کو تقسیم کر دیتا ہے۔ بھلا سوچنے کی بات ہے کہ جب ایک ہی دو روپیہ کا لینا دینا منظور ہے تو خواہ مخواہ سو روپیہ کو کیوں تکلیف دی اور اس رسم کے پورا کرنے کے واسطے بعض وقت بلکہ اکثر سُودی قرض لینا پڑتا ہے جس کے لئے حدیث[2] میں لعنت آئی ہے اور اگر قرض بھی نہ لیا تو بجز فخر اور اپنی بڑائی جتلانے کے اس میں اور کونسی عقلی مصلحت ہے اور جب سب کو معلوم ہے کہ ایک دو سے زیادہ نہ لیا جائے گا تو سو کیا ہزار روپیہ میں بھی کوئی بڑائی اور شان نہیں رہی بڑائی تو جب ہوتی جب دیکھنے والے سمجھتے کہ تمام رُوپیہ نذر کر دیا اب تو فقط مسخراپن اور بچّوں کا سا کھیل ہی کھیل رہ گیا اور کچھ نہیں مگر لوگ کرتے ہیں اسی فخر اور شان[3] کے لئے اور افسوس کہ بڑے بڑے عقلمند جو اوروں کو عقل سکھاتے ہیں وہ بھی اس خلافِ عقل رسم میں مبتلا ہیں غرض اس میں بھی اصل ایجاد کے اعتبار سے تو ریا کا گناہ ہے اور اب چونکہ محض لغو اور بیہودہ فعل ہو گیا جیسا کہ ابھی بیان ہوا لہذا یہ بھی بُرا ہے۔ حدیث[4] شریف میں آیا ہے کہ آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ لاالعنی باتوں کو چھوڑ دے غرض لاالعنی اور لغویات بھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے خلاف ہے اور اگر سُودی رُوپیہ لیا گیا تو اس کا گناہ ہونا تو سب ہی جانتے ہیں غرض اتنی خرابیاں اس رسم میں موجود ہیں ؂

۳۔ پھر لڑکی والا نائی کو ایک جوڑا مع کچھ نقد روپئے کے دیتا ہے اور یہاں بھی وہی بلا لگی ہوتی ہے کہ دنیا منظور ہے ایک دو اور دکھلائے جاتے ہیں[5]۔ واقعی رواج بھی

[1] اگر رسم کی پابندی نہ ہو اور آدمی کو یہ سمجھ کر کہ یہ ایک مسلمان مہمان ہے اس کی خاطر کی جائے تو اس میں مضائقہ نہیں ۱۲

[2] عن جابر قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آکل الربوا وموکلہ وکاتبہ وشاہدیہ وقال ہم سواء ۱۲ رواہ مسلم مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۴۴

[3] شان وشوکت کے لئے کوئی کام کرنا بھی اچھا نہیں جو کام ہو وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہونا چاہیے اگر کوئی شخص صدقہ خیرات یا جہاد بھی اپنی شوکت یا جرأت دکھانے کے لئے کرتا ہوگا تو وہ بھی قبول نہ ہوگی ۱۲۔

[4] اس کے عربی الفاظ یہ ہیں من حسن اسلام المرء ترکہ مالایعنیہ ۱۲۔

[5] سو روپیہ کا دکھانا بجز اپنی مالداری جتلانے کے اور کسی غرض سے نہیں ہوسکتا ۱۲۔

عجیب چیز ہے کہ کیسی ہی عقل کے خلاف کوئی بات ہو مگر عقلمند بھی اُس کے کرنے میں نہیں شرماتے اس کی خرابیاں ابھی بیان ہو چکیں +

۴۔ نائی کے لوٹنے سے پہلے سب عورتیں جمع ہوتی ہیں اور ڈومنیاں گاتی ہیں عورتوں کے جمع ہونے کی خرابیاں بیان ہو چکیں اور گانے کی خرابیاں بیاہ کی رسموں میں بیان ہوں گی غرض کہ یہ بھی ناجائز ہے +

۵۔ جب نائی پہنچتا ہے اپنا جوڑہ روپوں سمیت گھر میں بھیج دیتا ہے وہ جوڑہ تمام برادری میں گھر گھر دکھلا کر نائی کو دے دیا جاتا ہے خود غور کرو جہاں ہر ہر بات کے دکھلانے کی پخ لگی ہو کہاں تک نیت درست رہ سکتی ہے یقیناً جوڑا بنانے کے وقت یہی نیت ہوتی ہے کہ ایسا بناؤ کہ کوئی نام نہ رکھے۔ غرض ریا بھی ہوئی اور لغو خرچ بھی جس کا حرام ہونا قرآن و حدیث[1] میں صاف صاف آگیا ہے اور مصیبت یہ ہے کہ بعض مرتبہ اس اہتمام پر بھی دیکھنے والوں کو پسند نہیں آتا وہی مثل ہے جڑ بانی جان سے گئی کھانے والے کو مزہ نہ ملا۔ بعض غرور پیٹی اس میں خوب عیب نکالنے لگتی ہیں اور بدنام کرتی ہیں۔ غرض ریا۔ فضول خرچی۔ غیبت سب ہی کچھ اس رسم کی بدولت ہوتا ہے +

۶۔ کچھ عرصے کے بعد لڑکی والے کی طرف سے کچھ مٹھائی اور انگوٹھی اور رومال اور کسی قدر روپے جس کو نشانی کہتے ہیں بھیجی جاتی ہے اور یہ روپیہ بطور نیوتے کے جمع کر کے بھیجا جاتا ہے یہاں بھی ریا اور بیہودہ اور لغو خرچ کی علت موجود ہے اور نیوتے کی خرابیاں اُوپر لکھ چکیں +

۷۔ جو نائی اور کہار یہ مٹھائی لے کر آتے ہیں نائی کو جوڑہ اور کہاروں کو پگڑیاں اور کچھ نقد دے کر رخصت کر دیا جاتا ہے اس مٹھائی کو کنبے کی بڑی بوڑھی عورتیں برادری میں گھر گھر تقسیم کرتی ہیں اور اُسی کے گھر کھاتی ہیں۔ سب جانتے ہیں کہ ان کہاروں کی کچھ مزدوری مقرر نہیں کی جاتی[2] نہ اس کا لحاظ ہوتا ہے کہ یہ خوشی سے جاتے ہیں یا ان پر جبر ہو رہا ہے۔ اکثر اوقات وہ لوگ اپنے کسی کار و بار یا اپنی بیماری یا

[1] وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالےٰ انا اغنی الشرکاء عن الشرک من عمل عملاً اشرک فیہ معی غیری ترکتہ وشرکہ وفی روایۃ وانا منہ بری ھو للذی عملہ رواہ مسلم ۱۲ یہ تو حدیث شریف ہے اور قرآن شریف کی آیت مذمت ریا کی ایک تو پہلے گذر چکی ہے دوسری یہ ہے کہ فویل للمصلین الذین ہم عن صلوتہم ساہون الذین ہم یراؤن الخ اور فضول خرچی کے بارہ میں یہ آیت ہے کہ ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین ۱۲

[2] اور کسی مزدور کی مزدوری مقرر نہ کرنا اجارہ کو فاسد کرتا ہے اور اجارہ فاسدہ میں اُجرت مثل دینی چاہیئے ۱۲۔ محشی غفر لہٗ۔

کسی بیوی بچے کی بیماری کا عذر پیش کرتے ہیں مگر یہ بھیجنے والے اگر کچھ قابو دار ہوئے تو خود ورنہ کسی دوسرے قابو دار بھائی سے جوتے لگوا کر خوب گنڈی[عہ] کرا کے جبراً قہراً بھیجتے ہیں اور اس موقع پر کیا اکثر ان لوگوں سے جبراً کام لیا جاتا ہے جو بالکل ظلم اور گناہ ہے[1] اور ظلم کا وبال دنیا میں بھی اکثر پڑتا ہے اور آخرت کا گناہ ہے ہی پھر فروعدی کا نہ ٹلے کرنا یہ دوسری بات خلاف شرع ہوئی۔ یہ تو ان کی روانگی کے پھل پھول ہیں اور تقسیم کرنے ہیں ریا کا ہونا کس کو نہیں معلوم۔ پھر تقسیم میں اتنی مشغولی ہوتی ہے کہ اکثر بانٹنے والیوں کی نمازیں اُڑجاتی ہیں اور وقت کا تنگ ہو جانا تو ضروری بات ہے ایک بات خلاف شرع یہ ہوئی جن کے گھر حصے جاتے ہیں اُن کے نخرے بات بات پر حصہ پھیر دینا الگ اُٹھانا پڑتا ہے بلکہ قبول کرنا بھی اِس رسم ریائی کو رونق دینا اور رواج ڈالنا ہے اس لئے شرع سے یہ بھی ٹھیک نہیں غرض ان سب خرافات کو چھوڑ دینا واجب ہے بس ایک پوسٹ کارڈ یا زبانی گفتگو سے پیغام نکاح ادا ہو سکتا ہے۔ جانب ثانی اپنے طور پر ضروری باتوں کی تحقیق کر کے ایک پوسٹ کارڈ سے یا فقط زبانی وعدہ کر لے۔ لیجئے منگنی ہو گئی۔ اگر بچی پوری بات کرنے کے لئے یہ رسمیں برتی جاتی ہیں تو اوّل تو کسی مصلحت[2] کے لئے گناہ کا کرنا درست نہیں پھر ہم دیکھتے ہیں کہ باوجود ان فضولیات کے بھی جہاں مرضی نہیں ہوتی جواب دے دیتے ہیں کوئی بھی کچھ نہیں کر سکتا۔

۸۔ بعض جگہ منگنی کے وقت یہ رسوم ہوتی ہیں کہ سسرال والے چند لوگ آتے ہیں اور دُلہن کی گود بھری جاتی ہے جس کی صورت یہ ہے کہ لڑکے کا سرپرست اندر بلایا جاتا ہے وہ دُلہن کی گود میں میوہ اور بڑے بتاشے وغیرہ رکھتا اور ہاتھ پر ایک روپیہ روپ کا رکھتا ہے اس کے بعد اب لڑکی والے اُن کو اس کا بدلہ اور جتنی توفیق ہو اُتنے روپے دیدیتے ہیں اس میں بھی کئی برائیاں ہیں ایک تو اجنبی مرد کو گھر میں بلانا اور اُس سے گود بھروانا اگرچہ پردہ کی آڑ سے ہو لیکن پھر بھی بُرا ہے۔ دوسرے گود بھرنے میں وہی شگون جو شرعاً[3] ناجائز ہے۔

عہ یعنی مار پیٹ ۱۲

[1] ظلم سے زیادہ بری چیز دنیا میں کچھ نہیں بلکہ شرک بھی کہ جس کے نہ بخشنے کا خدا تعالے نے وعدہ فرمایا ہے اسی ظلم کی ایک فرد ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ ان الشرک لظلم عظیم اور اگر یہ کام ان سے بطور ظلم نہ لیا جاتا بلکہ یہ خوشی کے ساتھ مزدوری کو تیار ہوتے ہوتے تو ان سے یہ کام لینا درست ہوتا ۱۲

[2] بلکہ اگر کسی بھلی بات کے کرنے سے کسی گناہ کا اندیشہ ہو تو اس بھلی بات کو چھوڑ دینا چاہئے بشرطیکہ بھلی بات فرض یا واجب کے درجہ میں نہ ہو چنانچہ شامی میں لکھا ہے کہ اگر کسی کام کے بدعت اور سنت ہونے میں تردد ہو تو اس کا ترک کر دے ۱۲ محشی غفرلہ

[3] اور اس کے متعلق حدیث شریف میں صاف صاف ارشاد آچکا ہے کہ لا عدوی ولا طیرۃ الخ یعنی نہ تو مذہب اسلام میں کسی میں کسی بیماری کے اُڑ کر لگنے کا عقیدہ صحیح ہے اور نہ بُری فال لینا البتہ نیک فالی میں نقصان نہیں جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ ہجرت کر کے تشریف لے جا رہے تھے اور راستہ میں ایک صاحب آپ کو ملے آپ نے اُن سے دریافت فرمایا کہ تمہارا کیا نام ہے انھوں نے کہا بریدہ تو آپ نے فرمایا کہ بَرد امرنا یعنی بیشک خدا تعالیٰ نے ہمارا

تیسرے ناریل کے سڑا اور اچھا نکلنے سے لڑکی کی بھلائی یا برائی کی فال لیتے ہیں اس کا شرک اور قبیح ہونا بیان ہو چکا ہے چوتھے اس میں اس قدر پابندی جس کا بُرا ہونا تم سمجھ چکی ہو اور شہرت اور ناموری بھی ضرور ہے۔ غرض کوئی رسم ایسی نہیں جس میں گناہ نہ ہوتا ہو۔

بیاہ کی رسموں کا بیان

سب سے بڑی تقریب جس میں خوب دل کھول کر حوصلے نکالے جاتے ہیں اور بے انتہا رسمیں ادا کی جاتی ہیں وہ یہی شادی کی تقریب ہے جس کو واقع میں بربادی کہنا لائق ہے اور بربادی بھی کیسی دین کی بھی اور دُنیا کی بھی اس میں جو رسمیں کی جاتی ہیں وہ یہ ہیں

۱۔ سب سے پہلے برادری کے لوگ جمع ہو کر لڑکی والے کی طرف سے تعین تاریخ کا خط لکھ کر نائی کو دے کر رخصت کرتے ہیں یہ رسم ایسی ضروری ہے کہ چاہے برسات ہو راہ میں ندی نالے پڑتے ہوں جس میں نائی صاحب کے بالکل ہی رخصت ہو جانے کا احتمال ہو غرض کچھ ہی ہو مگر یہ ممکن نہیں کہ ڈاک کے خط پر کفایت کریں یا نائی سے زیادہ معتبر کوئی آدمی جاتا ہو اس کے ہاتھ بھیج دیں شریعت نے جس چیز کو ضروری نہیں ٹھہرایا اُس کو اس قدر ضروری سمجھنا کہ شریعت کے ضروری تبلائے ہوئے کاموں سے زیادہ اس کا اہتمام کرنا خود انصاف کرو کہ شریعت کا مقابلہ ہے یا نہیں[2] اور جب مقابلہ ہے تو چھوڑ دینا واجب ہے یا نہیں اسی طرح مردوں کے اجتماع کا ضروری ہونا اس میں بھی یہی خرابی ہے اگر کہو کہ مشورہ کے لئے جمع ہوتے ہیں تو یہ بالکل غلط ہے وہ بیچارے تو خود پوچھتے ہیں کون تاریخ لکھیں جو پہلے سے گھر میں خاص مشورہ کر کے مقرر کر چکے ہیں وہی تبلا دیتے ہیں اور وہ لوگ لکھ دیتے ہیں اور اگر مشورہ ہی کرنا ہے تو جس طرح اور کاموں میں مشورہ ہوتا ہے کہ ایک دو عقلمند لوگوں سے رائے لے لی بس کفایت ہو گئی گھر گھر کے آدمیوں کو بٹورنا کیا ضرور پھر اکثر لوگ جو نہیں آسکتے اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو اپنی جگہ بھیج دیتے ہیں بھلا وہ مشورے میں کیا تیر چلائیں گے کچھ بھی نہیں یہ سب من سمجھوتیاں ہیں سیدھی بات کیوں نہیں کہتے کہ صاحب یوں ہی رواج چلا آتا ہے۔ بس اسی رواج

[1] جس شے کو شریعت ضروری نہ کہے اس کو ضروری ٹھہرانا گویا شارع بننا ہے ایسی حالت میں شارع کا پورا مقابلہ لازم ہوتا ہے اس سے گریز فرض ہے ۱۲

[2] رواج کی پابندی کو جزو ایمان سمجھتے ہیں یعنی جو ان کے خلاف کرے اس کو برادری سے الگ جانتے ہیں اور برادری میں بعض جگہ اسی کو لیتے ہیں جو رواج قدیم کی پابندی کا عہد کرے اور اگر برادری میں کوئی سمجھدار آدمی خدا سے ڈرنے والا ہوا اور اس نے کہا کہ بھائیو غور کرو تم کس قدر شریعت کے خلاف کام کر رہے ہو تو بعض صاحب یہ جواب دیتے ہیں کہ میاں پنچایت اور برادری میں شریعت کے اتباع کا کیا ذکر اور بعض ذرا دبے لفظوں میں یہ کہہ دیتے ہیں کہ بھائی ہم ایسے متقی کہاں ہیں یہ کام تو مولوی ملانوں یا تعویذداروں کا ہے یہ نہیں سمجھتے کہ شریعت سب کے لئے ایک ہی ہے۔ ۱۲

کی برائی اور اس کے چھوڑنے کا واجب ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ غرض اس رسم کے سب اجزا خلاف شرع ہیں پھر اس میں یہ بھی ایک ضروری بات ہے کہ سرخ ہی خط ہو اور اس پر گوٹہ بھی لپٹا ہو یہ بھی اسی بیجا پابندی کے اندر داخل ہے جس کی برائی اور خلاف شرع ہونا او پر کئی دفعہ بیان ہو چکا ہے۔

۲۔ گھر میں برادری کنبے کی عورتیں جمع ہو کر لڑکی کو ایک کونے میں قید کر دیتی ہیں جس کو مائیوں بٹھلانا اور مانجھے بٹھلانا کہتے ہیں اس کے آداب یہ ہیں کہ اس کو چوکی پر بٹھلا کر اس کے داہنے ہاتھ پر کچھ بٹنا رکھتی ہیں اور گود میں کچھ کھیل بتاشے بھرتی ہیں اور کچھ کھیل بتاشے حاضرین میں تقسیم ہوتے ہیں اور اسی تاریخ سے برابر لڑکی کے بٹنا ملا جاتا ہے اور بہت سی پٹیدیاں برادری میں تقسیم ہوتی ہیں۔ یہ رسم بھی چند خرافات باتیں ملا کر بنائی گئی ہے۔

اوّل[1] اس کے علیحدہ بٹھانے کو ضروری سمجھنا خواہ گرمی ہو حبس ہو دنیا بھر کے طبیب بھی کہیں کہ اس کو کوئی بیماری ہو جائے گی کچھ ہی ہو مگر یہ فرض قضا نہ ہونے پائے۔ اس میں بھی وہی بیجا پابندی کی برائی موجود ہے اور اگر اس کے بیمار ہو جانے کا اندیشہ ہو تو دوسرا گناہ ایک مسلمان کو ضرر پہونچانے کا ہو گا جس میں ماشاء اللہ ساری برادری بھی شریک ہے

دوسری بلاضرورت چوکی پر بٹھلانا اس کی کیا ضرورت ہے کیا فرش پر اگر بٹنا ملا جائے گا تو بدن میں صفائی نہ آئے گی اس میں بھی وہی بیجا پابندی جس کا خلاف شرع ہونا کئی دفعہ معلوم ہو چکا ہے۔

تیسری۔ داہنے ہاتھ پر بٹنا رکھنا اور گود میں کھیل بتاشے بھرنا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی ٹوٹکا اور شگون ہے اگر ایسا ہے تب تو شرک[1] ہے اور شرک کا خلاف شرع ہونا کون مسلمان نہیں جانتا ورنہ وہی پابندی تو ضرور ہے اسی طرح کھیل بتاشوں کی تقسیم کی پابندی یہ سب بیجا پابندی اور ریا و افتخار ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

چوتھی عورتوں کا جمع ہونا جو ان سارے فسادوں کی جڑ ہے جن کا اوپر بیان ہو چکا بعض

[1] غرض ایک نہ ایک خرابی ضرور ہے یا تو شرک لازم آتا ہے جو سب سے بڑی خرابی ہے اور یا اس سے چھوٹی خرابی یعنی دکھلاوا اور فخر اور دکھاوے کو بھی شرک خفی بتلایا ہے یعنی چھپا ہوا شرک ۱۲

جگہ یہ بھی قید ہے کہ سات سُہاگنیں جمع ہو کر اس کے ہاتھ پر اُبٹنا[1] رکھتی ہیں یہ ایک شگون ہے جس کا شرک ہونا اوپر سُن چکی ہو۔ اگر بدن کی صفائی اور نرمی کی مصلحت سے اُبٹنا ملا جائے تو اس کا مضائقہ نہیں مگر معمولی طور سے بلا قید کسی رسم کے مَل دو بس فراغت ہوئی اس کا اس قدر طومار کیوں باندھا جائے۔ بعضی عورتیں اس رسم کی پچ میں کچھ وجہیں تراشتی ہیں بعضی یہ کہتی ہیں کہ سسرال جا کر کچھ دن لڑکی کو سر جھکائے ایک ہی جگہ بیٹھنا ہوگا اس لئے عادت ڈالنے کی مصلحت سے مانجھے بٹھاتے ہیں کہ وہاں زیادہ تکلیف نہ ہو۔ اور بعضی صاحبہ یہ فرماتی ہیں کہ اُبٹنا ملنے سے بدن صاف اور خوشبودار رہتا ہے اس لئے اِدھر اُدھر نکلنے میں کچھ آسیب[2] کے خلل ہونے کا ڈر ہے۔ یہ سب شیطانی خیالات اور مَن سمجھوتیاں ہیں۔ اگر صرف یہی بات ہے تو برادری کی عورتوں کا جمع ہونا ہاتھ پر اُبٹنا رکھنا گود بھرنا وغیرہ اور خرافات کیوں ہوتے ہیں اتنا مطلب تو بغیر ان بکھیڑوں کے بھی ہو سکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ وہاں جا کر بالکل مردہ ہو کر رہنا بھی تو بُرا ہے جیسا کہ آگے آتا ہے لہٰذا اس کی مدد اور برقرار رکھنے کے واسطے جو کام کیا جائے وہ بھی ناجائز ہوگا اور یہ بھی نہ سہی تو ہم کہتے ہیں کہ آدمی پر جیسی پڑتی ہے سب جھیل لیتا ہے خود سمجھو کہ پہلے گھر بھر میں پھرتی چلتی تھی اب دفعۃً ایک کونے میں کیسے بیٹھ گئی ایسے ہی وہاں بھی دو ایک دن بیٹھ لے گی، بلکہ وہاں کی تو ایک آدھ دن کی مصیبت ہے اور یہاں تو دس دس بارہ بارہ دن قید کی مصیبت ڈالی جاتی ہے تیسرے یہ کہ اگر آسیب کے ڈر سے نہیں نکلنے پاتی تو بہت سے بہت صحن میں اور کوٹھے پر نہ جانے دو یہ کیا کہ ایک ہی کونے میں بڑی گھٹا کرے کھانے پانی کے لئے بھی وہاں سے نہ ٹلے اس لئے یہ سب من گھڑت بہانے اور واہیات باتیں ہیں ؎

۳۔ جب نائی خط لے کر دولہا کے گھر گیا تو وہاں برادری کی عورتیں جمع ہو کر دو خوان شکرانے کے بناتی ہیں جس میں ایک نائی کا ہوتا ہے دوسرا ڈومنیوں کا نائی کا خوان باہر بھیجا جاتا ہے اور ساری برادری کے مرد جمع ہو کر نائی کو شکرانہ کھلاتے ہیں یعنی اس کھاتے کا مُنہ تکا کرتے ہیں اور ڈومنیاں دروازے میں بیٹھ کر گالیاں گاتی ہیں۔ اس میں

[1] اُبٹن کچھ خوشبو کی چیزیں آٹے میں ملا کر تیار کیا جاتا ہے اس سے میل صاف ہوتا ہے اور بدن ملائم اور خوشبودار ہو جاتا ہے۔ مگر مقصد صرف رسم کی پابندی ہوتی ہے ورنہ بدن کا میل اور چیزوں سے بھی صاف ہو سکتا ہے اور خوشبو کے لئے عطر کافی ہے اور خاص لڑکی کی سسرال کی عورتیں ہی آ کر مانیاں بٹھاتی ہیں یہ بھی ایک رسم ہے ۱۲۔

[2] یعنی کوئی جن بھوت لپٹ جائے — لگ جانا آسیب کا اس کونے تک پہونچنے کی کچھ ممانعت ہے۔ البتہ اس وجہ سے کہ اس لڑکی کو اب اس ماں باپ کے گھر سے رخصت ہونا ہے گویا چند دنوں کی مہمان ہے تو اس بات کا خیال کر کے اس روز سے بہن بھابیاں وغیرہ خود اس کو گھر کی خدمتوں سے سبکدوش کر دینے کی نیت سے اس کو کچھ آرام دیں اور ناج پیسنے روٹی پکانے جھاڑو دینے کے کام اس سے نہ لیں لیکن یہ گوشہ نشینی کی قید نہ ہو تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں مگر یہ غرض تو ہوتی ہی نہیں محض پرانی رسم کی پابندی ہوتی ہے ۱۲۔

بھی وہی بے حد پابندی کی بُرائی۔ دوسری خرابی اس میں یہ ہے کہ ڈومنیوں کو گانے کی اُجرت دینا[1] حرام ہے پھر گانا بھی گالیاں جو خود گناہ ہیں اور حدیث شریف میں اس کو منافق ہونے کی نشانی فرمایا ہے تیسرا گناہ ہوا جس میں سب سننے والے شریک ہیں کیونکہ جو شخص گناہ کے مجمع میں شریک ہو وہ بھی گنہگار ہوتا ہے۔ چوتھے مردوں کے اجتماع کو ضروری سمجھنا جو بیجا پابندی میں داخل ہے معلوم نہیں نائی کے شکرانہ کھانے میں اتنے بزرگوں کو کیا مدد کرنی پڑتی ہے۔ پانچویں عورتوں کا جمع ہونا جس کا گناہ ہونا معلوم ہو چکا۔ ۴۔ نائی شکرانہ کھا کر مطابق ہدایت اپنے آقا کے ایک یا دو روپے خوان میں ڈال دیتا ہے اور یہ روپے دولہا کے نائی اور ڈومنیوں میں آدھوں آدھ تقسیم ہوتے ہیں دو سلر خوان شکرانے کا بجنسہ ڈومنیاں اپنے گھر لے جاتی ہیں پھر برادری کی عورتوں کے لئے شکرانہ بنا کر تقسیم کیا جاتا ہے اس میں بھی وہی ریا و شہرت و بیجا پابندی موجود ہے اس لئے بالکل شرع کے خلاف ہے۔ ۵۔ صبح کو برادری کے مرد جمع ہو کر خط کا جواب لکھتے ہیں اور ایک جوڑا نائی کو نہایت عمدہ بیش قیمت مع ایک بڑی رقم یعنی ستّو یا دو سَو روپے کے دیتے ہیں۔ وہی مسخراپن جو اوّل ہوا تھا وہ یہاں بھی ہوتا ہے کہ دکھلائے جاتے ہیں سَو اور دیئے جاتے ہیں ایک یا دو پھر اس ریا[2] اور لایعنی حرکت کے علاوہ بعض وقت اس رسم کے پوری کرنے کو سودی قرض کی ضرورت پڑنا یہ جدا گناہ ہے جس کا ذکر اچھی طرح اُوپر آ چکا ہے۔ ۶۔ اب نائی رخصت ہو کر دُلہن والوں کے گھر پہنچتا ہے وہاں برادری کی عورتیں پہلے سے جمع ہوتی ہیں۔ نائی اپنا جوڑا گھر میں دکھلانے کے لئے دیتا ہے اور پھر ساری برادری میں گھر گھر دکھایا جاتا ہے اس میں بھی وہی عورتوں کی جمعیت اور جوڑا دکھانے میں ریا و نمود کی خرابی ظاہر ہے۔ ۷۔ اسی تاریخ سے دُولہا کے بٹنا ملا جاتا ہے اور شادی کی تاریخ تک کبنے کی عورتیں جمع ہو کر دولہا کے گھر بری کی تیاری اور دلہن کے گھر جہیز کی تیاری کرتی ہیں اور اس درمیان میں جو مہمان دونوں میں سے کسی کے گھر آتی ہیں اگرچہ اُن کو بلایا نہ ہو اُن کے آنے کا کرایہ دیا جاتا ہے اس میں وہی عورتوں کی جمعیت اور بیجا پابندی تو ہے ہی اور کرایہ کا اپنے پاس سے دینا

[1] کیونکہ معصیت پر کسی کو مزدور رکھنا گناہ کی بات ہے ۱۲۔ محشّی غفرلہ

[2] کہ جس کی بُرائی کئی بار قرآن شریف کی آیتوں اور حدیث شریف سے بتائی گئی ہے اور لایعنی حرکت کی ممانعت بھی ایک حدیث سے پہلے ثابت کر چکے ہیں اور وہ یہ کہ من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ ۱۲۔

خواہ دل چاہے یا نہ چاہے محض نمود اور شان و شوکت کے لئے یہ اور طرہ ہے اسی طرح آنے والوں کا یہ سمجھنا کہ یہ اُن کے ذمے واجب ہے یہ ایک قسم کا جبر ہے ریا و جبر دونوں کا خلاف شرع ہونا ظاہر ہے اور اس سے بڑھکر قصہ بری و جہیز کا ہے جو شادی کے بڑے بھاری رکن ہیں اور ہر چند یہ دونوں امر اصل میں جائز بلکہ بہتر و مستحسن تھے کیونکہ بری یا ساچق حقیقت میں دولہا یا دولہا والوں کی طرف سے دلہن یا دلہن والوں کو ہدیہ[1] ہے اور جہیز[2] حقیقت میں اپنی اولاد کے ساتھ سلوک و احسان ہے مگر جس طور سے اس کا رواج ہے اس میں طرح طرح کی خرابیاں ہو گئی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اب نہ ہدیہ مقصود رہا نہ سلوک و احسان محض ناموری اور شہرت اور پابندی رسم کی نیت سے کیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ بری اور جہیز دونوں کا اعلان ہوتا ہے یعنی دکھلا کر شہرت دے کر دیتے ہیں بری بھی بڑی دھوم دھام اور تکلف سے جاتی ہے اور اس کی چیزیں بھی خاص مقرر ہیں برتن بھی خاص طرح کے ضروری سمجھے جاتے ہیں اس کا عام طور پر نظارہ بھی ہوتا ہے موقع بھی معین ہوتا ہے۔ اگر ہدیہ مقصود ہوتا تو معمولی طور پر جب میسر آتا اور جو میسر آتا بلا پابندی کسی رسم کے اور بلا اعلان کے محض محبت سے بھیج[3] دیا کرتے اسی طرح جہیز کا اسباب بھی خاص خاص مقرر ہے کہ فلاں فلاں چیز ضرور ہو اور تمام برادری اور بعض جگہ صرف اپنا کنبہ اور گھر والے اس کو دیکھیں اور دن بھی وہی خاص ہو۔ اگر صلہ رحمی یعنی سلوک و احسان مقصود ہوتا تو معمولی طور پر جو میسر آتا اور جب میسر آتا دے دیتے اسی طرح ہدیہ اور صلہ رحمی کے لئے کوئی شخص قرض کا بار نہیں اُٹھاتا لیکن ان دونوں رسموں کے پوری کرنے کو اکثر اوقات قرض دار بھی ہوتے ہیں گو سود ہی دینا پڑے اور گو حویلی اور باغ فروخت یا گروی ہو جائے پس اس میں بھی وہی بیجا پابندی اور نمائش و شہرت اور فضول خرچی وغیرہ سب خرابیاں موجود ہیں اس لئے یہ بھی ناجائز باتوں میں شامل ہو گیا ❀ برات سے ایک دن قبل دولہا والوں کا نائی مہندی لے کر اور دلہن والوں کا نائی نوشہ کا جوڑا لے کر اپنے مقام سے چلتے ہیں اور یہ منڈھے کا دن

[1] اور ہدیہ جائز بلکہ مستحب چیز ہے حدیث شریف میں اس کا حکم دیا ہے ارشاد ہے تہادوا تحابوا۔ یعنی آپس میں ہدیہ دیا کیا کرو کہ ایک کو دوسرے سے محبت ہوگی اور اسلام میں باہم محبت بہت محمود بلکہ ضروری چیز ہے۔

[2] جہیز حقیقت میں سلوک و احسان کا نام ہے اور سلوک و احسان کا بہتر ہونا سب جانتے ہیں خاص کر اپنی اولاد کے ساتھ جس کو صلہ رحمی کہتے ہیں ۱۲ محشی غفرلہ۔

[3] نہ یہ کہ اگر غریب مفلس آدمی ہے تو وہ بھی کسی نہ کسی صورت سے وہی سامان جہیا کرتا جیسا کہ دیکھا جاتا ہے کہ بعض لوگ اپنی بیٹیوں کو آدھی آدھی عمر تک بٹھائے رکھتے ہیں اور بعض بھیک مانگنے باہر نکل جاتے ہیں کہ جس طرح ہو جہیز ہو ورنہ ناک کٹے گی اور برادری میں بات کرنے کی قابل نہ رہیں گا افسوس کہ حدیث میں تو یہ آیا ہے کہ جب لڑکی کے لئے لڑکا کفو میں مل جاوے تو نکاح کے اندر تاخیر نہ ہو اور یہاں سراسر اسی کے خلاف ہے علیٰ ہذا القیاس لڑکے والوں کو بھی یہ رہتا ہے کہ مالدار کی لڑکی تلاش کریں کہ خوب جہیز ملے چاہے پھر کیسی نامناسبت کی وجہ سے روتے پھریں بلکہ ہمیشہ دینداری اور خوش خلقی کی تلاش چاہیئے ۱۲۔

کھلاتا ہے۔ دولہا کے یہاں اس تاریخ پر برادری کی عورتیں جمع ہو کر دلہن کا جوڑا تیار کرتی ہیں اور ان کو سلائی میں کھیلیں اور بتاشے دیئے جاتے ہیں اور تمام کمینوں کو ایک ایک کام پر ایک ایک پروت دیا جاتا ہے اس میں بھی وہی بیجا پابندی اور عورتوں کی جمعیت ہے جس سے بیشمار خرابیاں پیدا ہوتی ہیں ⁂ ۹۔ جوڑا لانے والے نائی کو جوڑا پہونچانے کے وقت کچھ انعام دیتے ہیں اور پھر یہ جوڑا نائن لے کر ساری برادری میں گھر گھر دکھلانے جاتی ہے اور اس رات برادری کی عورتیں جمع ہو کر کھانا کھاتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ جوڑا دکھلانے کا منشاء بجز ریا کے اور کچھ بھی نہیں اور عورتوں کے جمع ہونے کے برکات معلوم ہی ہو چکے غرض اس موقع پر بھی گناہوں کا خوب اجتماع ہوتا ہے ⁂ (۱۰) صبح تڑکے دولہا کو غسل دے کر شاہانہ جوڑا پہناتے ہیں اور پورانا جوڑا مع جوتے کے حجام کو دیا جاتا ہے اور چوٹی سہرے کا حق کمینوں کو دیا جاتا ہے اکثر اس جوڑے میں خلاف شرع لباس بھی ہوتا ہے اور سہرا چونکہ کافروں کی رسم ہے اس لئے اس حق کا نام چوٹی سہرے سے مقرر کرنا بیشک برا اور کافروں کی رسم کی موافقت ہے اس لئے یہ بھی خلاف شرع ہوا۔ ۱۱۔ اب نوشہ کو گھر میں بلا کر چوکی پر کھڑا کر کے دینا والے سہرا باندھ کر اپنا حق لیتی ہیں اور کنبے کی عورتیں سب کچھ ٹکے نوشہ کے سر پر پھیر کر کمینوں کو دیتی ہیں۔ نوشہ کے گھر میں جانے کے وقت بالکل احتیاط نہیں رہتی بڑے بڑے گہرے پردے والیاں بناؤ سنگار کئے ہوئے اس کے سامنے آکھڑی ہوتی ہیں اور یہ سمجھتی ہیں کہ یہ تو اس کے شرم کا وقت ہے یہ کسی کو نہ دیکھے گا بھلا یہ غضب کی بات ہے یا نہیں۔ اوّل یہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ نہ دیکھے گا مختلف طبیعت کے لڑکے ہوتے ہیں جس میں آج کل تو اکثر شریر ہی ہیں پھر اگر اس نے نہ دیکھا تو تم کیوں[ع] اس کو دیکھ رہی ہو حدیث شریف میں ہے[۱] لعنت کرے اللہ دیکھنے والے پر اور جس کو دیکھے اس

[ع] ایک مرتبہ حضرت ابن ام مکتوم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے بی بی ام سلمہ اور میمونہ رضی اللہ عنہا کو پردہ کا حکم دیا وہ بولیں کہ یہ مرد تو اندھا ہے ہم کو کیا دیکھے گا آپ نے فرمایا کہ تم تو اندھی نہیں ہو تمہارا اس کو دیکھنا کب جائز ہے ۱۲ اکثر عورتیں خود مردوں کو دیکھنے میں عیب نہیں جانتیں یہ سخت غلطی ہے ۱۲۔

[۱] عن الحسن مرسلا قال بلغنی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لعن اللہ الناظر والمنظور الیہ رواہ البیہقی فی شعب الایمان ۱۲ مشکوۃ شریف

پر بھی غرض اس موقع پر دولہا اور عورتیں سب گناہ میں مبتلا ہوتی ہیں۔ پھر سہرا باندھنا یہ دوسری بات خلاف شرع ہوئی کیونکہ یہ کافروں کی رسم ہے۔ حدیث شریف[1] میں ہے جو مشابہت کرے کسی قوم کے ساتھ وہ اُن ہی میں سے ہے۔ پھر لڑ جھگڑ کر اپنا حق لینا اول تو ویسے بھی کسی پر جبر کرنا حرام ہے خاص کر ایک گناہ کر کے اس پر کچھ لینا بالکل گند در گند ہے اور نوشہ کے سر پر سے پیسوں کا اتارنا یہ بھی ایک ٹوٹکا ہے جس کی نسبت حدیث میں ہے کہ ٹوٹکا شرک ہے غرض یہ بھی سرتاسر خلاف شرع باتوں کا مجموعہ ہے۔ ۱۲۰۔ اب برات روانہ ہوتی ہے یہ برات بھی شادی کا بہت بڑا رکن سمجھا جاتا ہے اور اس کے لئے کبھی دولہا والے کبھی دلہن والے بڑے بڑے اصرار و تکرار کرتے ہیں غرض اصلی اس سے محض ناموری و تفاخر ہے اور کچھ نہیں عجب نہیں کہ کسی وقت جبکہ راہوں میں امن نہ تھا اکثر قزاقوں اور ڈاکوؤں سے دوچار ہونا پڑتا تھا دولہا دلہن اور اسباب زیور وغیرہ کی حفاظت کے لئے اس وقت یہ رسم ایجاد ہوئی ہوگی اسی وجہ سے گھر پیچھے ایک ایک آدمی ضرور جاتا تھا مگر اب تو نہ وہ ضرورت باقی رہی نہ کوئی مصلحت۔ صرف افتخار و اشتہار رہ گیا ہے پھر اکثر اس میں ایسا بھی کرتے ہیں کہ بلائے پچاس اور جا پہونچے سو۔ اول تو بے بلائے اس طرح کسی کے گھر جانا حرام ہے۔ حدیث شریف[2] میں ہے کہ جو شخص دعوت میں بے بلائے جائے وہ گیا تو چور ہو کر اور وہاں سے نکلا لٹیرا ہو کر یعنی ایسا گناہ ہوتا ہے۔ جیسے چوری اور لوٹ مار کا پھر دوسرے شخص کی بے آبروئی بھی ہو جاتی ہے کسی کو رسوا کرنا یہ دوسرا گناہ ہے پھر ان باتوں کی وجہ سے اکثر جانبین میں ایسی ضدامندی اور بے لطفی ہوتی ہے کہ عمر بھر اُس کا اثر دلوں میں باقی رہتا ہے چونکہ نااتفاقی حرام ہے اس لئے جن باتوں سے نااتفاقی پڑے وہ بھی حرام ہوں گی اس لئے یہ فضول رسوم ہرگز جائز نہیں راہ میں جو گاڑی بانوں پر جہالت سوار ہوتی ہے اور گاڑیوں کو بے سدھ بلا ضرورت بھگانا شروع کرتے ہیں اس میں سینکڑوں خطرناک واردات[3] ہو جاتی ہیں ظاہر ہے کہ ایسے خطرے میں پھنسنا بلا ضرورت کسی طرح جائز نہیں۔

[1] من تشبہ بقوم فہو منہم ۱۲ مشکوٰۃ۔

[2] وعن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول صلی اللہ علیہ وسلم من دعی ولم یجب فقد عصی اللہ ورسولہ ومن دخل علی غیر دعوۃ دخل سارقا وخرج مغیرا رواہ ابو داؤد ۱۲ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۷۔

[3] مثلاً گاڑی ٹوٹ جاتی ہے اور سواریاں کو پیدل چلنا پڑتا ہے اور یا ٹھہرنا پڑتا ہے اور راستہ میں ٹھہرا رہنا کس قدر ناگوار بات ہے اور اگر واردات نہ بھی ہو تو خود جانوروں کو بلا ضرورت ستانے کا گناہ کیسا ہے کہ ان کو مار مار کر بھگایا جاتا ہے ۱۲۔

۱۳۔ دولہا اس شہر کے کسی مشہور متبرک مزار پر جا کر کچھ نقد چڑھا کر برات میں شامل ہو جاتا ہے یہ جو عقیدہ جاہلوں[1] کا ہے وہ یقینی شرک تک پہونچا ہوا ہے اور اگر کوئی سمجھ دار اس بُرے عقیدے سے پاک بھی ہو تب بھی اس سے چونکہ جاہلوں کے فعل کو قوت اور رواج ہوتا ہے اس لئے سب کو بچنا چاہیئے ۔ ۱۴۔ مہندی لانے والے نائی کو اتنی مقدار میں انعام دیا جاتا ہے جس سے دولہا والا اُس خرچ کا اندازہ کر لیتا ہے جو کمینوں کو دینا پڑے گا یعنی کمینوں کا خرچ اس انعام سے آٹھ حصّے زیادہ ہوتا ہے یہ بھی زبردستی کا جرمانہ ہے کہ پہلے ہی سے خبر کر دی کہ ہم تم سے اتنا روپیہ دلوا دیں گے چونکہ اس طرح جبراً دلوانا حرام ہے لہٰذا اس کا یہ ذریعہ بھی اسی حکم میں ہے کیونکہ گناہ کا قصد بھی گناہ ہے ۱۵۔ کچھ مہندی دلہن کے لگائی جاتی ہے اور باقی تقسیم ہو جاتی ہے یہ دونوں باتیں بھی بیجا پابندی میں داخل ہیں کیونکہ اس کے خلاف کو عیب سمجھتی ہیں اس لئے یہ بھی شرع کی حد سے آگے بڑھنا ہے ۱۶۔ برات آنے کے دن دلہن کے گھر عورتیں جمع ہوتی ہیں۔ اس مجمع کی قباحتیں و نحوستیں اوپر معلوم ہو چکیں ۱۷۔ ہر کام پر پروت یعنی نیگ تقسیم ہوتے ہیں مثلاً نائی نے رنگ کے لئے چولہا کھود کر پروت مانگا تو اس کو ایک خوان میں اناج اس پر ایک بھیلی گڑ کی رکھ کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح ہر ہر ذرا ذرا سے کام پر یہی جرمانہ۔ گو خدمتگزاروں کو دینا بہت اچھی بات ہے مگر اس ڈھونگ کی کون ضرورت ہے اس کا جو کچھ حق الخدمت سمجھو ایک دفعہ دے دو اس بار بار دینے کی بنا بھی وہی شہرت ہے علاوہ اس کے یہ دینا یا تو انعام ہے یا مزدوری اگر انعام و احسان ہے تو اس کو اس طرح زبردستی کر کے لینا حرام ہے اور جس کا لینا حرام ہے دینا بھی حرام ہے۔ اور اگر اس کو مزدوری کہو تو مزدوری کا طے کرنا پہلے سے مقدار بتلا دینا ضروری ہے اس کے مجہول رکھنے سے اجارہ[2] فاسد ہوا اور اجارۂ فاسد بھی حرام ہے ۱۸۔ برات پہنچنے پر گاڑیوں کو گھاس دانہ اور مانگے کی گاڑیوں کو گھی اور گڑ بھی دیا جاتا ہے۔ اس موقع پر اکثر گاڑیبان ایسا طوفان برپا کرتے ہیں کہ گھر والا بے آبرو[3] ہو جاتا ہے اور اس بے آبروئی کا سبب وہی برات لانے والا[4] ظاہر ہے کہ

[1] وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مزار پر بغیر سلام کئے یا چڑھاوا چڑھائے شادی سرتی سانی یعنی ٹھیک طریقہ پر نہ ہو گی ۱۲۔

[2] ہی بیع نفعہ معلوم بعوض کذالک دین او عین و تعلیم النفع بذکر المدۃ کسکنی الدار و زرع الارض مدۃ کذا طالت او قصرت ۱۲ شرح وقایہ صفحہ ۲۹۰۔ کشوری

[3] اور کسی مسلمان کی آبرو پر حملہ کرنا حرام ہے اور جب کوئی مسلمان کسی مسلمان کی بے آبروئی چاہتا ہے تو خدا تعالےٰ اسی کو بے آبرو کرتا ہے یہ مضمون حدیث میں آیا ہے ۱۲

[4] بلکہ بعض جگہ تو برات والے کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ سمدھی کو سزا دیں اور اس کو مجبور کریں یہ بھی رشتہ داری ہے کہ جس کی ابتدا ایسی ہو تو انتہا کیسی ہو گی ۔ ۱۲۔

بُری بات کا سبب بننا بھی بُرا ہے۔ ۱۹ بات ایک جگہ ٹھہرتی ہے دونوں طرف کی برادری کے سامنے بُری کھولی جاتی ہے۔ اب وقت آیا ریا و افتخار کے ظہور کا جو اصلی مقصود ہے اور اسی سبب سے یہ رسم منع ہے ۲۰۔ اس بَری میں بعض چیزیں بہت ضروری ہیں شاہانہ جوڑا۔ انگوٹھی۔ پاؤں کا زیور۔ سہاگ پوڑا[1]۔ عطر تیل۔ مسی۔ سُرمہ دانی۔ کنگھی۔ پان کھیلیں اور باقی غیر ضروری۔ جس قدر جوڑے بَری میں ہوتے ہیں اتنی ہی ٹکلیاں ہوتی ہیں ان سب مہملات[2] کا بیحد پابندی میں داخل ہونا ظاہر ہے جس کا خلاف شرع ہونا کئی مرتبہ بیان ہو چکا ہے اور اب ریا[3] و نمود تو سب رسموں کی جان ہے اس کو تو کہنے کی حاجت ہی کیا ہے ۲۱۔ اس بَری کو لیجانے کے واسطے دُلہن کی طرف سے کمین خوان لے کر آتے ہیں اور ایک ایک آدمی ایک ایک چیز سر پر لیجاتے ہیں دیکھو اس ریا کا اور اچھی طرح ظہور ہوا اگرچہ وہ ایک ہی آدمی کے لیجانے کا بوجھ ہو مگر لیجائے اس کو ایک قافلہ تاکہ دور تک سلسلہ معلوم ہو یہ کھلا ہوا مکر اور شیخی بگھارنا ہے۔ ۲۲۔ کنبے کے تمام مرد بَری کے ساتھ جاتے ہیں اور بَری زنانے مکان میں پہنچا دی جاتی ہے اس موقع پر اکثر بے احتیاطی ہوتی ہے کہ مرد بھی گھر میں چلے جاتے ہیں اور عورتوں کا بے حجاب سامنا ہوتا ہے نہیں معلوم اُس روز تمام گناہ اور بے غیرتی کس طرح حلال اور تمیزداری بن جاتی ہے ۲۳۔ اس بَری میں سے شاہانہ جوڑا اور بعض چیزیں رکھکر باقی سب چیزیں پھیر دی جاتی ہیں جس کو دولہا والا بجنسہ صندوق میں رکھ لیتا ہے۔ جب واپس لینا تھا تو خواہ مخواہ بھیجنے کی کیوں تکلیف کی۔ بس وہی نمود و شہرت۔ پھر جب واپس آنا یقینی ہے تب تو عقلمندوں کے نزدیک کوئی شان و شوکت کی بات بھی نہیں کہ شاید کسی کی مانگ لایا ہو پھر گھر آ کر واپس کر دے گا۔ اور اکثر ایسا ہوتا بھی ہے۔ غرض تمام نغویات شرع کے بھی خلاف اور عقل کے بھی خلاف پھر بھی لوگ ان پر غش ہیں[ع۵] ۲۴۔ بَری کے خوان میں دُلہن والوں کی طرف سے ایک یا سوا روپیہ ڈالا جاتا ہے جس کو بَری کی جگیر کہتے ہیں اور وہ دولہا کے نائی کا حق ہوتا ہے' اس کے بعد ایک ڈومنی ایک ڈوری لے کر دولہا کے پاس جاتی

ع۵ یعنی فریفتہ اور لٹو ہیں کہ ان کو بہت ہی اچھا جانتے ہیں ۱۲

[1] یہ ایک مرکب مجموعہ ہوتا ہے جس کا پلندہ بندھا بندھایا بازار سے ملتا ہے اس میں بہت سی چیزیں ہوتی ہیں ۱۲

[2] یہ مہمل کی جمع ہے جس کے معنی بیکار چیز کے ہیں یعنی بہت سی بیکار باتیں۔ ۱۲

[3] ریا لفظ عربی ہے اس کے معنی دکھاوے کے ہیں اور نمود فارسی کا لفظ ہے اس کے معنی بھی دکھاوے کے ہیں اقرب الموارد میں ہے الریاءُ فعل الخیر لارادة الغیر یعنی ریا یہ ہے کہ کوئی اچھا کام دوسرے کو دکھانے کے لئے کرنا۔

ہے اور ایک ہلکا انعام دو آنے یا چار آنے دیا جاتا ہے اس میں بھی وہی بے حد پابندی[1] اور انعام کا زبردستی لینا اور معلوم نہیں کہ ڈومنی صاحبہ کا کیا استحقاق ہے اور یہ ڈوری کیا واہیات ہے ۲۵- برات والے نکاح کے لئے گھر پر بلائے جاتے ہیں خیر غنیمت ہے خطا معاف تو ہوئی۔ ان خرافات میں اکثر اس قدر دیر لگتی ہے کہ اکثر تو تمام رات اس کی نذر ہو جاتی ہے پھر بدخوابی سے کوئی بیمار ہو گیا کسی کو بدہضمی ہو گئی کوئی نیند کے غلبے میں ایسا سویا کہ صبح کی نماز ندارد ہو گئی ایک رونا ہو تو رویا جائے یہاں تو سر سے پاؤں تک نور ہی نور بھرا ہے اللہ تعالیٰ رحم فرمائیں ۲۶- سب سے پہلے سقا پانی لے کر آتا ہے اس کو سوا روپیہ بیر گھڑی کے نام سے دیا جاتا ہے اگرچہ دل چاہے نہ چاہے مگر زکوٰۃ سے بڑھ کر فرض ہے کیسے نہ دیا جائے۔ غضب ہے اول تو انعام میں جبر جو محض حرام ہے اور جبر کے یہی معنی نہیں کہ لاٹھی ڈنڈا مار کر کسی سے کچھ لے لیا جائے بلکہ یہ بھی جبر ہے کہ اگر نہ دیں گے تو بدنام ہوں گے پھر لینے والے خوب مانگ مانگ کر جھگڑ جھگڑ کر لیتے ہیں اور وہ بیچارہ اپنے ننگ و ناموس کے لئے دیتا ہے یہ سب جبر حرام ہے پھر یہ بیر گھڑی تو ہندوانہ لفظ ہے معلوم ہوتا ہے کہ کافروں سے یہ رسم سیکھی ہے یہ دوسری ظلمت[2] ہوئی ۲۷- اس کے بعد ڈوم شربت گھولنے کے واسطے آتا ہے جس کو سوا روپیہ دیا جاتا ہے اور شکر شربت کی دلہن کے یہاں سے آتی ہے یہاں بھی وہی انعام میں زبردستی کی علت لگی ہوئی ہے۔ پھر یہ ڈوم صاحب کس مصرف کے ہیں بیشک شربت گھولنے کے لئے بہت ہی موزوں و مناسب ہیں کیونکہ باجا بجاتے بجاتے ہاتھوں میں سرور[3] کا مادہ پیدا ہو گیا ہے تو شربت پینے والوں کو زیادہ سرور ہو گا پھر طرہ یہ کہ کیسی ہی سردی پڑتی ہو چاہے زکام ہو جائے مگر شربت ضرور پلایا جائے۔ اس بے عقلی کی بھی کوئی حد ہے ۲۸- پھر قاضی صاحب[4] کو بلا کر نکاح پڑھواتے ہیں بس یہ ایک بات ہے جو تمام خرافات میں اچھی اور شریعت کے موافق ہے مگر اس میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ اکثر جگہ حضرات قاضی صاحبان نکاح کے مسائل سے محض ناواقف ہوتے ہیں کہ بعض جگہ یقیناً نکاح بھی درست نہیں

[1] یعنی ایک مباح جیسے کو جس کا کرنا نہ کرنا دونوں برابر تھے یا جس کا کرنا اچھا تھا نہ ضروری۔ اب لازم اور واجب سمجھ لیا کہ اگر کوئی اس کو ترک کرے تو لوگ اس پر طعنہ زن ہوں اور انعام کو جبر کر لینا یا دینا یا دلوانا سب برا ہے انعام تو خوشی دل سے کچھ دینے کا نام ہے ۱۲

[2] ظلمت بمعنی تاریکی یعنی اندھیر ہوا کہ مسلمانوں نے ہندوؤں کی رسم اختیار کی ۱۲۔

[3] سرور کے معنی خوشی کے ہیں یعنی ان کے ہاتھوں سے شربت پینے والوں کو خوشی خوب ہو گی ۱۲ محشی غفر لہ

[4] اس زمانہ کے قاضی اول تو جاہل زیادہ ہیں جن کو حلال و حرام کے مسائل کی بالکل خبر ہی نہیں اور بعض علاوہ جاہل ہونے کے فاسق بھی ہیں کہ ان کو قصداً نکاح ہو جانے کے باوجود رجسٹر سے اس کو اڑا دینا یا نکاح نہ ہوا ہو تو رجسٹر پر چڑھا دینا اور جھوٹے نشان انگوٹھے کے لگا لینا کچھ دشوار نہیں ہوتا رشوت لے کر اس قسم کے کام کر لیتے ہیں اور ان کو شرم چاہئے کہ جب وہ قاضی مقرر کئے گئے ہیں تو ان کو پوری امانت اور عدالت سے کام لینے کی ضرورت ہے ایسی بے احتیاطی تو فساق و فجار کا شیوہ ہے۔ عیاذاً باللہ منہا ۱۲۔

ہوتا تمام عمر بدکاری ہوا کرتی ہے اور بعض تو ایسے حریص اور لالچی ہیں کہ روپیہ سوا روپیہ کے لالچ سے جس طرح فرمائش کی جائے کر گزرتے ہیں خواہ نکاح ہو یا نہ ہو مردہ بہشت میں جائے چاہے دوزخ میں اپنے حلوے مانڈے سے کام۔ اس لئے اس میں بہت اہتمام کرنا چاہیے کہ نکاح پڑھنے والا خود عالم ہو یا کسی عالم سے خوب تحقیق کر کے نکاح پڑھے اور بعضی جگہ نکاح کے قبل دولہا کو گھر میں بلا کر دلہن کا ہاتھ پردے سے نکال کر اس کی ہتیلی پر کچھ تل وغیرہ رکھکر دولہا کو کھلاتے ہیں۔ خیال کرنا چاہیئے کہ ابھی نکاح نہیں ہوا اور لڑکی کا ہاتھ دولہا کے سامنے بلاضرورت کر دیا کتنی بڑی بیحیائی ہے اللہ بچائے۔ ۲۹۔ اس کے بعد اگر دولھا والے چھوارے لے گئے ہوں تو وہ لٹا دیتے ہیں یا تقسیم کر دیتے ہیں ورنہ وہی شربت خواہ گرمی ہو یا سردی۔ اس شربت میں علاوہ بیجد پابندی کے بیمار ڈالنے کا سامان کرنا ہے جیسا کہ بعض فصلوں میں واقع ہوتا ہے یہ کہاں جائز ہے۔ ۳۰۔ اب دلہن کی طرف کا نائی ہاتھ دھلاتا ہے اس کو سوا روپیہ ہاتھ دھلائی دیا جاتا ہے۔ یہ دینا اصل میں انعام واحسان ہے مگر اب اس کو دینے والے اور لینے والے حق واجب اور ننگ سمجھتے ہیں اس طرح سے دینا لینا حرام ہے کیونکہ احسان میں زبردستی کرنا حرام ہے۔ جیسا کہ اوپر گذر چکا اور اگر اسے خدمتگذاری کا حق کہو تو خدمت گذار تو دلہن والوں کا ہے ان کے ذمے ہونا چاہیئے دولہا والوں سے کیا واسطہ یہ تو مہمان ہیں علاوہ خلاف شرع ہونے کے خلاف عقل بھی کس قدر ہے کہ مہمانوں سے اپنے نوکروں کی تنخواہ و مزدوری دلائی جائے۔ ۳۱۔ دولہا کے لئے گھر سے شکرانہ بن کر آتا ہے جو خالی رکابیوں میں سب براتیوں کو تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس میں اس بیجد پابندی کے علاوہ عقیدے کی بھی خرابی ہے یعنی اگر شکرانہ نہ بنایا جائے تو نامبارکی کا باعث سمجھتی ہیں بلکہ اکثر رسوم میں یہی عقیدہ ہے یہ خود شرک کی بات ہے۔ حدیث شریف[1] میں آیا ہے کہ بدشگونی اور نامبارکی کی کچھ اصل نہیں شریعت جس کو بے اصل بتائے اور لوگ اس پر پل بنا کر کھڑا کریں یہ شریعت کا مقابلہ ہے یا نہیں۔ ۳۲۔ اس کے بعد سب براتی کھانا کھا کر چلے جاتے ہیں لڑکی والے کے گھر سے نوشہ کے لئے پلنگ سجا کر بھیجا

[1] اس حدیث کے الفاظ پہلے بیان ہو چکے ہیں اور وہ یہ ہیں کہ لا طیرۃ ولا خیرہا الفال الخ اور بعض میں یوں ہے کہ لا عدوی ولا طیرۃ ولا ہامۃ الخ ۱۲ مشکوٰۃ شریف ص ۳۹۱ بلکہ قریب قریب جس قدر رسوم ہیں ان سب میں یہی رواج ہے کہ علاوہ ناجائز اور غیر ثابت شدہ چیز کو رواج دینے کے بڑی خرابی یہ ہے کہ اگر وہ کام نہ کیا جائے تو لوگ اور خاص کر عورتیں اس تقریب کو نامبارک تصور کرتی ہیں یعنی یہ کہتی ہیں کہ یہ خوشی پوری نہ ہوگی اور اسی کو شرک کہتے ہیں اور شرک کی بخشش نہ ہوگی ۱۲ محشی غفرلہ۔

جاتا ہے اور کیسے اچھے وقت بھیجا جاتا ہے جب تمام رات زمین پر پڑے پڑے چور ہو چکے اب مرہم آیا ہے واقعی حقدار تو ابھی ہوا اس سے پہلے تو اجنبی اور غیر تھا۔ بھلے بالنسو اگر وہ داماد نہ تھا تو بلایا ہوا مہمان تو تھا آخر مہمان کی خاطر مدارات کا بھی شرع اور عقل میں حکم ہے یا نہیں۔ اور دوسرے براتی اب بھی فضول رہے ان کی اب بھی کسی نے بات نہ پوچھی حالانکہ وہ بھی تو مہمان ہیں۔ ۳۳۔ پلنگ لانے والے نائی کو سوا روپیہ دیا جاتا ہے بس معلوم ہوا یہ چارپائی اس علت کے لئے آئی تھی۔ استغفر اللہ اس میں بھی وہی انعام میں جبر ہونا ظاہر ہے۔ ۳۴۔ پچھلی رات کو ایک خوان میں شکرانہ بھیجا جاتا ہے اس کو برات کے سب لڑکے مل کر کھاتے ہیں چاہے ان کمبختی ماروں کو بدہضمی ہو جائے مگر شادی والوں کو اپنی رسمیں پوری کرنے سے کام پہلے جہاں شکرانہ بنانے کا ذکر آیا ہے وہاں بیان ہو چکا ہے کہ یہ بھی خلاف شرع ہے ۳۵۔ اس خوان لانے والے نائی کو سوا روپیہ دیا جاتا ہے کیوں نہ دیا جائے ان نائی صاحب کے بزرگوں نے اس بیچارے براتی کے باپ دادا کو قرض روپیہ دے رکھا تھا وہ بیچارہ اس کو ادا کر رہا ہے ورنہ اس کے باپ دادا جنت میں جانے سے اٹکے رہیں گے۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ ۳۶۔ صبح کو برات کے بھنگی دلہن والوں کے گھر دف بجاتے ہیں۔ یہ دف برات کے ساتھ آئے تھے اور دف اصل میں جائز بھی تھے مگر اس میں شریعت نے یہ مصلحت رکھی ہے کہ اس سے نکاح کی خوب شہرت ہو جائے لیکن اب یقینی بات ہے کہ شان و شوکت دکھانے اور تفاخر کے لئے بجایا جاتا ہے اس لئے ناجائز اور موقوف کرنے کے قابل ہے اعلان و شہرت کے اور ہزاروں طریقے ہیں اور اب تو ہر کام میں مجمع ہو جاتا ہے خود ہی ساری بستی میں چرچا ہو جاتا ہے بس یہی شہرت کافی ہے اور اگر دف کے ساتھ شہنائی بھی ہو تو کسی حال میں جائز نہیں حدیث شریف میں صاف برائی اور ممانعت آئی ہے۔ ۳۷۔ دلہن والوں کی طرف کا بھنگی برات کے گھوڑوں کی لید اٹھاتا ہے اور دونوں طرف کے بھنگیوں کو لید اٹھائی اور صفائی کا نیگ برابر ملتا ہے بھلا اس کھٹ کھیڑ سے بدلائی سے کیا فائدہ۔ دونوں کو جب برابر ملتا ہے تو اپنے

لہ یہ لفظ عربی ہے اس کی دال پر اکثر پیش پڑھتے ہیں مگر کبھی زبر بھی پڑھا جاتا ہے یہ ہے یا لکڑی کا گول حلقہ ہوتا ہے جس کے ایک طرف چمڑا یا جھلی جھنجھری وغیرہ منڈھی ہوتی ہے حدیث شریف میں نکاح کے متعلق اعلان کا حکم آیا ہے کہ وہ چوری چھپے نہ ہونا چاہیئے اور اس کی ایک صورت دف بجانا ارشاد فرمائی ہے حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ عن عائشہ رض قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلنوا ہذا النکاح واجعلوہ فی المساجد واضربوا علیہ بالدفوف رواہ الترمذی فقہا نے لکھا ہے کہ اگر دف کے ساتھ جھانجھ یعنی جھانجھ بھی بجایا جائے تو وہ ناجائز ہے اور آجکل کے بعض اشخاص تو یہ کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں بینڈ باجہ نہیں تھا اس لئے اس کی اجازت حدیث میں نہیں آئی ورنہ بجائے دف کے اس کی اجازت دیتے یہ کس قدر شریعت پر حملہ ہے ۱۲۔

اپنے کمینوں کو دے دیا ہوتا خواہ مخواہ دوسرے سے دلا کر جبر کا گناہ لازم کرایا۔ ۳۸
دلہن والوں کی ڈومنی دولہا کو پان کھلانے کے واسطے آتی ہے اور دستور کے موافق
اپنا پروسہ لے کر جاتی ہے اس کو بھی انعام دینا پڑتا ہے بیچارے کو آج ہی لوٹ لو کچھ
بچا کر لے جانے نہ پائے بلکہ اور قرض دار ہو کر جائے یہاں بھی اُسی جبر کو یاد کر لو۔ ۳۹
اس کے بعد نائن دلہن کا سر گوندھ کر کے کنگھی کو ایک کٹورے میں رکھ کر لے جاتی ہے
اور اس کو سر بندھائی اور پڑے لپسائی کے نام سے کچھ دیا جاتا ہے۔ کیوں نہ دیا جاوے
یہ بیچارہ سب کا قرضدار بھی ہے یہاں بھی وہی جبر ہے۔ ۴۰ اس کے بعد کمینوں کے
انعام کی فرد دلہن والوں کی طرف سے تیار ہو کر دولہا والوں کو دی جاتی ہے وہ خواہ
اس کو تقسیم کر دے یا یکمشت دلہن والوں کو دیدے اس میں بھی وہی جبر لازم آتا ہے
جس کا حرام ہونا کئی بار بیان ہو چکا ہے بعض لوگ کہتے ہیں صاحب یہ لوگ ایسے ہی
موقع کی اُمید پر عمر بھر خدمت کرتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس کی خدمت
کی ہے اس سے خدمت کا بدلہ بھی لینا چاہیے یہ کیا لغو حرکت ہے کہ خدمت
کریں ان کی اور بدلہ دے وہ۔ ۴۱۔ نوشہ گھر میں بلایا جاتا ہے اور اس وقت پوری
بے پردگی ہوتی ہے اور بعضی باتیں بیحیائی کی اُس سے پوچھی جاتی ہیں جس کا گناہ اور بے
غیرتی ہونا ظاہر ہے بیان کی حاجت نہیں بعضی جگہ دولہا سے فرمائش ہوتی ہے کہ
دلہن سے کہے کہ میں تمھارا غلام ہوں اور تم شیر ہو اور میں بھیڑ ہوں۔ الٰہی توبہ اللہ تعالیٰ
تو خاوند کو سردار فرمائیں[1] اور یہ اس کو غلام اور تابعدار بنائیں تبلاؤ قرآن کے خلاف یہ
رسم ہے یا نہیں۔ ۴۲۔ اگر بہت غیرت سے کام لیا گیا تو اس کا رومال گھر میں منگایا جاتا
ہے اور اس وقت سلامی کا روپیہ جو نیوتے میں آتا ہے جمع کر کے دولہا کو دیا جاتا
ہے۔ اس نیوتے کا گناہ ہونا اوپر بیان ہو چکا ہے۔ ۴۳۔ اس سے ڈومنی اور نائن
کا حق بقدر آٹھ آنہ نکالا جاتا ہے اللہ میاں کی زکوٰۃ کا چالیسواں حصہ اتنا فرض نہیں
کھیت کا دسواں حصہ واجب نہیں مگر ان کا حصہ نکالنا سب فرضوں سے بڑھ کر فرض
ہے یہ بیحد پابندی کس قدر لغو ہے پھر یہ کہ نائن تو خدمتی بھی ہے بھلا یہ ڈومنی

[1] قرآن شریف میں ارشاد ہے کہ الرجال قوامون علی النساء یعنی مرد عورتوں کے سردار اور حاکم ہیں ۱۲ اور ایک حدیث میں ہے کہ وہ قوم کبھی فلاح نہ پائے گی جن پر عورت حکومت کرے گی۔ ۱۲

کس مصرف کی ہے جو ہر جگہ اس کا ساجھا اور حق رکھا ہوا ہے بقول شخصے بیاہ میں بیج کا لیکھا۔ شاید گانے بجانے کا حق الخدمت ہوگا سو جب گانا بجانا حرام ہے جیسا کہ پہلے باب میں بیان ہو چکا ہے تو اس پر کچھ مزدوری اور انعام دینا دلانا کس طرح جائز[1] ہوگا۔ اور مزدوری بھی کس طرح کی کہ گھر والا تو اس لئے دیتا ہے کہ اس نے بلایا اس کے یہاں تقریب[2] ہے بھلا اور آنے والوں کی کیا کمبختی کہ اُن سے بھی جبراً وصول کیا جاتا ہے اور جو نہ دے اُس کی ذلت وتحقیر اور اس پر طعن وملامت کی جاتی ہے پس ایسے گانے اور ایسے حق کو کیونکر حرام نہ کہا جاوے گا۔ گانے بجانے میں بعضوں کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ بیاہ شادی میں گیت درست ہے لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ اب جو خرابیاں اس[3] میں مل گئی ہیں ان سے درست نہیں رہا وہ خرابیاں یہ ہیں کہ ڈومنیاں لَے سے گاتی ہیں ہمارے مذہب میں یہ منع ہے اور ان کی آواز غیر مردوں کے کان میں پہونچتی ہے نامحرم کو ایسی آواز سُنانا بھی گناہ ہے اور اکثر ڈومنیاں جوان بھی ہوتی ہیں ان کی آواز سے اور بھی خرابی کا ڈر ہے کیونکہ سُننے والوں کے دل پاک نہیں رہے گانا سننے سے اور ناپاکی بڑھ جاتی ہے کہیں کہیں ڈھولک بھی ہوتی ہے یہ کھلا ہوا گناہ ہے پھر زیادہ رات اسی دھندے میں گذرتی ہے صبح کی نمازیں اکثر قضا ہو جاتی ہیں مضمون بھی بعض دفعہ خلاف شرع ہوتا ہے۔ ایسا گانا گوانا کب درست ہوگا ۴۴ ۔ کھانے سے فراغت کے بعد جہیز کی تمام چیزیں مجمع عام میں لائی جاتی ہیں اور ایک ایک چیز سب کو دکھلائی جاتی ہے اور زیور کی فہرست پڑھکر سب کو سُنائی جاتی ہے خود کھو کتنا پوری ریا ونمائش ہے یا نہیں۔ علاوہ اس کے زنانے کپڑوں کا مردوں کو دکھلانا کس قدر غیرت کے خلاف ہے۔ اور بعضے لوگ اپنے نزدیک بڑی دینداری کرتے ہیں جہیز دکھلاتے نہیں مقفل صندوق اور اسباب کی فہرست دے دیتے ہیں لیکن اس میں بھی دکھلاوا ضرور ہے براتی وغیرہ صندوق لاتے ہوئے دیکھتے ہیں بعضے فہرست بھی مانگ کر پڑھنے لگتے ہیں۔ دوسرے دُولہا کے گھر جو مہمان جمع ہیں انھیں کھول کر بھی دکھلایا جاتا ہے اس کا بچاؤ تو یہی ہے کہ جہیز ہمراہ نہ بھیجا جائے

[1] کیونکہ جس طرح گانا بجانا حرام ہے جیسا کہ قرآن شریف کی آیات اور حدیثوں میں اس کا صاف صاف ممنوع اور حرام ہونا مذکور ہے اسی طرح ان پر اجرت دینا بھی حرام ہے فقہا نے لکھدیا ہے کہ معاصی یعنی گناہ کے کاموں پر کسی کو مزدور رکھنا فاسد ہے والاصل عندنا انہ لایجوز الاجارۃ علی الطاعات ولا علی المعاصی ۱۲ شرح وقایہ ص ۱۹۵ کشوری

[2] تقریب سے مراد ختنہ بیاہ عقیقہ وغیرہ کی خوشی ہوتی ہے ۱۲

[3] حدیث شریف میں صرف اتنا آیا ہے کہ جس وقت حضرت بی بی الربیع بنت معوذ بن عفرا رضی اللہ عنہا کا نکاح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ ہوا اور شب باشی کا وقت آیا تو چھوٹی چھوٹی لڑکیوں نے جو نابالغ تھیں دف بجا بجا کر ایسے شعر پڑھنے شروع کئے جن میں ان کے باپ دادوں کی بہادری کا بیان تھا جو جنگ بدر میں شہید ہوئے تھے ایک لڑکی نے ان شعروں کے ساتھ یہ بھی کہنا شروع کیا کہ فینا نبی یعلم ما فی غد ؎ ہمارے اندر ایک ایسا نبی ہے جو کل آئندہ کی بات جانتا ہے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ نہ کہو جو پہلے کہہ رہی تھیں وہی کہے جاؤ اور شارحوں نے بیان کیا ہے کہ اس دف کے ساتھ لہو کی اور جھانجھ نہ تھا ۱۲ محمد عفی عنہ

پھر اطمینان کے وقت سب چیزیں اپنی لڑکی کو دکھلا کر سپرد کر دی جاتیں وہ جب چاہے لے جائے چاہے ایک دفعہ چاہے کئی دفعہ کر کے۔ ۴۵۔ سوا روپیہ کمینوں کا نیگ جہیز کے خوان میں ڈالا جاتا ہے وہی انعام میں زبردستی یہاں بھی یاد کر لو۔ ۴۶۔ اب لڑکی کے رخصت ہونے کا دن آیا میانہ^ع یا پالکی دروازے میں رکھکر دلہن کے باپ بھائی وغیرہ اس کے سر پر ہاتھ دھرنے کو گھر میں بلائے جاتے ہیں اس وقت بھی اکثر مردوں عورتوں کا آمنا سامنا ہو جاتا ہے[1] جس کا برا ہونا ظاہر ہے۔ ۴۷۔ پھر لڑکی کو رخصت کر کے ڈولے میں بٹھاتے ہیں اور عقل کے خلاف سب میں رونا پیٹنا مچتا ہے ممکن ہے کہ بعض کو جدائی کا قلق ہو مگر اکثر تو رسم ہی پورا کرنے کو روتی ہیں کہ کوئی یوں کہے گا کہ ان پر لڑکی بھاری تھی اس کو دفع کر کے خوش ہوئے اور یہ جھوٹ موٹ رونا ناحق کا فریب ہے جو کہ عقل اور شرع دونوں کے خلاف اور گناہ ہے۔ ۴۸۔ بعض جگہ دولہا کو حکم ہوتا ہے کہ گود میں لے کر ڈولے میں رکھدے ان کی یہ فرمائش سب کے روبرو پوری کی جاتی ہے اگر کمزور ہوا تو بہنیں وغیرہ سہارا لگاتی ہیں اس میں علاوہ بے غیرتی اور بےحیائی کے اکثر عورتوں کا بالکل سامنا ہو جاتا ہے کیونکہ یہی تماشا دیکھنے کے لئے تو یہ فرمائش ہوئی ہے پھر کبھی دلہن زیادہ بھاری ہوئی نہ سنبھل سکی تو چھوٹ پڑتی ہے اور چوٹ لگتی ہے اس لئے یہ بھی ناجائز ہے ۴۹۔ دلہن کے دوپٹے کے ایک پلو میں کچھ نقد دوسرے میں ہلدی کی گرہ تیسرے میں جائفل چوتھے میں چاول اور گھاس کی پتی باندھتی ہیں یہ شگون اور ٹوٹکا ہے جو علاوہ خلاف عقل ہونے کے شرک کی بات ہے۔ ۵۰۔ اور ڈولے میں مٹھائی کی چنگیر[2] رکھدیتی ہیں جس کے خرچ کا موقع آگے چل کر معلوم ہوگا اسی سے اس کا بیہودہ اور منع ہونا بھی ظاہر ہو جائے گا۔ ۵۱۔ اول ڈولہ دلہن کی طرف کے کہار اٹھاتے ہیں اور دولہا والے اس پر سے بکھیر شروع کرتے ہیں اگر اس میں کوئی اثر شگونی بھی سمجھتے ہیں کہ اس کے سر سے آفتیں اتر گئیں تب تو عقیدے کی خرابی ہے[3] ورنہ نام و نمود و شہرت کی نیت ہونا ظاہر ہے غرض ہر حال میں برا ہے۔ پھر لینے والے اس بکھیر کے بھنگی

ع میانہ بھی پالکی کی ایک قسم ہوتا ہے آج کل اس کا رواج نہیں ہے قدیم زمانہ میں اس کا دستور تھا ۱۲۔

[1] بلکہ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ اگر کوئی مرد عزیز ایسا موجود نہیں ہوتا کہ جس سے پردہ نہ ہو تو ایسے ہی مردوں سے سر پر ہاتھ پھرواتے ہیں کہ جن سے پردہ واجب ہے جیسے خالو بہنوئی وغیرہ یہ کس قدر بے غیرتی اور بے شرمی ہے ۱۲

[2] چنگیر بانس کی بنائی ہوئی ٹوکری ہوتی ہے جس میں حلوائی لوگ مٹھائی رکھکر خریدار کو دیا کرتے ہیں۔ ۱۲

[3] کیونکہ کسی چیز کو مخلوقات میں سے ضرر یا نفع کی علت جاننا شرک ہے اور شرک سے زیادہ برا اور کیا عقیدہ ہوگا کہ اللہ تعالے نے بھی اس کی بخشش سے انکار فرما دیا ہے ۱۲

ہوتے ہیں جس سے یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ صدقہ خیرات کرنا مقصود ہے ورنہ غریبوں محتاجوں کو دیدیتے پس یہ ایک طرح کا فضول و بیجا خرچ[1] بھی ہے کہ مستحقین کو چھوڑ کر غیر مستحقین کو دیا پھر اُس میں بعض کے چوٹ لگ جاتی ہے کسی کے بھیڑ کی وجہ سے اور کسی کے خود روپیہ پیسہ لگ جاتا ہے۔ یہ خرابی الگ رہی۔ ۵۲- اس بکھیر میں ایک مٹھی ان کہاروں کو دی جاتی ہے اور وہ سب مکینوں کا حق ہوتا ہے وہی جبر کا ناجائز ہونا یہاں بھی یاد کرلو۔ ۵۳ جب بکھیر کرتے ہوئے شہر کے باہر پہونچتے ہیں تو یہ کہار ڈولہ کسی باغ میں رکھکر اپنا نیگ سوا روپیہ لے کر چلے جاتے ہیں۔ وہی انعام لینے میں زبردستی یہاں بھی ہے ۵۴ اور دلہن کے عزیز و اقارب جو اس وقت تک ڈولے کے ساتھ ہوتے ہیں رخصت کر کے چلے جاتے ہیں اور وہاں پر وہ چنگیر مٹھائی کی نکال کر براتیوں میں بھاگ دوڑ۔ چھینا جھپٹی شروع ہوتی ہے اس میں علاوہ اسی بیحد پابندی کے اکثر یہ بے احتیاطی ہوتی ہے کہ اجنبی مرد ڈولے میں اندھا دھند ہاتھ ڈالکر وہ چنگیری لے لیتے ہیں اس کی پرواہ نہیں کہ پردہ کھل جائے گا۔ نائن یا دلہن کو ہاتھ لگ جائے گا۔ اور بعض غیرت مند دولہا یا دلہن کے رشتے دار اس پر جوش میں آکر بُرا بھلا کہتے ہیں جس میں بعض وقت بات بہت بڑھ جاتی ہے مگر اس منحوس رسم کو کوئی نہیں چھوڑتا تمام تھکا فضیحتی منظور مگر اُس کا ترک کرنا منظور نہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ + ۵۵۔ راستے میں جو اول ندی ملتی ہے تو کہار لوگ اس ندی پر پہونچکر ڈولہ رکھدیتے ہیں کہ ہمارا حق دو تب ہم پار جائیں گے اور یہ حق کم از کم ایک روپیہ ہوتا ہے جس کو دریا اُترائی کہتے ہیں یہ وہی انعام میں زبردستی ہے۔ ۵۶ جب مکان پر ڈولہ پہونچتا ہے تو کہار نہیں رکھتے جب تک ان کو سوا روپیہ انعام نہ دیا جائے۔ اگر یہ انعام ہے تو یہ جبر کیسا اور اگر مزدوری ہے تو مزدوری[2] کی طرح ہونا چاہئیے کہ جب[3] کسی کے پاس ہوا دے دیا اس کا وقت

[3] مطلب یہ ہے کہ اگر یہ انعام ہے تو اس میں جبر نہ کیا جاوے دینے والے کو اختیار ہے خواہ دے یا نہ دے یا جب چاہے دے اور اگر مزدوری ہے تو اس کی مقدار مقرر ہونی چاہیے اور اگر مزدوری ادا کرنے والا مجبور ہو تو جب تک اس کے پاس نہ ہو اس کو مہلت دینی چاہیے ۱۲۔

[1] اسی کو اسراف کہتے ہیں اور اسراف کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ ان اللہ لا یحب المسرفین اور فرمایا ہے کہ ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین یعنی خدا تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور بیشک فضول خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں ۱۲۔ از محشی عفرلہٗ۔

[2] مگر حقیقت یہی ہے کہ نہ تو یہ انعام میں داخل ہے اور نہ مزدوری میں کیوں کہ دونوں باتوں کی شرطیں معدوم ہیں احسان و انعام میں خوشی دل سے ہونا شرط ہے وہ موجود نہیں اور مزدوری میں کام معین اور مزدوری معین ہونا شرط ہے وہ بھی موجود نہیں ۱۲۔

مقرر کر کے مجبور کرنا بجز رسم ادا کرنے کے اور کچھ نہیں۔ جس کو بے حد پابندی کہنا چاہئے ۵۷۔ بعض جگہ یہ بھی دستور ہے کہ دولہا کا کوئی رشتہ دار[1] لڑکا آکر ڈولہ روک لیتا ہے کہ جب تک ہمارا حق نہ ملے ڈولے کو گھر میں نہ جانے دیں گے اس کو بھی اُسی بیحد پابندی میں داخل سمجھو۔ ۵۸۔ ڈولہ آنے سے پہلے ہی بیچ صحن میں تھوڑی جگہ لیپ رکھتی ہیں اور اس میں آٹے سے گھروندے کی طرح بنا دیتی ہیں ڈولہ اوّل اوّل وہیں رکھا جاتا ہے دولہن کا انگوٹھا اس میں ٹکا لیتی ہیں تب اندر لے جاتی ہیں اس میں علاوہ بیجد پابندی کے سراسر شگون بھرا ہوا ہے اور کافروں کی موافقت پھر اناج کی بے قدری اس لئے یہ بھی ناجائز ہے ۵۹۔ جب کہار ڈولہ رکھکر چلے جاتے ہیں تو دھیانیاں بہو کو ڈولے میں سے نہیں اُتارنے دیتیں جب تک ان کو ان کا حق نہ دیا جائے بلکہ اکثر دروازہ بند کر لیتی ہیں جس کے یہ معنی ہوئے کہ جب تک ہم کو فیس یا جرمانہ نہ دیا جائے تب تک ہم دُلہن کو گھر میں نہ گھسنے دیں گے یہ بھی انعام میں زبردستی ہے۔ ۶۰۔ اس کے بعد نوشہ کو بلا کر ڈولے کے پاس کھڑا کیا جاتا ہے۔ اس کی نہایت پابندی ہے اور یہ ایک قسم کا شگون ہے جس سے عقیدے کی خرابی معلوم ہوتی ہے اور اکثر اس وقت پردہ دار عورتیں بھی بے تمیزی سے سامنے آکھڑی ہوتی ہیں۔ ۶۱۔ عورتیں صندل اور مہندی پیس کر لے جاتی ہیں اور دُلہن کے داہنے پانوں اور کوکھ کو ایک ایک ٹیکا لگاتی ہیں یہ کُھلا ہوا ٹوٹکا اور شرک ہے۔ ۶۲۔ تیل اور ماش صدقہ کر کے بھنگن کو دیا جاتا ہے اور میانے کے چاروں پایوں پر تیل چھڑکا جاتا ہے۔ وہی عقیدے کی خرابی کا روگ اس لغو حرکت کا بھی منشا ہے۔ ۶۳۔ اور اس وقت ایک بکرا گڈریے سے منگا کر نوشہ اور دلہن کے اُوپر سے صدقہ کر کے اُسی گڈریے کو مع کچھ نیگ کے جس کی مقدار دو آنہ یا چار آنے قیمت ہے دے دیا جاتا ہے دیکھو یہ کیا لغو حرکت ہے اگر بکرا خریدا ہے تو اس کی قیمت کہاں دی اگر یہی[2] ہے تو بھلا ویسے تو اتنے کو خرید لو اور اگر خریدا نہیں تو وہ اس گڈریے کی ملک ہے تو یہ پرائے مال کے صدقہ کرنے کے کیا معنی یہ تو وہی مثل ہے حلوائی کی دوکان نانا جی کی فاتحہ۔ پھر صدقہ کا مصرف گڈریا بہت

[1] اکثر دولہا کا بہنوئی وغیرہ ایسا کرتا ہے یہ سب باتیں بالکل من گھڑت اور بے اصل ناجائز ہیں نہیں معلوم کہ ان کا مصنف کس دماغ کا آدمی تھا اور کس قدر لوگ اس کے پیرو ہوئے ہیں کہ نہ کسی پیر کی مانتے ہیں نہ کسی مولوی کی اور ان رسوم کو کسی طرح ترک کرنے پر تیار نہیں ہوتے خدا تعالےٰ ہی حافظ ہے ۱۲ محشی غفرلہ

[2] یعنی دو چار آنہ تو بھلا کسی سے دو چار پیسہ کو بکرا خرید کے لا تو دو غرض عقل اس بات کو منع کرتی ہے کہ یہ دو چار آنہ کے پیسے اس بکری کی قیمت ہوں اور جب خریدنا ثابت نہیں تو معلوم ہوا کہ بکرا ابھی تک اُسی کی ملک ہے یعنی گڈریے کی اور صدقہ اپنی ملک کی چیز کا صحیح ہو سکتا ہے اس کے علاوہ صدقہ بھی کرنا تھا تو اس کے لئے گڈریا ہی رہ گیا تھا ایک تو کافر دوسرے مالدار۔ ۱۲

موزوں ہے غرض سراپا لغو حرکت ہے اور بالکل اصول شریعت کے خلاف۔ ۶۴ اس کے بعد بہو کو اتار کر گھر میں لاتی ہیں اور ایک بوریے پر قبلہ رُخ بٹھاتی ہیں اور سات سہاگنیں مل کر تھوڑی تھوڑی کھیر بہو کے داہنے ہاتھ پر رکھتی ہیں پھر اس کھیر کو ان میں سے ایک سہاگن منہ سے چاٹ لیتی ہے یہ رسم بالکل شگون اور فالوں سے مل کر بنی ہے جس کا منشاء عقیدہ کی خرابی ہے اور قبلہ رُخ ہونا بہت برکت کی بات ہے لیکن یہ مسئلہ بس اِن ہی خرافات پر عمل کرنے کے لئے رہ گیا اور کبھی عمر بھر چاہے نماز کی توفیق نہ ہوئی ہو اور جب اُس کی پابندی فرض سے بڑھکر ہونے لگے اور ایسا نہ کرنے کو بدشگونی سمجھا جائے تو یہ بھی شرع کی حدؔ[1] سے بڑھ جاتا ہے اس لئے یہ بھی جائز نہیں۔ بعض جگہ یہاں بھی نوشہ گود میں لے کر دُلہن کو اُتارتا ہے اس کی قباحتیں اُوپر بیان ہو چکیں۔ ۶۵۔ یہ کھیر دو طباقوں میں اُتاری جاتی ہے ایک اُن میں سے ڈومنی کو (شاباش ری ڈومنی تیرا تو سب جگہ ظہورا ہے) اور ایک نائن کو مع کچھ انعام کے جس کی مقدار کم سے کم پانچ ٹکے ہیں دیا جاتا ہے۔ یہ سب محض رسوم کی پابندی اور خرافات ہے۔ ۶۶۔ اس کے بعد ایک یا دو من کی کھیر برادری میں تقسیم کی جاتی ہے جس میں علاوہ پابندی کے بجز ریا و تفاخر اور کچھ نہیں۔ ۶۷۔ اس کے بعد بہوؔ[2] کا منہ کھولا جاتا ہے اور سب سے پہلے ساس یا سب سے بڑی عورت خاندان کی بہو کا منہ دیکھتی ہے اور کچھ منہ دکھلائی دیتی ہے جو ساتھ والی کے پاس جمع ہوتا رہتا ہے اس کی ایسی سخت پابندی ہے کہ جس کے پاس منہ دکھلائی نہ ہو وہ ہرگز ہرگز منہ نہیں دیکھ سکتی کیونکہ لعنت و ملامت کا اتنا بھاری بوجھ اس پر رکھا جائے جس کو کسی طرح اٹھا ہی نہ سکے غرض اس کو واجبات سے قرار دیا ہے جو صاف شرعی حد سے بڑھ جاتا ہے پھر اس کی کوئی معقول وجہ نہیں سمجھ میں آتی کہ اس کے ذمے منہ پر ہاتھ رکھنا بلکہ ہاتھوں پر منہ رکھنا یہ کیوں فرض کیا گیا ہے اور فرض بھی ایسا کہ اگر کوئی نہ کرے تو تمام برادری میں بے حیا بے شرم بے غیرت مشہور ہو جائے بلکہ ایسا تعجب کریں کہ جیسے کوئی مسلمان کافر بن جائے پھر خود ہی

[1] کیونکہ کسی مستحب یا سنت کام کو ضروری اور واجب جان لینا بھی گناہ ہے ۱۲ محشی عفرلہٗ۔

[2] اس وقت تو پیسہ منہ دکھلائی کے وصول کرنے کی غرض سے ساس اور نند نے اس کے چہرہ کی اس قدر عزت بڑھائی ہے کہ منہ دیکھنے کا بھی ٹکٹ لگا رکھا ہے لیکن کچھ روز کے بعد اس کی وہ ناقدری ہوتی ہے کہ بعض دفعہ بالکل معاملہ ہی برعکس ہو جاتا ہے البتہ کبھی اتفاق سے ساس نند ایسی ہوتی ہیں کہ بہو سے محبت اور خلوص کے ساتھ برتاؤ رکھتی ہیں لیکن اس کے ساتھ یہ بات ہے کہ کبھی بہو خود بھی بدخو ہوتی ہے کہ وہ ساس نند کو نظر ہی میں نہیں لاتی ایسی بدخلق عورت بھی ہمیشہ گھر میں فساد رکھتی ہے شوہر کے لئے ایسی بیوی دُنیا میں دوزخ ہوتی ہے کیونکہ اگر اس کی ماں بہن بدخلق ہوں تو اس کا علاج تو شوہر کچھ کر سکتا ہے ایسی عورت کا علاج کچھ نہیں کر سکتا ۱۲ محشی عفرلہٗ۔

کہو اس میں بھی شریعت کی حد سے باہر ہو جانا ہے یا نہیں۔ اس شرم میں اکثر بلکہ ساری دُلہنیں نماز قضا کر ڈالتی ہیں اگر ساتھ والی نے موقع پا کر پڑھوا دی تو خیر ورنہ عورتوں کے مذہب میں اُس کو اجازت نہیں کہ خود اُٹھ کر یا کسی سے کہہ سنکر نماز کا بندوبست کرے اس کا ذرا اِدھر اُدھر ہلنا، بولنا چالنا کھانا پینا اگر کھجلی بدن میں اُٹھے تو کھجلانا۔ اگر جمائی یا انگڑائی کا غلبہ ہو جمائی و انگڑائی لینا۔ یا نیند آنے لگے تو لیٹ رہنا پیشاب پائخانہ خطا ہونے لگے تو اس کی اطلاع تک کرنا بھی اِن عورتوں کے مذہب میں حرام بلکہ کفر ہے اس خیال کی وجہ سے دُلہن دو چار دن پہلے سے بالکل دانہ پانی چھوڑ دیتی ہے کہ کہیں پیشاب پائخانہ کی حاجت نہ ہو جو سب میں بدنامی ہو جائے خدا جانے اس بیچاری نے کیا جُرم کیا تھا جو ایسی سخت کال کوٹھری میں یہ مظلومہ قید کی گئی خود سوچو کہ اس میں بلا وجہ ایک مسلمان کو تکلیف دینا ہے یا نہیں پھر کیونکر اجازت ہو سکتی ہے اور یاد رہے کہ نمازوں کے قضا ہونے کا گناہ اُس کو تو ہوتا ہی ہے لیکن اور سب عورتوں کو بھی اُتنا ہی گناہ ہوتا ہے جن کی بدولت یہ رسمیں قائم ہیں اس لئے ان سب خرافات کو موقوف کرنا چاہیئے اور بعض شہروں میں یہ بیہودگی ہے کہ کُنبے کے سارے مرد بھی دلہن کا منہ دیکھتے ہیں۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ ۔ ۶۸ یہ سب عورتیں منہ دیکھتی ہیں اُس کے بعد کسی کا بچہ بہو کی گود میں بٹھاتی ہیں اور کچھ مٹھائی دے کر اُٹھا لیتی ہیں۔ وہی خرافات شگون۔ مگر کیا ہوتا اس پر بھی بعضوں کی تمام عمر اولاد نہیں ہوتی۔ توبہ توبہ کیا بُرے خیالات ہیں ۶۹۔ اِس کے بعد بہو کو اُٹھا کر چارپائی پر بٹھاتی ہیں پھر نائن دلہن کے داہنے پیر کا انگوٹھا دھوتی ہے اور وہ روپیہ یا اٹھنی وغیرہ جو بہو کے ایک پلو میں بندھا ہوتا ہے۔ انگوٹھا دھلوائی میں نائن کو دیا جاتا ہے معلوم ہوتا ہے یہ بھی کوئی شگون ہے ۷۰۔ بعد آنے دُلہن کے شکرانے کے دو طباق ایک اُس کے لئے دوسرا اُن کے لئے جو بہو کے ساتھ آئی ہے۔ بنائے جاتے ہیں اس وقت بھی وہی سہاگنیں ملکر کچھ دانے بہو کے منہ کو اس بیچاری کو للچانے کے لئے لگا کر آپس میں سب

ؔ۱ یعنی میں اللہ تعالیٰ سے بخشش چاہتا ہوں اور اس کی پناہ کا طلبگار ہوں ۱۲۔
ؔ۲ اس سے مراد یہ لیتی ہیں کہ اسی طرح یہ بچہ کو اپنی گود میں لے یعنی با اولاد ہو گیا گود میں بچہ کا بٹھانا با اولاد بنا سکتا ہے ہرگز نہیں خدا تعالیٰ ہی اولاد دیتا ہے اور وہی بانجھ بناتا ہے وَیَجْعَلُ مَنْ یَّشَاءُ عَقِیْمًا عورتوں کو اولاد کی خواہش میں کچھ نہیں سوجھتا بعض دفعہ کفر اور شرک کے لئے بھی تیار ہو جاتی ہیں حالانکہ اولاد عموماً دنیا میں بھی بہت کم کام آتی ہے بھلا خدا کے ہاں تو کیا بخشواتی البتہ نیک آدمیوں کے لئے نیک اولاد کارآمد ہے کہ وہ ان کو صدقہ جاریہ کا کام دیتی ہے کیونکہ وہ اس کو بھلے کاموں کی تعلیم دیتے ہیں ۱۲۔ محشی غفرلہ۔

مل کر کھا لیتی ہیں (شاباش شاباش) یہ سب شگون معلوم ہوتا ہے۔ ۷۱۔ پھر دولہا والوں کی نائن دلہن والوں کی نائن کا ہاتھ دُھلواتی ہے اور یہ نائن موافق تعلیم اپنے آقا کے کچھ نقد ہاتھ دھلوائی دیتی ہے اور کھانا شروع کر دیتی ہے۔ اس میں بھی وہی بیجا پابندی اور انعام میں جبر کی خرابی ہے ۷۲۔ کھانا کھاتے وقت ڈومنیاں گالیاں گاتی ہیں (کمبختوں پر خدا کی مار) اور اس نائن سے نیگ لیتی ہیں۔ مَاشَاءَ اللّٰہ گالیاں کی گالیاں کھاؤ اور اُوپر سے انعام دو۔ اس جہالت کی بھی کوئی حد ہے خدا کی پناہ۔ ۷۳۔ جب جہیز کھولا جاتا ہے تو ایک ایک جوڑا سب دھیانیاں آپس میں تقسیم کر لیتی ہیں واہ کیا اچھی زبردستی ہے مان نہ مان میں تیرا مہمان۔ اگر کوئی کہے یہ زبردستی نہیں اِس کو تو سب ملنے بیٹھے ہیں تو جواب یہ ہے کہ جب جانتی ہیں کہ نہ ماننے سے نکو بنائی جائیں گی تو اس زبردستی کے ماننے کا کیا اعتبار ہے زبردستی کا ماننا تو وہ بھی مان لیتا ہے جس کی چوری ہو جاتی ہے اور چپ ہو کر بیٹھ رہتا ہے یا کوئی ظالم مال چھین لیتا ہے اور یہ ڈر کے مارے نہیں بولتا ایسے ماننے سے کسی کا مال حلال نہیں ہو جاتا اسی طرح بعض جگہ یہ بھی دستور ہے کہ جہیز میں بٹوے اور کمر بند اور تھیلیاں ہوتی ہیں وہ سب دھیانیاں آپس میں تقسیم کر لیتی ہیں اور حصہ رسد بہو کو بھی دیتی ہیں۔ ۷۴۔ رات کا وقت تنہائی کے لئے ہوتا ہے جس میں بعض بے حیا عورتیں جھانکتی تاکتی ہیں اور موافق مضمون حدیث کے لعنت میں داخل ہوتی ہیں۔ ۷۵۔ صبح کو یہ بیحیائی ہوتی ہے کہ رات کا بستر چادر وغیرہ دیکھی جاتی ہے اس سے بڑھکر بعض جگہ غضب ہے کہ تمام کنبے میں نائن کے ہاتھ پھرایا جاتا ہے۔ کسی کا راز معلوم کرنا مطلقاً حرام ہے خصوصاً ایسی حیا کی بات کی شہرت سب جانتے ہیں کہ کس قدر بے غیرتی کی بات ہے مگر افسوس ہے کہ عین وقت پر کسی کو ناگوار نہیں معلوم ہوتا اللہ بچائے ۷۶۔ عصر مغرب کے درمیان میں بہو کا سر کھولا جاتا ہے اور اس وقت ڈومنیاں گاتی جاتی ہیں اور ان کو سوا روپیہ یا پانچ ٹکے مانگ بھرائی اور سر کھلائی کے نام سے دیے جاتے ہیں۔ اس میں بھی وہی بیجا پابندی اور مزدوری دینے کی خرابی موجود ہے۔

لہ یہ ماننا بیکار ہے کیونکہ یہ ماننا ڈنڈے کے زور سے ہے برادری کے چودھری زبردستی منواتے ہیں کہ اگر اس کے خلاف چلے گا تو برادری سے الگ کر دیا جائے گا اور اگر برادری سے الگ نہ ہوگا تو کم از کم قوم کے اندر ناک تو جڑ سے کٹ ہی جائے گی گویا خدا تعالیٰ کے حکم سے کہیں زیادہ برادری اور رسوم برادری کی پابندی کی جاتی ہے العیاذ باللہ تعالیٰ ۱۲

سلہ حدیث شریف میں ہے کہ الحیاء شعبۃ من الایمان اور ایک حدیث میں ہے عن ابی سعیدؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اعظم الامانۃ عند اللہ یوم القیمۃ وفی روایۃ ان من اشر الناس عند اللہ منزلۃ یوم القیمۃ الرجل یفضی الی امرأتہ وتفضی الیہ ثم ینشر سرھا رواہ مسلم ۱۲ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۷۶

۷۷۔ بہو کے آنے سے اگلے دن اس کے عزیز قریب دو چار گاڑیاں اور مٹھائی وغیرہ لے کر آتے ہیں اس آمد کا نام چوتھی ہے اس میں بھی وہی بے قید پابندی کی علت لگی ہوئی ہے علاوہ اس کے یہ رسم کافروں کی ہے اور کافروں کی موافقت[1] منع ہے ۷۸۔ بہو کے بھائی وغیرہ گھر میں بُلائے جاتے ہیں اور بہو کے پاس علیحدہ مکان میں بیٹھتے ہیں اکثر اوقات یہ لوگ شرعاً نامحرم بھی ہوتے ہیں مگر اس کی کچھ تمیز نہیں ہوتی کہ نامحرم کے پاس تنہا مکان میں بیٹھنا خصوصاً زیب و زینت کے ساتھ کس قدر گناہ اور بے غیرتی ہے اور وہ بہو کو کچھ نقد دیتے ہیں اور کچھ مٹھائی کھلاتے ہیں اور چوتھی کا جوڑا مع تیل و عطر اور کمینوں کے خرچ کے گھر میں بھیج دیتے ہیں یہ سب اُسی بے قید پابندی میں داخل ہے۔ ۷۹۔ جب نائی ہاتھ دھلانے آتا ہے تو وہ اپنا نیگ جو زیادہ سے زیادہ سوا روپیہ اور کم سے کم چار آنے ہیں لے کر ہاتھ دھلاتا ہے اس فضیحت کا بھی کچھ ٹھکانا ہے۔ جتنے حقوق خدا کے اور بندوں کے ہیں سب میں توقف ہو جائے مگر اس من گھڑت حق میں جو سچ پوچھو تو ناحق ہے کیا مجال کہ ذرا فرق آ جائے بلکہ پیشگی وصول کیا جائے پہلے اس کا قرض ادا کرو تب کھانا نصیب ہو اَسْتَغْفِرُ اللہ۔ مہمانوں سے دام لے کر کھانا کھلانا یہ ان ہی عقل کے دشمنوں کا کام ہے۔ یہ بھی بے قید پابندی اور شرعی حد سے آگے بڑھنا اور انعام میں جبر کرنا ہے۔ ۸۰۔ کھانا کھانے کے وقت چوتھی والوں کی ڈومنیاں دروازے پر بیٹھ کر اور گالیاں[2] گا کر اپنا نیگ لیتی ہیں۔ خدا تم کو سمجھے ایسے ہی لینے والے اور ایسے ہی دینے والے حاجت مندوں کو خوشامد اور دعاؤں پر بھی پھوٹی کوڑی نہ دیں اور ان بدذاتوں کو گالیاں کھا کر روپئے بخشیں، واہ رے رواج تو بھی کیسا زبردست ہے۔ خدا تجھے ہمارے ملک سے غارت کرے۔ ۸۱۔ دوسرے روز چوتھی کا جوڑا پہنا کر مع اس مٹھائی کے جو بہو کے گھر سے آئی تھی رخصت کرتے ہیں ماشاء اللہ بھلا اس مٹھائی کے بھیجنے سے اور پھر واپس لے جانے سے کیا حاصل ہوا۔ شاید اُس مبارک گھر سے مٹھائی میں برکت آ جانے کے لئے بھیجی ہوگی۔ خیال تو کرو۔ رسم کی پابندی میں عقل بھی

[1] بُرے کام میں ان کی موافقت بہر صورت منع ہے خواہ قصد موافقت کا ہو یا نہ ہو اور مباح کام میں ان کی موافقت اس وقت منع ہے جب ان کی موافقت کی نیت اور ارادہ ہو ورنہ منع نہیں شامی جلد اول میں کتاب الصلوٰۃ کے مفسدات و مکروہات میں اس کا بیان ہے ۱۲۔

[2] یہ بھی ایسی خیال ہوئی کہ جیسے بعض سیدھے سادھے مسکین جو باتیں بنانا زیادہ نہیں جانتے مانگتے ہیں تو ان کے ہاتھ پر کوئی ایک پیسہ نہیں رکھتا اور بعض سادھو جو بے پہ لیکر اپنی آنٹ پوری کر لیتے ہیں کہ سبق لیں گے اور لٹھ بھی گالیاں دیں گے سادگی تو اس زمانہ کے لوگوں کو پسند ہی نہیں سادہ وعظ نہیں سنتے چٹخارے دار وعظ کے شوقین ہیں جو امانت دار سادے طور پر مدرسوں کا چندہ مانگتے ہیں ان کو بہت کم ملتا ہے اور جو ٹیپ ٹاپ کی باتیں کر کے مانگتے ہیں ان کو بہت ملتا ہے چاہے وہ جھوٹے مکار ہی ہوں ۱۲۔

جاتی رہتی ہے اور بیجا پابندی کا گناہ والزام الگ رہا۔ ۸۲۔ اور بہو کے ساتھ توشہ بھی جاتا ہے اور رخصت کرتے وقت وہی چاروں چیزیں پلوؤں میں باندھی جاتی ہیں جو رخصت کے وقت وہاں سے بندھکر آئی تھیں۔ یہ بھی خرافات شگون ہے ۸۳۔ وہاں جاکر جب دلہن اتاری جاتی ہے تو اس کا داہنا انگوٹھا وہاں کی نائن دھوکر وہ اٹھنی یا روپیہ جو بہو کے پلو میں بندھا ہوتا ہے لیتی ہے وہی شگون یہاں بھی ہے ۸۴۔ جب دولہا گھر میں جاتا ہے تو سالیاں اس کا جوتا چھپا کر جوتا چھپائی کے نام سے کم ازکم ایک روپیہ لیتی ہیں۔ شاباش ایک تو چوری کریں اور الٹا انعام پائیں اول تو ایسی جہل بات کہ کسی کی چیز اٹھائی چھپا دی حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے پھر یہ ہنسی دل لگی کا خاصہ ہے کہ اس سے بے تکلفی بڑھتی ہے اجنبی اور غیر مرد سے ایسا علاقہ اور ربط پیدا کرنا یہ خود شرع کے خلاف ہے پھر اس انعام کو حق لازمی سمجھنا یہ بھی زبردستی کر کے لینا اور شرعی حد سے نکل جاتا ہے۔ بعض جگہ جوتا چھپائی کی رسم نہیں مگر اس کا انعام باقی ہے کیا واہیات بات ہے ۸۵۔ اس سے بدتر چوتھی کھیلنا ہے جو بعض شہروں میں رائج ہے اس میں جس درجے کی بیحیائی اور بے غیرتی ہوتی ہے اس کا کچھ پوچھنا نہیں پھر جن کی عورتیں اس چوتھی کھیلنے میں شریک ہوتی ہیں ان کے شوہر باوجود معلوم ہونے کے اس کا انتظام اور منع نہ کرنے کی وجہ سے دیوث بنتے ہیں اور کافروں کی مشابہت ان سب کے علاوہ اور بعض وقت ایسی چوٹیں لگ جاتی ہیں کہ آدمی تلملا جاتا ہے اس کا گناہ الگ۔ ۸۶۔ جب دولہا آتا ہے تو وہاں کا نائی اس کے داہنے پیر کا انگوٹھا دھوکر اپنا حق لیتا ہے جو ایک روپیہ کے قریب ہوتا ہے اور باقی کمینوں کا خرچ گھر میں دیتے ہیں یہ سب شگون اور بیجا پابندی میں داخل ہے ان سب موقعوں میں نائی کا حق سب سے زیادہ سمجھا جاتا ہے یہ ہندوؤں کی رسم ہے ان کے رواج میں نائی کے اختیارات چونکہ بہت زیادہ ہیں اس لئے اس کی بڑی قدر ہے۔ بے علم مسلمانوں نے اختیارات تو ان سے لے لئے مگر تنخواہ وہی رکھی جو اکثر جگہ محض ناحق کا لینا دینا ہے جہاں کوئی شرعی وجہ بھی

---

۱ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال تمار اخاک ولا تمازحہ ولا تعدہ موعدا فتخلفہ رواہ الترمذی وقال ہذا حدیث غریب ۱۲ اور ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابوہریرہ نے عرض کیا کہ یا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم آپ تو ہم سے دل لگی مذاق کرتے ہیں (حالانکہ آپ نبی ہیں) تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ میں الا بجز حق کے اور کچھ کہتا نہیں ہوں یعنی مزاح میں بھی جھوٹ نہیں بولتا ہوں اس کو ترمذی نے روایت کیا ۱۲ از مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۱۶

۲ حدیث میں آیا ہے کہ دیوث وہ ہے جو اپنے گھر میں بے غیرتی اور بیحیائی کو جائز رکھے یعنی پسند کرے اور ہونے دے ۱۲ مظاہر غفرلہٗ

نہیں نکل سکتی۔ ۸۷۔ اب کھانے کا وقت آیا تو دولہا صاحب روٹھے بیٹھے ہیں ہزاروں
منتیں کرو خوشامد کرو مگر ان کا ہاتھ ہی نہیں اُٹھتا کہ جب تک ہم کو نہ دو گے ہم نہ کھائیں
گے جب حق مل جائے گا تب کھائیں گے سبحان اللہ کیا عقل کی بات کی ہے کہ کھانے کا
کھانا کھائیں اور اُوپر سے دانت گھسائی مانگیں۔ اس طوفان بے تمیزی میں حیا، شرم
عقل، تہذیب سب طاق پر رکھدیئے جاتے ہیں اس میں بھی احسان میں زبردستی کی
اور دینے میں ریا و نمائش کی علت موجود اس لئے یہ بھی ناجائز ہے۔ ۸۸۔ دو چار دن
کے بعد پھر دولہا والے دولہا دلہن کو لے جاتے ہیں اس کو ہوڑہ کہتے ہیں اور اس میں
بھی وہی سب رسمیں ہوتی ہیں جو چوتھی میں ہوئی تھیں جو برائیاں اور گناہ اس میں تھے
وہی یہاں بھی سمجھ لو ۸۹۔ اس کے بعد بہو کے میکے سے کچھ عورتیں اس کو لینے آتی ہیں اور اپنے
ساتھ کھجوریں لاتی ہیں وہی بیہودہ پابندی۔ ۹۰۔ یہ کھجوریں ساری برادری میں تقسیم ہوتی ہیں
وہی ریا و نمود۔ ۹۱ پھر جب یہاں سے رخصت ہوتی ہے تو نئی کھجوریں ساتھ کی جاتی ہیں
وہی بیہودہ پابندی۔ ۹۲۔ اور وہ باپ کے گھر جا کر برادری میں تقسیم ہوتی ہیں وہی فخر و ریا
یہاں بھی۔ ۹۳۔ اس کے بعد اگر شب برات یا محرم ہو تو باپ کے گھر ہو گا۔ یہ پابندی
کون سی آیت یا حدیث سے ثابت ہے وجہ اس کی صرف جاہلیت کا ایک خیال ہے کہ
محرم اور شب برات کو نعوذ باللہ نامبارک سمجھتی ہیں اس لئے دولہا کے گھر ہونا نامناسب
جانتی ہیں۔ ۹۴۔ اور رمضان بھی وہیں ہوتا ہے قریب عید سواری بھیج کر بہو کو بلاتی
ہیں غرض یہ کہ جو تہوار غم اور بھوک اور سوزش کے ہیں جیسے محرم[2] کہ یہ غم و رنج کا زمانہ
سمجھا جاتا ہے۔ رمضان میں بھوک پیاس کا ہونا ظاہر ہے شب برات کو عام لوگ جلتا
بلتا کہتے ہیں،[3] غرض یہ سب باپ کے حصے ہیں اور عید جو خوشی کا تہوار ہے وہ گھر ہونا
چاہیئے۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ ۹۵۔ اور وہاں سے دوتین من جنس مثل میدا
آٹا، میوہ وغیرہ بھیجا جاتا ہے اور دولہا دلہن کو جوڑا مع کچھ نقدی گھی کے نام سے
اور کچھ شیرینی دی جاتی ہے۔ یہ ایسا ضروری فرض ہے کہ گو سودی قرض لینا پڑے
مگر یہ قضا نہ ہو ظاہر ہے کہ شرعی حد سے بڑھ جانا ہے ۹۶۔ بعد نکاح کے سال دو

[1] حالانکہ تمیز اور حیا اور شرم وغیرہ سب تعلیمات اسلام ہی کی دی ہوئی ہیں حیا کے بارہ میں تو صاف آیا ہے کہ حیا ایمان کا جز ہے اور شرم کے بارہ میں یہی ہے مثلاً جو گناہ علانیہ کیا جائے وہ حق تعالیٰ کے نزدیک اس گناہ سے بدتر ہے جو صرف چھپ کر کیا جائے یا خدا تعالیٰ۔ گناہ سے اجتناب اور پرہیز محض خوف خدا سے کیا جانا چاہیئے لیکن مخلوق کے سامنے کرنے سے بھی شرمانا چاہیئے بعض لوگ کہدیتے ہیں کہ جب خدا ہی سے پوشیدہ نہ ہو گا تو مخلوق کی کیا چوری ہے۔ بلکہ قیامت کے دن بعض گناہگاروں کو یہ فرما کر معاف کر دیں گے کہ فلاں فلاں گناہ جو تم نے کیا تھا چونکہ اس کو بے سرا کر کے نہیں جانتا اس لئے میں نے چپکے سے معاف ہی کر دیا ۱۲۔

[2] غم اور رنج کا مہینہ محرم کو سمجھنا شیعہ کی پیروی ہے ہم اہل سنت کو کسی مردہ پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنے کی ممانعت کر دی گئی ہے البتہ عورت کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے خاوند پر چار ماہ دس دن تک غم اور سوگ کرے اور شب برات

[3] کو جلتا مہینہ اپنے آپ بنا رکھا ہے کہ اس بابرکت مہینہ کو خواہ مخواہ گرم کر دیا ہے کہ آگ سے اسمیں کھیلتے ہیں انار اور چکلیوں کی بھرمار کرتے ہیں آسمان سے رحمت کے جو فرشتے خاص اس رات میں اترتے ہیں ان کو اناروں کے ذریعہ روکا جاتا ہے کہ تم یہاں نہ آؤ ہم کو تمہاری ضرورت نہیں دشمن کی طرح ان کا آگ سے مقابلہ کرتے ہیں ۱۲ محشی عفرلہ یعنی گناہ ہی سے کوئی ہٹ سکتا ہے اور نہ عبادت پر قوت پا سکتا ہے مگر خدا تعالیٰ کے ذریعہ سے ۱۲ محشی عفرلہ ۱۲۔

سال تک بہو کی روانگی کے وقت کچھ مٹھائی اور نقد اور جوڑے وغیرہ دونوں طرف سے بہو کے ہمراہ کر دیئے جاتے ہیں اور عزیزوں میں بھی خوب دعوتیں ہوتی ہیں مگر وہی جلنے کی دعوت کہ بدنامی سے بچنے کو ناموری و سرخروئی حاصل کرنے کو سارا بکھیڑا ہوتا ہے پھر اُس کے بدلے اور برابری کا بھی پورا لحاظ ہوتا ہے بلکہ بعض اوقات خود شکایت و تقاضا کر کے دعوت کھاتے ہیں غرض تھوڑے دنوں تک یہ آؤ بھگت سچی یا جھوٹی ہوتی رہتی ہے پھر اُس کے بعد کوئی کسی کو نہیں پوچھتا۔ سب خوشیاں منانے والے اور جھوٹی خاطر داری کرنے والے الگ ہوئے اب جو مصیبت پڑے بھگتو کاش جس قدر روپیہ بیہودہ اُڑایا ہے اگر دونوں کے لئے اس سے کوئی جائداد خرید دی جاتی یا تجارت کا سلسلہ شروع کر دیا جاتا تو کس قدر راحت ہوتی ساری خرابی ان رسوم کی پابندی سے ہے۔ ۹۷ دونوں طرف کی شیرینی دونوں کی برادری میں تقسیم ہو جاتی ہے جس کا منشا وہی ریا ہے اور اگر وہ شیرینی سب کو نہ پہنچے تو اپنے گھر سے منگا کر ملا دے یہ بھی جرمانہ ہے ۹۸ بعض جگہ کنگنا باندھنے کا بھی دستور ہے جو کافروں کی رسم ہونے کی وجہ سے منع ہے ۹۹ بعض جگہ آرسی مصحف کی بھی رسم ہے اس میں بھی طرح طرح کی رسوائیاں اور فضیحتیاں ہیں جو بالکل عقل اور شرع کے خلاف ہیں۔ ۱۰۰ بعض جگہ آرائش و آتشبازی کا سامان ہوتا ہے جو سراسر افتخار اور مال کا بیہودہ اُڑانا ہے جس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ ۱۰۱ بعض جگہ ہندوستانی یا انگریزی باجے ہوتے ہیں اُن کا حرام ہونا حدیث میں موجود ہے[1]۔ اور کہیں ناچ بھی ہوتا ہے جس کا حرام ہونا پہلے باب میں بیان کر دیا گیا ہے ۱۰۲ بعض تاریخوں اور مہینوں اور سالوں کو مثلاً اٹھارہ سال کو منحوس سمجھتے ہیں اور اس میں شادی نہیں کرتے یہ اعتقاد بھی بالکل عقل اور شرع کے خلاف ہے۔ ۱۰۳ بعض جگہ جہیز کے پلنگ میں چاندی کے پائے چاندی کی سرمہ دانی سلائی کٹورے وغیرہ دیئے جاتے ہیں جس کا استعمال کرنا حرام ہے حدیث[2] میں صاف صاف ممانعت آئی ہے لہذا اس کا دینا بھی حرام ہے کیونکہ ایک حرام بات میں مدد دینا[3] اور اس کی موافقت کرنا ہے۔ یہ سب واقعے تو ہے اوپر ہیں جنہیں

[1] عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال الکوبۃ حرام والدف حرام والمعازف حرام والمزامیر حرام رواہ مسدد رواہ البیہقی فی سننہ الکبری موقوفاً ورواہ البزاز مرفوعاً ولفظہ عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ حرم المیتۃ والمیسر والکوبۃ یعنی الطبل ۱۲

[2] عن حذیفۃ قال نہانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نشرب فی آنیۃ الفضۃ والذہب وان ناکل فیہا وعن لبس الحریر والدیباج وان نجلس علیہ بخاری ومسلم از مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۷۴۔

[3] قال اللہ تعالیٰ تعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان ۱۲ قرآن کریم۔

سے کسی میں ایک گناہ کسی میں دو کسی میں چار پانچ اور بعض میں تیئیس تک جمع ہیں اگر ہر واقعہ پیچھے تین تین گناہ کا اوسط رکھو تو یہ نشاوی تین سو سے کچھ زائد گناہوں کا مجموعہ ہے جس نکاح میں تین سو سے زائد حکم شرعی کی مخالفت ہوئی ہو اس میں بھلا خیر و برکت کا کیا ذکر۔ غرض یہ سب واقعے ان گناہوں سے بھرے پڑے ہیں۔ ۱۔ مال کا بیہودہ اڑانا۔ ۲۔ بیجا افتخار یعنی نمود و شان۔ ۳۔ بیجا پابندی۔ ۴۔ کافروں کی مشابہت۔ ۵۔ سودی قرض یا بلا ضرورت قرض لینا۔ ۶۔ انعام و احسان کو زبردستی سے لینا۔ ۷۔ بے پردگی۔ ۸۔ شرک اور عقیدے کی خرابی۔ ۹۔ نمازوں کا قضا ہونا یا مکروہ وقت میں پڑھنا۔ ۱۰۔ گناہ میں مدد دینا۔ ۱۱۔ گناہ پر قائم و برقرار رہنا اور اس کو اچھا جاننا جن کی مذمت قرآن و حدیث میں صاف صاف مذکور ہے چنانچہ کچھ تھوڑا سا بیان کیا جاتا ہے۔ ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ[1] بیہودہ مت اڑاؤ بیشک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے بیہودہ اڑانے والوں کو اور دوسری جگہ فرمایا ہے بیہودہ اڑانے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے اور حدیث میں ہے[2] فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو شخص دکھانے کے لئے کوئی کام کرے دکھائے گا اللہ تعالیٰ اس کو یعنی اس کی رسوائی کو۔ اور جو شخص سنانے کے واسطے کوئی کام کرے گا سنائے گا اللہ تعالیٰ اس کے عیب قیامت کے روز۔ قرآن میں ہے کہ خدائے تعالیٰ کی حدوں سے آگے مت بڑھو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شے شرع میں ضرور نہیں اس کو ضرور سمجھنا اور اس کی بیجا پابندی کرنا بُرا ہے کیونکہ اس میں خدائی حد سے آگے بڑھنا ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ[3] لعنت فرمائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود لینے والے اور سود دینے والے کو اور فرمایا ہے گناہ میں دونوں برابر ہیں اور قرض لینے کے بارے میں بھی حدیثوں[4] میں بہت دھمکیاں اور ممانعت آئی ہے اس لئے بے ضرورت وہ بھی گناہ ہے اور حدیث شریف میں ہے کسی شخص کا مال حلال نہیں ہے بغیر اس کی خوشدلی کے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی قسم کی زبردستی کر کے مجبور کر کے دباؤ ڈال کے لینا حرام ہے۔ اور حدیث[5] شریف میں ہے لعنت کرے اللہ تعالیٰ دیکھنے

[1] لفظ کلوا واشربوا ولا تسرفوا ان اللہ لا یحب المسرفین اور دوسری آیت یہ ہے کہ ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین وکان الشیطان لربہ کفورا ۱۲۔

[2] عن جندب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سمع سمع اللہ بہ ومن یرائی یرائی اللہ بہ متفق علیہ ۱۲ مشکوٰۃ شریف

[3] لفظ عن جابر قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آکل الربوا و موکلہ وکاتبہ وشاہدیہ وقال ہم سواء رواہ مسلم ۱۲ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۴۴

[4] عن عبد اللہ ابن عمرو ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یغفر للشہید کل ذنب الا الدین رواہ مسلم ۱۲ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۵۲

[5] عن الحسن مرسلا قال بلغنی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لعن اللہ الناظر والمنظور الیہ رواہ البیہقی فی شعب الایمان

والے کو اور جس کی طرف دیکھا جائے اس سے بے پردگی کی برائی اور اس کا حرام ہونا ثابت ہوا کہ دیکھنے والے پر بھی لعنت ہے اور جو سامنے آجائے احتیاط سے پردہ نہ کرے اس پر بھی لعنت ہے اور مرد کا غیر عورت کو دیکھنا اور عورت کا غیر مرد کو دیکھنا بھی دونوں گناہ ہیں، شرک کی برائی کون نہیں جانتا اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضؓ کسی عمل کے چھوڑنے کو کفر نہ سمجھتے تھے[1] بجز نماز کے۔ دیکھو اس سے نماز قضا کرنے کی کتنی برائی نکلی کہ آدمی کا ایمان ہی صحیح اور ٹھیک نہیں رہتا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے کی مدد نہ کرو گناہ اور ظلم میں اور حدیث میں ہے کہ جب نیکی[2] کرنے سے تیرا جی خوش ہو اور برا کام کرنے سے جی برا ہو لیں تو مومن ہے اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کو اچھا جاننا اور اس پر قائم و برقرار رہنا ایمان کا ویران کرنے والا ہے اور حدیث میں خاصکر ان رسوم جہالت کے بارے میں بہت سخت دھمکیاں آئی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سب سے زیادہ بغض اللہ تعالیٰ کو تین شخصوں کے ساتھ ہے ان میں سے ایک یہ بھی فرمایا کہ جو شخص اسلام میں اگر جاہلیت کی رسمیں برتنا چاہے اس کے علاوہ اور بہت سی حدیثیں ہیں ہم زیادہ بیان نہیں کرتے پس مسلمان پر فرض و واجب اور ایمان وعقل کی بات یہ ہے کہ ان رسموں کی برائی جب عقل و شرع سے معلوم ہوگئی تو ہمت کر کے سب کو خیرباد کہے اور نام و بدنامی پر نظر نہ کرے بلکہ اس کا تجربہ ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں زیادہ عزت و نیکنامی ہوتی ہے اور ان رسموں کی موقوفی کے دو طریقے ہیں۔ ایک[1] تو یہ کہ سب برادری متفق ہو کر یہ سب بکھیڑے موقوف کر دیں دوسرا[2] طریقہ یہ ہے کہ اگر کوئی اس کا ساتھ نہ دے تو خود ہی شروع کرے دیکھا دیکھی اور لوگ بھی ایسا کرنے لگیں گے کیونکہ ان خرافات سے سب کو تکلیف ہوتی ہے۔ اسی طرح انشاء اللہ تعالیٰ چند روز میں عام اثر پھیل جائے گا اور ابتدا کرنے کا ثواب[3] قیامت تک ملتا رہے گا مرنے کے بعد بھی ملے گا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ صاحب جس کو گنجائش ہو وہ کرے جس کو نہ ہو وہ نہ کرے اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو گنجائش والوں کو بھی گناہ کرنا جائز نہیں جب

[1] عن عبداللہ ابن شقیق قال کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایرون شیئا من الاعمال ترکہ کفرا غیر الصلوٰۃ رواہ الترمذی ۱۲ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۹۔

[2] وعن ابی امامۃ ان رجلا سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما الایمان قال اذا سرتک حسنتک وساءتک سیئتک فانت مومن قال یا رسول اللہ فما الاثم قال اذا حاک فی نفسک شیء فدعہ رواہ احمد ۱۲ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۶

[3] عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من دعا الی ہدی کان لہ من الاجر مثل اجور من تبعہ لا ینقص ذلک من اجورھم شیئا ومن دعا الی ضلالۃ کان علیہ من الاثم مثل آثام من تبعہ لا ینقص ذلک من آثامھم شیئا ۱۲ رواہ مسلم مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۱۹

ان رسموں کا گناہ ہونا ثابت ہو گیا پھر گنجائش سے اجازت کب ہو سکتی ہے۔ دوسرے یہ کہ جب گنجائش والے کریں گے تو ان کی برادری کے غریب آدمی بھی اپنی حفظ آبرو کے لئے ضرور کریں گے اس لئے ضروری اور انتظام کی بات یہی ہے کہ سب ہی چھوڑ دیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر یہ رسوم موقوف ہو جائیں پھر میل ملاپ کی کوئی صورت ہی نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو میل ملاپ[1] کی مصلحت سے گناہ کی بات کسی طرح جائز نہیں ہو سکتی پھر یہ کہ میل ملاپ اس پر موقوف نہیں بلا پابندی رسوم اگر ایک دوسرے کے گھر جائے یا اس کو بلائے اس کو کھلائے پلائے کچھ راہ و سلوک کرے جیسا یار دوستوں میں راہ و رسم جاری ہے تو کیا یہ ممکن نہیں بلکہ اب تو ان رسموں کی بدولت بجائے محبت و الفت کے جو کہ میل ملاپ سے اصلی مقصود ہے اکثر رنج و تکرار و شکایت اور پرانے کینوں کا تازہ کرنا اور تقریب والے کی عیب جوئی اس کو ذلیل کرنے کے درپے ہونا اسی طرح کی اور دوسری خرابیاں دیکھی جاتی ہیں اور چونکہ ایسا لینا دینا کھلانا پلانا دستور کی وجہ سے لازم ہو گیا ہے اسی لئے کچھ خوشی و مسرت بھی نہیں ہوتی نہ دینے والے کو کہ وہ ایک بیگاری اتارتا ہے نہ لینے والے کو کہ وہ اپنا حق ضروری سمجھتا ہے پھر لطف کہاں رہا۔ اس لئے ان ساری خرافات کا موقوف کر دینا واجب ہے۔ منگنی میں زبانی وعدہ کافی ہے نہ حجام کی ضرورت نہ جوڑا اور نشانی اور شیرینی کی حاجت۔ جب دونوں نکاح کے قابل ہو جائیں زبانی یا بذریعۂ خط کتابت کوئی وقت ٹھہرا کر دولہا کو بلائیں ایک اس کا سرپرست اور ایک خدمتگار اس کے ساتھ آنا کافی ہے نہ برہی کی ضرورت نہ برات کی ضرورت نکاح کر کے فوراً یا ایک آدھ روز مہمان رکھ کر اس کو رخصت کر دیں اور اپنی گنجائش کے موافق جو ضروری اور کام کی چیزیں جہیز میں دینا منظور ہوں بلا اوروں کو دکھلائے اور شہرت دیئے اس کے گھر بھیج دیں یا اپنے ہی گھر اس کے سپرد کر دیں نہ سسرال کے جوڑے کی ضرورت نہ چوتھی بہوڑے کی حاجت پھر جب چاہیں دلہن والے بلا لیں اور جب موقع ہو دولہا والے بلا لیں اپنے اپنے کمیوں کو گنجائش کے موافق خود ہی دے دیں نہ یہاں

[1] اس لئے کہ گناہ میں میل کرنا ہی ناجائز ہے بلکہ یہ میل ہی حرام ہے جس کا ذریعہ حرام ہو بلکہ میل کی بنا محض اسلام ہے تو جو اصول اسلام کے ہیں ان کی پابندی کرنی چاہیئے جس سے اس میل کے قوی ہونے کی امید ہے اور انشاء اللہ اس میل میں برکت ہو گی اور وہی میل باعث خیر ہو گا ۱۲ محشی غفرلہٗ۔

سے واپس نہ وہ اُن سے منھ پر ہاتھ رکھنا بھی کچھ ضرور نہیں بکھیر بھی فضول ہے اگر توفیق ہو شکریہ میں حاجت مندوں کو دے دو کسی کام کے لئے قرض مت لو۔ البتہ ولیمہ مسنون ہے وہ بھی خلوص و نیت و اختصار کے ساتھ نہ کہ فخر و اشتہار کے ساتھ و نہ ایسا ولیمہ بھی جائز نہیں حدیث میں ایسے ولیمہ کو شرُّ الطعام فرمایا گیا ہے یعنی یہ بڑا ہی بُرا کھانا ہے۔ اس لئے نہ ایسا ولیمہ جائز نہ اس کا قبول کرنا جائز۔ اس سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ اکثر کھانے جو برادری کو کھلائے جاتے ہیں اس کا کھانا اور کھلانا کچھ بھی جائز نہیں۔ دیندار کو چاہیئے کہ نہ خود ان رسموں کو کرے اور جس تقریب میں یہ رسمیں ہوں ہرگز وہاں شریک نہ ہو بلکہ صاف انکار کر دے برادری کے کہنے کی رضامندی اللہ تعالیٰ کی ناراضی کے روبرو کچھ کام نہ آوے گی اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ایسی توفیق عطا فرمائے۔

مہر زیادہ بڑھانے کا بیان

ان ہی رسوم میں سے مہر زیادہ ٹھہرانے کی رسم ہے جو خلاف سنت ہے حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا خبردار مہر بڑھا کر مت ٹھہراؤ اس لئے کہ اگر یہ عزت کی بات ہوتی دنیا میں اور تقویٰ کی بات ہوتی اللہ کے نزدیک تو تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس کے زیادہ مستحق تھے مجکو معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بی بی سے نکاح کیا ہو یا کسی صاحبزادی کا نکاح کیا ہو بارہ اوقیہ سے زیادہ پر اور بعض روایتوں میں ساڑھے بارہ اوقیہ آئے ہیں یہ ہمارے حساب سے تقریباً ایک سو سینتیس روپے ہوتے ہیں بعض کہتے ہیں بڑا مہر اس لئے مقرر کرتے ہیں تاکہ شوہر چھوڑ نہ سکے یہ عذر بالکل لغو ہے اول تو جن کو چھوڑنا ہوتا ہے چھوڑ ہی دیتے ہیں پھر جو کچھ بھی ہو اور جو مہر کے تقاضے کے خوف سے نہیں چھوڑتے وہ چھوڑنے سے بدتر کر دیتے ہیں یعنی نہ طلاق دیتے ہیں نہ پاس رکھتے ہیں بیچ اُدھر میں ڈال رکھا نہ اِدھر کی نہ اُدھر کی اُن کا کوئی کیا کر لیتا ہے یہ سب فضول عذر ہیں۔ اصل یہ ہے کہ افتخار کے لئے ایسا کرتے ہیں کہ خوب شان ظاہر ہو۔ سو فخر کے لئے کوئی کام کرنا گو اصل میں جائز ہو حرام ہو جاتا ہے

لہ عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شر الطعام طعام الولیمۃ یدعی لہا الاغنیاء ویترک الفقراء ومن ترک الدعوۃ فقد عصی اللہ ورسولہ متفق علیہ ۱۲ اور دوسری حدیث میں ہے عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المتباریان لا یجابان ولا یوکل طعامہما قال الامام احمد یعنی المتعارضین بالضیافۃ فخرا ورباء ۱۲ وعن عمران بن حصین قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اجابۃ طعام الفاسقین ۱۲ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۷۹ عاجز محمد حیات غفر لہ۔

لہ عن عمر بن الخطاب قال الا لا تغالوا صدقۃ النساء فانہا لو کانت مکرمۃ فی الدنیا وتقوی عند اللہ لکان اولٰکم بہا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما علمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکح شیئا من نسائہ ولا انکح شیئا من بناتہ علی اکثر من اثنتی عشرۃ اوقیۃ رواہ احمد والترمذی وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ والدارمی ۱۲ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۷۷ اور ایک حدیث میں ہے کہ ابوسلمہ نے حضرت عائشہ سے دریافت کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر اپنی بیویوں کا کس قدر مقرر کیا تھا تو انہوں نے جواب دیا کہ پانسو درہم سے زیادہ کسی کا نہ تھا (ایک درہم قریباً ساڑھے چار آنہ کے ہوتا ہے ۱۲) محشی غفر لہ

تو بھلا اس کا کیا کہنا خود بھی سنّت کے خلاف اور مکروہ ہو وہ تو اور بھی منع اور بُرا ہو جائے گا سُنّت تو یہی ہے کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں اور صاحبزادیوں کا سا ٹھہرائے اور خیر اگر ایسا ہی زیادہ باندھنے کا شوق ہے تو ہر شخص کی حیثیت کے موافق مقرر کریں اس سے زیادہ نہ کریں۔

نبی علیہ السلام کی بیبیوں اور بیٹیوں کے نکاح کا بیان حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح

اول حضرت[ع] ابوبکر صدیق[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سے اس دولت[۲] عظمٰی کی درخواست کی آپ نے کم عمر ہونے کا عذر فرما دیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شرماتے ہوئے خود حاضر ہو کر زبانی عرض کیا آپ پر فوراً حکم الٰہی آیا اور آپ نے ان کی عرض کو قبول کر لیا (اس سے معلوم ہوا کہ منگنی میں یہ تمام بکھیڑے جن کا آج کل رواج ہے سب لغو اور سُنت کے خلاف ہیں بس زبانی پیغام اور زبانی جواب کافی ہے) اس وقت عمر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ساڑھے پندرہ سال اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اکیس برس کی تھی (اس سے معلوم ہوا کہ اس عمر کے بعد نکاح میں توقف کرنا اچھا نہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دولہا دلہن کی عمر میں جوڑ ہونے کا لحاظ بھی رکھنا مناسب ہے اور بہتر یہ ہے کہ دولہا عمر میں کسی قدر دلہن سے بڑا ہو) حضور نے ارشاد فرمایا اے انس جاؤ اور ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و طلحہؓ و زبیرؓ اور ایک جماعت انصار کو بلا لاؤ (تو اس سے معلوم ہوا کہ نکاح کی مجلس میں اپنے خاص لوگوں کو بُلانا کچھ مُضائقہ نہیں اور حکمت اس میں یہ ہے کہ نکاح کی شہرت ہو جائے جو کہ مقصود ہے مگر اس اجتماع میں اہتمام و کوشش نہ ہو

[ع] عن بریدة قال خطب ابوبکر و عمر فاطمة فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہا صغیرة ثم خطبہا علی فزوجہا منہ رواہ النسائی ۱۲ مشکوٰة صفحہ ۵۶۵۔

[۱] اس سے معلوم ہوا کہ خود اپنے لیے کسی کی لڑکی کے واسطے پیام دینے میں کوئی شرم کی بات نہیں جس طرح آجکل یہ بات بے حیائی کی سمجھی جاتی ہے وہ غلط دستور ہے۔ دوسری طرف خود لڑکی کے باپ سے کہنے میں مضائقہ نہیں جو لوگ لڑکی کے اور رشتہ داروں سے پہلے کہتے ہیں پھر شدہ شدہ بات تک رسائی ہوتی ہے یہ طریقہ بھی شریعت کے خلاف ہے

[۲] دولت عظمٰی سے مراد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں کیونکہ در حقیقت وہ بڑی دولت تھیں جن کی تعریف خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ۱۲ محشی عفرلہ،

وقت پر بلا تکلف جو دو چار آدمی قریب نزدیک کے ہوں جمع ہو جائیں) یہ سب صاحب حاضر ہو گئے اور آپ نے ایک خطبہ پڑھکر نکاح کر دیا (اس سے معلوم ہوا کہ باپ کا چھپے چھپے پھرنا یہ بھی خلاف سنت ہے بلکہ بہتر یہ ہے کہ باپ خود اپنی لڑکی کا نکاح پڑھ دے) اور چار سو مثقال چاندی مہر مقرر ہوا جسکی مقدار کا تخمینہ[عہ] اوپر آچکا ہے اس سے معلوم ہوا کہ مہر لنبا چوڑا مقرر کرنا بھی خلاف سنت ہے بس مہر فاطمی[لہ] کافی اور برکت کا باعث ہے (اور اگر کسی کو وسعت نہو تو اس سے بھی کم مناسب ہے) پھر آپ نے ایک طبق میں خرمے لے کر حاضرین کو بہونچا دے (پھر حضور نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت اُمِّ اَیمن کے ہمراہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر بھیج دیا) بہنو! دیکھو یہ دونوں جہاں کی شہزادی کی رخصتی ہے جس میں نہ دھوم دھام نہ میانہ نہ پالکی نہ بھیڑ نہ آپ نے حضرت علی رض سے کہنوں کا خرچ دلوایا نہ کنبہ برادری کا کھانا[علہ] کیا ہم لوگوں کو بھی لازم ہے کہ اپنے پیغمبر دونوں جہان کے سردار کی پیروی کریں اور اپنی عزت کو حضور کی عزت سے بڑھکر نہ سمجھیں (نعوذ باللہ منہ) پھر حضور پر نور اُن کے گھر تشریف لائے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پانی منگایا وہ ایک لکڑی[عہ] کے پیالے میں پانی لائیں (اس سے معلوم ہوا کہ نئی دلہن کو شرم میں اس قدر زیادتی کرنا کہ چلنا پھرنا اپنے ہاتھ سے کوئی کام کرنا عیب سمجھا جائے یہ بھی سنت کے خلاف ہے) حضرت نے اپنی کلی اس میں ڈالدی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ کو فرمایا کہ ادھر منہ کرو اور ان کے سینۂ مبارک پر تھوڑا پانی چھڑکا اور دُعا کی کہ الٰہی ان دونوں کی اولاد کو شیطان مردود سے آپ کی پناہ میں دیتا ہوں پھر فرمایا کہ ادھر پیٹھ کرو آپ نے اُن کے شانوں کے درمیان پانی چھڑکا اور پھر یہی

لہ یعنی چار سو مثقال چاندی جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر تھا ۱۲

علہ اللہ کے نیک اور بچے بندے ہی کھانا کھلانے وغیرہ کی رسمیں ترک کر سکتے ہیں پورا تجربہ ہو گیا کہ یہ کام بڑی آزمائش اور امتحان کا ہے کھانا جب سامنے آتا ہے اس وقت مردی چھوڑ کر الگ کھڑے ہو جاتے ہیں اور نامردی ہے اس کا چھوڑنا بہت دشوار ہے ۱۲-

عہ اس مقدار کا صحیح تخمینہ زکوٰۃ کے باب میں حاشیہ پر لکھدیا گیا ہے اور تخمینہ بالا صحیح نہیں ہے ۱۲ محشی

عہ لکڑی کا پیالہ کس قدر سادگی کی دلیل ہے اس زمانہ میں تو تمام چینی کے پیالے بھی بے توقیری سے دیکھے جاتے ہیں عمدہ چینی یا کانچ وغیرہ کا استعمال ہوتا ہے اور رئیسوں میں چاندی کے برتن چلتے ہیں جو حرام ہیں ؁

دعا کی پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پانی منگایا اور یہی عمل ان کے ساتھ بھی کیا مگر پیٹھ کی طرف پانی نہیں چھڑکا (مناسب ہے کہ دولہا دلہن کو جمع کر کے یہ عمل کیا کریں کہ برکت کا سبب ہے، ہندوستان میں ایسی بری رسم ہے کہ باوجود نکاح ہو جانے کے بھی دولہا دلہن میں پردہ رہتا ہے۔ پھر ارشاد ہوا کہ بسم اللہ برکت کے ساتھ اپنے گھر جاؤ اور ایک روایت میں ہے کہ نکاح کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعد نماز عشا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لائے اور برتن میں پانی لے کر اس میں اپنا لعاب مبارک ڈالا اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ[1] اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ[2] پڑھ کر دعا کی پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آگے پیچھے حکم فرمایا کہ اس کو پئیں اور وضو کریں پھر دونوں صاحبوں کے لئے طہارت اور آپس میں محبت رہنے کی اور اولاد میں برکت ہونے کی اور خوش نصیبی کی دعا[3] فرمائی اور فرمایا جاؤ آرام کرو (اگر داماد کا گھر قریب ہو تو یہ عمل کرنا بھی باعثِ برکت ہے) اور جہیز حضرت سیدۃ النساء کا یہ تھا۔ دو چادر یمانی جو سوسی کے طور پر ہوتی تھیں۔ دو نہالی جس میں السی کی چھال بھری تھی اور چار گدے دو بازو بند چاندی کے اور ایک کملی اور ایک تکیہ اور ایک پیالہ اور ایک چکی اور ایک مشکیزہ اور پانی رکھنے کا برتن یعنی گھڑا۔ اور بعض روایتوں میں ایک پلنگ بھی آیا ہے (بیبیو جہیز میں تین باتوں کا لحاظ رکھنا چاہیے۔ اول اختصار کہ گنجائش سے زیادہ تردد نہ کرو دوسرے ضرورت کا لحاظ کہ جن چیزوں کی سردست ضرورت ہو وہ دینا چاہیے تیسرے اعلان و اظہار نہ ہونا چاہیے کیونکہ یہ تو اپنی اولاد کے ساتھ سلوک و احسان ہے دوسروں کو دکھلانے کی کیا ضرورت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے جو ابھی بیان ہوا۔ تینوں باتیں ثابت ہیں) اور حضور نے کام اس طرح تقسیم فرمایا کہ باہر کا کام حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذمہ اور گھر کا کام حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ذمے (نہیں معلوم ہمارے ملک کی شریف زادیوں میں گھر کے کاروبار سے کیوں عار کی جاتی ہے) پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ولیمہ کیا جس میں یہ سامان تھا۔ کئی صاع جو اُن کی

---

[1] اس کے معنے یہ ہیں کہ آپ کہئے میں پناہ مانگتا ہوں صبح کے مالک کی تمام مخلوقات کی شر سے اور بالخصوص اندھیری رات کے شر سے جب وہ رات آجاوے اور بالخصوص گنڈے گرہوں میں پڑھ پڑھ کر پھونکنے والیوں کی شر سے اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگے ۱۲۔

[2] اس کا ترجمہ یہ ہے کہ آپ کہئے کہ میں آدمیوں کے مالک آدمیوں کے بادشاہ آدمیوں کے معبود کی پناہ لیتا ہوں وسوسہ ڈالنے پیچھے ہٹ جانے والے شیطان کے شر سے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے خواہ وہ وسوسے ڈالنے والا جن ہو یا آدمی ۱۲۔

[3] نکاح کے بعد کی مشہور دعا یہ ہے بارک اللہ لک وبارک علیکما وجمع بینکما فی خیر رواہ احمد والترمذی ۱۲۔

روٹی پکی ہوگی اور کچھ خرمے کچھ مالیدہ (ایک صاع نمبری سیر سے ایک چھٹانک اوپر ساڑھے تین سیر ہوتا ہے پس ولیمہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ بلا تکلف و بلا تفاخر اختصار کے ساتھ جس قدر میسر ہو اپنے خاص لوگوں کو کھلا دے۔

حضرت کی بیبیوں کا نکاح

حضرت خدیجہ رضؓ کا مہر پانسو درہم یا اس قیمت کے اونٹ تھے جو ابو طالب نے اپنے ذمے رکھے اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر کوئی برتنے کی چیز تھی جو دس درہم کی تھی اور حضرت جویریہؓ کا مہر چار سو درہم تھے اور حضرت اُم حبیبہ کا چار سو دینار تھے جو حبشہ کے بادشاہ نے اپنے ذمے رکھے اور حضرت سودہؓ کا مہر چار سو درہم تھے اور ولیمہ[1] حضرت اُم سلمہ کا کچھ جو کا کھانا تھا اور حضرت زینبؓ بنت جحش کے ولیمہ میں ایک بکری ذبح ہوئی تھی اور گوشت روٹی لوگوں کو کھلایا گیا اور حضرت صفیہؓ[2] کی دفعہ جو جو کچھ صحابہؓ کے پاس حاضر تھا سب جمع کر لیا گیا یہی ولیمہ تھا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ولیمہ وہ خود فرماتی ہیں نہ اونٹ ذبح ہوا نہ بکری سعد بن عبادہؓ کے گھر سے ایک پیالہ دودھ کا آیا تھا بس وہی ولیمہ تھا۔

شرع کے موافق شادی کا ایک نیا قصّہ

یہ قصہ اس غرض سے لکھا جاتا ہے کہ اکثر لوگ رسموں کی بُرائی سنکر پوچھتے ہیں کہ جب یہ رسمیں نہوں تو پھر کس طریقے سے شادی کریں اس کا جواب مہر زیادہ بڑھانے کے بیان سے ذرا پہلے گذر چکا ہے کہ کس طرح شادی کریں اور پھر ہم نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں اور بیبیوں کی شادی کا قصہ بھی ابھی لکھدیا ہے سمجھدار آدمی کے واسطے کافی ہے مگر پھر بھی بعضے کہنے لگتے ہیں کہ صاحب اس زمانے کی تو اور بات تھی آجکل کر کے دکھلاؤ تو دیکھیں اور نرے زبانی طریقے بتلانے سے کیا ہوتا ہے اس قصّے سے یہ معلوم ہوجائے گا کہ آجکل بھی اس طرح شادی ہو سکتی ہے پھر یہ کہ یہ قصّہ نہ مولویوں اور درویشوں

---

[1] ایک حدیث میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بیوی کے نکاح کا ولیمہ صرف سیر بھر جو سے ہی کیا تھا اس کو بخاری نے روایت کیا امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ بیوی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا تھیں کذا فی المرقات شرح مشکوٰۃ ۱۲

[2] وعنہ قال اقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین خیبر والمدینۃ ثلث لیال یبنی علیہ بصفیۃ فدعوت المسلمین الی ولیمتہ وما کان فیہا من خبز ولا لحم وما کان فیہا الا ان امر بالانطاع فبسطت فالقی علیہا التمر والاقط والسمن رواہ البخاری ۱۲ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت صفیہ کے ولیمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ستو اور کھجوریں کھلائی تھیں ۱۲۔ کذا فی المشکوٰۃ صفحہ ۲۷۸

کے خاندان کا ہے اور نہ کسی غریب آدمی کا ہے نہ کسی چھوٹی قوم[1] کا ہے دونوں طرف ماشاء اللہ خوب کھاتے پیتے دنیا داری برتنے والے شریف آبرو دار گھروں کا ہے اس واسطے کوئی یوں بھی نہیں کہہ سکتا کہ مولوی درویش لوگوں کی اور بات ہے یا یہ کہ اِن کے پاس کچھ تھا ہی نہیں اس مجبوری کو شرع کے موافق کر لیا اس قصے سے سارے شبہے جاتے رہیں گے اسی سال کی بات ہے کہ ضلع مظفر نگر کے دو قصبوں میں ایک قصبہ میں دولہا والے ایک قصبے میں دُلہن والے ہیں۔ مدتوں سے دونوں طرف دلوں میں بڑے بڑے حوصلے تھے لیکن عین وقت پر خدائے تعالیٰ نے دونوں کو ہدایت کی کہ شرع کا حکم سن کر سب خیالات کو دل سے نکال کر خدا اور رسولؐ کے حکم کے موافق تیار ہوگئے نہ شادی کی تاریخ مقرر کرنے کو یا مہندی لے جانے کو یا جوڑا لے جانے کو نائی بھیجا گیا نہ اس کے متعلق کوئی رسم برتی گئی نہ دُلہن کے بٹنا ملنے کے واسطے بیبیاں جمع کی گئیں خود ہی گھر والوں نے مل دیا نہ دولہا یا دُلہن والے گھروں میں کسی کو مہمان بُلایا نہ کسی عزیز و قریب کو اطلاع کی شادی سے پانچ چھ روز پہلے خط کے ذریعہ سے شادی کا دن ٹھہر گیا دولہا اور دولہا کے ساتھ ایک اس کا بڑا بھائی تھا دُلہن کے ولی شرعی نے اس بڑے بھائی کو رقعہ کے ذریعہ سے نکاح کی اجازت دی تھی اور ایک ملازم کاروخدمت کے لئے تھا اور ایک کم عمر بھتیجا اس مصلحت سے ساتھ لے لیا تھا کہ شاید کوئی ضروری بات گھر میں کہلا بھیجنے کی ضرورت ہو تو یہ بچہ پردے کے قابل نہیں ہے بے تکلف گھر میں جا کر کہہ دے گا بس کل اتنے آدمی تھے جو کرایہ کی ایک بہل میں بیٹھ کر جمعہ کے دن دُلہن کے گھر پہنچ گئے۔ دلہن کا جوڑا ان ہی لوگوں کے ساتھ تھا اور دولہا اپنے گھر کے کپڑے پہنے ہوئے تھا وہاں پہنچ کر ملنے والوں کو کہلا بھیجا گیا کہ جمعہ[2] کی نماز کے بعد نکاح ہوگا نماز جمعہ کے قریب دُولھا کا جوڑا گھر میں سے آگیا اس کو پہن کر جامع مسجد میں چلے گئے بعد نماز جمعہ اول مختصر سا وعظ ہوا جس میں رسموں کی خرابیوں کا بیان تھا اس وعظ میں جتنے آدمی تھے خوب سمجھ گئے بعد وعظ کے نکاح پڑھایا گیا اور چھوارے باہر اور گھر

[1] چھوٹی قوم سے مراد جو عرف میں چھوٹی مانی جاتی ہیں ورنہ حق تعالیٰ کے نزدیک کوئی چھوٹی بڑی قوم نہیں بلکہ جس قدر کلمہ گو ہیں سب بھائی بھائی اور برابر ہیں اس زمانہ میں لوگوں نے پیشہ ور قوموں کو اپنی طرف سے چھوٹا بنا رکھا ہے حالانکہ جس قدر اللہ والے ان چھوٹی قوموں میں پائے جاتے ہیں بڑی قوموں میں نہیں پائے جاتے خیر اس زمانہ میں بھی اللہ کے نیک بندے ایسے ہیں کہ وہ دولت مند ہو کر اور با عزت ہو کر اللہ و رسول تعالیٰ کے احکام کے خلاف نہیں کرتے ہر جگہ ہر شہر ہر قصبہ میں اچھے اور برے رنگ پائے جاتے ہیں دنیا ابھی تک ان سے خالی نہیں ہے ۱۲ محشی غفرلہٗ۔

[2] نکاح اگر جمعہ کے دن اور مسجد میں ہو تو سنت ہے صاحب فتح القدیر نے لکھا ہے کہ عقد کا مسجد میں ہونا مستحب ہے اس وجہ سے کہ یہ بھی عبادت ہے جمعہ کا دن ہونا اس وجہ سے مستحب ہے کہ اس دن لوگوں کی جمعیت خوب ہوتی ہے یا جمعہ کا دن بابرکت ہونے کی وجہ سے زیادتی ثواب کی توقع ہے یا اس دن ہونے سے اعلان خوب ہوتا ہے جس کا حکم حدیث میں ہے ۱۲

میں تقسیم ہوئے جو لوگ نہ آسکے تھے ان کے گھر بھی بھیجدیئے عصر سے پہلے سب کام پورا ہوگیا بعد مغرب کے دولہا والوں کو ہمیشہ کے وقت پر نفیس کھانا کھلایا گیا اور عشاء کے بعد عورتوں کو ویساہی وعظ[1] سنایا گیا اُن پر بھی خوب اثر ہوا اور وقت پر چین سے سورہے اگلے روز تھوڑا ہی دن چڑھا تھا کہ دلہن کو ایک بھلی میں بٹھلاکر رخصت کردیا گیا ہمراہی میں ایک رشتہ دار بی بی اور خدمت کے لئے ایک نائن تھی یہ بھلی دلہن کے جہیز میں ملی تھی اور پالکی یا میانہ وغیرہ کی کوئی پابندی نہیں کی گئی اور جہیز بھی ساتھ نہیں کیا گیا دلہن والوں نے اپنے کمینوں کو اپنے پاس سے انعام دیا اور دولہا والوں نے سلامی کا روپیہ بھی نہیں لیا بجائے بکھیر کے جو کہ دلہن کے سر پر ہوتی ہے بعض مسجدوں میں اور غریب غربا کے گھروں میں روپئے اور پیسے بھیج دیئے گئے ظہر کے وقت دولہا کے گھر آپہونچے دلہن کی کوئی نماز قضا نہیں ہوئی جو بیبیاں دلہن کو دیکھنے آئیں اُن سے منہ دکھائی نہیں لی گئی۔ اگلے دن ولیمہ کے لئے کچھ تو بازار سے عمدہ مٹھائی منگاکر اور کچھ کھانا دو طرح کا گھر میں پکواکر مناسب جگہوں میں اپنے دوستوں اور ملنے والوں اور غریب غربا اور نیک بخت اور طالب علموں کے لئے بھیج دیا گیا گھر پر کسی کو نہیں بلایا گیا دلہن والوں کی طرف سے چوتھی کی رسم کے لئے کوئی نہیں آیا۔ تیسرے دن دولہا اور دلہن اس کے میکے چلے گئے اور ایک ہفتہ رہ کر پھر دولہا کے گھر آگئے اس وقت کچھ اسباب جہیز بھی ساتھ لے آئے اور کچھ پھر بھی دوسرے وقت پر لانے کے لئے وہاں ہی چھوڑ آئے اس وقت دلہن اتفاق سے میانے میں سوار تھی دولہا کے کمینوں کو جو کچھ رسم کے موافق ملتا اُس سے زیادہ انعام اُن کو تقسیم کردیا گیا غرض ایسی چین وامن سے شادی ہوگئی کہ کسی کو نہ کوئی تکلیف ہوئی اور نہ کوئی طوفان ہوا میں بھی اول سے آخر تک اِس شادی میں شریک رہا۔ اس قدر حلاوت اور رونق تھی کہ بیان میں نہیں آتی خدا کے فضل سے سب دیکھنے والے خوش ہوئے اور بہت لوگ تیار ہوگئے کہ ہم بھی یوں ہی کریں گے چنانچہ اس کے بعد دلہن کے خاندان میں ایک شادی اور

[1] عورتوں ہی کو اس قسم کے وعظ کی زیادہ ضرورت ہے کیونکہ رسوم و رواج کی بانی مبانی عورتیں ہی ہوتی ہیں شاذ ونادر اس کا عکس ہوتا ہے کہ مرد رسموں کو نہیں اور عورتیں ان کو منع کریں اس لئے آپ نے حدیث میں فرمایا ہے کہ میں نے عورتوں کی تعداد دوزخ میں زیادہ دیکھی ۱۲ محشے عفی عنہ

ہوئی وہ اس سے بھی سادی تھی اگر زیادہ سادگی نہ ہو سکے تو اسی طرح کر لیا کرو جیسا کہ اس قصے میں تم نے پڑھا ہے اللہ تعالیٰ توفیق بخشیں۔ آمین یا رب العٰلمین[۱]۔

بیوہ کے نکاح کا بیان

ان ہی بیہودہ رسموں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بیوہ عورتوں کے نکاح کو بُرا اور عار سمجھتے ہیں خاص کر شریف لوگ اس میں زیادہ مبتلا ہیں۔ شرعاً اور عقلاً جیسا پہلا نکاح ویسا دوسرا۔ دونوں میں فرق سمجھنا محض بے وجہ اور بیوقوفی ہے صرف ہندوؤں کے میل جول اور پاس بیٹھنے اٹھنے کی وجہ سے یہ خیال جم گیا ہے[۲] ایمان اور عقل کی بات یہ ہے کہ جس طرح پہلے نکاح کو بے روک ٹوک کر دیتے ہیں اسی طرح دوسرا نکاح بھی کر دیا کریں اگر دوسرے نکاح سے دل تنگ ہوتا ہے تو پہلے نکاح سے کیوں نہیں ہوتا عورتوں کی ایسی بُری عادت ہے کہ خود کرنا اور رغبت دلانا تو درکنار اگر کوئی خدا کی بندی خدا اور رسولؐ کا حکم سر آنکھوں پر رکھ کر بھی لے تو حقارت کی نگاہ سے دیکھتی ہیں۔ بات بات میں طعنہ دیتی ہیں ہنستی ہیں ذلیل کرتی ہیں غرضکہ کسی بات میں بے چوٹ کئے نہیں رہتیں یہ بڑا گناہ ہے بلکہ اس کو عیب سمجھنے میں کفر کا خوف ہے کیونکہ شریعت کے حکم کو عیب سمجھنا اس کے کرنے والے کو حقیر و ذلیل جاننا کفر ہے خیال کرنے کی بات ہے کہ ہمارے پیغمبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جتنی بیبیاں تھیں حضرت عائشہ رضؓ کے علاوہ کوئی بھی کنواری نہ تھیں ایک ایک دو دو نکاح پہلے ہو چکے تھے تو کیا نعوذ باللہ نعوذ باللہ ان کو بھی بُرا کہو گی۔ توبہ توبہ تمہاری شرافت[۳] کیا ان سے بھی بڑھ گئی ہے کہ جو کام انھوں نے کیا خدا اور رسولؐ نے جس کا حکم دیا اس کے کرنے سے تمہاری عزت گھٹ جائے گی آبرو میں بٹا لگ جائے گا۔ ناک کٹ جائے گی تو یوں کہو کہ مسلمان ہونا ہی تمہارے نزدیک بے عزتی کی بات ہے خوب یاد رکھو کہ جب

---

[۴] یعنی بیوہ عورت کے قرابت دار یہ خیال کرتے ہیں کہ جب اس کا نکاح ہو جائے گا تو اس کی جائداد ہم سے علیحدہ ہو جائے گی اور اس کے مرنے پر دوسرا شخص وارث ہو گا ۱۲۔

[۱] یعنی قبول فرمائے سارے عالم کے مالک اور سب جہانوں کے پالنے والے ۱۲۔

[۲] بیوہ عورتوں کا نکاح نہ کرنا خاص کفار کا طریقہ ہے اب تک ہندوؤں میں یہ رسم جاری ہے کہ اگر ایک ہی رات شوہر کے گھر رہ کر رانڈ ہو جائے تو عمر بھر یوں ہی بیٹھی رہتی ہے نکاح نہیں کرتی بلکہ بلا نکاح چاہے کتنے ہی یار ہوں بعض مسلمانوں میں بھی بعینہ وہی رسم اب تک جاری ہے اس کے متعلق بہت سخت جہاد کی ضرورت ہے قرآن شریف میں صاف ارشاد ہے کہ وانکحوا الایامیٰ منکم یعنی ان مردوں کا نکاح کرو جن کی بیویاں نہ ہوں اور ان عورتوں کا بھی جن کے شوہر نہ ہوں ۱۲ محمدؐ عفی عنہ غفرلہٗ

[۳] اگر کوئی آدمی مرد یا عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں یا آپ کے صحابہ سے اپنے آپ کو زیادہ عزت دار جانتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے نزدیک خدا تعالیٰ کا فرمانا غلط ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو قرآن پاک میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ عزت صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور ایمان والوں ہی کی ہے اور ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کے کلام کو غلط سمجھنا کفر ہے سو بلا وجہ کفر کو اختیار کرنا کون سی عقل کی بات ہے کفر تو وجہ کے ساتھ بھی اختیار کرنا بُرا ہے اور ہمیشہ کیلئے دوزخ کو خریدنا بھلا بلا وجہ تو کیسے موجب دوزخ نہ ہو گا مگر دنیا میں آنکھیں بند ہیں مرتے ہی کھل جائیں گی تو سب حال کھل جائے گا ۱۲ محمدؐ عفی عنہ غفرلہٗ۔

تک اس خیال کو اپنے دل سے نہ دُور کرو گی اور پہلے اور دوسرے نکاح کو یکساں نہ سمجھو گی تب تک ہرگز تمھارا ایمان درست اور ٹھیک نہ ہوگا۔ اس لئے اس خیال کے مٹانے میں بڑی کوشش کرنی چاہیئے اور سوائے اس کے اور کوئی کوشش کارگر نہیں ہوسکتی کہ ننگ و ناموس کو دل سے نکال کر رسم و رواج کو طاق پر رکھ کر اللہ و رسول کو راضی و خوش کرنے کے لئے فوراً بیوہ عورتوں کا نکاح کر دیا کرو انکار کرے تو اس کو رغبت دلاؤ کوشش کرو دباؤ ڈالو غرض جس طرح بن پڑے نکاح کر دو اور خوب سمجھ لو کہ یہ انکار سب ظاہری انکار ہے جو فقط رواج کی وجہ سے ہوتا ہے رواج نہ ہو تو کوئی انکار نہ کرے جب تک ایسا نہ کرو گی اور عام طور پر اس کا رواج نہ پھیلے گا ہرگز دل کا چور نہ نکلے گا۔ حدیث[1] میں ہے جو کوئی میرے چھوٹے ہوئے طریقے کو پھر پھیلائے اور جاری کرے اس کو سَو شہیدوں کا ثواب ملے گا اس لئے بیوہ عورتوں کے نکاح میں جو کوئی کوشش کرے گا اور اس کا رواج پھیلائے گا اور جو بیوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے لئے اور رواج پڑنے کے لئے اپنا نکاح کرے گی وہ سَو شہیدوں کا ثواب پائے گی۔ کیا تم کو ان پر ترس نہیں آتا اُن کا حال دیکھ کر تمھارا دل نہیں کڑھتا کہ اُن کی عمر برباد اور وہ مٹی میں ملی جاتی ہیں

تیسرا باب

اُن رسموں کے بیان میں جنکو لوگ ثواب اور دین کی بات سمجھ کر کرتے ہیں

فاتحہ کا بیان

پہلے یہ سمجھو کہ فاتحہ یعنی مُردے کو ثواب[2] پہونچانے کا طریقہ کیا ہے؟ سو اس کی حقیقت شرع میں فقط اتنی ہے کہ کسی نے کوئی نیک کام کیا اس پر جو کچھ ثواب اس کو ملا اس نے اپنی طرف سے وہ ثواب کسی دوسرے کو دے دیا کہ یا اللہ میرا یہ ثواب فلاں کو دیدیجئے اور پہنچا دیجئے مثلاً کسی نے خدا کی راہ میں کچھ کھانا یا مٹھائی یا روپیہ پیسہ کپڑا وغیرہ دیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ جو کچھ اس کا ثواب مجھے ملا ہے وہ فلاں کو پہنچا دیجئے یا ایک آدھ پارہ قرآن مجید یا ایک آدھ سورت پڑھی اور اس کا ثواب بخشنا چاہے وہ نیک کام آج ہی کیا ہو یا اگلے

---

[1] عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تمسک بسنتی عند فساد اُمتی فلہ اجر مأۃ شہید رواہ البیہقی فی کتاب الزہد من حدیث ابن عباس ۱۲ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۰۔ یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص میری امت کے فاسد ہونے کے وقت میری سنت کو تھامے اس کو ایک سو شہیدوں کا ثواب ہے ۱۲ منہ۔

[2] بخاری و مسلم کی حدیثوں سے ثابت ہے کہ خیر خیرات کا ثواب مُردہ کو پہنچتا ہے اور مُردہ زندوں کی طرف سے ثواب کے ہدیہ کا منتظر رہتا ہے جب کوئی ثواب پہونچتا ہے تو اس کو بہت خوشی ہوتی ہے ۱۲ محشی غفرلہٗ۔

پہلے عمر بھر میں کبھی کیا تھا دونوں کا ثواب پہنچ جاتا ہے۔ اتنا تو شرع سے ثابت ہے اب دیکھو جاہلوں نے اس میں کیا کیا بکھیڑے شامل کئے ہیں اول تھوڑی سی جگہ لیپتے[1] ہیں اسمیں کھانا رکھتے ہیں بعض بعض کھانے کے ساتھ پانی اور پان بھی رکھتے ہیں پھر ایک شخص کھانے کے سامنے کھڑا ہو کر کچھ سورتیں پڑھتا ہے اور نام بنام سب مُردوں کو بخشتا ہے اس من گڑھت[2] طریقے میں یہ خرابیاں ہیں (۱) بڑی خرابی اسمیں یہ ہے کہ سارے جاہلوں کا یہ عقیدہ ہے کہ بغیر اس طرح پہنچائے ثواب ہی نہیں پہنچتا چنانچہ ایک ایک کی خوشامد کرتے پھرتے ہیں جب تک کوئی اس طرح فاتحہ نہ کردے تب تک وہ کھانا کسی کو نہیں دیا جاتا کیونکہ اب تک ثواب تو پہنچا ہی نہیں پھر کسی کو کیونکر دیا جائے بعض وقت غیر محرم کو گھر میں بلا کر فاتحہ دلاتی ہیں[3] جو شرعاً ناجائز ہے خود میں نے دیکھا ہے کہ جب بہت سے مُردوں کی فاتحہ دلانا مقصود ہوتا ہے جن کے نام بتلا دینے سے یاد نہیں رہ سکتے وہاں فاتحہ دینے والے کو حکم ہوتا ہے کہ جب تو سب کو پڑھ چکے تو یوں کر دینا پس یوں کرنے کے وقت ایک ایک نام بتلا کر اُس سے کہلایا جاتا ہے اور یہ سمجھتی ہیں کہ اس وقت جس کا نام یہ لے لے گا اسی کو ثواب ملے گا جس کا نہ لے گا اس کو نہ ملے گا۔ حالانکہ ثواب بخشنے کا اختیار خود کھانے کے مالک کو ہے نہ اُس پڑھنے والے کو اس کے نام لینے سے کچھ نہیں ہوتا خود یہ جسکو چاہے بخشے جسکو چاہے نہ بخشے۔ یہ سب عقیدے کی خرابی ہے بعض کم علم یوں کہتے ہیں کہ ثواب تو بغیر اس کے بھی پہنچ جاتا ہے لیکن اس وقت سورتیں اس لئے پڑھ لیتے ہیں کہ دوہرا ثواب پہنچ جائے ایک کھانے کا دوسرا قرآن مجید[4] کا اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہی مطلب ہے تو خاص اس وقت پڑھنے کی کیا وجہ جو قرآن تم نے صبح کو تلاوت کیا ہے بس اُسی کو اُس کے ساتھ بخشدیا ہوتا۔ اگر کوئی شخص اس وقت نہ پڑھے پہلے کا پڑھا ہوا ایک آدھ پارہ یا پورا قرآن بخشدے یا یوں کہے اچھا مٹھائی تقسیم کر دیں پھر پڑھ کے بخشدوں گا تو کبھی کوئی نہ مانے گا یا کوئی اس کھانے اور مٹھائی کے پاس نہ آوے وہیں دُور بیٹھا بیٹھا پڑھ دے تب بھی کوئی نہیں مانتا۔ پھر اس صورت میں دوسرے سے فاتحہ کرانے کے کوئی معنی ہی نہیں کیونکہ قرآن پڑھنے کا ثواب اُسی پڑھنے والے کو ہوگا تمھاری طرف سے تو بہر حال فقط مٹھائی کا ثواب پہنچا یہ اچھی زبردستی ہے

[1] لیپنا ازکفار کی پوری مشابہت ہے کیونکہ وہ کھانے کے وقت چوکہ لیپتے ہیں اور ظاہر ہے کہ بُری بات میں کفار کی مشابہت بُری ہے۔ ۱۲

[2] من گھڑت سے مراد دل کی گڑھی ہوئی بات کہ اس کی کوئی سند قرآن و حدیث یا اجماع و قیاس میں نہ ہو۔ ۱۲

[3] بلکہ بہت سی عورتیں پاس بیٹھکر فاتحہ دینے والے سے باتیں کرتی ہیں اور حجاب بالکل نہیں کرتیں بعض عورتیں گھر میں اکیلی ہوتی ہیں اور تنہائی میں غیر مردوں سے فاتحہ دلاتی ہیں اور غیر مرد کو عورت سے تنہائی کی سخت ممانعت ہے ۱۲ محشی عفی عنہ۔

[4] تلاوت قرآن شریف اور دوسری بدنی عبادتوں کے متعلق علماء اہل سنت کا اختلاف ہوا ہے کہ مردہ کو اس عبادت کا ثواب پہنچتا ہے یا نہیں لیکن مذہب مفتی بہ یہی ہے کہ عبادات بدنیہ کا بھی ثواب مردوں کو پہنچتا ہے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ سعد کی ماں کا انتقال ہو گیا ہے پس کون سی خیرخیرات بہتر ہے حضور نے فرمایا کہ پانی کا ثواب تو سعد کہتے ہیں کہ میں نے اپنی ماں کے نام کنواں کھدوا دیا اور اس کنویں کے بارے میں کہدیا کہ یہ کنواں سعد کی ماں کا ہے یعنی اس کا ثواب اس کیلئے ہے ۱۲۔ یہ اسکی دلیل ہے کہ عبادت مالیہ کا ثواب مردہ کو پہنچتا ہے ۱۲ محشی عفی عنہ۔

کہ جب ہم ایک ثواب بخشیں تو کچھ وہ بھی بخشے۔ (۲) لوگ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ صرف اس طرح پڑھکر بخشدینے سے ثواب پہنچ جاتا ہے کھانا خیرات کرنے کی ضرورت نہیں چنانچہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اور کسی بزرگ کا فاتحہ دلاکر خود کھا جاتے ہیں۔ گیارہویں وغیرہ کی مٹھائی اگر تقسیم بھی کی جاتی ہے تو کس کو فلانے نواب صاحب تحصیلدار صاحب۔ پیشکار صاحب تھانہ دار صاحب وغیرہ یار دوستوں کو بھیجی جاتی ہے ہم نے کہیں نہیں دیکھا نہ سنا کہ سب شیرینی فقرا اور مسکینوں کو خیرات کردی گئی ہو پس معلوم ہوا کہ یہی عقیدہ ہے کہ اس طرح پڑھ کر بخشدینے سے اس کا ثواب پہنچ گیا۔ سو یہ اعتقاد خود غلط اور گناہ ہے اس لئے کہ خود وہ چیز تو پہنچتی ہی نہیں البتہ اس کا ثواب پہنچتا ہے تو جن کو بخشا اُن کو بھی نہیں پہونچا البتہ وہ ایک سورت جو پڑھی ہے صرف اسی کا ثواب پہنچا۔ سو اگر ان ہی کا ثواب بخشنا تھا تو اس مٹھائی یا کھانے کا بکھیڑا ناحق کیا خواہ مخواہ روپیہ دو روپیہ کا مفت احسان رکھا اگر کہو کہ نہیں صاحب فقیروں کو بھی اس میں سے دیتے ہیں تو جواب یہ ہے کہ[1] فقیروں کو بہت سے بہت دس پانچ کو دیا تو اس سے کیا ہوتا ہے مقصود تو پورے روپیہ کی مٹھائی کا ثواب بخشنا ہے اگر فقط انہی ہی جلیبیوں کا ثواب بخشنا تھا تو روپیہ کا نام کیوں لیا۔ اور جن کو دیا جاتا ہے اُن کو خیرات کے نام سے ہرگز نہیں دیا جاتا بلکہ تبرک اور ہدیہ سمجھکر دیتے ہیں چنانچہ اگر ان کو کچھ خیرات دو تو ہرگز نہ لیں گے بلکہ بُرا مانیں۔ لہٰذا آج کل کے رواج کے اعتبار سے یہ فعل بالکل لغو اور بے معنی ہے۔ (۳) اچھا ہم نے مانا کہ فاتحہ کے بعد وہ کھانا محتاج ہی کو دیدیا تو ہم کہتے ہیں کہ محتاج کو دینے اور کھلانے سے پہلے ثواب بخشنے کا کیا مطلب تم کو تو ثواب اُسی وقت ملے گا جب فقیر کو دیدو یا کھلادو ابھی تم ہی کو ثواب نہیں ملا تو اس بیچارے مُردے کو کیا بخشا غرض اس فعل کی کوئی بات ٹھکانے کی نہیں (۴) بعض کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ خود وہ چیز پہنچ جاتی ہے چنانچہ کھانے کے ساتھ پانی اور پان اور بعضے حقّہ بھی اسی واسطے رکھتے ہیں کہ کھانا کھا کر پانی کہاں پائیں گے۔ پھر منہ بدمزہ ہوگا اس لئے پان کی ضرورت پڑے گی۔ خدا کی پناہ جہالت کی بھی حد ہوگئی۔ یہ بھی خیال رکھتی

[1] جب ایک روپیہ کی مٹھائی بانٹنے کا نام لیا تھا تو پورے روپیہ کی مٹھائی فقرا اور مسکینوں کو دینی ضروری تھی ورنہ یہ ریاکاری ہوگی کہ نام تو ایک روپیہ کی مٹھائی کا کیا اور خیرات کی دو چار آنہ کی ۱۲۔

ہیں کہ جو چیز اس کو زندگی میں پسند تھی اس پر فاتحہ ہو چھوٹے بچے کا دودھ پر فاتحہ ہو مجھے خوب یاد ہے کہ ایک مرتبہ شب برات کے فاتحہ پر ایک بڑھیا نے کئی پھلجھڑیاں رکھدی تھیں اور کہا تھا اُن کو آتشبازی کا بڑا شوق تھا۔ خود کہو یہ عقیدے کی خرابی ہے یا نہیں (۵) یہ بھی خیال ہے کہ اُس وقت اس کی روح آتی ہے چنانچہ لوبان وغیرہ خوشبو سلگانے کا یہی منشا ہے گو سب کا یہ خیال نہ ہو (۶) پھر جمعرات کی قید اپنی طبیعت سے لگائی جب شریعت سے سب دن برابر ہیں تو خاص جمعرات ہی کو فاتحہ کا دن سمجھنا شرعی حکم کو بدلنا ہے یا نہیں۔ پھر اس قید سے ایک یہ بھی خرابی پیدا ہوگئی ہے کہ لوگ یہ سمجھنے لگے کہ مردوں کی روحیں جمعرات کو اپنے اپنے گھر آتی ہیں اگر کچھ ثواب مل گیا تو خیر نہیں تو خالی ہاتھ لوٹ جاتی ہیں یہ محض غلط خیال ہے اور بلا دلیل ایسا عقیدہ رکھنا گناہ ہے اسی طرح کوئی تاریخ مقرر کرنا اور یہ سمجھنا کہ اس میں زیادہ ثواب ملے گا محض گناہ کا عقیدہ ہے (۷) اکثر عوام کی عادت ہے کہ بہت کھانے میں سے تھوڑا سا کھانا کسی طباق یا خوان میں رکھکر اس کو سامنے رکھکر فاتحہ کرتے ہیں اس میں ان خرابیوں کے علاوہ ایک یہ بات پوچھنا ہے کہ فقط اتنے ہی کھانے کا ثواب بخشنا ہے یا سارے کھانے کا۔ فقط اتنے ہی کھانے کا ثواب بخشنا تو یقیناً منظور نہیں بس ضرور یہی کہو گی کہ سب کا ثواب پہنچانا منظور ہے بس ہم کہتے ہیں کہ پھر فقط اتنے پر کیوں فاتحہ دلایا اس سے تو تمھارے قاعدے کے موافق صرف اُس طباق کا ثواب پہنچنا چاہیے باقی تمام کھانا ضائع گیا اور فضول رہا اگر یوں کہو اُس کا سامنے رکھنا کچھ ضروری نہیں صرف نیت کافی ہے تو پھر اس طباق کے رکھنے کی کیا ضرورت ہوئی اس میں بھی نیت کافی تھی یہ تو گویا حق تعالیٰ کو نمونہ دکھلانا ہے کہ دیکھئے اس قسم کا کھانا دیگ میں ہے اس کا ثواب بخشئے نعوذ باللہ منہ (۸) پھر اگر ثواب پہنچانے کے لئے اس کا سامنے رکھکر پڑھنا ضروری ہے تو اگر روپیہ پیسہ یا کپڑا غلہ وغیرہ ثواب بخشنے کے لئے دیا جائے اس پر فاتحہ کیوں نہیں پڑھتی ہو اور اگر یہ ضروری نہیں تو کھانے اور مٹھائی میں کیوں ایسا کرتی اور ضروری سمجھتی ہو (۹) پھر ہم پوچھتے ہیں کہ زمین لینے کی

ملہ اگر خیال کیا جائے تو یہ بات بہت دور تک پہنچتی ہے بلکہ بعض حکایات میں بھی اس قسم کے قصے نقل کئے جاتے ہیں مگر یہ خیال اس قدر بیہودہ ہے کہ اس سے زیادہ اور بیہودگی کیا ہوگی۔ ۱۲

سلہ کیونکہ جمعرات کے دن روح کے دنیا میں آنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۱۲۔

سلہ۔ ترجمہ ا۔ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس حرکت سے پناہ ڈھونڈتے ہیں ۱۲۔

سلہ واقعی یہ سوال لاینحل ہے کہ فاتحہ کے دلدادے کیوں کھانے کی چیز کو خاص کرتے ہیں اگر کسی کو کوئی برتنے کی چیز جیسے کپڑا جوتا ٹوپی وغیرہ دی جاتی ہے یا نقدی دی جاتی ہے تو اس پر فاتحہ نہیں پڑھتے اس تخصیص کی کوئی معقول وجہ بتلانا لازم ہے اگر نہ بتلائیں تو سمجھ لو کہ یہ سب ڈھکوسلے ہیں کہ بلا سند اور بلا دلیل گھڑ لئے ہیں اور اس کی پاسداری بجز نفسانیت کے اور کسی بنا پر نہیں ۱۲ محشے عفرلہٗ۔

کیا ضرورت پڑی وہ نجس تھی یا ناپاک۔ اگر ناپاک تھی تو لیپنے سے پاک نہیں ہوئی بلکہ اور زیادہ نجس ہوگئی کہ پہلے تو خشک ہونے کی وجہ سے پیالے وغیرہ میں لگنے کا شبہ نہ تھا اب وہ برتن بھی نجس ہو جائیں گے اور اگر پاک تھی تو لیپنا محض فضول حرکت ہے یہ بھی گویا ہندوؤں کا چوکا ہوا تو نعوذ باللہ مردوں کو چوکے میں بٹھا کر کھانا کھلاتی ہیں لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ[1] اسی طرح جس فاتحہ میں زیادہ اہتمام ہوتا ہے اس میں چولھا وغیرہ بھی لیپا جاتا ہے اس کا بھی یہی حال ہے (۱۰) بزرگوں کی فاتحہ میں ساری چیزیں اچھوتی ہوں کورے گھڑے کورے برتن نکالے جائیں۔ ان میں پانی کنوئیں سے بھر کر آئے گھر کا پانی نہ لگنے پائے اور اس کو کوئی نہ چھوئے نہ ہاتھ ڈالے نہ اس میں سے کوئی پئے نہ جھٹالے سینی خوب دھو کر شکر آئے غرض گھر کی سب چیزیں نجس ہیں یہ عجیب خلاف عقل بات ہے اگر وہ سچ مچ نجس ہیں تو ان کو اپنے استعمال میں کیوں لاتی ہو ورنہ اس سارے بکھیڑہ کی کیا ضرورت شرعی حکم فقط اتنا ہے کہ جس چیز کا خود کھانا جائز اسے فقیر کو دینا بھی جائز اور جب فقیر کو دے دیا تو اب ثواب بخش دینا جائز پھر یہ ساری باتیں لغو اور خلافِ عقل ہوئیں یا نہیں اگر کہو کہ صاحب وہ بڑی درگاہ ہے بزرگ لوگ ہیں ان کے پاس چیز احتیاط سے بھیجنا چاہیئے تو جواب یہ ہے کہ اول تو اللہ تعالیٰ کے یہاں اس ظاہری احتیاط اور طہارت کی کچھ قدر نہیں[2] اس کے نزدیک حلال اور طیّب ہونے کی قدر ہے اگر حرام مال ہوگا تو ہزار احتیاط کرو سب اکارت ہے اور اگر حلال طیّب ہے تو یہ سب فضول ہے وہ یوں ہی معمولی طور پر دینے سے بھی قبول ہے دوسرے یہ کہ جب خود ان کی درگاہ میں بھیجنے کا عقیدہ ہوا تو یہ حرام اور شرک ہوگا کیونکہ اس کھانے کو اللہ کی راہ میں دینا مقصود ہے نہ خود ان کے پاس بھیجنا اور ان کی راہ میں دینا اگر ایسا عقیدہ ہو تو وہ کھانا بھی حرام ہو جائے گا۔ پس جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے کر ثواب بخشنا منظور ہو تو جیسے اور چیزیں خدا کی راہ میں دیتی ہو اور اس میں خرافات نہیں کرتی ہو مثلاً فقیر کو پیسہ دیا اس کو دھوتیں نہیں۔ اناج غلہ دیا۔ گھر کے پکے ہوئے کھانے میں سے روٹی وغیرہ دیتی ہو اسی طرح یہ بھی معمولی طور سے پکا کر دیدو کیونکہ یہ بھی بڑی درگاہ یعنی

[1] یعنی نہ گناہ سے کوئی پھر سکتا ہے اور نہ عبادت کی قوت پا سکتا ہے بجز اللہ تعالےٰ کی توفیق کے ۱۲۔

[2] خدا تعالیٰ تو تقوے کو قبول فرماتا ہے اور تقوے کا محل دل ہے آدمی کا دل پاک صاف ہونا چاہیئے عبادت بھی وہی مقبول ہوتی ہے جو پاک صاف دل سے کی جاتی ہے اور اگر دل میں گردڑ بھرا ہوا ہے تو چاہے کیسی ہی ظاہری صفائی ہو سب بیکار ہے خدا تعالیٰ بندوں کے اعمال اور صورتوں کو نہیں دیکھتا ہے بلکہ وہ لوگوں کے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے اب اگر دل میں صرف یہ ہو کہ جمعرات یا گیارہویں تاریخ کو رسم جاری ہے کہ ہمارے گھر سے مسکینوں کو کھانا دیا جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی رضا مندی مقصود نہ ہو تو اس کا ثواب خاک بھی نہ ہوگا جب کوئی عبادت کرو اس میں پہلے رضا ہونے کا خیال کر لو تب امید کرو کہ خدا تعالیٰ قبول فرمائے گا ۱۲۔ محشّی عفر لہٗ ولوالدیہ ولاسلافہ۔

اللہ تعالیٰ کے یہاں جاتا ہے وہ بھی وہیں جاتا ہے پھر دونوں میں فرق کیسا۔ پھر خیال کرو تو اس میں ایک حساب سے بزرگوں کو اللہ تعالیٰ پر بڑھا دینا ہے اور یہ دل کا چور الگ رہا کہ وہ بزرگوں کی درگاہ میں جاتا ہے اور یہ اللہ کی درگاہ میں جو کھلا ہوا شرک ہے (۱۱) اس سے بدتر یہ دستور ہے کہ ہر ایک کا فاتحہ الگ الگ کر کے دلایا جاتا ہے۔ یہ اللہ میاں کا۔ یہ محمد صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کا یا حضرت بی بی کا اس کا تو یہی صاف مطلب ہے کہ فقط اتنا اتنا اللہ میاں کو دیتی ہیں اور اتنا اتنا ان لوگوں کو تو بھلا اس کے شرک[1] ہونے میں کس کو شک ہو سکتا ہے اَسْتَغْفِرُ اللہَ اَسْتَغْفِرُ اللہَ اس کا شرک اور برا ہونا کلام مجید میں صاف صاف مذکور ہے اس سے توبہ کرنا چاہیے بس ساری چیز خدا کی راہ میں دے دو پھر جتنوں کو ثواب بخشنا ہو بخش دو۔ پھر ایک لطف اور ہے کہ معمولی مردوں کا فاتحہ تو سب کا ایک ہی میں کرا دیتی ہیں بزرگوں کا اور بڑے لوگوں کا الگ الگ کراتی ہیں جس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ تو بیچارے غریب مسکین کمزور ہیں اس لئے ایک میں ہو جائے تب بھی کچھ حرج نہیں اور یہ بڑے لوگ ہیں سب کے ساتھ میں ہو گا تو لڑ مریں گے چھینا جھپٹی کرنے لگیں گے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ۔ (۱۲) حضرت بی بی کے فاتحہ میں ایک یہ بھی قید ہے کہ کھانا بند کر دیا جائے کھلا نہ رہے کیونکہ وہ پردہ دار تھیں تو ان کے کھانے کا بھی غیر محرم سے سامنا نہ ہو اس کا لغو ہونا خود ظاہر ہے۔ (۱۳) حضرت بی بی کی فاتحہ اور صحنک کے کھانے میں یہ بھی قید ہے کہ مرد نہیں کھا سکتے بھلا وہ کھائیں گے تو سامنا ہو جائے گا اور ہر عورت بھی نہ کھائے کوئی پاک صاف نیک بخت عورت کھائے اور نہ وہ کھائے جس نے اپنا دوسرا نکاح کر لیا ہو یہ بھی بہت برا اور گناہ ہے قرآن مجید میں اس کی بھی برائی موجود ہے۔ (۱۴) بزرگوں اور اولیاء اللہ کے فاتحہ میں ایک اور خرابی ہے وہ یہ کہ لوگ ان کو حاجت روا اور مشکل کشا[2] سمجھ کر اس نیت سے فاتحہ و نیاز دلاتے ہیں کہ ان سے ہمارے کام نکلیں گے حاجتیں پوری ہوں گی اولاد ہو گی مال اور رزق بڑھے گا۔ اولاد کی عمر بڑھے گی۔ ہر مسلمان جانتا ہے کہ اس طرح کا عقیدہ صاف شرک ہے خدا بچائے۔ غرض ان سب رسموں اور عادتوں کو بالکل چھوڑنا چاہیے اگر کسی کو ثواب بخشنا منظور

[1] جو عبادت غیر اللہ کی رضامندی کے لئے کی جائے یہی شرک ہے ہر عبادت محض خدا تعالیٰ کے لئے ہے قرآن شریف میں ارشاد ہے وقضی ربک الا تعبدوا الا اللہ یعنی خدا تعالیٰ نے حکم لگا دیا ہے کہ سوائے اللہ کے اور کسی کے لئے عبادت نہ کرو۔ ۱۲۔

[2] مشکل کشا سوائے خدا تعالیٰ کے اور کسی کو جاننا شرک ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے قل افرءیتم ما تدعون من دون اللہ ان ارادنی اللہ بضر هل هن کاشفات ضره او ارادنی برحمة هل هن ممسکات رحمته قل حسبی اللہ الخ یعنی آپ کہہ دیجئے کہ اگر خدا تعالیٰ مجھے کوئی ضرر دینا چاہے تو کیا یہ معبودان باطل اس ضرر کو دور کر سکتے ہیں اور اگر کوئی رحمت بھیجنا چاہے تو یہ اس رحمت کو روک سکتے ہیں ہرگز نہیں لہذا کہہ دیجئے کہ مجھے تو اللہ تعالیٰ کافی ہے ۱۲۔ عاجز محمد حیات عفی عنہ محشی سنبھلی۔

ہو تو بس جس طرح شریعت کی تعلیم ہے اُس طرح سیدھے سادے طور پر بخش دینا چاہیے جیسا ہم نے اُوپر بیان کیا ہے اور ان سب لغویات کو چھوڑ دینا چاہیے پس بلا پابندی رواج جو کچھ توفیق اور میسر ہو پہلے محتاج کو دے دو پھر اُس کا ثواب بخش دو ہمارے اس بیان سے گیارہویں سہ منی توشہ وغیرہ سب کا حکم نکل آیا اور سمجھ میں آگیا ہوگا۔ بعضے لوگ قبروں پر چڑھاوا چڑھاتے ہیں یہ تو بالکل حرام[1] ہے اور اس چڑھاوے کا کھانا بھی درست نہیں نہ خود کھاؤ نہ کسی کو دو کیونکہ جس کا کھانا درست نہیں دینا بھی درست نہیں (۱۵) بعضے آدمی مزاروں پر چادریں اور غلاف بھیجتے ہیں اور اس کی منت مانتے ہیں چادر چڑھانا منع ہے اور جس عقیدہ سے لوگ ایسا کرتے ہیں وہ شرک ہے اور دوسرے خیرات صدقہ میں بھی جاہلوں نے بہت سے بے شرع رواج نکال رکھے ہیں چنانچہ ایک رواج اکثر جاہلوں میں یہ ہے کہ کسی بیماری کا اُتار سمجھ کر چیلوں وغیرہ کو گوشت دیتے ہیں جو اکثر یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ بیماری اُسی گوشت میں لپٹ کر چلی گئی اور اسی لئے وہ گوشت آدمی کے کھانے کے قابل نہیں سمجھتے[2] اور ایسے اعتقاد کی شرع میں کوئی سند نہیں اس لئے یہ بھی بالکل شرع کے خلاف ہے۔ ایک رواج یہ ہے کہ جانور بازار سے مول منگوا کر چھوڑتی ہیں اور یہ سمجھتی ہیں کہ ہم نے اللہ کے واسطے ایک جان کو آزاد کیا ہے اللہ میاں ہمارے بیمار کی جان کو مصیبت سے آزاد کر دیں گے سو یہ اعتقاد کرنا کہ جان کا بدلہ جان ہوتا ہے شرع میں اس کی بھی کوئی سند نہیں ایسی بے سند بات کا اعتقاد کرنا خود گناہ[3] ہے۔ ایک رواج اس سے بڑھ کر غضب کا ہے کہ کوئی چیز کھانے پینے کی چوراہے پر رکھوا دیتی ہیں یہ بالکل کافروں کی رسم ہے برتاؤ[4] میں کافروں کا طریقہ ویسے بھی منع ہے اور جو اس کے ساتھ عقیدہ بھی خراب ہو تو اس میں شرک اور کفر کا بھی ڈر ہے اس کام کے کرنے والے یہی سمجھتے ہیں کہ اس پر کسی جن یا بھوت یا پیر شہید کا دباؤ یا ستاؤ ہو گیا ہے ان کے نام بھینٹ دینے

[2] حدیث میں صاف آیا ہے کہ لا عدوی یعنی کسی کی بیماری کسی کو اُڑ کر نہیں لگتی یہ عقیدہ مشرکوں کے عقائد میں سے ہے مگر ہاں اگر کوئی شخص محض صدقہ اور خیرات کی نیت سے کسی جانور کو ذبح کر کے اس کا گوشت اللہ کے واسطے مسکینوں کو تقسیم کر دے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

[3] بلکہ اس میں تو کفار کی پوری مشابہت ہے کیونکہ وہ لوگ جانوروں کو بتوں کے نام پر چھوڑا کرتے ہیں ۱۲۔

[1] مراقی الفلاح میں ہے وکرہ تحریما اکل مالم یعبد من غیر فعل السنۃ وقال المحشی قولہ کذا اکل مالم یعبد من غیر فعل السنۃ کالمس و التقبیل وقولہ من غیر بیان لما طحطاوی صفحہ ۳۶۴

[4] اگر وہ برتاؤ خلاف شریعت ہے تب تو ہر حال میں مشابہت کفار کی منع ہے خواہ مشابہت مقصود ہو یا نہ ہو اور اگر وہ برتاؤ شریعت کے خلاف نہیں ہے تو اس میں مشابہت اس وقت منع ہے کہ جب مشابہت کا قصد ہو ۱۲۔

سے وہ خوش ہو جائیں گے اور یہ بیماری یا مصیبت جاتی رہے گی سو یہ بالکل مخلوق کی پوجا ہے جس کا شرک ہونا صاف ظاہر ہے اور اس میں جو رزق کی بے ادبی اور راستہ چلنے والوں کو تکلیف ہوتی ہے اس کا گناہ الگ رہا۔ ایک رواج یہ کر رکھا ہے کہ بعضے موقعوں میں صدقہ کے لئے بعضی چیزوں کو خاص کر رکھا ہے جیسے ماش اور تیل اور وہ بھی خاص بھنگی کو دیا جاتا ہے اول تو ایسے خاص کرنے کی شرع میں کوئی سند نہیں اور بے سند خاص کرنا گناہ ہے پھر مسلمان محتاج کو چھوڑ کر بھنگی کو دینا یہ بھی شرع کا مقابلہ ہے کیونکہ شرع میں مسلمان کا حق زیادہ اور مقدم ہے پھر اس میں یہ اعتقاد بھی ہوتا ہے کہ اس صدقہ میں بیماری لپٹی ہوئی ہے اس واسطے گندے ناپاک لوگوں کو دینا چاہیئے کہ وہ سب الا بلا کھا جائیں گے سو یہ اعتقاد بھی بے سند ہے اور ایسی بے سند بات کا اعتقاد کرنا خود گناہ ہے اس واسطے خیرات کے ان طریقوں کو چھوڑ کر سیدھا طریقہ یہ اختیار کرنا چاہیئے کہ جو کچھ خدائے تعالیٰ نے میسر کیا خواہ کوئی چیز ہو چپکے سے کسی محتاج کو یہ سمجھ کر دیدیا کہ اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوں گے اور اس کی برکت سے بلا اور مصیبت کو دفع کر دیں گے اس سے زیادہ سب فضول پھنڈ بلکہ گناہ ہیں۔ ایک رواج یہ نکال رکھا ہے کہ گلگلے وغیرہ پکا کر عورتیں مسجد میں لے جا کر خاص محراب[1] یا منبر پر رکھتی ہیں اور بعضی جگہ باجا بھی ساتھ ہوتا ہے باجے کا ہونا تو ظاہر ہے جیسا کچھ برا ہے باقی اور قیدیں بھی واہیات ہیں بلکہ خود عورتوں کا مسجد میں جانا ہی منع ہے جب نماز کے واسطے عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع کیا ہے تو یہ کام تو اس کے سامنے کچھ بھی نہیں ہے بعضی ان میں جوان ہوتی ہیں بعضی زیور پہنے ہوتی ہیں بعضی چراغ ہاتھ میں لئے ہوتی ہیں کہ ہمارا منہ بھی دیکھ لو۔ اسی طرح بعض عورتیں منت ماننے کو یا دعا کرنے کو یا سلام کرنے کو مسجد[2] میں جاتی ہیں یہ سب باتیں خلاف شرع ہیں سب سے توبہ کرنی چاہیئے جو کچھ دینا دلانا ہو یا دعا کرنا ہو اپنے گھر میں بیٹھ کر لو۔

ان رسموں کا بیان جو کسی کے مرنے میں برتی جاتی ہیں

اول غسل اور کفن کے سامان میں بڑی دیر کرتی ہیں کسی طرح دل ہی نہیں چاہتا کہ مردہ

[1] اس کو طاق بھرنا بولتے ہیں بعض بعض مقام پر اتنی زیادتی ہے کہ عورتیں تڑکے ہی خوب آواز بلند کرکے ملکر گاتی ہوئی مسجد کو جاتی ہیں اور جا کر طاق بھرتی ہیں بعض دفعہ نمازی نماز پڑھتے ہوتے ہیں ان کی نمازاں میں بھی نقصان آجاتا ہے معاذ اللہ من ذلک ۱۲ محشی غفر لہٗ۔

[2] جب عورت گھر سے باہر بے پردہ جاتی ہے تو شیطان اس کو جھانکتا تاکتا ہے حدیث شریف میں اس پر بڑی وعید آئی ہے ۱۲۔

گھر سے نکلے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی تاکید فرمائی ہے کہ جنازے[1] میں ہرگز دیر مت کرو۔ **دوسرے**۔ جنازے کے ساتھ کچھ اناج یا پیسے وغیرہ بھیجتی ہیں کہ قبر پر خیرات کر دیا جائے اس میں زیادہ نیت ناموری کی ہوتی ہے جس میں کچھ بھی ثواب نہیں ملتا۔ پھر یہ ہوتا ہے کہ غریب محتاج رہ جاتے ہیں اور جن کا پیشہ یہی ہے وہ لے جاتے ہیں ثواب کے لئے جو کچھ دینا ہو سب سے چھپا کر ایسے لوگوں کو دو جو بہت محتاج یا اپاہج یا آبرودار غریب یا دیندار نیک بخت ہوں **تیسرے**۔ اکثر عادت ہے کہ مرنے کے بعد مُردے کے کپڑے جوڑے یا قرآن شریف وغیرہ نکال کر اللہ کے واسطے دیدیتی ہیں خوب سمجھ لو کہ جب کوئی مرجاتا ہے شرع سے جتنے آدمیوں کو اس کی میراث کا حصہ پہونچتا ہے وہ سب آدمی اُس مُردے کی ہر چھوٹی بڑی چیز کے مالک ہو جاتے ہیں اور وہ سب چیزیں ان سب کے ساجھے کی ہو جاتی ہیں پھر ایک یا دو شخصوں کو کب درست ہوگا کہ ساجھے کی چیز کسی کو دیدیں اور اگر سب ساجھی اجازت بھی دیدیں لیکن کوئی ان میں نابالغ[2] ہو تب بھی ایسی چیز کا دینا درست نہیں اور اس اجازت کا اعتبار نہیں اسی طرح اگر سب ساجھی بالغ ہوں لیکن شرماشرمی اجازت دیدیں تب بھی ایسی چیز کا دینا درست نہیں اس لئے جہاں ایسا موقع ہو تو اوّل وسب چیزوں کسی عالم سے ہر ایک کا حصہ پوچھ کر شرع کے موافق آپس میں بانٹ لیں پھر ہر شخص کو اپنے حصے کا اختیار ہے جو چاہے کرے اور جس کو چاہے دے البتہ اگر سب وارث بالغ ہوں اور سب خوشی سے اجازت دیدیں تو بدون بانٹے بھی دینا خرچ کرنا درست ہوگا **چوتھے**۔ بعض مقرر تاریخوں پر یا اُن سے ذرا آگے پیچھے کچھ کھانا وغیرہ پکا کر برادری میں بانٹا جاتا ہے اور کچھ غریبوں کو کھلا دیا جاتا ہے اس کو تیجا۔ دسواں۔ چالیسواں۔ کہتے ہیں اس میں اوّل تو نیت ٹھیک نہیں ہوتی نام کے واسطے یہ سب سامان کیا جاتا ہے جب یہ نیت ہوئی تو ثواب تو کیا ہوتا اور الٹا گناہ اور وبال ہے بعضی جگہ قرض لے کر یہ رسمیں پوری کی جاتی ہیں اور سب جانتی ہیں کہ ایسے غیر ضروری کام کے لئے قرضدار بننا خود بُری بات

---

[1] عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسرعوا بالجنازۃ فان تک صالحۃ فخیر تقدمونہا الیہ وان تک سوی ذلک فشر تضعونہ عن رقابکم متفق علیہ ۱۲ مشکوٰۃ شریف ص۱۴۴ مجتبائی۔

[2] بالغ وہ ہے جس کو سوتے میں نہانے کی حاجت ہو جائے یا حیض آنے لگے یا لڑکا اپنی بیوی کو حاملہ کر دے یا ان میں سے کچھ بھی نہ ہو تو عمر پندرہ سال کی ہو جاوے خواہ لڑکا ہو یا لڑکی ۱۲ ت

ف علاوہ ازیں صدقہ میں دیر بھی ہوتی ہے جہاں تک ہو سکے اس کے دفن ہونے سے بھی پہلے خیرات کرنا اچھا ہے ۱۲۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ محشی غفرلہٗ۔

ہے اور اتنی پابندی کرنا کہ شرع کے حکموں سے بھی زیادہ ہوجائے یہ بھی گناہ ہے[۱] اور اکثر یہ رسمیں مُردے کے مال سے ادا ہوتی ہیں جس میں یتیموں کا بھی ساجھا ہوتا ہے یتیموں کا مال ثواب کے کاموں میں بھی خرچ کرنا درست نہیں تو گناہ کے کاموں میں تو اور زیادہ بڑا ہوگا البتہ اپنے مال میں سے جو کچھ توفیق ہو غریبوں کو پوشیدہ کرکے دیدے ایسی خیرات خدائے تعالیٰ کے یہاں قبول ہوتی ہے۔ بعض لوگ خاص کرکے مسجدوں میں میٹھے چاول[۲] بھی بھیجتے ہیں بعضے تیل ضرور بھیجتے ہیں۔ بعضے بچوں کے مرنے کے بعد دودھ بھیجتے ہیں کہ وہ بچہ دودھ پیا کرتا تھا ان قیدوں کی کوئی سند شرع میں نہیں ہے اپنی طرف سے نئے طریقے تراشنا بڑا گناہ ہے ایسے گناہ کو شرع میں بدعت کہتے ہیں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بدعت[۳] گمراہی کی چیز ہے اور وہ دوزخ میں لے جانے والی ہے۔ بعضی یہ بھی سمجھتی ہیں کہ ان تاریخوں میں اور جمعرات کے دن اور شب برات وغیرہ کے دنوں میں مردوں کی روحیں گھروں میں آتی ہیں اس بات کی بھی شرع میں کچھ اصل نہیں ان کو آنے کی ضرورت ہی کیا ہے کیونکہ جو کچھ ثواب مُردے کو پہنچایا جاتا ہے اس کو خود اس کے ٹھکانے پہنچ جاتا ہے پھر اس کو کون ضرورت ہے کہ مارا مارا پھرے پھر یہ بھی ہے کہ اگر مردہ نیک اور بہشتی ہے تو ایسی بہار کی جگہ چھوڑ کر کیوں آنے لگا[۴] اور اگر بد اور دوزخی ہے تو اس کو فرشتے کیوں چھوڑ دیں گے کہ عذاب سے چھوٹ کر سیر کرتا پھرے غرض یہ بات بالکل بے جوڑ معلوم ہوتی ہے اگر کسی ایسی ویسی کتاب میں لکھا ہوا دیکھو تب بھی ایسا اعتقاد مت رکھنا جس کتاب پر عالم سند نہ رکھیں وہ بھروسے کی نہیں ہے

پانچویں میّت کے گھر میں عورتیں کئی بار اکٹھی ہوتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ ہم اس کے درد شریک ہیں لیکن وہاں پہنچ کر بعضی تو پان چھالیہ کھانے کے شغل میں لگ جاتی ہیں اگر پان چھالیہ میں ذرا دیر یا کمی ہوجائے تو ساری عمر گاتی پھریں کہ فلانے گھر پان کا ٹکڑا نصیب نہیں ہوا تھا بعضی وہاں کھانا بھی کھاتی ہیں چاہے اپنا گھر کتنا ہی نزدیک ہو لیکن خواہ مخواہ میّت کے گھر جا کر پڑ رہتی ہیں اور بعضی تو مہینہ مہینہ بھر رہتی ہیں بھلا بتاؤ یہ عورتیں درد شریک ہونے آئی ہیں یا خود اوروں پر اپنا درد ڈالنے

[۱] اسکی دلیل اس سے پہلے حصہ میں گذر گئی اور یہ یاد رکھو کہ یتیموں کے مال میں ناجائز تصرف کا بہت بڑا گناہ ہے اس سے ہمیشہ پرہیز رکھنا چاہئے اور احتیاط سے کام لینا چاہیئے

[۲] اور بعض خصوصیت کے ساتھ حلوا بنا کر بھیجتے ہیں شاید یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ حلوا ہی مردہ کو ملے گا اور بوجہ ضعف کے نرم نرم کھائے گا ۱۲ محشے۔

[۳] عن حذیفۃ مرفوعا لا یقبل اللہ لصاحب بدعۃ صوما ولا صلوٰۃ ولا صدقۃ ولا حجا ولا عمرۃ ولا جہادا ولا صرفا ولا عدلا ویخرج من الاسلام کما تخرج الشعرۃ من العجین وعن حسان قال ما ابتدع قوم بدعۃ فی دینہم الا نزع اللہ من سنتہم مثلہا ثم لا یعیدہا الیہم الی یوم القیمۃ ۱۲ جمع الفوائد ص۱۱

[۴] بلکہ اگر آنے کا کچھ امکان تھا تو نیکوں کی روحوں کا تھا اور ان میں سب سے زیادہ نیک شہدا ہیں ان کے متعلق قرآن مجید سے ثابت ہے کہ وہ یہ آرزو کریں گے کہ ہم کو اجازت مل جائے تو ہم اپنے عزیز و اقارب کو یہاں کی نعمتوں اور راحتوں کی اطلاع دے آئیں تاکہ وہ بھی یہی کام کریں اور ان نعمتوں کے مستحق ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کو آنے کی اجازت نہ دیگا اور ان کے عزیز و اقارب کو اس کی اطلاع دینا اپنے ذمہ لے لے گا ۱۲

آئی ہیں ایسی بیہودہ عورتوں کی وجہ سے گھر والوں کو اس قدر تکلیف اور پریشانی ہوتی ہے جس کی کوئی انتہا نہیں ایک تو اس پر مصیبت تھی ہی دوسری یہ اس سے بڑھکر مصیبت آ پڑی وہی مثل ہوگئی سر ٹٹینا گھر لٹنا بعضی ان میں مُردے کا نام تک بھی نہیں لیتی بلکہ دو دو چار چار جمع ہوکر بیٹھتی ہیں اور دنیا جہاں کے قصے وہاں بیان کیے جاتے ہیں بلکہ ہنستی ہیں خوش ہوتی ہیں کپڑے ایسے بھڑک دار پہنکر آتی ہیں جیسے کسی شادی میں شریک ہونے چلی ہیں بھلا ان بیہودیوں کے آنے سے کونسا فائدہ دین و دنیا کا ہوا بعضی جو سچ مچ خیر خواہ کہلاتی ہیں کچھ درد میں شریک ہوتی ہیں مگر جو اصل طریقہ درد میں شریک ہونے کا ہے کہ اگر مُردے والوں کو تسلی دے۔ صبر دلائے ان کے دل تھامے اس طریقے سے کوئی شریک نہیں ہوتی بلکہ اور اوپر سے گلے لگ لگ کر رونا شروع کر دیتی ہیں بعضی توریں ہی جھوٹ موٹ منہ بناتی ہیں آنکھ میں آنسو تک نہیں ہوتا اور بعضی اپنے گڑے مُردوں کو یاد کر کے خواہ مخواہ کا احسان گھر والوں پر رکھتی ہیں اور جو صدق دل سے بھی روتی ہیں وہ بھی کہاں کی اچھی ہیں کیونکہ اول تو اکثر بیان[2] کر کے روتی ہیں جس کے واسطے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سخت ممانعت فرمائی ہے بلکہ لعنت کی ہے اور دوسرے ان کے رونے سے گھر والوں کا دل اور بھر آتا ہے اور زخم پر نمک چھڑکا جاتا ہے زیادہ بیتاب ہوکر بگڑ بگڑ کر روتی ہیں اور تھوڑا بہت جو صبر آچلا تھا وہ بھی جاتا رہتا ہے تو ان عورتوں نے بجائے صبر دلانے کے اور اُلٹی بے صبری بڑھا دی پھر ان کے آنے کا فائدہ کیا ہوا سچ بات یہ ہے کہ غم والوں کا غم بٹانے کو کوئی نہیں آتا بلکہ اپنے اوپر سے الزام اتارنے کو جمع ہوتی ہیں بھلا جب عورتوں کے جمع ہونے میں اتنی خرابیاں ہوں ایسا جمع ہونا کب درست ہوگا ان میں بعضی دور کی آئی ہوئی مہمان ہوتی ہیں بہلیوں میں چڑھ چڑھ کر آتی ہیں اور کئی کئی روز تک رہتی ہیں اور گھاس دانہ بیلوں کا اور اپنی آؤ بھگت کا سارا بوجھ گھر والوں پر ڈالتی ہیں چاہے مُردے والوں پر کیسی ہی مصیبت ہو چاہے اُن کے گھر کھانے کو بھی نہ ہو لیکن ان کے لئے سارے تکلف کرنا ضرور ہے حالانکہ حدیث میں ہے کہ مہمان کو چاہیے کہ گھر والوں کو تنگ نہ کرے[3] اس سے زیادہ اور تنگ

[1] عن عبد اللہ ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من عزی مصابا فلہ مثل اجرہ رواہ الترمذی یعنی جس نے کسی مصیبت زدہ کو صبر دلایا تو اس کو بھی مصیبت زدہ کی برابر ہی اجر ہے ۱۲ وعن ابی برزۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من عزی ثکلی کسی بردا فی الجنۃ رواہ الترمذی یعنی جس نے اس عورت کو صبر دلایا جس کا بچہ مرگیا ہو تو اس کو جنت میں ایک چادر پہنائی جائے گی ۱۲

[2] عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم النائحۃ والمستمعۃ رواہ ابوداؤد یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت ڈالی بیان کر کے رونے والی اور اس کی طرف کان لگانے والی عورت پر مشکوٰۃ شریف صـ ۱۵۱

[3] وعن ابی شریح الکعبی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلیکرم ضیفہ جائزتہ یوم ولیلۃ والضیافۃ ثلثۃ ایام فما بعد ذلک فہو صدقۃ ولا یحل ان یثوی عندہ حتی یحرجہ متفق علیہ ۱۲ مشکوٰۃ شریف صـ ۳۶۸ یعنی مومن آدمی کو چاہیے کہ مہمان کی تواضع ایک دن رات تو ضروری کرے اور اصل میں مہمانی صرف تین دن تک ہے اس کے بعد پھر صدقہ ہے اور مہمان کیلئے یہ مناسب نہیں کہ پڑا رہے یہانتک کہ صاحب خانہ کو پریشانی میں ڈالے ۱۲ محشی غفر لہ

کرنا کیا ہوگا پھر بعضوں کے ساتھ بچوں کی دھاڑ ہوتی ہے اور وہ چار چار وقت آٹھ آٹھ وقت کھانے کو کہتے ہیں کوئی گھی شکر کی فرمائش کر رہا ہے کوئی دودھ کے واسطے مچل رہا ہے اور اس سب کا بندوبست گھر والوں کو کرنا پڑتا ہے اور مہینوں تک یہی سلسلہ جاری رہتا ہے خاص کر عورت اگر بیوہ ہو جائے تو ایک چڑھائی تو تازہ موت کے زمانے میں ہوئی تھی دوسری ویسی ہی چڑھائی عدت گزرنے پر ہوتی ہے جس کا نام چھ ماہی رکھا ہے اور یوں کہا جاتا ہے کہ عدت سے نکالنے کے لئے آئی ہیں ان سے کوئی پوچھے کہ عدت کوئی کوٹھری ہے جس میں سے بیوہ کو ہاتھ پاؤں پکڑ کر نکالیں گی جب چار مہینے دس دن گزر گئے عدت سے نکل گئی اور اگر اس کو حمل تھا جب بچہ پیدا ہو گیا عدت ختم ہو گئی اس کے لئے اس واہیات کی کون ضرورت ہے کہ سارا جہان اکھٹا ہو پھر اس سارے طوفان کا خرچ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مُردے کے مال سے کیا جاتا ہے جس میں سب وارثوں کا ساجھا ہوتا ہے بعضے تو ان میں پردیس میں ہوتے ہیں ان سے اجازت حاصل نہیں کی جاتی اور بعضے نابالغ ہوتے ہیں اُن کی اجازت کا شرع میں اعتبار نہیں یاد رکھو کہ جس نے خرچ کیا ہے سارا اسی کے ذمہ پڑے گا اور سب وارثوں کا حق پورا پورا دینا پڑے گا اور اگر کوئی بہانہ لائے کہ میرا حصہ ان خرچوں کے لئے کافی نہیں ہوتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر سب کا حصہ بھی کافی نہ ہو تو کیا کرو گی کیا پڑوسیوں کی چوری درست ہو جائے گی غرض اس طوفان میں خرچ کرنے والے گنہگار ہوتے ہیں اور یہ خرچ ہوا آنے والیوں کی بدولت اس لئے وہ بھی گنہگار ہوتی ہیں اس لئے چاہئیے کہ جو مرد و عورت پاس کے ہیں وہ کھڑے کھڑے آئیں اور صبر و تسلی دے کر چلے جائیں پھر دوبارہ آنے کی کوئی ضرورت نہیں اسی طرح تاریخ مقرر کرنا بھی واہیات ہے جس کا جب موقع ہوا آ گیا اور جو دور کے ہیں اگر یہ سمجھیں کہ بد دن ہمارے گئے ہوئے مصیبت زدوں کی تسلی نہ ہوگی تو آنے کا کچھ ڈر نہیں لیکن گاڑی وغیرہ کا خرچ اپنے پاس سے کرنا چاہئیے اور اگر محض الزام اُتارنے کو آتی ہیں تو ہرگز نہ آئیں خط سے تعزیت[1] ادا کریں۔ **چھٹے** ۔ دستور ہے کہ میت والوں کے لئے اول تو ان کے نزدیک کے رشتہ دار کے گھر سے کھانا آتا ہے یہ بات بہت اچھی ہے[2]

[1] تعزیت کے معنے صبر دلانے اور تسکین اور تسلی اور دلاسا دینے کے ہیں اس کی بڑی فضیلت حدیث میں ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے صفحہ میں بیان کر چکے ہیں ۱۲

[2] کیونکہ حدیث شریف میں اس کا حکم ہے عن عبداللہ بن جعفر قال لما جاء نعی جعفر قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اصنعوا لآل جعفر طعاماً فقد اتاھم ما یشغلھم رواہ الترمذی وابو داؤد وابن ماجۃ ۱۲ یعنی جب جعفر کی موت کی خبر آئی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اولاد جعفر کے لئے کھانا تیار کرو اس وجہ سے کہ وہ اپنے غم میں مشغول ہیں ۱۲۔ مشکوٰۃ شریف ص۱۵۱

[3] ثواب حاصل کرنے کی نیت سے ۱۲ محشی۔

لیکن اس میں بھی لوگوں نے کچھ خرابیاں کرلی ہیں اُن سے بچنا واجب ہے اوّل تو اس میں ادلے بدلے کا خیال ہونے لگا ہے کہ فلانے نے ہمارے یہاں بھیجا تھا ہم اُن کے گھر بھیجیں پھر اس کا اس قدر خیال ہے کہ اگر اپنے پاس گنجائش نہو اور کوئی دوسرا شخص خوشی سے چاہے کہ میں بھیجدوں مگر یہ شخص بیڈھب ضد کرے گا کہ نہیں ہمارے ہی یہاں سے جائے گا اور اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ ہم نہ بھیجیں گے تو ہم پر طعن ہوگا کہ کھا تو لیا تھا لیکن بدلہ نہ دیا گیا اور ایسی پابندی اول تو خود منع ہے پھر اس کے لئے کبھی قرض لینا پڑتا ہے اس لئے اس پابندی کو چھوڑ دیں جس رشتہ دار کو توفیق ہوئی بھیج دیا اسی طرح یہ پابندی بھی بڑی بُری ہے کہ نزدیک کے رشتہ دار رہتے ہوئے دُور کا رشتہ دار کیوں بھیجے اس کے لئے مرتے مارتے ہیں اس کی وجہ بھی وہی بدنامی مٹانا ہے تو اس پابندی کو بھی چھوڑ دیں ایک خرابی اس میں یہ کرلی ہے کہ ضرورت سے بہت زیادہ کھانا بھیجا جاتا ہے اور میّت کے گھر دُور دُور کے علاقہ دار کھانے کے واسطے جم کر بیٹھ جاتے ہیں یہ کھانا صرف ان لوگوں کو کھانا چاہیے جو غم اور مصیبت کے غلبہ میں اپنا چولھا نہیں جھو سکتے اور جن کے گھر سب نے کھانا پکایا ہے وہ اس کھانے سے کیوں کھاتی ہیں اپنے گھر جاکر کھائیں یا اپنے گھر سے منگالیں۔ ایک خرابی یہ کرتی ہیں کہ بعضی اس کھانے میں بھی تکلف کا سامان کرتی ہیں یہ بھی چھوڑ دینا چاہیے۔ جو وقت پر آسانی سے ہوگیا مختصر سا تیار کرکے میت والوں کے واسطے بھیج دیا۔ **ساتویں.** بعضی عورتیں ایک دو حافظوں کو کچھ دے کر[1] قرآن پڑھواتی ہیں کہ مُردے کو ثواب بخشا جائے۔ بعضی جگہ تیسرے دن[2] چنوں پر کلمہ اور سیپاروں میں قرآن پڑھوایا جاتا ہے چونکہ ایسے لوگ روپیہ پیسہ یا چنے اور کھانے کے لالچ سے قرآن پڑھتے ہیں۔ اُن کو خود ہی کچھ ثواب نہیں ملتا جب اُن ہی کو کچھ نہیں ملا تو مُردے کو کیا بخشیں گے وہ سب پڑھا پڑھایا اور دلا دلایا بیکار اور اکارت جاتا ہے۔ بعضے آدمی لالچ سے نہیں پڑھتے لیکن لحاظ اور بدلہ اُتارنے کو پڑھتے ہیں یہ بھی دُنیا کی نیت ہوئی اس کا ثواب بھی نہیں ملتا۔ ہاں جو شخص محض خدا کے واسطے بدون لالچ اور لحاظ کے پڑھ دے نہ جگہ ٹھہرا دے

[1] حالانکہ قرآن شریف اُجرت پر پڑھنا اور پڑھوانا دونوں ناجائز ہیں جیسا کہ اجارہ کے باب میں یہ مسئلہ گزر گیا اور اس کی دلیل حاشیہ پر دے دی ۱۲۔

[2] جس کو تیجہ کہتے ہیں ایک تو خاص تیسرے دن کی تخصیص بدعت ہے بلکہ جہاں تک ہوسکے دفن ہونے سے بھی پہلے قرآن شریف پڑھکر بخشنا اچھا ہے پھر چنوں کا لالچ ہے اس کا کیا ثواب پھر بعضے جاہل بے نہائے دھوئے کلمہ پڑھنے بیٹھتے ہیں بھلا اُن کی شرکت کا کیا ثواب ہوگا پھر چنوں کو یا دونوں سے ڈھونڈتے ہیں حالانکہ ان پر کلمہ پڑھا گیا ہے اور اس رسم کو لازم اور واجب جانتے ہیں جو کسی طرح شریعت کے موافق نہیں ۱۲۔

نہ تاریخ ٹھہرا دے اُس کا ثواب بیشک پہنچتا ہے۔

رمضان شریف کی بعضی رسموں کا بیان

ایک یہ کہ بعضی عورتیں رمضان شریف میں حافظ کو گھر کے اندر بلا کر تراویح میں قرآن مجید سُنا کرتی ہیں اگر یہ حافظ اپنا کوئی محرم مرد ہو اور گھر ہی گھر کی عورتیں سن لیا کریں اور یہ حافظ فرض نماز مسجد میں پڑھ کر فقط تراویح کے واسطے گھر میں آجایا کرے تو کچھ ڈر نہیں لیکن آج کل اس میں بھی بہت سی بے احتیاطیاں کر رکھی ہیں اول بعض جگہ نامحرم حافظ گھر میں بلایا جاتا ہے اور اگرچہ نام کو چار کپڑوں کا پردہ ہوتا ہے لیکن عورتیں چونکہ بے احتیاط زیادہ ہوتی ہیں اس واسطے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ یا تو حافظ جی سے باتیں شروع کر دیتی ہیں یا آپس میں خوب پکار پکار کر بولتی ہیں اور حافظ جی سُنتے ہیں بھلا بدوں ناچاری کے اپنی آواز نامحرم کو سُنانا کب دُرست ہے۔ دوسرے۔ جو شخص قرآن سُناتا ہے جہاں تک ہو سکتا ہے خوب آواز بنا کر پڑھتا ہے بعضے شخص کی لَے ایسی اچھی ہوتی ہے کہ ضرور سننے والے کا دل اُس کی طرف ہو جاتا ہے تو اس صورت میں نامحرم مرد کی لَے عورتوں کے کان میں پہونچنا کتنی بُری بات ہے۔ تیسرے محلہ بھر کی عورتیں روز کے روز اکٹھی ہوتی ہیں اول تو عورت کو بدون ناچاری کے گھر سے باہر پاؤں نکالنا منع ہے اور یہ کوئی ناچاری نہیں کیوں کہ ان کو شرع میں کوئی تاکید نہیں آئی کہ تراویح[1] جماعت سے پڑھا کریں پھر نکلنا بھی روز روز کا اور زیادہ بُرا ہے پھر لوٹنے کا وقت ایسا بے موقع ہوتا ہے کہ رات زیادہ ہو جاتی ہے گلیاں کوچے بالکل خالی سنسان ہوتی ہیں ایسی حالت میں خدا نہ کرے اگر مال یا آبرو کا نقصان ہو جائے تو تعجب نہیں خواہ مخواہ اپنے آپ کو خلجان میں ڈالنا عقل کے بھی خلاف ہے اور شرع کے بھی خلاف ہے خاصکر بعضی عورتیں تو کپڑے چھلّے وغیرہ پہن کر گلیوں میں چلتی ہیں تو اور بھی زیادہ خرابی کا اندیشہ ہے ایک دستور رمضان شریف میں یہ ہے

[1] البتہ گھر میں بلا جماعت تراویح پڑھنا ان کے لئے بھی مسنون ہے مگر یہ عورتوں کا دستور ہے کہ باہر چلت پھرت کی بڑی شوقین رہتی ہیں چاہے گھر میں بلا قرآن شریف کے بھی تراویح نہ پڑھیں مگر دوسروں کے گھر قرآن سننے کے لئے تیار ہیں گھر میں شوہر یا بیٹا واعظ ہو اس کا وعظ یعنی نصیحت نہ سُنیں اور دوسری جگہ کوئی واعظ باہر کے آجائیں تو اس کے سننے کو بڑے شوق سے چلی جائیں یہ سب حرکات نامناسب ہیں ۱۲ محشّی غفرلہٗ۔

کہ چودھویں روزے کو خاص سامان کھانے وغیرہ کا کیا جاتا ہے اور اُس کو ثواب کی بات سمجھتی ہیں شرع میں جس بات کو ثواب نہ کہا ہو اس کو ثواب سمجھنا خود گناہ ہے اس واسطے اس کو بھی چھوڑنا چاہیئے۔ ایک دستور یہ ہے کہ بچہ جب پہلا روزہ رکھتا ہے تو چاہے کوئی کیسا ہی غریب ہو لیکن قرض کر کے بھیک مانگ کر روزہ کشائی کا بکھیڑا ضرور ہوگا جو بات شرع میں ضرور نہو اُس کو ضرور سمجھنا بھی گناہ ہے اس واسطے ایسی پابندی چھوڑ دینا چاہیئے۔

عید کی رسموں کا بیان

ایک تو سوّیاں پکانے کو بہت ضروری سمجھتی ہیں شرع سے یہ ضروری بات نہیں اگر دل چاہے پکا لو مگر اس میں ثواب مت سمجھو۔ دوسرے رشتہ داروں کے بچوں کو دینا لینا[1] یا رشتہ داروں کے گھر کھانا بھیجنا۔ پھر اس میں ادلا بدلہ رکھنا۔ اور بہوت میں قرض لے کر کرنا یہ پابندی فضول بھی ہے اور تکلیف بھی ہوتی ہے اس لئے یہ سب قیدیں چھوڑ دیں۔

بقرعید کی رسموں کا بیان

دینا لینا یہاں بھی عید کا سا ہے جیسا اُس کا حکم ابھی پڑھا ہے وہی اس کا حکم بھی ہے دوسرے اس میں بہت سے آدمیوں پر قربانی[2] واجب ہوتی ہے اور قربانی نہیں کرتے یہ بھی گناہ ہے تیسرے قربانی میں اپنی طرف سے یہ بات گڑھ رکھی ہے کہ سری سقّے کا حق ہے اور پائے نائی کا حق ہے یہ بھی واہیات اور خلاف شرع پابندی ہے ہاں اپنی خوشی سے جس کو چاہو دے دو۔

ذیقعدہ اور صفر کی رسموں کا بیان

جاہل عورتیں ذیقعدہ کو خالی کا چاند کہتی ہیں اور اس میں شادی کرنے کو منحوس سمجھتی ہیں یہ اعتقاد

[1] بغیر پابندی اور لزوم کے بچوں کو دینے میں حرج نہیں مگر واجب اور ضروری سمجھکر دینا گناہ ہے خاص کر اس صورت میں جب ادلا بدلا مقصود ہو اور قرض لے کر دیں کہ یہ بہت ہی بُرا ہے ۱۲

[2] حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس پر قربانی واجب ہو اور نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے اور بعض لوگ غریب ہوتے ہیں اور وہ دکھانے کے لئے قرض وغیرہ لے کر قربانی کرتے ہیں یہ بہتر نہیں کیونکہ جب اس پر خدا تعالیٰ کی طرف سے واجب نہیں تو بندوں کا کیا دکھانا ۱۲۔

بھی گناہ ہے توبہ کرنا چاہیے اور صفرؔ کو تیرہ تیزی کہتی ہیں اور اس مہینے کو نامبارک جانتی ہیں اور بعضی جگہ تیرہویں تاریخ کو کچھ گھونگنیاں وغیرہ پکا کر تقسیم کرتی ہیں کہ اس کی نحوست سے حفاظت رہے یہ سارے اعتقاد شرع کے خلاف اور گناہ ہیں توبہ کرو +

ربیع الاول یا اور کسی وقت میں مولدؔ شریف کا بیان

بعضی جگہ عورتوں میں بھی مولد شریف ہوتا ہے اور جس طرح آجکل ہوتا ہے اس میں یہ خرابیاں ہیں (۱) اگر عورت پڑھنے والی ہے تو اکثر اس کی آواز باہر دروازے میں جاتی ہے نامحرموں کو آواز سُننا بُرا ہے خاص کر شعر اشعار پڑھنے کی آواز میں زیادہ خرابی کا اندیشہ ہے (۲) اگر مرد پڑھنے والا ہے تو یہ ظاہر ہے کہ وہ مرد سب عورتوں کا محرم نہ ہوگا بہت سی عورتوں کا نامحرم ہوگا اگر اس نے شعر اشعار خوش آوازی سے پڑھے جیسا آجکل دستور ہے تو عورتوں کو مرد کا گانا سننا یہ بھی منع ہے (۳) روایتیں اور کتابیں مولد کے بیان کی اکثر غلط روایتوں سے بھری ہوئی ہیں ان کا پڑھنا اور سُننا سب گناہ ہے (۴) بعضے تو یوں سمجھتے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس محفل میں تشریف لاتے ہیں اور اسی واسطے بیچ میں پیدائش کے بیان کے وقت کھڑے ہو جاتے ہیں اس بات پر شرع میں کوئی دلیل نہیں اور جو بات شرع میں ثابت نہو اُس کا یقین کرنا گناہ ہے اور بعضے یہ اعتقاد نہیں رکھتے لیکن کھڑے ہونے کو ایسا ضروری سمجھتے ہیں کہ جو کھڑا نہ ہو اس کو بُرا بھلا کہتے ہیں اور خود اُن سے کہو کہ جب شرع میں کھڑا ہونا ضروری نہیں تو آج جو مولد ہوگا اس میں کھڑے مت ہونا تو کبھی اُن کا دل گوارا نہ کرے اور یوں سمجھیں کہ جب کھڑے نہ ہوئے تو مولد ہی نہیں ہوا جو چیز شرع میں ضروری نہ ہو اس کو ضروری سمجھنا یہ بھی گناہ ہے (۵) مٹھائی یا کھانا تقسیم کرنے کی ایسی پابندی ہے کہ کبھی ناغہ نہیں ہوتی اور ناغہ کرنے میں بدنامی اور حضرتؐ کی ناخوشی سمجھتے ہیں جو چیز شرع میں ضروری نہیں اس کی ایسی پابندی کرنا یہ بھی بُرا ہے (۶) اس کے سامان میں یا پڑھتے پڑھتے دیر لگ گئی یا مٹھائی بانٹنے میں اکثر نماز کا وقت تنگ ہو جاتا ہے یہ بھی گناہ ہے +

لہ حدیث شریف میں صاف طور پر آیا ہے کہ لا صفر ولا ھامۃ الخ کیونکہ عرب کے لوگ بھی زمانہ جاہلیت میں اس ماہ کو نامبارک جانا کرتے تھے ان کی تردید اس حدیث میں فرمائی ہے ہم مسلمان ہو کر بھلا یہ عقیدہ کیسے رکھ سکتے ہیں ۱۲-

کہ اس سے مراد میلاد شریف ہے میلاد فی نفسہٖ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پیدائش کو کہتے ہیں یہ بڑی عمدہ خیر و برکت کی چیز ہے مگر اس زمانہ کے لوگوں نے اس میں بعض ناجائز باتیں ملا دینے سے خرابی کر دی ہے جس لئے ناجائز کہا جاتا ہے اگر وہ خرابی نہ ہو تو کوئی منع نہیں کرتا ۱۲ محشی غفرلہٗ-

(۷) اگر کسی کا عقیدہ بھی خراب نہو اور گناہ کی باتوں کو اس نے نکال دے جب بھی ظاہری پابندی سے جاہلوں کو ضرور سند ہوگی تو جس بات سے جاہلوں کے بگڑنے کا ڈر ہو اور وہ چیز شرع میں ضرور کرنے کی نہو تو ایسی بات کو چھوڑ دینا چاہیے[س] اس لئے رواج کے موافق اس عمل کو نہ کرے البتہ جب حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پڑھنے کا شوق ہو کوئی معتبر کتاب[۱] لے کر خود پڑھ لے یا بے اکٹھا کئے ہوئے گھر کے دو چار آدمی جو ملنے ملانے آگئے ہوں اُن کو بھی سنا دے اور اگر حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح کو کسی چیز کا ثواب بخشنا منظور ہو دوسرے وقت مساکین کو دے کر یا کھلا کر بخشدے نیک کام کو کوئی منع نہیں کرتا مگر بے ڈھنگا پن بُرا ہے۔

رجب کی رسموں کا بیان

اس کو عام لوگ مریم روزہ کا چاند کہتے ہیں اور اس کی ستائیس[۲] تاریخ میں روزہ[۳] رکھنے کو اچھا سمجھتے ہیں کہ ایک ہزار روزوں کا ثواب ملتا ہے شرع میں اس کی کوئی قوی[ع] اصل نہیں اگر نفل روزہ بلکہ رکھنے کو دل چاہے اختیار ہے خدائے تعالیٰ جتنا چاہیں ثواب دے دیں اپنی طرف سے ہزار یا لاکھ مقرر نہ سمجھے بعضی جگہ اس مہینہ میں تبارک کی روٹیاں پکتی ہیں یہ بھی گڑھی ہوئی بات ہے شرع میں اس کا کوئی حکم نہیں نہ اس پر کوئی ثواب کا وعدہ ہے اس واسطے ایسے کام کو دین کی بات سمجھنا گناہ ہے۔

شب برات کا حلوہ اور محرّم کا کھچڑا اور شربت

شب برات کی اتنی اصل ہے کہ پندرھویں رات اور پندرھواں دن اس مہینے کا بہت بزرگی اور برکت کا ہے ہمارے حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس رات کو جاگنے

س خصوصاً جو حضرات صاحب اثر اور مقتدا ہوں یا کسی بزرگ سے منسوب ہوں انکو ایسی باتوں سے ضرور بچنا چاہیے ۱۲ محشی

ع قوی کی قید اس مرتبہ بڑھائی گئی ہے اس کی وجہ حصہ چہارم ترجیح الراجح کی فصل دہم مندرجہ الامداد ماہ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ کے صفحہ ۲۵ و ۲۶ پر مذکور ہے۔ ۱۲ منہ۔

[۱] جیسے مولانا مدظلہ کی کتاب نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ہے اور مولانا عبدالشکور لکھنوی کی مختصر سیرت نبوی ہے اور اس زمانہ میں اور بھی عالموں نے صحیح صحیح واقعات کے مختصر رسالے لکھدیے ہیں ان کو پڑھنا چاہیے ۱۲۔

[۲] اور ستائیسویں رات کو رجبی ہوتی ہے بعض شہروں میں اس کا اس قدر اہتمام ہوتا ہے کہ دور دور کے میلاد خوان بلوا کر سیروں بلکہ دھڑیوں مٹھائی تقسیم کرتے ہیں اور ساری رات جاگتے گذر جاتی ہے چاہے صبح کی نماز جاتی رہے لیکن بہار دیکھنے میں ساری رات جاگتے ہیں یوں عبادت کے لئے جاگنا ہر رات موجب ثواب ہے مگر اس رات کی خصوصیت اور امور ناجائز کے اہتمام سے ممانعت ہوگی ۱۲ محشی غفرلہ

[۳] عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صام یوما فی سبیل اللہ بعد اللہ وجہہ عن النار سبعین خریفا متفق علیہ مشکوٰۃ صفحہ ۱۷۹ یعنی فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص اللہ کے واسطے کسی دن روزہ رکھے خدا تعالیٰ اس کے چہرہ کو آگ سے ستر سال کے فاصلہ پر دور رکھے اس حدیث کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے ۱۲ اور رجب کے مہینہ میں روزہ رکھنے کی بھی بڑی فضیلت آئی ہے معجم کبیر میں ایک حدیث طویل مروی ہے جس کو جمع الفوائد صفحہ ۱۵۷ پر نقل کیا ہے۔

کی اور اُس دن کو روزہ رکھنے کی رغبت دلائی ہے اور اس رات میں ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے قبرستان میں تشریف لے جاکر مُردوں کے لئے بخشش کی دعا مانگی ہے تو اگر اس تاریخ میں مردوں کو کچھ بخشدیا کرے چاہے قرآن شریف پڑھکر چاہے کھانا کھلا کر چاہے نقد دے کر چاہے ویسے ہی دُعا بخشش کی کردے تو یہ طریقہ سُنّت کے موافق ہے اس سے زیادہ جتنے بکھیڑے لوگ کررہے ہیں اُس میں حلوے کی قید لگا رکھی ہے اور اُس طریقہ سے فاتحہ دلاتے ہیں اور خوب پابندی سے یہ کام کرتے ہیں یہ سب[1] واہیات ہیں سب باتوں کی بُرائی اوپر ابھی پڑھ چکی ہو اور یہ سُن چکی ہو کہ جو چیز شرع میں ضروری نہ ہو اس کو ضروری سمجھنا یا حد سے زیادہ پابند ہوجانا بُری بات ہے اسی طرح محرم کی رسموں کو سمجھو شرع میں صرف اتنی اصل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہے کہ جو شخص اس روز اپنے گھر والوں پر خوب کھانے پینے کی فراغت رکھے[2] سال بھر تک اس کی روزی میں برکت ہوتی ہے اور جب اتنا کھانا گھر میں پکے تو اس میں سے اللہ کے واسطے بھی محتاجوں غریبوں کو دے دے تو کیا ڈر ہے اس سے زیادہ جو کچھ کرتے ہیں اس میں اسی طرح کی بُرائیاں ہیں جیسا اوپر سُن چکی ہو اس سے بڑھکر شربت تقسیم کرنے کی رسم ہے اپنے گمان میں کربلا کے پیاسے شہیدوں کو ثواب بخشتی ہیں تو یاد رکھو شہیدوں کو شربت نہیں پہنچتا بلکہ ثواب پہنچ سکتا ہے اور ثواب میں ٹھنڈا شربت اور گرم گرم کھانا سب برابر ہے پھر شربت کی پابندی میں سوا غلط عقیدے کے کہ اُن کی پیاس اس سے بجھے گی اور کیا بات ہے ایسا غلط عقیدہ خود گناہ ہے اور بعضے جاہل شب برات میں آتشبازی اور محرم میں تعزیہ کا سامان کرتے ہیں آتشبازی کی بُرائی پہلے باب میں لکھدی ہے اور تعزیہ کی بُرائی اس سے زیادہ کیا ہوگی کہ اس کے ساتھ ایسے ایسے برتاؤ کرتے ہیں کہ شرع میں بالکل شرک اور گناہ ہے اس پر چڑھاوا چڑھاتے ہیں اس کے سامنے سر جھکاتے ہیں اس پر عرضیاں لٹکاتے ہیں وہاں مرثیے پڑھتے ہیں روتے چلّاتے ہیں۔ اس کے ساتھ باجے بجاتے ہیں اس کے دفن کرنے کی جگہ کو زیارت

[1] اس سب کے ثبوت کے لئے غنیۃ الطالبین مؤلفہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی جلد اول کا صفحہ ۱۲۹ و صفحہ ۱۳۰ و صفحہ ۱۳۱ مطالعہ کرو ۱۲ محشی غفرلہ وسلامہ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی ماثبت بالسنۃ کو دیکھو۔

[2] اور اس کی سند میں حدیث دیکھنی ہو تو بھی ماثبت بالسنۃ کا مطالعہ کرو اور غنیہ میں ہے «عن سفیان بن عیینۃ عن جعفر الکوفی عن ابراہیم بن محمد بن المنتشر وکان من افضل من رویٰ بالکوفۃ علی ما قیل فی زمانہ انہ بلغہ ان من وسع علی عیالہ فی یوم عاشوراء وسع اللہ تعالٰی علیہ سائر سنتہ قال سفیان رحمہ اللہ فجربنا ذلک منذ خمسین سنۃ فلم نرا لا سعۃ» ۱۲ یعنی سفیان کہتے ہیں کہ ہم نے ۵۰ برس تک اس کا تجربہ کیا کہ جب دسویں محرم کو اولاد پر کھانے میں توسیع کی تو سارے سال وسعت پائی ۱۲ صفحہ ۱۴۷ ج ۲۔

کی جگہ سمجھتے ہیں۔ مرد و عورت آپس میں بے پردہ ہو جاتے ہیں نمازیں برباد کرتے ہیں ان باتوں کی برائی کون نہیں جانتا۔ بعضے آدمی اور بکھیڑے نہیں کرتے مگر شہادت نامہ پڑھا کرتے ہیں تو یاد رکھو کہ اگر اس میں غلط روایتیں ہیں تب تو ظاہر ہے کہ منع ہے اور اگر صحیح روایتیں بھی ہوں جب بھی چونکہ سب کی نیت یہی ہوتی ہے کہ سن کر روئیں گے اور شرع میں مصیبت[1] کے اندر ارادہ کر کے رونا درست نہیں اس واسطے اس طرح کا شہادت نامہ پڑھنا بھی درست نہیں اسی طرح محرم کے دنوں میں ارادہ کر کے رنگ پڑیا چھوڑ دینا اور سوگ اور ماتم کی وضع بنانا اپنے بچوں کو خاص طور کے کپڑے پہنانا یہ سب بدعت اور گناہ کی باتیں ہیں ؀

تبرکات کی زیارت کے وقت اکٹھا ہونا[2]

کہیں کہیں جبۂ شریف یا موئے شریف پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی اور بزرگ کا مشہور ہے اس کی زیارت کے لئے یا تو اسی کی جگہ (یعنی وہاں) جمع ہوتے ہیں یا ان لوگوں کو گھروں میں بلا کر زیارت کرتے ہیں اور زیارت کرنے والوں میں عورتیں بھی ہوتی ہیں اول تو ہر جگہ ان تبرکات کی سند نہیں اور اگر سند بھی ہو تب بھی جمع ہونے میں بہت خرابیاں ہیں بعضی خرابیاں وہاں بیان کر دی ہیں جہاں شادی میں عورتوں کے جمع ہونے کا ذکر لکھا ہے پھر شور و غل اور بے پردگی اور کہیں کہیں زیارت والوں کا گانا جس کو سب عورتیں سنتی ہیں یہ سب ہر شخص جانتا ہے کہ بری باتیں ہیں ہاں اگر اکیلے میں زیارت کرے اور زیارت کے وقت کوئی خلاف شرع بات نہ کرے تو درست ہے[3] اور رسموں کا پورا حال اصلاح الرسوم ایک کتاب ہے اس میں لکھ دیا ہے ہم اس جگہ صرف تم کو ایک گر بتلائے دیتے ہیں اس کا خیال رکھو گی تو سب رسموں کا حال معلوم ہو جائے گا اور کبھی دھوکا نہ ہوگا وہ گر یہ ہے کہ جس بات کو شرع نے ناجائز کہا ہو اس کو جائز سمجھنا گناہ ہے اور

[3] مگر یہ حکم اُن تبرکات کا ہے جو با سند ہوں اور جو محض گڑھت ہوں اور ان کی کچھ بھی سند نہ ہو ان کو قابل برکت سمجھنا یا ان کی تعظیم کرنا ہرگز نہ چاہیئے ۱۲ محشی۔

[1] کیونکہ کسی مسلمان کو کسی کی موت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا روا نہیں سوائے عورت کے کہ وہ خاوند پر چار ماہ دس دن تک سوگ کرے اور ارادہ کر کے رونا دلیل بے صبری کی ہے اور ہم کو صبر کا حکم دیا گیا ہے ۱۲

[2] حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی صحابی یا کسی بزرگ کے تبرکات کی نفس زیارت باعث خیر و برکت ہے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بال شریف صحابہ رضی کو تبرکاً تقسیم فرمائے تھے مگر اب اس میں چند خرابیاں لوگوں نے کر دی ہیں ایک تو یہ کہ بلا ثبوت ہی تبرکات ہونے کا یقین کر لیتے ہیں پھر مجمع کرتے ہیں اور اس میں عورتوں کی بے پردگی ہوتی ہے اور شرک تک نوبت پہنچتی ہے اس لئے احتیاط کی ضرورت ہے ۱۲

جس کو جائز تبلایا ہو مگر ضرور نہ کہا ہو اس کو ضرور سمجھ کر پابندی کرنا یا نام کمانے کو کرنا یہ بھی گناہ ہے اسی طرح جس کام کو شرع نے ثواب نہیں تبلایا اس کو ثواب سمجھنا گناہ ہے اور جس کو ثواب تبلایا ہو مگر ضرور نہ کہا ہو اس کو ضروری سمجھنا گناہ ہے اور جو ضرور نہ سمجھے مگر خلقت کے طعن کے خوف سے اس کے چھوڑنے کو برا سمجھے یہ بھی گناہ ہے اسی طرح کسی چیز کو منحوس جاننا گناہ ہے۔ اسی طرح بدون شرع کی سند کے کوئی بات تراشنا اور اس کا یقین کر لینا گناہ ہے۔ اسی طرح خدا کے سوا کسی سے دعا مانگنا یا اُن کو نفع ونقصان کا مالک سمجھنا یہ سب گناہ کی باتیں ہیں اللہ تعالیٰ سب سے بچاویں۔

تـــمّـت

ضمیمہ اولیٰ بہشتی زیور مسمّاۃ بہ بہشتی جوہر چھٹا حصہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دین میں نئی باتیں پیدا کرنے کی بُرائی اور جاہلیت کی رسموں کے معصیت ہونے کا بیان

حدیث میں ہے[۲] کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص ہمارے دین میں کوئی نئی بات پیدا کرے جس کا اس دین سے تعلق نہیں تو وہ بات مردود ہے یعنی اس بات کا کچھ اعتبار نہیں اور نئی بات سے یہ مراد ہے کہ وہ بات شریعت کی کسی دلیل سے ثابت نہ ہو اور ایسی باتوں کا دین میں داخل کرنا شریعت کی اصطلاح میں بدعت کہلاتا ہے اور یہ بہت بڑا گناہ ہے کیونکہ جو شخص ایسا کام کرتا ہے وہ گویا حق تعالیٰ کا مقابلہ کرتا ہے اس لئے کہ شریعت حق تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہے اس میں کمی وبیشی کا کسی کو حق حاصل نہیں پس جس نے اس شریعت میں کسی ایسی بات کو شامل کیا جو اس دین سے خارج ہے تو اس نے اس شریعت کو ناکافی سمجھا پس اول تو یہی بہت

[۱] خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لاتدع من دون اللہ ما لا ینفعک ولا یضرک فان فعلت فانک اذا من الظالمین یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا اُن کو مت پکارو جو نہ تجکو نفع دے سکیں نہ نقصان اور اگر تو ایسا کرے گا تو اس وقت ظالموں میں سے ہو گا ۱۲۔

[۲] عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احدث فی امرنا ہذا ما لیس منہ فہو رد متفق علیہ ۱۲ مشکوٰۃ شریف صدت

[۳] عن ابراہیم بن میسرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ہدم الاسلام رواہ البیہقی فی شعب الایمان ۱۲۔

بڑا جرم ہے کہ حق تعالیٰ کی تجویز کی ہوئی شریعت کو ناکافی سمجھا پھر اور باتیں جو داخل کیں تو ایک نئی شریعت خود گڑھی یہ دوسرا جرم ہوا سو حاصل یہ ہوا کہ بدعتی حق تعالیٰ کا مقابلہ کرتا ہے اور اس کی برابری کا مدعی ہے لہٰذا سخت گمراہ ہے اگرچہ بظاہر اپنا مطیع اور فرماں بردار ہونا ظاہر کرتا ہے پھر چونکہ بدعت عبادت کا رنگ لئے ہوئے ہے یعنی بدعت کا مرتکب اُس کو عبادت سمجھتا ہے اور ذریعۂ قربِ خداوندی خیال کرتا ہے اس لئے ایسے شخص کو توبہ بھی نصیب نہیں ہوتی کیونکہ توبہ تو گنہگار کیا کرتا ہے اور بدعتی اپنے کو گنہگار نہیں سمجھتا[1] بلکہ وہ اپنے کو تابعدار سمجھتا ہے پھر وہ توبہ کیوں کرے پس یہ گناہ نہایت بیجا ہے حق تعالیٰ پناہ دے اور سیدھی راہ دکھاوے اور گناہوں میں اتنا تو ہے کہ اُن کا مرتکب اپنے کو ذلیل اور نافرمان جانتا ہے اور جب اس کو توفیق ہوتی ہے تو فوراً توبہ بھی کر لیتا ہے پس مسلمانوں کو ایسے سخت گناہ سے بہت بڑا پرہیز چاہیے اور اس گناہ کی ظاہری چمک دمک جو عبادت کا رنگ لئے ہے اس کی طرف ہرگز توجہ نہ کریں۔ ایک بزرگ رح کی حکایت ہے جو صاحبِ کشف تھے کہ ان کا ایک قبرستان پر گذر ہوا اور انھوں نے دو مُردوں کو عذاب میں مبتلا پایا ان کے لئے مغفرت کی دُعا کی جب اپنی جگہ جاکر وہاں سے پھر اسی راستے سے لوٹے تو دیکھا کہ وہ دُعا ایک مُردے کے حق میں کافی ہوگئی اور اس کا عذاب موقوف ہوگیا اور دوسرے شخص کا عذاب موقوف نہ ہوا حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ یا اللہ اس کی کیا وجہ ہوئی کہ ایک مسلمان کے حق میں میری دعا مُؤثر ہوئی اور دوسرے کے حق میں غیر مُؤثر الہام ہوا کہ یہ شخص بدعتی ہے (حق تعالیٰ سے نہایت عاجزی سے دعا کرنی چاہیے کہ ہم سب کو اپنی اطاعت اور اتباعِ سنت کی توفیق دے +

حدیث میں[2] ہے کہ بہت زیادہ غصہ حق تعالیٰ کا تین شخصوں پر ہوتا ہے پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سب کا ذکر کیا جن میں اس شخص کا بھی ذکر کیا جو اسلام میں جاہلیت کا طریقہ اختیار کرے (یعنی جو رسمیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی ہونے سے پہلے عرب میں برتی جاتی تھیں ان کا برتنے والا اور اسی طرح

[1] وفی روایۃ احمد وانہ سیخرج فی امتی اقوام تتجاری بہم تلک الاہواء کما یتجاری الکلب بصاحبہ لا یبقی عرق ولا مفصل الا دخلہ ۱۲ مشکوٰۃ شریف ص ۳۰

[2] عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابغض الناس الی اللہ ثلثۃ ملحد فی الحرم ومبتغ فی الاسلام سنۃ الجاہلیۃ ومطلب دم امرئ مسلم بغیر حق لیہریق دمہ رواہ البخاری ۱۲۔

تمام واہیات رسمیں اور غیر قوموں کے طریقے اختیار کرنے والے پر حق تعالیٰ کا سخت غصہ نازل ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ کے ادنیٰ غضب کی بھی تاب نہیں ہو سکتی تو اعلیٰ درجہ کا غصہ اور عذاب کون برداشت کر سکتا ہے)

حدیث :- میں[۱] ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی کام کیا اور دوسرے لوگوں کو بھی اس کے کرنے کی اجازت[۲] عطا فرمائی سو ایک قوم نے اس کام کو نہیں کیا اور اس کے کرنے سے پرہیز کیا (اور یہ سمجھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گو اس کے کرنے کی اجازت دیدی ہے مگر بہتر اس کام کا نہ کرنا ہی ہے اور خود آپ نے اس فعل کو بیان جواز کے واسطے کیا ہے تاکہ لوگ اچھی طرح سمجھ لیں .... کہ یہ فعل جائز ہے جس کی آپ نے قولاً و فعلاً ہر طرح سے اجازت مرحمت فرما دی مگر چونکہ یہ سمجھنا محض اپنی رائے سے تھا اور کوئی شرعی دلیل اس پر قائم نہ تھی اس لئے مذموم شمار کیا گیا) پس آپ نے خطبہ پڑھا اور اللہ پاک کی حمد کی پھر فرمایا کیا حال ہے (یعنی بُرا حال ہے) اُن قوموں کا جو ایسا کام کرنے سے بچتے ہیں جس کو میں (خود) کرتا ہوں پس (اگر وہ خدا تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے ایسا کرتے ہیں تو) میں اُن لوگوں سے بہت زیادہ اللہ تعالیٰ (اور اس کے عذاب) کو جانتا ہوں اور اُن لوگوں سے بہت زیادہ خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہوں (سو جب یہ حالت ہے تو یہ لوگ کیوں میرے خلاف کرتے ہیں یعنی عذاب کا مجھے ان سے زیادہ خوف ہے اور اُن سے زیادہ اُس سے بچنے کا اہتمام بھی کرتا ہوں پس مجھ سے کسی امر میں زیادتی کرنا اُن کو ہرگز نہ چاہیے صاحبو! ذرا غور کرو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بات دین کی رنہ تھی اس کو دین کا سمجھنے اور اپنی مخالفت کرنے پر کس قدر عتاب و انکار فرمایا حالانکہ صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے عاشق تھے اور آپ کی سنت پر بہت بڑے عمل کرنے والے تھے مگر چونکہ انھوں نے اس حکم کے سمجھنے میں غور سے کام نہیں لیا اس وجہ سے اُن پر یہ

ع بخاری و مسلم ۱۲

[۱] عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت صنع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیئاً فرخص فیہ فتنزہ عنہ قوم فبلغ ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخطب فحمد اللہ ثم قال ما بال اقوام یتنزہون عن الشئ اصنعہ فواللہ انی لاعلمہم باللہ واشدہم لہ خشیۃ متفق علیہ ۱۲ مشکوٰۃ ص ۲۷

[۲] اور اسی کے قریب قریب حدیث ہے کہ تین آدمیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں سے دریافت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کیا ہے انھوں نے بیان کیا تو لوگوں نے اس کو کم جانا اور کہنے لگے کہ حضور تو حضور ہی ہیں ان کے گناہ بھی بخش دیئے گئے ہیں اس لئے ایک بولا کہ میں تو ہمیشہ رات بھر عبادت کیا کروں گا دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزہ رکھا کروں گا تیسرے نے کہا کہ میں کبھی نکاح نہ کروں گا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے فرمایا کہ یاد رکھو میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں لیکن روزہ بھی رکھتا ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں سوتا بھی ہوں نکاح بھی کرتا ہوں پس جو میری سنت سے ہٹے گا وہ مجھ سے نہیں ۱۲ مشکوٰۃ ص ۲۷

عتاب کیا گیا اور ہم لوگ تو کس شمار میں ہیں نہ ہم کو اُس درجہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت میسر ہے اور نہ اُس درجہ کی اطاعت حاصل ہے پھر ہم تو ایسے افعال کرنے میں اور زیادہ غصہ وعتاب کے مستحق ہوں گے اس لئے کہ ہماری نیت اس قدر اچھی نہیں ہوتی ہے جیسی کہ صحابہؓ کی نیت ہوتی تھی اللہ تعالیٰ حفاظت فرماویں اور خصوصاً جب کہ ایسے کام کرنے میں کوئی دنیاوی غرض بھی ہو تب تو بدعت کا گناہ نہایت ہی سخت ہو گا اور اس زمانہ میں بہت سی ایسی ہی رسمیں پھیل گئی ہیں جن کو لالچ اور طمع کی وجہ سے لوگ عبادت کے رنگ میں ادا کرتے ہیں۔ ان سب سے بہت ہی پرہیز کرنا چاہیئے اور ان کے جاری ہونے میں جو کچھ لوگوں کے منافع ہیں حق تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اُن سب کو چھوڑنا چاہیئے جس کی حق تعالیٰ پر نظر ہوتی ہے اللہ تعالیٰ خود اس کی حاجت روائی کر دیتے ہیں خوب سمجھ لو۔

حدیث: میں ہے کہ جو شخص ہدایت کی جانب بُلا دے (یعنی نیک کام کی راہ تبلادے) تو اس کو ان سب لوگوں کے عمل کی برابر ثواب ملے گا جو اس کے کہنے سے وہ نیک کام کریں گے اور اُن لوگوں کے ثواب میں کچھ کمی نہ کی جاوے گی (یعنی ان کے عمل کا تو جتنا ثواب ہے وہ اُن کو ملے ہی گا ہدایت کرنے والے کو اس ہدایت کرنے کا ثواب اس قدر ملے گا جتنا کہ ان سب عمل کرنے والوں کے عمل کا ثواب ہے ان لوگوں کے ثواب میں سے کمی کر کے ہدایت کرنے والے کو ثواب نہ دیا جاوے گا بلکہ چونکہ یہ نیک کام کرنے کا باعث ہو گیا ہے اس وجہ سے اس کو جداگانہ ثواب ملے گا) اور جو گمراہی کا راستہ تبلادے تو اس پر اُن سب لوگوں کے اعمال کا وبال پڑے گا جو اس شخص کے کہنے سے اور تبلانے سے بُرا کام کریں گے اور خود ان لوگوں کے گناہوں میں کمی نہ کی جاوے گی (یعنی جنھوں نے اس کے کہنے سے اور تبلانے سے گناہ کیا ہے اُن کو تو اس بُرے کام کرنے کی پوری پوری سزا ملے گی کچھ کمی نہ ہوگی اور گمراہ کرنے والے کو ان سب گناہ کرنے والوں کی برابر عذاب ہو گا اس لئے کہ اس نے ہی تو گناہ کرایا اس طرح کہ یہ گناہ کا سبب ہو گیا اور گناہ کا سبب ہونا بھی گناہ ہے

[۱] وعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من دعا الی ہدی کان لہ من الاجر مثل اجور من تبعہ لا ینقص ذلک من اجورہم شیئا ومن دعا الی ضلالۃ کان علیہ من الاثم مثل آثام من تبعہ لا ینقص ذلک من آثامہم شیئا رواہ مسلم ۲ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۹۔

جس طرح کہ نیکی کا سبب ہونا نیکی ہے بغور کرو کہ اپنے گناہ کا وبال اور عذاب اس قدر ہوگا کہ برداشت نہ ہوسکے گی پھر دوسرے لوگوں کے گناہ کا وبال اور خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ وہ دوسرے لوگ کس قدر ہوں گے کیونکر برداشت کرے گا ایسی باتیں ہرگز نہ جاری کرنی چاہئیں اور ایسی رسموں کو کبھی رواج دینا چاہیے جن سے اپنے کرنے کا بھی گناہ ہو اور اپنی دیکھا دیکھی جو اور لوگ عمل کریں اُن کا بھی وبال بھگتنا پڑے ہاں نیک کام خود بھی کرو اور دوسروں کو بھی رغبت دلاؤ اپنے کرنے کا ثواب ہوئے گا دوسرے لوگوں کے رغبت دلانے کا بھی بہت بڑا ثواب ملے گا کیونکہ خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ قیامت تک کس قدر لوگ تمہاری دیکھا دیکھی وہ نیک کام کریں گے جس کو تم نے کیا ہے)

حضرت عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ ایک روز ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی پھر آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ہم کو ایسی نصیحت فرمائی جس نے اثر بھی کیا (یعنی بہت عمدہ طریق سے وعظ فرمایا جو مؤثر ہوا اور) جس سے بہت رقت ہوئی اور کثرت سے آنسو جاری ہوئے اور دلوں پر خوف طاری ہوا پھر ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ نصیحت تو ایسی ہے کہ جیسا کہ کوئی رخصت کرنے والا رخصت ہونے والوں کو) نصیحت کرتا ہے (ایسی حالت میں جہاں تک ہوسکتا ہے خوب اچھی طرح نصیحت کرتا ہے کہ خدا جانے اب ملنا میسر ہو یا نہ ہو......... ان صاحب کو یہ خیال ہوا کہ شاید آپ عالم آخرت میں عنقریب تشریف لے جانے والے ہیں اور اسی وجہ سے اس قدر اہتمام سے نصیحت فرماتے ہیں تو اور بھی جو مفید باتیں ہوں معلوم ہو جاویں تو اچھا ہے کیونکہ پھر تو اس مقصود کے حاصل ہونے کی امید نہیں سو اس وجہ سے ان صاحب نے کہا کہ ہم کو (اور بھی کچھ) وصیت فرمائیے (جو آپ کے بعد دارین میں کام آوے کیونکہ پھر ایسا بتلانے والا کہاں میسر ہوگا) آپ نے فرمایا میں تم کو وصیت کرتا ہوں اور حکم دیتا ہوں (اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا (جو ساری نیکیوں اور فلاح دارین کی جڑ ہے) اور حکم سننے اور اطاعت کرنے خلفاء کا (یعنی جو تم پر مسلمان حاکم

ـــــــ

لہ وعنہ قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم ثم اقبل علینا بوجہہ فوعظنا موعظۃ بلیغۃ ذرفت منہا العیون ووجلت منہا القلوب فقال رجل یا رسول اللہ کان ہذہ موعظۃ مودع فاوصنا فقال اوصیکم بتقوی اللہ والسمع والطاعۃ وان کان عبدا حبشیا فانہ من یعش منکم بعدی فسیری اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین تمسکوا بہا وعضوا علیہا بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ رواہ احمد وابو داؤد والترمذی وابن ماجۃ الا انہما لم یذکرا الصلوٰۃ ۱۲ مشکوٰۃ شریف صـ۳۰

اور بادشاہ ہو اُن کی اطاعت کرنا جب تک کہ شریعت کے موافق حکم کریں) اگرچہ وہ حاکم حبشی غلام ہی ہو اور ان امور کے اہتمام کی وصیت اس لئے کرتا ہوں کہ جو شخص میرے بعد تم میں سے زندہ رہے گا تو بہت سے اختلاف دیکھے گا (یعنی لوگوں کی حالت بدل جاوے گی نئی نئی باتیں پیدا ہو جاویں گی اور فتنے برپا ہوں گے تو ایسے وقت میں تقویٰ اور اتحاد کی نہایت ضرورت ہے کہ جب خدا تعالیٰ کا خوف ہوگا تو ناحق پر عمل کرنے سے بچے گا اور اتحاد کی وجہ سے باہم مسلمانوں میں پھوٹ نہ پڑے گی اور جب بادشاہ کی مخالفت کی جاتی ہے تو باہم مسلمانوں میں اتحاد نہیں رہتا پس صورت اتحاد کی یہی ہے کہ حاکم کی اطاعت کی جاوے اب تقویٰ کا طریق فرماتے ہیں) پس تم لازم رکھنا اپنے اوپر میرے طریقہ کی تابعداری اور خلفاء راشدین کے طریقہ کی تابعداری کو اور خوب مضبوط پکڑے رہنا اس طریقہ کو اور بچتے رہنا دین میں نئی باتوں کے جاری کرنے سے) اس لئے کہ ہر نئی بات دین میں پیدا کرنا بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے (اور ظاہر ہے کہ گمراہی شیطان کا راستہ اور دوزخ میں لے جانے والی اور دُنیا کی بھی تباہ کرنے والی چیز ہے اس حدیث میں جناب رسول اللہ علیہ وسلم نے بدعت اور اختلافات سے بچانے کا اہتمام فرمایا ہے اور بچنے کا طریقہ بھی تبلا دیا ہے اور وہ آپ کی اور آپ کے خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنا ہے لہٰذا مسلمانوں کو چاہیئے کہ ہر کام میں خواہ دنیا کا ہو یا دین کا ہو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو اختیار کریں اور رسموں کی پابندی ہرگز نہ کریں اور برادری[2] اور کنبے والوں کی ناراضی کی ہرگز پروانہ کریں اللہ پاک کا حق سب سے زیادہ مقدم ہے اور ہر طرح کا نفع اور ضرر سب اُسی کے قبضے میں ہے لہٰذا جس سے وہ راضی ہوگا اس کو کسی کی حاجت نہیں اور جس سے وہ ناراض ہے اس کی کوئی دستگیری نہیں کر سکتا لوگوں کے دل بھی اُسی کے قبضے میں ہیں جس کو جس سے چاہے ناراض کر دے اور جس کو جس سے چاہے راضی کر دے اور بڑی ذلت اور بے شرمی کی بات ہے کہ اپنی مثل ناچیز مخلوق کی تابعداری گوارا کرے اور

[1] احمد ترمذی وغیرہ ہما ۱۲

[2] کنبہ اور برادری کے لوگ بہت مشکل سے آدمی کو چھوڑتے ہیں نرمی سے سختی سے آدمی کو رسوم کی شرکت پر مجبور کر دیتے ہیں لہٰذا ہوشیار آدمی وہ ہے کہ کسی طرح ان کے پھندے میں نہ پھنسے ہمیشہ بے لاگ اور بے لوث زندگی بسر کرے اور یاد رکھے کہ ہمیشہ خدا کے لشکر کو غلبہ ہوتا ہے مگر ایمان اور نیت کا ٹھیک ہونا شرط ہے خدا تعالیٰ فرما چکا ہے کہ وان جندنا لہم الغالبون بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ ان کو برادری سے الگ ہونے کی جرأت نہیں ہوتی حالانکہ ان کی برائیوں کو برائی جانتے ہوتے ہیں یہ بات ٹھیک نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی بات میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کرنا چاہیئے خدا تعالیٰ اپنے بندوں کا آپ معین ہے ۱۲ محشی غفرلہٗ۔

مالک حقیقی کے حکم کی پرواہ نہ کرے افسوس لوگوں میں عقل بھی نہیں رہی) **امام احمد** رحمۃ اللہ علیہ نے عمدہ سند سے روایت کی ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کوئی قوم کسی بدعت کو جاری کرتی ہے تو ویسے ہی ایک سنت (پرعمل کی توفیق) جاتی رہتی ہے (اور جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ بدعت کی علاوہ اُس کے گناہ ہونے کے یہ بھی نحوست ہے کہ اُس کے سبب سے سنت پر عمل کرنے کی توفیق نہیں رہتی) تو معمولی سنت پر عمل کرنا بہتر ہے عظیم الشان بدعت نکالنے سے (اس لئے کہ معمولی درجہ کی سنت پر عمل کرنے سے بہت بڑا ثواب ملتا ہے اور بہت بڑی بدعت بھی اگر جاری کرے تو بجز عذاب دردناک کے اور کچھ حاصل نہیں پس سنت کا اختیار کرنا بہرحال بہتر ہے اگرچہ وہ سنت معمولی ہی درجہ کی ہو مثلاً سنت کے موافق استنجا کرنا وغیرہ اور بدعت کسی حال میں نافع اور بہتر نہیں اگرچہ اس کے اہتمام میں کیسی ہی مشقت اُٹھائی جاوے اور جب عظیم الشان بدعت نکالنے میں کوئی بھلائی نہیں تو معمولی درجہ کے اہتمام بدعت میں کیا بھلائی ہوتی حاصل یہ ہے کہ چھوٹی بڑی بدعتیں سب دین و دُنیا کی بربادی کا باعث ہیں اور سنت پر عمل کرنا ہر حال میں ثواب کا باعث ہے)

حدیث - میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جو شخص تعظیم کرے اہل بدعت کی وہ اسلام کے گرانے کی مدد کرتا ہے اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے مطلب یہ ہے کہ بدعتی چونکہ طریقہ سنت کے خلاف عمل درآمد کرتا ہے جو دین اسلام کے ضعف کا سبب ہے پس جو شخص ایسے شخص کی تعظیم کرے تو وہ بھی اس کا مددگار ہے اور گناہ کی مدد کرنا گناہ ہے سو وہ بھی گناہگار ہوا اور بدعتی کی تعظیم کرنا گناہ پر مدد کرنے میں اس لئے شمار کیا گیا کہ اگر ایسے شخص کی توہین کی جاتی اور اس سے قطع تعلق کیا جاتا

ل عن غضیف ابن الحارث الثمالی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما احدث قوم بدعۃ الا رفع مثلہا من السنۃ فتمسک بسنۃ خیر من احداث بدعۃ رواہ احمد ۱۲ مشکوٰۃ شریف صا۳۱

ل وعن ابراہیم ابن میسرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ہدم الاسلام رواہ البیہقی فی شعب الایمان مرسلا ۱۲ مشکوٰۃ شریف صا۳۱

عہ ہذا التقریر مستفاد من المرقاۃ مع زیادۃ قلیلہ وعندی محصل الحدیث آخر وھو ان المبتدع لما احدث بدعۃ جعلہ عبادۃ والسنۃ لم یجعلہا عبادۃ فخالف السنۃ ارتفعت وہذا ظاہر لطیف واللہ اعلم۔

تو امید تھی کہ وہ اپنی حرکت سے باز آجاتا اور اسلام کو اس سے ضرر نہ ہوتا اور جب اس کی تعظیم کی گئی تو اس کو اس کی حالت پر برقرار رکھا گیا جو ضعف اسلام کا باعث ہے اور گناہ ہے لہذا گناہ پر مدد کرنا ثابت ہوگیا۔ دوسرے یہ کہ بدعتی دشمن ہے خدا تعالیٰ کا اور خدا تعالیٰ کے دشمن کی تعظیم شریعت میں منع ہے تو جو شخص خداوند تعالیٰ کے دشمن کی تعظیم کرے گا گویا اس نے اسلام کی وقعت نہیں سمجھی جب تو اس کے حکم کی مخالفت کی اور یہ وجہ اگرچہ سب گناہوں میں جاری ہے مگر بدعت میں خصوصیت کے ساتھ جاری ہے اس لئے کہ اس کا بہت بڑا گناہ ہونا اور اس سے ضرر عظیم برپا ہونا پہلے مذکور ہو چکا ہے؛

حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص میری سنت پر عمل کرے اس زمانہ میں جب کہ میری امت میں فساد پھیلے (یعنی بدعتیں جاری ہوویں اور جہالت پھیل جاوے) تو اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا اس حدیث کو بیہقی نے روایت کیا ہے (لہٰذا مسلمان کو ایسے عمدہ عمل سے ہرگز نہ رکنا چاہیئے تاکہ اس قدر ثواب عظیم سے محروم نہ رہے اور چونکہ اس زمانہ میں سخت مخالفت سنت کی ہو رہی ہے۔ پس اس ثواب کو ضرور حاصل کرنا چاہیئے اس طرح کہ خود بھی سنت پر عمل کرے اور دوسروں کو بھی رغبت دلا دے مگر لڑائی جھگڑے سے بہت بچنا چاہیئے جہاں کوئی فتنہ محتمل ہو؛ ہاں فقط خود عمل کرے اور دوسروں سے کچھ نہ کہے اور جہاں کوئی فتنہ نہ ہو دوسروں کو بھی خوب رغبت دلا دے فقط؛

تَمَّت

[1] وعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مأتہ شہید رواہ البیہقی فی کتاب الزہد لہ من حدیث ابن عباس ۱۲ قالہ الشیخ جزری ۱۲ مشکوٰۃ شریف صفحہ

[2] کیونکہ قرآن شریف میں ارشاد فرمایا ہے کہ والفتنۃ اشد من القتل اور دوسری جگہ ارشاد ہے وجادلہم بالتی ہی احسن اور اس سے پہلے فرمایا ہے کہ عظم موعظۃ حسنۃ ۱۲ اور عقل میں بھی آتا ہے کہ لڑائی جھگڑے کی صورت میں ان لوگوں کا نصیحت کی طرف مائل ہونا بھی محال ہو جائے گا مدت رہے گی ملاقات باقی ہوگی تو نصیحت کا موقع مل سکے گا ۱۲۔

ضمیمہ ثانیہ حصہ ششم[1] بہشتی زیور مسماۃ بہ بہترین جہیز

دیباچہ از حضرت اقدس اشرف العلماء مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ العالی

احقر اشرف علی عفی عنہ مظہر مدعا ہے کہ جس زمانہ میں رسالہ اصلاح النساء[عـہ] کی ترتیب ہو رہی تھی ایک مضمون عورتوں کے لئے نہایت مفید جو حضرت مولانا عبدالحق صاحب متوطن پور قاضی وکیل ریاست رتلام و ممبر مدرسہ عالیہ دیوبند مد فیضہم کا لکھا ہوا تھا نظر سے گذرا جس کے لکھے جانے کی وجہ مولانا کے صاحبزادے نے تمہید میں ظاہر کی ہے اس کو دیکھکر بیساختہ[1] تمنا اس کے اشاعت کی ہوئی چنانچہ اس کی تقریظ[2] میں بھی احقیر نے اس تمنا کو ظاہر کیا ہے مولانا موصوف نے اس کی ایک نقل مع اجازت اشاعت[3] مجھ کو عطا فرمائی اس اثناء[4] میں رسالہ اصلاح النساء[5] طبع ہو کر شائع ہونے کو تھا مناسب معلوم ہوا کہ اس مضمون کو رسالہ مذکورہ کا ضمیمہ[6] بنا دیا جائے مولانا نے لقب اس کا بہترین جہیز[7] رکھا ہے اس میں باستثناء چند خاص مواقع کے کہ خاص حالات کے اعتبار سے ان میں خاص خطاب ہے باقی سب مضامین مفید عام ہیں اول تمہید پھر وہ مضمون اور مضمون کے آخر میں میری تقریظ ہے اللہ تعالیٰ اس کو نافع اور جہل کا دافع بنا دے۔ تحریر تاریخ ۳ ربیع الثانی ۱۳۳۰ھ ہجری

تمہید از جانب نذر الحق صاحب ابن مصنف رسالہ ہذا (مولوی عبدالحق صاحب)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۵

بعد حمد جناب الٰہی جل جلالہ و نعت حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم: بندہ احقر

عـہ جو اس مرتبہ حصہ ہشتم کا ضمیمہ ثانیہ بنایا بنایا گیا ہے ۱۲ شبیر علی۔

[1] بیساختہ یعنی بغیر بناوٹ اور تکلف کے ۱۲۔
[2] تقریظ یعنی تصدیق اور اس بات کا ٹھیک ہونا بیان کرنا ۱۲۔
[3] اشاعت کے معنی شائع اور مشہور کرنا اور اس زمانہ میں چھاپنا مراد ہوتا ہے ۱۲
[4] اثناء کے معنی درمیان کے ہیں ۱۲
[5] یعنی عورتوں کی درستی ۱۲
[6] ضمیمہ وہ مضمون جو کسی رسالہ یا کتاب یا کسی بڑے مضمون کے پیچھے لگا دیا جائے ۱۲
[7] جہیز وہ سامان جو لڑکی کو بوقت رخصت ماں باپ دیتے ہیں ۱۲ محشی غفرلہ۔

نذرالحق عفا اللہ عنہ سیئاتہ گذارش کرتا ہے کہ میرے والد ماجد جناب مولانا مولوی سیّدی عبدالحق صاحب مدظلہ العالی نے میری ہمشیرۂ عزیزہ[1] سلمہا اللہ[2] تعالیٰ کے عقد[3] نکاح کے وقت جو کہ طریق سنت پر کیا گیا تھا چند ہدایتیں بوقتِ رخصت عزیزۂ مسطورہ[4] کو لکھکر دیں کہ جن پر عمل کرنے سے زندگی دنیا میں آرام اور آخرت میں نجات اور راحتِ دوام ہو میں نے یہ خیال کر کے کہ یہ لڑکیوں اور عورتوں کے واسطے دین اور دُنیا کے لئے بہت مفید ہے عرض کی کہ اس کی چند نقلیں اپنے اور رشتہ داروں کی لڑکیوں اور مستورات[5] میں تقسیم کردی جاویں تو بہت بہتر ہے اس کے بعد یہ تحریر حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ وعم فیضہ کی نظر اشرف سے گذری ان کی رائے عالی میں اس کی اشاعت مناسب معلوم ہوئی اس لئے جناب مخدوم نے اُس کی اشاعت کی اجازت دی۔

میرے علم میں یہ پہلی مثال ہندوستان میں ہے جو کسی لڑکی کے جہیز کے ساتھ اس قسم کی نافع تحریر دی گئی ہو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اس سے مسلمان لڑکیوں اور عورتوں کو دینی اور دنیوی فائدہ پہونچاوے۔ کتبہ احقر نذرالحق عفی عنہ

	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵	
	بہترین جہیز	

حامداً ومصلیاً۔ پیاری دختر لختِ جگر اسعدک[عہ] اللہ تعالیٰ فی الدارین متفاولاً باسمکِ المیمون[عہ] ۵

ابھی تک تم اپنی مادر مشفقہ اور اپنے مہربان والد کے سایۂ عاطفت[6] میں پرورش پاتی رہی ہو تمھارے والدین تمھارے آرام و راحت کو ہر چیز پر مقدم سمجھتے رہے ہیں تمھاری تعلیم و تربیت و درستی اخلاق ہر قسم کی بہبودی کے ذمہ دار تھے آج سے تم ایک

[1] یعنی پیاری بہن ۱۲
[2] سلمہا اللہ یعنی خدا تعالیٰ اوس کو صحیح وسالم رکھے ۱۲
[3] عقد کے معنے بندش کے ہیں نکاح کی بندش مراد ہے ایسے ہی بیع وغیرہ کو بھی عقد بولتے ہیں ۱۲
[4] مسطورہ یعنی ذکر کی ہوئی یعنی جس کا بیان پہلے گذرا ۱۲
[5] مستورات مستورہ کی جمع ہے جس کے معنے چھپی ہوئی کے ہیں اسی لئے عورتوں کو مستورات کہتے ہیں کہ وہ پردہ میں رہتی ہیں ۱۲
[6] عاطفت کے معنے مہربان ہونے کے ہیں یعنی اپنے مہربان باپ کی مہربانی کے سایہ میں پلتی رہو ۱۲

عہ اسعدی بیگم نام ہونے کی وجہ سے اور مناسب تھا کہ بجائے لفظ میموں کے مسعود ہوتا۔ از فیہ ما فیہ ۱۲ م

عہ لفظ میموں کے بجائے لفظ مسعود ہوتا ۱۲ از فیہ ما فیہ۔

نئی دنیا میں قدم رکھتی ہو جہاں تمہارے تمام اخلاق وعادات اور حرکات[1] وسکنات کی ذمہ داری خود تم پر عائد ہوگی اس لئے میں چند ہدایتیں تم کو کرتا ہوں کہ اگر تم اُن پر کاربند ہوگی تو انشاء اللہ تعالیٰ دین اور دنیا کی کامیابی تم کو نصیب ہوگی، وہ ہدایتیں یہ ہیں :-

سب[۱] سے مقدم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہے اس کا ہمیشہ دل سے خیال رکھو خداوند تعالیٰ اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اگر کوئی کہے کہنے والا خواہ کوئی ہو اس کا کہنا ہرگز مت مانو دیکھو ماں باپ کی اطاعت کی قرآن شریف[2] میں حد درجہ کی تاکید آئی ہے اور جنت ماں باپ کے قدموں کے نیچے ہے لیکن خداوند تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف اگر ماں باپ بھی کہیں تو ان کا بھی کہنا نہ مانو اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے۔ وان جاھداک علیٰ ان تشرک بی مالیس لک بہ علم فلا تطعھما وصاحبھما فی الدنیا معروفا ۵۔ اور اگر ماں باپ تجھے میرے ساتھ اس چیز کو شریک کرنے پر مجبور کریں جس کا تجھے علم نہیں ہے تو ان کی اطاعت اس بات میں مت کر اور دنیا میں ان کے ساتھ سلوک سے پیش آتا رہ۔

ہم نے جو چہل حدیث[3] تمہارے واسطے تالیف کی ہے اور اسے تم نے مع ترجمہ یاد بھی کرلیا ہے اس میں یہ حدیث ہے لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہ چاہیے۔ بس جب تمہیں تہ دل سے طاعت کرنے کا خیال رہے گا تو جو احکام خداوندی ہیں تم خود بخود اُن کی پابند رہوگی شرائع اور احکام الٰہی بہت ہیں جن کی کسی قدر تفصیل تم نے دینی رسالوں خصوص بہشتی زیور میں پڑھی ہے اُن سب کے یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں ہے البتہ ان میں جو نہایت اہم ہیں ان کا ذکر اختصار کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

بعد اعتقاد[۲] توحید الٰہی ورسالت رسالت پناہی محمد مصطفےٰ[۳] صلی اللہ علیہ وسلم کے جو چیز نہایت اہم اور قرآن شریف میں جابجا اس کی تاکید آئی ہے وہ نماز[4] ہے، نماز

---

[1] حرکات حرکتوں کو کہتے ہیں اور سکنات اس کی ضد ہے ۱۲

[2] خدا تعالیٰ نے فرمایا وقضیٰ ربک الا تعبدوا الا اللہ وبالوالدین احسانا یعنی خدا تعالےٰ نے حکم فرمادیا یا فیصلہ کردیا ہے کہ سوائے خدا تعالیٰ کے اور کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو ۱۲

[3] چہل حدیث سے مراد چالیس حدیثیں جو اکثر علماء کی لکھی ہوئی ہیں کیونکہ چالیس حدیثیں یاد کرلینے کی حدیث میں بڑی فضیلت آئی ہے ۱۲

[4] مثلاً ارشاد فرمایا ھدی للمتقین الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ یعنی یہ قرآن شریف ہدایت دینے والا ہے ان لوگوں کو جو متقی ہیں اور وہ کہ غیب پر ایمان لائے ہیں اور نماز کو قائم رکھتے ہیں ۱۲ محشے غفرلہٗ۔

اسلام کا ایسا رکن اور فرض اہم ہے کہ عاقل بالغ سے یہ کسی وقت ساقط نہیں ہوتا پس نماز پنجگانہ نہایت پابندی کے ساتھ ہمیشہ وقت پر سفر و حضر میں برابر ادا کرتی رہو اکثر مستورات پابند نماز کی ہونے پر بھی سفر کی حالت میں زیادہ اہتمام نماز کا نہیں رکھتیں اس کا تم خیال رکھو کہ سفر میں بھی تمھاری نماز قضا نہ ہو سفر یا ریل کا ہوتا ہے یا گاڑی بہلی کا ہوتا ہے اگر گاڑی بہلی کا سفر ہے تو وہ اپنے اختیار کی سواری ہے جنگل میں ٹھہرا دو اور ایک طرف ہو کر برقع یا بڑی چادر سے نماز پڑھ لو اگر وضو نہیں ہے تو وضو بھی گاڑی بہلی کی آڑ میں ہو سکتا ہے اور اگر ریل کی سواری ہے اور تم ایسی گاڑی میں سوار ہو جو مستورات کے لئے مخصوص ہے تو اس میں تم کو جبکہ تم نے پورا عزم[1] نماز پڑھنے کا کر لیا ہے گو کیسی ہی کشمکش[2] ہو نماز پڑھنے کی جگہ مل جاوے گی ریل اتنی دیر اکثر اسٹیشنوں پر ٹھہرتی ہے کہ دو یا تین رکعت نماز پڑھ لی جاوے کیونکہ سفر شرعی میں یا دو رکعت نماز فرض ہے یا تین رکعت پس اس قدر مہلت ضرور مل جاتی ہے۔ اگر سنن و نوافل مذکورہ بالا سفر میں نہ ہو سکیں تو کچھ مضائقہ نہیں مگر فرض[3] و واجب سفر کی حالت میں بھی نہ چھوڑو۔ اور اگر تم ایسی گاڑی میں سوار نہیں ہو جو عورتوں کے لئے مخصوص ہو تو ایسی حالت میں ضرور ہے کہ تمھارا شوہر یا محرم[4] تمھارے پاس بیٹھا ہو گا وہ ضرور تمھارا کفیل کار[5] ہو گا غرض عزم بالجزم کے سامنے کوئی روک نہیں ہے جو نہایت مضبوطی کے ساتھ نماز کا پابند ہو گا خواہ عورت ہو یا مرد سفر میں بھی نماز ادا کرے گا ریل کی سواری گو اختیاری سواری نہیں ہے مگر ترک نماز کے واسطے ہر گز عذر نہیں ہے۔ ہم بہت خوش ہیں کہ تم نماز بہت اطمینان کے ساتھ جس میں پورے طور سے تعدیل ارکان ہوتی ہے ادا

[1] عزم کے معنی پختہ ارادہ کے ہیں ۱۲
[2] کشمکش کے معنی یعنی سواریوں کی زیادتی کے باعث ایک دوسرے کی کھینچ تان ۱۲
[3] فرض تو ظاہر ہے اور واجب جیسے وتر کی نماز ۱۲
[4] کیونکہ بلا محرم شرعی سفر کرنا شریعت میں درست ہی نہیں علاوہ ازیں عرف میں بھی شریف عورتوں کا مردانی گاڑی میں بغیر کسی محرم کے بیٹھنا عیب سمجھا جاتا ہے ۱۲
[5] کفیل کار یعنی کام کا ذمہ دار ۱۲

عہ اور چلتی ریل میں بھی درست ہے ۱۲ عہ اسی طرح فجر کی سُنت ۱۲ سے جس سفر میں نماز کا قصر لازم ہے عورت کے ساتھ اس کے محرم یا شوہر کا ہونا ضرور ہے محرم وہ شخص ہے جس کے ساتھ کبھی نکاح جائز نہیں ہے جیسے باپ حقیقی بھائی۔ چچا۔ بیٹا وغیرہ اور جس شخص کے ساتھ ایک حالت میں نکاح ناجائز اور دوسری حالت میں جائز ہے اس کے ساتھ عورت کو سفر جائز نہیں ہے مثلاً بہن یا خالہ کا خاوند کیونکہ ایسے شخص کے ساتھ اسی وقت تک نکاح ناجائز ہے جب تک کہ بہن یا خالہ اُس شخص کے نکاح میں ہیں ۱۲ م

کرتی ہو اللہ تعالیٰ تم کو مزید توفیق[1] حسنات عنایت فرماوے۔ فرائض کے سوائے سنن[2] موکدہ کا التزام بھی رکھو اور ہو سکے تو اور سنن و نوافل جو حدیث سے ثابت ہیں پڑھا کرو۔ تہجد کی نماز کا بہت بڑا ثواب ہے اور ہمارے حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ تہجد کی نماز پڑھی ہے اگر کبھی رات میں پڑھنے کا اتفاق نہیں ہوا تو دن میں اس کو پڑھا ہے آپ کی ازواجِ[3] مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن بھی تہجد کی نماز پڑھتی تھیں تہجد کا وقت مقبولیتِ دعا اور نزولِ رحمت کا وقت ہے کسی ایک نماز کے بعد تلاوتِ قرآن شریف بھی کرتی رہو۔ صبح کی نماز کے بعد وقتِ تلاوت مقرر کر رکھو تو اچھا ہے۔ تم نے قرآن شریف اور قرآن شریف کا ترجمہ پڑھا ہے تلاوت کے وقت ترجمہ کا بھی دھیان رکھو اور جہاں سمجھ میں نہ آوے اُسے پوچھ لو یہ نہایت خوشی کی بات ہے کہ تم قرآن شریف پڑھنے میں حروف کو اُن کے مخارج[4] سے ادا کرتی ہو اور عین اور حائے حطی[5] اپنے مخارج سے ادا ہوتے ہیں ورنہ عموماً عورتوں سے قرآن شریف پڑھنے میں مخارج سے حروف ادا نہیں ہوتے حا حطی کی جگہ ہائے ہوز اور عین کی جگہ الف یعنی ہمزہ نکلتا ہے۔ روزہ کی نسبت تمھیں تاکید کرنے کی ضرورت نہیں ہے تم خود علاوہ رمضان[6] شریف

[6] رمضان شریف میں تراویح کا پڑھنا اور اعتکاف کرنا بھی سنت موکدہ ہے سارے شہر میں اگر اعتکاف کوئی بھی نہ کریگا تو ترک سنت کا گناہ سب پر رہے گا اور اگر ایک ہی نے بھی اعتکاف کر لیا تو کسی کے ذمہ ترک سُنت کا گناہ نہ رہے گا اعتکاف کم سے کم تین دن کا کرے اگرچہ بعض اماموں کے نزدیک اس سے کم کا بھی درست ہے اور بہتر تو یہ ہے کہ رمضان کے آخر پورے عشرہ کا اعتکاف کرے رمضان کی بیسویں تاریخ کے دن چھپنے سے ذرا پہلے سے اعتکاف کی نیت سے مرد ایسی مسجد میں داخل ہو جس میں پانچوں وقت جماعت ہوتی ہو اور اگر جامع مسجد ہو تو اور بھی بہتر ہے اور عورت اپنے مکان کے خاص اس گوشہ میں اعتکاف کرے جسکو نماز کیلئے معین کیا ہے بلا ضرورت حاجت انسانی (یعنی پیشاب و پاخانہ وغیرہ) کے اعتکاف کی جگہ سے باہر آنا درست نہیں ہے عید کا چاند دیکھنے کے بعد مرد مسجد سے اور عورت اپنے اعتکاف کی جگہ سے باہر آئے اور اگر عورت کو حیض یا نفاس آجاوے تو اعتکاف کو چھوڑ دے کیونکہ اس حالت میں درست نہیں۔ اور اعتکاف میں مرد سے ہم بستر ہونا اور لپٹنا چمٹنا بھی درست نہیں۔ عورتیں تراویح کی نماز اکثر چھوڑ دیتی ہیں ایسا ہرگز نہ چاہیے عشاء کے فرض اور سنتوں کے بعد بیس رکعت تراویح پڑھے چاہیے دو دو رکعت کی نیت ہر بار باندھے چاہے ۴۔ ۴ رکعت کی جب پوری بیس رکعتیں پڑھ چکے تو وتر پڑھے۔

[1] یعنی زیادہ توفیق اور بہت نیکیوں کی دے ۱۲۔

[2] جیسے ظہر کی چار رکعت سنت فرض کے پہلے اور دو بعد میں اور مغرب میں بعد فرض کے دو دو رکعت ۱۲

[3] ازواج زوج کی جمع ہے اس کے معنی جوڑے کے ہیں مگر اس جگہ بیویاں مراد ہیں اور مطہرات کے معنے پاک کی ہوئی رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے معنے خدا تعالےٰ ان سب سے رضامند رہے ۱۲۔

[4] مخارج مخرج کی جمع ہے یعنی وہ مقامات جہاں سے حروف نکلتے اور ادا ہوتے ہیں چنانچہ بعض حروف حلق سے ادا ہوتے ہیں ان کا مخرج حلق ہے اور بعض ہونٹوں سے ان کا مخرج ہونٹ ہیں اسی طرح دوسروں کو بھی سمجھ لو ۱۲

[5] بڑی حا کو حائے حطی اور چھوٹی ھا کو ہوز کہتے ہیں ۱۲۔

کے اور نفلی روزہ بھی رکھتی ہو جیسا کہ اکثر لڑکیوں کی عادت ہے اور خاص اس بات میں عورتوں کی ہمت مردوں سے زیادہ ہے لیکن کہنے کی ضرورت یہ ہے کہ روزہ کو پاک صاف رکھو غیبت سے تو پرہیز ہر حالت میں ضرور ہے کیونکہ غیبت سخت کبیرہ گناہ ہے اس کے لئے قرآن شریف[1] اور حدیث شریف میں سخت وعید ہے لیکن خاص کر روزہ میں تو بہت زیادہ خیال رکھنا چاہیئے کہ کسی کی غیبت نہ ہو غیبت سے روزہ کا ثواب جاتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ کو ایسے روزہ کی پرواہ نہیں ہے جس میں آدمی جھوٹ اور غیبت وغیرہ میں مبتلا ہو۔

زکوٰۃ فرض[ع] ہے جیسا کہ تم نے دینی رسالوں میں پڑھا ہے اور اس کی شرائط کی تفصیل اور سونے اور چاندی کی مقدار نصاب[2] کا حال اور مصارف زکوٰۃ جن کا ذکر قرآن شریف میں آیا ہے تمھیں معلوم ہیں اس کے اعادہ[3] کی یہاں ضرورت نہیں ہے بات اس میں کہنے کی یہ ہے کہ اکثر عورتوں کو زکوٰۃ کی طرف سے بے پروائی ہوتی ہے اول تو مال ایک عزیز چیز ہے کبھی انسان کا دل اُسے الگ کرنے کو نہیں چاہتا دوسرے سُستی اور لاپروائی سے زکوٰۃ ادا نہیں کی جاتی ہے اس کے ادا کرنے[عہ] کا بہت

ع زکوٰۃ کی طرح صدقۂ فطر کا ادا کرنا بھی ضروری ہے زکوٰۃ فرض اور صدقۂ فطر واجب ہے بعد رمضان کے عید کی صبح کو صدقۂ فطر گیہوں ہو تو نصف صاع اور جَو وغیرہ ادنیٰ درجہ کے اناجوں سے ایک صاع دینا چاہیئے بعض جگہ کا سیر اٹھاسی روپیہ بھر کا ہوتا ہے اس وقت صاع کا وزن تین سیر سوا تین چھٹانک تحقیق کیا گیا ہے مگر احتیاطاً اور رعایۃً پورے سوا تین سیر دیدے یعنی سوا تین چھٹانک کی جگہ پوری ۴ چھٹانک تین سیر پر بڑھائے اور بعض جگہ کا سیر اسی روپے بھر کا ہوتا ہے اس وقت صاع کا وزن ساڑھے تین سیر اور دو روپیہ بھر سے کچھ زائد تحقیق کیا گیا ہے لیکن رعایۃً اور احتیاطاً ساڑھے تین سیر اور پوری ایک چھٹانک دیدے آدھا صاع دینا ہو تو دونوں جگہ کی سیروں کے حساب سے آدھا دیوے اور اگر اس قدر اناج کی قیمت دیدے تو یہ بھی درست ہے ۱۲۔

عہ ادائے زکوٰۃ کے متعلق لوگ بہت غلطیاں کرتے ہیں جنکی تفصیل جناب مولانا مولوی اشرف علی صاحب ظلہ نے رسالہ القاسم میں درج فرمادی ہے منجملہ ان کے ایک یہ غلطی بڑی ہے جس میں اکثر لوگ مبتلا ہیں کہ چاندی کی قیمت روپیہ سے کرتے ہیں اور جس قدر قیمت روپیہ کے اعتبار سے ہوتی ہے اس قیمت کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دیتے ہیں مثلاً چاندی کا زیور سو تولہ ہے اور بوجہ چاندی کے نرخ کے ارزاں ہونے کے سو تولہ چاندی کی قیمت اسی روپیے ہوتے ہیں تو اس قیمت یعنی اسی روپیے کا چالیسواں حصہ دو روپیہ زکوٰۃ ادا کر دیتے ہیں اس طرح زکوٰۃ ادا کرنے سے پوری سو تولہ بھر چاندی کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی پوری زکوٰۃ ادا تب ہوگی جب کہ جس قدر زیور ہے اس کے وزن کے حساب سے چالیسواں حصہ دے اور سہل یہ ہے کہ چاندی کے زیور کو روپیوں سے تول لیا جاوے جتنے روپیہ بھر ہو ان کے حساب سے چالیسواں حصہ دیدے مثلاً اگر زیور تولنے میں سو روپیہ بھر ہوا تو سو روپیہ کا چالیسواں حصہ دیدے یعنی دو روپے آٹھ آنے (۲/۸) علیٰ ہذا زیادہ اور کم کو سمجھ لو ۱۲۔

[1] قرآن شریف میں تو یہ فرمایا ہے کہ جو مسلمان کسی مسلمان کی غیبت کرتا ہے تو گویا وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھاتا ہے اور حدیث شریف میں یہ آیا ہے کہ غیبت زنا کرنے سے بھی زیادہ بڑا ہے ۱۲

[2] یعنی وہ کم از کم مقدار کہ جس کے پائے جانے کے بعد زکوٰۃ کا حکم ادا شروع ہو جاتا ہے ۱۲ اور مصارف مصرف کی جمع مصرف کے معنی خرچ کرنے کی جگہ کے ہیں ۱۲

[3] اعادہ کے معنی لوٹانے کے ہیں ۱۲ محشی عفی لہٗ ولاسلافہٖ۔

خیال رکھنا چاہیے۔ تمھیں جو زیور ہم نے دیا ہے وہ قدر نصاب کو پہنچ گیا ہے اس کی زکوٰۃ[عہ] ہمیشہ ادا کرنی چاہیے اگر شوہر بی بی کی جانب سے زکوٰۃ دے دے تو جائز ہے[عسہ] اگر کوئی عورت جس پر زکوٰۃ فرض ہے اپنے مال[سہ] میں سے زکوٰۃ دے اور اس کا شوہر منع کرے تو اس میں شوہر کا کہنا نہ ماننا چاہیے جیسا کہ اوپر حدیث مذکور ہوئی ہے لا طاعة[۱] لمخلوق فی معصیة الخالق یہ مسئلہ صرف آگاہی کے واسطے لکھ دیا ہے ورنہ انشاء اللہ تعالیٰ تمھیں ہرگز ایسا موقع پیش نہ آوے گا بلکہ اور زیادہ فرائض اور مسائل شرعیہ کی پابندی کی تاکید ہوتی رہے گی۔ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آسانی کے واسطے ایک نقشہ استخراج[۲] زکوٰۃ کا ایک ہزار روپیہ سے لیکر دس روپے تک لکھ دیں اگرچہ دس بیس روپئے کے مال پر بوجہ قدر نصاب نہ پہنچنے کے زکوٰۃ واجب نہیں ہے لیکن نصاب پورا ہونے کے بعد کسرات[۳] کا حساب نکالنے میں اس نقشہ سے سہولت ہوگی ہونے چاندی میں نصاب کے بعد جب پانچواں حصہ[للعہ] بڑھے تب بڑھوتری پر زکوٰۃ آویگی ورنہ نہیں

تعداد روپیہ	مقدار زکوٰۃ واجب	تعداد روپیہ	مقدار زکوٰۃ واجب
ایک ہزار ۱۰۰۰	پچیس روپے ۲۵	تین سو ۳۰۰	سات روپے آٹھ آنے ۷؍۸
نوسو ۹۰۰	بائیس روپے آٹھ آنے ۲۲؍۸	دوسو ۲۰۰	پانچ روپے ۵؍
آٹھ سو ۸۰۰	بیس روپے ۲۰	ایک سو ۱۰۰	دو روپے آٹھ آنے ۲؍۸
سات سو ۷۰۰	سترہ روپے آٹھ آنے ۱۷؍۸	پچاس ۵۰	ایک روپیہ چار آنے ۱؍۴
چھ سو ۶۰۰	پندرہ روپے ۱۵	پچیس ۲۵	دس آنے ۱۰؍ آٹھ آنے ۸؍
چار سو ۴۰۰	دس روپئے ۱۰	دس ۱۰	چار آنے ۴؍

عہ زکوٰۃ کے متعلق یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ سونے چاندی کے زیور اور نقد کے سوا اگر گوٹہ ٹھپہ سچے کام کا ہو اور قدر نصاب کو پہنچ جائے تو اس میں بھی زکوٰۃ فرض ہے اور یہی حال ان کپڑوں اور جوتوں کا ہے جن میں سچا کام ہو اور ان کی زرعی قدر نصاب کو پہنچ جائے ۱۲

عسہ جب کہ بی بی کو پہلے اطلاع کر دے ۱۲

سہ اپنا رشتہ دار بشرطیکہ اولاد یا اولاد کی اولاد یا باپ دادا پردادا نہ ہو اگر مستحق زکوٰۃ ہو تو اس کو زکوٰۃ دینے کا دوہرا ثواب ہے ایک صلہ رحم کا دوسرا خیرات کا ۱۲م للعہ مثلاً ایک شخص کے پاس دوسو درہم ہیں ان میں چالیسواں حصہ پانچ درہم زکوٰۃ واجب ہوگی اس سے زیادہ اس شخص کے پاس اگر چالیس سے کم درہم اور آگئے تو صرف دوسو درہم کی ہی زکوٰۃ پانچ درہم دینی ہوگی اور جب پورے ۴۰ ہوں (باقی اگلے صفحہ پر)

۱ یعنی خدا تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہ ہونی چاہیے۔ ۱۲

۲ استخراج کے معنی نکالنے یعنی ادا کرنے کے ہیں ۱۲

۳ کسرات کسر کی جمع ہے ٹوٹے عدد کو کسر کہتے ہیں ۱۲

عہ وفی کل خمس بحسابہ ففی کل اربعین درہما درہم وفی کل اربعة مثاقیل قیراطان وما بین الخمس الی الخمس عفو وقالا ما زاد بحسابہ وہی مسئلة الکسور ۱۲ در مختار جلد اول صفحہ ۱۳۵

درمیانی رقوم اور کسرات کا حساب اس سے باآسانی سمجھ میں آسکتا ہے مثلاً ڈیڑھ سو روپیہ[1] کی زکوٰۃ کا حال معلوم کرنا ہے تو نقشہ میں سو روپئے کی زکوٰۃ دیکھو اور پھر پچاس کی دونوں کو ملالو یہ ڈیڑھ سو روپے کی زکوٰۃ ہوگی یا مثلاً پچھتر روپیہ کی زکوٰۃ کا دریافت کرنا مطلوب ہے تو نقشہ میں پچاس کی زکوٰۃ اور پھر پچیس کی زکوٰۃ دیکھو دونوں کو ملانے سے پچھتر کی زکوٰۃ ہوئی۔

حج فرض[ع] ہے استطاعت[1] ہونے پر۔ اور جس شخص پر حج فرض ہوجائے اور وہ حج ادا نہ کرے تو اس کے لئے سخت وعید حدیث[2] میں آئی ہے ایسے شخص کے نامسلمان مرنے کی وعید مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے ہمیں معلوم ہے کہ تمھارے پاس جو زیور ہے وہ اس قدر نہیں ہے کہ حج تم پر فرض ہو عورت کے لئے علاوہ زاد راہ کے محرم کا ساتھ ہونا بھی شرط ہے جیسا کہ تم نے دینی رسائل میں پڑھا ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ تمھیں ایسی مقدرت دے کہ حج فرض ہوجاوے تو بلاتاویل وتساہل حج ادا کرنا چاہیئے۔

اب ہم چند باتیں تمھاری معاشرت کے متعلق ذکر کرتے ہیں

شوہر[1] کی فرماں برداری عورت پر واجب ہے اور حدیث میں اسکی بہت تاکید آئی ہے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر میں کسی انسان کے لئے سجدہ کرنے کا

حج فرض ہے — اطاعت و فرماں برداری شوہر

---

[1] استطاعت کے معنے طاقت کے ہیں یعنی جس کو وہاں تک پہنچنے کی طاقت ہو راستہ کا خرچ موجود ہو ۱۲

[2] عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ملک زادا وراحلۃ تبلغہ الی بیت اللہ ولم یحج فلا علیہ ان یموت یہودیا او نصرانیا وذلک ان اللہ تبارک وتعالیٰ یقول وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا رواہ الترمذی وقال ہذا حدیث غریب وفی اسنادہ مقال وہلال بن عبداللہ مجہول والحارث یضعف فی الحدیث ۱۲ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۲۲

بقیہ صفحہ ۹۸ درہم بڑھ جاویں گے جو دو سو کا پورا پانچواں حصہ ہے تب اس بڑھوتری پر چالیس کی زکوٰۃ ایک درہم اور دو سو کی پانچ درہم جملہ دو سو چالیس درہم کی زکوٰۃ چھ درہم واجب ہوگی ۱۲ م

ع حج کے مسائل بہت ہیں بعض فرائض اور بعض واجبات اور بعض سنن اور بعض مستحبات ہیں ان سب کی جگہ گنجائش نہیں ہے صرف فرض بتلائے دیتے ہیں جو کہ تین ہیں احرام اور وقوف عرفہ اور طواف زیارت، ان میں سے احرام تو شرط ہے اور وقوف بعرفہ اور طواف زیارت یہ دونوں رکن ہیں۔ ان تینوں میں سے اگر کوئی بھی چھوٹ جائے گا تو حج نہ ہوگا اور اگر کوئی واجب رہ جاوے گا تو حج تو ہوجاوے گا مگر اس کی وجہ سے ایسے جانور کا ذبح کرنا لازم آوے گا جس کی قربانی جائز ہے مثلاً گائے، بکری، اونٹ حج کے مسائل میں یہ بات خصوصیت سے یاد رکھنے کے قابل ہے کہ وقوف عرفہ کے حق میں وہ رات جو عرفہ کے دن کے بعد آتی ہے اگلے دن کی رات نہیں ہے بلکہ اسی دن کے تابع ہے اس لئے اس رات میں صبح صادق ہونے سے اول اگر کسی نے عرفات میں قیام کیا

(باقی اگلے صفحہ پر)

حکم کرتا تو عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے خاوند[1] کو سجدہ کرے مگر چونکہ ہماری شریعت میں سجدۂ تعظیمی بھی حرام ہے اس لئے آپ نے سجدہ کرنے کی کسی کو اجازت نہیں دی اس حدیث سے خیال کرنا چاہیئے کہ کس قدر حکم شوہر کی فرماں برداری کا ہے اور جو عورت شوہر کی فرماں بردار نہ ہو اور شوہر اس سے ناراض ہو وہ عورت اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور[2] رہتی ہے تاوقتیکہ شوہر کو رضامند نہ کرے یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر کوئی شوہر فرائض کے ادا کرنے سے ناراض ہو تو اس کی پروانہ کرنی چاہیئے جیسا کہ مکرر حدیث لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق ذکر کی گئی ہے یہاں بھی صرف آگاہی کے واسطے یہ مسئلہ ذکر کردیا ورنہ انشاء اللہ تعالیٰ تمھیں یہ موقع پیش نہ آئے گا۔ تین وصف جس عورت میں ہوں اس سے کبھی اس کا شوہر ناخوش نہ ہوگا جن کو سعدی علیہ الرحمۃ نے بوستاں کے اس شعر میں جمع کردیا ہے ؎

زن خوب[3] و فرماں بر و پارسا	کند مرد درویش را بادشا

ان میں آخر کی دو صفتیں اختیاری ہیں اگر کسی عورت[4] میں پہلی نہ بھی موجود ہو تو آخر دو وصف موجود ہونے سے زناشوئی کے تعلقات خوشگوار رہیں گے اور اگر پہلی صفت موجود ہو اور دو آخر کی مفقود ہوں تو ایسی عورت دنیا میں بدنام اور آخرت میں اس کے لئے سخت عذاب ہے جو عورت شوہر کی فرماں بردار نہ ہو یا تند مزاج ہو بات بات میں جھگڑا پیدا کرے تو اس کے لئے بھی سعدی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے ؎

زن بد در سرای مرد نکو	ہم دریں عالم است دوزخ او

(بقیہ صہ ۹۹) تو اس کا حج ہو جاوے گا بخلاف اور تمام ایام کے کہ اس دن کا حکم بعد غروب آفتاب کے باقی نہیں رہتا ہے ۱۲ م

[2] حج کرنے کا بہت بڑا ثواب ہے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو کوئی حج کرے اور اس میں کوئی بیحیائی اور گناہ کا کام نہ کرے تو وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے کہ گویا آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے ۱۲ م

[3] خوب[1] صورت اور فرماں بردار[2] اور پارسا[3] (پرہیزگار) عورت + فقیر مرد کو بادشاہ بنا دیتی ہے (یعنی بادشاہ کا سا لطف اس عورت موصوفہ سے اس کو حاصل ہوتا رہتا ہے۔) فافہم ۱۲ م

[4] پہلی صفت خوبصورت[1] ہونا، اور دوسری صفت فرماں بردار[2] ہونا تیسری صفت پارسا[3] ہونا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بہترین خزانہ مرد کا نیک بخت عورت ہے جب اس کی طرف اس کا خاوند دیکھے تو اس کو (باقی صہ ۱۰۱ پر)

[1] عن ابی ہریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو کنت آمر احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأة ان تسجد لزوجھا رواہ الترمذی ۱۲ مشکوٰة شریف صہ ۲۸۱

[2] عن ابی ہریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دعا الرجل امرأتہ الی فراشہ فابت فبات غضبان لعنتھا الملائکة حتی تصبح متفق علیہ وفی روایة لھما قال والذی نفسی بیدہ ما من رجل یدعو امرأتہ الی فراشہ فتابی علیہ الا کان الذی فی السماء ساخطا علیھا حتی یرضی عنھا ۱۲ مشکوٰة صفحہ ۲۸۰

اور واقعی بات بھی یہی ہے کہ جس گھر میں زناشوئی[1] کے تعلقات خوشگوار[2] نہیں ہیں وہ گھر مثل جہنم کے ہو جاتا ہے علاوہ اس کے کہ لوگ اُن پر ہنستے ہیں خود زن و شوہر کی زندگی وبال جان ہو جاتی ہے۔ چنانچہ یہ کیفیت ہم نے کہیں کہیں دیکھی ہے اور جس گھر میں زناشوئی کے تعلقات خوشگوار ہیں وہ گھر اگرچہ غربت اور افلاس کا گھر ہو لیکن وہ دولت خانہ اور بادشاہی محل سے بہتر بلکہ نمونہ جنّت بن جاتا ہے، یہ ممکن ہے کہ کبھی شوہر کی خفگی ایسی وجہ سے ہو جو تمہارے خیال میں واجبی نہیں ہے اور ممکن ہے کہ واقعی ایسا ہو تو اس حالت میں بھی تم نہایت تحمل[3] اور وقار سے برداشت کرو حتی کہ تمہاری زبان سے تو کیا کسی اشارہ اور ادا سے بھی یہ بات نہ معلوم ہو کہ غصہ بے جا تھا تمہارا تحمل آخر کار خود اس کو آگاہ کر دے گا کہ یہ غصہ ناواجب تھا اور اس کا انجام بہت اچھا اور تم پر وفور مہربانی کا سبب ہوگا، جبکہ اس برتاؤ سے دشمن بھی دوست ہو جاتا ہے تو شوہر تو شوہر ہی ہے اس تحمل میں اس بات کا ضرور خیال رہے کہ آنکھ بھوں نہ چڑھے بلکہ ہشاش بشاش[4] رہنا چاہیے اور کلام میں حرکت و سکنات میں ناراضی کا اظہار ہرگز ہرگز نہ ہو شوہر کے ساتھ گفتگو اور خطاب[5] میں شوہر کے مرتبہ کا لحاظ رکھو یہ بات بے تکلفی میں بھی ملحوظ رہنی چاہیے خطاب میں ایسا لفظ جس سے سوء ادبی[6] معلوم ہو ہرگز مت استعمال کرو اگر شوہر کچھ کہے تو اول غور سے سنو اور پھر ادب کے ساتھ مناسب جواب دو نہ بہت بلند آواز سے اور نہ ایسی پست آواز سے کہ کچھ سنائی نہ دے اگر کسی واقعہ کا علم شوہر کو نہ ہو یا مغالطہ ہو تو اُس واقعہ کی نسبت غلط فہمی کو بہت ادب اور احترام[7] کے ساتھ رفع کر دو ایسے الفاظ نہ ہوں جن سے شوہر کے اُس واقعہ کی نسبت علم کی تحقیر ہو اور اگر بمقتضائے[8] بشریت تم سے غلطی ہو یا فروگذاشت کسی امر میں ہو جاوے تو اس کا اقرار کر کے معافی

[1] میاں بیوی کے تعلقات ۲
[2] یعنی پسندیدہ
[3] تحمل کے معنے برداشت کے اور وقار کے معنے بھرم کے ہیں یعنی چھچھور اپن نہ کرنے کے ۱۲
[4] ہشاش بشاش کے معنے خوش و خرم کے ہیں ۱۲
[5] خطاب کے معنی گفتگو اور کلام کرنے کے ہیں ۱۲
[6] سوء ادبی یعنی بے ادبی ۲
[7] احترام کے معنے عزت و آبرو اور رفع کے معنے دور کرنا ۱۲
[8] مقتضائے کے معنے تقاضا یعنی چاہنا اور لازم ہونا اور بشریت کے معنے آدمی ہونا ۱۲

(بقیہ ص ۱) دیکھ کر خوش ہو جاوے اور جب کسی بات کا حکم کرے تو فرماں برداری کرے اور جب وہ کہیں باہر جاوے تو پس پشت خود کو اور اُس کے مال کو محفوظ رکھے ۱۲ م

مہ بدزبان (زبان دراز) عورت نیک مرد کے گھر میں ؍ اسی عالم میں (دنیا میں) اس کے لئے دوزخ ہے ۱۲ منہ

مانگ لو اس کا بہت اچھا اثر ہوگا تمھیں کوئی چیز دریافت کرنی ہو خواہ وہ مسائل ہیں سے تعلق رکھتی ہو خواہ معاملاتِ دُنیا سے تو اُسے بکشادہ پیشانی دریافت کرو اور اچھی طرح سمجھ کر تسکین کر لو ؎ درطلب کردن حقیقت کار + از خدا شرم دار و شرم مدار عورتوں کو عادت ہوتی ہے کہ شوہر کی ناشکری کرتی ہیں یہ عادت بہت بُری ہے شوہر یا خسر کی جانب سے جو کھانے پینے کو ملے اس کو شکریہ کے ساتھ قبول کرنا چاہیئے اور گو کتنا ہی قلیل ہو اس پر بھی شکر واجب ہے لاکھوں ایسی ہوں گی جن کو نہ تم جیسا کھانے کو اور نہ تم جیسا پہننے کو ملتا ہوگا اور نہ تم جیسا آرام ہوگا کھانے پہننے میں دولتمندی میں ہرگز کسی کی حرص مت کرو رشک اور حسد سے بچو کہ اس میں علاوہ سخت گناہ کے خود انسان[1] عذاب میں مبتلا رہتا ہے۔ دنیا کے اسباب میں ہمیشہ اپنے سے کمتر[2] پر اور دین کے کاموں میں ہمیشہ اپنے سے بالاتر پر نظر رکھو اس سے تم کو دنیا میں راحت اور نیکی کی توفیق ہوگی۔

ہدایت (۷) خسرال کے گھر والوں کے ساتھ آداب معاشرت

خوشدامن[3] کا ادب ہر امر میں مثل اپنی والدہ مشفقہ کے کرو اور ہر حال میں اُن کی رضامندی کو مقدم سمجھو خواہ تم کو تکلیف ہو یا راحت مگر اُن کی خلاف مرضی ایک قدم مت چلو زبان سے کوئی ایسا لفظ مت نکالو جس سے ان کو کلفت ہو اُن سے جب بات کرو اور خطاب کرو تو ایسے الفاظ سے خطاب مت کرو جیسے اپنے برابر والیوں سے خطاب کرتی ہو بلکہ اُن الفاظ سے خطاب کرو جو بزرگوں کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں چنانچہ ہم نے آدابِ شوہر میں اس کا بیان کر دیا ہے اگر خوشدامن تم کو کسی امر میں تنبیہ کریں تو اُن کے کہنے کو خاموشی کے ساتھ سُننا چاہیئے اگر بالفرض ناگوار اور تلخ بھی کہیں جھڑک دیں جسکی اُمید نہیں ہے تب بھی اس کو شربتِ خوشگوار کے گھونٹ کی طرح پی جاؤ اور ہرگز درشتی سے جواب نہ دو اور اُن کی خدمت مثل اپنی والدہ کے کرو۔ اگر کسی کام کو دوسرے کو کہیں تو تم اس کو اپنی طرف سے انجام دو +

[1] حدیث میں ہے کہ حسد آدمیوں کی نیکیوں کو اس طرح کھاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو جلا دیتی ہے ۱۲

[2] یہ مضمون حدیث شریف کا ہے کہ آدمی دولت میں آپ سے کم مال والے پر نظر کرے اور عبادت و بزرگی میں اپنے سے زیادہ عبادت گذار اور زیادہ نیک آدمی پر نظر کرے پہلی صورت میں شکریہ کا موقع آدمی کو ملتا ہے اور دوسری صورت میں نیکی پر حریص ہوتا ہے ۱۲ محشی ۱۲ عفی عنہ

[3] یعنی بیوی کی ماں

خسر کی تعظیم واحترام مثل اپنے والد مہربان کے کرو اور جس طرح خوش دامن[1] کے ساتھ کلام کرنے میں ادب کا بیان ہم نے کیا ہے یہاں بھی اُسی طرح لحاظ رکھو مثلاً اگر کوئی تم سے دریافت کرے کہ وہ کہاں گئے ہیں تو تم اس کے جواب میں کہو کہ فلاں جگہ تشریف لے گئے ہیں، اگر کوئی پوچھے کہ فلاں امر کی نسبت انھوں نے کیا کہا ہے تو تم جواب میں کہو کہ ایسا فرمایا ہے ان کو آرام پہنچانے اور ان کی خدمت کرنے میں جہاں تک ممکن ہو سعی کرو کسی تقریب میں جانا ہو یا کسی عزیز سے ملنے جانا ہو تو اپنے خسر و شوہر سے اجازت لو اور اگر وہ موجود نہ ہوں تو خوشدامن سے اجازت چاہو اگر اجازت دیں تو جاؤ ورنہ مت جاؤ اگر کسی تقریب[2] میں جانے کو کہیں تو جاؤ، گو تمھارا جی نہ چاہتا ہو یہ ہو نہیں سکتا کہ خدانخواستہ وہ تمھیں ایسی جگہ جانے کو کہیں جہاں منہیات شرعیہ ہوں جس گھر یا مجلس میں منہیات[3] شرعیہ ہوں وہاں جانا منع ہے اگر کوئی بی بی تم سے مرتبہ اور عمر میں بڑی ہے جیسے کہ شوہر کے بڑے بھائی کی بیوی اس کے ساتھ گفتگو اور نشست[4] و برخاست میں اس کے مرتبہ کا لحاظ رکھو اور اس کے ساتھ اسی طرح شیر[5] شکر ہو کر رہو کہ گویا تم سگی بہنیں ہیں ایک بڑی اور ایک چھوٹی تم اگر ایسا برتاؤ رکھو گی تو ضرور ہے کہ طرف ثانی سے بھی ایسا ہی برتاؤ ہو گا اور اگر عمر و مرتبہ میں تم سے چھوٹی ہے تو اس کے ساتھ محبت اور پیار کا برتاؤ رکھو اور اس کو نہایت نرمی وملائمت سے اچھی اچھی باتوں کی تعلیم دیتی رہو اور وہ کوئی کام کرے تو تم خود مدد دے کر وہ کام کرا دو اسی طرح شوہر کی بہن بھانجی وغیرہما کے ساتھ علی قدر المراتب سلوک عـه اور مدارات سے پیش آؤ مگر اس میں حد اعتدال[6] کو ضرور ملحوظ رکھو کیونکہ حد اعتدال سے زیادہ مدارات میں نباہ مشکل ہے۔ اپنے گھر میں بیبیوں کے ساتھ جب بیٹھو یا کسی دوسرے گھر کسی تقریب میں عورتوں میں شامل ہو تو کسی کی نسبت پس پشت[7] ایسی بات مت کہو کہ اگر وہ سنے تو بُرا مانے اسی کو غیبت کہتے ہیں۔

عـه سلوک اور مدارات کے معنے احسان اور خاطر تواضع کرنا ۱۲

[1] خوش دامن ساس کو کہتے ہیں ۱۲
[2] تقریب سے مراد بیاہ شادی ختنہ وغیرہ کے موقع ہیں ۱۲
[3] منہیات شرعیہ کے معنی وہ کام جو شریعت میں منع ہیں
[4] یعنی بیٹھنا اٹھنا ۱۲
[5] یعنی دودھ شکر کی طرح مل کر ۱۲
[6] اعتدال درمیانی چال ۱۲
[7] یعنی پیٹھ پیچھے ۱۲

غیبت کرنے کا سخت گناہ ہے اس کی بنسبت اول بھی ہم نے روزے کے بیان میں ذکر کیا ہے اور اب یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ بعض آدمی کہا کرتے ہیں ہم کوئی جھوٹ بات نہیں کہتے یہ بات تو فلاں شخص میں موجود ہے یاد رکھو یہ نفس کا ایک مکر ہے غیبت کے لئے یہ ضرور نہیں ہے کہ جو عیب کسی کا بیان کیا جاوے وہ اُس میں نہ ہو بلکہ کسی واقعی عیب کا بیان کرنا غیبت ہے اور اگر وہ عیب اُس شخص میں نہیں ہے تو دو چند گناہ ہوتا ہے تہمت کا اور غیبت کا۔

گھر میں جو بچے ہیں خواہ وہ تمھارے خسر کی اولاد ہوں یا ایسے قریب رشتہ دار ہوں کے جو اُس گھر میں رہتے ہیں اُن کے ساتھ نہایت شفقت و مہربانی سے پیش آؤ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص بڑوں کا ادب نہ کرے اور چھوٹوں پر رحم نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ ہمارے حضور اقدس رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو بچوں کے ساتھ بہت محبت تھی حتیٰ کہ ایک مرتبہ ایک بچہ نے آپ کی گود میں پیشاب بھی کر دیا تھا بعض عورتیں جن کو بچوں سے محبت ہوتی ہے بچہ کو اس بہانے سے بلاتی ہیں آؤ تمھیں ہم ایک چیز دیں حالانکہ کوئی چیز دینے کا قصد نہیں ہوتا صرف بُلانا مقصود ہوتا ہے لیکن ایسا کہنا ایک قسم کا جھوٹ بولنا ہوتا ہے ایسا مت کرو ایک بی بی نے ایک مرتبہ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بچہ کو کچھ دینے کو کہکر بلایا مگر اُس نے خالی بہکایا نہ تھا بلکہ کوئی چیز اس کو دی بھی۔ آپ نے فرمایا تو اس کو یہ نہ دیتی تو جھوٹ ہو جاتا۔[1]

گھر میں اگر خادمہ ہے تو اس سے فوق طاقت کام نہ لو اگر کوئی کام اس پر بھاری ہو تو خود بھی اس کی مدد کر دینی چاہیئے اُس سے درشتی اور سخت کلامی سے پیش نہ آؤ وہ بیمار ہو یا اُسے کوئی تکلیف ہو تو اس میں اس کی پوری ہمدردی کرو جیسا کہ تم نے اپنی والدہ کا برتاؤ خادمہ عورتوں کے ساتھ دیکھا ہے کہ اگر کبھی خادمہ کے سر میں ذرا درد بھی ہوا ہے تو خود اس کا کام کر لیا ہے اور ایسی حالت میں اُسے تکلیف نہیں دی ہاں یہ بھی نہ ہونا چاہیئے کہ خادمہ بالکل آرام طلب اور کام چور ہو جاوے ایسا

[1] وعن عبداللہ ابن عامر قال دعتنی امی یوماً ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قاعد فی بیتنا فقالت ہا تعال اعطیک فقال لہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اردت ان تعطیہ قالت اردت ان اعطیہ تمرا فقال لہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما انک لو لم تعطہ شیئاً کتبت علیک کذبۃ رواہ ابوداؤد والبیہقی فی شعب الایمان ۱۲ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۱۶۔

کر دینا گویا خادمہ کے حق میں دشمنی ہے کہ پھر وہ جہاں جاوے گی آقا کی موردِ عتاب رہے گی۔ کوئی اچھی چیز کھانے پینے کی آوے تو اس میں سے اس کو بھی کسی قدر دینی چاہیئے تم نے یہ برتاؤ بھی اپنی والدہ کا دیکھا ہے کہ گو کتنی ہی قلیل چیز ہو مگر اس میں بھی وہ خادمہ کا حصّہ ضرور لگاتی ہیں ہمیں اس سے بکمال مسرّت ہوتی ہے کہ ایثار[ع] کی صفت تم میں فطرۃً ہے اس صفت میں اللہ تعالیٰ اور ترقی دے اپنے شوہر اور سب گھر کی بیبیوں کے ساتھ یہ برتاؤ رکھو۔

گھر میں جو عورتیں اور باہر مرد مہمان ہوں اُن کی مہمانداری حسب مرضی شوہر بہت کشادہ دلی اور ایثار سے کرنی چاہیئے مہمان کی خاطر اپنے معمولی کھانے کی بنسبت تکلف بھی جائز ہے جو حدِ اسراف[1] تک نہ پہنچے اگر مہمان کوئی متقی خدا کے نیک بندوں میں سے ہو تو اس کی مہمانی کو موجبِ خیر و برکت سمجھنا چاہیئے اور یوں تو کسی مہمان سے بھی دل تنگ نہ ہونا چاہیئے۔ ہمارے حضور انور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر کو بھی مہمان کیا ہے مہمان کی مدارات[2] اور اس کے ٹھہرانے میں التجا کرنے کا مضائقہ نہیں ہے مگر نہ اس قدر اصرار کہ مہمان کے لئے موجبِ اضرار[3] ہو یہ بہت بُری بات ہے کہ مہمان کو خاص کوئی ضرورت درپیش ہے اور وہ اُس کی وجہ سے رخصت ہونا چاہتا ہے مگر میزبان صاحب ہیں کہ اصرار کر رہے ہیں اور خدا اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم ۱۲ کا واسطہ دے رہے ہیں یہ خوا چھی نہیں ہے جس میں مہمان کا دل تنگ ہو اور اس کا حرج بھی ہو ہمارے حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہٗ ایسے اصرار کو ہرگز پسند نہ فرماتے تھے مہمان کے ساتھ جو مدارات کی جاوے اس کو ہرگز اپنی طرف سے احسان مت سمجھو بلکہ اُس نے تم پر احسان کیا اور اپنا مقسوم رزق[4] تمہارے یہاں کھایا اور تم کو ثواب میں داخل کیا۔

[1] اسراف فضول خرچ ۱۲
[2] مدارات کے معنی خاطر تواضع کے ہیں ۱۲
[3] یعنی نقصان کا سبب ۱۲
[4] یعنی وہ رزق جو خدا تعالیٰ تقسیم فرما چکا ہے۔

[ع] ایثار کے معنی ہیں اپنے نفس پر دوسرے کو کسی چیز میں مقدم سمجھنا اور خاصکر جب خود بھی اس چیز کی حاجت ہو تو یہ اعلیٰ درجہ کا ایثار ہے۔ یہ شان صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تھی کہ باوجود سخت سے سخت حاجتمندی کے بھی اپنی حاجت پر دوسرے کی حاجت روائی کو مقدم سمجھتے تھے جن کی تعریف قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ویؤثرون علیٰ انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ (یعنی اپنی جانوں پر دوسروں کو مقدم رکھتے ہیں اگرچہ خود ان کو شدت کی حاجت ہو) ۱۲ م

شکرؔ بجا آر کہ مہمان تو	روزی خود میخورد از خوانِ تو

اسی طرح اگر کسی کے ساتھ سلوک کرو تو اُس پر احسان مت دھرو قرآن شریف سے ثابت ہے کہ احسان دھرنے سے سلوک کرنے کا ثواب باطل[1] ہو جاتا ہے پس یہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے ہونا چاہئیے

انتظام خانہ داری بعد حُسن معاشرت[2] مردمانِ خانہ کے جس کا اوپر ذکر ہوا گھر کی بہبودی اور اس کی رونق کے لئے ایک نہایت ضروری چیز ہے انتظام خانہ داری اگر عمدہ طور سے ہے تو باوجود قلت معاش[3] کے بھی گھر پر رونق معلوم ہوتی ہے اور اس گھر پر ناداری معلوم نہیں ہوتی اور اگر یہ انتظام درست نہیں ہے تو باوجود دولتمندی کے بھی گھر پر نکبت اور نحوست برستی ہے ہم نے بچشم خود بعض دولتمند گھروں کو دیکھا ہے کہ انتظام خانہ داری کا مستورات میں سلیقہ نہ ہونے سے اُن کے گھر کی حالت مفلسوں کے گھروں سے بدتر ہے، بہت بڑی بات اس میں اخراجات کا اندازہ اور اُن کے مواقع کا لحاظ رکھنا ہے اخراجات میں اعتدال اور اُن کا حسب موقع استعمال کرنا چاہیئے اعتدال سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ آمدنی کے لحاظ سے خرچ زیادہ نہ ہو اور نہ اس قدر کم کہ کنجوسی کی نوبت پہنچے کنجوسی کرنے والوں اور حدِ اعتدال سے زیادہ خرچ کرنے والوں دونوں کی مذمت قرآن شریف میں آئی ہے مال اور پیسہ کی ایسی محبت کہ آدمی پیسہ پیسہ جوڑے اور ننانوے[4] کے پھیر میں پڑا رہے علاوہ شرعاً مذموم[5] ہونے کے اس سے خود زندگی وبال جان ہو جاتی ہے البتہ میانہ روی ایک ایسی چیز ہے کہ نہ تو اس سے انسان کنجوس کہلاتا ہے اور نہ مُسرف اور نہ ضرورت کے وقت اپنی حاجت سے بند رہتا ہے، اخراجات کے موقع کا لحاظ خود صرف کرنے والے انسان کا کام ہے کہ وہ خیال کرے کہ کس موقع میں کس قدر خرچ کرنا چاہیئے اس کی نسبت جزئیات کا محفوظ کرنا دشوار ہے روزمرّہ کے مصارف کا حساب اگر حسب مرضی شوہر لکھ لیا کرو اور روزمرّہ یا ہفتہ میں ایک بار اس کو شوہر کے ملاحظہ میں پیش کر دیا کرو تو بہت کچھ

ع خدا کا شکر ادا کر کہ تیرا مہمان + اپنی روزی تیرے خوان سے کھاتا ہے ۱۲ م۔

لہ ارشاد ہے کہ لاتبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی ۱۲
ٹہ اچھے طریقے سے باہم زندگی بسر کرنا ۱۲ ک
سٹہ قلت معاش کے معنی روزی تھوڑے ہونے کے ہیں ۱۲
کہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لو کان لابن آدم وادیان من مال لابتغی ثالثا ولایملأ جوف ابن آدم الا التراب ویتوب اللہ علی من تاب متفق علیہ ۱۲۔
یعنی فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر آدمی کی ملک میں دو جنگل مال ہو تو تیسرے جنگل کو اور طلب کرے گا اور آدمی کا پیٹ کوئی چیز سوائے مٹی کے نہیں بھرتی اور خدا تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتا ہے جو اس سے توبہ کرتا ہے ۔۱۲
ھہ عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اول صلاح ہذہ الامۃ الیقین والزہد واول فساد ہذہ الامۃ البخل والامل رواہ البیہقی فی شعب الایمان ۱۲ محشئ غفرلہ

موجب اطمینان ہے حساب ایک ایسی عمدہ چیز ہے کہ دنیا اور دین دونوں کے کارآمد ہے غلّہ وغیرہ اجناس جو گھر میں آدے اس کو تول لیا کرو اور اسی طرح روپیہ پیسہ کا شمار کر لیا کرو اور اگر کسی کو قرض دینے یا کسی سے لینے کا اتفاق ہو تو اس کو بھی لکھ لیا کرو اور اس کے واپس آنے پر بھی، اسی طرح دھوبی کے یہاں جو کپڑے دیے جاویں وہ بھی بغیر لکھے نہ دیے جاویں اور زیادہ ترخوبی کی بات تو یہ ہے کہ جو کچھ تمھارے پاس پارچہ وغیرہ نقد زیور ہو سب لکھا رہے کہ یہ بہت کارآمد ہے منجملہ انتظام خانہ داری کے اثاث البیت کی ترتیب ہے، جو چیز جہاں رکھنے کی ہے اس کو اسی جگہ رکھنا مناسب ہے۔ فرش پلنگ چوکی وغیرہ وغیرہ سب اپنی اپنی جگہ پر رکھے جاویں اور جس چیز کے نکالنے کی ضرورت ہو تو بعد رفع ضرورت اس کو اسی جگہ رکھنا لازم ہے اسی طرح تمام ظروف روزمرہ کے استعمال کے اور دیگر روزمرہ کے کام کی چیزوں کا خیال رکھو ایسا نہ ہونا چاہیئے کہ لوٹے ایک طرف لڑکتے پھرتے ہیں رکابیاں کہیں پڑی ہیں، دیگچیاں دھوئی بے دھوئی ہیں کہ مکھیاں بھنکتی ہیں گھڑے الگ کھلے پڑے ہیں کہ کتے اس میں پانی پیتے اور بیٹ کرتے ہیں۔ کپڑوں کو ہمیشہ تہ کر کے رکھو ایسا نہ ہو کہ ادھر ادھر بکھرتے پھریں اگر اونی کپڑے ہیں یا ریشمی تو ان کی ہمیشہ خبر گیری کرنی چاہیئے خاص کر موسم برسات میں بہت خیال رکھو کہ ان کو کرم لگ جاتا ہے اگرچہ انتظامی قوت انسان میں فطری ہے لیکن کوشش اور سعی کو بھی بہت کچھ دخل ہے گھر میں جو بی بی لیاقت والی اور صاحب سلیقہ ہو ہمیشہ اس سے انتظام خانہ داری سیکھتی رہو اور بغور اس کے انتظام کو دیکھتی رہو اور پھر اس کی پیروی کرو۔ اب ہم ان چند کلمات کو ختم کرتے ہیں اور مکرر یہ نصیحت کرتے ہیں کہ اگر تم ان ہدایات پر عمل کرو گی تو انشاء اللہ تعالیٰ تم کو دونوں جہان میں کامیابی نصیب ہو گی اور دنیا میں ایسی آرام و راحت سے رہو گی کہ گھر نمونہ جنت بن جاوے گا اور یہ ہماری طرف سے تمھارے لئے تمھاری شادی نکاح کا بہترین جہیز ہے اس کو تم ہفتہ میں دو تین بار دیکھ لیا کرو اگر دو تین بار ممکن نہ ہو

ع گھر کا مال اور سامان ۱۲ م

تو ایک بار ضرور بالضرور پڑھ لیا کرو ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمھیں دین اور دنیا کی برکتیں نصیب فرماوے اور تم کو شامل کرکے یہ دعا کرتے ہیں ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ[1] وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار ہم تم سے صرف یہ چاہتے ہیں کہ جب تک تمھارے والدین زندہ ہیں ان کے لئے سلامتی ایمان اور عاقبت بخیر ہونے کی دعا کیا کرو اور بعد اس جہان سے ان کے رخصت ہونے کے ان کو دعائے مغفرت سے یاد رکھو وَاٰخِرُ دَعْوَانَا[2] اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ خَیْرِ الْخَلَائِقِ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۵ بندہ ناچیز

عبدالحق عفا اللہ عنہ از قصبہ پور قاضی ضلع مظفر نگر

تقریظ حضرت مولانا مولوی حافظ حاجی شاہ اشرف علی صاحب تھانوی

بعد الحمد والصلوٰۃ احقر اشرف علی تھانوی عرض کرتا ہے کہ آج میں نے یہ تقریر لطیف سعادت نصیب نہایت شوق سے پڑھی۔ حرف حرف پر انشراح بڑھتا جاتا تھا سبحان اللہ سچ یہ ہے کہ دریا کو کوزہ میں بھرا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا اور دعا کے ساتھ امید ہے کہ لڑکیوں کو بیحد نافع ہوگی۔ میری تمنا ہے اس کو مستقلاً یا کسی رسالہ کے ساتھ چھاپ کر سب گھروں میں پہونچانے کی کوشش کی جاوے گی۔ والی اللہ ترجع الامور[3]

اشرف علی عفی عنہ مقام تھانہ بھون

۳ صفر ۱۳۳۰ھ

حصہ ششم بہشتی زیور مع ضمائم قدیمہ و جدیدہ ختم ہوا

[1] یعنی اے ہمارے رب ہم کو تو دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا ۱۲

[2] یعنی ہماری اخیر پکار یہ ہے کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو سارے جہانوں کا رب ہے اور درود و سلام نازل ہو ہمیشہ اس کے رسول پر جو ساری مخلوق سے بہتر ہیں جن کا نام محمدؐ ہے اور ان کی آل و اصحاب پر سب پر ۱۲ محشی غفرلہٗ۔

[3] یعنی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تمام چیزوں کا رجوع ہے اور اسی کی طرف سب باتیں لوٹتی ہیں ۱۲